[illegible]

فتاویٰ
عالمگیری

[illegible]

فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ

فتاوی عالمگیری

مترجم

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ

نام کتاب : فتاویٰ عالم گیری (اردو) حصہ چہارم

مترجم: مولانا علامہ سید امیر علی رح

اشاعت اول: نومبر ۱۹۸۸ء

تعداد: ۵۰۰

ضخامت: حصہ چہارم (۴) ۵۴۴ صفحات

مطبع: ناہید آفسیٹ پرنٹرس نئی دہلی ۲

قیمت: حصہ چہارم (۴) ۹۵/- روپے

قیمت مکمل سیٹ دس جلد 800/- روپے

ناشر: حامد اینڈ کمپنی دہلی ۳۱

اذا اراد اللہ بعبد خیرا فقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام شرع اقدس و جامع تمام موارد و مستندین
اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیری

جلد چہارم

مترجمہ عالم متبحر عزیز زمین مولانا احتشام الدین صاحب مرادآبادی و بنظر ثانی عالم علوم نقلی و عقلی مولانا ... صاحب
ثبت اللہ مقامہ بر و مطبوعہ جواہرات زرنگیر مطبع اودھ شبانہ روزی ... مترجمان عالی دکار ترجمہ ہوا ہے

حامد اینڈ کمپنی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشرکۃ

اسمین چھ باب ہین

باب اول شرکت کے اقسام و ارکان و شرائط و احکام و متعلقات کے بیان مین اور اس مین چند فصلین ہین

فصل اول انواع شرکت کے بیان مین

شرکت کی دو قسمین ہین اول شرکت ملک اور وہ یہ ہے کہ دو شخص مثلاً ایک چیز کے مالک ہو جاوین بدون اسکے کہ دونون مین عقد شرکت واقع ہوا ہو کذا فی التہذیب مین ہی دوم شرکت عقد اور وہ اس طرح ہی کہ مثلاً دو آدمیون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ اس امر مین شرکت کی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی کذا فی النہایۃ پھر شرکت ملک کی دو قسمین ہین اول آنکہ شرکت جبر ہو دوم آنکہ شرکت اختیار ہو پس شرکت جبر یہ ہے کہ دو شخصون کے دو مال بغیر اختیار مالکون کے اسطرح خلط ہو جاوین کہ حقیقۃً دونون مین تمیز ممکن نہو باین طور کہ ہر دو مال کی جنس واحد ہو پس اختلاط سے تمیز نہو سکے یا تمیز ممکن تو ہو مگر بڑی کلفت و مشقت سے جیسے گیہون اور جو مختلط ہو جاوین یا دونون کسی ایکمال کے حصہ رسد وارث ہون اور شرکت اختیار یہ ہے کہ دونون کو ایک مال ہبہ کیا جاوے یا دونون ایک ہی مال کے باستیلاء مالک ہون یا اپنے اختیار سے ہر دو اپنا اپنا مال باہم خلط کر دین کذا فی الذخیرہ یا بطریق خرید کے یا بوجہ صدقہ کے دونون ایکمال کے مالک ہون کذا فی فتاوی قاضیخان یا دونون کیواسطے ایک مال کی وصیت کیجاوے پس دونون اس وصیت کو قبول کر لین یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور شرکت اختیار کا رکن ہر دو حصہ کا مجتمع ہو تا ہے اور حکم شرکت اختیار یہ ہے کہ مال مشترک مین جو زیادتی ہو وہ بھی شرکت پر باندازہ ملک ہو گی یعنی جتنی جسکی ملک ہے زیادتی مین بھی اس حساب سے ہر ایک کی شرکت ہو گی اور یہ ہے کہ دونون مین سے کسی کو روا نہین ہے کہ دوسرے کے حصہ مین تصرف کرے الا اسکے حکم سے اور دونون مین سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ مین مثل اجنبی کے ہے اور ہر ایک کے لیے اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا تمام صور تون مین جائز ہے اور کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا بغیر اجازت شریک کے جائز ہے باستثناء صورت خلط و اختلاط کے یہ کافی مین ہے اور شرکت عقود کی تین قسمین ہین ایک شرکت بالمال دوم شرکت بالاعمال سوم شرکت بوجوہ اور ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین شرکت مفاوضہ و شرکت عنان یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور شرکت عقد کا رکن ایجاب و قبول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ایک کہے کہ مین نے تجھے مشارک کیا چنین و چنان مین اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا کذا فی الکافی اور اسپر گواہ کر لینا مستحب ہے

مثلاً ... کی ملک ایک قسم واحد مین ہو ... عقد شرکت قرار دینے کے ... مثلاً زید مرا اور اسکی میراث مین ایک مکان ہے جو اسکے دو بیٹون کے درمیان مشترک ہو گیا ہے ۱۲ منہ ... سے خالی نہین ہے ۱۲ منہ ... جو شرکت بوجہ خلط و اختلاط کے ہو گی ۱۲ منہ ۱۲

یہ نہر الفائق مین ہی۔ اور ان شرکتونکے جواز کی شرط یہ ہی کہ جس چیز پر عقد شرکت قرار دیا گیا ہو وہ قابل وکالت ہو کذا فی المحیط اور
یہ شرط کہ نفع کی مقدار معلوم ہو پس اگر مجہول ہوگی تو شرکت فاسد ہوگی اور یہ شرط ہی کہ جزو نفع ایک ایسا جزو[١] قرار دیا جائے جو
تمام مین شائع ہو ایسا نہو کہ معین ہو جائے چنانچہ اگر مانند دس یا بیس یا سو وغیرہ کے معین کر دیا تو شرکت فاسد ہوگی یہ بدائع
مین ہی۔ اور شرکت عقد کا حکم یہ ہی کہ معقود علیہ اور جو اس معقود علیہ کے ذریعہ [illegible] سے مستفاد ہوگا وہ سب دونونمین مشترک ہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہی واضح ہو کہ شرکت بالمال اسطرح ہی کہ دو آدمی کسیقدر راس المال کو ملا کر دونون یون کہین کہ ہم دونون نے اسمین باہم
شرکت کر لی اس شرط پر کہ ہم دونون اسے ایک ساتھ یا جدا جدا خرید و فروخت کرین یا یہ شرط نہ بیان کرین بلکہ مطلق چھوڑ دین
یا کہیں کہ باہم اسمین شرکت کر لی بشرط[٢] آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہمکو اسمین نفع روزی کرے وہ ہم دونونکے درمیان ایسی ایسی شرط پر مشترک
ہوگا یا دونونمین سے ایک اسطرح کہے اور دوسرا کہے کہ ہان کذا فی البدائع **فصل دوم** ان الفاظ کے بیان مین جنسے شرکت صحیح ہی اور جنمین
مین صحیح ہوتی ہی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دو آدمیون نے بغیر مال کے اس شرط سے شراکت کی کہ جو کچھ ہم دونون آجکے روز خریدین وہ ہم
دونونمین مشترک ہوگا خواہ کسی صنف یا عمل کی خصوصیت بیان کر دی یا مطلق چھوڑ دیا تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر بجائے آجکے روز کے اس مہینے
یا اس برس کہا تو بھی روا ہی اور اسیطرح اگر شرکت کیواسطے کوئی وقت نہ بیان کیا باینطور کہ ہم دونون نے شرکت کی اس شرط سے کہ جو کچھ
ہم دونون خریدین وہ ہمارے درمیان مین مشترک ہوگا تو بھی جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شرکت کیواسطے کوئی وقت مقرر کیا
تو بنا بر مذکورہ بالا جائز ہی ولیکن جاننا چاہیے کہ بشر نے امام ابو یوسف رح کیواسطے سے امام اعظم رح سے روایت کی کہ یہ جائز ہی اور طحاوی
نے اس روایت کو ضعیف کہا اور سوا طحاوی کے دیگر مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہی اور یہی صحیح ہے اور اگر دونون نے لفظ شرکت کا
ذکر نہ کیا ولیکن ایسا لفظ کہا جس سے استعمال مین شرکت سمجھی جاتی ہی مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ مین نے آج خریدا وہ
میرے تیرے درمیان ہی اور دوسرے نے اسکی موافقت کی مثلاً کہا کہ اچھا تو آیا شرکت ہوگی یا نہوگی سو امام محمد رح نے اسکو
اصل مین ذکر نہین فرمایا اور ابو سلیمان نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ جائز ہی اور اسقدر سے شرکت ثابت ہو جائیگی آیا تو
نہین دیکھتا ہے کہ اگر دونون لفظ خرید کو جانبین سے ذکر کرتے تو روا تھا اور شرکت ثابت ہوتی باعتبار ذکر
حکم شرکت کے اگرچہ لفظ شرکت نہین کہا پس یہان بھی ثابت ہوگی اور یہی صحیح ہی اور یہ شرکت فقط خرید مین جائز ہوگی یہان
دونونمین سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہو اسکے حصہ مین سے کچھ فروخت کرے الا اسکی اجازت سے فروخت کر سکیگا یہ غیاثیہ
مین ہی اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کوئی چیز مین نے خریدی پس وہ میرے تیرے درمیان ہی یا کہا وہ ہمارے درمیان ہی اور دوسرے نے کہا
ہان اچھا پس اگر اسکی مراد یہ ہی کہ ہم دونون بمنزلہ ہر دو شریک تجارت ہو جاوین تو یہ شرکت ہوگی حتی کہ بدون بیان جنس خرید کردہ
شدہ یا نوع یا مقدار ثمن کے صحیح ہوگی جیسے صریح لفظ خرید و فروخت کہنے مین ہوتا ہی اور اگر مراد لی ہو کہ خرید کردہ شدہ بعینہ خاصۃً دونونمین مشترک ہو اور اس
چیز مین دونون باہم دو شریک تجارت کے نہووین بلکہ خریدی ہوئی چیز بعینہ دونونمین مشترک ہو چنانچہ دونونکے بعض تخریج شائع پائی جاوے تو اس صورت مین
وکالت ثابت ہوگی نہ شرکت پس اگر وکالت صحیح ہونیکی شرط پائی گئی تو وکالت صحیح ہوگی ورنہ نہین اور وکالت دو وجہ پر ہوتی ہی ایک وکالت عامہ

---

[١] مثلاً آٹھوان حصہ یا دسوان حصہ یا نوان حصہ وغیرہ ۱۲ منہ [٢] یہ شرط اوپر کی مطلق و مشروط دونون کے ساتھ ہے۔
۱۲ منہ رحمہ اللہ

دوم عامہ پس وکالت خاصہ صحیح ہونیکی شرط یہ ہی کہ خرید کردہ شدہ چیز کی جنس بیان ہو اور اسکی نوع اور مقدار ثمن بیان ہو اور وکالت عامہ صحیح ہونیکی شرط یہ ہی کہ موکل تمام رائے وکیل کے سپرد کر دے یا وقت یا مقدار ثمن یا جنس مبیع بیان کرے کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر دو شخصوں نے کہا کہ جو کچھ ہم دونوں نے خریدی وہ ہم دونوں کے درمیان نصفا نصف ہی تو یہ جائز ہی۔ اور نیز منتقی میں امام اعظم رح سے بروایت حسن بن زیاد مذکور ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو چیز میں نے اصناف تجارت سے خریدی اور میرے اور تیرے درمیان ہی پس اسکو دوسرے نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ آج کے روز خریدی تو بھی یہی حکم ہی کہ جائز ہی اور جو چیز اُسنے اُس روز خریدی وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی قال المترجم لفظ بینی و بینک علی الاطلاق بمعنی المشترک نصفا نصف ہوتا ہی اور مترجم نے میرے تیرے درمیان ہے اسی معنی میں لیا ہی پس محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور اسیطرح اگر دونوں میں ہر ایک نے دوسرے سے کہا اور کوئی وقت بیان نہ کیا تو بھی روا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے جسقدر آج خریدا وہ میرے اور تیرے درمیان ہے تو بھی روا ہی اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہو گا کہ دوسرے نے جو خریدا ہی اسکے حصہ کو فروخت کرے بدون اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونوں نے خریدنے میں شرکت کی ہی نہ فروخت کرنے میں ہاں اگر دوسرے سے اجازت لیکر فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہی اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے غلام خرید اتو وہ میرے تیرے درمیان ہی تو یہ فاسد ہی الا آنکہ نوع بیان کرے مثلاً کہے کہ غلام خراسانی یا ہروی وغیرہ کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر کہا کہ میں نے جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہیں جائز ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی کذا فی البدائع اور منتقی میں امام ابو یوسف رح سے بروایت بشیر بن الولید مذکور ہی کہ ایک نے کہا کہ میں نے آجکے روز جو کوئی چیز خریدی وہ میرے تیرے درمیان ہی تو یہ جائز ہی اور اسیطرح اگر ایک سال کا وقت بیان کیا تو بھی جائز ہی اور اگر وقت بیان نہ کیا ولیکن خریدی چیز کی مقدار بیان کی مثلاً کہا کہ گیہوں سو من تک جسقدر خریدے وہ میرے و تیرے درمیان میں تو یہ جائز ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر کہا کہ جو چیز میں نے تیری جہت پر خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہی حالانکہ جسطرف وہ گیا ہی اسیطرف نکلکر یوں کہا کہ جو چیز میں نے بصرہ میں خریدی تو یہ باطل ہی جبتک ثمن یا مبیع یا ایام بیان نہ کرے جائز نہو گی یہ محیط میں ہی ایک نے دوسرے کو حکم کیا کہ فلان غلام معین میرے و اپنے درمیان مشترک خریدے پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر خرید لیتے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اسکو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو غلام مذکور دونوں میں مشترک ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہی اور مجرد میں ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ جب اُسنے اسکو خریدنے کا حکم کیا تھا اسوقت اُسنے اگر سکوت کیا ہاں نہ کہا اور نہ نہیں کہا یہانتک کہ خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اسکو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہی تو اسیکا ہو گا اور اگر اُسنے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اسکو فلان یعنی حکم دہندہ کیواسطے خریدا پھر اسکو خرید کیا تو وہ حکم دہندہ کا ہو گا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر اسکے خریدنے کے وقت سکوت کیا پھر بعد خرید لینے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو فلان کیواسطے خریدا ہی تو فلان حکم دہندہ کیواسطے ہو گا بشرطیکہ غلام مذکور اسوقت صحیح سالم ہو اور اگر غلام میں کوئی عیب پیدا ہو جائے یا مر جائے اسکے بعد اُسنے ایسا کہا تو اسکا قول قبول نہ ہو گا الا جس صورت میں کہ حکم دہندہ اسکی تصدیق کرے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان میں مشترک خرید کر پس عمرو نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے چلا پھر بکر نے اُس سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر

ف قال المترجم یہ قید شاید موافق قول طحاوی و تضعیف روایت توقیت ہی ورنہ تامل ہی ۱۲ منہ

یعنی مشترک کے معنی میرے اور تیرے درمیان یعنی نصفا نصف ۱۲ منہ

پس اسنے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا کذا فی الخلاصہ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بکر کی وکالت اسنے بغیر حضوری زید کے قبول کی ہو اور اگر زید کی حضوری میں قبول کی تو یہ غلام بکر و عمرو کے درمیان نصفا نصف ہوگا کذا فی المحیط اور اگر اسی مسئلہ میں عمرو کو شعیب ملا اور اسنے بھی یہی کہا کہ خالد کا غلام خرید اور اپنے درمیان خرید کر پھر عمرو نے اسکو خرید تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمرو نے بغیر حضوری زید و بکر کے شعیب سے کہا کہ اچھا تو غلام مذکور زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا اور عمرو و شعیب کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر دونوں کی حضوری میں اچھا کہا تو غلام مذکور عمرو و شعیب کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور منتقی میں مذکور ہے کہ ہشام رح نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو حکم دیا کہ ایک کپڑا جسکا وصف بیان کر دیا ہے بعوض دس درم کو میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی درم نقد دونگا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور یہ کپڑا دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور شرط مذکور باطل ہے یعنی ثمن عمرو ہی ادا کریگا اور نیز منتقی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمد رح سے مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان کی باندی میرے و اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی اسکو فروخت کرونگا تو فرمایا کہ شرط فاسد ہے اور شرکت جائز ہے اور فرمایا کہ شرکت میں ہر شرط فاسد کا یہی حکم ہے یعنی شرکت جائز ہوگی اور شرط باطل و بیکار ہوگی اور اگر اسنے کہا کہ بدین شرط کہ ہم اسکو فروخت کریں تو یہ جائز ہے اور باندی مذکورہ دونوں میں مشترک ہوگی کہ دونوں اپنی تجارت میں اسکو فروخت کرینگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دونوں میں سے جسنے اس غلام کو خرید لیا تو دوسرا اسمیں اسکا شریک ہوا یا دوسرا اسکا اسمیں شریک ہے تو یہ جائز ہے پس دونوں میں سے جو اسکو خریدیگا نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کے واسطے خریدنے والا ہوگا پس جب اسپر قبضہ کریگا تو وہ مثل دونوں کے قبضہ کے ہوگا حتی کہ اگر اتفاق سے وہ غلام مر گیا تو دونوں کا مال گیا۔ اور اگر دونوں نے اسکو ساتھ ہی خرید لیا یا ایک نے اسمیں سے نصف پہلے خرید پھر دوسرے نے باقی نصف خرید تو بھی دونوں مشترک ہوگا اور اگر اس صورت میں دونوں میں سے ایک نے اگرچہ بغیر حکم دوسرے کے پورا ثمن ادا کر دیا تو نصف ثمن دوسرے سے واپس لیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے اسکی بیع میں وکالت حاصل کی پھر ایک نے اسکو کسیکے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ اسکا فقط نصف ہے تو وہ حصہ شریک کا بعوض نصف ثمن کے فروخت کرنیوالا ہوگا اور اگر فروخت کیا یہ غلام الا النصف یعنی باستثناء نصف غلام کے تو جو کچھ ثمن حاصل ہوا ہے وہ پورا ثمن اور نصف غلام نزدیک امام اعظم رح کے دونوں میں مساوی مشترک ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ بیع خاصۃ حصہ بائع کی طرف راجع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک نے دوسرے ایک شخص سے جسکی ملک میں کچھ نہیں ہے یوں کہا کہ آ اور بیع پالس نہ ازد درم میں پھر انکو میری اور اپنی شرکت مساوی میں بیچ تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور نفع اور نقصان دونوں پر ہوگا یہ محیط میں ہے ایک نے ایک غلام خرید کر اسپر قبضہ کر لیا پھر دوسرے نے اس غلام میں شرکت کی درخواست کی پس مشتری نے اسکو اس غلام میں شریک کر لیا تو شریک کو نصف غلام بعوض نصف ثمن مذکور کے یعنی جتنے کو خرید ہے ملیگا اس بنا پر کہ مطلق شرکت مساوات کو چاہتی ہے الا آنکہ اسکے برخلاف بیان کر کے ظاہر کر دے تو البتہ شرکت موافق بیان ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اسیطرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو شریک کر لیا تو وہ چیز ان تینوں میں مساوی تین تہائی مشترک ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے زید نے ایک غلام خرید کے اسپر قبضہ کر لیا پھر عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اسمیں اپنا شریک کرے پس اسنے شریک کر لیا پھر خالد اسکو ملا اور اسنے بھی یہی درخواست کی

غلام ہر صورت میں نصف نصف دونوں کا مساوی شریک ہوگا ۱۲

اور زید نے منظور کیا پس اگر خالد کو عمرو کی مشارکت کا علم ہو تو خالد کیواسطے چہارم غلام ہوگا اور چہارم زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور اگر یہ علم نہو تو عمرو کیواسطے نصف اور خالد کیواسطے نصف ہوگا اور زید درمیان سے خارج ہو جائیگا کذا فی المحیط اور اسیطرح اگر ایک غلام خریدا پس عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرلے پس مشتری نے اسکو شریک کیا پھر نصف غلام مذکور کسی اور نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو عمرو کو نصف باقی ملیگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر زید نے نصف غلام خرید کر کے قبضہ حاصل کیا پھر عمرو نے اُس سے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرلے حالانکہ عمرو جانتا ہے کہ اسنے کل غلام خریدا ہے پس زید نے اسکو شریک کر لیا تو عمرو کو پورا نصف جسکو زید نے خریدا ہے ملیگا اور اگر عمرو جانتا ہو کہ زید نے نصف ہی خریدا ہے تو اسکو نصف کا نصف ملیگا یہ محیط مین ہے قال المترجم یہ مسئلہ قواعد سے معلوم ہوتا ہے اور اگر وجہ منظور رہی تو آگے کے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے حیث قال۔ اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی پس دوسرے نے کہا کہ مجھے اسمین شریک کرے پس اسکو شریک کر لیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہے پس اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لینے سے پہلے ایسا کیا تو شرکت صحیح نہوگی اور اگر بعد قبضہ کے شریک کیا اور شریک کو سپرد نکیا یہانتک کہ مشتری کے قبضہ مین تلف ہو گئی تو شریک پر ثمن لازم نہ آویگا۔ اور جاننا چاہیے کہ خواستگار شرکت کی درخواست کے بعد جب مشتری نے کہا کہ اچھا مین نے تجھے اسمین شریک کیا تو ضرور ہے کہ پھر خواستگار شرکت قبول کرے ہو اسطے کہ بیع تجھے شریک کیا بلفظ ایجاب بیع ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر مشتری نے نصف پر قبضہ کیا اور نصف پر قبضہ نہین کیا ہے پھر کسی دوسرے کو اسمین نصف کا شریک کیا اور یہ شرکت شائع مقبوضہ وغیر مقبوضہ دونون مین واقع ہوئی تو مقبوضہ مین صحیح ہے اور شریک کو اختیار ہوگا چاہے لیوے چاہے نہ لیوے کیونکہ اسکے حق مین صفقہ متفرق ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی کے گھر مین گیہون ہون اور وہ مدعی ہو کہ یہ سب میرے ہین پھر دوسرے کو اسکے نصف کا شریک کر لیا اور شریک نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ انمین سے نصف جل گئے تو شریک کو اختیار ہے چاہے باقی نصف کو لے یا شرکت کو ترک کرے اور اگر بیع کر دیے ہون تو ایسی صورت مین بیع مین بھی یہی حکم ہے اور کوئی شخص انمین سے نصف گیہون کا مستحق ثابت ہوا تو بیع و شرکت دونون مین یہان مختلف حکم ہوگا چنانچہ اگر بیع واقع ہوئی ہو تو بیع مذکور باقی نصف پر رہیگی اور شریک کر لیا ہو تو باقی نصف مین دونون شریک رہینگے مگر شریک ہونیوالے کو اختیار حاصل ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر زید و عمرو نے ایک غلام مساوی نصف نصف خریدا پھر دونون نے خالد کو اسمین شریک کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دونون نے آگے پیچھے اسکو علیٰحدہ علیٰحدہ شریک کیا تو خالد کو انمین سے نصف اور ان دونونکو چہارم چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دونون نے اسکو ساتھ ہی شریک کیا بایطور کہ اکٹھا دونون نے اُس سے کہا کہ ہم دونون نے تجھکو اس غلام مین شریک کیا تو استحسانًا خالد کو انمین سے ایک تہائی ملیگا کذا فی المحیط اور اگر دونون شریکونمین سے ایک نے اسکو اپنے حصہ اور دوسرے کے حصہ مین شریک کیا پھر دوسرے نے اسکی اجازت دیدی تو خالد کو نصف ملیگا اور دونون شریکونکو باقی نصف یعنی چہارم چہارم ملیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دوسرے شریک نے اجازت نہ دی تو خالد کو شریک کرنیوالے کے حصہ کا نصف یعنی چہارم غلام ملیگا کذا فی المحیط اور اگر ایک مشتری نے دوسرے مشتری کی اجازت سے خالد کو شریک کیا ہو تو غلام مذکور ان سب کے درمیان تین تہائی ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر خالد نے درخواست کی کہ تو مجھے اس غلام مین اپنے ساتھ اور اپنے شریک کے ساتھ شریک کرلے پس اُسنے ایسا کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر شریک نے اجازت دیدی تو خالد کو تہائی غلام ملیگا اور اگر اجازت نہ دی تو اسکو چہارم حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دونون شریکونمین سے ایک نے

ف [illegible] ۱۲

خالد سے کہا کہ مینے تجھے اس غلام کے نصف مین شریک کیا تو ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اس صورتمین شریک کرنیوالا اسکو اپنے پورے حصہ کا شریک کر دینے والا ہوگا بمنزلہ اس قول کے کہ مینے تجھے اُسکے نصف کا شریک کیا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مشتری ایک ہی ہوتا اور وہ کسی شخص سے کہتا کہ مینے تجھے اسکے نصف مین شریک کیا تو شریک ہونیوالے کو نصف غلام ملتا جیسے اس قول مین کہ مینے تجھے اسکے نصف کا شریک کرلیا بخلاف اسکے اگر کہا کہ مینے تجھے اپنے حصہ مین شریک کیا تو اس لفظ سے یہ ممکن نہین ہے کہ اپنے پورے حصہ کا دیدینے اور مالک کر دینے والا اقرار دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے بجائے اپنے حصہ کا کہنے کے اپنے حصہ مین کہا ہے اور اگر وہ یون کہتا کہ مینے تجھے اپنے حصہ کا اپنے ساتھ شریک کرلیا تو باطل ہوتا پس اسواسطے شریک ہونیوالے کو اس شریک کرنیوالے کے حصہ کا نصف ملیگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر زید نے ایک غلام ہزار درم کو خرید کرکے اُسپر قبضہ کرلیا پھر عمرو سے کہا کہ مینے تجھے اسمین شریک کرلیا مگر عمرو نے کچھ جواب ندیا یہانتک کہ زید نے خالد سے کہا کہ مینے تجھے اسمین شریک کیا پھر دونون نے کہا کہ ہمنے قبول کیا تو یہ غلام عمرو و خالد کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری سے ایک نے کہا کہ تو مجھے اسمین شریک کرلے پس اُسنے شریک کیا مگر خواستگار نے یہ نہ کہا کہ مینے قبول کیا یہانتک کہ مشتری نے دوسرے سے کہا کہ مینے تجھے اسمین شریک کرلیا پھر دونون نے قبول کیا تو اول خواستگار کے واسطے کچھ نہوگا اور دوسرے شخص کے واسطے جسکو ثانیاً شریک کیا ہے نصف غلام ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے ایک سے کہا کہ مینے تجھے اسمین شریک کیا پھر دوسرے سے اسیطرح کہا پھر تیسرے سے یون ہی کہا اور انمین کسی نے قبول نہین کیا ہے پس اگر ایک نے قبول کیا تو غلام مذکور مشتری اور اس قبول کرنیوالے کے درمیان ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ مینے تم سبکو اسمین شریک کیا پھر انمین سے ایک نے قبول کیا تو اسکو چہارم ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس دس دینار ہین پس مجھے تو سونا دے کہ مین سبکا کوئی سلعہ مشترک خریدون اور کوئی مقدار معین نہ کی پس دوسرے نے اسکو پانچ دینار دے اور اُسنے پندرہ دینار کا کوئی سلعہ خرید کیا تو یہ ثمن مین تہائی مشترک ہوگا گویا اُسنے کہا کہ پندرہ دینار کا ایک ساتھ شرکت مین خریدونگا اور اسیطرح کہنے کی صورتمین تہائی ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورتمین ہوگا۔ اور لفظ شرکت محتمل شرکت املاک ہے پھر فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ مانگنے والے نے جنس سلعہ مثل گیہون وغیرہ کے معین کر دی ہو اور اگر معین نکی ہو تو پورا سلعہ مشتری کا ہوگا اور مشتری پر پانچ دینار اس شخص کے جسنے دئے ہین ادا کرنے واجب ہونگے اسوجہ سے کہ توکیل صحیح نہین ہوئی اسواسطے کہ جنس مجہول ہے یہ قنیہ مین ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر ایکنے دوسرے سے کہا کہ تو یہ غلام خرید کر اور مجھے اسمین شریک کرلے پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر اسکو خرید کیا تو وہ دونون مین مشترک ہوگا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور یہ استحسان ہے یہ محیط مین ہے قال المترجم اور قیاس یہ ہے کہ مشتری کا ہو کیونکہ شریک کرلینا بعد خریدنے ہوگا و وجہ الاستحسان العرف و ہو الظاہر ایک شخص نے ایک گائے بعوض دس دینار کے خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک شخص سے کہا کہ مینے تجھے اسمین بعوض قدر دو دینار کے شریک کیا اور اسنے قبول کیا تو اسکو پانچوان حصہ گائے کا ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پچاس دینار کو ایک دالیز فروخت کی پھر بائع نے اُس سے کہا کہ مین اسمین تیرا شریک ہونگا پس مشتری نے کہا کہ ہان پھر اتنی ہی بات پر دونون خاموش ہوگئے پھر بائع اسمین سے خربوزے لایا کرتا تھا اور مشتری انکو بازار مین بیچا کرتا تھا یہانتک کہ تمام خربوزے ہو چکے تو بائع کی محنت رائگان ہے وہ مشتری کا شریک[1] نہو جائیگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک نے گیہون خریدے اور اُنکی پسوائی ایک درم دیا پھر اُسکی پکوائی ایک درم دیا پھر اسمین ایک شخص کو شریک کرلیا تو شریک ہونیوالا گیہونکا نصف ثمن اور مشتری کا نصف خرچہ دیگا اور اسیطرح اگر روٹی ای الخ

[1] [illegible]

اُسکی کتائی اور کپڑے بنائی میں خرچ کیا یا مَل لیے اور اُنکے پردہ اُنہیں خرچ کیا تو ایسی صورتمین یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے بذات خود
بیساہ پکایا اور کاتا اور بنا ہو اور رنگی کچھ اُجرت نہ دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہا واقع ہوا تو شریک ہونیوالے پر نصف ثمن کے سوا
اسکے کام کے مقابلہ میں اور کچھ لازم نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو چیز آجکے روز خریدا وہ میرے اور تیرے
درمیان ہو سیر اُسنے کہا کہ ہان اچھا پھر اُس سے کسی دوسرے شخص نے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اُسنے کہا کہ
اچھا پھر یہ غلام خریدا تو اسمین سے نصف اُس دوسرے کا ہوگا جسنے خریدنے کا حکم دیا ہے اور باقی نصف مشتری اور اول کے درمیان
نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اُسنے کہا کہ اچھا پھر اُسنے
دوسرے سے کہا کہ جو آج میں نے خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہوگا اور اُسنے قبول کیا پھر اُسنے غلام مذکور خریدا تو اسمین سے نصف حکم دہندہ
اول کا ہوگا اور باقی نصف میں مشتری اور دیگر نصفا نصف کے شریک ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے فصل سوم جو چیز راس المال
ہو سکتی ہے اور جو نہیں ہو سکتی ہے اسکے بیان میں۔ واضح ہو کہ جب شرکت بالمال ہو تو خواہ شرکت بطریق مفاوضہ ہو یا بطریق عنان ہو تو
جبھی جائز ہوگی کہ جب راس المال ایسے ثمن ہوں جو معاملہ کے عقد و نمین متعین نہیں ہوتے ہیں جیسے درم و دینار وغیرہ اور اگر ایسے ہوں
جو متعین ہوتے ہیں جیسے عروض و حیوان وغیرہ تو اُنسے شرکت نہیں صحیح ہے خواہ دونوں کا راس المال یہی ہو یا فقط ایک کا ہو
یہ محیط میں ہے۔ اور شرکت کے عقد کے وقت یا خرید کے وقت انکا حاضر و سامنے موجود ہونا شرط ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ پس اگر ہزار درم ایک شخص کو دیے اور کہا کہ انکے مثل یعنی برابر تو اپنے نکال کر ان سے خرید و فروخت کر پس اُسنے نکالے
تو شرکت صحیح ہوگی یہ فتاوی صغریٰ میں ہے۔ اور اگر مال غائب ہو یا قرضہ ہو تو ہر حال میں ایسے مال سے شرکت صحیح نہیں ہے۔ یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ اور وقت عقد کے مقدار راس المال سے آگاہی ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے۔ یہ بدائع میں ہے اور ہر دو مال کا
سپرد کرنا شرط نہیں ہے اور نیز دونوں کا خلط کرنا بھی شرط نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کے پاس ہزار
درم اور دوسرے کے پاس سو دینار ہوں یا ایک کے درم کھرے اور دوسرے کے سیاہ درم ہوں پس دونوں نے شرکت کر لی تو شرکت جائز ہے
یہ محیط سرخسی میں ہے اور نقرہ و چاندی کے پتر یعنی بغیر سکہ زدہ ظاہر الروایہ کے موافق مثل عروض کے ہیں یعنی شرکت کا راس المال نہیں
ہو سکتے ہیں کذا فی فتاوی قاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ آپس میں ان سے معاملہ کرتے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں یہ تہذیب میں ہے اور
اگر نقرہ و چاندی کی ڈھالی ہوئی چیز مثل زیور وغیرہ کے ہو یعنی بغیر سکہ زدہ ہو تو وہ بالاجماع ظاہر الروایہ کے موافق بمنزلہ عروض کے ہے۔ یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور پیسے پس اگر ایسے پیسے ہیں جنکا چلن جاتا رہا ہے تو ان سے شرکت و مضاربت نہیں جائز ہے اسواسطے کہ یہ عروض ہیں اور اگر چلن ہو تو حکم
قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے مضاربت کے موافق ان میں بھی یہی حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسے پیسوں سے شرکت جائز ہے
کذا فی الینابیع اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ المضمرات اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چلنے والے پیسوں میں عقد شرکت سب اماموں کے قول کے
موافق جائز ہے یہ کافی میں ہے قال المترجم جاکر دیار میں اسی پر فتوی دیا جاوے و فلیتامل اور ریجی شرکت کیلئے دونوں چیزوں سے سو جب ایک
جنس کی ہوں تو خلط کرنے سے پہلے اور جب دو جنس مختلف کی ہوں تو قبل خلط کے اور بعد خلط کے بالاتفاق نہیں جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر شرکت
کر لی تو فاسد ہوگی اور ہر ایک کو اپنی اپنی متاع ملیگی اور اُسیکا نفع اُسی کو اور اُسیکا نقصان اُسی پر ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک ہی جنس کی
ہوں اور دونوں نے خلط کر کے شرکت کی تو شرکت عقد فاسد ہے لیکن شرکت ملک ثابت ہے اور جو کچھ دونوں کو نفع ہو وہ دونوں کا ہوگا اور جو گھٹی ہو

وہ دونوں پر ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ کافی میں ہے پھر جنس مختلف ہونیکی صورت میں جب دونوں نے اس مخلوط کو فروخت کر دیا تو اُسکا ثمن ان دونوں کے درمیان بقدر قیمت متاع ہر ایک کے جو خلط کرنیکے روز بلحاظ متاع مخلوط کے تھی مشترک ہوگا کذا فی المبسوط اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ بیع کرنیکے روز متاع مخلوط کے لحاظ سے مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونوں کی متاع میں سے ایک کی متاع ایسی ہو کہ خلط سے اس میں بہتری آجاتی ہے یعنی بلحاظ مخلوط اُسکی قیمت لگانے میں بڑھتی ہے اور بغیر خلط کے اتنی نہیں پہونچتی ہے تو ثمن بانٹنے کے روز اسکی متاع غیر مخلوطہ کے اندازے جو قیمت ہوتی ہو اُسکے حساب سے شریک کیا جائیگا یہ محیط و فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر دونوں نے کوئی متاع ایک من گیہوں و ایک من جو کے عوض خریدی پس ایک نے گیہوں ناپ دیے اور دوسرے نے اپنے جو ناپ دیے پھر دونوں نے اس متاع کو درموں کے عوض فروخت کیا تو اس ثمن کو جس روز تقسیم کرتے ہیں اُس روز جو قیمت ایک من گیہوں و ایک من جو کی ہو اُس حساب سے شریک کیے جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جس حصہ پر منافع شرط کیا ہے اُسکے واسطے ہر ایک کے راس المال کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو وقت شرکت کے تھی اور مشتری کی ملک واقع ہونیکے واسطے دونوں کے راس المال کی وقت شرکت والی قیمت معتبر ہوگی اور دونوں کے حصہ میں یا ایک کے حصہ میں نفع ظاہر ہونے کیواسطے وقت تقسیم والی قیمت معتبر ہوگی اسواسطے کہ جبتک راس المال ظاہر ہوگا تب تک نفع نہیں ظاہر ہوگا یہ تتمہ میں ہے۔ اور عروض میں ہر ایسے مال میں جو تعیین سے متعین ہو جاتا ہے عقد شرکت جائز ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال کے عوض فروخت کر ڈالے حتی کہ ہر ایک کے مال میں ہر ایک کا نصف نصف ہوگا پس دونوں میں شرکت ملک حاصل ہو جائیگی پھر اسکے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں پس بلا خلاف عقد شرکت جائز ہو جائیگا کذا فی البدائع اور اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو مثلاً ایک کے عروض کی قیمت سو درم اور دوسرے کے عروض کی چار سو درم ہوں تو چاہیے کہ کم قیمت والا اپنے عروض کا چار پانچویں حصہ بعوض دوسرے کے عروض کے پانچویں حصے کے فروخت کرلے پس پوری متاع پانچ حصہ ہوکر دونوں میں مشترک ہوگی کہ کم والیکا ایک پانچواں حصہ اور دوسرے کے چار پانچویں حصہ ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور اسیطرح اگر ایک کے پاس عروض اور دوسرے کے پاس درم ہوں تو چاہیے کہ عروض والا اپنے نصف عروض کو دوسرے کے نصف درموں کے عوض فروخت کرے اور باہمی قبضہ کرنیکے بعد پھر عقد شرکت قرار دیں چاہیں شرکت مفاوضہ و چاہیں شرکت عنان یہ محیط میں ہے۔ اور منتقی میں ہشام کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اسمیں شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان قرار دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور منتقی میں مذکور ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس اناج ہے ایک جنس کا یا گیہوں ہیں پس دونوں نے خلط کرکے شرکت قرار دی حالانکہ ایک کے گیہوں کھرے اور دوسرے کے کھوٹے ہیں تو شرکت جائز ہے اور ثمن دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ ہر گاہ اُنھوں نے خلط کر دیا بدیں قرار داد کہ یہ ہم دونوں میں مشترک ہے تو اس شرط کے لحاظ سے یہ مشابہ بیع کے ہوگیا اور دوسرے مقام پر اسی کتاب میں صریح بیان کیا کہ ثمن دونوں کے درمیان فروخت کرنیکے روز کی قیمت کھرے و کھوٹے کے حساب سے تقسیم ہوگا

یہ محیط سرخسی مین ہی اور قول ثانی جو اس کتاب منتقی مین صحیح مذکور ہی بنظر اصول الیق ہی یہ نہر الفائق مین ہی

دوسرا باب۔ مفاوضہ کے بیان مین اور اسمین آٹھ فصلین ہین **فصل اول** مفاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان مین۔ پس شرکت مفاوضہ یہ ہی کہ دو شخص باہم شرکت کرین کہ دونون اپنے مال مین و تصرف مین و دین مین مساوی ہون اور جیسے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہی ویسے ہی ہر ایک دوسرے کیطرف سے ہر عہدہ کا جو اسکو خریدی چیز مین لازم آیا ہی کفیل ہووے یہ فتح القدیر مین ہی۔ پس مفاوضہ دو آزادون بالغونکے درمیان کہ دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون جائز ہوگا کذا فی الهدایہ اور ذمیون مین ہم ملت ہونا ضرور نہین ہی خواہ دونون ہم ملت ہون یا ایک کتابی مثلاً نصرانی یا یہودی ہو اور دوسرا مجوسی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور آزاد و مملوک کے درمیان و طفل و بالغ کے درمیان نہین جائز ہی کذا فی النافع اور حر و مکاتب کے درمیان نہین جائز ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور نیز مجنون و عاقل کے درمیان نہین جائز ہی یہ عینی شرح کنز مین ہی۔ اور درمیان دو غلامون یا دو لڑکون یا دو مکاتبون کسی کے درمیان نہین صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر آزاد مسلمان نے کسی مرتد مرد یا مرتدہ عورت سے یا کسی ذمی سے مفاوضہ کیا تو مفاوضہ نہین صحیح ہی پھر اگر مرتد کے دار الحرب مین جاملنے کا حکم دیے جانے سے پہلے مرتد مسلمان ہوگیا تو مفاوضہ صحیح ہوجاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور شرکت مفاوضہ کی صورت جیسے مبسوط صدر الاسلام مین مذکور ہی یہ ہی کہ دو شخص شرکت کرین اور کہین کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ ہر قلیل و کثیر مین اس شرط پر کی کہ ہم یکجا اور متفرق خرید و فروخت نقد یا ادھار کرین اور ہر ایک ہم مین سے اپنی راے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی ہمکو نفع روزی کرے وہ درمیان مساوی مشترک ہوگا اور گھٹی مال پر ہوگی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اسکے واسطے چند شرائط ہین چنانچہ محیط مین ہی از انجملہ یہ ہی کہ مفاوضہ پر تنصیص ہووے یعنی مفاوضہ کھلا ظاہر ہو خواہ لفظاً یا معنیً چنانچہ مضمرات مین ہی کہ اگر مفاوضہ کے معنی جاننے والے نے عقد مفاوضہ بغیر بیان لفظ مفاوضہ قرار دیا اسطرح کہ معنی مفاوضت کے پورے آگئے تو عقد مفاوضہ صحیح ہوگا۔ اور یہ شرط ہی کہ ان دونون مین سے ہر ایک کفالت کی اہلیت رکھتا ہو یعنی دونون آزاد عاقل بالغ دین مین متفق ہون یہ ذخیرہ مین ہی اور یہ شرط ہی کہ شریک عامہ عموم تجارت مین ہو یہ محیط مین ہی اور یہ شرط ہی کہ اگر راس المال جنس واحد و نوع واحد سے ہو تو مقدار کی راہ سے مساوی ہو اور اگر دو جنس مختلف سے مثل درہم و دینار کے یا جنس واحد ہو مگر نوع مین مختلف ہو جیسے دراہم شکستہ کسیکو دراہم صحاح تو مساوات مقدار کے ساتھ قیمت مین برابر ہونا بھی شرط ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور یہ شرط ہی کہ دونون مین سے کسی کے واسطے سوا راس المال کے جسپر عقد قرار دیا ہی کچھ اور ایسا مال جسپر عقد مفاوضہ جائز ہوسکتا ہی ابتداً یا انتہاءً نہ ہووے کذا فی المحیط پس اگر ہر دو مال وقت شرکت کے مساوی ہون حتی کہ مفاوضہ صحیح ہوا پھر دونون مین سے ایک مال مین قبل اسکے کہ دونون خرید کرین زیادتی ہوگئی مثلاً قبل خرید کے ہر دو نقد مین سے ایک کی قیمت نرخ بدلنے سے بڑھ گئی تو مفاوضہ ٹوٹ گیا اور شرکت عنان ہوگئی اور اسیطرح اگر ایک سے خرید کی اور ہنوز دوسرے سے خرید نہین کی ہی کہ اسمین زیادتی ہوگئی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون مالونسے خرید ہوچکنے کے بعد زیادتی ہوئی تو مفاوضہ اپنے حال پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور

اگر ہر دو شریک مین سے ایک کی ملک مین ایسا مال زیادہ ہی جسپر عقد مفاوضہ نہین صحیح ہی جیسے عروض عقار و مکانات تو مفاوضہ جائز ہی اور اسیطرح اگر کسی کی ملک مین مال[1] غائب زائد ہو تو بھی مفاوضہ مین فساد نہین ہوگا یہ بدائع مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک کی ودیعت نقد کسی کے پاس رکھی ہو تو مفاوضہ صحیح نہ ہوگا اور اگر ایک کا قرضہ نقد کسی پر ہو تو جب تک اسکو وصول نہ کرلے تب تک مفاوضہ صحیح رہیگا پھر جب قبضہ کرلیا تو مفاوضہ فاسد ہو کر شرکت عنان ہو جائیگی - اور اسیطرح تصرف مین بھی مساوات شرط ہی پس اگر دونون مین سے ایک شریک ایسے تصرف کا مالک ہی جسکا دوسرا مالک نہین ہی تو مساوات جاتی رہیگی یہ فتح القدیر مین ہی

فصل دوم

احکام مفاوضہ کے بیان مین ہر دو متفاوضین یعنی دو شریک مفاوضہ مین سے ہر ایک جو چیز خرید یگا وہ شرکت پر ہوگی سوائے اپنے اہل وعیال کے طعام ولباس کے یا اپنے لباس کے یا روٹی کے ساتھ کھانیکی چیز سالن وغیرہ کے اور یہ[2] استحسان ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اسیطرح متعہ و نفقہ کا بھی یہی حکم ہی - یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اسیطرح رہنے کے واسطے اجارہ پر لینا اور حاجت ذاتی مثل حج وغیرہ کے لیے سواری کرایہ لینا بھی ایسا ہی ہی یہ تبیین مین ہی پس اہل وعیال کے واسطے اناج وکپڑا وغیرہ مذکورہ بالا چیزین خریدنے ولینے سے مخصوص مشتری کی ہونگی اور باوجود اسکے بھی اسکا شریک اسکی طرف سے کفیل ہوگا حتی کہ جو کچھ اسنے اناج وکپڑا وغیرہ اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال کے واسطے خریدا ہی اسکے بائع کو اختیار ہوگا کہ اسکے شریک دیگر سے ثمن کا مطالبہ کرے پھر اگر شریکنے اسکی طرف سے بائع کو ثمن دیدیا تو جو کچھ ادا کیا ہی وہ مشتری سے واپس لیگا یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر مشتری نے ادا کیا تو اسکا شریک اس سے اسکا نصف ثمن واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور مفاوض کو یہ اختیار نہین ہی کہ بغیر اجازت شریک کے وطی یا خدمت کیواسطے کوئی باندی خریدے اور اگر خریدی تو اسکو اختیار نہوگا کہ اس سے وطی کرے اور اسکے شریک کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ باندی دونونکی شرکت مین آئی ہی پس کسی ایک کی نہوگی بلکہ دونون مشترک ہوگی یہ بدائع مین ہی اور اگر شریککی اجازت سے کوئی باندی واسطے وطی کے خریدی تو یہ خاصۃ اسیکی ہوگی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کیواسطے دونون سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور صاحبین کے نزدیک شریک اس سے اسکا نصف ثمن واپس لیگا اور امام اعظم کے نزدیک کچھ نہین لیگا یہ جامع صغیر مین بیان کردیا ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر مفاوض نے اپنے شریک کی اجازت سے وطی کیواسطے کوئی باندی خریدی اور اسسے استیلاد[3] کیا پھر کسی نے اپنا اس باندی پر استحقاق ثابت کیا تو وطی کرنیوالے پر اسکا عقر واجب ہوگا اور مستحق مذکور اس عقر کیواسطے دونون سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ بدائع مین ہی - اور اگر دونون مین سے کسی نے کچھ میراث پائی یا سلطان کی طرف سے کسی نے کچھ جائزہ پایا یا ہبہ پایا یا کسی نے صدقہ دیا تو یہ خاص اُسیکا ہوگا اور دوسرا اُسمین اُسکا شریک نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر کسی نے ہدیہ دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک کی ملک کسی چیز مین ایسے سبب سے ثابت ہوئی جو شرکت سے پہلے واقع ہو چکا ہی تو دوسرا اُسمین شریک نہوگا مثلاً کوئی غلام بائع کیواسطے خیار شرط کرکے خریدا پھر مشتری نے کسی

[1] قولہ مال غائب مثلاً قرضہ ہو یا کسی مقام پر گاڑ کر بھول گیا ہو وغیرہ اسکے مانند ۱۲ [2] ورنہ قیاساً یہ بھی شرکت پر ہونا چاہیے ۱۲ [3] باندی مملوکہ کو ام ولد بنانا ۱۲

شخص کے ساتھ شرکت مفاوضہ کرلی پھر بایع نے اپنا خیار ساقط کردیا تو اُسکے شریک کے واسطے اس غلام مین شرکت ثابت نہ ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور جو مال ودیعت کہ ان دونون مین سے ایک کے پاس رکھا ہو وہ دونونکے پاس ودیعت قرار پائیگا چنانچہ اگر ودیعت رکھنے والے نے بدون بیان کے انتقال کیا تو دونون کے ذمہ لازم ہوگا پس اگر زندہ شریک نے بیان کیا کہ جس شریک نے رکھی تھی اُسکے پاس قبل موت کے ضائع ہوگئی تھی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی ہان اگر ودیعت رکھنے والا ابھی زندہ ہووے تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مستودع نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنیسے پہلے مین اسکو کھا گیا ہون تو اُسی کی ضمان خاص اسی پر لازم ہوگی لیکن اگر اُسنے اپنے قول پر گواہ قائم کردیے تو ضمان ان دونو پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریکین مین سے ایک کے پاس مال مضاربت ہو جس سے اُسنے نفع کمایا ہو یا مال ودیعت ہو کہ خلاف عقد اُسکے مال مذکور کو اپنے کام مین لاکر نفع اُٹھایا ہو تو منافع ان دونونکا ہوگا کذا فی المبسوط قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ واللہ اعلم

تیسری فصل

ان امور کے بیان مین جو دونون مین سے ہر ایک متفاوض پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آتے ہین۔ اگر ہر دو متفاوض مین سے ایک نے ایسے شخص کیواسطے جسکی گواہی اُسکے حق مین جائز ہو سکتی ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو اس مال کیواسطے دوسرا شریک بھی ماخوذ ہوگا اور حقدار کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے یا دونون سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات مین ہے۔ اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے ایسے شخص کیواسطے جسکی گواہی اسکے حق مین روا نہین ہے کچھ مال کا اقرار کیا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا مان یا انکے مانند کیلیے واسطے اپنے دین قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار اسکے شریک کے حق مین روا نہوگا حتی کہ اُسکا شریک اس مال کیواسطے ماخوذ نہین ہو سکتا ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی ظاہر ہے کذا فی المحیط اور اسیطرح اگر اپنی جورو کیواسطے جو اسکی طرف سے طلاق بائنہ کی عدت مین ہے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر ایک شریک نے نکاح فاسد کرکے عورت سے دخول کیا اور اُسکے واسطے مہر کا اقرار کیا تو اُسکے شریک پر لازم نہوگا اور اگر کسی دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو دونون کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شریک نے اپنی جورو کی مان کیواسطے یا اپنی جورو کے ایسے فرزند کیواسطے جو اسکے سوائے دوسرے کے نطفہ سے ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو دونون شریکون پر لازم ہوگا بوجہ اسکے کہ اقرار کا اعتبار گواہی کے ساتھ ہے۔ اور اگر شرکت مفاوضہ مین ایک شریک کوئی عورت ہے پس اُسنے اپنے شوہر کیواسطے قرضہ کا اقرار کیا تو چونکہ اس عورت کی گواہی اپنے شوہر کے حق مین نہین جائز ہے اسکا اقرار قرضہ بھی اسکے شریک مفاوض پر روا نہوگا۔ اور یہی عورت مفاوضہ کا اقرار اپنے شوہر کے والدین اور اپنے شوہر کے ایسے فرزند کیواسطے جو اس عورت کے سوائے اُسکی دوسری جورو کے پیٹ سے ہے اس عورت پر اور اسکے شریک ہر دونون پر جائز ہے چنانچہ ان لوگونکی گواہی اس عورت کے حق مین جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی شریک نے اپنی ام ولد کو آزاد کیا پھر اُسکے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا تو دونون شریکون پر لازم ہوگا اگرچہ ام ولد مذکور

ــه شرکت کے بیان مین اسکی توضیح مفصل مذکور ہوئی اُس مقام پر دیکھو ۱۲ منہ ــه یعنے مال شریک جیسے زندہ پر ۱۲ ــه یعنے مقتضائے امانت کے برخلاف اس سے تجارت کرکے نفع کمایا ۱۲ منہ ــه یعنی جسکی گواہی اسکے حق مین روا نہین ہے اسکے واسطے اقرار کرنا خاص اُسی پر ہوگا شریک پر نہوگا اور جسکی گواہی اسکے حق مین روا ہے اسکے واسطے اقرار دونون پر ہوگا ۱۲ منہ

اس اقرار کنندہ کی عدت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو قرضہ کہ انمیں سے ایک شریک پر بوجہ تجارت کے مثل بیع و خرید اور اجارہ وغیرہ اسکے مانند مثل غصب و استہلاک[له] و کفالت بالمال بحکم مکفول عنہ و اعادہ و رہن کے لازم آیا تو دوسرا اسکا ضامن ہوگا اور اگر مفاوض نے بغیر حکم مکفول عنہ کے اسکی طرف سے کفالت کر لی تو شریک اسکے واسطے سب اماموں کے نزدیک ماخوذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور یہی حکم بیوع فاسدہ میں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور حق والیکو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے اور چاہے دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے ولیکن یہ واضح رہے کہ یہ مال ضمان خاصۃً اسی پر ہوگا جو اس تاوان کے فعل کا کرنیوالا ہے حتی کہ اگر دوسرے نے مال شرکت میں سے ادا کیا تو دوسرے نصف واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے بخلاف خرید فاسدہ کے کہ خرید فاسد کی صورت میں تاوان فقط مشتری ہی پر نہ ہوگا بلکہ دونوں پر ہوگا۔ اور اگر انمیں سے ایک نے کفالت بالنفس کر لی تو بالاجماع اسمیں اسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک مفاوض نے کسی شخص کی طرف سے مہر یا ارش جنایت کی کفالت کر لی تو یہ بمنزلہ قرضہ کی کفالت کر لینے کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے خریدی ہوئی باندی سے وطی کی پھر کسی نے اس باندی کا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو اختیار ہوگا کہ عقر کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ذمہ ایسا تاوان لاحق ہوا جو مشابہ ضمان تجارت نہیں ہے تو اسکے واسطے اسکا شریک ماخوذ نہ کیا جائیگا جیسے جنایتوں کے جرمانہ اور نفقہ اور بدل خلع اور قصاص سے صلح کا معاوضہ وغیرہ اور علی ہذا اگر جنایت کنندہ شریک کے فعل سے دوسرے شریک نے انکار کیا تو ولی جنایت کو اختیار نہ ہوگا کہ شریک منکر سے قسم لیوے بخلاف اسکے اگر مدعی نے دونوں میں سے ایک پر بیع غلام کا دعوی کیا اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ مدعا علیہ سے قطعی قسم لے اور دوسرے شریک سے اسکے علم پر قسم لے اسواسطے کہ یہاں دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اگر مدعی کے دعوی کا اقرار کرے تو دونوں پر لازم آتا ہے بخلاف جنایت مذکورہ کے کہ اگر ایک اقرار کرے تو دوسرے پر لازم نہ آویگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اسیطرح ہر عمل جو اعمال تجارت سے ہو اگر اسکا کسی مدعی نے انمیں سے ایک شریک پر دعوی کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے اسپر قسم لی تو مدعی کو پہونچتا ہے کہ دوسرے سے بھی قسم لے کذا فی المحیط پس اگر کسی نے اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا ان دونوں پر دعوی کیا تم مدعی کو پہونچتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قطعی قسم لے پھر دونوں میں سے جو شخص قسم سے انکار کریگا تو دعوی مدعی دونوں پر لازم ہوگا۔ اور اگر یہ دعوی اسنے انمیں سے ایک پر کیا حالانکہ وہ غائب ہے تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اسکے علم پر قسم لے پس اگر اسنے قسم کھالی پھر غائب مذکور آگیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ اس سے قطعی قسم لے جیسے دونوں کے حاضر ہونیکی صورت میں ہوتا ہے کہ مدعا علیہ سے قطعی قسم لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی شخص پر اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی نے اُس سے اس امر پر قسم لے لی پھر دوسرے مفاوض نے چاہا کہ اُس سے اسی امر پر قسم لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک مفاوض پر بوجہ کفالت کے مال کا دعوی کیا اور اُس سے اسپر قسم لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک مدعی کو پہونچتا ہے کہ اسکے شریک سے بھی اسپر قسم لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی

[له] یعنی تلف کر ڈالنے سے ضمان لازم آوے ۱۲

یا کسی کے ہاتھ قرض کوئی چیز فروخت کی یا اسکے واسطے کسی نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کرلی یا اس سے کسی نے غصب کیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اُس سے مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک متفاوض نے ایک غلام اجارہ پر دیا تو دوسرے شریک متفاوض کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے اور مستاجر اس سے غلام سپرد کرنیکا مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر مفاوض نے اپنا میراث پایا ہوا غلام یا خاصۃً اپنی کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو اجرت کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مستاجر کو اُس سے غلام مذکور سپرد کرنیکا مطالبہ پہونچتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسیطرح اگر مفاوض نے اپنی ذاتی مخصوص کوئی چیز فروخت کی تو شریک کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مشتری اُس سے مبیع سپرد کرنیکا مطالبہ کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض علیحدہ ہوگئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو شرکت میں مکاتب کیا تھا تو حق شریک میں اُسکے قول کی تصدیق نہوگی ولیکن اپنے حق میں تصدیق کیا جائیگا اور شریک کے حق میں ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا فی الحال اُس نے عقد کتابت قرار دیدیا ہے پس اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس عقد کتابت کو رد کردے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوض میں سے ایک نے اپنے آپ کو کسی شخص کو کوئی چیز حفاظت کرنے یا کپڑے سینے یا اور کسی کام کیواسطے اجارہ پر دیا تو جو اجرت ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اسیطرح جس مزدوری سے ایک نے کچھ کمایا تو اجرت دونوں میں مشترک ہوگی سوا اسکے کہ اگر ایک نے اپنے آپکو کسی کی خدمت میں اجرت پر دیا تو اجرت خاصۃً اُسی کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک مفاوض نے کوئی مزدور یا جانور اُجرت پر لیا تو اجرت پر دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُجرت کے واسطے دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے ولیکن اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کیواسطے اجارہ پر لیا ہے تو شریک جو کچھ ادا کریگا اسکو حصہ رسد دوسرے سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے فصل چہارم جس سے مفاوضت باطل ہوتی ہے اور جس سے نہیں باطل ہوتی ہے یعنی نصف اُسکے بیان میں۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک کو ایسا مال جسپر عقد شرکت مفاوضہ جائز ہے بسبب میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کے حاصل ہوا اور اُسکے قبضہ میں آگیا تو شرکت مفاوضہ باطل ہوکر شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی السراجیۃ اور اگر وہ عروض کا وارث ہوا یا دیون کا وارث ہوا تو شرکت مفاوضہ باطل نہوگی جبتک کہ دیون پر قبضہ پاوے کذا فی محیط السرخسی قال المترجم اور عروض میں بعد قبضہ پانے کے بھی باطل نہوگی اور ہدایہ میں ہے کہ عقار کا بھی یہی حکم ہے یعنی اسکی میراث پانے سے مفاوضت باطل نہیں ہوتی ہے خواہ قبضہ پائے یا نہ پائے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو قیاساً شرکت مفاوضہ باطل ہوگی مگر استحساناً نہیں باطل ہوگی۔ اور اگر بروز شرکت دونوں کا مال مساوی ہو حتیٰ کہ مفاوضت صحیح ہوگئی پھر قبل اسکے کہ دونوں کچھ خریدیں ایک مال میں زیادتی ہوگئی بایں طور کہ جس درہم و نقد دونوں میں

۵۱ شرکت مفاوضہ میں جو شریک ہو اُس شخص کو کہتے ہیں عقد... الممال ... دونوں میں مشترک ہو کیونکہ مترجم کتاب ہر کسی کتابوں میں جو بوقت ترجمہ موجود ہیں اس طرح ہے کہ ولو استفاد احد المتفاوضین مالا یجوز علیہ عقد الشرکۃ بارث الخ اور یہ کاتبوں کی غلطی ہے اور صحیح وہی ہے جو میں نے ترجمہ میں لکھا فتامل ۱۲

عقد مفاوضہ قرار دیا ہی ایک کے نقد مین قبل خرید کے ازراہ قیمت یعنی نرخ بازار کے زیادتی ہو گئی تو مفاوضت ٹوٹ جاویگی قال المترجم مثلاً ہزار درم ایک کے اور سو دینار دوسرے کے وقت عقد کے مساوی تھے پھر سو دینار کے بارہ سو درم ہو گئے بسبب زیادتی بھاؤ اشرفی کے قبل اسکے کہ اُس سے خرید واقع ہووے تو مفاوضت ٹوٹ جائیگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسیطرح اگر ہر دو مال مین سے ایک سے کوئی چیز خریدی پھر دوسرے مین زیادتی ہو گئی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی اور اگر ایک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی پھر خریدی ہوئی چیز ازراہ قیمت کے بڑھ گئی تو قیاساً مفاوضت باطل ہو جائیگی مگر استحساناً باطل نہ ہوگی یہ مضمرات مین ہی - اور اگر ہر دو مال سے خرید واقع ہونیکے بعد ایک مین زیادتی ہو گئی تو مفاوضت اپنے حال پر رہیگی - اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک مال سے خرید واقع ہوئی اور جس سے خرید واقع ہوئی ہی اُسمین بعد وقوع خرید کے زیادتی ہو گئی تو مفاوضت نہ ٹوٹیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے کسی ایک نے ایک اجنبی ثالث سے کہا کہ مجھے ایک درم ہبہ کر دے اُسنے ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو مفاوضت باطل ہو جائیگی اگرچہ اُسکا شریک غائب ہو پس اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے اپنے شریک مفاوض کے غائب ہونیکی صورت مین مفاوضت کا توڑنا چاہا تو اُسکا یہی حیلہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنا ذاتی مخصوص غلام اجارہ پر دیا یا فروخت کر دیا تو جبتک اُجرت وصول نہ پاوے یا ثمن پر قبضہ نہ پاوے تب تک مفاوضت باطل نہوگی یہ محیط مین ہی اور جب ہر دو متفاوضین مین سے ایک نے انکار کیا تو مفاوضت فسخ ہو جائیگی اور وجب یہی حکم تمام شرکتون مین ہی کذا فی الظہیریہ مین ہی - اور جس سے شرکت عنان فاسد ہوتی ہی اُسی سے شرکت مفاوضہ بھی فاسد ہو جاتی ہی یہ بدائع مین ہی

فصل پنجم ہر دو متفاوضین مین سے ایک کے مال مفاوضہ مین تصرف کرنیکے بیان مین امام محمدؒ نے فرمایا کہ متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ کیلی[1] یا وزنی چیز بعوض اس جنس کے جو اُسکے قبضہ مین ہی خرید کرے پس اگر اُسے اس جنس کے عوض خریدی تو جائز ہی یعنی شرکت پر ہو گی - اور اگر ایسی جنس کے عوض خریدی جو اُسکے قبضہ مین نہین ہی مثلاً درمون یا دینارون کے عوض خریدی حالانکہ مال شرکت مین سے اُسکے پاس درم یا دینار نہین ہین تو خریدی ہوئی چیز خاصۃً اُسی مشتری کی ہو گی اور شرکت پر اُسکی خرید جائز نہو گی اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو روا ہی کہ دونونکے شرکتی تجارت کے غلام کو مکاتب کر دے اور نیز اختیار ہی کہ غلام کو تجارت کی یا ادائے کمائی کی اجازت دے یہ محیط مین ہی - اور تجارتی باندی کا بیاہ کر دے اور غلام کا نکاح نہین کر سکتا ہی اور نہ غلام کو بعوض مال کے آزاد کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اپنے دونونکی تجارت کے ایک غلام کو تجارت کی ایک باندی سے بیاہ دیا تو قیاساً جائز ہی اور استحساناً نہین جائز ہی اور یہی ہمارے علماء کا قول ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور متفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ نقد و اُدھار جسطرح چاہے فروخت کرے یہ خلاصہ مین ہی - اور متفاوضین مین سے ہر ایک

[1] کیلی وہ جنس جسکی خرید و فروخت شرعاً بذریعۂ پیمانہ کے ہی اگرچہ لوگون نے اپنے طور پر اُسکی فروخت بطور وزن کے کر لی ہو مثلاً غلہ کہ یہ کیلی ہی اور ہمارے دیار مین وزن کے ساتھ فروخت ہوتا ہی پس اسکا کچھ اعتبار نہین اور وہ بدستور کیلی ہی شمار ہو گا اور وزنی وہ جنس جسکا حکم شرعاً خرید و فروخت مین باعتبار وزن کے ہے جیسے سونا و چاندی ۱۲ منہ

کو اختیار ہے کہ قلیل یا کثیر ثمن کے عوض فروخت کرے الا اسقدر کمی سے نہیں فروخت کر سکتا ہے کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ فاحش نہیں اٹھاتے ہیں یہ بدائع میں ہے - اور اگر متفاوضین نے شرکت مفاوضہ کی چیز ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دی جسکی گواہی اسکے حق میں غیر مقبول ہوتی ہے تو بالاجماع یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ[ل] ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر دونوں میں سے ایک نے ادھار اناج خریدا تو اسکا ثمن ان دونوں پر ہوگا بخلاف شرکت عنان کے کہ اگر اسکے ایک شریک نے ایسا کیا تو یہ حکم نہیں ہے - اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اناج کی بیع سلم قبول کی تو یہ دوسرے شریک پر بھی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر ایک نے اناج لینے کی بیع سلم میں درم دیے تو یہ دونوں پر جائز ہوگا - اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے عینہ کر لیا تو بھی دونوں پر روا ہوگا اور عینہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی مال عین اسکی قیمت سے زیادہ داموں کو ادھار بدیں غرض خریدا کہ اسکو نقد اسکی قیمت کے برابر داموں کے فروخت کر کے درست نقد مال حاصل کرے یہ مبسوط میں ہے - اور دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مفاوضت کا مال بعوض قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ میں بدون اجازت اپنے شریک کے رہن کر دے اسواسطے کہ رہن حکماً ادائے قرضہ ہے اور ادائے قرضہ مفاوضت کا یا اپنے ذاتی قرضہ مثل مہر وغیرہ ادا کر دینا دونوں میں سے ہر ایک بدون اجازت اپنے شریک کے اختیار رکھتا ہے کذا فی محیط السرخسی پس اگر اسکے شریک نے مرتہن سے مال مرہون واپس کر لینا چاہا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے - پھر اگر قرضہ مذکور دونوں کی شرکت میں سے ہو تو راہن پر ضمان نہ ہوگی اور اگر خاصۃً راہن کا قرضہ ہو تو شریک اسکے نصف کو راہن سے واپس لیگا اور اگر مال مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو مقدار زیادہ میں اسپر ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے - اور اسیطرح اگر مفاوض نے قرضہ مفاوضت میں اپنی خاص ذاتی متاع کو رہن کیا تو تبرع کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اپنے شریک سے نصف قرضہ واپس لے سکتا ہے اگرچہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے - اور اگر قرضہ تجارت کے عوض دونوں میں سے کسی نے رہن لیا تو جائز ہے کذا فی محیط السرخسی خواہ بیع کرنیوالا یہی ہو جسنے رہن کیا ہے یا دوسرا ہو یہ مبسوط میں ہے - اور دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ رہن دینے یا رہن لینے کا اقرار کرے یعنی اسکا اقرار صحیح اور دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر ایسا اقرار اپنے شریک کے مرنے کے بعد یا شرکت مفاوضت سے دونوں کے الگ ہو جانے کے بعد کیا تو اسکا اقرار شریک کے حق میں جائز نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے - اور ہر مفاوض کو روا ہے کہ کسی پاس ودیعت رکھے اور جائز ہے کہ حوالہ قبول کرے یہ بدائع میں ہے اور یہ اختیار ہے کہ مال مفاوضت میں سے ہدیہ بھیجے اور اپنے میں سے دعوت کیا کرے اور اسکی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے کہ کسقدر تک ہدیہ و دعوت میں صرف کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عرف تجار پر ہوگا اور وہ اسقدر ہے کہ جسکو تاجر لوگ عرف میں اسراف نہیں قرار دیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے - اور دوسرے شریک کو روا ہے کہ مفاوض سے ہدیہ قبول کرے اور اسکا کھانا کھاوے اور اس سے مستعار لیوے اگرچہ اسکی دانست میں اسنے بغیر اجازت شریک کے ایسا کیا ہو اور جسنے کھایا یا جسکو اسنے صدقہ دیا ہے اسپر تاوان لازم نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - مگر واضح رہے کہ مفاوض کو ہدیہ دینے میں کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی و فواکہ[ع] کا اختیار ہے اور سونے و چاندی کے ہدیہ دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے - اور

ل یعنی روا ہے اور صحیح ہے ۱۲ ع اس لفظ کا استعمال میوہ جات میں ہوتا ہے جیسے بادام کشمش پستہ و چرونجی وغیرہ ۱۲

اگر مفاوض نے کسی کو کپڑا دیا یا جانور ہبہ کیا یا سونا و چاندی و متاع و اناج ہبہ کیا تو اسکے شریک کے حصہ مین روا نہوگا اور
شریک کے حصہ مین جب ہی روا ہوگا کہ جب ہدیہ مثل فواکہ و گوشت و روٹی کے مانند چیزون سے ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اور ہر ایک مفاوض کو اختیار ہی کہ مال کے ساتھ بدون اجازت اپنے شریک کے سفر کرے اور یہی صحیح مذہب امام اعظم و امام
محمد رح کا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر جس امام کے قول پر مسافرت مفاوض بطریق مذکور جائز ہی اگر اُسکے شریک نے اسکو اسکی اجازت
دیدی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ منجملہ راس المال کے اپنے کرایہ و کھانے مین صرف کرے اسکو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے
روایت کیا ہی پھر اگر اُسنے نفع کمایا تو یہ خرچ اس نفع مین سے محسوب ہوگا ورنہ راس المال مین سے محسوب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور
مفاوضین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال کو مضاربت پر دے کذا فی البدائع اور یہ اصل کی روایت ہی اور یہی اصح ہے
یہ نہر الفائق و ہدایہ مین ہی اور اسیطرح اسکو روا ہی کہ دوسرے سے مال کو مضاربت پر لے اور اسمین جو نفع ہوگا وہ خاصۃً اُسی کا
ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور نیز ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال کو بضاعت پر دے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کچھ مال بضاعت پر دیا پھر
پھر دو متفاوضین الگ ہوگئے پھر لینے والے نے بضاعت سے کوئی چیز خریدی پس اگر بضاعت لینے والے کو دونو نکا الگ ہو جانا
معلوم ہی تو جو چیز اُسنے خریدی ہی وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی جسنے بضاعت دی ہی اور اگر اسکو دونو نکے جدا ہونیکا حال نہین معلوم
ہے پس اگر ثمن اس بضاعت قبول کرنیوالے کو دیدیا ہی تو اُسکی خرید اس حکم دینے والے اور اُسکے شریک دونو پر روا ہوگی اور اگر
ثمن اُسکو نہین دیا گیا ہی تو خاصۃً حکم دینے والے کے واسطے خریدنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دو شریک مر گیا
جسنے بضاعت کیواسطے نہین کہا ہی پھر بضاعت پر کام کرنا قبول کرنیوالے نے متاع خریدی تو وہ خاصۃً زندہ شریک کو لازم ہوگی
پھر اگر مستبضع نے یعنے جسنے بضاعت پر کام کرنا قبول کیا ہی دیدہ رہوئے مال سے ثمن ادا کردیا ہو تو مفاوض میت کے وارثونکو اختیار ہی
چاہین مستبضع سے ثمن کی ضمان لین اور چاہین مبضع یعنی بضاعت کا حکم دینے والے سے تاوان لین پس اگر انھون نے مستبضع سے
تاوان لینا اختیار کیا تو وہ مبضع سے واپس لیگا اور چاہین بائع سے اپنا ثمن بطریق ضمان وصول کرلین پس اگر اُنھون نے
بائع سے ضمان لیا تو وہ مستبضع سے رجوع کریگا پھر مستبضع اپنے مبضع سے رجوع کریگا۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے ہزار
درم جو اسکے اور اُسکے شریک عنان کے ہین برضامندی شریک عنان کے کسی کو بضاعت پر دیے تاکہ مستبضع ان
دونون کیواسطے کوئی متاع خریدے پھر ان تینو مین سے ایک مر گیا پس اگر مبضع مر گیا پھر مستبضع نے متاع خریدی تو وہ
متاع اس مشتری کی ہوگی اور وہ مال کا ضامن ہوگا جسمین سے نصف مال شریک عنان کا ہوگا اور نصف دوسرے مفاوض
زندہ و وارثان مفاوض میت کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور اگر شریک عنان مر گیا پھر مستبضع نے کوئی متاع خریدی تو خریدی ہوئی
چیز پوری انھین دونون متفاوضین کی ہوگی پھر شریک عنان میت کے وارثونکو اختیار ہوگا کہ چاہین اپنے حصہ کیواسطے
ان متفاوضین سے رجوع کرین دونون مین سے جس سے چاہین اور چاہین مستبضع سے رجوع کرین پھر مستبضع ان دونون مین سے
جس سے چاہیگا لے لیگا۔ اور اگر وہ مفاوض مر گیا جسنے بضاعت نہین قرار دی ہی پھر مستبضع نے متاع خریدی تو اُسمین سے نصف
شریک عنان کی ہوگی اور نصف دوسرے مفاوض زندہ کی جسنے حکم کیا ہی اور مفاوض زندہ مفاوض میت کے وارثونکو انکے
حصہ کی ضمان دیگا اور وارثونکو اختیار ہی کہ چاہین مستبضع سے اپنے حصہ کی ضمان لین پھر مستبضع اُسکو حکم دہندہ سے واپس لیگا

محیط سرخسی میں ہے اور متفاوضین میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرض دے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے
و لیکن اگر اُسکا شریک اسکو بتصریح اجازت قرض دینے کی دیدے تو دیسکتا ہے و لیکن اگر اسقدر کہا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو
اُس میں قرض دینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اُسنے بغیر اجازت شریک کے قرض دیا تو اُسکے نصف کا
ضامن ہوگا اور مفاوضت باطل نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس قرض دینے میں لوگونکو خطر نہیں ہے اُسکا
قرض دینے کا اختیار ہونا[ل] چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال شرکت میں سے بعض مال سے
کسی دوسرے کے ساتھ شرکت عنان کرے کذا فی المبسوط خواہ عقد مفاوضت میں دونوں نے شرط کی ہو کہ ہر ایک اپنی رائے سے
کام کرے یا ایسی شرط نہ کی ہو کذا فی الذخیرہ۔ پس اگر کسی سے شرکت عنان کرلی تو یہ شرکت اُسپر اور اُسکے شریک مفاوض دونوں
پر جائز ہوگی خواہ شریک کی اجازت سے اُسنے شرکت کی ہو یا بغیر اجازت کذا فی المحیط اور اگر اُس سے شرکت مفاوضہ کرلی
اپنے شریک کی اجازت سے تو دونوں پر جائز ہوگی جیسے دونوں کسی ثالث سے شرکت مفاوضہ کرلیں تو روا ہے اور اگر بدون
اجازت شریک کے کی ہو تو مفاوضہ نہوگی مگر شرکت عنان ہوگی اور جس سے شرکت کی ہے خواہ وہ اُسکا باپ یا بیٹا ہو یا کوئی
اجنبی ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر متفاوضین میں سے ایک نے کسی سے بزون
کی تجارت میں شرکت عنان کرلی تو جائز ہے اور یہ شرکت جو رقیق خریدیگا اُسمیں سے نصف اس مشتری کے ہونگے اور باقی نصف ان
دونوں متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہونگے اور اگر متفاوضین میں سے جسنے شرکت عنان نہیں کی ہے اُسنے کوئی غلام خریدا
تو اُسمیں سے بھی نصف اُسکے شریک کے کا ہوگا اور باقی نصف ان دونوں متفاوضین کے درمیان نصفا نصف ہوگا
یہ محیط میں ہے اور ہر مفاوض کو اختیار ہے کہ وکیل مقرر کرے کہ اسکو مال شرکت سے مال دیکر حکم کرے کہ ہمکو ہماری شرکت کی
چیزوں میں سے کسی میں خرچ کرے پھر اگر دوسرے شریک نے اسکو وکالت سے خارج کیا تو خارج ہو جائیگا اگر خرید یا فروخت یا اجارہ
کا وکیل ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر اُسنے اسکو اسواسطے وکیل کیا کہ جو جو چیز قرضہ اُدھار فروخت کیا ہے وہ دام تقاضا کرکے
وصول کرلاوے تو دوسرے شریک کا خارج کرنیسے خارج نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور مفاوض کو اختیار ہے کہ عاریت دیدے
اور یہ استحسان ہے حتی کہ اگر مفاوض نے مال مفاوضت سے کوئی جانور سواری عاریت دیا اور وہ مستعیر کے پاس تلف
ہوگیا تو استحسانًا اپنے شریک کے واسطے ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک مفاوض نے اپنے دونوں کی شرکت کا
جانور سواری مستعار دیا اور مستعیر اُسپر سوار ہو کر روانہ ہوا پس جانور مذکور تھک کر مرگیا پھر دونوں نے اس مقام میں
اختلاف کیا جہاں[ع] وہ سوار ہو کر گیا ہے پس دونوں میں سے جس کسی نے اس مقام تک کے لیے اسکے عاریت دینے کی
تصدیق کی تو مستعیر اسکے تاوان سے بری ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور جو امر کہ ہر دو شریک عنان میں سے
ہر ایک کرسکتا ہے وہی ہر دو مفاوض میں سے ہر ایک کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

فصل ششم

متفاوضین میں سے
ایک نے جو عقد کیا اور جو اُسکے عقد سے واجب ہوا اسمیں دوسرے کے تصرف کے بیان میں۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے

ل یعنی قرض مخصوص بقرض خطرناک ہے ١٢ ع یعنی ایک نے کہا مستعیر نے خلاف کیا یہانتک کے واسطے عاریت
نہیں لیا تھا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں یہیں تک کے واسطے لیا تھا ١٢

دوسرے کی فروخت کی ہوئی بیع کے بیع کا اقالہ کر دیا تو وہ اقالہ دوسرے پر بھی جائز ہوگا اور اسیطرح اگر ایک نے دوسرے کی بیع سلم قرار دی ہوئی کا اقالہ کر دیا تو یہ اقالہ دونوں پر جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے اپنی مشترک تجارت کی باندی کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی تو قبل تمام ثمن وصول پانے کے دونوں میں سے کسی کو جائز نہو گا کہ اسکو مشتری سے ثمن سے کم داموں کو خرید لے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز اُدھار فروخت کی پھر مر گیا تو دوسرے کو یہ اختیار نہو گا کہ مشتری سے اسکے واسطے مخاصمہ کرے (یعنے کل کے واسطے ۱۲) پھر اگر مشتری نے اُسکو نصف ثمن دیدیا تو اُس سے بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا یا مشتری کو بری کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا بری کر دیا تو اُسکے حصہ میں جائز ہوگا اور اسکے شریک کے حصہ میں جسنے بیع قرار دی تھی بالاجماع جائز نہ ہوگا کذا فی المحیط اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے ایسے قرضہ میں جو دونوں کیواسطے کسی پر واجب ہوا ہے تاخیر دیدی تو بالاجماع دونوں حصوں میں تاخیر جائز ہوگی کذا فی الظہیریہ خواہ یہ قرضہ اسی متفاوض کے فعل سے واجب ہوا جسنے تاخیر دیدی ہے یا دوسرے کے فعل سے یا دونوں کے فعل سے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں متفاوضین پر مال میعادی اُدھار ہو یعنی قرضہ ہو جسکے ادا کرنیکی مدت مقرر ہو پھر دونوں میں سے ایک نے اس میعاد کو ساقط کر دیا یعنے مدت باطل کر دی تو باطل ہو جائیگی اور مال فی الحال دونوں پر واجب الادا ہو جائیگا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو میت پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اور دوسرے کا اپنی میعاد پر رہیگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کا متفاوضین پر مال ہو پس اُسنے ایک کو اسکے حصہ سے بری کر دیا تو دونوں متفاوضین پورے مال سے بری ہو جائینگے یہ محیط میں ہے اور جس عقد کا متولی ایک ہی ہوا ہے اُسکے حقوق دونوں کی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو جیسے بائع سے بیع سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی دوسرے شریک سے بھی تسلیم مبیع کا مطالبہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک نے جو بائع نہیں ہوا ہے مشتری سے ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری پر اسکو ثمن دینے کیواسطے اسی طرح جبر کیا جائیگا جیسے بائع کو دینے کیواسطے جبر کیا جاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو جیسے مشتری سے ثمن کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی اُسکے شریک سے مطالبہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ مبیع پر قبضہ کرے جیسے مشتری کو اختیار ہے۔ اور اگر مشتری نے اس بیع میں کوئی عیب پایا تو اُسکے شریک کو واپس کر دینے کا اختیار ہے جیسے مشتری کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت کی کوئی چیز خریدی اور دوسرے نے اسمیں عیب پایا تو دوسرے کو اسکے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو دونوں یعنی مشتری و دوسرے شریک دونوں کو اختیار ہے کہ بائع پر ثمن کیواسطے رجوع کریں یہ سراج وہاج میں ہے اور جسنے ان دونوں میں سے ایک سے انکی غیر کی تجارتی چیز کوئی خریدی اور اسمیں عیب پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ بسبب عیب کے دونوں میں سے جسکو چاہے واپس کر دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے عیب سے انکار کیا پس اگر بائع ہے تو قسم سے

قطعی قسم لے سکتا ہی اور اگر دوسرا شریک ہی تو اُس سے علم پر قسم لے سکتا ہی اور اگر دونوں میں سے کسی نے عیب کا اقرار کر لیا تو اُسکا اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر دونوں پر نافذ ہوگا - اور اگر متفاوضین میں سے ہر ایک نے نصف نصف غلام[1] اپنے شرکتی تجارت کا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے مبیع میں عیب پایا تو مشتری کو اختیار ہی کہ ہر ایک سے قسم لے اس طرح کہ جس نصف کو اُسنے فروخت کیا ہی اُسکی قطعی قسم اور جسکو اُسکے شریک نے فروخت کیا ہی اُسکی علمی قسم ایک ہی قسم میں جمع کرکے اُس سے قسم لے اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ہر ایک سے جو نصف اُسنے فروخت کیا ہی اُسکی قطعی قسم لے اور ہر ایک کے ذمہ سے باقی نصف کی علمی قسم ساقط ہوگی یہ بدائع میں ہی - اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے کوئی متاع شرکت مفاوضت میں سے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں شرکت سے جدا ہو گئے مگر مشتری کو معلوم نہوا کہ دونوں جدا ہو گئے ہیں تو مشتری کو روا ہوگا کہ ثمن دونوں میں سے جسکو چاہے دیدے یہ محیط میں ہی اور اگر مشتری کو دونوں کے الگ ہو جانیکا حال معلوم تھا تو فقط اُسی کو دیگا جسنے اُسکے ساتھ بیع قرار دی ہی اور اگر اُسکے شریک کو دے گا تو بیع کرنے والے کے حصہ سے بری نہوگا اور اسیطرح اگر مبیع میں عیب پایا تو اُسی سے مخاصمہ[2] کر سکتا ہی جسنے اسکے ہاتھ فروخت کی ہی یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر مشتری نے قبل دونوں کی جدائی کے بائع کے شریک کو مبیع بسبب عیب کے واپس کر دی اور مشتری کیواسطے ثمن کا حکم یا بسبب واپسی متعذر ہونے کے نقصان عیب کے پانیکا حکم ہو گیا پھر دونوں الگ ہو گئے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہی - اور اگر غلام خریدا اور قبل اسکے کہ متفاوضین الگ ہوں مشتری نے سب ثمن ادا کر دیا پھر غلام مذکور استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو مشتری کو روا ہی کہ ثمن کیواسطے دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ ظہیریہ میں ہی - اگر دو متفاوضین جدا ہو گئے تو قرضخواہوں کو اختیار ہی کہ اپنے تمام قرضہ کیواسطے دونوں میں سے جسکو چاہیں ماخوذ کریں اور دونوں میں سے کوئی شریک دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی جبتک کہ اُسنے نصف سے زائد ادا نہ کیا ہو پس اگر زائد ادا کیا تو اُس زائد کو واپس لے سکتا ہی یہ جامع صغیر میں ہی - اور اگر پھر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خواہ معین ہو یا غیر معین ہو اسقدر ثمن مسمّی کے عوض خریدے پھر دوسرے شریک نے وکیل کو ممانعت کر دی تو ممانعت جائز ہوگی پھر اگر اسکے بعد وکیل نے یہ باندی خریدی تو اپنی ذات کیواسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دوسرے نے اسکو منع نہ کیا یہانتک کہ وکیل نے خریدی تو دونوں کیواسطے خریدنے والا ہوگا اور ثمن کو دونوں میں سے جس سے چاہے واپس لے گا یہ محیط میں ہے

ساتویں فصل متفاوضین کے اختلاف کرنیکے بیان میں

اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے شرکت مفاوضہ کی تھی اور عمرو نے انکار کیا اور مال اُسی منکر کے پاس ہی تو قسم کے ساتھ قول اسی عمرو کا قبول ہوگا اور زید پر لازم ہی کہ گواہ پیش کرے یہ فتح القدیر میں ہی پھر اگر مدعی اپنے گواہ لایا جو اسکے دعوے پر گواہی دیتے ہیں تو اسمیں چند صورتیں ہیں اول آنکہ گواہوں نے بیان کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مفاوض[3] ہی اور مال جو عمرو کے پاس ہی ان دونوں کے درمیان کا ہے یعنے نصفا نصف

---

[1] یعنے ایک غلام میں سے نصف ایک نے اور باقی نصف دوسرے نے ۱۲ منہ
[2] یعنے اُسکو اختیار ہوگا کہ اس بارہ میں اُسی سے مطالبہ کرے ۱۲ منہ
[3] مفاوض جسکے ساتھ شرکت مفاوضہ ہو اسی کتاب الشرکۃ میں گذر چکا ۱۲ منہ

دوم آنکہ گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال جو اسکے پاس ہے وہ ان دونوں کی شرکت کا ہے اور ان دونوں صورتوں مین مدعی کے گواہ مقبول ہونگے اور حکم دیا جائیگا کہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے سوم آنکہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال اُسکے قبضہ مین ہے۔ اور اس صورت مین دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا خواہ گواہوں نے مجلس دعوے مین ایسی گواہی ادا کی ہو یا مجلس دعوے سے دونوں کے متفرق ہونیکے بعد ادا کی ہو۔ چہارم کہ اُنھوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اُسکا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور اس صورت کی نسبت شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا اور امام محمدؒ نے بھی کتاب مین بعد اس مسئلہ کے اُسیطرف اشارہ کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ان لوگوں نے اگر مجلس دعوی مین ایسی گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور مال دونوں کے درمیان مساوی ہونیکا حکم نہ دیا جاویگا جبتک گواہ یوں گواہی نہ دین کہ یہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے یا گواہی دین کہ یہ دونوں کی شرکت کا ہے یا منکر اس امر کا اقرار کرے کہ امروز مال میرے پاس ہے یا گواہ لوگ اس منکر کے ایسے اقرار کی گواہی دین یہ محیط مین ہے۔ پھر جب قاضی نے دونوں کے درمیان مال نصفا نصف ہونیکا حکم دیا پھر جسکے پاس مال ہے اسنے اپنی مقبوضہ چیزون مین سے کسی چیز کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ کے ازجانب [1] غیر مدعی ہے تو اس مسئلہ مین بھی چند صورتین ہین اول آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے یا یوں گواہی دی تھی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور یہ مال دونوں کی شرکت کا ہے تو ایسی دونوں صورتوں مین مدعی قابض کا دعوی مذکور مسموع نہ ہوگا اور گواہ [2] قبول نہ ہونگے۔ دوم آنکہ اگر مدعی مفاوضہ کے گواہوں نے یوں گواہی دی تھی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور مال اس مدعا علیہ کے پاس ہے یا یوں گواہی دی کہ یہ اسکا مفاوض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو ان دونوں صورتوں مین مدعی قابض کا دعوی مذکور مسموع ہوگا اور گواہ قبول ہونگے یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحؒ اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر قابض مال نے مقبوضہ چیزون مین سے کسی چیز کا ازجانب مدعی مفاوضت اپنی ملک مین آنیکا اقرار کیا تو سب صورتوں مین اُسکا دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک بشرکت مفاوضت ہے اور عمرو نے اُسکا اقرار کر لیا اور عمرو پر اُسکے مقبوضہ مال کی نسبت شرکت کا حکم دیدیا گیا پھر مدعا علیہ نے اپنے مقبوضہ مال مین سے کسی چیز کی نسبت اپنی ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ ہونیکے "خواہ بطور ہبہ یا صدقہ وغیرہ ۱۲" دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مال دو شخصوں کے قبضہ مین ہو اور دونوں مفاوضت کا اقرار کرتے ہوں پھر دونوں مین سے ایک نے اس مال سے کسی چیز کا اپنی مخصوص ملک کا بوجہ اپنے باپ کی میراث ہونیکے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر دونوں متفاوضین مین سے ایک مر گیا اور مال باقی کے قبضہ مین ہے پھر وارثان میت نے مفاوضت کا دعوی کیا اور زندہ نے انکار کیا پھر انھوں نے گواہ قائم کیے جنھوں نے یہ گواہی دی کہ انکا باپ اس مدعا علیہ کے ساتھ شریک مفاوضت تھا تو مدعا علیہ کے مقبوضہ مال سے انکے واسطے کچھ حکم نہ دیا جائیگا الا اس صورت مین کہ یہ لوگ گواہ پیش کرین جو یہ گواہی دین کہ یہ مال مفاوضت انکے مورث میت کی زندگی مین اُسکے پاس تھا یا یوں کہین کہ یہ

[1] یعنی ہبہ وصدقہ مدعی کی طرف سے نہیں بلکہ غیر کی طرف سے ہے ۱۲ [2] تو گواہ یعنے اس دعوے پر اگر گواہ لاوے تو بھی قبول ہونگے منہ

مال اُس شرکت کا ہی جو دونونکے درمیان تھی تو ایسی صورتین انکے واسطے نصف مال مذکور کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے
اور اگر مدعا علیہ مذکور پر ایسا حکم ہوجانیکے بعد اُسنے گواہ پیش کیے کہ یہ اسکے باپ کی میراث سے اسکو ملا ہی تو اس مین دو
صورتین ہین اول آنکہ اگر گواہان وارثان میت نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال ان دونون کی شرکت کا ہی تو گواہ مدعا علیہ
مقبول نہونگے دوم اگر اُنھون نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال اس مدعا علیہ کے پاس وقت شرکت کے تھا تو امام ابو یوسف رح
کے نزدیک مثل اول کے اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مال
مذکور وارثون کے قبضہ مین ہو اور اُنھون نے شرکت سے انکار کیا پس مفاوض زندہ نے اپنے گواہ قائم کیے کہ مفاوضت
تھی اور وارثون نے گواہ دیے کہ انکا باپ مرا اور یہ مال انکے واسطے ہوا اس شرکت کے جوانکے باپ و مدعی کے درمیان
تھی اور چھوڑ گیا ہی تو وارثونکے گواہ مقبول نہ ہونگے اور شمس الائمہ نے تصحیح کی ہی کہ یہ بالاجماع سب اماموں کا قول ہی اور
اگر وارثان میت نے کہا کہ ہمارا دادا مر اتھا اور یہ مال ہمارے باپ کیواسطے میراث چھوڑ گیا تھا اور اسپر گواہ قائم کیے تو
امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اگر امتعہ و اسباب
دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ہون پس اُسنے مفاوضت سے انکار کیا تو اسکے انکار سے شرکت مفاوضت ٹوٹ گئی اور دونون
جدا ہوگئے پھر جب مفاوضت پر گواہ قائم ہونگے تو یہ انکار کرنیوالا اس تمام مال کے نصف کا جو اُسکے قبضہ مین ہی ضامن ہوگا اسواسطے
کہ وہ امین تھا پس انکار کرنیسے ضامن ہوجائیگا اور اسیطرح اگر قابض مرگیا اور اُسکے بعد اسکے وارث نے اسطرح انکار کیا
تو وہ بھی اس صورتمین ضامن ہوگا۔ اور اگر دونون متفاوضین مرگئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا وصی کردیا ہی تو ہر ایک کے
وصی کو اختیار ہوگا کہ جس خرید و فروخت کا انجام دینے والا خود اُسکا موصی ہوا ہی اُسکے مطالبہ کو پورا کرے پھر جب اُسنے سب
وصول کرلیا تو اسپر ضمان نہین ہی اور وارثونپر بھی کچھ ضمان نہین ہی[1] مگر یہ اسوقت ہی کہ یہ سب مفاوضت کا اقرار کرتے ہون
جیسے خود موصی کی صورت مین ہی کہ اگر اُسنے بذات خود سب وصول کیا اور وہ مفاوضت کا اقرار کرتا ہی تو اپنے شریک کے حصہ
کی بابت ضامن ہوگا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ دو متفاوضین مین سے ایک نے دعوی کیا کہ دوسرا جو میرے ساتھ شریک ہی وہ
ایک تہائی کا شریک ہی اور مدعا علیہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرے ساتھ ایک تہائی کا شریک ہی یعنی ہر ایک اپنے واسطے دو تہائی کا
دعوی کرتا ہی اور حال یہ ہی کہ دونون مفاوضت کا اقرار کرتے ہین تو تمام مال خواہ عقار ہو یا اور ہو سب بحکم مفاوضت ان
دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا سواے پہننے کے کپڑون و اسباب خانہ داری و روزینہ کھانے پینے کی چیزون و ایسی باندی کے
کہ جس سے وطی کیا کرتا ہی یہ چیزین خاصۃً اُسکی ہونگی جسکے قبضہ مین ہین اور یہ استحسان ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ شرکت سے جدائی کے
بعد قبل تقسیم مال کے اسطرح اختلاف واقع ہوا ہو اور اگر دونون متفرق نہوئے ولیکن دونون مین سے ایک مرگیا پھر زندہ اور وارثون نے
مقدار شرکت مین اختلاف کیا تو بھی اس صورتمین ویسا ہی حکم ہی جیسا دونونکے الگ ہونیکے بعد مقدار شرکت مین اختلاف کرنیکی
صورتمین مذکور ہوا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زید نے بکر پر دعوی کیا کہ مین اسکا شریک بشرکت مفاوضت ہون
اور جو مال اسکے قبضہ مین ہی وہ تین تہائی ہی اسطرح کہ اسمین سے دو تہائی میرا ہی اور ایک تہائی اُسکا ہی اور مدعا علیہ نے

[1] فائدہ یہ ہی کہ اگر بعد وصول کے یہ مال تلف ہوا تو امانت مین گیا یہ نہین ہی کہ ضمان واجب ہوجاوے کیونکہ بدون انکار کے ضمان نہوگی منہ

مفاوضت سے منکر ہی پھر مدعی نے ایسے گواہ قائم کیے جنھون نے ایسی ہی گواہی دی جیسے ہمنے مدعی کا دعویٰ بیان کیا ہو تو
قیاساً ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور استحساناً مفاوضت¹ پر قبول ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ
کیا اور دعوی مین شرکت نصفا نصف بیان کی اور جو گواہ پیش کیے انھون نے تین تہائی کی شرکت بیان کی تو ایسی گواہی
نامقبول ہوگی۔ مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور بس پھر اُسکے گواہون نے تین تہائی کی شرکت کی گواہی دی پھر مدعی نے
کہا کہ شرکت یون ہی تھی تو گواہی استحساناً قبول ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین نے شرکت سے الگ ہوگئے پھر
دونون مین سے ایک نے گواہ قائم کیے کہ کل مال اُسکے شریک کے قبضہ مین تھا اور فلان شہر کے قاضی نے اُسکے شریک پر اسکا حکم
دیدیا ہی اور ان گواہون نے مال بیان کردیا اور گواہی دی کہ قاضی مذکور نے اس مال کا دونون کے درمیان نصفا نصف
ہونیکا حکم دیا ہی پھر دوسرے نے اُسی کے مثل بعینہ اسی قاضی کے حکم کے یا دوسرے² قاضی کے گواہ قائم کیے پس اگر ایک ہی قاضی کا
دونون نے حوالہ دیا اور ہر دو احکام قضا کی تاریخ معلوم ہوگئی تو آخیر حکم کو لیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہوئی یا حکم قضا دو
قاضیون کا ہو تو ہر ایک پر وہ حکم قضا لازم ہوگا جو اسپر نافذ کیا گیا ہی اسواسطے کہ ظاہر مین دونون مین سے ہر ایک صحیح ہی
پس ہر ایک مدعی دوسرے سے جو اسپر ہی حساب کرکے محسوب کرے اور جو کچھ بڑھے وہ باہم ایک دوسرے سے لے یہ فتح القدیر
مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوض مرگئے پھر جمیع وارثون نے جو کچھ دونون نے چھوڑا تھا باہم تقسیم کرلیا پھر ان لوگون نے
مال کثیر پایا پھر ہر دو فریق مین سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے حصہ تقسیم مین کا ہی تو بدون گواہون کے ان کے قول کی تصدیق
نہ کی جائیگی اور دوسرے فریق پر قسم عائد ہوگی پھر اگر انھون نے قسم کھالی تو مال مذکور دونون مین نصفا نصف کیا جائیگا
اور اگر مال مذکور انھین مدعیون کے قبضہ مین ہو پس اگر انھون نے فریق ثانی سے بعد تقسیم کے برارت کے اقرار کے گواہ
کرلیے ہون تو انکے دعوی کی تصدیق کیجائیگی اور اگر انھون نے برارت کے گواہ نہ کرلیے ہون تو فریق دیگر سے قسم لیجائیگی
واللہ یہ مال اس فریق کے حصہ تقسیم مین نہین داخل ہوا ہی پس اگر انھون نے یہ قسم کھالی تو یہ مال ان دونون مین نصفا نصف
کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مال مذکور ایک فریق کے قبضہ مین ہو پس انھون نے کہا کہ یہ مال ہمارے باپ کا مفاوضت
سے پہلے کا ہی اور فریق دیگر نے تکذیب کی تو مال مذکور دونون فریق مین نصفا نصف ہوگا اگرچہ مال شرکت سے اپنا حق تمام
وصول پانے کے اقرار برارت کے گواہ کرلیے ہون اور اگر انھون نے شرکت وغیرہ سے برارت کا اقرار کیا اور انھون نے
اُسکے گواہ کرلیے ہون تو وہ خاصۃً انھین کا ہوگا۔ اور اگر مال مذکور ہر دو فریق کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ مین ہو تو وہ
ان دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگا الا آنکہ کسی فریق کیواسطے گواہ قائم ہون یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر
گواہون نے دس برس سے مفاوضت کے اقرار کرنیکی گواہی دی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کرلی تو مفاوضت
دس برس سے اور اُسکے پہلے سے ثابت ہوگی حتی کہ جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہو دس برس سے یا پہلے سے سبکی نسبت دونون مین
نصفا نصف ہونیکا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر گواہون نے دس برس کی ابتدا سے مفاوضت شروع و قرار پانے کی

¹ یعنی حکم دیا جائیگا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفا نصف ہو نہ تین تہائی ۱۲ منہ ² خواہ یہ کہا کہ مدعی کی دو تہائی اور مدعا علیہ کی
تہائی ہی یا برعکس ۱۲ ³ یعنی دعویٰ موافق اپنے اور حوالہ قاضی کا بعینہ اسی قاضی کا جسکا اول نے دیا ہی یا کسی دوسرے قاضی کا ۱۲ منہ

گواہی دی تو فقط دس برس سے مفاوضت کا حکم دیا جائیگا اور اُس سے پہلے سے مفاوضت کا حکم نہ دیا جائیگا پس جس مال کی نسبت بیقین معلوم ہو کہ یہ ان دونون مین سے ایکا قبل مفاوضت کا ہے وہ اُسی کے ساتھ مختص ہوگا اور جس مال کی نسبت دونون احتمال ہون کہ قبل کا ہے یا مفاوضت کا ہے وہ مفاوضت[1] مین قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے دو شخصون کو حکم دیا کہ تم دونون ہم دونون کیواسطے ایک غلام خرید دو اور جنس غلام و اسکا ثمن بیان کر دیا پھر دونون نے ایسا غلام خریدا اور حال یہ ہے کہ دونون متفاوض شرکت سے جدا ہو گئے ہین پس حکم دہندہ نے کہا کہ بعد جدا ہونیکے اُنھون نے خریدا ہے پس یہ خاصۃً میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ دونون نے اسکو قبل ہمارے جدا ہونیکے خریدا ہے پس ہم دونون مین مشترک ہے تو قسم سے حکم دہندہ کا قول قبول ہوگا اور گواہ دوسرے کے قبول ہونگے یعنی اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ دوسرے کے قبول ہونگے اور واضح رہے کہ اگر ہر دو وکیل نے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر شریک نے جو جدا ہو گئے ہین کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ وکیلون نے اسکو کب خریدا ہے تو وہ حکم دہندہ کیواسطے مخصوص ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ نے کہا کہ دونون نے اسکو قبل جدا ہونیکے خریدا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد خریدا ہے تو قول دوسرے کا اور گواہ حکم دہندہ کے قبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر متفاوضین مین سے ایک نے اپنی شرکت کا غلام آزاد کر دیا تو جیسے غیر مفاوض کا قول ہے ویسے مفاوض کا قول ہے اور بعد اگر متفاوضین جدا ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ مین نے اِس غلام کو حالت شرکت مین مکاتب کیا تھا تو اُسکی تصدیق کیجائیگی ولیکن اُسکا اقرار اسکے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہے اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسیوقت اس کتابت کو رد کر دے ولیکن اس سے پہلے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اور یہ اختیار اُسکو اسوجہ سے ہے کہ اُسکی ذات سے ضرر دفع ہو اور اسیطرح اگر ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین آزاد کر دیا ہے یعنی اس صورت مین بھی اُسکا اقرار فقط اپنے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہوگا اور اس صورت مین دوسرے سے قسم لینے مین مشغول نہ ہونا چاہیے بخلاف صورت کتابت کے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر متفاوضین جدا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے سے ہر شرکت سے برات کے گواہ کر دیے پھر ہر ایک نے کہا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین آزاد کیا تھا پس نصف قیمت جو مجھپر آئی وہ مین نے تجھ سے برات کرالی پس دوسرے نے اسکے قول اعتاق مین تصدیق کی ولیکن یہ کہا کہ مین نے اسیوقت غلام سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو قول اسیکا مقبول ہوگا جس نے آزاد نہین کیا ہے مگر اس سے قسم لیجائیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ غلام سے نصف قیمت تاوان لے مگر شریک سے نہین لے سکتا ہے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور اگر شریک دیگر نے کہا کہ مین نے تجھ سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو آزاد کنندہ اس ضمان سے بسبب برات واقع ہونیکے بری ہو گیا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے کچھ اختیار نہین کیا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ غلام سے ضمان لے مگر شریک سے نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر اقرار کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اسنے اسوقت اس مقر سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو گواہون سے ثابت مثل معائنہ کے

سلہ مترجم کہتا ہے کہ اس مین اعتراض ہے اور چاہیے تھا کہ باہمی رضامندی و صلح پر مجبور کیے جاوین ولیکن اسمین کچھ حکم بھی نہ دیا جاوے ۱۲ منہ ۵۲ اسواسطے کہ بیکار ہے ۱۲ ۵۳ یعنے آزاد کنندہ ۱۲

کتابت قرار دیا جائیگا پس مقر مذکور تاوان سے بری ہوگا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر شریک نے کہا کہ اس نے جدا ہونیکے بعد ہی آزاد کیا ہی حالت شرکت مین نہین آزاد کیا ہی تو اسمین بھی قول اسیکا قبول ہی پھر اگر آزاد کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اُسنے حالت شرکت مین آزاد کیا تھا اور اس شریک نے آزاد کنندہ سے نصف قیمت تاوان لینی اختیار کی تھی اور شریک نے گواہ دیے کہ اسنے بعد جدا ہونے کے آزاد کیا اور شریک نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تھی تو گواہ آزاد کنندہ کے مقبول ہونگے اور آزاد کنندہ اور غلام دونون نصف قیمت غلام سے بری ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر ان دونون متفاوضون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اس غلام کو حالت شرکت مین ہزار درہم پر مکاتب کر دیا تھا اور یہ مال کتابت اس سے وصول پایا اور غلام مر گیا پس یہ برات مین داخل ہوگیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اسکو بعد جدا ہونیکے مکاتب کیا ہی تو قول اسیکا قبول ہوگا جسنے مکاتب نہین کیا تھا اور اگر غلام مذکور مر گیا اور مال چھوڑ گیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو بعد جدا ہونیکے مکاتب کیا ہی اور مین ہی اُسکا وارث ہون اور دوسرے نے کہا کہ تو نے حالت مفاوضت مین مکاتب کیا پس ہم دونون اُسکے وارث ہین اور حال یہ ہی کہ مکاتب مذکور نے کچھ ادا نہین کیا تھا تو بھی قول ۱ اسیکا قبول ہوگا جسنے مکاتب نہین کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مفاوضین مین سے ایک نے مال مفاوضت مین سے کچھ مال کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مستودع ۲ نے دعوی کیا کہ مین نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہی تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی پھر اگر اس شخص نے جسپر ایسا دعوی کیا ہی اس امر سے انکار کیا تو وہ ودیعت کے امانت دار کے کہنے سے ایک دوسرے شریک کیواسطے اسکے حصہ کا ضامن نہوگا لیکن اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے وصول نہین پایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک مر گیا پھر مستودع نے میت کو دیدینے کا دعوی کیا تو بھی یہی حکم ہی مگر یہان وارثان میت سے انکے علم پر قسم لیجائیگی کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ ہمارے مورث نے یہ ودیعت وصول پایا ہی۔ اور اگر مستودع نے وارثان میت کو دینے کا دعوی کیا اور اُنھون نے قسم کھالی کہ ہم نے نہین وصول پایا ہی تو مستودع مذکور حصہ شریک زندہ کا ضامن ہوگا جو شریک زندہ وارثان میت کے درمیان مساوی مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مستودع نے کہا کہ جو مال مجھے اُسنے ودیعت دیا تھا وہ مین نے اس شریک کے مرنیکے بعد جسنے مجھے ودیعت نہین دیا تھا واپس کر دیا ہی اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہوگیا لیکن زندہ شریک کے ذمہ مال مذکور لازم ہونیکے واسطے اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی اگر شریک زندہ قسم کھالیوے کہ مین نے اس مال کو وصول نہین پایا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر مودع مر گیا پھر جسکے پاس ودیعت تھی اُسنے کہا کہ مین نے اسمین سے نصف مال شریک زندہ کو اور نصف مال وارثان میت کو واپس دیا اور اسپر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہوگیا پس اگر ہر دو فریق مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے نصف وصول پایا ہی تو دوسرا فریق اسمین شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دونون شریک زندہ ہون پس مستودع نے کہا کہ مین نے مال ودیعت دونون کو واپس دیا ہی پس ایک نے اُسکا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مستودع بری ہوگا اور اسپر قسم

۱ قولہ قول اُسی کا الخ اور یہ حکم اس بنا پر ہی کہ مکاتب نے کچھ مال نہین ادا کیا تھا اور اگر ادا کر چکا ہو تو جس نے مکاتب کیا اُسیکا قول قبول ہوگا فافہم ۱۲ منہ ۲ مستودع جسکے پاس ودیعت ہی ۱۲ منہ ۳ یعنی نصف ودیعت کا ۱۲

بھی جائز نہوگی اور اگر دونون شریک جدا ہو گئے ہون پھر مستودع نے کہا کہ مینے اسکو واپس دیا جسنے میرے پاس ودیعت رکھا تھا تو وہ بری ہی اور اگر کہا کہ مین نے دوسرے کو واپس دیا ہی اور اُسنے تکذیب کی تو وہ نصف اس مال کا جو ودیعت دیا ہی ضامن ہوگا پھر جو کچھ مودع نے وصول پایا ہی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی تو مودع کو اختیار ہے چاہے اپنے شریک سے ضمان لے اور چاہے مستودع سے ضمان لے یہ مبسوط مین ہی۔

فصل ہشتم متفاوضین پر ضمان واجب ہونیکے بیان مین - اگر متفاوضین مین سے ایک نے کوئی جانور سواری کسی مقام معلوم تک جانے کیواسطے مستعار لیا پھر اُسکا شریک اُسپر سوار ہوگیا اور جانور مذکور تھک کر مرگیا تو دونون اُسکے ضامن ہونگے یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک نے کوئی جانور اپنا مخصوص طعام لانیکے واسطے مستعار لیا پھر اسپر اُسکے شریک نے اپنا اُسیقدر طعام یا اُس سے ہلکا بوجھ لادا تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ سوار ہونے کے مسئلہ مذکورۂ بالا مین جب دونون پر ضمان واجب ہوئی اور سوار ہونیوالے نے مال شرکت مین سے یہ ضمان ادا کی پس آیا اُسکا شریک اُسکا نصف اُس سے واپس لے سکتا ہی یا نہین تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ وہ دونون کے کام کیواسطے سوار ہوکر گیا تھا اور اس صورتین وہ واپس نہین لے سکتا ہی دوم آنکہ سوار ہونیوالا صرف اپنے ذاتی کام کیواسطے سوار ہوکر گیا تھا تو جو شریک سوار نہین ہوا تھا وہ اُس سے نصف مال ضمان واپس لے سکتا ہی اور جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے مال ضمان وصول کرلے یہ محیط مین ہی۔ اور اسیطرح اگر متفاوضین سے ایک نے کوئی جانور[1] گیہون کی گٹھری بار کرنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسکے شریک نے اتنے بوجھ کی دوسری گٹھری اُسپر لادی اور مستعار لینے والے نے کچھ نہین لادا تو بھی وہ ضامن نہوگا اور اگر شریک نے اُسپر پوستین و چادرین وغیرہ اور جنس کے کپڑے لادے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ جنس مختلف ہوگئی اور اسوجہ سے جانور کے حق مین ضرر متفاوت ہوگیا ہی پس اس صورتین اگر مستعار لینے والا اسطرح مختلف الجنس و متفاوت الضرر بار کرتا تو ضامن ہوتا پس ایسا ہی اُسکا شریک بھی ضامن ہوگا پھر اسمین تاوان کو دیکھا جائیگا کہ اگر مال مذکور دونون کی تجارت کا ہو تو لزوم تاوان دونونپر ہوگا اور اگر مال مذکور لادنے والیکے پاس بضاعت ہو تو ضمان اگرچہ دونونپر لازم ہوگی اسوجہ سے کہ لادنیوالا غاصب ہی اور دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہی لیکن جس شریک نے مال نہین لادا ہی وہ دوسرے سے اُسکا نصف واپس لیگا اگر یہ مال تاوان مال شرکت سے ادا کیا ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے دس گون گیہون لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر دوسرے نے اُسپر دس گون جو لادا اور یہ مال ان دونونکی شرکت کا ہی تو ضامن نہ ہوگا - اور اسیطرح اگر دونونکے درمیان شرکت عنان ہووے اور دونون مین سے ایک نے مستعار لیا تھا تو اسمین بھی جواب اسیطرح ہوگا جیسے شرکت مفاوضت مین مذکور ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بخارا سے آگے نجانا پھر شریک مذکور آگے نکل گیا اور مال تلف ہوگیا تو وہ ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر ہر دو متفاوضین مین سے ایک مرگیا حالانکہ جو مال اُسکے پاس تھا اُسکا حال نہین بیان کیا ہی تو وہ اپنے شریک کیواسطے اسکے حصہ کا ضامن نہ ہوجائیگا یہ فتح القدیر مین ہے۔

[1] وہ جانور جسپر سامان وغیرہ لادا جاتا ہے جسکو ہماری عرف مین لادو کہتے ہین خواہ بیل ہو یا اونٹ یا گھوڑا ۱۲ منہ

تیسرا باب شرکت عنان کے بیان مین - اسمین تین فصلین ہین فصل اول عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین

شرکت عنان یہ ہو کہ دو آدمی ایک نوع تجارت مثل گیہون یا اناج مین شرکت کرین یا عموم تجارات مین شرکت کرین مگر خاصۃً کفالت کو ذکر نہ کرین اور نہ مفاوضت کو ذکر کرین کہ جو متضمن معنی وکالت ہی تاکہ یہ شرکت تمام ایسے لوگونکے درمیان جائز ہو جو تجارت کی اہلیت رکھتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہو اور جائز ہی ایسی شرکت درمیان مردون عورتون و بالغ و طفل ماذون و آزاد و غلام ماذون و مسلمان و کافر کے کذا فی فتاوی قاضیخان فی التجرید اور یہ مکاتب کے تہذیب مین ہی - اور اگر کفالت کو ذکر کیا اور باقی شروط مفاوضت کے پورے پورے پائے جاتے ہین تو مفاوضت منعقد ہوگی اور اگر پورے نہ پائے جاتے ہون تو چاہیے کہ شرکت عنان منعقد ہووے یہ فتح القدیر مین ہی - اور شرکت عنان جائز ہونے کے شرط یہ ہین کہ مال عین ہو حاضر ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو مگر مشار الیہ ہو اور اس حال مین مساوات ہونا شرط نہین ہی اور نیز باوجود راس المال مساوی ہونیکے نفع مین ایک کیواسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادتی شرط کرنی جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہے - امام محمدؒ نے اسکی تحریر کی کیفیت یون بیان فرمائی ہی ہذا ما اشترک علیہ فلان و فلان یعنے وہ چیز ہی کہ جس پر اشتراک کیا اسمین فلان و فلان نے کہ دونون نے اشتراک کیا تقوی اللہ تعالی و ادائے امانت پر پھر ہر ایک کے راس المال کی مقدار بیان کردے اور تحریر کرے کہ یہ سب مال ان دونون کے قبضہ مین ہی کہ اس سے دونون خریدینگے فروخت کرینگے ہر دو اکٹھا اور نیز علیحدہ علیحدہ اور ہر ایک دونون مین سے اپنی رائے سے کام کرے گا اور نقد و ادھار جیسا چاہیگا فروخت کریگا پھر تحریر کرے کہ پس جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ان دونونکے درمیان بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونون مین مشترک ہوگا اور جو کچھ گھٹی یا تلف ہو وہ بھی دونونپر اسی حساب ہوگی - اور اگر دونون نے نفع و نقصان مین تفاوت شرط کیا ہو تو اسیطرح لکھین جسطرح شرط کیا ہی اور آخر مین تحریر کردے کہ دونون نے اس قرارداد پر بروز فلان ماہ فلان سنہ فلان اشتراک کیا یہ فتح القدیر مین ہی - اور حکم عنان یہ ہی کہ دونون مین سے ہر ایک اپنے شریک کیطرف سے عقد تجارات مین وکیل ہو جاتا ہی و لیکن جو کچھ اسکے شریک کے عقد سے واجب ہوا ہی اسکے استیفا کیواسطے اپنے شریک کی طرف سے وکیل نہین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی اور شرکت عنان مین ہر ایک دوسرے کیطرف سے کفیل نہین ہوتا ہی جب کہ کفالت کو بیان نکیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

فصل دوم نفع و نقصان مال و گھٹی کی شرط کے بیان مین - اگر دونون کی جانب سے مال شرکت عنان مین ہو اور کام کرنا ایک کے ذمہ ہو پس اگر دونون نے نفع اپنے اپنے راس المال کی مقدار پر شرط کی تو جائز ہی اور ہر ایک کا نفع اسیکا اور نقصان اسی پر ہوگا - اور اگر دونون نے کام کرنیوالے کیواسطے اُسکے راس المال کی مقدار سے زائد نفع شرط کیا تو شرط کے موافق جائز ہے اور کام کرنیوالے کے پاس دینے والے کا مال بطور مضاربت ہوگا اور اگر دینے والے کے واسطے اسکے راس المال سے زیادہ نفع شرط کیا تو شرط نہین صحیح ہی اور کام کرنیوالے کے یا دینے والے کا مال بضاعت ہوگا اور ہر ایک کیواسطے اُسکے مال کا نفع ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر دونوپر کام کرنیکی شرط کی گئی تو شرکت صحیح ہوگی - اور اگر ایک کا راس المال قلیل اور دوسرے کا کثیر ہو اور نفع کی شرط یہ کی کہ دونون مین مساوی ہو یا ایک کے واسطے کم اور دوسرے کے واسطے زیادہ حصہ ہو تو نفع دونون مین موافق شرط کے ہوگا اور گھٹی ہمیشہ ہر ایک پر دونونمین بقدر دونونکے راس المال

[illegible]

کے ہوگی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر باوجود شرط عمل دونون کے ایک نے کام کیا اور دوسرے نے بلا عذر یا بعذر کام نہ کیا تو مثل معاد دونون کے کام کرنے کے ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر پورا نفع دونون نے ایک ہی کے واسطے شرط کیا تو یہ نہین جائز ہی یہ نہر الفائق مین ہی۔ دو شخصون نے شرکت کی پس ایک ہزار درم اور دوسرا دو ہزار درم لایا اور یہ شرط قرار دی کہ نفع و گھٹی دونون مین نصفا نصف ہو تو عقد جائز ہی اور شرط مذکور گھٹی کے حق مین باطل ہی پس اگر دونون نے کام کیا اور نفع اٹھایا تو دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگا اور اگر گھٹی اٹھائی تو گھٹی دونون مین سے ہر ایک پر بقدر راس المال کے ہوگی یعنے دو حصہ دو ہزار والے پر اور ایک حصہ ایک ہزار والے پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور شرکت عنان مین جائز ہی کہ ہر ایک اپنے کل مال مین سے تھوڑے مال پر قرار دیوے اور تھوڑے پر نہ قرار دے یہ عتابیہ مین ہی۔ اور اگر مال شرکت یا دونون مین سے ایک مال قبل اسکے کہ دونون اس سے خرید کرین تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی اور ہر دو مال مین سے جو مال قبل خرید واقع ہونیکے تلف ہوا وہ اپنے مالک کا مال گیا خواہ مالک کے ہاتھ مین تلف ہوا ہو یا دوسرے کے قبضہ مین ضائع ہو گیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک ہزار درم لایا اور عقد شرکت عنان قرار دیکر دونون مالونکو خلط کر دیا پھر اس مال مخلوط مین سے قبل خرید کے تلف ہوا تو جسقدر تلف ہوا ہی دونون کا مال گیا اور جو باقی رہا ہی وہ دونونمین مشترک ہوگا لیکن اگر تلف شدہ مین سے یا باقی مین سے کچھ پہچانا جاوے کہ وہ ان دونونمین سے خاص اسکا ہی تو تلف شدہ مین سے یہ پہچانا ہوا اسی کا مال گیا اور باقی مین پہچانا ہوا اسیکا ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونونمین سے ایک نے اپنے مال سے خریدا اور دوسرے کا مال تلف ہو گیا تو جو کچھ خریدا ہی وہ دونون مین دونونکی باہمی شرط کے موافق مشترک ہوگا یہ جوہرۂ نیرہ مین ہی اگرچہ دونون نے وقت عقد کے وکالت کی کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہی تصریح نہ کی ہو یہ مضمرات مین ہی پھر جس نے خریدا ہی وہ دوسرے سے اس خریدی چیز کی ثمن سے جسقدر حصہ اس پر پڑتا ہی اس سے واپس لیگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے پھر واضح ہو کہ اس خریدی ہوئی چیز مین جو دونون کی شرکت بیان کی گئی یہ امام محمدؒ کے نزدیک شرکت عقد ہوگی پس دونون مین سے ہر ایک کو اسمین تصرف کرنیکا اختیار ہوگا یہ نہر الفائق مین ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین ہے اور یہ اسوقت ہی کہ ایک شریک کے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور اگر قبل خرید واقع ہونے کے ایک کا مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خرید کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونون نے عقد شرکت مین وکالت کی تصریح کر دی ہو تو خریدی چیز دونون مین بحکم وکالت مفردہ مشترک ہوگی اور خریدنیوالا دوسرے سے اسکا حصہ ثمن واپس لیگا اور اگر فقط عقد شرکت ہی بیان کیا ہو اور عقد شرکت مین وکالت کی تصریح نہ کی ہو تو خریدی چیز فقط مشتری کی ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ نوادر مین مذکور ہی کہ زید نے عمرو کو ہزار درم اس شرط پر دیے کہ انسے کار تجارت کرے بدین شرط کہ نفع کام کرنیوالے کا اور گھٹی بھی اسی پر ہوگی پھر یہ درم قبل خرید واقع ہونیکے تلف ہو گئے تو عمرو اسکا ضامن ہوگا اور اگر زید نے اس سے کہا کہ انسے کام کر بدین شرط کہ نفع ہم دونونمین اور گھٹی ہم دونونپر ہوگی پھر قبل اسکے کہ وہ ان درمونمین سے کام کرے یہ درم تلف ہو گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک عمرو نصف مال مذکور کا ضامن ہوگا اور

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسپر ضمان نہ ہوگی اور اگر عمرو نے اُس سے کچھ خریدا مگر ہنوز ادا نہ کیا تھا کہ یہ مال تلف ہو گیا تو زید پر
نصف مال کی ضمان اور عمرو پر اپنے نصف مال دیگر کی ضمان ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کا راس المال درم
اور دوسرے کا راس المال دینار ہوں اور ان دیناروں کی قیمت ان درموں کے برابر ہے پھر درموں والے نے درموں کے عوض
ایک غلام خریدا اور دیناروں والے نے دیناروں کے عوض کوئی باندی خریدی اور پھر وہ مال ادا کر دے گئے اور یہ خرید
دو صفقوں میں واقع ہوئی پھر غلام و باندی ان دونوں کے قبضہ میں تلف ہو گئے تو دونوں میں سے ہر ایک
اپنے شریک دیگر سے اپنا نصف راس المال واپس لیگا۔ اور اگر دونوں نے دونوں مبیع کو ایک ہی صفقہ میں خریدا اور
باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دونوں میں سے کوئی اپنے شریک دیگر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دونوں نے
درموں کے عوض ایک متاع خریدی پھر اُسکے بعد دیناروں سے ایک متاع خریدی پھر دونوں نے ایک میں نفع کمایا اور
دوسرے میں گھٹی اٹھائی تو خریدی چیز میں خرید کرنے کے روز جسقدر دونوں میں سے ہر ایک کی ملک تھی اسیقدر اُسکا نفع یا گھٹی
ہر ایک کے حق میں ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے عروض یا کیلی چیز سے شرکت
کی پھر اُس سے کوئی چیز خریدی تو خریدی چیز میں سے ہر ایک کیواسطے بقدر قیمت اُسکی متاع کے ہوگی پھر اگر
دونوں نے خریدی چیز کو فروخت کر کے ثمن باہم تقسیم کر لینا چاہا پس اگر شرکت ایسی چیز سے واقع ہوئی جو مثلی نہیں ہے تو اُسکی
وہ قیمت معتبر ہوگی جو خرید کے روز تھی اور اگر اُس کے واسطے مثل ہو یعنی کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو اصل
میں مذکور ہے کہ اُسکی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تقسیم کا قصد کرنیکے روز اُسکی قیمت ہے اور املاء میں مذکور ہے کہ خرید کے روز کی
(اگرچہ ان کے قبضہ میں نہیں ہے ۱۲)
قیمت معتبر ہوگی اور قدوری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو
اختیار ہے چاہے نقد بیچے یا اُدھار بیچے اور اسیطرح امام اعظمؒ کے نزدیک انکو اختیار ہے کہ چاہے ایسی چیز کے عوض
فروخت کرے جو تعین کیا ہو اور جس کے عوض فروخت کرے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور ہر شریک عنان کو اختیار ہے کہ
اُترائی کرا دے یا اُترائی قبول کرے اور چاہے اجارہ پر دے یہ تہذیب میں ہے۔ اور نہیں اختیار ہے کہ دوسرے اجنبی سے
شرکت کرے بشرطیکہ عنان میں صریح یہ شرط نہیں کرلی تھی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے اور یہی صحیح ہے
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی سے شرکت عنان کر لی تو جو شریک سوم نے خریدا اُسمیں سے نصف
مشتری کا ہوگا اور باقی نصف ہر دو شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا اور جو اُسکے اس شریک نے خریدا جس نے
تیسرے سے شرکت عنان نہیں کی تھی وہ فقط اسکے اور اسکے شریک کے درمیان مشترک مساوی ہوگا اور شریک ثالث کو
اسمیں سے کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ ہر دو شریک عنان میں سے اگر ایک نے کسی
ثالث کے ساتھ اپنے شریک کی حضوری میں شرکت مفاوضہ کر لی تو مفاوضت صحیح ہوگی اور اول کے ساتھ اُسکی شرکت
باطل ہو جائیگی اور اگر بغیر حضوری شریک (یعنے شریک کی بے اطلاعی میں ۱۲) ثالث سے مفاوضت کر لی تو مفاوضت صحیح نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور

ف۱ یعنی انکے واسطے ۱۲ منہ ف۲ یعنی ایک ساتھ نہ جدا جدا ۱۲ ف۳ مثل انڈے و اخروٹ وغیرہ ۱۲ منہ
ف۴ یعنی تقسیم ثمن میں ہر ایک اپنے مال شرکت کی قیمت کے حساب سے شریک کر کے حصہ بانٹ دیا جائیگا [illegible] اُسکی چیز کی اُس روز کی قیمت معتبر ہوگی

دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ شرکت کے غلام کو مکاتب کرے اور یہ بلاخلاف ہی کذا فی المحیط اور نہ غلام شرکت کو
مال پر آزاد کر سکتا ہی خواہ عقد شرکت میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ قرار پائی ہو اور نیز یہ اختیار
نہیں ہی کہ تجارتی شرکت کے غلام کا نکاح کرے اور یہ بالاجماع ہی اور اسیطرح تجارتی باندی کا بھی نکاح نہیں کر سکتا ہی یہ
امام اعظمؒ و امام محمدرح کا قول ہی یہ بدائع میں ہی اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک تجارتی شرکتی باندی کی نسبت جو اسکے قبضہ میں ہی
اقرار کیا کہ یہ فلان کی ملک ہی تو اُسکا اقرار اُسکے شریک کے حصہ میں درست نہ ہوگا اگرچہ دوسرے کی طرف سے اسکو اجازت ہو کہ
اپنی رائے سے عمل کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اور دونوں میں سے کوئی شخص شرکت کی کوئی چیز بعوض اس قرضہ کے جو اُسپر
آتا ہی۔ رہن نہیں کر سکتا ہی الا شریک کی اجازت سے یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو وہ تو نپر آتا ہی
تجارتی شرکت کی کوئی چیز رہن کی تو جائز نہیں ہی اور مال مرہون کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان لیکن اگر موجب
قرضہ کا عاقد یہی ہو یا شریک نے اسکو ایسا کرنیکی اجازت دیدی ہو تو یہ حکم نہیں ہی یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اسیطرح اگر
قرضہ شرکت کے عوض قرضدار سے رہن لیا تو حصہ شریک کے حق میں نہیں جائز ہی الا اس صورتمیں کہ موجب قرضہ اُسی کے
عقد سے ہو یا متولی عقد نے اسکو اجازت دیدی ہو۔ پھر اگر مال مرہون اُسکے پاس تلف ہو گیا اور اُسکی قیمت و قرضہ
دونوں مساوی ہیں تو حصہ مرتہن یعنے نصف قرضہ ساقط ہو گیا اور دوسرے شریک کو اختیار ہی چاہے قرضدار سے اپنا حصہ یعنی
نصف قرضہ لے پس قرضدار مذکور مرتہن سے رہن کی نصف قیمت لے لیگا اور چاہے شریک سے جو اُسنے وصول پایا ہی
اُسمیں سے اپنا حصہ لے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر شریک عنان نے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر وہ بذات خود
متولی عقد ہوا ہو یعنے جس عقد کی وجہ سے قرضہ واجب ہو کہ جسکے عوض رہن دیا یا لیا ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر خود متولی
عقد نہیں ہوا تھا تو اقرار جائز نہوگا یہ سراج وہاج میں ہی۔ اور اگر ہر دو میں سے ایک شریک عنان نے بعد تناقض
شرکت کے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر اسکے شریک نے تکذیب کی تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور اگر
ہر دو شریک میں سے ایک نے تجارت کیواسطے مال قرض کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ فتاوی قاضیخان و بدائع
و محیط سرخسی میں ہی۔ اور شرح قدوری میں لکھا ہی کہ اگر ہر ایک نے اپنے شریک سے کہدیا کہ تو اسمیں اپنی رائے سے کام کر
تو دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہوگا کہ رہن دینا و لینا اور دوسرے کے مال سے اپنا مال بطریق شرکت ملا دینا وغیرہ
جو امور کہ تجارت میں واقع ہوتے ہیں عمل میں لاوے اور رہا ہبہ و قرض دینا اور جو امور کہ اتلاف مال ہو بلا عوض
دوسرے کی ملک میں دیدینا ہوتے ہیں سو ایسے امور نہیں کر سکتا ہی الا اس صورتمیں کہ شریک نے صریح اسکو اجازت
دی اور صاف کہدیا ہو اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اگر شریک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر تو اُسکو
یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال شرکت کو اپنے خاصۃً ذاتی مال میں مخلوط کرے یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور شریک عنان اور
بضاعت لینے والے اور جسکے پاس ودیعت ہو اور مضارب ان سب کو اختیار ہی کہ مال کے ساتھ سفر کریں یہ امام اعظمؒ
و امام محمدرح کا صحیح مذہب ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق خلط مال کے ہو گئی ہو یعنی دونوں نے مال کو
خلط کر دیا ہو تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بدون اجازت شریک کے سفر کرے پس اگر اُسنے اس مال کو لیکر

سفر کیا اور وہ تلف ہو گیا پس اگر اسقدر ہو کہ اُسکے واسطے باربرداری و خرچہ ہو تو ضامن ہو گا اور اگر اسکے واسطے باربرداری و خرچہ نہو تو ضامن نہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے مال کے ساتھ سفر کیا اور حال یہ ہی کہ اسکے شریک نے مال لیکر سفر کرنیکی اجازت دی ہی یا کہدیا ہی کہ اپنی رائے سے کام کرے یا بحالت شرکت مطلقہ ہونیکے موافق قول امام اعظم و امام محمدؒ کے بنابر روایت صحیح کے تو اسکو اختیار ہو گا کہ جملہ مال مین سے راس المال سے اپنے کھانے و کرایہ و ضروری خرچہ مین صرف کرے اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے یہی روایت کی ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ استحسان ہی یہ بدائع مین ہی۔ پھر اگر اُسنے نفع اُٹھایا تو نفقہ مذکور نفع مین سے محسوب ہو گا اور اگر نفع نہ پایا تو نفقہ راس المال مین سے ہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اتنی دور گیا کہ وہانسے اپنے گھر آکر شب گذاری کر سکتا تھا تو اُسکا نفقہ مال شرکت سے محسوب نہو گا یہ تہذیب مین ہی

فصل سوم شریک عنان کا مال شرکت مین اور دوسرے شریک کے عقد مین اور جو شریک کے عقد سے واجب ہوا اُسمین تصرف کرنیکے اور متصلات کے بیان مین

دونون شریک عنان مین سے ہر ایک کو روا ہی کہ کسی کو خرید یا فروخت یا اجارہ لینے کے واسطے وکیل کرے اور دوسرے کو اختیار ہی کہ اِس وکیل کو وکالت سے خارج کرے اور اگر ایک نے کسی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جنکے ہاتھ اُسنے ادھار فروخت کیا ہی اُسے دام تقاضا کر کے وصول کر لاوے تو دوسرے کو ایسے وکیل کے خارج کرنیکا اختیار نہیں ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دونون مین سے عاقد کو یہ اختیار ہی کہ جو مبیع اُس نے خریدی اُسپر قبضہ کرے یا جو بیچی ہی اُسکے دام وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کرے یہ بدائع مین ہی اور ماسوائے اسکے جو تصرفات ہین انمین ہر شریک عنان مثل ایک شریک مفاوضت کے ہی کہ جو تصرفات ہر دو شریک مفاوضت مین سے ایک کر سکتا ہی وہی ہر شریک عنان کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی مگر واضح رہے کہ جو تصرف دونون مین سے ہر ایک کر سکتا تھا جب اُس تصرف سے اُسکے شریک نے اسکو منع کر دیا پھر اُسنے کیا تو حصہ شریک کا ضامن ہو گا اور اسیواسطے اگر شریک نے اسکو دمیاط سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا اور یہ کہدیا کہ دمیاط (نام شہر) تک جا پھر اُسنے مال لیکر دمیاط سے تجاوز کیا اور مال تلف ہو گیا تو حصہ شریک کا ضامن ہو گا۔ اور اسیطرح اگر شریک کو اُدھار بیچنے کی اجازت دینے کے بعد پھر اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا تو بھی حصہ شریک کا ضامن ہو گا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے اس بیع کا اقالہ کر لیا تو اقالہ کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کوئی متاع فروخت کی پھر بسبب عیب کے اسکو واپس دیگئی اور اُسنے بغیر حکم قاضی کے قبول کر لی تو دونون پر واپسی جائز ہو گی اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اُسنے ثمن مین سے کچھ گھٹا دیا یا ثمن دینے مین تاخیر و مہلت دیدی تو بھی دونون پر جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے بغیر علت یا بغیر ایسے امر کے جس سے خوف کرتا ہو ثمن مین سے گھٹا دیا تو اُسکے حصہ مین جائز اور شریک کے حصہ مین جائز نہو گا یہ بدائع مین ہی۔ اور اسیطرح اگر مشتری کو ثمن ہبہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر کسی متاع مین عیب کا اقرار کر لیا تو اُسپر و دوسرے شریک دونون پر جائز ہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر علی العموم شرکت عنان کے دو شریک ہون پس ایک نے دوسرے کو دس من گیہون کی تجارتی شرکت کی بیع سلم مین روپیے دیے

تو صحیح نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے بعوض ثمن حال کے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے ثمن کے واسطے تاجیل دیدی یعنی مہلت دیدی کہ فلان وقت معلوم پر ادا کرے تو مہلت دینا دونون حصون مین سے کسی مین جائز نہ ہوگا الا اس صورت مین کہ دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کہدیا ہو کہ جو تیری رائے مین آوے اُسپر کام کر اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تاجیل و مہلت دینے والے کے حصہ مین جائز ہوگا دوسرے کے حصہ مین جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس شخص نے جو متولی عقد بیع ہوا ہی مشتری کو مہلت دیدی تو بالاجماع دونون کے حصون مین جائز ہوگی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر دونون نے مجتمع ہو کر کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کیا پھر دونون مین سے ایک نے مشتری کو تاخیر دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی تاخیر جائز نہوگی نہ اُسکے حصہ مین اور نہ اُسکے شریک کے حصہ مین اور صاحبین رح کے نزدیک اسکے حصہ مین جائز اور شریک کے حصہ مین ناجائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک ہی نے عقد قرار دیا پھر اسی عاقد نے تاخیر دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا تاخیر دینا دونون حصون مین جائز ہوگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور مضمرات مین لکھا ہی کہ اُسکا تاخیر دینا بالاجماع جائز ہوگا انتہی جس صورتمین تاخیر صحیح ہوتی ہی وہان تاخیر دینے والا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنے دونون کی تجارت مین قرضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو پورا قرضہ اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا بشرطیکہ اُسنے بذات خود متولی عقد ہونیکا اقرار کیا ہو مثلاً یون کہا کہ مین نے فلان شخص سے ایک غلام اتنے درمونکو خریدا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر اُسنے اسطرح اقرار کیا کہ ہم دونون نے ایسا کیا تو اُسکے ذمہ نصف قرضہ لازم ہوگا اور اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ میرے شریک نے موجب قرضہ کو منعقد کیا ہی مثلاً یون کہا کہ میرے شریک نے فلان سے ہزار درم کو غلام خریدا ہی تو تمام نسخہای کتاب الاقرار مین مذکور ہی کہ اسپر کچھ لازم نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارا قرضہ ایک مہینہ کی میعاد پر ادھار ہی تو اُسکا اقرار اُسکے حصہ مین بالاجماع جائز ہی اور اسی طرح اگر ایک نے قرضدار کو بری کر دیا تو اُسکے حصہ مین بری کرنا بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر دونوکی تجارت کی مشترکہ باندی کی نسبت جو انمین سے ایک کے قبضہ مین ہی قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کی ملک ہی تو اُسکے شریک کے حصہ مین اُسکا اقرار جائز نہوگا اور اُسکے حصہ مین جائز ہوگا یہ بدایع مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے ہم دونوکی تجارت کیواسطے فلان سے ہزار درم قرض لیے ہین تو یہ مال خاصۃً اُسی کے ذمہ لازم ہوگا کذا فی المحیط ولیکن اگر اُسنے گواہ قائم کیے اور ثابت ہوا تو قرض دینے والا اس اقرار کنندہ سے لے لیگا پھر اقرار کنندہ اپنے شریک سے بقدر حصہ لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے پر قرضہ لینے کا اختیار دیدیا تو خاصۃً اُسی پر لازم ہوگا حتی کہ قرض دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے لے لے اور اُسکو اپنے شریک سے واپس لینے کا اختیار ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات و محیط و فتاوی قاضیخان مین ہی اور جس عقد کا متولی دونومین سے ایک ہوا ہی اُسکے حقوق اُسی عاقد کی طرف راجع ہونگے حتی کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ ثمن مبیع کچھ وصول کرے

ف جن دو امرون کا قول ذکر کیا ان مین خلاف ... ۱۲

اور اسیطرح ہر قرضہ جو کسی شخص پر اُن دونوں میں سے ایک کے عقد کرنے سے لازم آیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ اسکو وصول کرے اور قرضدار کو بھی روا ہے کہ شریک دیگر کو دینے سے انکار کرے جیسے وکیل بیع سے خریدنے والیکا حکم ہے کہ ایسے خریدنیوالیکو اختیار ہوتا ہے کہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر اس مدیون نے شریک کو یہ قرضہ دیدیا حالانکہ دونوں میں سے ایک دوسرے کا وکیل یا جسکو دیا ہے وہ دوسرے کی طرف سے وکیل نہیں ہے تو قرضدار مذکور جسکو دیا ہے اسکے حصہ سے بری ہو جائیگا اور جسنے اُسکے ساتھ اُدھار عقد کیا تھا اُسکے حصہ سے بری نہوگا اور یہ حکم استحسان ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے شرکتی تجارت کی کوئی چیز خریدی پھر اسمیں عیب پایا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ اسکو بسبب عیب کے بائع کو واپس کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے تجارت کی کوئی چیز کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی تو مشتری کو اختیار نہوگا کہ دوسرے شریک کو واپس دے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو اُدھار معاملہ ایک نے کیا یا فروخت کیا ہے اُسمیں دوسرا مخاصمہ کرے بلکہ خصومت کرنیوالا وہی ہوگا جسنے معاملہ کیا ہے اور نیز اگر نالش کیجاوے تو اُسی پر ہوگی جسنے معاملہ کیا ہے اور جسنے معاملہ نہیں کیا ہے اُسپر اُسمیں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے اور اس معاملہ میں اُسپر گواہ بھی نہ سُنے جائینگے ورنہ اُس سے قسم لیجائیگی بلکہ وہ اور اجنبی اُسمیں یکساں ہیں اسیطرح دیباج میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایکنے کوئی چیز اجارہ پر لی تو اجارہ پر دینے والیکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے شریک سے اُجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے پھر اگر مستاجر نے مال شرکت سے اجرت دا کی تو اُسکا شریک اُس سے اُسکا نصف حصہ واپس لیگا بشرطیکہ اُسنے اپنی ذاتی حاجت کیواسطے اجارہ پر لی ہو اور اگر دونوں میں شرکت خاص کسی چیز میں شرکت ملک ہو تو دوسرا شریک اُس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہوگا کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے۔ دو شخصوں نے کسی تجارت میں شرکت عنان قرار دی بدین شرط کہ ہم دونوں نقد و اُدھار خرید و فروخت کریں پھر دونوں میں سے ایک نے سوا اُس جنس تجارت کے دوسری خریدی تو وہ خاصۃً اُسی کی ہوگی اور اگر اس نوع تجارت کی چیز ہو تو دونوں میں ہر ایک کی بیع یا خرید خواہ نقد ہو یا اُدھار اُسکے شریک پر نافذ ہوگی ولیکن اگر دونوں میں سے کسی نے کیلی یا وزنی یا نقد کے عوض اُدھار خریدی و حال یہ ہے کہ اس جنس کا مال شرکت اُسکے پاس موجود ہے تو اُسکی خریداری شرکت پر جائز ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اُسکی خرید اُسکی ذات کیواسطے ہوگی یا اور اگر اُسکے پاس نقد میں درم موجود ہیں اور اُسنے دینار وغیرہ اُدھار خریدی تو قیاساً وہ اپنی ذات کیواسطے خریدنے والا ہوگا مگر استحساناً شرکت پر خرید جائز ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اپنے آپکو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہے تو اجرت دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر ایسے کام میں دیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے یا اپنا ذاتی غلام اجارہ پر دیا تو اجرت خاصۃً اُسکی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے مضاربت پر مال لیا تو نفع خاص اُسیکا ہوگا چنانچہ کتاب میں اسیطرح علی الاطلاق مذکور ہے اسمیں تفصیل ہے کہ اگر اُسنے مال مضاربت ایسے تصرف کیواسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے تو نفع خاصۃً اُسیکا ہوگا

[illegible] ١٢٦٧

اور اگر مال مضاربت کو ایسے تصرف کیواسطے لیا جو دونون کی تجارت مین سے ہو آیا شریک کے غائب ہونے کی حالت مین مطلقاً لیا تو نفع دونونکے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ان رفیقون مین شریک کیا جنکو مین اس سال خریدونگا پھر اُسنے اپنے کفارہ ظہار یا اسکے مانند کیواسطے کوئی بردہ خریدنا چاہا اور وقت خرید کے گواہ کرلیے کہ مین اسکو اپنی ہی ذات کیواسطے خریدتا ہون تو جائز نہوگا اور شریک کیواسطے اُسکا نصف ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک نے اسکے واسطے ایسی اجازت دیدی ہو۔ اور اسیطرح اگر دوسرے طعام کی بابت کہا کہ جو مین خریدون اسمین مین نے تجھے شریک کیا پھر اپنی ذات کیواسطے اناج خریدا تو اسمین بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے اور جو گھٹی دونون مین سے کسی کو دونون کی شرکت کے علاوہ مین لاحق ہو وہ خاصۃً اُسی پر ہوگی وعلی ہذا اگر دونون مین سے ایک نے دوسرے پر سوائے معاملہ شرکتی کے اور معاملہ مین گواہی دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دو شخص بشرکت عنان شریک ہون کہ انکا راس المال مساوی ہو اور دونون مین سے ہر ایک اپنی رائے پر دوسرے کی اجازت سے عمل کرتا ہو اور تنہا اُسکی خرید و فروخت اُسپر اور اسکے شریک پر جائز ہو پس ایسے دونون شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ متاع فروخت کیا اور اسپر گواہ کرلیے تو بیع مذکور اسکے اور اسکے شریک کے حصہ سے ہوگی اور اسیطرح اگر اپنے شریک کا حصہ بیچا اور اسپر گواہ کیے تو بھی دونونکے حصہ سے بیع ہوگی یہ محیط مین ہے اور جو مال شرکت دونون مین سے ایک کے ہاتھ سے ضائع ہوگیا تو اُسپر اُسکے شریک کے حصہ کی ضمان نہوگی اور جو مال اُسکے قبضہ مین تلف ہوا ہو اسمین قسم سے اسیکا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک نے کسی کی کوئی چیز غصب کرلی یا اُسکا مال تلف کردیا تو اُسکے تاوان مین اُسکا شریک ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز بطریق بیع فاسد خریدی اور وہ اُسکے قبضہ مین تلف ہوگئی تو قیمت کا ضامن ہوگا مگر اپنے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان مین سے ایک مرگیا اور مال اُسی کے قبضہ مین تھا اور اُسنے بیان نہ ظاہر نہین کیا تو ضامن ہوگیا کہ اُسکے ترکہ سے وصول کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک شریک عنان نے کسی سے کوئی جانور اپنا ذاتی اناج لادنے کے واسطے مستعار لیا تھا کہ اُسکے شریک نے اس جانور پر اپنا اناج مثل اسکے یا اُس سے ہلکا اناج لادا اور وہ مرگیا تو شریک ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے تجارتی شرکت کا اناج لادنے کے واسطے کسی سے جانور مستعار لیا پھر اس جانور پر اُسکے شریک نے باہمی تجارت کا اناج مثل اسکے جتنا کو مستعیر نے کہا ہو یا اس سے ہلکا لادا اور جانور مرگیا تو ضامن نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ مستعار لینے کی صورت مین جب عاریت کی منفعت مخصوص دونون مین سے ایک ہی کی طرف راجع ہو تو عاریت مخصوص اسی سے قرار دیجائیگی جیسے مستعار لیا ہے اور جب عاریت کی منفعت دونون کی طرف راجع ہو تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا معیر نے دونونکو عاریت دی ہے یہ محیط مین ہے دو شریک عنان نے چند طرح کی متاع دونون نے خریدی پھر ایکنے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے ساتھ شرکت مین کام نہین کرونگا اور غائب ہوگیا یعنی چلا گیا پھر دوسرے نے اس متاع کی تجارت کی تو جو کچھ جمع ہوا وہ سب اسی تجارت کنندہ کا ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان

چوتھا باب۔ شرکت وجوہ وشرکت اعمال کے بیان مین۔ شرکت وجوہ اسکو کہتے ہین کہ دو شخص باہم شرکت کرلین حالانکہ دونون کے پاس مال نہین ہی ولیکن لوگون مین انکی وجاہت ہی پس دونون یون کہین کہ ہم دونون نے شرکت کی بدین شرط کہ ہم دونون اُدھار خریدین اور نقد فروخت کرین اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ عزوجل ہمکو اسمین نفع روزی کرے وہ ہم دونون مین اسی شرط سے ہوگا یہ بدائع ومضمرات مین ہی اور یہ شرکت مذکورہ مفاوضت ہوگی باین طور کہ دونون کفالت کی اہلیت رکھتے ہون اور جو چیز خریدی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک پر اُسکا نصف ثمن واجب ہوگا اور نفع مین دونون مساوی شریک ہونگے خواہ دونون مفاوضت کا لفظ ذکر کرین یا دونون اسکے مقتضیات ذکر کرین پس ثمنون ومبیعون مین وکالت وکفالت متحقق ہو جائیگی اور اگر انمین سے کوئی چیز نہ پائی گئی تو شرکت عنان ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر علی الاطلاق رکھی گئی یعنی مطلق شرکت تو بھی عنان ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور ایسے دونون شریکون سے شرکت عنان با وجود اشتراط تفاضل کے ملک خریدکردہ مین جائز ہوگی اور چاہیے کہ ایسی شرکت مین دونون نفع کو بقدر خریدکردہ چیز کی ملک مشروط کی شرط کردین یعنی جسقدر خریدکردہ مین ہر ایک کی ملک شرط ہی اسی حساب سے نفع مشروط ہو حتی کہ اگر خریدکردہ چیز مین ملک کی بیشی کے ساتھ شروط کی اور نفع مین مساوات شرط کی یا اسکے برعکس کیا تو یہ شرط باطل ہوگی اور نفع دونون مین اسی مقدار پر مشروط ہوگا جو انھون نے خریدکردہ کی ملک مین شرط لگائی ہی یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصون نے اپنے مالون و وجوہ سے شرکت عنان قرار دی پھر دونون مین سے ایکنے کوئی متاع خریدی پس جس شریک نے نہین خریدی ہی اسنے کہا کہ یہ متاع ہم دونون کی شرکت کی ہی اور مشتری نے کہا کہ یہ میری ہی ہی اور مینے اسکو اپنے مال سے اپنی ذات کیواسطے خریدا ہی پس اگر بعد شرکت واقع ہونیکے مشتری اپنی ذات کیواسطے خریدنے کا دعوی کرتا ہو تو وہ دونون کے درمیان شرکت پر ہوگی بشرطیکہ متاع مذکور دونون کی تجارت کی جنس سے ہو اور اگر وہ قبل شرکت کے اپنے واسطے خریدنے کا مدعی ہو اور دوسرا کہتا ہی کہ نہین بلکہ تونے بعد عقد شرکت واقع ہونیکے خریدی ہی تو دیکھا جاوے کہ اگر تاریخ شرکت اور تاریخ خرید معلوم ہو اور تاریخ خرید قبل تاریخ شرکت کے ہی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونونکی شرکت کی نہین ہی اور اگر تاریخ شرکت مقدم ہو تو وہ شرکت پر ہوگی۔ اور اگر تاریخ خرید معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے کی خرید ہی اور تاریخ شرکت معلوم نہ ہوئی تو وہ مخصوص مشتری کی ہوگی اور اگر تاریخ شرکت معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے واقع ہوئی اور تاریخ خرید بالکل معلوم نہ ہوئی تو وہ شرکت پر ہوگی وسیاگر شرکت وخرید دونون مین سے کسیکی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ یہ ہمارے دونونکی شرکت کی نہین ہی اسواسطے کہ جب دونون کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ دونون معًا واقع ہوئی ہین اور اگر دونون معًا واقع ہوئین تو خریدی چیز شرکت پر نہوتی پس ایسا ہی یہان ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مینے ایک متاع خریدی پس تجھپر نصف ثمن واجب ہوا اور اُسکے شریک نے تکذیب کی پس اگر متاع مذکور قائم ہو تو قول مدعی کا مقبول ہوگا اور اگر موجود نہ رہی ہو تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اسیطرح اگر اسکے

شریک نے اقرار کیا کہ اس نے خریدی مگر قبضہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر اُسکے شریک سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اسنے خریدی اور قبضہ کیا تو اُسکا قول قبول ہوگا مگر تلف ہو جانے پر اُس سے قسم لیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر دو شخصون نے چاہا کہ شرکت مفاوضہ قرار دین اور حال یہ ہے کہ دونون مین سے ایک کے پاس مکان و خادم یا عروض ہے اور دوسرے کے پاس کچھ نہین ہے پس دونون نے شرکت مفاوضہ اسطرح قرار دی کہ مفاوضت پر دونون اپنے وجوہ سے کام کرتے تھے اور جو عروض کہ دونون مین سے ایک کیواسطے مین اسکا اپنی شرکت مین کچھ بیان نہین کیا تو شرکت جائز ہوگی اور شرکت مفاوضہ ہوگی اور عروض مذکورہ مخصوص اپنے مالک کے ہونگے اور یہ شرکت وجوہ ہے اور اسیطرح اگر دونون مین سے ایک کیواسطے سونے کے پتر بے سکہ ہون اور باقی مسئلہ بحالہا ہووے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور رہی شرکت اعمال تو جیسے دو درزی ہون یا دو سونار ہون یا ایک درزی اور دوسرا سونار ہو یا موچی ہو کہ دونون بغیر مال کے شرکت کرین اس شرط پر کہ دونون شریک لوگون سے کام لیونگے پھر کمائی دونون مین مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ کام قبول کرنے مین ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہوگا اور قبول اعمال کی توکیل جائز ہے خواہ وکیل اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہو یا نہ دے سکتا ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ پھر یہ شرکت کبھی مفاوضت ہوتی اور کبھی عنان ہوتی ہے چنانچہ اگر شرکت مین لفظ مفاوضت کا یا معنی مفاوضت کے بیان کیے بایں طور کہ دو سونارون نے شرکت اس شرط سے کی کہ دونون اعمال کو قبول کرین اور دونون کے دونون ان اعمال مین یکسان ضامن ہون اور نفع اور گھٹی مین دونون مساوی ہون اور بسبب شرکت کے جو کچھ دونون مین سے کسی پر لاحق ہو اُسکا دوسرا کفیل ہو تو یہ مفاوضت ہے اور اگر کام اور اجرت مین باہم کمی بیشی شرط کی بایطور کہ دونون نے کہا کہ اُس ایک پر دو تہائی کام اور اس دوسرے پر ایک تہائی کام ہے اور اجرت اور گھٹی بھی دونون پر اسی حساب سے ہے تو یہ شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر صریح لفظ عنان ذکر کر دیا تو بھی شرکت عنان ہے اور اسی طرح اگر شرکت کو مطلق رکھا تو بھی شرکت عنان ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر دونون نے مفاوضت نہ کی ولیکن مطلق شرکت قرار دی تو بعض احکام کے حق مین شرکت عنان رکھی جائیگی چنانچہ اگر دونون مین سے ایک نے صابون یا اشنان وغیرہ کہ جو تلف ہو چکے ہین اُنکے قرض کا اپنے اوپر اقرار کیا یا کسی ایسے کام نقلہ کے یا کسی مزدور کی مزدوری کا یا کرایہ مکان کا جسکی مدت گذر چکی ہے اقرار کیا تو وہ اپنے شریک کے حق مین تصدیق نہ کیا جائیگا الا بگواہی اور بدون گواہی کے خاصۃً اسی پر لازم ہوگا اور بعضے احکام مین مفاوضت اعتبار کیجائیگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ان مین سے ایک کو یا دونون کو کوئی کام دیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور ان دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کام کی اُجرت کا مطالبہ کرے اور اُسنے دونون مین سے جسکو دیدی اُجرت سے بری ہو جائیگا اور دونون مین سے جسپر کام کی ضمان واجب ہوئی اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے شریک سے اُسکا مطالبہ کرے پس یہ شرکت ان احکام کے حق مین استحساناً مفاوضہ اعتبار کی گئی اگرچہ سوائے اسوجہ کے اور صورت مین ظاہر الروایۃ کے موافق مفاوضہ نہین اعتبار کی گئی ہے ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک کے ہاتھ سے کام مین چیز کو نقصان پہونچا تو اُسکا تاوان دونون پر واجب ہوگا

بدین طریق کہ صاحب عمل کو اختیار ہے کہ اس تمام ضمان کے واسطے دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط مین ہے
اور ہرگاہ یہ شرکت عنان ہو تو اُس ضمان کے واسطے وہی ماخوذ ہوگا کہ جس نے سبب ضمان کیا ہے نہ اُسکا شریک بوجب
مقتضیٔ وکالت کے اور عدم کفالت کے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی
دونون مین نصفا نصف ہوگی خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان ہو اور اگر حال تقبیل اعمال مین باہم نفع مین کمی بیشی شرط کر لی
تو جائز ہے اگرچہ دونون مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ کام کرنے والا ہو یہ سراج وہاج مین ہے اور امام ابو یوسفؒ
سے روایت ہے کہ اگر دونون مین سے ایک شریک بیمار ہو گیا یا سفر کو گیا یا بیکار اوقات گذاری اور دوسرے نے کام کیا تو
اُجرت دونون مین مساوی ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کو کام لینے والے سے مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور وہ جسکو دیدیگا
بری ہو جائیگا اگرچہ دونون کی شرکت بمفاوضہ نہ ہووے اور یہ استحسان ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور اسی طرح جو کام سفر
کرنے والے نے کیا اسکی اُجرت کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ دونون مین سے ہر ایک نے جو کام تقبل کیا ہے اسکا کرنا دونون پر
واجب ہے پس جب تنہا ایک نے یہ کام کر دیا تو دوسرے کے واسطے مددگار رہا یہ سراج وہاج مین ہے۔ باپ اور بیٹا ایک
ہی صنعت کا کام انجام دیا کرتے ہین اور دونون مین سے کسی کا مال نہین ہے تو پوری کمائی باپ کی ہوگی جب کہ
بیٹا اُسکے عیال مین سے ہو اسواسطے کہ بیٹا اُسکا معین ہوا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر بیٹے نے درخت جمایا تو وہ باپ کا ہوتا ہے
اور اسی طرح جورو و مرد مین ہے کہ اگر دونون کے پاس مال نہ تھا پھر دونون کی کوشش و کام سے بہت مال جمع ہو گیا تو یہ شوہر کا
ہوگا اور جورو اُسکی معینہ ہوگی لیکن اگر عورت کا کام و کمائی علیحدہ ہو تو وہ اسی کا ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور جورو نے جسقدر شوہر
کی روئی کاتی اور شوہر نے کورا اُسکا کپڑا بنا ہے وہ بالاجماع شوہر کا ہوگا یہ فتاوی عمادیہ مین ہے۔ اور اگر دونون نے کام برابر شرط
کیا اور مال مین تہائی تو استحسانا جائز ہے یہ عینی شرح کنز مین ہے اور یہی تبیین و ہدایہ و کافی مین ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج مین ہے
اور اگر دونون نے باہم ایک کے واسطے زیادہ نفع کی شرط کی حالانکہ کام اُسکے ذمہ کم ہے تو اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ نہر الفائق و ظہیریہ
مین ہے۔ اور اگر دونون نے شرکت کی اور کمائی باہم اپنے درمیان تین تہائی شرط کر لی اور کام کو بیان نہ کیا تو یہ جائز ہے اور
کمائی کی کمی بیشی کی تصریح کر دینا ہی کام کی کمی بیشی کے واسطے بیان ہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور رہی وضیعت تو دونون کے
درمیان ضمان ہی کے قدر پر ہوگی یہ بدائع مین ہے اور اگر دونون نے یہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ دونون قبول کرین ہین اُسکا دو تہائی
کام دونون مین سے خاص اُسپر اور ایک تہائی اُس دوسرے پر رہیگا اور وضیعت دونون پر نصفا نصف ہوگی تو شرکت
عمل دونون کی شرط کے موافق ہوگی مگر شرط وضیعت باطل ہے اور وضیعت اُسی حساب سے ہوگی جسقدر دونون نے قبول کام
مین شرط کی ہے یہ سراج وہاج مین ہے۔ ایک نے اپنا کپڑا ایک درزی کو دیا کہ اُسکو خود سی دے اور اُس درزی کا
درزی گری مین ایک شریک مفاوض ہے۔ تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جب تک دونون مین مفاوضت باقی ہے دونون
مین سے جس سے چاہے کام کا مطالبہ کرے اور جب دونون جدا ہو گئے یا وہ مر گیا جسنے کپڑا لیا تھا تو دوسرا کام کیواسطے ماخوذ ہوگا
کذا فی المبسوط بخلاف اسکے اگر کپڑے کے مالک نے اُسپر یہ شرط نہ کی ہو کہ خود سی دے اور پھر دونون جدا ہو گئے تو دوسرا
شریک اُسکے سینے کیواسطے ماخوذ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور نوادر مین امام ابو یوسفؒ سے مذکور ہے کہ اگر دونون مین فسخ

ایک پر ایک شخص نے ایک کپڑے کا جو دونون کے پاس ہے دعوے کیا پس ایک نے دونون مین سے اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکا اقرار اسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور کپڑا دیکر اجرت دے لیگا یہ استحسان ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر کپڑے مین شگاف ہو کہ جسکی نسبت دونون مین سے ایک نے اقرار کیا کہ یہ ہماری کندی کرنے کیوجہ سے ہوئی اور دوسرے نے سرے سے طالب کے واسطے کپڑا ہی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کپڑا ہمارا ہے تو اقرار کرنے والے کے اقرار کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ اگر وہ طالب مذکور کے لیے اقرار کرتا کہ یہ کپڑا اسکا ہے تو تصدیق کیجاتی۔ اور اگر اقرار کرنے والے نے بعد انکار اول کے جو ذکر کیا گیا ہے کسی دوسرے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ کپڑا اسکا ہے تو دوسرے کے واسطے اسکا اقرار طالب اول کیواسطے کپڑے کا اقرار ہوگا اور کپڑے کے حق مین دوسرے کے واسطے اسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر اپنی ذات پر تاوان کے حق مین اسکی تصدیق کیجائیگی یعنی دوسرے مدعی کے واسطے ضامن ہوگا و لیکن اسمین سے کچھ اپنے شریک سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے کسی تلف شدہ کپڑے کی نسبت کسی شخص کیواسطے اقرار کیا کہ اسکا کپڑا تھا کہ ہم دونون کے فعل سے تلف ہوا ہے اور دوسرا اس سے منکر ہے تو ضمان خاصۃً اسی مقر پر واجب ہوگی اور اسی طرح اگر دونون مین سے ایک نے ثمن صابون یا اشنان تلف شدہ کے قرضہ ہونے کا یا مزدور کی اجرت یا اجارہ مکان کی اجرت جسکی مدت گذر چکی ہے قرضہ ہونے کا اقرار کیا تو بدون گواہون کے اسکے اقرار کی تصدیق اسکے شریک کے حق مین نہ کیجائیگی بلکہ یہ ضمان خاصۃً اسی پر واجب ہوگی اور اگر اجارہ گذرا نہ ہو اور مبیع تلف نہ ہوگئی ہو تو یہ دونون پر لازم ہوگا اور اسکا اقرار اسکے شریک پر بھی نافذ ہوگا الا اس صورت مین کہ شریک مذکور یہ دعوی کرے کہ یہ چیزین بغیر خرید کے ہماری ہین تو قول اسی کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون نے حاجیون کی کتابین منتقل کرانے مین اس شرط سے شرکت کی جو کچھ اللہ تعالی ہمکو اسمین روزی کرے وہ ہم دونون مین مساوی مشترک ہو تو ایسی شرکت جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر دو معلمون نے لڑکون کو حفظ کرانے یا تحریر سکھلانے یا قرآن پڑھانے مین شرکت کی تو صدر شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی طرح اگر فقہ سکھلانے مین شرکت کی تو بھی جائز ہے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر دونون نے ایسے کام مین شرکت کی جو حرام ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور دلالون کی شرکت کار دلالی مین اور جو لوگ مجلس و تعزیتون مین زمزمہ سے پڑھا کرتے ہین انکی شرکت نہین جائز ہے یہ قنیہ مین ہے اسواسطے کہ یہ فعل ناجائز ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر تین شخصون نے جو ناپنے کا کام کرتے ہین باہم اس شرط پر شرکت کی کہ لوگون سے اناج ناپنے کا کام قبول کرین اور ناپین پس جو کچھ انکو حاصل ہو وہ انمین مساوی مشترک ہو پھر انھون نے اجرت معلومہ پر اناج ناپنے کے واسطے قبول کیا پھر انمین سے ایک مریض ہو کر بیکار ہو گیا اور باقی دونون نے کام کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اجرت مذکورہ ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت انمین سے ایک بیمار ہوا ہے باقی دونون نے اسکا کام کر دینے کو گوارا نہ کیا پس اسکی حضوری مین دونون نے شرکت توڑ دی یا دونون نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہمنے شرکت توڑ دی پھر دونون نے پورا اناج ناپا یا تو دونون کو اجرت مسمی سے دو تہائی ملیگی اور باقی تہائی کے واسطے انکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور وہ اسکے ناپنے مین متطوع یعنی مفت احسان کرنے والے ہونگے اور جو کچھ اجرت دونون نے

شاید ہر اس ملک میں یہ رواج ہوگا کہ درزی ایسا کرتا ہوگا جیسے یہاں لوہا پھیر دیتا ہے ۱۲ اور دوسرا جو اقرار کرتا ہے گواہ لاوے تاکہ تنہا ضمان سے بری ہو ۱۲ منہ ۱۳ یعنی جو کچھ مزدوری قرارداد ہو چکا وہی ملے گا ۱۲ منہ

لیجے

باقی ہی اسمین تیسرا شریک نہوگا۔ اور اسی طرح اگر تین شخصون نے جو باہم شرکت پر نہین ہین کسی شخص سے ایک کام بعوض کچھ اُجرت معلومہ کے قبول کیا پھر ان مین سے ایک نے تنہا یہ کام پورا کر دیا تو اسکو تہائی اُجرت ملے گی اور دو تہائی باقی مین وہ متطوع ہوا اس جہت سے کہ کام لینے والے کو یہ اختیار نہین ہے کہ ان مین سے ایک ہی سے پورے کام کا مواخذہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ تین نفرون نے جنھون نے باہم شرکت تقبل نہین قرار دی ہے کسی سے کچھ کام لیا پھر انمین سے ایک ہی نے اگرچہ پورا کام انجام دیدیا تو اسکو تہائی اُجرت ملے گی اور باقی دونون کے واسطے کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خیاط اور اُسکے شاگرد دونون نے سلائی مین اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کردے اور شاگرد سیا کرے اور اُجرت دونون مین نصفا نصف ہو یا دو جولاہون نے اس شرط سے کہ ایک تانا بانا درست کر دیا کرے اور دوسرا بُن دیا کرے تو چاہیئے کہ یہ شرکت صحیح ہو جیسے درزی و رنگریز کی شرکت صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر کسی کاریگر نے اپنی دوکان پر ایک شخص کو بٹھلایا کہ آدھے پر اسکو کام دیتا ہے تو استحساناً جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ اگر شاگرد نے کام لیا تو جائز ہے اور اگر صاحب دکان نے کام کیا تو جائز ہے حتی کہ اگر دکان والے نے یون کہا کہ قبول مین ہی کیا کرونگا اور تو قبول مت کر اور مین تجھے کام دیا کرون گا کہ آدھے پر کام کر دینا تو یہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔

پانچوان باب۔ شرکت فاسدہ کے بیان مین۔ شرکت فاسدہ وہ ہے کہ جس مین شرائط صحت مین سے کوئی شرط نپائی جاوے یہ بدائع مین ہے۔ جلانے کی لکڑیان لانے اور شکار کر لانے اور پانی لانے مین شرکت کرنا نہین جائز ہے کذا فی الکافی اور اسی طرح خشک گھانس لانے مین اور گداگری کرنے مین بھی شرکت نہین جائز ہے اور جو کچھ دونون مین سے ایک نے شکار کیا یا لکڑیان جمع کر کے لایا یا گداگری سے پایا وہ اُسی کا ہوگا دوسرے کی اُس مین کچھ شرکت نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ایسی چیز مین جو شرعاً مباح ہے مثل ہری گھانس لانے یا پہاڑون سے انجیر و اخروٹ و پستہ وغیرہ پھل لانے مین بھی شرکت نہین روا ہے اور اسی طرح مباح زمین سے مٹی لانے اور اُسکے فروخت کرنے یا گچ یا نمک یا برف یا سرمہ یا جاہلیت کے دفینہ[1] وغیرہ مین شرکت نہین جائز ہے جب کہ یہ چیزین بطور مباح ہون اور اسی طرح اگر دو شخصون نے شرکت کی کہ غیر مملوک مٹی سے عمارت بناوین یا پختہ اینٹین پکاوین تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر مٹی یا چونا وغیرہ کسی کی مملوک ہو اور دو آدمیون نے شرکت کی اس قرارداد پر کہ دونون خرید کر پکا کر اسکو فروخت کرین۔ تو جائز ہے اور یہ شرکت وجوہ ہے یہ خلاصہ مین ہے اور مباحات مین سے جو جسکے ہاتھ آگئی ہے وہ اسی کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دونون نے ساتھ ہی اسکو لیا تو دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے لی اور دوسرے نے کچھ کام نہ کیا تو سب کام کرنیوالے کی ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر دوسرے نے اسکو کسی چیز کے لینے مین مدد دی تو مددگار کو اسکا اجر المثل ملے گا مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس چیز کے نصف ثمن سے تجاوز نہ کریگا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے پورا اجر المثل ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر جال وغیرہ مانند پھیلانے اور قائم کرنے مین مدد کی مگر جال مین ایسا کوئی جانور

[1] ظاہر مراد یہ ہے کہ اگر ہم مین سے کسی کو دفینہ جاہلیت ملے تو وہ ہم دونون کے درمیان مشترک ہے ۱۲ منہ

جانور نہ ملا جسکی کچھ قیمت ہو تو مددگار کو بلا خلاف اجر المثل ملیگا چاہے جسقدر ہو یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر دونون نے اپنے لیے ہوئے کو خلط کر دیا تو جس قرارداد پر دونون متفق ہوئے اسی پر یہ مخلوط ہوگا اور اگر دونون کسی پر متفق نہین ہوئے تو ایک نصف تک مین ہر ایک کا قول اپنے ساتھی کے دعوی پر قسم کھانے کے ساتھ قبول ہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر دونون نے اُسکو خلط کر کے دونون نے اُسکو فروخت کر دیا پس اگر یہ چیز ناپی یا تولی جاتی ہو تو جسقدر ہر ایک کا حصہ کیل یا وزن سے تھا اُسی حساب سے ثمن دونون مین تقسیم کیا جائیگا اور اگر یہ چیز قیمتی ہو یعنے ہر ایک کی قیمت علٰحدہ ہوا کرتی ہے اور مثلی نہین ہے تو جسقدر ہر ایک کے حصہ کی قیمت تھی اسی حساب سے ثمن تقسیم ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور اگر پیمانہ یا وزن یا قیمت معلوم نہ ہوئی تو اس چیز کے نصف تک مین ہر ایک کا قول جسقدر وہ دعوی کرتا ہے مع قسم کے اپنے ساتھی کے دعوی پر قبول ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور نصف سے زائد مین دعوی شریک پر قسم کے ساتھ بھی اُسکا قول قبول نہوگا الا آنکہ اپنے دعوی پر گواہ لاوے یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور اگر دونون[1] نے شکار کرنے مین باہم شرکت کی اور دونون کا ایک کتا ہے کہ اُسکو دونون نے چھوڑا یا جال ہے جسکو دونون نے اُسکو پھیلایا تو اسکا شکار دونون مین مشترک ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کتا فقط ایک ہی کا ہو اور وہ اُسکے قبضہ مین ہو پھر اُسکو دونون نے رہا کیا تو جو شکار اس کتے نے پکڑا وہ کتے کے مالک کا ہوگا لیکن اگر کتے کے مالک نے اپنے کتے کی منفعت دوسرے کیواسطے کر دی ہو یعنی عاریت دیا ہو پس کتے نے شکار کیا تو پورا شکار اُسکا ہوگا جسکو عاریت دیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دونون مین سے ہر ایک کا ایک ایک کتا ہو اور ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور دونون کتون نے ایک شکار پکڑا تو یہ شکار دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اگر ہر ایک کے کتے نے علٰحدہ علٰحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جسکے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ سراج وہاج مین ہے۔ اور اگر ایک کے کتے نے ایک شکار پکڑا اور اسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کے کتے نے آکر اس کتے کی مدد کی تو شکار اسکا ہوگا جسکے کتے نے اول گھائل کر دیا ہے اور اگر اول کتے نے گھائل نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرا کتا پہونچا اور دونون نے شکار کو گھائل کیا تو دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو آدمیون نے شرکت کی اور ایک کے پاس بیل[2] یا خچر ہے اور دوسرے کے پاس پکھال ہے بدین قرارداد کہ اس پکھال مین بھر کر اس بیل پر لاد کر پانی لادین اور جو کمائی ہو وہ دونون مین مشترک ہو تو شرکت صحیح ہوگی اور کمائی کل اسی کی ہوگی جو پانی لایا ہے اور اسپر واجب ہوگا کہ ایسے پکھال کی جو اجرت ہوتی ہو وہ پکھال والے کو دے بشرطیکہ پانی لانے والا وہ ہو جو بیل کا مالک ہے اور اگر پکھال والا پانی لایا اور یہ کام کیا ہے تو اسپر واجب ہوگا کہ بیل والے کو بیل کا اجر المثل دیدے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک کے پاس خچر اور دوسرے کے پاس اونٹ ہے اور دونون نے باہم شرکت کی بدین شرط کہ دونون کو اجارہ پر دین اور جو کچھ اجرت آوے وہ دونون مین مشترک ہو تو نہین صحیح ہے اور اگر دونون کو اجارہ پر دیدیا تو یہ مال اجارہ دونون مین خچر کے اجر المثل و اونٹ کے اجر المثل کے حساب سے دونون پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اسیطرح اگر فقط خچر کو اجرت پر دیا تو پوری اجرت خچر والے کی ہوگی

[1] قال المترجم یہ بظاہر شرکت ہو ورنہ درحقیقت جو شرکت کہ صید کرنے مین ناجائز بتلائی ہو وہ نہین ہے کیونکہ دونون نے یہ کام کیا اور وہان ہر ایک نے شکار کیا ہے تو بعد وہ شریک ہوا فافہم منہ [2] اصل مین خچر مذکور ہے مگر مترجم نے بیل کا لفظ کر دیا بسبب رواج ملک و فہم عوام کے ۱۲ منہ

اونٹ والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر دوسرے نے اجارہ دہندہ کی لادنے اور منتقل کرنے مین مدد کی تو جسنے مدد کی ہی اسکو اُسکا اجرالمثل ملیگا مگر نصف مقدار اجرت سے جو قرار پائی ہی امام ابویوسفؒ کے نزدیک زیادہ نہ دیا جائیگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اجرالمثل جلہے جس مقدار تک پہونچے دیا جائیگا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر دونون نے جانور کے ساتھ اپنا کام کرنا مثل اسکو ہانکنے ولادنے وغیرہ کے شرط کیا تو تمام اُجرت مذکورہ دونون کے جانورون کے اجرالمثل اور خود دونون کے اجرالمثل پر تقسیم کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم مین ایک مثال ذکر کرتا ہون اس جنس کے مسائل کی تقسیم قیاس کرنی چاہیے زید کا خچر بکر اونٹ دونون نے شرکت فاسدہ بر شرائط مذکورہ بالا کے (۱۰۲) روپیہ کو اجارہ پر دیا اور کام اپنے اپنے ذمہ شرط کیا پس زید نے لادا بکر نے ہانکا اور کام پورا کیا اور اجرت مذکورہ حاصل کی تو نصفا نصف موافق شرکت کے نہ ہوگی اسواسطے کہ شرکت فاسدہ ہی پس خچر کے اجرالمثل و اونٹ کے اجرالمثل و زید کے کام کے اجرالمثل و بکر کے کام کے اجرالمثل پر تقسیم ہوگی پس فرض کرو کہ ایسے خچر کی مزدوری اتنی دور تک دس من بار پہونچانیکی (۸) روپیہ ہی اور اونٹ کی بدین نظر (۱۶) روپیہ ہی اور زید نے جیسا کام کیا ہی اُسکی مزدوری (۶) روپیہ ہوا کرتی ہی اور بکر نے جیسا کام کیا ہی اُسکی مزدوری (۱۰) روپیہ ہوتی ہی پس زید کے جانور کا اور اُسکا اجرالمثل ملاکر (۱۴) روپیہ اور بکر کے جانور کے اور اُسکے اجرالمثل کا مجموعہ (۲۶) ہوئے کہ تمام مجموعہ (۴۰) ہوا پس اگر اُجرت کل (۴۰) ہوتی تو زید کو (۱۴) اور بکر کو (۲۶) ملتے چونکہ اجرت کل (۱۰۲) روپیہ ہی لہذا زید کے (۳۵۔۷) ہوئے اور بکر کے (۶۶۔۳) ہوئے کافہم۔ اور اگر دونون نے کچھ بار معلومہ کا باجرت معلومہ کسی مقام پر پہونچانا قبول کیا اور خچر و اونٹ کو اجارہ پر نہین دیا پھر دونون نے اُسی خچر و اونٹ پر لادکر پہونچایا جن کی طرف عقد شرکت کو مضاف کیا ہی تو اُجرت دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ وجوب اُجرت کا سبب اس مقام پر بار مذکور پہونچانے کا قبول کرنا ہی اور اس مین دونون برابر ہین چنانچہ اگر بار پہونچانا قبول کرکے اپنی اپنی گردنون پر لادکر پہونچاتے تو اجرت دونون مین نصفا نصف ہوتی اور مضمون پر بمقدار اجرالمثل نہ ہوتی پس ایسا ہی اس مقام پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون مین سے ایک کے پاس جانور بار برداری اور دوسرے کے پاس اُسکا پالان اور گون ہو اور دونون نے اس شرط سے شرکت قرار دی کہ دونون اس جانور کو اجارہ پر دین بدین شرط کہ مزدوری دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہی یہ مبسوط مین ہی پھر اگر جانور مذکور کسی مقام تک اناج پہونچانے کے واسطے اجارہ دیا پھر انھین ادوات کے ذریعہ سے دونون نے اناج مذکور وہان پہونچایا تو پوری اُجرت مالک جانور کی ہوگی اور جانور کے اجرالمثل و پالان و گون کے اجرالمثل پر تقسیم نہ ہوگی اور اگر دونون نے اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اناج پہونچانیکی مزدوری قبول کرین بدین شرط کہ یہ اپنے ادوات سے کام کرے اور وہ اپنے ادوات سے کام کرے تو اس مین یہ اجرت دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اُسکے جانور اور دوسرے کی اکاف و گون کے واسطے کچھ اُجرت نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنا جانور ایک شخص کو دیا تاکہ وہ اجارہ پر دیا کرے بدین شرط کہ اجرت دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہی پس اگر اس شرکت پر اُسنے جانور کو کرایہ پر دیا تو پوری اُجرت مالک جانور کی ہوگی اور دوسرے کے واسطے اُسکا اجرالمثل ہوگا۔ اور اگر کسی کو اپنا جانور دیا کہ اُسپر کپڑا یا اناج لادکر فروخت کیا کرے بدین شرط کہ منافع دونون مین

نصفا نصف ہوگا تو شرکت فاسد ہوگی بمنزلہ شرکت عروض کے اور جب شرکت فاسد ہوئی تو نفع تمام اُسی کا ہوگا جسکا اناج و کپڑا ہی اور جانور والے کو اُسکا اجر المثل ملیگا اور مکان و کشتی اس معاملہ شرکت مین مثل جانور کے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اسی طرح اگر دوسرے کو جال دیا کہ اُس سے مچھلیاں شکار کرے بدین شرط کہ مچھلیاں دونون مین نصفا نصف ہونگی تو تمام مچھلیاں شکار کرنے والے کی ہونگی اور جال والے کو اُسکا اجر المثل ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دو کندی کرنے والون مین سے ایک کے پاس ادوات کندی گری ہون اور دوسرے کے پاس مکان ہی پس دونون نے شرکت کی کہ دونون اس ایک کے ادوات سے دوسرے کے مکان مین کار کندی گری انجام دین بدین شرط کہ کمائی دونون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہوگا یہ سراج وہاج مین لکہا ہی۔ اور اسی طرح ہر حرفہ مین یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک کی طرف سے کام اور دوسرے کی طرف سے کندی گری کے ادوات ہونے پر شرکت کی تو شرکت فاسد ہی اور جو کمایا ہی وہ کام کرنے والے کا ہوگا اور اُسپر ان ادوات کا اجر المثل واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور یتیمہ مین مذکور ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ تین یا پانچ حمال ہین اُنھون نے شرکت کی بدین شرط کہ بعض ان مین سے گون بھرین اور بعضے گیہون اُسکے مالک کے گھر پہونچا دین اور بعضے گون کا منھ پکڑ کر پیٹھ پر لادین اس شرط سے کہ جو کچھ اُس سے حاصل ہو وہ ان سب کے درمیان مساوی مشترک ہو تو فرمایا کہ یہ شرکت نہین صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کرم پیلہ کے انڈے اور شہتوت کے پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو بدین شرط کہ بچے دونون کے درمیان نصفا نصف ہون یا کمی بیشی کے ساتھ ہون تو یہ نہین جائز ہی اور نیز اگر کام بھی دونون کے ذمہ شرط ہو تو بھی نہین جائز ہی۔ اور جب جائز ہی کہ انڈے دونون کی طرف سے ہون اور کام اور پرداخت بھی دونون کے ذمہ ہو پھر اگر اس شخص نے جس نے پتے دیے ہین کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوے مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کرم پیلہ کے انڈے دوسرے کو دیے کہ وہ انکی پرداخت کرتا رہے اور شہتوت کے پتے کھلاتا رہے بدین شرط کہ جو حاصل ہو وہ دونون مین مشترک ہوگا پس اس شخص نے برابر پرداخت کی یہان تک کہ انڈے پک کر بچے نکلے تو سب کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے ہین اور جسنے پرداخت کی ہی اُسکے واسطے دوسرے پر کام کا اجر المثل اور شہتوت کے پتون کی قیمت جو اُسنے کھلائے ہین واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر انڈے اور پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو تو کرم پیلہ اُسی کے ہونگے جسکے انڈے تھے اور دوسرے کو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ سراجیہ مین ہی اور اسی طرح اگر کام دونون کی طرف سے ہو تب بھی شرکت روا نہ ہوگی اور یہ جب ہی جائز ہی کہ جب انڈے دونون کے اور کام دونون پر ہووے پھر اگر پتے دینے والے نے کام نہ کیا تو کچھ مضر نہین ہی چنانچہ شیخ خجندی نے صریح بیان کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور علی ہذا اگر اپنی گائے کسی آدمی کو دی کہ اُسکو اپنے پاس سے چارہ دیا کرے بدین شرط کہ جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا تو شرکت روا نہین ہی اور جو کچھ پیدا ہوا وہ گائے کے مالک کا ہوگا اور اس شخص کو اُسکے چارہ کا مثل اور اُسکی پرداخت کا اجر المثل ملیگا اور علی ہذا اگر مرغی یعنے ماکیان کسی شخص کو دی کہ دانہ دیا کرے

اور شرط کرلی کہ انڈے دونون مین نصفا نصف ہونگے یعنی کہا کہ تو یہ مرغی لیجا اور اسکو اپنے پاس سے دانہ دیا کر بدین شرط کہ اسکے انڈے دونون کے درمیان نصفا نصف ہونگے تو بھی یہی حکم ہی اور اس مین حیلہ یہ ہی کہ نصف گاے یا نصف مرغی یا نصف کرم پیلہ کے انڈے اس شخص کے ہاتھ بعوض ثمن معلوم کے فروخت کردے حتی کہ گاے یا مرغی یا پیلہ کے انڈے دونون مین مشترک ہوجاوین پھر جو کچھ حاصل ہوگا وہ دونون مین شرکت سے ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور ہر شرکت جو فاسد ہو تو اُس مین نفع بحساب مقدار راس المال کے ہوگا چنانچہ اگر ہزار ایک کے اور دو ہزار دوسرے کے ہون تو نفع دونون کے درمیان تین تہائی ہوگا اور اگر دونون نے باہم نصفا نصف منافع شرط کیا ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے مثل اسکے ہو جو دوسرے کے واسطے ہی پھر باہم تین تہائی نفع شرط کیا تو نفع کی کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی بلکہ نفع دونون کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اسواسطے کہ نفع کا وجود تابع مال کے ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور واضح ہو کہ بعضی فاسد شرطون سے شرکت باطل ہوجاتی ہی اور بعض سے نہین باطل ہوتی ہی چنانچہ اگر کمی بیشی کلام کی باہم شرط کی تو شرکت باطل نہوگی اور اگر ایک کے واسطے دس درم نفع زائد شرط کیا تو شرکت باطل ہوگی اگرچہ در واقع یہ دونون شرطین فاسد ہین یہ ذخیرہ مین ہی اور ہر دو شریک مین سے ایک کے مرنے سے شرکت باطل ہوجاتی ہی خواہ دوسرے شریک کو اُسکا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اور موت کا لفظ یہان اس موت کو بھی شامل ہی جو حکم مین مثل موت کے ہی جیسے مرتد ہوکر دار الحرب مین چلا گیا اور اُسکے چلے جانے کا حکم دیدیا گیا تو یہ حکم موت مین ہی اور اگر اسکے چلے جانے کا ہنوز حکم نہین دیا گیا ہی تو بالاجماع ابھی شرکت منقطع ہوجانے مین توقف ہوگا چنانچہ اگر قبل حکم ہونے کے ہی وہ واپس آیا تو شرکت باقی رہیگی اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا تو منقطع ہوجائیگی یہ نہر الفائق مین ہی اور اگر وہ دار الحرب مین نہین گیا تو شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوگی چنانچہ اگر قاضی نے باطل ہوجانیکا حکم نہ دیا یہانتک کہ وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا تو شرکت مفاوضہ عود کریگی اور اگر وہ مر گیا تو شرکت مفاوضہ اُسکے مرتد ہونیکے وقت سے باطل قرار دیجائیگی پھر جب شرکت مفاوضہ بطور توقف منقطع ہوئی تو پھر آیا عنان ہوکر باقی رہیگی یا نہین سو اس مین اختلاف ہی امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہین اور صاحبین رح کے نزدیک عنان ہوکر باقی رہیگی چنانچہ اُسکو طحاوی نے ذکر فرمایا ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے کوئی مرا نہین بلکہ دونون مین سے ایک نے شرکت کو فسخ کردیا مگر دوسرے شریک کو اسکے فسخ کا علم نہوا تو شرکت فسخ نہوجائیگی اور اگر اسکو علم ہوگیا تو دو صورتین ہین کہ اگر شرکت کا راس المال نقد درم و دینار ہون تو شرکت فسخ ہوجائیگی اور اگر اسباب و عروض ہو تو طحاوی نے ذکر کیا کہ وقت فسخ سے فسخ نہوگی کذا فی الخلاصہ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فسخ ہوجائیگی اگرچہ راس المال اسباب و عروض ہو اور یہی مختار ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر ایک شریک نے شرکت ہونے سے انکار کیا حالانکہ مال شرکت اسباب و عروض ہی تو یہ انکار شرکت کا فسخ ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر شریک تین شخص ہون جن مین سے ایک مر گیا حتی کہ اُسکے حق مین شرکت فسخ ہوگئی تو باقیون کے حق مین فسخ نہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ مین تیرے ساتھ شرکت پر کام نہ کرونگا تو یہ بمنزلہ اسکے ہی کہ کہا کہ مین نے تجھ سے شرکت فسخ کردی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر تین شخص باہم شریک مفاوض ہون جن مین سے ایک غائب ہوگیا اور باقی دو دوسرون نے یہ چاہا کہ باہم شرکت کو توڑ دین تو بدون موجودگی غائب مذکور کے انکو ایسا اختیار نہین ہی اور بعض بدون بعض کے نہین توڑ سکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہے

چھٹا باب متفرقات کے بیان مین ہی۔ دو شریکون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اُسکی اجازت کے ادا کرے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ میری طرف سے زکوٰۃ مال ادا کر دے پھر دونون نے ایک ہی وقت مین اپنی و اپنے شریک کی زکوٰۃ ادا کی تو دونون سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ اسکو دوسرے کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی الکافی اور اگر دونون نے آگے پیچھے ادا کی تو پچھلا ادا کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اُسکو اپنے شریک کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام رضی اللہ عنہ کا قول ہی کذا فی النہر الفائق اور اس مین اشارہ ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف ہی اور اسی اختلاف پر وکیل باداے زکوٰۃ و کفارات کا حکم ہی یعنی کسی کو اپنی زکوٰۃ یا کفارات ادا کرنے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے ساتھ وقت مین یا اس سے پہلے خود ادا کر دی پھر وکیل نے ادا کی تو امام اعظم رح کے نزدیک وکیل ضامن ہوگا خواہ جانتا تھا کہ موکل نے ادا کر دی ہی یا نجانتا تھا بخلاف قول صاحبین رح کے یہ تبیین مین ہی مگر جو شخص کہ احصار حج سے قربانی کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اُسنے احصار دور ہو جانے اور موکل کے حج کر لینے کے بعد ذبح کیا تو وکیل مذکور بالاجماع ضامن نہوگا خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہو گیا تھا یا نہین ہوا تھا یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور ہر قرضہ کہ دو شخصون کا ایک شخص پر حقیقی اور حکمی بسبب واحد سے واجب ہوا وہ دونون کے درمیان مشترک ہوگا چنانچہ اگر ایک نے اُس مین سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول شدہ مین اُسکا مشارک ہو جاوے یہ محیط مین ہی۔ اور جب کوئی قرضہ جو دو شخصون کا مشترک کسی شخص پر ہی خواہ کسی ایسے غلام کے دام ہین جو دونون مین مشترک تھا اور اُسکو دونون نے فروخت کیا ہی یا دونون نے اُسکو نقد اپنے مشترک ہزار درم قرض دیے ہین یا اس شخص نے ان دونون کا مشترک تھان کپڑے کا تلف کر دیا جسکا تاوان واجب ہی یا کسی میت کا قرضہ اس شخص پر تھا جسکو ان دونون نے میراث پایا ہی پھر ان مین سے ایک نے اس قرضہ سے اپنا حصہ یا تھوڑا قرضہ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اسکے ساتھ وصول شدہ مین شریک ہو کر بعینہ وصول کردہ کا اس سے نصف بٹالے خواہ جو وصول کیا ہی یہ مال قرض کے مثل ہو یا اس سے کھرا ہو یا کھوٹا ہو یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر وصول کرنیوالے نے چاہا کہ شریک دیگر کو وصول کردہ کے سواے دوسرے مال سے دیدے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی الا اُسوقت کہ شریک مذکور دوسرے مال سے لینے پر راضی ہو جاوے اور اسی طرح اگر شریک مذکور نے چاہا کہ وصول کرنے والے سے اپنا حصہ دوسرے مال سے سواے مقبوضہ کے لے لون تو اسکو بھی یہ اختیار نہوگا الا برضامندی وصول کنندہ کذا فی الذخیرہ ولیکن جسنے وصول نہین کیا ہی اُسکو یہ اختیار ہی کہ چاہے اسقدر مال کو جسکو وصول کرنیوالے شریک نے وصول کیا ہی اُسی کو مسلم کر دے اور اپنے حصہ کے واسطے قرضدار کا دامن گیر ہو کر اُس سے وصول کرے پھر جب اُسنے قرضدار کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو جو کچھ شریک نے وصول کیا ہی اُسکا نصف اُس سے نہین لے سکتا ہی جبتک کہ قرضدار پر جو باقی ہی وہ باقی ہو ڈوب نہ گیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر قرضدار پر قرضہ ڈوب گیا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ شریک نے وصول کیا ہی اُس سے نصف وصول شدہ لے لے ولیکن یہ اختیار نہوگا کہ جو اُسنے وصول کیا تھا بعینہ اُسی کا نصف لیلے بلکہ وصول کرنیوالے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے بقدر اُسکے حصہ کے اُسکو دوسرے مال سے دے یہ محیط مین ہی اور اگر جو کچھ شریک نے

وصول کیا ہے وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا تو اپنے حصہ شریک کی ضمان دینا ہوگی ہاں یہ ہوگا کہ اُسنے اپنا حصہ قرض بھر پایا پھر جو کچھ
قرضدار پر رہا ہے وہ اُسکے شریک کا حصہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور
وکیل نے وصول کیا اور مؤکل کے پاس تلف ہوا تو مؤکل کا حصہ گیا اور اگر وہ قائم رہا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ
اُس میں شرکت کر کے اپنا حصہ بٹا لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصول کرنے والے نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اپنے قبضہ سے
بانیطور خارج کیا کہ کسی کو ہبہ کر دیا یا اپنے قرضخواہ کو ادائے قرضہ میں دیدیا یا اور کسی وجہ سے اسکو تلف کر دیا تو اس کے
شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا تھا اُسکے نصف کی اُس سے ضمان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مال اب
جسکے پاس بعینہٖ موجود ہے اُسکے قبضہ سے لے لے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اور جسقدر شریک نے اپنے شریک وصول کرنیوالے
کے وصول کیے ہوئے میں سے لیا اسی قدر قرضدار پر اس وصول کنندہ کا قرضہ رہے گا اور جو کچھ قرضدار پر باقی ہے
وہ دونوں میں اُسی قدر کے حساب سے مشترک ہوگا چنانچہ اگر قرضدار پر دونوں کے ہزار درم مساوی ہوں پس ایک نے
پانچسو درم اُس سے وصول کیے پھر شریک دیگر نے اس وصول کرنے والے سے اُس میں سے دو سو پچاس درم اسکا نصف
لے لیا تو وصول کرنے والے کا قرضدار پر باقی کا نصف ہوگا یعنی دو سو پچاس درم اور باقی قرضہ میں جیسے شرکت پہلے
تھی اب بھی باقی رہیگی یہ بدائع میں ہے۔ اور ہر قرضہ کہ دو آدمیوں کے واسطے ایک شخص پر دو سببوں سے جو حقیقۃً و حکماً
مختلف ہیں یا حکماً مختلف ہیں حقیقت میں مختلف نہیں ہیں واجب ہوا تو وہ دونوں میں مشترک نہوگا حتی کہ اگر دونوں
میں سے ایک نے قرضدار سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں شرکت کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو آدمیوں
نے اپنا ایک غلام جو دونوں میں مساوی مشترک ہے بعوض ثمن معلوم کے ایک شخص کے ہاتھ دونوں نے فروخت کیا پھر
دونوں میں سے ایک نے مشتری سے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس وصول شدہ میں شرکت سے بٹا لینے کا
اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کا ثمن علیحدہ بیان کیا پھر ایک نے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو
ظاہر الروایت کے موافق دوسرے کو اُس میں بٹا لینے کا اختیار نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید کا غلام اور بکر کی باندی ہے دونوں نے
ان دونوں کو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا تو جو کچھ وصول کریں اُس میں دونوں شریک ہونگے کذا فی السراجیہ اور اگر
دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مملوک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو پھر ایک نے کچھ وصول کیا تو دوسرا اسمیں مشارک
نہیں ہو سکتا ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو حکم کیا کہ دونوں میرے واسطے
ایک باندی خرید دیں پس دونوں نے اُسکے واسطے باندی خریدی اور اُسکا ثمن ایسے مال سے جو دونوں میں مشترک ہے
ادا کیا یا اپنے اپنے علیحدہ مال سے ادا کیا تو جو کچھ مؤکل سے وصول کریں اس میں کوئی دوسرے کا شریک نہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر زید کا بکر پر ہزار درم قرضہ ہے پھر بکر کی طرف سے عمرو و خالد نے کفالت کی اور مال ادا کر دیا پھر ہر دو کفیل
میں سے ایک نے بکر سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اسمیں مشارکت کا اختیار رہے گا بشرطیکہ دونوں نے اپنے مال شرکت
سے ادا کیا ہو یہ خزانۃ المفتیین منظمیہ میں ہے اور اگر ہر دو کفیل میں سے ایک نے اپنے حصہ کے عوض مکفول عنہ سے
ایک کپڑا خریدا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے کپڑوں کے داموں کا آدھا تاوان لے مگر کپڑے میں شرکت کرنے کی

اسکو کوئی راہ نہین ہے ہان اگر دونون نے باہمی رضامندی سے کپڑے مین شرکت کرنے پر اتفاق کرلیا تو یہ جائز ہے یہ سراج وہاج مین ہے - اور اگر اس نے اپنے حصے کے عوض کوئی کپڑا نہ خریدا بلکہ مطلوب عنہ سے اپنے حصہ کے عوض ایک کپڑے پر صلح کرلی اور اسپر قبضہ کرلیا شریک دیگر نے جو اُسنے وصول کیا ہے اسکا مطالبہ کیا تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے چاہے اسکو نصف کپڑا دیدے اور چاہے اسکے نصف حق کے مثل دیدے یہ بدائع مین ہے - اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ مین جو کچھ قرضدار سے وصول کرون اس مین دوسرے کو شرکت کا اختیار نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضدار اسکو بقدر اسکے حصہ کے مال ہبہ کرکے دیدے پھر یہ شخص اس قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کردے پس جو کچھ اُسنے بطریق ہبہ وصول کیا ہے اس مین دوسرے شریک کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور دوسرا طریق حیلہ کا اس طرح مذکور ہے کہ دو شخصون کا ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہے اور ایک قرض خواہ نے چاہا کہ اپنا حصہ اس طرح وصول کرے کہ اُس مین دوسرے کو شرکت کا اختیار حاصل نہ ہو تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ قرضدار اسکو پانچ سو درم ہبہ کرکے دیدے پھر وہ قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کردے اور شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ قرضدار کے ہاتھ ایک مٹھی کشمش مثلاً بعوض اسقدر ثمن[۲] بیچے کہ جتنا اُسکا اُسپر قرضہ ہے فروخت کرے اور کشمش اسکے قبضہ مین دیدے پھر جو کچھ اُسکا حصہ اُسپر قرضہ ہے اُس سے قرضدار کو بری کردے پھر قرضدار مذکور سے اس کشمش کے دام کا مطالبہ کرے نہ قرضہ کا کذا فی المحیط قال المترجم حیلہ اول اولی و اسلم ہے کیونکہ بیع کی صورت مین اگر مشتری کو بائع نے اپنے حصہ قرضہ سے بری نہ کیا تو دونا قرضدار ہو گیا بخلاف ہبہ کے کہ اُس سے رجوع کرسکتا ہے ولیکن اگر بیع بشرط الخیار للمشتری ہو تو نظر بحق قرضخواہ تامل ہے ولیکن نظر بمدین ہر دو یکسان ہین فافہم - اور اگر دونون مین سے ایک نے قرضدار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کردیا یا اپنا حصہ اسکو ہبہ کردیا تو جائز ہے اور اپنے شریک کیواسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونون مین سے ایک نے قرضدار کو سو درم ہبہ کردیے حالانکہ اسپر دونون کا مساوی مشترک قرضہ ہزار درم ہے پھر قرضہ مین سے کچھ وصول ہوا تو اُس مین سے دونون بقدر اپنے اپنے قرضہ کے بانٹ لینگے یعنی وصول شدہ مقدار کے نو حصہ کرکے چار حصے بری کرنے والے کو اور پانچ حصے دوسرے کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور تجرید مین لکھا ہے کہ اسی طرح اگر کچھ قرضہ وصول کرلینے کے بعد اور آپس مین تقسیم کرلینے کے قبل ایک نے اسطرح یعنی سو درم سے مثلاً اسکو بری کردیا تو بھی وصول شدہ کو بطور مذکورہ بالا تقسیم کرینگے اور اگر تقسیم کرلینے کے بعد دونون مین سے ایک نے قرضدار کو بری کیا ہو تو تقسیم مذکور پوری ہوگئی ہے وہ باقی رہیگی نہین ٹوٹے گی یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر دونون مین سے ایک نے اپنے حصہ کے بابت قرضدار کو تاخیر دیدی تو اس مین اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکا تاخیر دینا نہین روا ہے اور اس مین اختلاف نہین ہے کہ اسکا تاخیر دینا اُسکے شریک کے حصہ مین روا نہین ہے یہ بدائع مین ہے قال المترجم پس صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے اپنے حصہ مین تاخیر دی تو روا ہے اور اسی پر متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس شریک نے جس نے نہین تاخیر دی ہے کچھ وصول کیا تو تاخیر دینے والے کو اُس مین

[۱] قال المترجم ولیکن دوسرے کا شریک کرنا ایسا ہے گویا کہ اول مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُس مین سے نصف فروخت کیا پس احکام مذکورۂ ابواب سابق اس مین جاری ہونگے فافہم ۱۲ منہ

[۲] وہ دام جو بعوض کسی شے مبیعہ کے ہو ۱۲ منہ

شرکت ونباہی کرے کا اسوقت تک اختیار نہوگا جبتک اسکی میعاد آوے پھر جب اسکے قرضہ کی بھی میعاد آئی تو شریک مذکور سے بٹائی کرے گا اگر وصول شدہ اسکے پاس بعینہ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اس سے تاوان لیگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر دوسرے نے کچھ وصول نہ کیا یہان تک کہ تاخیر دینے والے کی مہلت بھی گذر گئی اور میعاد آگئی تو جو حال قبل مہلت دینے کے تھا وہی اب پھر ہو جائیگا چنانچہ اگر دونون مین سے کسی نے کچھ اس سے وصول کیا تو دوسرا اسمین شرکت کر لیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر قرضدار نے اس شریک کو جسنے اپنے حصہ مین تاخیر دیدی ہی سو درم بطور تعجیل وپیشگی کر دیے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس مین سے نصف اس سے لے لے یعنی پچاس درم پھر جب دوسرے شریک نے پچاس درم لے لیے تو اسکو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس سے لے لیا گیا ہی اسکا مثل قرضدار سے بوجہ قرارداد تعجیل سو درم کے پھر لے لے یعنی پچاس درم اسکے حصہ سے جسنے تاخیر نہین دی ہی لے تاکہ سو درم پیشگی ہو جاوین اس جہت سے کہ جس نے تاخیر نہین دی ہی جب اسنے تاخیر دینے والے سے لیا تو اسکے حصہ مین سے اسکے مثل تاخیر دینے والے کے واسطے ہو گیا کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قرضدار نے تاخیر دینے والے کے واسطے اسکے پورے حق کی تعجیل کر دی پھر جسنے تاخیر نہین دی اسنے اس مین سے نصف لے لیا تو تاخیر دینے والے کو اختیار ہوتا ہی کہ جس قدر اس سے لیا گیا ہی اسقدر اپنے شریک کے حصہ سے قرضدار سے لے پس ایسا ہی یہان بھی ہی یہ ذخیرہ مین ہی پھر جب اسکو وصول کیا تو وہ اور اس کا شریک دونون اسکو دس حصہ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ نو حصے اسکا شریک لیگا اور ایک حصہ یہ لیگا یہ ظہیریہ مین ہے دو شخصون کا ایک شخص پر میعادی قرضہ ہی پھر قرضدار نے دونون مین سے ایک کا حصہ قبل میعاد آنے کے ادا کر دیا پس دونون شریکون نے اسکو بانٹ لیا تو جو باقی رہا وہ دونون کے واسطے میعاد پر ملیگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر دو مردون کا قرضہ ایک عورت پر ہی پھر دونون مین سے ایک نے اپنے حصہ کو مہر قرار دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اسکا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر شریک مذکور نے عورت مذکورہ سے پانچ سو درم پر مطلقاً نکاح کیا یعنی یہ قید نہ لگائی کہ ان پانچ سو درم پر جو میرے حصہ کے قرضہ مین ہین تو اسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ نکاح کرنے والے سے اسکا نصف یعنی دو سو پچاس درم لے لے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اپنے حصہ کے بدلے[1] قرضدار سے کوئی چیز اجارہ پر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور یہ بالاجماع ہی یہ سراج وہاج مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک قرضخواہ مین سے ایک پر قرضدار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونون کا اسپر قرضہ واجب ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے اور اس شریک کا ذمہ اس قرضہ سے جو قرضدار کا اس شریک پر پہلا واجب ہی قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار نہوگا کہ جس شریک کا حصہ قصاص ہو گیا ہی اس سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور اگر شریک پر قرضدار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونون کا اسپر قرضہ واجب ہونے کے بعد واقع ہوا ہی اور پھر بطور مذکور قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اپنے شریک مذکور سے رجوع کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اقرار کیا کہ اس قرضدار کا مجھ پر میرے حصہ قرضہ کے برابر قرضہ اسوقت کا ہی کہ جب ہم دونون کا قرضہ اسپر واجب نہوا تھا تو قرضدار مذکور

[1] لہ عوض سامان جسکو ہمارے عرف مین ادلا بدلا بولتے ہین ۱۲

اُسکے حصہ سے بری ہوجائیگا اور اسکا شریک بھی اسکی طرف رجوع نہین کرسکتا ہی- اور اسی طرح اگر ایک شریک نے
قرضدار پر ایسی کوئی جنایت کی جسکا ارش یعنی جرمانہ پانچسو درم ہی اور شریک کا حصہ قرضہ بھی پانچسو درم ہی پس
قصاص مین ساقط ہوا تو بھی اُسکے شریک کو اُس سے کچھ رجوع کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی بشر نے امام ابو یوسف
سے روایت کی ہی کہ اگر ہر دو شریک قرضخواہ مین سے ایک نے قرضدار کو عمداً موضحہ زخم پہونچایا پھر اس سے اپنے حصہ
قرضہ پر صلح کرلی تو اُسپر اپنے شریک کے واسطے کچھ نہین لازم ہوگا اسواسطے کہ شریک مذکور کو کوئی ایسی چیز وصول نہین
ہوئی جس مین مشارکت ممکن ہو یہ بدائع مین ہی- اور قدوری مین مذکور ہی کہ اگر ایک شریک نے قرضدار کا ایسا مال
تلف کیا جسکی قیمت اسکے حصہ قرضہ کے مثل تھی پس باہم تقاصص ہوگیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک
سے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لے لے اور منتقی مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر ایک شریک قرضخواہ نے قرضدار کی
کوئی متاع تلف کردی یا اسکے غلام کو قتل کیا یا اسکے جانور کی کونچین کاٹ ڈالین پھر جو کچھ اسپر تاوان واجب ہوا وہ اُسکے
حصہ قرضہ مین قصاص ہوگیا تو اُسکے شریک کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس شریک سے اپنے حصہ رسدی کو لے کذا فی المحیط و
قال المترجم وہذا ہو الاظہر واللہ اعلم اور اگر شریک مذکور نے لیکر پھر جلادی یا اُس سے غصب کرلی تو ایسی صورت مین بالاجماع
دوسرے شریک کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر بطریق خرید فاسد کے اس سے خرید کر قبضہ کے بعد اسکو کسی
کے ہاتھ فروخت کردیا یا آزاد کردیا یا اسکے پاس مرگیا یا دونون مین سے ایک نے قرضدار سے اپنے حصہ کے عوض کچھ رہن لیا
جو اُسکے پاس تلف ہوگیا تو ایسی صورت مین دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس شریک کو وصول ہوا ہی اُسمین
سے اپنے حصہ رسدی کی اس سے ضمان لے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر ضمان غصب مین غاصب کے پاس یا خرید
فاسد مین مشتری کے پاس یا رہن کی صورت مین مرتہن کے پاس یعنی شریک قرضخواہ کے پاس غلام کی ایک آنکھ کسی
آسمانی آفت سے جاتی رہی تو وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی- اور نوادر بن سماعہ مین امام محمدؒ
سے مذکور ہی کہ اگر دونون قرضخواہ شریکون مین سے ایک نے قرضدار کا غلام عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب ہوا
پس قرضدار نے اس قاتل سے پانچ سو درم یعنے اتنی مقدار پر جس قدر اسکا حصہ قرضہ ہی صلح کرلی تو یہ جائز ہی اور
قرضدار مذکور اس قاتل کے حصہ قرضہ سے بری ہوجائیگا پس شریک دیگر کو جو قاتل نہین ہی اختیار ہوگا کہ قاتل سے شرکت
کرکے اُس سے اس مقدار کا نصف یعنے دو سو پچاس درم لے لے یہ بدائع مین ہی- منتقی مین امام ابو یوسفؒ سے
روایت ہی کہ اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے قرضدار کے لیے اُسکے قرضدار کی طرف سے کفالت کرلی تو اُس کا
حصہ قرضہ اس کفالت مین قصاص ہوجائیگا اور اُسکے شریک دیگر کو بھی اُس سے شرکت کرلے کا اور ضمان لینے کا اختیار
نہ ہوگا پھر اگر اس کفیل نے اپنے مکفول عنہ سے مال کفالت جو اسکی طرف سے اسکے حکم سے ادا کیا ہی وصول پایا تو بھی

سلہ اپنے حصہ کے رسدی یعنی پانچ سو ۱۲ سلہ سر کا ایسا زخم جس سے ہڈی کھلجاوے سو موضحہ ہی اور بعض نے کہا کہ چہرہ و سر دونوں کو شامل ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ سلہ یعنی
متاع لیکر یا غلام غصب کرلیا یا جانور علی ہذا ۱۲ منہ سکہ آسمانی آفت یعنے جس مین اسکا یا اس چیز کا کچھ دخل نہین ہی مثلاً آسمان سے
اولا گرا اور آنکھ پھوٹ گئی یا بیمار رہا اور آنکھ جاتی رہی ۱۲ منہ

اُسکے شریک کو اُسکی طرف رجوع کرکے اس مین مشارکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر قرضدار نے ایک شریک کو اسکے حصہ کے عوض کوئی کفیل دیدیا یا کسی پر اُترائی کرادی تو جو کچھ اس شریک کو کفیل سے یا اُترائی قبول کرنے والے سے وصول ہوگا اُس مین دوسرے شریک کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے دو شخصون کے ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہین پھر دونون مین سے ایک نے قرضدار سے ان پورے ہزار درمون سے سو درم پر صلح کر لی اور انکو وصول کرکے قبضہ کر لیا پھر شریک دیگر نے جو کچھ اُسنے کیا ہے سب کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہے اور اسکو سو درم کا نصف ملیگا اور اگر وصول کنندہ نے کہا کہ یہ درم تلف ہو گئے تو وہ امانت دار تھا کہ اسپر ضمان واجب نہوگی اور قرضدار بھی بری ہو گیا اور اگر شریک دیگر نے فقط صلح کی اجازت دیدی اور یہ نہ کہا کہ جو کچھ اُسنے کیا سب کی مین نے اجازت دیدی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضدار سے پچاس درم وصول کرے پھر قرضدار مذکور اس وصول کرنیوالے سے پچاس درم واپس لے لیگا اور یہ اسوجہ سے ہے کہ صلح کی اجازت دینا قبضہ کرنے کی اجازت نہین ہے - اور اگر دو شخصون کا تیسرے شخص کے قبضہ مین غلام یا مکان ہے پس دونون مین سے ایک نے اُس سے اس مال سے سو درم پر صلح کر لی تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر تیسرا شخص جسکے قبضہ مین غلام ہے وہ اقرار کرتا ہو کہ غلام ان دونون کی ملک ہے تو دوسرا شریک اس صلح کرنیوالے کے ساتھ سو درم مین شرکت نہ کریگا اور اگر وہ اس سے منکر ہو تو شرکت کر سکتا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتین یکسان ہین کہ دونون صورتون مین صلح کرنے والے کے ساتھ اس بدل صلح مین مشارکت نہین کر سکتا ہے الا اس صورت مین کہ غلام مذکور تلف ہو گیا ہو یہ ظہیریہ مین ہے منتقے مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک باندی خریدی اسطرح کہ ایک نے نصف باندی ہزار درم کو اور دوسرے نے نصف باقی باندی ہزار درم کو خریدی پھر دونون نے اُس مین عیب پاکر دونون نے اسکو واپس کیا پھر ایک نے اپنا ثمن جو اپنے حصہ کی بابت دیا تھا وصول کر لیا تو اس مین اسکا دوسرا ساتھی حصہ بٹائی نہین کر سکتا ہے خواہ ابتدا مین دونون نے ثمن کو ملا کر دیا ہو یا علٰحدہ علٰحدہ ہر ایک نے دیا ہو اور اسی طرح اگر باندی مذکورہ کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کرکے لے لی تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہے کہ ایک نے جو اپنا حصہ وصول کیا ہے اس مین دوسرا شرکت نہین کر سکتا ہے اور اگر وہ باندی آزاد نکلی اور حال یہ ہے کہ ابتدا مین دونون نے ثمن ملا کر دیدیا تھا تو اس صورت مین جو کچھ وصول کرنے والے نے وصول کیا ہے اُس مین دوسرا شریک شرکت کر سکتا ہے اور نیز منتقے مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو و بکر ان دونون کا مجھ پر قرضہ ہزار درم ایک باندی کا ثمن ہے جو مین نے ان دونون سے خریدی تھی پس ان مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور دوسرے نے کہا کہ تو نے یہ جھوٹ کہا بلکہ تو نے جن پانچسو درم کا اقرار کیا ہے یہ پانچسو درم میرے گیہون[1] کے دام ہین جو تو نے مجھ سے خریدے تھے پھر قرضدار نے اسکو پانچ سو درم ادا کیے تو دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ جو اُس نے وصول کیا ہے اُس مین شرکت کرے اور قرضدار کا یہ قول کہ یہ مال دونون مین مشترک ہے تصدیق[2] نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - دو شریکون کا ...

[1] اصل مین ثمن البر ہے پس شاید تر جمے گندم ہو جو ہمارے رسالہ ہے جیسا کہ ترجمہ کیگیا یا بزار مجمہ ہو تو بزہو گا جو بمعنے ثوب ہے ثمن البز بمعنے قیمت ثوب ہوگا ۱۲ منہ [2] کہ اس مین وصول پانے والے کا ضرر ہے ۱۲

ہزار درم قرضہ ہو ان دونون مین سے ایک نے دوسرے شریک کے واسطے قرضدار کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت باطل ہو اور اگر اُسنے اسی ضمانت پر دوسرے شریک کو ادا کر دیا تو اُسکو رجوع کر کے واپس لے لیگا اور اگر اُسنے اپنے شریک کے واسطے کچھ ضمانت نہ کی ولیکن بغیر کفالت کے شریک کا حصہ شریک کو ادا کر دیا تو ادائی صحیح ہو اور جب ہر ایک شریک سے دوسرے کو ادا کرنا صحیح ہوا تو جو کچھ شریک دیگر نے ادا کرنے والے سے وصول پایا ہو اس مین ادا کرنیوالا شرکت نہین کر سکتا ہو پھر اگر وہ قرضہ جو قرضدار پر تھا ڈوب گیا تو جو کچھ شریک نے اپنے شریک کی ادائی سے وصول کیا ہو اسکی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر قرضدار یا اجنبی نے ایک شریک کا حصہ اسکو ادا کیا اور دوسرے شریک نے اسمین بٹائی نہ کی بلکہ اسی کے پاس مسلم رکھا پھر جو کچھ قرضدار پر رہا تھا وہ ڈوب گیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ دوسرے نے جو وصول پایا ہو اسکی طرف رجوع کرے اسکے وصول کردہ مین سے حصہ بٹالے یہ ذخیرہ مین ہو۔ علی بن الجعد نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ اگر قرضدار مر گیا اور دونون قرضخواہ دونون شریکون مین سے ایک اسکا وارث ہو اور میت مذکور نے اسقدر مال نہین چھوڑا جس سے ادائے قرضہ کامل ہو سکے تو دونون اس مقدار متروکہ مین حصہ رسد شریک ہو جاوینگے یہ بدائع مین ہو اور اگر تین شخصون کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو پھر انمین سے دو قرضخواہ غائب ہو گئے اور تیسرا قرضخواہ حاضر آیا اور اُسنے قرضدار سے اپنا حصہ طلب کیا تو قرضدار اسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ صغری مین ہو اگر دو آدمیون مین ایک اونٹ مشترک تھا جسپر انمین سے ایک شریک دیہات سے کوئی چیز باجازت اپنے شریک کے لاد کر شہر کو لیچلا اور راہ مین یہ اونٹ گر پڑا پس شریک نے اسکو ذبح کر ڈالا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس اونٹ کی زندگی کی اُمید تھی تو ضامن ہوگا اور اگر اُمید زندگی نہ تھی تو ضامن نہوگا اور اگر شریک مذکور کے سوائے کسی اور نے ذبح کر ڈالا تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ اسکی زندگی کی اُمید ہو یا نہو اور یہی اصح ہو کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر گائے یا بکری کے چرواہے نے گائے یا بکری کو ذبح کر ڈالا پس اگر اسکی زندگی کی اُمید نہ تھی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا اور اگر اُمید زندگی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر سوائے چرواہے کے کسی اجنبی نے ذبح کی تو بہر حال ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہو جسمین سے ایک اسمین چلا گیا اور غائب ہو گیا تو دوسرے کو روا ہوگا کہ اسکے حصہ مین بھی سکونت رکھے پس پورے دار مین سکونت رکھ سکتا ہو اور اسی طرح اگر خادم یعنی غلام یا باندی دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک غائب ہو گیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ خادم سے حصہ شریک کی بھی خدمت لے کذا فی خزانۃ المفتیین اور اسپر حصہ شریک کی بابت کوئی اُجرت واجب نہوگی اگرچہ[عہ] مسئلہ مکان مین یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو۔ اور اگر اراضی دونون مین مشترک ہو تو مفتی بہ قول کے موافق اسکو پوری اراضی مین زراعت کا اختیار ہو بشرطیکہ اس زمین کے حق مین زراعت نافع ہو پھر جب اُسکا شریک آجائیگا تو وہ بھی اتنی مدت تک اُس مین تنہا زراعت کریگا اور اگر زراعت سے اسمین نقصان پہونچتا ہو یعنی اگر چہ خالی چھوڑ دینا اسکو نفع دیتا ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ تمام زمین مین زراعت کرے یہ بحر الرائق مین ہو۔ اور جانور مشترک کی صورت مین بغیر اجازت شریک کے اسپر سوار نہوگا اسواسطے کہ سواری کا ضرر بسبب اختلاف سوار کے مختلف ہوتا ہو یہان سوائے

عہ قولہ مسئلہ مکان یعنی بجائے غلام کے ایسا مکان ہو جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا تو بھی شریک پر کچھ واجب نہوگا ۱۲ منہ

سواری کے اور کام مثل ہل جوتنے یا پانی دینے وغیرہ کے کام مین بلا اجازت استعمال کر سکتا ہی کیونکہ اسمین[1] تفاوت نہین ہی
چنانچہ عقد الفرائد مین مذکور ہی - اور اگر ایک باندی دو شریکون مین مشترک ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایک روز ایک کی خدمت
کرے اور دوسرے روز دوسرے کی اور اگر دونون مین سے ایک کو اپنے شریک کی طرف سے یہ خوف ہوا کہ شاید یہ اُسکو اپنے
تصرف مین لاوے اور اُسنے درخواست کی کہ کسی ثقہ آدمی کے پاس رکھی جاوے تو یہ درخواست قبول نہ کیجائیگی یہ نہر الفائق
مین ہی - اور اگر چہار دیواری کے اندر باغ انگور و اراضی دو آدمیون مین مشترک ہو جسمین سے ایک غائب ہی یا اراضی ایک بالغ و
طفل یتیم کے درمیان مشترک ہو تو وہ قاضی کے حضور مین مرافعہ کرے - اور اگر حاضر نے قاضی سے مرافعہ نہ کیا اور غائب کے
حصۂ زمین مین بھی زراعت کر لی تو پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور رہا باغ انگور پس جو حاضر ہی اسکی پرداخت کرے
پھر جب پھل تیار ہون تو انکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے اپنا حصہ لے لے اور غائب کا حصہ ثمن رکھ چھوڑے لیکن جب
غائب حاضر آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ ثمن لے لے اور چاہے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی فتاوی مین مذکور ہی کہ اناج یا ادم دو آدمیون مین مشترک تھے جس مین سے ایک غائب ہو گیا اور جو حاضر ہی اُس کو
احتیاج پیش آئی پس اُسنے اسمین سے اپنا حصہ لے لیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہو اور فقیہ
ابو اللیث رح نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی - اور کیلی و وزنی چیزون مین سے شریک کو اختیار ہی کہ دوسرے
شریک کی غیبت مین اپنا حصہ اُسمین سے نکال لے اور اسپر کچھ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ باقی سالم رہا اور اگر باقی تلف ہو گیا تو
اسکی بربادی دونون[2] پر پڑے گی یہ نہر الفائق مین ہی - ایک مکان دو شخصون کے درمیان مقبوض اس طرح ہی کہ ہر ایک کا
حصہ جُدا کیا ہوا تقسیم کیا ہوا ہی اور انمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی تو دونون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے
شریک کے حصہ مین سکونت رکھے اور نہ اُسکو اجارہ پر بدون حکم قاضی دے سکتا ہی ہان قاضی اگر دیکھے کہ درصورتیکہ اس مین
کوئی نہ بسیگا یہ خراب ہو جائیگا تو اُسکو اجارہ پر دیدے اور اسکی اُجرت اسکے مالک غائب کے واسطے رکھ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین
مین ہی ایک مکان دو بھائیون اور انکی دو بہنون کے درمیان مشترک ہی اور بھائیون کی جورو ہین اور بہنون کے شوہر موجود
ہین تو بھائیون کو اختیار ہی کہ اگر بہنون کے شوہر انکی جورون کے ایسے قرابتی رشتہ دار نہون جنکے ساتھ انکی جوروؤن کا
نکاح ناجائز ہی تو انکو اندر آنے سے منع کرین - اور اگر ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہو جسمین وہ دونون رہتے ہین تو دونون
مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو اُسکی چھت پر چڑھنے سے منع کرے اسواسطے کہ یہ تصرف اُسکا ایسی چیز مین ہی جسمین
اُسکا حق ہی یہ قنیہ مین ہی ایک کوچہ غیر نافذہ دس آدمیون مین مشترک ہی جس مین سے ہر ایک کا اس کوچہ مین مکان ہی مگر انمین
سے ایک کا مکان دوسرے کوچہ مین ہی جس کا راستہ اس کوچہ مین نہین ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس کوچہ مین
اپنے مکان کا دروازہ پھوڑے چنانچہ شیخ ابو القاسم و شیخ ابو جعفر و فقیہ ابو اللیث رح نے اسی پر فتوی دیا اور یہی
صحیح ہی یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی ایک طاحونہ[3] دو آدمیون مین مشترک ہی ایک نے اسکی عمارت مین خرچ کیا تو وہ متطوع بطور

[1] قال المترجم ہمارے دیار مین ہل چلانے مین بھی تفاوت ہی پس جائز نہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ منہ [2] یعنی شریک حاضر بھی اُس مین سے نصف کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ [3] بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی اور بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی گھر اور یہی اکثر مراد ہی ۱۲ منہ

احسان خرچ کرنے والا نہ ہوگا بخلاف اسکے اگر غلام مشترک کو ایک شریک نے نفقہ دیا یا باغ انگور مشترک کا خراج ایک ہی نے ادا کیا تو مفت احسان کرنے والا ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک مکان دو شخصون مین مشترک ہے جس مین سے ایک غائب ہے اور دوسرے نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کیا تو جو غائب ہے وہ حاضر ہو کر مختار ہے کہ اُس مین اُسکے ساتھ حصہ بٹائی کرے یہ قنیہ مین ہے شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ ایک زمین چند لوگون کے درمیان مشترک غیر مقسوم ہے پس بعض نے اس اراضی مین تھوڑی زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کی اور اُسکو اپنے پانی سے سینچا جو ان سب مین مشترک ہے اور چند سال تک بدون اجازت اپنے شریکون کے زمین کا اشتراک کیا تو فرمایا کہ اگر مہایات کے بعد اسکو اپنے حصہ مین اسی قدر حاصل ہوئی ہے اور قبل اسکے یہ سب شریک باری باری کی مہایات کرتے ہون تو اُسپر کچھ ضمان نہ ہوگی اور مشترک مین اسکے شریکون کو استحقاق شرکت بھی حاصل نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جو راہن پر واجب ہوا اگر اسکو مرتہن نے بدون اجازت راہن کے ادا کر دیا تو متطوع ہوگا یعنی مفت احسان کرنے والا ہوگا اور اسی طرح جو مرتہن پر واجب ہوا اگر راہن نے اسکو اسطرح ادا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون مین سے کسی نے جو دوسرے پر واجب تھا ہے دوسرے کی اجازت سے یا قاضی کے حکم سے ادا کیا تو اُس سے واپس لے سکتا ہے! در امام ابو یوسفؒ و امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو راہن سے یہ خرچہ واپس لیگا اور اگر راہن حاضر ہوا تو واپس نہین لے سکتا ہے مگر فتوی اسپر ہے کہ اگر راہن حاضر ہوا اور اُسنے خرچہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو خرچ کرنے کا حکم دیا پس اُسنے خرچ کیا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اور شرکت کے مسائل اسی قیاس پر ہونے چاہییے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمدؒ نے جامع مین بیان فرمایا کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہین اُسنے تیسرے و چوتھے دو شخصون کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرضخواہ کو ہزار درم اُسکا قرضہ جو مجھپر ہے ادا کر دو پس دونون نے ادا کیے پھر انمین سے ایک نے حکم دہندہ سے پانچسو درم وصول کیے پس اگر دونون نے اسکو اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول کرنے والے سے شرکت کرکے حصہ بانٹ لے اور اگر دونون نے مشترک مال سے ادا نہ کیا ہو بایں طور کہ ہر ایک نے جو کچھ دیا ہے وہ حقیقت مین الگ اپنا ذاتی مال لایا تھا مگر ادا اسطور سے کیا کہ دونون نے ساتھ ہی ادا کیا تو ایسی صورت مین جو ایک نے وصول پایا ہے اُسمین دوسرا شرکت نہین کر سکتا ہے کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر دونون نے ایک ہی صفقہ مین ایک نے اپنا غلام دوسرے نے اپنی باندی کسی کے ہاتھ فروخت کیے یا دونون نے اجارہ پر دیے تو بھی جو کچھ وصول ایک کریگا اُسمین دوسرا شرکت کر سکتا ہے کافی مین ہے اور نیز جامع مین مذکور ہے کہ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام بعوض دو ہزار درم کے مکاتب کیا ہے کہ ایک سال مین یہ مال کتابت ادا کرے اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے پھر دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مولی کو اختیار ہے چاہے ہر دو گواہ سے غلام کی قیمت ہزار درم فی الحال لے لے اور چاہے مکاتب سے بدل کتابت لینا اختیار کرے کہ وہ ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اُس سے لے لیگا پھر اگر اُسنے گواہون سے ہزار درم فی الحال لے لیے تو ہر دو گواہ مذکور بجائے مولی کے بدل کتابت کی ملک مین قائم ہو گئے یعنی دو ہزار درم بدل کتابت دونون

گواہون کی ملک بجائے مولی کے ہوجائینگے پھر دونون نے مکاتب سے دو ہزار درم وصول کیے تو اسمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ہزار درم صدقہ کردین اور مکاتب آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء اُسکے مولی کے واسطے ہوگی پھر اگر مکاتب نے ہزار درم ان دونون گواہون مین سے ایک کو ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ اُس نے وصول کیا ہی اسمین دوسرے گواہ کو شرکت کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا خواہ جو مال قیمت گواہون نے مولی کو ادا کیا ہی وہ اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو یا غیر مشترک سے دیا ہو اور یہی حکم بیع کا بھی ہی چنانچہ اگر دو گواہون نے زید پر یہ گواہی دی کہ اسنے غلام اُس بکر کے ہاتھ دو ہزار درم کو بوعدہ ایک سال کے فروخت کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم ہی اور بکر اُسکا مدعی ہی اور زید منکر ہی پس گواہون کی گواہی پر حکم دیدیا گیا پھر دونون گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو مولی یعنے زید کو اختیار ہی چاہے مشتری سے ایک سال کی مدت پر دو ہزار درم اُسکا ثمن لینا اختیار کرے اور چاہے گواہون سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم فی الحال لے لے پس اگر زید نے گواہون سے ضمان لینا اختیار کیا تو دونون گواہ بجائے زید کے ملک ثمن مین نہ ملک غلام مین قائم ہونگے پس ان دو ہزار درم ثمن مین سے انکو ایک ہزار درم حلال ہونگے اور باقی ہزار درم صدقہ کردین پھر اگر انمین سے ایک گواہ نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسکے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہوگیا اور کتابت فسخ ہوگئی یا بیع فسخ ہوگئی تو جو کچھ مولائے غلام نے گواہون سے بطور ضمان وصول کیا ہی وہ انکو واپس دیگا اور جو کچھ اُنھون نے مکاتب سے وصول کیا ہی اسکو مولی ان سے واپس لے لیگا یا مشتری انسے جو ثمن اُنھون نے وصول کیا ہی واپس لیگا یہ کافی مین ہی۔ دو شخصون مین ایک باندی مشترک تھی جسکو کسی غاصب نے غصب کرکے زید کے ہاتھ فروخت کردیا اور زید نے اسکو ام ولد بنایا یعنی اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر نالش ہونے پر قاضی نے دونون مالکون کیواسطے باندی و اُسکے عقر و بچہ کی قیمت کا حکم دیدیا تو دونون مالکون مین سے ایک جو کچھ وصول کریگا اُس مین دوسرے کو شرکت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے الگ الگ حکم حاصل ہوا تو قیمت باندی و عقر[1] مین دونون ایک دوسرے کی شرکت کرسکتے ہین اور بچہ کی قیمت مین نہین کرسکتے ہین چنانچہ اگر دونون مین سے ایک نے بچہ کی قیمت مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو دوسرا اسمین شرکت و بٹائی نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی تو ایک کے کچھ وصول کیے ہوئے مین دوسرا شرکت نہین کرسکتا ہی اور اگر ایک کے واسطے بچہ کی نصف قیمت کا حکم دیا گیا پھر یہ بچہ مرگیا پھر دوسرا شریک حاضر ہوا تو اسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس باندی مرگئی تو مولی کو اختیار ہی چاہے بائع سے باندی کی قیمت تاوان لے اور چاہے مشتری سے لے اور ہر دو صورت مین اسکو اختیار ہوگا کہ مشتری سے عقر کی اور بچہ کی قیمت کی ضمان لے۔ اور اسی طرح اگر دونون نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اُسمین کچھ عمارت بنائی پھر کسی نے اُس مکان کو اپنا استحقاق ثابت کرکے لیا پھر دونون کے واسطے بائع پر عمارت مذکورہ کی قیمت کا حکم دیا گیا تو جو کچھ ایک وصول کریگا اُس مین دوسرا شرکت کرسکتا ہی اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا تو ایک کے ساتھ دوسرا اسمین شرکت نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور

امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام جسکی قیمت ہزار درم ہی غصب کر لیا پھر اسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر ایک در شخص نے آکر ان دونون سے یہ غلام غصب کر لیا پھر دوسرے غاصب کے پاس مر گیا پھر اس غلام کا مولی حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہو گا چاہے ہر دو غاصب اول سے اُسکی قیمت ایک ہزار درم تاوان لے اور چاہے دوسرے غاصب سے دو ہزار درم تاوان لے پھر اگر اُسنے اولین سے تاوان لینا اختیار کیا تو دونون دوسرے غاصب سے دو ہزار درم لے لینگے مگر اسمین سے ایک ہزار درم انکو حلال ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کر دین اور اگر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے[1] غاصب سے ہزار درم وصول کیے تو دوسرے کو اختیار ہو گا کہ اسمین اُسکے ساتھ شرکت کرے اور نیز جامع مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام غصب کیا پھر اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری کے پاس یہ غلام مر گیا تو مولے کو اختیار ہو گا چاہے دونون غاصبون سے اُسکی ضمان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے۔ پھر اگر اُس نے دونون غاصبون سے ضمان لی تو انکی بیع تمام ہو گئی اور جو ثمن مشتری سے ملیگا وہ ان دونون کا ہو گا پھر اگر دونون مین سے ایک نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین شارکت کا اختیار ہو گا۔ اور اگر مولے نے ہر دو غاصب مین سے ایک کو پا کر اُس سے نصف قیمت تاوان لے لی تو اُسکے حصہ کی بیع تمام ہو جائیگی اور اُسکے واسطے نصف ثمن واجب ہو گا پھر اُس غاصب نے جس نے نصف قیمت تاوان ادا کی ہی مشتری سے کچھ ثمن وصول نہ کیا یہانتک کہ مالک نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر ان دونون غاصبون مین سے ایک نے مشتری سے اپنا حصۂ ثمن وصول کیا تو دوسرے کو اُسمین شارکت کا اختیار ہو گا۔ اور اگر اُس غاصب نے جس سے مولائے غلام نے پہلے نصف قیمت تاوان لے لی ہی مشتری سے اپنا حصۂ ثمن وصول کیا پھر مالک غلام نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتی کہ اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر دوسرے نے یہ چاہا کہ اول نے جو کچھ وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے تو اسکو یہ اختیار نہو گا پھر جب دوسرے کو اول کے مقبوضہ مین شرکت کا اختیار نہ ہوا تو دوسرے کو یہ اختیار ہو گا کہ مشتری کا دامنگیر ہو کر اپنا حصہ ثمن وصول کرے پھر جب دونون نے بطریق مذکورہ بالا اپنا اپنا حصہ ثمن مشتری سے وصول کیا پھر اول نے جو وصول کیا ہی اسکو رصاص یا ستوق پایا تو اسکو اختیار ہو گا چاہے اپنے حصہ ثمن کے واسطے مشتری کا دامنگیر ہو اور چاہے دوسرے نے جو وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے پھر باقی کے واسطے دونون مشتری مذکور کے دامنگیر ہونگے اور اگر اول نے جو وصول کیا ہی اُسکو نبہرہ یا زیوف پایا اور مشتری کو واپس دیا تو اسکو اختیار نہو گا کہ جو دوسرے نے وصول کیا ہی اُسمین شرکت کرے بلکہ مشتری سے لیگا اور اگر دوسرے نے جو وصول کیا ہی اُسکو رصاص یا ستوقہ یا زیوف پا کر مشتری کو واپس دیا تو اسکو اول کے مقبوضہ مین شرکت کا اختیار نہو گا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پس ایک نے اُسکو قاضی کے پاس پیش کیا

[1] یعنی دوسری دفعہ غصب کرنیوالے سے ۱۲ منہ [2] قال بخلاف قتل مکاتب مین جو خلاصہ ہی کہ قیمت واجب ہوتی ہی اور اگر نسخہ موجود کے موافق ہو تو تقدیر یہ ہوگی کہ مقتول بھی غلام یا مکاتب تھا اور باوجود اسکے بھی توجیہ تا تمام ہی پس صحیح وہی ہی جو مترجم نے بیان کیا اور نسخہ موجودہ غلط ہی اور اگر قیمت کا لفظ مسامحہ ہو کر بفرض مملوک تو دیت آزاد ہونی چاہیئے واللہ تعالے اعلم ۱۲

گواہ قائم کیے اور قاضی نے مکاتب قاتل پر پورے خون کا تاوان یعنی قیمت کا حکم دیدیا کہ اس قاتل کی قیمت اس مقتول کے دونون ولی لیلین تو جو ولی غائب ہے وہ حاضر کے مقبوضہ مین شرکت کریگا اور اگر قاضی نے حاضر کیواسطے نصف قیمت کا حکم دیا اور اُسنے قاتل سے نصف قیمت وصول کر لی تو اسمین دوسرا شریک نہوگا اور اگر مقتول دو ہون تو ہر دو ولی مین سے جو کچھ ایک نے وصول کیا اسمین دوسرا شریک نہوگا خواہ حکم قضا دونون کے واسطے ساتھ ہی واقع ہوا ہو یا جُدا جُدا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر قتل کرنیوالا مدبر ہو تو دونون ولی اُسکی قیمت مین سے ایک کے وصول کردہ مین شریک ہونگے خواہ حکم قضا دونون کے واسطے معًا واقع ہوا ہو یا آگے پیچھے اور اگر قتل کرنے والا غلام ہو اور مقتول کے دو ولی ہون اور مولاے غلام نے یہ اختیار کیا کہ ایک کو نصف غلام دیدے یا ہر دو ولی مین سے ایک کو اُسکا حصۂ قیمت فدیۂ غلام مین دیا تو یہی دوسرے کے حق مین بھی اختیار کرنا ہو جائیگا اور ہر دو اس ایک کے مقبوضہ مین شریک ہونگے اور اگر اُسنے دو آدمیون کو قتل کیا پس ہر ولی نے ایک کے ولی کو نصف غلام دیا یا اُسکے نصف کا فدیہ دیا تو دوسرا اسمین شریک نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے عمدًا ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پس ولی نے ان دونون مین سے ایک کے ساتھ ہزار درم پر صلح کر لی تو اسمین دوسرا شریک نہ ہوگا اسواسطے کہ اصل مین دونون کا حق قصاص ہے اور اس قصاص کی تحویل ہزار درم کی طرف بسبب صلح کے ہو گئی اور یہ مختلف ہے حتی کہ اگر دونون کا اتفاق ہو کہ دونون مولاے قاتل سے صلح کرین تو مقبوضہ صلح مین دونون شریک ہو سکتے ہین یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک غلام مشترک دو آدمیون کے درمیان ہو اور اسکو دونون مین سے ایک نے دوسرے سے غصب کر لیا اور کسی مشتری کے ہاتھ اسکو ہزار درم کو فروخت کر دیا تو اُسکے حصہ کی بیع جائز ہوگی اور اگر ہنوز اُسنے ثمن وصول نکیا یہان تک کہ دوسرے شریک نے اُسکی بیع کی اجازت دیدی تو بائع کو روا ہوگا کہ مشتری سے تمام ثمن وصول کرے پھر اگر مشتری سے تھوڑا ثمن وصول کیا تو دونون مین مشترک ہوگا حتے کہ اگر تلف ہو گیا تو دونون کا مال گیا بخلاف اسکے اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے قرضہ مشترک مین سے اپنا حصہ وصول کیا تو اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا صحیح ہوگا حتی کہ اگر دوسرے کی اُس مین شرکت کرنے سے پہلے وہ قابض کے پاس تلف ہوا تو قابض کا مال گیا یہ محیط مین منتقی سے منقول ہے اور اگر زید و عمرو کے مشترک غلام مین سے دونون مین سے ایک کا مثلاً زید کا حصہ خالد نے غصب کر لیا اور دوسرے شریک کے ساتھ دونون نے اسکو ایک ہی صفقہ مین فروخت کیا پھر زید نے بیع کی اجازت دیدی تو دونون مین سے جو کچھ ایک وصول کرے اُسمین دوسرا اُسکے ساتھ شریک ہو سکتا ہے اور اگر عمرو کے اپنا حصہ وصول کر لینے کے بعد زید نے اجازت دی تو عمرو کے مقبوضہ مین شرکت نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین ہے اور اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ دونون کو تین روز تک اختیار ہے پھر دونون مین سے ایک نے بیع کی اجازت دیدی پھر دوسرے نے اجازت دیدی پھر دونون مین سے ایک نے ثمن مین سے کچھ وصول کیا تو دوسرا اسمین اُسکا شریک ہوگا اور اگر جس نے پہلے اجازت دی ہے اپنا حصہ وصول کر لیا پھر دوسرے نے بیع کی اجازت دی تو اول کے مقبوضہ مین شرکت نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ نوازل مین مذکور ہے کہ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا ایک نے دوسرے کو مال دیا کہ اس سے کام کرے بدین شرط کہ نفع دونون کے درمیان مساوی ہوگا اور کہا کہ مین اُسپر راضی نہین ہون کہ تو میرے

سواے دوسرے کی شرکت مین کام کرے پھر اگر تو نے میرے سواے دوسرے کی شرکت مین کام کیا تو مین بھی تیرے حصہ چاہتا ہون پس دونون اس امر پر رضامند ہوگئے پھر جسکو مال دیا ہو اُسنے کسی دوسرے کو مضاربت پر دیا اور مضارب نے نفع کمایا تو شیخ نے فرمایا کہ رب المال کو یعنی جسنے اولاً مال دیا ہو اسکو سواے اپنے مال کے اور مال سے جو دوم نے اپنے مضارب کو دیا ہو کچھ نفع نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے ترکہ مشترکہ مین تصرف کیا اور نفع کمایا تو تمام نفع اسی تصرف کرنیوالے کا ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہے اور اگر دو شریک مفاوضت مین سے ایک نے ایک شخص کو ہزار درم کے عوض ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور اسکو ثمن نہین دیا ہے پھر دونون نے عقد مفاوضت کو توڑ دیا اور ہر ایک نے انمین سے اور ایک ایک آدمی سے مفاوضت کرلی پھر وکیل مذکور نے ایک غلام خریدا درحالیکہ وکیل مذکور کو دونون کی مفاوضت کا حال معلوم ہے یا نہین معلوم ہے تو یہ خرید خاصۃً اُسکے موکل کیواسطے ہوگی اور پہلے شریک کیواسطے اسمین سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ شریک اول کی توکیل اس وکیل پر بسبب مفاوضت کے ضمناً ثابت ہوئی تھی پس جب متضمن یعنی مفاوضت باطل ہوئی تو جو اُس سے ضمناً ثابت ہوئی تھی یعنی توکیل وہ بھی بلاشرط آگاہی باطل ہوگئی اسلیے کہ یہ عزل حکمی ہے اور موکل کا اب جو شریک ہے یعنی مفاوض دوم اُسکے واسطے بھی اسمین سے کچھ نہوگا اسواسطے کہ موکل مذکور کیواسطے اس خریدی چیز یعنی غلام مین جو ملک ثابت ہوئی ہے وہ مفاوضت سے پہلے ایک سبب یعنی توکیل سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ اگر یہ توکیل نہوتی تو موکل مذکور کی ملک اس غلام مین ثابت نہوتی اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر دو شریک مین سے جب ایک کیواسطے کسی چیز کی ملک ایسے سبب سے ثابت ہو جو شرکت سے پہلے واقع ہوا ہے تو دوسرا شریک اسمین اسکا شریک نہوگا جیسے اگر کوئی غلام بائع کیواسطے خیار کی شرط دیکر خریدا پھر مشتری نے کسی سے مفاوضت کرلی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کردیا تو شریک کیواسطے اس غلام مین شرکت ثابت نہوگی ولیکن وکیل کو اختیار ہوگا چاہے مال ثمن کیواسطے اپنے موکل کی طرف رجوع کرے اور چاہے اُسکے شریک سے رجوع کرے پھر شریک اُسکے موکل مذکور سے لیگا یہ کافی مین ہے اور اس مسئلہ مین اگر موکل نے وکیل کو ایک کر گیہون دیے اور کہا کہ اسکے عوض میرے واسطے ایک غلام خریدے اور باقی مسئلہ موافق مذکورہ بالا ہے پھر وکیل نے اُس کُر کے مثل کے عوض خریدا تو قیاساً وکیل مذکور خلاف کرنیوالا ہوا اور استحساناً مخالف نہوگا پھر اگر وکیل نے دونون کے مفاوضت توڑ لینے سے آگاہ ہوکر خریدا ہے تو یہ اور اول دونون یکسان ہین اور اگر نجانتا تھا تو غلام مذکور اُسکے موکل اور موکل کے شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور نوازل مین ہے کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو آدمیون نے باہم شرکت کی پس ایک نے کام کیا اور دوسرا غائب ہوگیا پھر وہ حاضر آیا تو حاضر نے اسکا حصہ اسکو دیا پھر حاضر غائب ہوگیا اور غائب نے جو حاضر ہے کام کیا اور نفع کمایا اور غائب ہوجانیوالے کو نفع مین سے اسکا حصہ دینے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونونکی شرکت بطور صحیح واقع ہوئی اور باہم دونون نے کام کرنیکی شرط کرلی تھی کہ اکٹھا یا متفرق کام کرین تو جو نفع ان دونونکی تجارت سے حاصل ہو خواہ دونونکے اکٹھا کام کرنیسے یا متفرق کام

سلہ پس اگر اول کا درم نے دیا ہو تو جملہ مشروط ملیگا اور اگر اپنا ذاتی مال دیا ہو تو اول کو اسکے نفع مین سے کچھ نہ ملیگا اور جو شرط کی ہے وہ اس شق کے ساتھ لغو ہو ۱۲ منہ سلہ یہ نہ فرمایا کہ وہ نفع اسکو حلال ہو یا نہین اور چاہیے کہ حلال نہو اس واسطے کہ تصرف ملک غیر بطور غصب ہو اور اصح یہ ہے کہ حلال ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ

کرنے سے وہ سب دونون مین موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگا اور نیز شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصون نے باہم شرکت کی اس شرط پر کہ دونون خریدین اور دونون فروخت کرین اور نفع دونون مین نصفا نصف ہوگا اور ہر ایک کیواسطے ایسے درم ہین جو اس تجارت سے علاوہ ہین پھر ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ ہم مال تقسیم کرینگے اور شرکت توڑینگے سو اسطے کہ مجھے اسمین کچھ منفعت نہین ہے پھر اُسنے متاع کا بٹوارہ کر لیا پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ پورا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور کچھ درم وصول کرکے اور کام شروع کر دیا اور دونون نے باہم یہ نہ کہا کہ ہم دونون الگ ہو گئے تو شیخ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ کہ ہم شرکت کو قطع کرینگے اسی پچھلی بیع کے ساتھ قطع شرکت ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ دو شخصون نے کپڑے کے سوت مین اس طرح شرکت کی کہ ایک کا تانا اور دوسرے کا بانا ہو پس دونون نے کپڑا بنا تو یہ کپڑا دونون مین بحساب قیمت تانے و بانے کے مشترک ہوگا یہ محیط مین ہے اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ باپ کو اور وصی کو روا ہے کہ طفل صغیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شرکت مین لاوین اور اگر صغیر کا راس المال بہ نسبت اسکے راس المال کے زائد ہو اور نفع مین مساوات وغیرہ شرط کی پس اگر گواہ کر لیے تو نفع دونون مین موافق شرط کے ہوگا اور اگر گواہ نہ کر لیے ہون تو نفع مشروط فیما بینہ وبین اللہ تعالی باپ یا وصی کو حلال ہوگا ولیکن قاضی اسکے قول کی تصدیق نہ کریگا بلکہ نفع کو بمقدار راس المال قرار دیگا یہ سراج وہاج مین ہے منتقی مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر مفاوض نے کسی کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے اور اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے نصف مال ہبہ واپس لے لے پھر جب لے لیا تو یہ دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگا اور جو باقی رہگیا ہے اُس کا ہبہ بھی ٹوٹ جائیگا اور دونونکی طرف نصفا نصف واپس آویگا اور بھی منتقی مین مذکور ہے کہ اگر دو شریک عنان مین سے ایک خرید و فروخت کیا کرتا تھا پس اُسنے کچھ قرضہ کر لیا پھر دوسرے نے شرکت کو توڑ کر نصف متاع وصول کر لینی چاہی اور کہا کہ جب تجھسے قرضہ لیا جاوے تب تو مجھسے واپس لینا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے ایک نے باغ انگور کے پھل خریدے پھر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اس مین تہائی کا شریک کیا پس اگر پھلون کے ادراک سے پہلے ایسا کیا تو یہ فاسد ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو مجھے ہزار درم قرضہ دے کہ مین اُس سے تجارت کرونگا اور نفع میرے تیرے درمیان مشترک ہوگا پس عمرو نے اسکو ہزار درم قرضہ دیے اور زید نے تجارت کرکے نفع کمایا تو تمام نفع زید کا ہوگا اور عمرو کے واسطے اسمین کچھ شرکت نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے سو دینار قرض لیے پھر قبضہ کرکے عمرو کو دیے پھر عمرو نے سو دینار اور نکالے اور دونون مالون کو خلط کر دیا پھر زید سے کہا کہ یہ مال لیجا اور اس سے شرکت پر تجارت کر پس زید نے ایسا ہی کیا اور نفع اُٹھایا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ مختل و ناقص ہے شرط زائد ہونا ضرور ہے تاکہ شرکت صحیح ہووے۔ اور نیز شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کے پاس گیہون ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ گیہون تو اپنے گیہون مین ملا دے پھر انکو کھتے مین بھر دے پس عمرو نے ایسا کیا اور دفن کر دیا پھر اسمین سے دو تہائی چوری گئے پھر زید آیا اور عمرو نے اسکو بقیہ گیہون دیدیے پھر اسکے بعد عمرو نے دعوی کیا کہ اس گیہون مین سے مجھے میرا حصہ دیدے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ دعوی کر سکتا

---

[1] صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک صغیر کی والدہ نے انتقال کیا مثلاً اور اسکو ورثہ مین مال ملا جو اسکے باپ کی اور اولاد وجود دوسری بیویون سے ہے انمین کوئی اس مال کا سوا اسکے مستحق نہوگا اس باپ کو اختیار ہے کہ اسکا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے یا باپ مر گیا اور کوئی وصی مقرر کر گیا ہو تو وصی کو اختیار ہے کہ اسکا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے فافہم۔ [2] قال المترجم یعنے اسقدر مال جو متعارف نہین ہے وہ مختلط ہے کیا فتامل ۱۲ منہ

ہو اسواسطے کہ جب زید کے حکم سے اُسنے خلط کیے پھر وہ چوری گئے تو جسقدر چوری گئے ہین وہ دونون کے حصون سے شرکت پر گئے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر دو شخصون کے درمیان ایک من گیہون مشترک ہون اور ایک من جو مشترک ہون اور دونون مین سے کسی نے دوسرے کو اُسکی بیع کی اجازت نہ دی پھر دونون مین سے ایک نے ایک جانور مستعار لیا تاکہ اُسپر گیہون لاد لیجاوے پھر بغیر اُسکے حکم کے دوسرے نے اُسپر جو لادے تو یہ لادنے والا اس جانور کا اور اپنے شریک کے حصہ شعیر کا ضامن ہوگا اور یہ ویسا نہین ہے جیسے شریک عنان یا شریک مفاوضہ مین مذکور ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے اور فتاوی مذکور ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ دو شریکون مین سے ایک مجنون ہوگیا اور دوسرے نے مال سے تجارت کرکے نفع اُٹھایا یا گھٹی پائی تو فرمایا کہ شرکت دونون مین قائم ہے یہانتک کہ جنون کا مطبق ہونا اُسپر ثابت ہو وسے پھر جب یہ حکم اُسپر دیا گیا تو دونون مین سے شرکت فسخ ہو جائیگی پھر جب اسکے بعد اُسنے مال سے کام کیا تو پورا نفع کام کرنیوالے کا اور سب گھٹی اسی پر ہوگی اور یہ مثل مال مجنون کے غصب کر لینے کے ہے پس شریک مذکور کو اپنے حصہ مال کا نفع حلال ہوگا اور مال مجنون کے حصہ کا نفع اسکو حلال نہوگا پس اُسکو صدقہ کر دے یہ محیط مین ہے اور شریک کے قبضہ مین جو اُسکے شریک کا مال ہو اُسپر اسکا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا پس اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین نے شریک کو دیا ہے اور شریک نے انکار کیا تو قسم لیجائیگی اور رب المال و مضارب دونون کا بھی یہی حال ہے یہ بزازیہ مین ہے۔ اور اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعوی کیا کہ مین نے اُسکو دیدیا تو بحر الرائق مین فرمایا کہ ولوالجیہ کی کتاب الوکالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ دو صورتین واقع ہوئین اوّل یہ کہ شریک نے دوسرے کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا تھا اگر شریک نے ادھار فروخت کیا تو مین نے اسکے جواب مین کہا کہ بائع کے حصہ کی بیع نافذ ہوگی اور حصہ شریک کی بیع توقف ہوگی پس اگر اُسنے بھی اجازت دی تو نفع دونون مین تقسیم ہوگا دوم یہ کہ شریک نے دوسرے شریک کو مال باہر لیجانے سے منع کیا تھا پھر وہ لے گیا اور نفع کما لایا تو مین نے جواب دیا کہ وہ حصہ شریک کا بسبب باہر نکال لیجانے کے غاصب ہوا پس چاہیئے کہ نفع مذکور دونون مین موافق شرط کے شریک نہو انتہی اور اسکا مقتضا فساد شرکت ہے اور اسکو بھی قبضۂ شریک کی امانت ہونے پر تفریع کیا ہے یہ فتاوی قاری الہدایہ مین ہے۔ اور شیخ سے سوال کیا گیا کہ اپنے شریک سے یا مضارب سے جو اُسنے فروخت کیا اور صرف کیا ہے اُسکا حساب مانگا پس اُسنے کہا مجھے نہین معلوم ہے پس آیا محاسبہ مذکور اُسپر لازم کیا جائیگا تو فرمایا کہ مقدار نفع و نقصان مین قسم کے ساتھ شریک یا مضارب کا قول قبول ہوگا اور اُسپر لازم نہ کیا جائیگا کہ تمام مفصل ذکر کرے اور ضائع ہونے اور شریک کو واپس دینے مین بھی اُس کا قول قبول ہوگا یہ نہر الفائق مین ہے۔ شریک نے کہا کہ مین نے دس نفع کمائے پھر کہا کہ نہین بلکہ تین نفع کمائے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قسم لے کہ وہ نفع نہین کمایا یہ قنیہ مین ہے۔ اور ناطفی نے ذکر فرمایا کہ جملہ امانات تجہیل کے ساتھ بدون بیان چھوڑکر مرجانے سے منقلب ہوکر مضمونات ہو جاتے ہین سوائے تین صورتون کے اوّل یہ کہ متولی مسجد نے اگر حاصلات جو مسجد کیواسطے ہے وصول کی اور بدون بیان کے مرگیا تو ضامن نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے نکلا اور لشکریون نے غنیمت حاصل کی اور سلطان نے کچھ غنیمت بعضے لشکریون کے پاس ودیعت رکھی پھر سلطان مرگیا اور یہ

۱؎ برابر رہنا اور مقدار اطباق مین اختلاف ہے ۱۲ منہ ۲؎ قال المترجم باہر لیجانے کی صورت مین کل نفع اس شریک کا ہو پس ہوا بوجہ غصب کے ہے نہ بمقتضائے فساد شرکت کما توہم اور اس صورت مین اسکا قبضہ حصہ شریک پر قبضہ ضمانت ہے نہ امانت پس تفریع اوّل صورت کی اسقدر و دوم مردود ہوگی واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی ہی تو ضامن نہ ہوگا۔ سوم اگر قاضی نے اگر مال یتیم حفاظت کے واسطے لیکر کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مرگیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسپر ضمان نہین ہی۔ اور اگر دو متفاوضین مین سے ایک کے پاس مال شرکت ہو اور وہ مرگیا اور اس مال کا حال جو اُسکے پاس تھا بیان نہ کیا تو بعضے فقہانے ذکر کیا ہی کہ وہ ضامن نہوگا اور اصل کی کتاب الشرکۃ کا حوالہ دیا ہی حالانکہ یہ غلط ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان فی الوقف اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ جو فتح القدیر و دیگر فتاوی مین مذکور ہی وہ ضعیف ہی اور صحیح یہی ہی کہ شریک اس تجہیل کے ساتھ مرنے سے ضامن ہوگا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ ہو یہ بحرالرائق مین مذکور ہی۔ اگر شریک مرگیا اور مال شرکت لوگون پر قرضہ ہی اور اسکو بیان نہ کیا بلکہ مجہول چھوڑکر مرگیا تو ضامن ہوگا جیسے مال عین کو مجہول چھوڑکر مرجانے مین ضامن ہوتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر شریک مفاوض نے ایک شخص سے ایک مال معین بعوض ہزار درم کے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع مذکور مشتری کے دوسرے شریک سے ملا جسنے بائع سے بھی مال مذکور بعوض گیارہ سو درم کے خریدا تو خرید یہی دوسری ہوگی اور اول خرید ٹوٹ جائیگی کیونکہ ہر دو متفاوض بمنزلہ شخص واحد کے ہین یہ محیط مین ہی دو شخصون نے ایک غلام بعوض ہزار درم کے خریدا اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کرلی تو جب تک دونون مین سے کوئی نصف سے زائد ادا نہ کرے تب تک دوسرے سے رجوع نہین کرسکتا ہی۔ دو شخصون نے ایک شخص کی طرف سے مال کی کفالت اس شرط سے کی کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے کیطرف سے کفیل ہی یعنی دونون مین سے ہر ایک نے اصیل کی طرف سے پورے مال کی کفالت کرلی پھر اپنے ساتھی کفیل کیطرف سے بھی کفالت کرلی پس دونون مین سے جو کچھ دوسرا ادا کریگا اُسکا نصف دوسرے کفیل سے واپس لے سکتا ہی اور ادا کرنے والے کو یہ بھی اختیار ہی کہ چاہے اصیل سے جو کچھ ادا کیا ہی سب واپس لے اور اگر رب المال نے یعنی طالب مال نے دونون مین سے ایک کو بری کردیا تو دوسرا پورے مال کے واسطے ماخوذ ہوسکتا ہی بسبب آنکہ اصیل کیطرف سے بھی اُسنے کفالت کی ہی دو مکاتب ہین کہ دونون ایک ہی کتابت مین مکاتب ہوئے ہین اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کیطرف سے پورے مال کی کفالت کرلی تو جو کچھ دونون مین سے ایک ادا کرے اسکا نصف دوسرے سے واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر دونون نے کچھ ادا نہ کیا ہو یہانتک کہ مولی نے دونون مین سے ایک کو آزاد کردیا تو عتق جائز ہی اور نصف مال کتابت سے دونون بری ہوجائینگے اور حصہ باقی کیواسطے مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے مواخذہ کرے اس لیے کہ آزاد شدہ سے بحکم کفالت کے اور دوسرے سے بحکم اصالت کے مواخذہ کرسکتا ہی پس اگر مولی نے آزاد شدہ سے لیا تو وہ دوسرے سے واپس لیگا اور اگر دوسرے سے لیا تو وہ آزاد شدہ سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ جامع صغیر مین ہی۔ اگر جانور مشترک علیل ہوگیا اور دونون شریک مین سے ایک غائب ہی اور بیطارون نے کہا کہ اسکو داغ دینا ضرور ہی پس حاضر نے اسکو داغ دلایا پھر وہ مرگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ان دونون کی مشترک متاع کسی جانور پر لدی ہوئی ہو پس راستہ مین یہ جانور گرگیا پس ایک نے دوسرے کی غیبت مین ایک جانور اس خوف سے کرایہ کرلیا کہ متاع تلف ہوجاوے یا ناقص ہوجاوے تو جائز ہی اور جو کچھ کرایہ ہووے اُسکا حصہ شریک سے بھی لے لیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر دو شریکون مین

سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدون پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُسنے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہوگی جبتک کہ شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ اچھا یہ خلاصہ مین ہی۔ منتقی مین لکھا ہی کہ اگر دو شخصون نے شرکت کرلی کام کرنے مین اس شرط پر کہ ان مین سے ایک کے واسطے دس درم ماہواری ہونگے جو مال شرکت سے نہین ہین علیٰ تو شرط باطل اور شرکت جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شرکت مفاوضہ مین ایک شریک پر کام کرنا شرط کیا گیا ہو تو شرکت باطل ہی یہ تہذیب مین ہی۔ اور دونون شریک عنان مین سے اگر ایک نے کسی شخص پر اپنی دونون کی شرکت کی کسی چیز کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ قسم کھا گیا تو دوسرے شریک کو مدعا علیہ سے دوبارہ قسم لینے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ اگر ایک مفاوض نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع اُسکے دوسرے شریک سے ملا اور غلام اس سے ڈیڑھ ہزار درم پر اجارہ پر لیا تو اجارہ جائز ہی اور پہلی خرید ٹوٹ جائیگی خواہ غلام کو شناخت کیا ہو یا نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی

کتاب الوقف

اس مین چودہ باب ہین

باب اول – وقف کی تعریف و رکن و سبب و حکم و شرائط کے بیان مین اور جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہی اور جنسے پورا نہین ہوتا ہی اُنکے بیان مین۔ امام اعظمؒ کے نزدیک وقف شرع مین حبس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدق کرنا اسکی منفعت کا فقیرون پر یا اور کسی وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہی کذا فی الکافی پس یہ لازم نہوگا کہ اس سے رجوع نہ کر سکے بلکہ وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اس مال کو فروخت کر دے یہ مضمرات مین ہی اور کسی طریقہ سے سوائے دو طریقون کے وقف لازم نہین ہو جاتا ہی۔ اور دو طریقے یہ ہین اول آنکہ کوئی قاضی اسکے لازم ہو جانے کا حکم دیدے اور دوم آنکہ خارج بمخرج وصیت ہو پس یون کہے کہ مین نے اپنے اس دار کی آمدنی کی وصیت کر دی تو ایسی صورت مین وقف لازم ہوگا یہ نہایہ مین ہی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شرع مین وقف یہ ہی کہ مال عین کا حبس کر دینا ملک اللہ تعالیٰ پر ایسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندون کی طرف عود کرتی رہے پس صاحبینؒ کے موافق وقف لازم ہوتا ہی اور مال وقف فروخت و ہبہ نہین کیا جا سکتا اور نہ وہ میراث ہو سکتا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور عیون و یتیمہ مین مذکور ہی کہ فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہی یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم مین ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کرنیوالے کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہو جاتی ہی پس لازم کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ وقف کرنیوالا متولی کو مال وقف سپرد کر دے پھر یہ حجت کرے کہ وقف لازم نہین ہوا ہی وقف سے رجوع کرے پس قاضی اُسکے لازم ہونیکا حکم دیدے پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہو جائیگا۔ اگر وقف کنندہ اور متولی نے کسی کو حکم مقرر کیا اور حکم نے وقف کے لازم ہونیکا حکم دیدیا تو صحیح یہ ہی کہ حکم کے حکم سے اختلاف مذکور مرتفع نہ ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے کو اپنے وقف کے باطل کیے جائیگا خوف ہوا اور اُسکو قاضی سے حکم لزوم حاصل کرنا میسر نہوا تو وقف نامہ مین تحریر کر دے کہ اگر اس وقف کو کوئی قاضی یا کوئی والی باطل کر دے تو یہ اراضی تمام اصل اراضی مذکورہ مع تمام اُس چیز کے جو اُسمین ہی بطریق وصیت ہی کہ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن فقیرون پر تقسیم کیا جاوے جبکہ مدعی قبول ہو پس ایسی صورت مین

وارث کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا اور وقف کا ابطال کرنا کچھ مفید نہوگا اور وصیت تعلیق[1] بالشرط کو متحمل ہے یہ خلاصہ مین ہے اور
شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے زمانہ مین رسم جاری ہوئی ہے کہ لوگ وقفنامہ مین فروخت کرنیوالے کا اقرار اسطرح تحریر
کرتے ہین کہ قاضیون مین سے ایک قاضی نے اس وقف کے لازم ہونیکا حکم دیدیا ہے تو یہ کچھ نہین ہے اور بعضے متاخرین مشائخ نے کہا کہ
جب آخر وقفنامہ مین یون تحریر کیا کہ اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونیکا قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی نے حکم دیدیا
ہے اور قاضی کا نام نہین لیا تو جائز ہے اور مؤلف رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ صحیح وہی ہے جو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے- اور صحیح یہ ہے کہ وقف کی تعلیق بموت سے وقف کرنیوالے کی ملک اس سے زائل نہوگی مگر وہ بالاجماع لازم
ہوجائیگا ولیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اس حال مین کارقبہ وقف کرنیوالے کی ملک یا اسکے وارثون کی ملک رہیگا اور صاحبینؒ کے
نزدیک دونون مین سے کسی کی ملک نہوگا جیسے اعتاق و مسجد مین ہوتا ہے یہ کفایہ مین ہے- اور اگر وقف کو اپنی موت پر معلق کیا یا بطور
کہا کہ جسوقت مین مرا تو ضرور مین نے اپنا یہ مکان ان وجوہ خیر پر معلق کیا پھر مرگیا تو وقف صحیح ہوا پس اگر اسکے ترکہ کی تہائی سے
یا تہائی سے برآمد ہو تو لازم ہوگیا اور اگر تہائی سے برآمد نہو تو بقدر تہائی کے جائز ہے اور باقی بھی وقف رہیگا یہانتک کہ میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو یا وارث
لوگ اجازت دیدین پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر نہوا اور نہ وارثون نے اجازت دی تو اسکا غلہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک
ایک تہائی واسطے وقف کے اور باقی دو تہائی وارثون کیواسطے اور اگر ایسی حالت مین اپنی موت پر معلق کرکے وقف کیا کہ جب وہ
مرض الموت کا مریض تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسنے حالت مرض الموت مین وقف تنجیزی کیا یعنی اسکو اپنی موت پر معلق نہ رکھا
بلکہ کہدیا کہ مین نے ابھی اسکو وقف کردیا تو امام طحاوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بمنزلہ تعلیق بموت کے ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام
اعظمؒ کے نزدیک یہ وقف بمنزلہ حالت صحت کے وقف تنجیزی کے ہے پس لازم نہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تہائی سے لازم
ہوگا یہ تبیین مین ہے پھر واضح ہو کہ جب صاحبینؒ کے نزدیک ملک زائل ہو جاتی ہے تو دونون مین یہ اختلاف ہے کہ امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک فقط قول سے زائل ہوجاتی اور یہی امام شافعیؒ و امام مالکؒ و امام محمد رحمہم اللہ تعالی کا قول ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول
ہے اور مشائخ بلخ اسی پر ہین اور قنیہ مین لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر اور سراج وہاج مین بھی ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا
کہ جبتک وقف کرکے اسکا متولی کرکے اسکے سپرد کردے تب تک ملک زائل نہین ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہے اور خلاصہ
مین لکھا ہے کہ امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا جاوے پس امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق مشاع یعنی غیر مقسوم و مفرز کا وقف
صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح وقف کی ولایت یعنی متولی ہونا اپنی ذات کے واسطے شرط کرنا امام
ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور یہی ظاہر المذہب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین صحیح ہے اور اسی طرح واقف کا شرط کرنا کہ
جب چاہے دوسری اراضی سے استبدال کرے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اسی پر
فتوی ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہے- اور جب امام اعظمؒ کے قول کے موافق بعد حکم قاضی کے اور امام ابو یوسفؒ کے

---

[1] یعنی وصیت کو معلق کسی شرط پر کردے تو وصیت مین کچھ فساد نہین آیا ہے ۱۲ [illegible] اللزوم وقف کے یہ معنی ہین کہ ہمیشہ اسکا غلہ
و آمدنی جن جن مصرفون کے واسطے وقف کیا ہے انمین صرف ہوتا رہیگا کبھی مسدود نہین ہوسکتا ہے اور نہ فروخت اور نہ ہبہ اور نہ اسکی آمدنی میراث ہو سکتی ہے لیکن
اسمین اختلاف ہے کہ اصل رقبہ میراث ہوگا یا نہین سو امام اعظمؒ کے نزدیک ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہوگا ولیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اگر کسی قاضی نے حکم
دیدیا کہ یہ وقف اپنے وقف کرنیوالے کی ملک سے خارج ہوا ہے تو بالاجماع وہ ملک سے بھی خارج ہوگیا ۱۲ منہ [illegible] اعتاق غلام و باندی مملوکہ کو آزاد کرنا ۱۲ منہ

سو وقف مجرد وقف کرنے سے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق وقف کرنے اور متولی کے سپرد کرنے کے بعد سے عین موقوفہ وقف کرنیوالے کی ملک سے نکل گئی تو جبکہ وقف کیگئی ہو اُسکی ملک مین داخل نہو جائیگی کذا فی الکافی اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور وقف کا رکن وہی الفاظ خاصہ ہین جو وقف پر دلالت کرین یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور سبب وقف خواہش تقرب بجناب باری عزوجل ہے یہ عنایہ مین ہے اور رہا حکم وقف کا سو صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وقف کا مال عین اپنے وقف کرنیوالے کی ملک سے خارج ہوکر اللہ تعالیٰ کی ملک حقیقی مین داخل ہوتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کا حکم مال عین کا محبوس ہونا اُسکے وقف کنندہ کی ملک پر اس طرح سے کہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل نہو سکے اور غلہ معدومہ کا صدقہ ہونا بشرطیکہ وقف صحیح ہو بایں طور کہ اُسنے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی صدقہ موقوفہ موبدہ کردی یا مین نے اپنی موت کے بعد کیواسطے اُسکی وصیت کردی پس یہ وقف صحیح ہے حتی کہ اُسکی بیع کا مالک نہین ہے اور نہ اُسکی میراث ہو سکتی ہے ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوا تو جائز ہے اور وقف اُسمین بقدر تہائی کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور رہے شرائط وقف پس ازانجملہ وقف کنندہ کا عاقل ہونا چاہیئے یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وقف سے ایسا ہوتا ہے اور بالغ ہونا چاہیئے پس طفل و مجنون کا وقف صحیح نہین ہے یہ بدائع مین ہے اگر ایسے طفل نے جو تصرفات سے ممنوع ہے اپنی اراضی وقف کی تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اُسکا وقف باطل ہے الا آنکہ با جازت قاضی ہو اور فقیہ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اسکا وقف ہر طرح باطل ہے اگرچہ قاضی نے اسکو اجازت دی ہو سو اسطے کہ تبرع ہے یہ محیط مین ہے۔ ازانجملہ آزادی ہے کہ وقف کنندہ آزاد ہو مسلمان ہونا کچھ شرط نہین ہے اور اگر ذمی نے اپنے فرزند اور اُسکی نسل پر وقف کیا اور آخر مین مساکین کو داخل کیا تو جائز ہے کہ مسلمان مسکینون و ذمی مسکینون کو دیا جاوے اور اگر اُسنے وقف مین ذمی مسکینون کی تخصیص کردی ہو تو جائز ہے اور نصرانی و یہودی و مجوسی سب مسکینون پر بانٹا جائیگا الا اگر اُسنے انمین سے کسی صنف کی خصوصیت کردی ہو تو اسی صنف کے مسکینون کو تقسیم ہوگا پھر اگر قیم نے ان مسکینون کے سوائے دوسرون کو دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ ہمارا قول ہے کہ کفر سب ایک ملت ہے۔ اور اگر اُسنے اپنی اولاد و اُسکی نسل پر بعد بعد نسل کیواسطے وقف کیا اس شرط سے کہ جو اُسکی اولاد سے مسلمان ہوجاوے وہ خارج از صدقہ ہے تو اُسکی شرط معتبر و لازم ہوگی اور اسیطرح اگر کہا کہ جو نصرانیہ سے کسی دوسری ملت کیطرف منتقل ہوجاوے تو بھی اُسکی شرط معتبر ہوگی چنانچہ امام خصاف نے صاف صریح اسکو بیان فرمایا ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ فتاوی ابواللیث مین مذکور ہے کہ ایک نصرانی نے اپنی زمین اپنی اولاد و اولاد اولاد کیواسطے نسلاً بعد نسل ہمیشہ کیواسطے وقف کی اور آخر مین واسطے فقیرون کے کردی جیسے کہ رسم ہے پھر اُسکی اولاد مین سے بعضے مسلمان ہوگئے تو اُنکو بھی دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو اور وقت تصرف کے قربت ہو پس اگر مسلمان یا ذمی نے بیعہ یا کنیسہ پر یا اُنکے فقیرون پر وقف کیا تو صحیح نہین ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ پر وقف کیا تو باطل ہے کذا فی المحیط اور اسیطرح اگر اسکی درستی یا اُسکے چراغ کے تیل کیواسطے وقف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ بیت المقدس کی مرمت یا اسکی روشنی کیواسطے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ اسکی آمدنی سے ہر سال غلام خرید کر آزاد کیے جاوین تو اسکی شرط کے موافق جائز ہے حاوی مین ہے اور اگر کہا کہ اسکا غلہ فلان بیعہ پر جاری کیا جاوے پھر اگر وہ بیعہ خراب ہوجاوے تو اسکا غلہ فقیرون و مسکینون کیواسطے ہو تو اُسکی آمدنی فقیرون کو ملیگی

ملہ اشعار ہے کہ وقف صحیح سے مراد لازم ہے اور وہ صحیح ہو کیونکہ سب اس صورت مین ہے کہ کسی قاضی نے لزوم وقف کا حکم کیا ہو ورنہ از ملک وقف کنندہ کا حکم نہ ہو گا وہ ملہ کیونکہ اسنے کوئی شرط نہین لگائی ہے ۱۲ ملہ کہ یعنی فی ذاتہ قربت نہین ہے اگرچہ ذمی کی نیت میں ہو اگرچہ ملہ فی الحال قربت نہین ہے مگر جبکہ وہ خراب ہو جاوے بازآوین ۱۲

جاری ہی کمی جائیگی اور بعد مذکورہ پر کچھ خرچ نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ابواب خیر پر وقف کیا تو ابواب خیر اُسکے
نزدیک بیون کی عمارت یا آتشخانہ کی تعمیر اور مسکینون پر صدقہ کرنا ہی پس ان مین سے مسکینون پر صدقہ کرنا جاری رہے گا
اور باقی باطل کیے جاوینگے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ آمدنی اسکی میرے پڑوسیون کو بانٹ دیجاوے اور اُسکے
پڑوسیون مین مسلمان و یہودی و نصرانی و مجوسی ہین اور آخر مین واسطے فقیرون کے کر دیا ہو تو وقف جائز ہی اور اسکی آمدنی
اُسکے پڑوسی مسلمان و نصاری وغیرہ سب پر بانٹ دیجائیگی اور اگر ذمی نے کہا کہ اسکی آمدنی بیتون کے کفنون یا ان کی
قبرین کھودنے مین صرف کیجاوے تو یہ جائز ہی اور اسکی آمدنی انھین قسمون کے فقیرون کے کفنون اور انکے فقیر مردون کی
قبرین کھودنے مین صرف کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی ذمی نے اپنا دار مسلمانون کے واسطے مسجد کر دیا اور مثل مسلمانون کے
عمارت مسجد کی اُسکی عمارت بنائی اور مسلمانون کو اُسمین نماز پڑھنے کی اجازت دی پس اُنھون نے نماز پڑھی پھر مرگیا تو یہ مکان اُسکے
وارثون کے واسطے میراث ہوگا اور یہ کل اماموں کا قول ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر کسی ذمی نے اپنا مکان بیعہ یا
کنیسہ یا آتشخانہ کر دیا اور یہ اپنی صحت مین کیا پھر مرگیا تو یہ اُسکے وارثون کی میراث ہو جائیگا ایسا ہی خصاف نے اپنے وقف
مین اور ایسا ہی امام محمدؒ نے زیادات مین ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور
یہان اُسنے کچھ وقف کیا تو اسمین سے اُسی قدر جائز ہوگا جو ذمیون سے جائز ہوتا ہی یہ حاوی مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ
وقف کرنے کے وقت وقف کرنے والے کی ملک ہو حتی کہ اگر کوئی اراضی غصب کر کے وقف کر دی پھر اُسکے مالک سے
اُسکو خرید لیا اور ثمن دیدیا یا جو دیا ہی اُسپر مالک سے صلح کر لی تو یہ اراضی وقف نہ ہوگی یہ بحر الرائق مین ہی اگر زید نے عمرو
کی اراضی کسی کا رخیر مین جو بیان کر دیا ہو وقف کر دی پھر اُس زمین کا مالک ہوگیا تو وقف جائز نہ ہوا اور اگر مالک نے
اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک وقف ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر زید نے عمرو کے واسطے ایک اراضی کی
وصیت کی پس عمرو نے اُسکو فی الحال وقف کر دیا پھر اُسکے بعد زید مرا تو یہ زمین وقف نہوگی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کوئی
زمین خریدی بدین شرط کہ بائع کو بیع مین خیار ہی پھر اُسکو وقف کر دیا پھر بائع نے بیع کو پورا کر دیا اور اجازت دیدی تو
وقف جائز نہوا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر زمین اس شرط سے کہ مجھے خیار حاصل ہی خرید کر وقف کر دی پھر اپنا خیار
ساقط کر کے بیع لازم[۱] کی تو وقف صحیح ہی اور اگر کسی نے دوسرے کو اراضی ہبہ کی اور جسکو ہبہ کی ہی اُسنے اُسپر قبضہ کرنے
سے پہلے اُسکو وقف کیا پھر اسپر قبضہ کیا تو وقف صحیح نہین ہی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کسی کو بطور ہبہ فاسدہ کے اراضی ہبہ کیگئی
پس اُسنے قبضہ کر کے وقف کر دی تو صحیح ہی اور اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر کسی نے بطور خرید
فاسد کے کوئی مکان خرید کر قبضہ کر کے اُسکو فقیرون و مسکینون پر وقف کیا تو جائز ہی اور جسپر وقف کیا ہی اُسپر وقف ہو جائیگا
اور اُسپر اسکی قیمت بائع کے واسطے واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر اراضی مذکور پر قبضہ کرنے سے
پہلے اُسکو وقف کیا تو وقف جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے بطریق بیع جائز کوئی اراضی خریدی اور
اُسکو قبل قبضہ و نقد ثمن کے وقف کر دیا تو وقف ابھی متوقف رہیگا پھر اگر اُسکا ثمن ادا کر کے اُسپر قبضہ کر لیا تو وقف
جائز ہی اور اگر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو یہ زمین فروخت کیجائیگی اور وقف باطل کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے

[۱] یہ صرف بیان صورت مقابل ہی ورنہ وقف کرنا مسقط خیار اور موجب لزوم بیع ہی ۱۲ منہ

فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مال موقوف کا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وقف باطل ہوا اور اگر خریدی کے وقف کرنے کے بعد اس اراضی یا مکان کا جسکو خرید کر وقف کیا ہے شفیع آیا اور شفعہ طلب کیا تو وقف باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور وقف کے واسطے وقت وقف کے ملک ہونا شرط کیے جانے سے مسائل ذیل بھی متفرع ہوتے ہین اگر اقطاع[1] کو وقف کیا تو اقطاع کا وقف نہین جائز ہے الا جبکہ ارض موات ہو یا یہ قطعہ زمین امام کی ملک ہو پس امام نے اسکو کسی کو عطا کیا اور اگر ارض الحوز کو امام نے وقف کیا تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ امام اسکا مالک نہین ہے اور ارض الحوز اس زمین کو کہتے ہین کہ اسکا مالک اسکی زراعت کرنے اور اسکا خراج ادا کرنے سے عاجز ہوا پس اُسنے امام کو دیدی تاکہ اسکے منافع اس خراج کے نقصان کو پورا کرین یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اسی طرح اگر مرتد نے اپنے ردت کے زمانہ مین اپنی ملک چیز کو وقف کیا تو جائز نہین ہے بشرطیکہ وہ اس حالت ردت پر قتل کیا گیا یا مر گیا ہو اسواسطے کہ اس چیز سے اسکی ملک بزوال موقوف زائل ہو گئی تھی یہ نہر الفائق مین ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب مین چلا گیا اور قاضی نے اسکے چلے جانے کا حکم دیدیا اور یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور بحر الرائق مین لکھا ہے کہ اگرچہ مرتد مذکور مسلمان بھی ہو جاوے تو بھی وقف مذکور جائز نہ ہو گا قال المترجم والوجہ عدم الملک لتمام واللہ اعلم اور اگر مسلمان مرتد ہو گیا تو اُسکا وقف باطل ہو جائیگا یہ امام خصاف نے ذکر کیا ہے کذا فی النہر الفائق اور یہ مال میراث ہو جائیگا خواہ وہ اپنی ردت پر قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا اسلام مین لوٹ آیا ہو ہان اگر اُسنے اسلام کی طرف عود کرنے کے بعد دوبارہ وقف کیا تو جائز ہو گا جیسے کہ خصاف نے آخر کتاب مین توضیح کر دی ہے اور مرتدہ عورت کا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل نہین کی جاتی ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر وقف کیا اپنی نسل پر پھر مساکین پر پھر مرتد ہو گیا تو اُسکا وقف باطل ہو گیا اسواسطے کہ جہت مساکین باطل ہو گئی اور وہ اسکی نسل پر صدقہ ہو جائیگا بغیر اسکے کہ آخر اُسکا مساکین کے واسطے قرار دیا جاوے یہ حاوی مین ہے۔ قال المترجم توضیح یہ ہے کہ یہ مال اسکی اولاد پر وقف ہے پھر بعد انکے مساکین پر صدقہ ہے اسطرح وقف کیا پھر مرتد ہو گیا تو وقف باطل ہوا اسواسطے کہ یہ ایسا صدقہ رہگیا کہ جو بغیر جہت مساکین ہے کیونکہ مساکین کے واسطے جو قرار دیا ہے وہ جہت باطل ہو گئی ہے فافہم اور رہا یہ کہ جس مال کو وقف کرنا چاہتا ہے اُس سے حق غیر کا تعلق نہ ہونا مثل اسکے کہ وہ رہن نہ ہو یا اجارہ پر نہ ہووے یہ شرط نہین ہے پس اگر ایک زمین کو دو برس کے واسطے اجارہ پر دیا پھر قبل اس مدت گذرنے کے اسکو وقف کر دیا تو اس شرط سے وقف لازم ہو گا اور عقد اجارہ باطل نہ ہو گا پھر جب مدت اجارہ گذر گئی تو زمین مذکور ان جہات مین ہو جائیگی جنکے واسطے وقف کیا ہے اور اسیطرح اگر اپنی اراضی کو رہن کیا پھر فک رہن کرانے سے پہلے اسکو وقف کر دیا تو وقف لازم ہو گا اور اسکی وجہ سے رہن سے خارج نہ ہو گی اور اگر چند سال تک وہ مرتہن کے پاس رہی پھر راہن نے فک رہن کرایا تو وہ جہات وقف کی جانب راجع ہو جائیگی اور اگر فک رہن کرانے سے پہلے مر گیا اور اسقدر مال چھوڑا جس سے فک رہن ہو سکے تو فک رہن کرائی جائیگی اور وقف لازم ہو گا اور اگر اسقدر مال نہ چھوڑا تو زمین مذکور فروخت کیجائیگی اور وقف باطل ہو جائیگا اور اجارہ کی صورت مین اگر متعاقدین دونون مین سے ایک مر گیا تو اجارہ باطل ہو کر اراضی مذکور وقف ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا بسبب سفاہت[2] یا قرضہ کے محجور[3] نہو چنانچہ امام خصاف نے اسی طرح مطلقاً بیان فرمایا ہے یہ نہر الفائق

[1] یعنی امام نے کسی کو قطعہ زمین دیدی کہ اس سے اپنی بسر اوقات کرے ہمارے عرف مین جسکو جاگیر کہتے ہین ۱۲ منہ [2] سفاہت بیعقلی و نادانی ۱۲ منہ [3] محجور ممنوع از تصرف ۱۲ منہ

مین ہی۔ اور اگر سفاہت کی وجہ سے مجور ہونیکی حالتمین اپنے اوپر وقف کیا پھر ایسی جہت پر وقف کیا جو منقطع نہین ہوتی ہی تو چاہیے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہووے اور یہی محققین کے نزدیک ہی اور اگر کسی حاکم نے وقف کے صحیح ہونے کا حکم دیدیا تو کل اماموںکے نزدیک صحیح ہو گا یہ فتح القدیر مین ہی۔ ازانجملہ عدم جہالت ہی یعنی جو چیز وقف کرتا ہی وہ اسوقت مجہول نہ ہو پس اگر اپنی اراضی وقف کی اور اسکو بیان نہ کیا تو وقف باطل ہی اور اگر زمین دار میں سے اپنا تمام حصہ وقف کیا اور اپنے سہام بیان نہ کیے تو استحسانًا جائز ہی۔ اور اگر یہ زمین یا وہ زمین وقف کی یعنی کہا کہ مینے یہ زمین یا وہ زمین وقف کی اور وجوہ خیر بیان کردین تو باطل ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ امام خصاف نے فرمایا کہ اسطرح وقف کہ مینے کردیا یہ مال صدقہ موقوفہ اللہ تعالی کیواسطے ہمیشہ کے لیے یا اپنی قرابت پر تو وقف باطل ہی اسواسطے کہ اسنے شک پر وقف کیا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ مین نے اسکو اللہ تعالی کیواسطے صدقۂ موقوفہ ہمیشہ کے لیے زید پر یا عمرو پر اور بعد اسکے مساکین پر کردیا تو یہ بھی باطل ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی نے اپنی زمین جسمین درخت ہین وقف کی اور شجار مستثنی کر لیے تو وقف نہین جائز ہی اسواسطے کہ ہر شمار درخت مین مع مواضع درختان مستثنی ہونسے باقی اراضی جو وقف کرتا ہی مجہول رہ گئی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ وقف منجز ہو یعنی کسی شرط پر معلق نہو پس اگر کہا کہ اگر میرا بیٹا آگیا تو میرا یہ دار واسطے مسکینونکے صدقۂ موقوفہ ہی پھر اسکا بیٹا آیا تو وقف نہ ہو گا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور خصاف نے اپنی کتاب الوقف مین فرمایا کہ اگر یون کہا کہ اگر کل کا روز ہوئے تو میری زمین صدقۂ موقوفہ ہی تو یہ باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری زمین صدقۂ موقوفہ ہی اگر تو چاہے یا پسند کرے تو وقف باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کہا کہ اگر مین چاہون پس خود کہا کہ مینے چاہا تو باطل ہی اور کہا کہ مینے چاہا اور اسکو صدقۂ موقوفہ کردیا تو اس کلام متصل سے وقف صحیح ہو گا یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقۂ موقوفہ ہی اگر فلان نے چاہا اور فلان نے کہا کہ مین نے چاہا تو باطل ہی یہ محیط مین ہی اور اگر ایک نے کہا کہ اگر یہ دار میری ملک ہی تو صدقۂ موقوفہ ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس کلام کے وقت اسکی ملک تھا تو صدقۂ وقف صحیح ہی اسواسطے کہ موجودہ شرط سے معلق کرنا منجز ہی ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص کا مال جاتا رہا اسنے کہا کہ اگر مینے اسکو پایا تو اللہ تعالی کیواسطے مجھپر واجب ہی کہ اپنی زمین وقف کرون [یعنے معلق نہین ہی] پھر اسکو پایا تو اسپر واجب ہوا کہ اپنی زمین ایسے لوگونپر وقف کرے جنکو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہی اور اگر ایسے لوگونپر وقف کیا جنکو زکوٰۃ دینی نہین جائز ہی تو وقف صحیح ہو گا مگر نذر ادا نہو گی بلکہ اسپر نذر واجب رہیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جب فلان آیا یا جب مینے فلان سے کلام کیا تو میری یہ زمین صدقہ ہی تو اسپر لازم آویگا اور یہ بمنزلہ قسم و نذر کے ہی اور جب شرط پائی گئی تو اسپر واجب ہو گا کہ زمین کو صدقہ کرے اور وہ وقف نہو گی یہ محیط مین ہی۔ ایک نے کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے مرگیا تو ضرور مینے اپنی یہ زمین وقف کر گیا تو وقف نہین صحیح ہی خواہ مرے یا اچھا ہو جاوے اور اگر کہا کہ اگر مین مرگیا اس مرض سے تو تم ہمساری میری زمین کو وقف کرو تو یہ جائز ہی اور فرق دونو مین یہ ہی کہ اخیر صورت مین وقف کیواسطے وکیل کیا اور توکیل کو اپنی موت پر مشروط کیا ہی اور یہ جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ازانجملہ یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اشتراط اسکی بیع کا اور اپنی حاجت مین اسکا ثمن صرف کرنیکا ذکر نکیا ہو اور اگر کہا تو وقف صحیح نہو گا اور یہی مختار ہی چنانچہ بزازیہ مین مذکور ہی یہ نہر الفائق مین ہی۔ ازانجملہ یہ کہ وقف کے ساتھ خیار شرط نہو

پس اگر وقف کیا اس شرط سے کہ مجھے خیار ہی تو امام محمدؒ کے نزدیک نہیں صحیح ہی خواہ وقت معلوم ہو یا مجہول ہو اور اسی کو ہلال رحؒ نے اختیار کیا ہی یہ بحر الرائق مین ہی اور امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک وقف کنندہ کیواسطے تین روز کا خیار جائز ہی یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہی - اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وقف مذکور منقلب ہو کر جائز ہو گا چنانچہ ہلالؒ نے اپنے وقف مین ذکر کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور نوازل مین مذکور ہی کہ اسمین اتفاق ہی کہ اگر کسی نے مسجد بنا دیا اس شرط سے کہ مجھے تین روز تک خیار ہی تو مسجد ہونا جائز ہی اور شرط باطل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور منجملہ یہ ہی کہ تابید ہو اور یہ شرط بالاجماع کل کے نزدیک ہی ولیکن اسکا بیان کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین ہی اور اگر کسی نے اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی وقت معلوم کو وقف کیا اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف جائز ہی اور یہ وقف ہمیشہ کیواسطے ہو گا اور اگر یون کہا کہ میری یہ زمین ایک مہینہ کیواسطے وقف ہی پھر جب مہینہ گذر جاوے تو وقف باطل ہو گا تو وقف ابھی سے ہلالؒ کے نزدیک باطل ہو گا اسواسطے کہ وقف نہین جائز ہوتا ہی الا جبکہ ہمیشہ کیواسطے ہو پس جب ہمیشہ کیواسطے ہونا شرط ہوا تو کسی خاص وقت تک کیواسطے روا نہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر کہا کہ یہ زمین بعد میری موت کے ایک سال تک صدقہ موقوفہ ہی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ہمیشہ کیواسطے فقیرون پر جائز ہی اسواسطے کہ اسمین وصیت کے معنے موجود ہین یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری موت کے فلان پر ایک سال تک وقف ہی پھر جب سال گذر جاوے تو وقف باطل ہی تو یہ زمین بعد میری موت کے بعد سال بھر تک کیواسطے فلان کی وصیت رہیگی اسکے بعد وہ مساکین کیواسطے وصیت ہو جائیگی پس اسکا غلہ و آمدنی مساکین کو تقسیم ہو گی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری موت کے بعد فلان پر سال بھر وقف کی گئی ہی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فلان مذکور کیواسطے سال بھر تک اسکی آمدنی ہو گی اور بعد اسکے یہ اراضی و غلہ واسطے وارثون کے ہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور منجملہ یہ ہی کہ آمدنی و غلہ و حاصلات و اجرت جو کچھ ہو وہ ایسی جہت کے واسطے ہو جو کبھی منقطع نہ ہو اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک شرط ہی اور اگر اسکو ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وقف صحیح نہو گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکا ذکر کرنا شرط نہین ہی بلکہ اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہی تو بھی وقف صحیح ہی اور بعد اس جہت منقطع ہو جانے کے وہ فقیرونکے واسطے ہو جائیگی اگرچہ ان فقیرونکو بیان نہ کیا ہو اسواسطے کہ وقف کرنیوالے کا قصد یہ ہوتا ہی کہ اسکی اُجرت فقیرون کیواسطے ہو اگرچہ انکو بیان نہ کیا پس اس شرط کا بیان ہونا از روی دلالت ثابت ہی یہ بدائع مین ہی اور منجملہ یہ ہی کہ جو چیز وقف کی ہی وہ عقار یا وارسہو پس مال منقولہ کا وقف صحیح نہین ہی الا کراع و سلاح کا یہ نہایہ مین ہی

فصل جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہی اور جنسے نہین پورا ہوتا ہی انکے بیان مین اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محررہ موبدہ میری حالت حیات مین و بعد وفات کے ہی یا کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محبوسہ موقوفہ موبدہ میری حین حیات و بعد وفات کے ہی یا موقوفہ کا لفظ نہ کہا تو سب اماموںکے نزدیک یہ وقف فقیرون پر جائز لازم ہو جائیگا یہ محیط مین ہی لیکن بنا بر قول امام اعظمؒ کے جبتک وہ زندہ ہی یہ اُسکی طرف سے آمدنی اراضی مذکورہ تصدق کرنیکی نذر ہو گی پس اسپر واجب ہو گا کہ اسکو وفا کرے اور یعنی وصیت سے اسکو رجوع کا اختیار ہو گا اور وہ قول ہی کہ میری وفات کے بعد لیکن اگر اسنے

رجوع نہ کیا تو یہ اُسکی تہائی ترکہ سے جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہو پس ہو تو عامہ علماء کے نزدیک جائز ہے
لیکن امام محمدؒ کے نزدیک لفظ سپرد کرنیکی باقی ہے اور بنابر قول امام اعظمؒ کے آمدنی اراضی کی تصدق کرنیکی نذر ہوگی اور وقف
کرنیوالے کی ملک اپنے حال پر باقی رہیگی چنانچہ بعد اسکے مرنے کے اُسکی طرف سے میراث ہوگی یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ یا صدقہ محبوسہ یا صدقہ حبیسہ ہے اور یہ نہ کہا کہ ہمیشہ کیواسطے تو عام علماء
کے نزدیک جو وقف کو جائز رکھتے ہیں وقف ہو جائیگا اسواسطے کہ صدقہ ثابت ہوتا ہے ہمیشہ کیواسطے کہ احتمال فسخ
کا نہیں رکھتا ہے اور امام خصاف واہل بصرہ نے فرمایا کہ وقف نہوگا اسواسطے کہ وقف متعلق بتابید ہے اور اگر کہا کہ
میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے تو بالاجماع وقف ہو جائیگا اسواسطے کہ مساکین کا ذکر بھی تابید کا ذکر ہے یہ
محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ راہ خیر پر یا راہ ثواب پر یا راہ نیکی پر ہے یا راہ نیکی و ثواب پر ہے تو یہ وقف
جائز ہوگا یہ وجیز میں ہے۔ اور اگر صدقہ کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن وقف کا لفظ ذکر کیا اور کہا کہ میری یہ زمین وقف ہے یا میں نے اپنی
زمین وقف کردی یا میری یہ زمین موقوفہ ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقیروں پر وقف ہو جائیگی اور شیخ صدر شہیدؒ و
مشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف رح فتوی دیتے ہیں اور ہم بھی بسبب عرف کے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیتے ہیں۔ یہ
اسوقت ہے کہ اُسنے فقیروں کا لفظ بیان نہ کیا اور اگر بیان کیا اور کہا کہ یہ میری زمین فقیروں پر موقوف ہے یا وقف ہے یا میں نے
وقف کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف ہوگی اور اسیطرح ہلالؒ کے نزدیک بھی اسوجہ سے کہ فقیروں کے کہنے کی تصریح کرنے سے
احتمال جاتا رہا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ موقوفہ ہے اللہ تعالی کیواسطے ہمیشہ تو جائز ہے اگرچہ صدقہ کا ذکر نکیا کیونکہ
مساکین پر صدقہ ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر فقط وقف کا ذکر کیا یا اسکے ساتھ حبس کا بھی ذکر کیا تو بنا بر قول محمدؒ
اُس سے وقف ثابت ہو جائیگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ حرمت ارضی ہذہ یعنی محرمہ
میں نے اپنی یہ زمین حرام کردی یا میری یہ زمین حرام کی ہوئی ہے تو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے یہ
قول مثل موقوفہ کہنے کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور فتاوی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ موقوفہ محرمہ حبیسہ ہے یا موقوفہ حبیسہ
محرمہ ہے تو بیع نہیں کیجاسکتی اور نہ میراث اور نہ ہبہ ہوسکتی ہے اور یہ سیاسی اختلاف پر ہے یعنی اسمیں بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور مختار
قول امام ابو یوسفؒ کا ہے جو ذکر ہوا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین حبیسہ صدقہ ہے تو شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ چاہیے کہ بنا بر قول
صدقہ موقوفہ کے ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد پر یا میرے قرابتی فقیروں پر حالانکہ
یہ لوگ گنے ہوئے ہیں یعنی اگر شمار کیے جاویں تو انکا احصار ممکن ہے یا یتیموں پر[1] اور اُسکی مراد اُسیج حبس اولی مذکور نہیں ہے
اور واقع وقف ہے تو وہ امام محمدؒ کے نزدیک وقف نہو جائیگی اسواسطے کہ اُسنے ایسی چیز پر وقف کیا جو منقطع اور ختم ہو جائیگی
ہمیشہ تک نہ رہیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقف صحیح ہو جائیگا اسواسطے کہ جس پر وقف کیا ہے اسکا ہمیشہ جاری رہنا انکے نزدیک شرط نہیں ہے

[1] یعنی میرے قرابتی فقیر پر جو احصار میں داخل ہیں ١٢ [5] قال المترجم صدقہ معروف تو موقوفہ وقف کی ہوئی اور حبس بند کر رکھنا
اور مراد یہ ہے کہ یہ زمین فروخت و ہبہ و میراث وغیرہ کسیطرح منتقل نہوگی جیسے ہو ویسی ہی رہیگی محبوس بندلی ہوئی اور حبیسہ
یعنے محبوسہ تحریمہ حرام کی ہوئی یعنے میراث و ہبہ و بیع وغیرہ سے حرام کی گئی ہے ولیکن اسمیں ایک گونہ احتمال ہے
چنانچہ ہماری زبان میں اگر اسطرح کہا تو صحت وقف کا فتوی نہ دیا جاوے گا واللہ اعلم ١٢ منہ

یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی یا یہ میرا دار صدقہ موقوفہ ہے فلان پر یا اولاد فلان پر تو اسکی حاصلات
جبتک یہ لوگ زندہ ہیں انکو ملیگی اور انکی موت کے بعد وہ فقیروں پر صرف ہوا کریگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ میری
یہ اراضی صدقہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا موقوفہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کیواسطے صدقہ موقوفہ ہے تو وقف ہو جائیگی خواہ ہمیشگی
کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اسیطرح اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ بوجہ اللہ تعالیٰ یا صدقہ موقوفہ بطلب ثواب اللہ تعالیٰ
ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی موقوفہ بوجہ خیر و ثواب ہے تو جائز ہے گویا اُسنے کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے
یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین بیراہ سبیل ہے پس اگر ایسے شہر میں ہو جہاں کے لوگوں میں یہ لفظ وقف کیواسطے
متعارف ہے تو زمین مذکور وقف ہو جائیگی اور اگر وہاں کے لوگوں میں یہ متعارف بمعنی وقف نہو تو اُس سے اسکی مراد دریافت
کیجائیگی پس اگر اُسنے وقف کا ارادہ کیا ہو تو وقف ہو جائیگی اور اگر اُسنے صدقہ کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو نذر ہوگی
پس یہ زمین یا اسکا ثمن صدقہ کر دیا جائیگا وقال المترجم ہمارے عرف میں وقف کے معنے میں نہیں ہے ہاں نذر
ہو سکتی ہے اگر اسکی نیت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ میں نے اسکو فقیروں کے واسطے کر دیا پس اگر اس
شہر والوں میں یہ وقف کیواسطے متعارف ہو تو وقف ہوگی اور اگر وقف کے لیے متعارف نہو تو اُس سے دریافت
کیا جائیگا پس اگر اُسنے وقف کی نیت کی تو وقف ہوگی اور اگر نیت صدقہ ہو یا کچھ نہو تو صدقہ کی نذر قرار دی جائیگی
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کہا ارضی ہذہ سبیل یعنی میری یہ زمین سبیل ہے تو وقف نہوگی لیکن اگر کہنے والا ایسے شہر کا ہو جہاں کے
لوگ اس کلام سے وقف ابدی مع اسکے شروط کے سمجھتے ہوں تو وقف ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ سبلت ہذہ الدار
فی وجہ امام مسجد کذا عن جہۃ صلواتی وصیامی تو وقف ہو جائیگا اگرچہ نماز و روزہ کیطرح واقع نہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر کہا
کہ میرا یہ دار بعد میری موت کے سبیل امام فلان مسجد ہے تو وقف صحیح ہے بشرطیکہ تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اُسنے مسجد کو معین کیا ہو ورنہ
نہیں یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ حجرہ مسجد کے جل کیواسطے کر دیا اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ حجرہ مذکورہ مسجد پر
وقف ہو جائیگا بشرطیکہ متولی کو سپرد کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ
میرے اس حانوت کی آمدنی سے ہر مہینہ دس درم کی روٹیاں خرید کر مساکین کو بانٹ دیا کرو تو حانوت مذکور وقف ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے قال
المترجم یہ کہ عرف میں یہ وقف نہونا چاہیے واللہ اعلم۔ اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے اس چہاردیواری والا باغ انگور کے
پھلوں کو وقف کر دیا خواہ بوقت اُسمیں پھل تھے یا نہ تھے تو باغ مذکور وقف ہو جائیگا اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اسکی حاصلات
وقف قرار دی تو وقف ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنی موت کے بعد وقف کیا یا وصیت کی کہ وقف کیجائے
میری موت کے بعد تو صحیح ہے اور یہ وقف تہائی ترکہ سے ہوگا یہ تہذیب میں ہے اور وقف ہلال میں مذکور ہے کہ اگر وصیت کی کہ میری
تہائی بعد میری وفات کے اللہ تعالیٰ کیواسطے ہمیشہ کیلئے ہے تو یہ اسکی وصیت فقیروں پر وقف کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے

سله یعنی فلان یا اولاد یا فقرائے قرابت یا یتیمان قرابت بروجہ مذکور ۱۲ منہ سله قال المترجم وہاں الولد یطلق قولہما ازلیناتی ما ذکرہ
علی قول ہلال ۱۲ منہ سله سبیل کردیا میں نے یہ دار در وجہ امام مسجد فلان از جانب نمازہا و روزہاے خویش قال المترجم
اگر یہی مراد ہے تو بجز وہ نہ یہ معہ کا محاورہ ہوگا ہماری عربیت سے متعارف نہیں ہے وقال المترجم اور شاید توجیہ صحت وقف
مختص للفظ تسبیل ہے وظا مکان عرف معہ اسکندریہ وزا جیسا قبال لی ۱۲ منہ سله شاید حجرہ ہذا باختیار امام کے ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہ میرا تہائی مال وقف ہے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر مال اسکا نقد ہو تو وقف باطل ہے اور اگر اراضی ہو تو وقف[له] فقیروں پر جائز ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ فتویٰ اسپر ہے کہ بدون بیان مصرف کے یہ وقف جائز نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاوی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے تو صدقہ کر دینے کی نذر ہوگی حتی کہ اگر عین اس زمین کو صدقہ کیا یا اسکی قیمت صدقہ کر دی تو نذر ادا ہو گئی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اس زمین کو مسکینوں پر صدقہ کیا تو وقف نہ ہوگی بلکہ یہ نذر ہے کہ اس عین اراضی یا اسکی قیمت کا صدقہ کرنا اسپر واجب آیا پس اگر اُسنے ایسا کر دیا تو نذر کے عہدہ سے نکل گیا ورنہ اسکی موت کے بعد وہ میراث ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی اُسکو صدقہ کرنے پر مجبور نہ کریگا جیسے نذر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ نذر کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین نیکی و ثواب کی راہ میں صدقہ ہے تو یہ وقف نہیں ہے بلکہ نذر ہے کذا فی الظہیریہ ایک نے کہا کہ میں نے اپنے اس دار کا غلہ و آمدنی واسطے مسکینوں کے کر دی تو یہ آمدنی کے صدقہ کر دینے کی نذر ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ دار واسطے مسکینوں کے کر دیا تو یہ دار مذکور کے مسکینوں پر صدقہ کر دینے کی نذر ہے یہ فتاوی صغریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ ہے کہ فروخت نہ کیا جائیگا تو صدقہ کی نذر ہے وقف نہیں ہے اور اگر زیادہ کر کے کہا کہ اور ہبہ نہ کیا جاویگا اور نہ میراث ہو جائیگا تو مسکینوں پر وقف ہو جائیگا کذا فی البحر الرائق

باب دوم ۔ جسکا وقف جائز ہے اور جسکا نہیں جائز ہے اور وقف مشاع کے بیان میں ۔ عقار مثل اراضی و مکانات و دوکانات کا وقف جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور اسیطرح منقولات میں سے جو اس عقار کی تبعیت میں ہوں انکا وقف بھی بالتبع جائز ہو جائیگا مثلاً کسی اراضی کے ساتھ کارکن غلام و بیل و آلات کاشتکاری وقف کیے تو سب وقف ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور امام خصاف نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین وقف کی اور اسکے ساتھ غلام ہیں جو اس زمین میں کام کرتے ہیں تو چاہیے کہ ان غلاموں کا نام بیان کرے اور انکی تعداد بیان کرے اور اسیطرح اگر اسکے ساتھ بیل ہوں تو انکو بیان کرے اور انکی تعداد بیان کرے اور چاہیے کہ صدقہ میں شرط کرے کہ رقیقوں و بیلوں کا نفقہ اس زمین کی آمدنی سے ہوگا اور اگر یہ شرط کرے تو اس زمین کی آمدنی میں انکا نفقہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اسعاف میں ہے کہ اگر انکا نفقہ اس زمین کی آمدنی و حاصلات سے شرط کیا پھر بعضے انمیں سے بیمار ہوئے تو وہ اپنے نفقہ کا اس زمین کی حاصلات سے مستحق ہوگا اور برابر انکا نفقہ اسکی حاصلات سے انپر برابر جاری رہیگا جبتک وہ زندہ ہیں اور اگر اُسنے یہ کہا کہ اس زمین میں انکے کام پر انکا نفقہ اسکی حاصلات سے ہو تو جو رقیق انمیں سے کام سے بیکار رہا اُسکو حاصلات زمین سے نفقہ نہ ملیگا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر رقیق کام سے ضعیف ہو گیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے دوسرا خریدے جو بجائے اسکے کام کرے پھر اگر اسکے ثمن سے دوسرا غلام نہ ملا اور چاہا کہ اسکے ثمن میں حاصلات زمین سے کچھ بڑھا کر دوسرا غلام خریدے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اسیطرح جو جانور و آلات زراعت کا اراضی کے ساتھ وقف کیے گئے اور انمیں سے کوئی نکما ہوا تو بجائے اسکے دوسرا قائم کرنے کے واسطے بھی یہی حکم ہے اور جو شخص صدقہ کا متولی ہو وہ ایسا کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلامان وقف میں سے کوئی قتل کیا گیا اور اسکی دیت وصول کر لی گئی تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اس دیت سے بجائے اسکے دوسرا خریدے یہ فتح القدیر میں ہے اور اسعاف میں مذکور ہے کہ اگر انمیں سے کسی نے جنایت کی اور ولی جنایت دعویدار ہوا تو اسکا

[له] یعنی وقف جائز ہوگا اور فقیروں پر قرار دیا جائیگا ۱۲ منہ

غلام مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دینے دونون مین سے جو بات بہتر ہو وہ متولی پر واجب ہی اور اگر اُسنے غلام کے فدیہ مین
جنایت سے زاید مال دیا تو زاید مین متطوع[1] قرار دیا جائیگا پس اپنے مال سے اسکا ضامن ہوگا اور اگر جن لوگون پر وقف ہی
انھون نے اس غلام جرم کنندہ کا فدیہ ادا کر دیا تو وہ متطوع ہونگے اور غلام مذکور جسطرح وقف مین کام کرنیکے واسطے تھا ویسا ہی
باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین ہی اور مال منقول کے وقف بالمقصود[2] مین دو صورتین ہین اگر یہ مال منقول کراع یا سلاح ہو تو
وقف جائز ہی اور اگر سواے انکے ہو تو پھر دو صورتین ہین کہ اگر ایسی چیز ہو جسکے وقف کرنیکا تعارف جاری نہین ہی جیسے کپڑے
و حیوانات تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر اُسکا وقف متعارف ہو جیسے آرہ و بسولا جنازہ و جنازے کے کپڑے اور دیگر
چیزین جنکی حاجت پڑتی ہی مثل ظرف و دیگچہ واسطے غسل میت کے و مصاحف وغیرہ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ نہین
جائز ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جائز ہی اور ائمہ مشائخ جنمین سے امام سرخسی بھی ہین اسیطرف گئے ہین کذا فی الخلاصہ
اور یہی مختار ہی اور فتویٰ بھی امام محمدؒ کے قول پر ہی شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہی کذا فی مختار الفتاوی اور اگر
جنازہ و ملاءات و مغتسل جسکو فارسی مین حوض مسین کہتے ہین ایک محلہ مین وقف کیا پھر اُس محلہ والے سب مر گئے تو
وقف کرنیوالے کے وارثونکو واپس دیا جائیگا بلکہ اس محلہ سے جو جگہ سب سے قریب ہو وہان منتقل کر دیا جائے گا یہ
خلاصہ مین ہی اور اگر مصحف کو اہل مسجد پر وقف کیا کہ اُسکو پڑھا کرتے یا حفظ کرتے ہین تو جائز ہی اور اگر مسجد پر وقف کیا
تو بھی جائز ہی اور اسی مسجد مین پڑھا جائیگا اور بعضے مقام پر مذکور ہی کہ اسی مسجد پر مقصور[3] نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی اور
لوگون نے[4] کتابون کے وقف مین اختلاف کیا ہی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے اسکو جائز رکھا ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی اور اگر اپنے جانور سواری کی پیٹھ یعنی سواری لینا اُسکی پشت پر اور اپنے غلام کی کمائی کی آمدنی مسکینون مین
وقف کی تو ہمارے علماء کے قول مین نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک گاے وقف کی اس شرط پر کہ اُسکا
دودھ گھی و مٹھا راہی مسافرونکو دیا جاوے پس اگر ایسے مقام پر ہو جہانکے لوگون مین یہ متعارف ہی تو جائز ہوگا جیسے
سقایہ کا پانی جائز ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور بیل یا بکرہ وغیرہ نر جانور کا اسواسطے وقف کرنا کہ اُس سے مادہ
گابھن کرائی جایا کرین نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور واقعات مین مذکور ہی کہ ہلال بصری رحمہ اللہ نے اپنے وقف
مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر کسی نے فقط عمارت کو بدون اصل کے وقف کیا تو نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور اسیطرح وقف دار
بدون عقار نہین جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ محیط مین ہی - اور وقف عمارت کا ایسی زمین مین جو عاریت پر ہی یا اجارہ
پر ہی نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور خصاف نے بیان فرمایا کہ بازار کی دُکان کا وقف جائز ہی بشرطیکہ
زمین اجارہ پر ایسے لوگونکے قبضہ مین ہو جنھون نے ان دُکانون کو بنایا ہی کہ سلطان انکے ہاتھ سے نکال نہ سکتا ہو اور
اس سے ثابت ہوا کہ جو عمارت کہ زمین محتکر مین ہو اُسکا وقف جائز ہی یہ نہر الفائق مین ہی - اگر قطعہ زمین وقف
کی ہوئی مین کسی نے عمارت بنائی اور اسکو اسی جہت پر وقف کیا جسپر یہ قطعہ زمین وقف ہی تو اُسکی تبعیت مین اُسکا وقف بھی

[1] متطوع تبرع و احسان کنندہ ۱۲ [2] یعنی عقار کے تابع کرکے نہین بلکہ مقصود ہی منقول کا وقف کرنا ہی ۱۲ [3] بلکہ دوسری جگہ بھی پڑھا جاوے ۱۲
[4] قال المترجم قولہ لوگون نے یعنی اہل علم نے اور شاید مؤلف کے نزدیک یہ اختلاف بعید ہو لہذا لوگون سے اس لفظ کی تعبیر کی ۱۲ منہ

جلد ۴

بلا خلاف جائز ہوگا اور اگر قطعہ مذکورہ کی جہت وقف کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اُسکے جواز مین اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ جائز نہوگا یہ محیط غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی درخت جما پھر اُسکو وقف کر دیا پس اگر اُسکو ایسی زمین مین لگایا ہی جو وقف کی ہوئی نہین ہی اور اس درخت کو مع اُسکے موضع زمین کے وقف کیا یا جتنی زمین پر اُسکا قیام ہی تو زمین کی تبعیت مین بحکم اتصال کے یہ درخت بھی وقف ہو جائیگا اور اگر فقط درخت کو بدون اصل زمین کے وقف کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر وقف کی زمین مین لگایا ہی تو اگر اُسی جہت پر وقف کیا جسپر یہ زمین وقف ہی تو جائز ہی جیسے عمارت مین جائز ہی اور اگر اس جہت کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اسمین بھی ویسا ہی اختلاف ہی جیسا عمارت مین مذکور ہوا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور رباط کے کام کاج کیواسطے غلام و باندیونکا وقف کرنا جائز ہی اور اگر حاکم نے اُس وقف کی باندیکا نکاح کر دیا تو جائز ہی اور اگر اُسکا غلام بیاہ دیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ غلام پر مہر و نفقہ لازم ہو جائیگا اور اگر وقف کے غلام کو وقف کی باندی سے بیاہ دیا تو نہین جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور جو چیزین ایسی ہین کہ بدون انکے عین تلف کرنیکے اُنسے انتفاع نہین حاصل ہو سکتا ہی جیسے کھانے و پینے کی چیزین و سونا چاندی وغیرہ تو عامۂ فقہا کے نزدیک نہین جائز ہی اور مراد چاندی و سونے سے درم و دینار ہین اور جو زیور نہو وے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر درم یا کیلی چیزین یا کپڑے وقف کیے تو نہین جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ جہان اُسکا رواج ہو وہان جواز کا فتوی دیا جائیگا تو دریافت کیا گیا کہ کیونکر تو فرمایا کہ درم فقیرونکو قرض دیے جائینگے پھر اُنسے وصول کر لیے جائینگے یہ مضاربت پر دیے جائینگے اور انکا نفع صدقہ کیا جائیگا اور گیہون فقیرونپر قرض دیے جاوینگے کہ اُس سے زراعت کرین پھر اُنسے لے لیے جاوینگے اور کپڑے و لباس فقیرون کو دیے جاوینگے کہ اپنی ضرورت کے وقت انکو پہنین پھر اُنسے لے لیے جاوینگے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور نہین صحیح ہی وقف ادویہ کا الا جب کہ اُسنے کہا کہ فقیرون و تونگرون سب پر تو جائز ہوگا اور تونگر لوگ فقیرونکی تبعیت مین داخل ہو جاوینگے یہ معراج الدرایہ مین ہی اور ناطفی نے کہا کہ اگر مسجدونکی اصلاح کیواسطے مال وقف کیا تو جائز ہی اور اگر پُلون کے بنانے و راستونکی درستی اور قبرونکے کھودنے اور مسلمانون کے لیے سقایہ کا وقف کیا یا مسلمان مردون کیواسطے کفن خریدنے کے لیے وقف کیا تو نہین جائز ہی اور فتوی اُسپر دیا جاوے کہ جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ **اور متصلات** اس بیان سے ان چیزونکا بیان ہی جو بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہین اور جو ذکر ہی سے داخل ہوتی ہین۔ امام خصاف رح نے اپنی کتاب الوقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر کسی نے اپنی صحت مین اپنی اراضی بعض وجوہ پر جنکو بیان کیا ہی وقف کی اور بعد ان وجوہ کے فقرا پر وقف بیان کیا تو اُس وقف مین جو عمارات و درختان خرما و دیگر اشجار ہونگے سب داخل ہو جاوینگے یہ محیط مین ہی۔ اور خصاف نے بیان کر دیا کہ گو درختونکے وقف کر نہین جو پھل اُنپر اُسوقت موجود ہین وہ داخل نہین ہو جاتے ہین (یعنے بلا بیان) اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری اپنی یہ زمین مع اُسکے حقوق و تمام اُس چیز کے جو اُس مین یا اُس سے ہی صدقہ موقوفہ کر کے وقف کی حالانکہ وقف کے روز اُس اراضی کے درختون مین پھل موجود ہین تو ہلال رح نے فرمایا کہ استحسانًا اُسپر لازم ہی کہ ان پھلونکو فقیرون و مسکینون پر صدقہ کر دے نہ بطور وقف کے بلکہ بطور نذر کے پھر اُسکے بعد جو

پھل اسمین پیدا ہونگے وہ انھین وجوہ پر صرف کیے جاوینگے جنکو اُسنے وقف مین بیان کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی بعد میری وفات کے اسوجہ پر کہ جو اللہ تعالی اسکی حاصلات و
پیداوار فرماوے وہ واسطے عبد اللہ کے ہی پھر وقف کرنے والا مرا اور حال یہ ہی کہ اس اراضی کے درختون مین پھل موجود
ہین تو فرمایا کہ یہ پھل عبد اللہ کیواسطے نہ ہونگے اسواسطے کہ اُسکے لیے اب وقف واجب ہوا ہی بس ایسا ہو گیا کہ اُسنے
ایک زمین وقف کی جسکے درختون مین پھل موجود ہین پس وصیت وقف مین جو پھل موجود ہین داخل ہونگے پھر کہا
کہ شیخ نے فرمایا کہ اس مقام پر یہ موجودہ پھل بدلیل قیاس اُسکے وارثونکے ہونگے اور استحسان یہ ہی کہ فقیرون پر صدقہ کردیے
جاوینگے اور ہم استحسان ہی کو اختیار کرتے ہین۔ اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر وقف کرنیوالیکے الفاظ اسی قدر ہون
جو بیان ہوئے ہین تو قیاس و استحسان ہر دلیل سے یہ پھل وارثونکے ہونے چاہییے ہین اس جہت سے کہ اُسنے وقف کو
اپنی وفات کے بعد پر رکھا ہی پس فی الحال مین مذکور اشکی حیات مین وقف نہین ہوئی اور جب ایسا ہی تو جو پھل پیدا ہوئے
ہین وہ میت کی ملک پر پیدا ہوئے ہین پس یہ اُسکے وارثونکی ملک ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین وقف کی
اور اسمین زراعت ہی تو وہ وقف مین داخل نہوگی خواہ زراعت کیواسطے قیمت ہو یا نہ ہو یہ مضمرات مین ہے اور
فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی خصاف نے فرمایا کہ اگر اس اراضی مین بقول یا پھل پھول
خوشبودار ہون تو وہ وقف مین داخل نہونگے اور اگر اسمین نرکل و غیضہ[له] و خلاف ہون تو جو ایسے ہین کہ ہر سال کاٹے جاتے ہین[۱۲]
ہین وہ داخل نہ ہونگے اور جو ایسے ہین کہ ہر دو برس یا تین برس بعد کاٹے جایا کرتے ہین وہ داخل ہو جاوینگے یہ محیط
مین ہی۔ اور اسیطرح جو زمانہ آیندہ مین پیدا ہون وپھلین وہ داخل وقف ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے
اور رطاب مین سے جو رطبہ اُگا ہوا ہو تو وہ وقف کرنیوالیکا ہوگا اور جو اُسکے اصول جڑ مین ہین وہ وقف مین
داخل ہونگے اسیطرح بادنجان و قطن ہی لیکن اگر روئی کے درخت ہر سال جھاڑے جاتے ہون تو وقف مین داخل
نہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ پیاز نرگس و زعفران[۱۲] وقف مین داخل ہونگے اور نیشکر نہین داخل ہونگے اور گلاب یا سبز
کے درخت زمین کی وقف مین داخل ہو جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی ولیکن گلاب و چنبیلی و برگ حنا وقف کرنیوالے کے ہونگے
یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر ایسی زمین وقف کی جسمین چکی گڑی ہو تو وہ چکی داخل وقف ہوگی خواہ پنچکی ہو یا ہاتھ کی
چکی ہو اور اسیطرح کنوین کے چرخ داخل ہونگے اور چرس داخل نہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور حمام کے وقف مین دیگین
داخل ہونگی اور وہ مقام بھی جہان اُسکا گوبر و راکھ ڈالی جاتی ہی اور پانی بہنے کی نالی جو زمین مملوکہ مین ہو اور راستہ
آمد و رفت کا داخل نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیرون پر صدقہ موقوفہ ہی اور اسمین حصہ
پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحسانًا اُسکا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا اسواسطے کہ زمین اسیواسطے وقف کی جاتی ہی
کہ اُس سے پیداوار و حاصلات ملے اور یہ بدون پانی و راستہ کے نہین ہو سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور
دار کے وقف مین اگر اسطرح بیان نہ کیا کہ دار مع اپنے حقوق کے اور نہ یہ ذکر کیا کہ سب قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس دار کیواسطے اسمین
یا اسمین سے اُسکے حقوق سے ہی تو وہی چیزین داخل ہونگی جو دار کی بیع مین بدون بیان کے داخل ہو جاتی ہین اور

له جیسے ہمارے ملک ہندوستان میں ہے ۱۲

دوکانون کے وقف مین وہ چیزین داخل ہونگی جو انکے بیع کرنے مین داخل ہو جاتی ہین اور دبس بنانے والون کے خم اور چمڑا کمانے والون کی دیگین وقف مین داخل نہونگی خواہ یہ عمارت مین جمی ہوئی ہون یا نہ جمی ہون[1] یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور شیخ نصیرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا دار وقف کیا جسمین حماماتہ ہین یعنی ایسے کبوتر ہین جو اڑ جاتے ہین اور پھر چلے آتے ہین تو فرمایا کہ دار کے وقف مین یا لوکبوتر داخل ہو جاتے ہین چنانچہ فتاوی ابو اللیثؒ مین ہے کہ اگر کبوتر و نکے برج وقف کیے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہوا۔ واسطے کہ کبوتر اگرچہ مال منقول ہین ہین۔ لیکن وہ اس مکان وقف کی تبعیت مین داخل ہو جاوینگے جیسے اگر کوئی زمین مع ان چیزون کے جو اسمین بیلون و غلامون سے وقف کی تو بیلون و غلامون کا وقف جائز ہے اور اسیطرح اگر ایسا مکان وقف کیا جسمین شہد کی مکھیونکے چھتے ہین تو جائز ہے اور شہد کی مکھیان تابع مکان و شہد کے ہو جاوینگی۔ اور واضح ہو کہ یہان تابع وقف ہو جانیکی تاویل اسیطرح واجب ہے کہ مراد یہ ہے کہ مکان کو مع شہد کی مکھیون کے جو اسمین ہین یا کبوترون کے برجونکو مع اُن کبوترون کے جو اسمین ہین وقف کیا جیسے مین کی تصویر تمیں ہے کہ زمین کو مع اسکے بیلون و غلامونکے وقف کیا یہ محیط مین ہے فصل وقف مشاع کے بیان مین قال المترجم مشاع سے مراد یہ ہے کہ تمام مین وقف پھیلا ہوا ہو منقسم و متعین کسی حصہ مین نہو۔ اور واضح ہو کہ محتمل قسمت یا لفظ قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے اُس سے وہی فائدہ ہو سکے جو قبل التقسیم کے حاصل تھا اور غیر قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے وہ فائدہ جو قبل التقسیم کے حاصل تھا حاصل نہو سکے فافہم اب ہم بیان کتاب کو شروع کرتے ہین۔ جو چیز کہ غیر قابل تقسیم ہے اگر اسمین سے کوئی حصہ وقف کیا جو تقسیم کیا ہوا اسطرح علیحدہ نہین ہے بلکہ حصہ تمام مین شائع ہے تو یہ وقف بلا خلاف جائز ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر آدھا حمام وقف کیا تو وقف جائز ہے اگرچہ مشاع ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جو چیز قابل تقسیم ہے اسمین وقف مشاع امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین ہے اور اسی کو مشائخ بخارا نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور متاخرین مشائخ نے اسی پر فتوی دیا ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ غیر مقسوم کو مسجد یا مقبرہ کر دینا مطلقاً جائز نہین ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا ایسی ہو جو قابل تقسیم نہین ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کسی قاضی نے غیر مقسوم وقف کے صحیح ہونیکا حکم دیدیا تو اُسکا حکم نافذ ہو جائیگا اور وہ اتفاقی ہو جائیگا جیسے اور مسائل مختلفہ مین حکم ہے یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہے۔ پھر جو چیز قابل تقسیم ہے اسمین مشاع وقف کے صحیح ہو جانیکا کسی قاضی نے حکم دیا پھر بعض شریکون نے درخواست کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بٹوارہ نامنظور ہوگا ہان وہ لوگ باری باری مقرر کر لین اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بٹوارہ کر دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کل چیز وقف ہوا اور مصنوع یا سب نے بٹوارہ چاہا تو تقسیم نہ کی جائیگی اور نیز باری باری بھی نہین کر سکتے ہین یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر عقار[2] مین دو شریک ہون پھر ایک نے اپنا حصہ وقف کیا تو خود ہی اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور اسکی موت کے بعد اسکے وصی کو بٹوارہ کرانے کا حق پہونچتا ہے اور اگر اُسنے اپنے عقار مین سے نصف کو وقف کر دیا تو اُس سے بٹوارہ کرانیوالا قاضی ہوگا یا یہ باقی اپنا حصہ کسی

[1] قال المترجم وجہ وجوب یہ ہے کہ یہ چیزین اُسکے تابع جیسے حقوق وغیرہ کے نہین ہین کہ بلا ذکر داخل ہو جاوین جیسے بیع مین ہو جانا بس یہ مراد ہے کہ وقف منقول نہین جائز ہے مگر بالتبع ۱۲ منہ [2] خواہ اصل کے شریک یا جو وقف کیا گیا ہو ۱۲ منہ الاراضی یا مکان یعنی غیر منقول ۱۲

کے ہاتھ فروخت کردے پس مشتری اُس سے بٹوارہ کرالیگا یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر دو شخصون کے درمیان ایک اراضی مشترک ہی پس
پھر ایک نے اپنا حصہ ایک قوم پر جو معلوم ہین وقف کردیا تو یہ جائز ہی اور دونون کو اختیار ہوگا کہ باہم اُس زمین کا بٹوارہ
کرین پس ہر ایک اپنا اپنا حصہ جو وقف کیا جدا کرکے اپنے قبضہ مین رکھیگا جسکا خود متولی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر
کل کو وقف کردیا پھر اسمین سے ایک جزو[1] کا کوئی شخص مستحق ثابت ہوا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی کا وقف باطل ہو گیا
اسواسطے کہ وقف کے وقت شیوع موجود تھا اور اگر اسمین سے کسی جزو معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا تو باقی کا وقف باطل ہوگا
یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر کسی نے اپنی تمام اراضی وقف کردی پھر اسمین سے نصف غیر معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا اور قاضی نے
مستحق کیواسطے نصف کا حکم دیدیا اور باقی نصف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بحال خود وقف رہی تو وقف کرنیوالے کو اختیار ہوگا کہ
مستحق سے بٹوارہ کرے یہ محیط مین ہی - پھر واضح ہو کہ بنا بر قول امام محمدؒ کے اگر ایک اراضی دو شخصون مین مشترک ہو پس دونون نے
اُسکو صدقہ موقوفہ خواہ مسکینون پر یا جن راہ خیر پر وقف جائز ہی انمین سے کسی راہ پر وقف کردیا اور دونون نے اُسکو قیم کے
سپرد کردیا جو اُسکے امور کی پرداخت پر قائم رہتا ہی تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک وہ شیوع جواز وقف سے مانع ہی جو
قبضہ کے وقت ہو یا وہ شیوع جو عقد کے وقت ہو اور اس صورت مین شیوع کسی وقت پر نہین پایا گیا نہ وقت وقف کے کیونکہ دونون نے
زمین کو ساتھ ہی وقف کیا ہی اور نہ وقت سپردگی قیم کے کیونکہ دونون نے اسکو ساتھ ہی سپرد کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور
اسیطرح اگر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ وقف کیا اور صدقہ موقوفہ مسکینون پر کردیا اور دونون نے ایک ہی قیم کو مقرر کیا
پس قیم مذکور نے دونون کے حصہ پر ایک ساتھ یا جدا جدا قبضہ کرلیا تو بھی روا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اسیطرح اگر دونون نے ساتھ ہی
دو شخصون کو متولی مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الوجیز - اور اسیطرح اگر وقف کی جہت مختلف ہو مثلاً ایک نے اپنی اولاد پر
نسلاً بعد نسل وقف کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ کوئی نہ رہین تو مساکین پر وقف ہی اور دوسرے نے حج پر کہ اُس سے ہر سال حج کیا جائے
پھر دونون نے ساتھ ہی ایک متولی کو سپرد کی تو جائز ہی اور اسیطرح اگر وقف کرنیوالا ایک ہی ہو پس اُسنے آدھی غیر مقسوم
زمین فقیرون و مسکینون پر وقف کی اور باقی نصف دوسرے امر پر وقف کی تو بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر
متولی نے دونون مین سے ایک کے حصہ پر قبضہ کیا اور دوسرے کے حصہ پر قبضہ نہ کیا تو وقف صحیح نہوگا حتی کہ جسکے حصہ پر قبضہ کیا
ہی اُسکو اُس سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا کہ واپس لیکر جائے اُسکو فروخت کردے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دو شریکون مین سے
ہر ایک نے نصف زمین مشاع غیر مقسوم حالت مین صدقہ موقوفہ کردی اور ہر ایک نے اپنے وقف کیواسطے جدا جدا
دو متولی مقرر کیے تو جائز نہین ہی کیونکہ وقت عقد کے شیوع پایا گیا ہی اسواسطے کہ ہر ایک علیحدہ عقد کا مباشر ہوا ہی
اور وقت قبضہ کے بھی شیوع متمکن تھا اسلیے کہ ہر ایک متولی نے نصف مشاع پر قبضہ کیا اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے
متولی سے قبضہ کے وقت کہا کہ تو میرے حصہ پر مع میرے شریک کے حصہ کے قبضہ کر تو وقف جائز ہوگا اور یہ سب امام محمدؒ کا
قول ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے ان سب صورتون مین وقف جائز ہی اسواسطے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہیا

[1] مراد اس سے وہ جزء ہے جو غیر معین ہو ۱۲ منہ [2] ظاہراً یہ بنا بر قول امام ابو یوسف ہوگا و احتمال ہے کہ
بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ کے استحساناً ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

بغیر قبضہ کرانیکے وقف جائز ہی پس غیر مقسوم کا وقف بھی روا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر اپنے مکان یا زمین سے ہزار گز وقف کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پس تمام دار یا زمین ناپا جائیگا پس اگر وہ ہزار گز یا کم نکلا تو سب وقف ہوگا اور اگر دو ہزار گز ہو تو اسمین سے نصف وقف ہوگا اور اگر ڈیڑھ ہزار گز نکلا تو دو تہائی حصہ وقف ہوگا اور اگر اُسمین سے بعض ٹکڑے مین درختان خرما ہون اور بعض مین نہون تو وقف کیواسطے درختان خرما سے حصہ ہوگا یہ محیط مین ہے ایک شخص نے ایک زمین سے ایک جریب مشاع وقف کی پھر تقسیم واقع ہوئی اور بٹوارہ مین وقف مین ایک جریب سے کم پڑا اسوجہ سے کہ وقف کے ٹکڑے کی زمین عمدہ تھی پس دوسرے ٹکڑے کے گزون یعنی رقبہ مین بڑھا دیا گیا ہو یا اسکے برعکس واقع ہوا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنا حصہ اس دار مین سے وقف کر دیا اور یہ تمام محلہ کی تہائی ہی پھر تیجے اُسکا حصہ اس تمام دار کا آدھا یا دو تہائی نکلا تو یہ سب وقف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر زمینین و مکانات دو شخصون مین مشترک ہون پھر انمین سے ایک نے اپنا حصہ وقف کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے بٹوارہ کرے اور تمام وقف کو ایک زمین یا ایک دار مین مجتمع کر لے تو قیاس قول امام ابو یوسف رح و شیخ ہلال رح مین یہ جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر دو شخصون مین ایک زمین مشترک ہی پس ایک نے اسمین سے اپنا حصہ وقف کر دیا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پھر اگر وقف کرنے والے نے اپنے شریک سے بٹوارہ کرایا اور بٹوارہ مین کسیقدر درم معدود و معلوم داخل کیے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وقف کرنیوالے نے زمین کا ایک ٹکڑا مع ان درمونکے لیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ وہ وقف مین سے کچھ بعوض درمونکے فروخت کرنیوالا ہوا اور یہ فاسد ہی اور اگر وقف کرنیوالے نے درم دیے ہین تو جائز ہی اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے حصہ وقف لیا اور اُسکے ساتھ ایک ٹکڑا اور درمونکے عوض حصہ شریک مین سے خرید پس جائز ہوگا پھر جو حصہ واقف کا ہی وہ وقف ہوگا اور جو اُسنے درمون سے لیا ہی وہ اُسکی ملک ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر تقسیم مین کچھ درم بڑھائے گئے ہون بایں طور کہ دو حصو نمین سے ایک حصہ کی زمین عمدہ تھی اور دوسرا حصہ زمین اُس سے خراب تھا پس بمقابلہ عمدگی کے کچھ درم بڑھائے گئے تو دیکھا جاوے کہ اگر وقف کنندہ نے درم لیے ہین تو جائز نہین اور اگر شریک نے لیے ہین تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ ایک دُکان دو شریکو نمین مشترک ہی انمین سے ایک نے اپنا حصہ وقف کیا پھر وقف کرنے والے نے چاہا کہ اس حصہ کے دروازہ پر وقف کا تختہ لگادے اور دوسرے شریک نے اسکو روکا تو وہ وقف کا تختہ نہین لگا سکتا ہی الا اس صورت مین کہ قاضی نے اسکو بغرض حفاظت وقف کے اُسکی اجازت دیدی ہو اور یہ مسئلہ امام ابو یوسف رح کے قول پر ٹھیک پڑتا ہی جسکو مشائخ بلخ نے اختیار فرمایا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک گاؤن مین سے کچھ وقف ہی اور کچھ بادشاہت کی زمین ہی اور کچھ دوسرونکی ملک ہی پھر انھون نے اُسمین سے تھوڑی زمین کا بٹوارہ بدین غرض چاہا کہ اسکو مسجد بنا دین تو انکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر کل کی تقسیم چاہی تو جائز ہے یہ وجیز مین ہے

باب سوم مصارف کے بیان مین یعنی جہان جہان مال وقف صرف کیا جاوے اور اسمین آٹھ فصلین ہین

فصل اول کس صورت مین وقف کا مصرف ہوگا اور کون شخص مصرف ہو سکتا ہی کہ اسپر وقف صحیح ہووے اور کون نہین ہو سکتا ہی کہ اُسپر وقف صحیح نہ ہووے۔ حاصلات وقف مین سے پہلے وقف کی تعمیر مین صرف کیا جائیگا خواہ وقف کرنے والے

نے یہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو پھر جو امر اس عمارت سے قریب ہو اور مصلحت میں سب سے عام ہو جیسے مسجد کیواسطے اُسکا امام اور مدرسہ کیواسطے اُسکا مدرس بس انکو بقدر انکی کفایت کے دیا جائیگا پھر چراغ و بوریے فرش وغیرہ میں صرف کیا جائے پھر اسیطرح آخر تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائیگا اور یہ اسوقت ہی کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہو اور اگر کسی چیز پر معین کیا گیا ہو تو اس وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرنیکے بعد اسی مصرف معین کی طرف خرچ کیا جائے گا یہ حاوی قدسی میں ہی اور اگر وقف کی آمدنی اپنے ایک سال یا دو سال تک فلان شخص کیواسطے پھر بعد اسکے فقیروں کے واسطے کردی ہو اور آمدنی سے اُسکی تعمیر شرط کردی ہو تو ایسی صورتمین فلان مذکور کے حق سے وقف کی تعمیر پیچھے کردی جائیگی لیکن اگر تعمیر میں دیر کرنیسے وقف کو کوئی کھلا نقصان پہونچتا نظر آوے تو تعمیر مقدم رکھی جائیگی یہ حاوی میں ہی اور جن وجہوں پر وقف ہی وقف کی سب آمدنی ان وجہوں پر ٹکڑے ٹکڑے کردیجائیگی لیکن اگر تاخیر عمارت میں کھلا ضرر پہونچتا ہو تو پہلے تعمیر مقدم کیجائیگی اور رہا ناظر پس اگر اُسکے واسطے وقف میں سے کچھ شرط کردیا گیا ہو تو وہ گویا مستحقوں میں سے ایک مستحق ہی اور اگر ایسا نہو پس اگر وہ کام کرتا ہو تو اپنی اجرت کی قدر لے لیگا اور اگر کچھ کام نہ کرتا ہو تو کچھ نپاویگا یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر وقف ایک شخص معین یا کئی شخصوں معلوم پر ہو اور آخر میں واسطے فقیروں کے ہو تو یہ وقف کرنیوالے کے مال سے ہے کہ اپنی زندگی میں جس مال سے چاہے دیا کرے پھر جب مرا تو یہ مال انکو اس وقف کی آمدنی سے دیا جائیگا پھر وقف کی تعمیر اُسی قدر لازم ہی کہ جس سے وقف کی ہوئی چیز ویسی ہی باقی رہے جیسے وقف کی تھی اور اُس سے بڑھانا سو یہ واجب نہیں ہی پس بدون اُنکی رضامندی کے متولی اُس سے زیادہ عمارت میں خرچ نہ کریگا اور اگر وقف فقیروں پر ہو تو بعض کے نزدیک متولی کسی حال میں اس سے زیادہ تعمیر نہ بڑھائیگا جس صفت پر وقف کرنیوالے نے وقف کیا ہی اور یہی اصح ہی یہ فتح القدیر میں ہی۔ اور اگر کسی نے اپنا مکان اپنی ولاد کی سکونت کے لیے وقف کیا تو جو اسمین رہے اسی پر اسکی تعمیر و مرمت واجب ہی پھر اگر اُسنے اس سے انکار کیا یا وہ فقیر ہی تو قاضی اُسکو اجارہ پر دیکر اُسکی اُجرت سے مرمت و تعمیر کا حکم دیگا پھر جب اُسکی مرمت ہو جائیگی تو جسپر وقف تھا پھر اسی کو واپس دیدیگا اور انکار کرنیوالے پر تعمیر کیواسطے جبر نہیں کیا جائیگا اور اگر اسی نے اجارہ پر دیا جسکو حق سکونت حاصل ہے تو اُسکا اجارہ نہیں صحیح ہی یہ ہدایہ میں ہی۔ اور اگر سکونت کے حقدار نے اپنے خالص مال سے وقف میں عمارت بنائی پس اگر اس عمارت میں سے کچھ بعینہ قائم ہو تو وہ اس بنانے والے کے وارثونکی ہوگی چنانچہ ان لوگونکو اختیار ہوگا کہ اُسکو لے لیں بشرطیکہ اُس سے واقف کو کوئی ضرر نہ پہونچے کذا فی الحاوی اور اُسکے وارثون سے کہا جائیگا کہ اپنی اس عمارت کو یہانسے دور کرلیجاؤ پس اگر وہ لے گئے تو خیر ورنہ انپر جبر کیا جائیگا اور اگر اُنھوں نے عمارت کا اس شخص کو مالک کردیا جسپر انکے مورث کے بعد وقف ہی اور قیمت اسکے عوض لے لی تو دونون فریق کی باہمی رضامندی سے جائز ہی اور اگر دونوں فریق میں سے ایک نے اُس سے انکار کیا تو اُسپر اس امر کیواسطے جبر نہیں کیا جائیگا یہ محیط میں ہی اور اگر اس عمارت میں سے بعینہ کچھ قائم نہو تو بنانے والے کے وارثونکو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر اس شخص نے جسکے واسطے سکونت شرط کیگئی تھی مکان موقوفہ کی دیوار میں پکی اینٹیں لگائیں یا اسپر گچ کی یا اس مکان میں شہتیر ڈالے

یا دھنیان پھر وہ مرگیا اور انہیں سے کوئی چیز بغیر ضرر عمارت وقف کے جدا نہیں ہوسکتی ہی تو اُسکے وارثونکو اسمین سے کوئی چیز جدا کر کے لینے کا اختیار نہوگا ولیکن اب جسکو سکونت کا استحقاق بوجہ شرط وقف کے حاصل ہوا ہی اُس سے کہا جائیگا کہ وارثون کو انکی عمارت کی قیمت دیدے اور تجھکو سکونت کا استحقاق حاصل ہوگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو مکان مذکور اجارہ پر دیدیا جائیگا اور اسکا کرایہ ان وارثونکو اسوقت تک دیا جائیگا کہ جبتک انکی عمارت کی پوری قیمت انکو ملجاوے پھر جب انکو پوری قیمت پہونچ گئی تو مکان مذکور اس شخص کو دیدیا جائیگا جسکو سکونت کا استحقاق حاصل ہے اور اصح یہ ہے کہ جن جسکو اب استحقاق سکونت حاصل ہی یہ اختیار نہیں ہی کہ ان وارثونکے ساتھ اس امر پر راضی ہوجاوے کہ اپنی عمارت کو کھود کر توڑ لیجاوے یہ ظہیریہ مین ہی اور عمارت وقف مین سے جو چیز منہدم[1] ہوگئی اور ٹوٹ گری تو قاضی اسکو عمارت وقف مین صرف کریگا اگر وقف مین اسکی ضرورت ہو ورنہ اُسکو رکھ چھوڑیگا تاکہ جب وقف مین اسکی ضرورت پیش آوے تو اسکی عمارت مین صرف کرے اور اگر بعینہ اُسکا عمارت مین صرف کرنا متعذر ہو تو اسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن مرمت مین صرف کریگا اور یہ جائز نہین ہی کہ مستحقان وقف مین تقسیم کردے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر رباط[2] کی کوئی چھت گر پڑی (مثلاً دھنی ٹوٹ گئی ۱۲) یا اسکی کوئی دیوار منہدم ہوگئی اور مستحقان وقف نے اُس سے نفع لینا چاہا تو انکو یہ اختیار نہیں ہی الا جب کہ اسکی تعمیر سے یاس ہوجاوے تو بعض نے فرمایا کہ انکو ایسی اجازت حاصل ہوجائیگی بشرطیکہ حاجتمند محتاج ہوں اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف ہی اور بعض نے فرمایا کہ وقف کرنیوالے کے وارثونکو ملیگی اور یہ قیاس قول امام محمد ہی یہ تہذیب مین ہی ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہی کہ اس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا ہی جبتک کہ اس پل پر سے اُس پار نجاوین اور اس پل کی کوئی آمدنی نہیں ہی تو رباط کی آمدنی سے اس پل کی تعمیر مین خرچ کرنا روا ہی بشرطیکہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط کی ہو کہ وقف کی آمدنی ایسے امور مین صرف کیجاوے جنمین رباط کیواسطے بہتری ہی اور اگر اُسنے یہ شرط نہ کردی ہو بلکہ فقط رباط کی مرمت کا ذکر کیا ہو تو جائز نہیں ہی اسواسطے کہ یہ رباط کی مرمت نہیں ہی حتی کہ اگر رباط کی حالت ایسی ہو کہ اگر اسکی آمدنی سے پل کی مرمت نہ کیجاوے تو رباط خراب و شکستہ ہوجائیگی تو علماء نے استحسانًا فرمایا کہ پل کی مرمت ایسی حالت مین رباط کی آمدنی سے جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیون پر اگر وقف کیا تو مختصر الفتاوی مین مذکور ہی کہ یہ جائز ہی[3] اور اسی پر سید امام ابو القاسم نے فتوی دیا ہی کذا فی السراجیہ اور مختار یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتیون پر وقف جائز ہی یہ ینابیع مین ہی اور اکیلے تونگرون پر وقف نہین روا ہی اور اگر تونگرون پر جو گنتی کے ہین اور بعد انکے فقیرون پر وقف کیا تو جائز ہی اور حق لوگون کا ہوگا پھر فقیرون کا یہ محیط سرخسی مین ہی اور مسافرون پر وقف کیا تو جائز ہی اور یہ فقیر مسافر پر ہوگا نہ تونگر مسافرون پر یہ خلاصہ مین ہی اور اگر وقف کرنیوالے نے کہا کہ میری ملک کی آمدنی سے ہر سال میری طرف سے حج کیا جاوے یا عمرہ کیا جاوے یا میرا قرضہ ادا کیا جاوے تو یہ جائز ہی اور اگر کارہاے خیر پر وقف کیا چنانچہ وقفنامہ مین بیان کیا کہ اسکی سالانہ آمدنی سے مٹکے خرید کر کے اُنمین پانی بھروا دیا جایا کرے یا اُس سے

[1] انہدام گر پڑنا اور مسمار ہوجانا عمارت وغیرہ کا ۱۲ منہ [2] مجاہدین کیواسطے بنا رہتے ہین جو حد و نصل لشکر سلطان ہوتا ہی ۱۲ منہ

[3] محل اشتباہ یہ ہی کہ وقف صدقہ ہی اور صدقہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر روا نہیں ہی ۱۲ منہ

بیوہ عورتوں و یتیموں کا سامان کر دیا جاوے یا اُسکے کپڑے خرید کر فقیروں کو پہنائے جایا کریں یا ہر سال صدقہ کیا جایا کرے بجائے اُن گناہوں کے جنمیں حد سے تجاوز کر کے نافرمانی کی ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اسکے آخر میں ایسا مصرف مقرر کر دیا ہو جو ہمیشہ فقیروں کیواسطے ہو۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی برین شرط کہ ہر سال میری طرف سے ایک ہزار حج پانچ ہزار درم سے کیا جاوے اور سواری کے ساتھ حاجی کا خرچہ فقط ایک ہزار درم پڑتے ہیں تو باقی چار ہزار درم حج میں صرف کیے جاوینگے اور باقی مسکینوں کو دیے جاوینگے یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ جاوے اور سقایہ بنانے یا مُردوں کے کفنوں یا قبروں کے کھودنے پر یا اور اُسی کے مشابہت پر تو جائز ہی کذا فی الذخیرہ اور امام خصاف نے باب الوقف میں فرمایا کہ اور وہ وقف کہ جنمیں[1] جائز ہی اسطرح کہ میری یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہی لوگوں پر ہمیشہ کیواسطے تو وقف باطل ہی اسیطرح اگر کہا کہ بنی آدم پر یا اہل بغداد پر پھر جب وہ لوگ سب کے سب ختم ہو جاوین تو وہ مسکینوں پر ہی تو وقف باطل ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ لنجوں و اندھوں پر تو وقف باطل ہی اور امام خصاف نے لنجوں و اندھوں پر وقف کا مسئلہ ایک اور مقام پر ذکر کیا اور فرمایا کہ اس وقف کی آمدنی مسکینوں کو ملیگی اور وہ لنجوں و اندھوں کیواسطے مخصوص نہوگی اور اسیطرح اگر قرآن شریف کے قاریوں پر و فقیہوں پر وقف کیا تو بھی باطل ہی اور ہلال کی کتاب الوقف میں مذکور ہی کہ لنجوں و اندھوں و منقطع[2] لوگوں پر وقف صحیح ہی پس انمین سے محتاجوں کو ملیگا تونگروں کو نہ ملیگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مسجد کے معلم پر جو مسجد میں لڑکے پڑھایا کرتا ہی نہیں جائز ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام استاذ نسفی فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالبعلمان شہر فلان پر وقف کیا تو جائز ہی اگرچہ انمیں سے محتاجوں کی شرط نہ کر دی ہو۔ اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الوقف میں بیان فرمایا کہ اس جنس کے مسائل میں حاصل قاعدہ یہ ہی کہ جب وقف کرنیوالے نے ایسا مصرف ذکر کیا جسمیں ظاہر صاف معلوم ہوتا ہی کہ فقیروں و محتاجوں پر وقف ہی تو وقف صحیح ہوگا خواہ یہ لوگ گنتی و شمار سے حصر میں آ سکتے ہوں یا حصر میں نہ آتے ہوں اور جب ایسا مصرف بیان کیا کہ انمیں تونگر و فقیر یکسان ہیں پس اگر یہ لوگ حصر میں آتے ہوں تو یہ انکے واسطے صحیح ہی باعتبار انکے اعیان کے یعنی گویا ہر فرد معین کو تملیک کر دی اور اگر یہ لوگ شمار میں نہ آتے ہوں تو وقف باطل ہی اور فرمایا کہ لیکن اگر ایسے لفظ سے باعتبار لوگوں کے استعمال کے نہ باعتبار حقیقت لفظ کے یہ دلالت پائی جاتی ہو کہ محتاجی ہونیکے ساتھ انکو دیا جاوے جیسے یتیموں کا لفظ کہا کہ لوگوں کے استعمال میں محتاج بیکس پر دلالت پائی جاتی ہی تو ایسی حالتمیں دیکھا جائیگا کہ اگر یہ لوگ داخل شمار ہیں تو انمیں تونگر و فقیر سب یکسان ہیں اور اگر داخل شمار نہ ہوں تو بھی وقف صحیح ہی مگر انمیں سے فقیروں کو دیا جائیگا تونگروں کو نہ ملیگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر اصحاب حدیث پر وقف کیا تو وقف میں کوئی شافعی المذہب لاجب کہ وہ حدیث کی طالبعلمی میں ہو وے[3] داخل نہوگا اور حنفی مذہب الا اگر حدیث کی طلب و تحصیل میں ہو تو داخل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین یا مکان ہر اس شخص کیواسطے جو اس خاص مسجد کیواسطے موذن[4] مقرر ہو وے یا امام مقرر ہو وے

---

[1] یعنی بنظر مصرف نہیں جائز ہی ۱۲ [2] جو کمائی سے جاتے رہے ہیں مثلاً اپاہج و کوڑھی وغیرہ ۱۲ منہ [3] قال المترجم اشعار ہی کہ طالب علم حدیث کا اگر شافعی مذہب ہو تو داخل ہوگا بکذا وجدت فی النسخہ الموجودہ ۱۲ منہ

وقف کیا تو شیخ اسمٰعیل زاہد نے فرمایا کہ ایسا وقف نہیں جائز ہی اور اگر موذن فقیر ہو تو بھی یہی جائز ہی اور اسمین حیلہ جواز کا یہ ہی کہ وقفنامہ مین یون تحریر کرے وقفت[۱] ہذا المنزل علی کل موذن یوذن فقیر یکون[۲] فی ہذا المسجد او المحلۃ فاذا خرب المسجد وخلی من اہل تصرف الغلۃ بعد ذلک الی فقراء المسلمین و مساکینہم تو جائز ہوگا اور اگر کہا کہ مینے ہر موذن فقیر پر وقف کیا تو یہ مجہول ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور زمین کا وقف کرنا ایسے شخص پر کہ وقف کرنیوالے کی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے نہیں صحیح ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی اراضی کو مصاحف مجید پر جو وقف کیے ہوے ہین اس شرط سے وقف کیا کہ ان مصاحف مین سے جو پڑھا پڑھایا جاوے اسکی درستی اس آراضی کی آمدنی سے ہوا کرے تو فرمایا کہ وقف باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر صوفی لوگون پر وقف کیا تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اور انمین سے فقیر و نیز صرف کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ قنیہ مین ہی فصل دوم اپنی ذات و اپنی اولاد و انکی نسل پر وقف کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک نے کہا کہ میری یہ اراضی میری ذات پر وقف ہی تو قول مختار کے موافق یہ وقف جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مینے وقف کی اپنی ذات پر بعد اپنے فلان پر پھر بعد اسکے فقیر و نیز تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی وقف ہی فلان پر و بعد اسکے مجھپر یا کہا کہ مجھپر و فلان پر یا کہا کہ میرے غلام پر و فلان پر تو مختار یہ ہی کہ صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنی زمین اپنے فرزند پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف صحیح وقف کی تو وقف مین اسکا وہی فرزند داخل ہوگا جو آمدنی پائے جانے کے روز موجود ہو خواہ وہ وقف کے روز موجود تھا یا بعد اسکے پیدا ہوا ہو اور یہ شیخ ہلال رحمہ اللہ کا قول ہی اور اسی کو مشایخ بلخ نے اختیار کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اسیطرح اگر یون کہا کہ میرے فرزند پر اور جو میرا فرزند بعد اسکے پیدا ہو اسپر وقف ہی پھر جب یہ سب گذر جاوین تو بعد انکے مسکینون پر وقف ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہی میرے اس فرزند پر جو میرا فرزند پیدا ہو حالانکہ اسوقت اسکا کوئی فرزند موجود نہیں ہی تو یہ وقف صحیح ہی پھر جب حاصلات آویگی تو فقیرون کو تقسیم کر دیجاویگی پھر اگر بعد تقسیم کے اسکا فرزند پیدا ہوا تو اسکے بعد جو حاصلات آویگی وہ اسکے فرزند کو دیجایا کریگی جبتک وہ زندہ رہے پھر جب اسکا کوئی فرزند باقی نہ رہیگا تو اسکی حاصلات فقیرو نیز تقسیم ہوا کریگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا تو اسمین مذکر و مؤنث و خنثی سب داخل ہونگے اور اگر پسران پر وقف کی تو اسمین خنثی داخل نہ ہونگے اور اگر دختران پر وقف کی تو بھی خنثی داخل نہونگے اسواسطے کہ یہ ہم نہیں جانتے ہین کہ یہ خنثی درحقیقت لڑکا ہی یا لڑکی ہی اور اگر لڑکون و لڑکیون پر وقف کی تو خنثی[۳] داخل ہوجائینگے یہ سراج وہاج مین ہی پھر جہان اولاد کے واسطے استحقاق ثابت ہو وہان وہی اولاد داخل ہونگی جنکا نسب اس وقف کنندہ سے معروف ہی اور جنکا نہین معروف ہی اور صرف وقف کنندہ کے قول سے معلوم ہوا ہی تو وہ استحقاق مین ان لوگون کے ساتھ داخل نہوگا اسکی مثال یہ ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی میری اولاد پر وقف ہی پھر وقف کرنیوالے کی ایک

[۱] مین نے یہ مکان اپنا ہر موذن پر کہ اذان دے فقیر کہ اس مسجد یا محلہ مین ہووے پھر جب مسجد خراب ہوجاوے اور اپنے نمازیون سے خالی ہو تو اسکے بعد اسکی آمدنی مسلمانون مین سے فقیرون و محتاجون پر صرف کیجاوے ۱۲ منہ [۲] ۱۲ [۳] وہ شخص جسمین مرد و عورت م

باندی ایک بچہ لائی یعنے اسکے بچہ پیدا ہوا اور روقت حاصلات سے چھ مہینہ سے کم مین ہوا پس وقف کرنیوالے نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائیگا ولیکن اس حاصلات مین سے اسکا حصہ نہوگا اور اگر اسکی جورو یا ام ولد کے وقت غلہ سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا تو اس صورت مین اسکے واسطے اس آمدنی سے حصہ ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ مین پیدا ہوا تو انکے ساتھ شریک نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر آمدنی حاصل ہونے کے وقت وقف کرنیوالا مر گیا پھر اسکی جورو (یعنے ام ولد کا بچہ ۱۲) اُسوقت سے کہ غلہ تیار ہوا ہے دو برس تک کے درمیان مین بچہ جنی تو یہ بچہ پہلی اولاد کے ساتھ مشارک ہوگا اور اسیطرح اگر بجائے موت کے طلاق بائن ہو گئی ہو اور عورت مطلقہ نے عدت گذر جانیکا اقرار نہ کیا ہو تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اسمین بھی ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ منکوحہ کی صورت مین ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر وقف سے غلہ حاصل ہونیکے بعد واقف زندہ رہا اور ایسا ہی کہ جورو کے پاس جا سکتا ہے پھر مر گیا اور غلہ کے حاصل ہونیکے وقت سے دو برس تک کے درمیان مین عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا اس غلہ مین کچھ حق نہوگا کیونکہ یہ وہم ہے کہ غلہ حاصل ہو جانیکے بعد اسکا نطفہ قرار پایا ہو لیکن اگر وجود غلہ سے چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوا ہو تو پہلی اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی شریک ہوگا اور اگر غلہ حاصل ہونیکے ایک یا دو روز بعد وقف کرنیوالا مر گیا پھر اسکی جورو اُسوقت وجود غلہ سے دو برس کے درمیان مین بچہ جنی تو اس بچہ کو اس غلہ سے حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے پھر مشائخ نے اُسدن کی شناخت مین کہ جس روز آمدنی مین استحقاق واجب ہوتا ہے اختلاف کیا ہے پس شیخ ہلال نے بیان کیا ہے کہ وہ روز ہے کہ جس روز یہ حاصلات ایسی ہو گئی کہ اسکی کچھ قیمت ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ خرچہ سے زائد کچھ قیمت ہو اور بعضون نے فرمایا کہ وہ روز ہے جس روز اسکی قیمت ہو گئی مگر اس حیثیت سے کہ خرچہ و خراج کی و نوائب ظاہرہ مثل قرضہ کے جو غلہ پر واجب ہوا ہے ان سب کو محسوب کر کے اسکی قیمت ہو وے کذا فی محیط السرخسی اور اسی کو متاخرین مشائخ بخارا نے اختیار کیا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد کانون و اندھون پر وقف صدقہ ہے تو وقف ایسی ہی اولاد کے لیے ہوگا اور اورون کے لیے نہ ہوگا اور کانا و اندھا ہونا اُسوقت سے معتبر ہوگا جسوقت وقف کیا ہے اور حاصلات آنے کے روز کا کانا و اندھا ہونا شرط و معتبر نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین میری اولاد صغار پر صدقہ موقوفہ ہے تو صدقہ خاصۃً اولاد صغار کے واسطے ہوگا اور استحقاق کے واسطے وہ معتبر ہوگا جو وقف کے وقت صغیر (یعنے نابالغ ۱۲) تھا یہ شرط نہیں ہے کہ غلہ حاصل ہونیکے وقت بھی نابالغ ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین میری اس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے جو بصرہ مین سکونت پذیر ہون تو آمدنی انھین کو ملیگی جو ساکن بصرہ ہون اور دوسرون کو نہ ملیگی اور بصرہ کی سکونت غلہ حاصل ہونے کے روز کی معتبر ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ استحقاق اگر ایسی صفت سے ہو جو زائل نہین ہوتی ہے یا زائل ہوتی ہے مگر بعد زوال کے عود نہین کرتی ہے تو استحقاق کے لیے وقف کے وقت اس صفت کا ہونا معتبر ہے۔ اور اگر استحقاق ایسی صفت سے ہو جو زائل ہو جاتی ہے اور پھر عود کر آتی ہے تو استحقاق غلہ کے واسطے غلہ موجود ہونیکے وقت اس صفت کا پایا جانا معتبر ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی زمین فرزندان نرینہ پر وقف کی تو اسمین نرینہ اولاد داخل ہوگی اور لڑکیان داخل نہ ہونگی اسلیے کہ اسنے اولاد کو ایسی صفت سے بیان کیا جو زائل نہین ہو سکتی ہے یہ محیط سرخسی

ف [illegible] ۱۲ منہ

[illegible]

مین ہی۔ اور اگر کہا کہ لڑکے میری اولاد سے یا میری اولاد کے لڑکون پر تو اسکی شرط کے موافق ہوگا اور وہی لوگ داخل ہونگے جو وقف کے روز اس صفت پر موجود تھے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جو شخص میری اولاد مین سے مسلمان ہو جاوے یا جو شخص نکاح کرے اسپر وقف ہی تو وہ شخص داخل ہوگا جو وقف کے بعد مسلمان ہو جاوے یا نکاح کرے اور وہ داخل نہونگے جو وقف کے روز مسلمان تھے یا انکا نکاح ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری فقیر اولاد پر اور اس سے زیادہ نہ کہا تو غلہ آنے کے وقت جو فقیر ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جو میری اولاد مین سے فقیر ہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جو تونگری کے بعد محتاج ہوا وہی داخل ہوگا اور سوا امام محمد رح کے اور علماء نے فرمایا کہ غلہ آنیکے وقت جو محتاج ہووے وہ داخل ہوگا خواہ وہ تونگر تھا کہ اب محتاج ہوا یا بالکل غنی تھا ہی نہین کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر کہا کہ جسکو میری اولاد سے محتاجی ہووے تو غلہ آنے کے وقت جو ایسا ہو وہ داخل ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اپنی اراضی اپنی عالم اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اگر عالم ہو وین وقف کی پھر انمین سے کوئی ایک صغیر پسر چھوڑ کر مر گیا جو چند سال کے بعد عالم ہوا تو اسکا حصہ پہلے سے نہین رکھ چھوڑا جائیگا اور اس صفت کے پائے جانے سے پہلے وہ کچھ مستحق ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے فرزند پر صدقہ موقوفہ ہی تو اسکی حاصلات اسکی پشت کے فرزند پر تقسیم ہوگی خواہ لڑکے ہون یا لڑکیان یا دونون ہون سب یکسان ہین اور جب ایسا وقف جائز ہو گیا تو جبتک اسکی پشت کے فرزند مین سے ایک بھی پایا جائیگا تبتک آمدنی اسی کی ہوگی اور کسی کو نہ ملیگی اور جب کوئی اسکی پشت کا نطفہ نہ رہا تو آمدنی فقیرون پر تقسیم ہوگی اور فرزند کی اولاد پر صرف نہ کیا جائیگا اور اگر وقف کے وقت اسکی پشت سے کوئی فرزند نہو بلکہ اسکے پسر کی اولاد ہو تو پسر کی اولاد کو ملیگا اور انسے نیچے جو پشت ہی انکو کچھ نہ ملیگا اور اسکے نطفہ سے فرزند نہ ہونیکے وقت پسر کی اولاد مثل اسکی پشت کی اولاد کے ہوگی اور اسمین دختر کی اولاد موافق ظاہر الروایۃ کے داخل نہوگی اور اسی کو ہلال رح نے لیا ہی اور ظاہر الروایۃ یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ پھر اگر اسکے بعد اگر اسکے پشت کے نطفہ سے اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی تو آیندہ جو حاصلات آوے گی وہ اسی کے صلبی فرزند کو دیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر پشت اول و دوم دونون معدوم ہون اور تیسری و چوتھی پشت پائی گئی اور انکے نیچے بھی اور پشت موجود ہین تو تیسری پشت اور اسکے نیچے کی پشتین سب اس حاصلات مین شریک ہونگی اگرچہ کثرت سے ہون یہ محیط مین ہی اور جو حکم اپنے فرزند پر وقف کرنے کی صورت مین مفصل مذکور ہوا ہی ویسا ہی اگر فلان کے فرزند پر وقف کیا تو اسکی تفصیل سے حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میرے فرزند پر اور میرے فرزند کی اولاد پر ہی تو اس مین اسکی پشت کی اولاد اور اولاد کی اولاد جو وقف کے روز موجود ہین اور جو بعد کو پیدا ہو وین سب داخل ہونگی اور ہر دو پشت مین اس آمدنی مین شریک ہونگی اور جو ان دونون پشتون سے نیچے ہین وہ انکے ساتھ شریک نہ ہونگی اور اس مین دختروں کی اولاد ظاہر الروایۃ کے موافق داخل نہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرے فرزند پر و میرے فرزند کی اولاد پر اور فرزند کی اولاد کی اولاد پر وقف ہی یعنی تیسری پشت کو بھی ذکر کیا تو وقف کی آمدنی ہمیشہ اسکی اولاد پر نسلاً بعد نسل تقسیم ہوگی اور فقیرون پر صرف نہ کیجائیگی جب تک کہ ان لوگون مین سے جسپر وقف کا نام لیا ہی اور جو انسے نیچے پشت مین ہین ایک بھی باقی رہے اور اسمین اقرب الی الجد یعنی نزدیک والے اور دور والے سب برابر ہین

لیکن اگر وقف کرنے والے نے وقف مین کہدیا کہ اقرب فالاقرب یعنی نزدیک پہلی پشت والے پھر انکے بعد جو سب سے نزدیک ہیمین یعنی دوسری پشت والے علیٰ ہذا القیاس یا کہے کہ میرے فرزند کے فرزند پر پھر بعد انکے میرے فرزند پر یا کہے بطناً بعد بطن یعنی پشت بعد پشت کے تو ایسی صورتمین جس سے وقف کرنے والے نے شروع کیا ہو اس سے شروع کیا جائیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میری اولاد پر تو سب پشتین داخل ہوجائینگی کیونکہ اولاد کا لفظ عام ہے ولیکن کل آمدنی پہلی پشت والون کو ملیگی جبتک انمین سے کوئی باقی رہے پھر جب سب گذر گئے تو دوسری پشت والونکو ملیگی پھر جب گذر گئے تو تیسری پشت کے وچوتھی وپانچوین جتنی موجود ہون سب کو ساتھ ہی ملیگا اور تیسری سے لیکر باقی سب شریک ہونگے اور دور و نزدیک اسمین برابر ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ غلہ کے وقت اسکا ایک فرزند موجود ہے تو نصف غلہ اسکو ملیگا اور نصف فقیرون کو ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ایک فرزند پر ہے اور اسکا ایک فرزند ہے تو پورا وقف اسی کا ہوگا اور اسیطرح اگر اسکے اولاد تھی مگر سب مرگئے فقط ایک باقی رہا تو اسی کو ملیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی میری ہر دو اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پھر جب دونون گذر جاوین تو ان لوگون کی اولاد واولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسل صدقہ موقوفہ ہے پس ان دونون پر آمدنی صرف کیجائیگی پھر اگر ان مین سے ایک مرگیا اور ایک فرزند چھوڑا تو فقط ایک فرزند وقف کنندہ کو نصف ملیگا اور نصف فقیرون پر تقسیم ہوا کریگا یہانتک کہ وہ بھی مرجاوے پھر جب وہ بھی مرگیا تو ان دونون بیٹون کی اولاد واولاد کی اولاد پر جسقدر نسل ہو نسلاً بعد نسل ہمیشہ کیواسطے صدقہ جاری رہیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری محتاج اولاد پر اور اسکی اولاد مین سے کوئی محتاج نہین ہے سواے ایک کے تو نصف آمدنی اس محتاج کو دیجائیگی اور باقی نصف فقیرون کو صدقہ دیجائیگی یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے بیٹون پر ہے اور اسکے دو بیٹے یا زیادہ ہین تو آمدنی ان سب کے واسطے ہوگی اور اگر پیدا ہونے غلہ کے وقت اسکا ایک ہی بیٹا ہو تو نصف غلہ اسکا اور نصف فقیرون کا ہوگا اور اگر اسکے بیٹے وبیٹیان ہون تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ فلان سب کو مساوی ملیگا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کہا کہ اراضی ہذا صدقہ موقوفہ علیٰ اخوتی حالانکہ اسکے بھائی بہن وبہنیں ہین تو سب مساوی شریک ہونگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ فلان کے بیٹے وبیٹیان ہین تو امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ یہ صدقہ خاصۃً اسکی نرینہ اولاد پر ہوگا عورتون پر نہوگا اور یوسف بن خالد سمتی نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اولاد مذکر ومؤنث سب داخل ہونگی اور اگر فلان مذکور کی اولاد ایک بڑا قبیلہ ہو کہ داخل شمار نہون تو سب روایت کے موافق یہ صدقہ مذکر ومؤنث سب اولاد پر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ یہ اراضی صدقہ وقف ہے میرے بیٹون پر حالانکہ اسکے بیٹے نہین مین بیٹیان ہین تو ساری حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری بیٹیون پر حالانکہ بیٹیان نہین بیٹے ہین تو آمدنی فقیرون پر صدقہ ہوگی اور بیٹون کو کچھ نہ ملیگا یہ وجیز مین ہے۔ اور اگر اپنے کوئی ایک بیٹے اور اسکی اولاد واولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیا تو ان سب کے درمیان آمدنی تقسیم ہوگی یعنی جو اسکے بیٹے کی اولاد ہو انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا جسمین مذکر ومؤنث سب برابر ہونگے اور دختر کی اولاد اس مین داخل ہوگی یہ خزانۃ المفتیین

مین ہی اور اگر اپنی نسل یا اپنی ذریت پر وقف کیا تو اسمین بیٹون کی اولاد و بیٹیون کی اولاد خواہ نزدیک کی ہون یا دور کی ہون سب داخل ہونگی اور اگر اپنی عترت پر وقف کیا تو ابن الاعرابی و ثعلب نے فرمایا کہ عترت وہی ذریت ہین اور عینی نے فرمایا کہ وہ عشیرہ ہین اور اگر کہا کہ میرے ان لوگون پر وقف ہی جو نسب مین میری طرف نسبت دیے جاوین تو اسمین اسکی دخترون کی اولاد داخل نہ ہوگی یہ سراج وہاج مین ہی۔ ایک نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میری اولاد و میری نسل پر ہی تو وقف صحیح ہی۔ اور اسمین اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد مذکر ہون یا مؤنث ہون خواہ نزدیک کی قرابت سے ہون یا دور کے نسب سے ہون سب داخل ہونگی اور بیٹیون و بیٹون کی اولاد برابر داخل ہونگی خواہ آزاد ہون یا مملوک ہون اور مملوکون کا حصہ انکے مولی کا ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میری نسل پر و میری ذریت پر تو یہ جائز ہی اور اسکا حکم مثل اول کے ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا اور اُسکے فرزند کا فرزند ہی پھر بعد وقف کے اسکا فرزند اسکی پشت سے پیدا ہوا تو سب استحقاق مین داخل ہوجاوینگے اور اگر کہا کہ میرے فرزندون پر جو پیدا ہوگئے ہین اور میری نسل پر وقف ہی تو جو اُسکا فرزند بعد اسکے پیدا ہوا وہ نسل کے کہنے کی وجہ سے داخل استحقاق ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی میری ان اولاد پر جو مخلوق ہوگئی ہی اور انکی نسل پر تو اسمین انکی وہی اولاد جو پیدا ہوگئی ہی اور انکی نسل داخل ہوگی خواہ مخلوق ہوئی ہو یا ہنوز نہ ہوئی ہو اور جو اسکے فرزند پیدا نہین ہوئے ہین وہ داخل نہ ہونگے اور نہ انکی نسل داخل ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اسیطرح اگر کہا میری ان اولاد پر جو پیدا ہوگئی ہین اور انکی اولاد پر صدقہ ہی پھر اسکے بعد اسکی پشت سے کوئی فرزند پیدا ہوا تو اسکو کچھ استحقاق نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پیدا شدہ اور انکی اولاد کی اولاد و انکی نسل پر صدقہ ہی تو اسکی اولاد جو پیدا ہوگئی ہی اور اولاد اولاد ہمیشہ نسلاً بعد نسل استحقاق مین داخل ہونگی اور اگر کہا کہ میری اولاد جو پیدا ہوگئی ہی اور انکی اولاد اولاد پر صدقہ ہی اور خاموش ہو رہا تو اسکے فرزند کے فرزند کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پر جو مخلوق ہوگئے ہین اور انکی نسل پر اور میری اس اولاد کی نسل پر جو آئندہ پیدا ہو تو جو اُسکی پشت سے اسکی اولاد آئندہ پیدا ہووے وہ استحقاق مین شامل نہونگی ہان انکی اولاد شامل ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میری اولاد پر اور انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک نسل ہی صدقہ موقوفہ ہی اور حال یہ ہی کہ قبل وقف کے اسکی بعض اولاد تھی جو مر چکی مگر اپنی اولاد چھوڑی ہی تو یہ لوگ استحقاق مین شامل ہونگے اور اگر کہا ہو کہ میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد پر تو صورت مذکورہ مین یہ لوگ وقف کے استحقاق مین داخل ہونگے یہ حاوی مین ہی۔ اگر اپنی صحت مین کہا کہ مین نے یہ اراضی اللہ تعالی کے واسطے ہمیشہ کیلیے صدقہ موقوفہ کردی اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے تو ایسے صدقہ کی آمدنی مین اُسکا ہر فرزند جو وقف کے روز موجود تھا اور ہر فرزند جو وقف کے بعد غلہ پیدا ہونے سے پہلے پایا گیا اور اولاد کی اولاد ہمیشہ سب داخل ہونگی اور جو شخص انمین سے غلہ کے وجود سے پہلے مر گیا اُسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور جو غلہ موجود ہونیکے بعد مرا تو اسکے حصہ کے اسکے وارث مستحق ہونگے کیونکہ وہ اپنے حصہ کا مستحق ہو چکا ہی اور اس صدقہ مین نیچے اور اوپر کی پشتین سب برابر ہونگی لیکن اگر اُسنے اپنے وقف مین کہدیا ہو کہ پہلے یہ صدقہ انمین سے اول پشت سے شروع کیا جاوے پھر اس پشت کو جو

انکے بیٹے متصل ہیں علی ہذا الترتیب تو یون ہی کیا جائیگا پھر اگر اُسنے اسطور پر کہدیا ہو پھر اول پشت کے سب مرگئے سوائے
ایک کے تو تمام آمدنی اسی اکیلے باقی کو ملیگی اور دوسری پشت والون مین کسی کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر یون کہا کہ اُسکی آمدنی پہلے اول
پشت سے شروع کیجاوے پھر انکے گذر جانے کے بعد دوسری پشت والونکو دیجاوے مگر اس شرط پر کہ انمین سے مذکر کو مونث
سے دوچند دیا جایا کرے پھر اس وقف کی آمدنی حاصل ہوئی اور اول پشت مین سب مذکر ہی مذکر ہین انکے ساتھ کوئی
مونث نہین ہے یا سب مونث ہین کوئی مذکر نہین ہے تو سب غلہ انکے درمیان مین مساوی تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ و محیط مین ہے اور اگر وقف
کنندہ نے کہا ہو کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہمیشہ جب تک نسل باقی رہے یہ صدقہ موقوفہ ہے اور یہ نہ کہا کہ بطناً
بعد بطن مگر یہ کہا کہ ہرگاہ انمین سے ایک مرگیا تو حاصل آمدنی مین سے اُسکا حصہ اسکی اولاد کا ہوگا تو انمین سے کسی کے مرنے
سے پہلے وہی حکم ہے جو بیان ہوا کہ آمدنی اسکی سب اور اولاد کی اولاد اور نسل کے درمیان مساوی ہوگی پھر اگر اُسکی پشت کا
کوئی فرزند مرا اور کوئی فرزند چھوڑا پھر آمدنی آئی تو ان سب کی تعداد پر یعنی اولاد و اولاد کی اولاد چاہے جسقدر نیچی پشت کے
ہون اور اس فرزند صلبی پر جو مرگیا ہے سب کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی پھر جو حصہ اس میت کے پرتے مین پڑا ہے وہ اسکی اولاد کو
دیدیا جائیگا پس اولاد میت کے واسطے دو حصہ ہوئے ایک تو انکا خود حصہ جو وقف کرنے والے کی شرط سے انکو ملا اور دوسرا
انکے والد کا حصہ یہ خلاصہ مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور انکی نسل پر اور انکی اولاد پر جبتک تناسل
رہے بدین شرط کہ پہلے پہل اول پشت سے دینا شروع کیا جاوے پھر انکے گذر نے کے بعد دوسری پشت جو انکے متصل نیچے ہے انکو دیا جاوے
علی ہذا الترتیب بطناً بعد بطن ملے اور ہرگاہ کہ انمین سے کوئی مرجاوے اور فرزند چھوڑے تو میت کا حصہ اسکے فرزند کو اور اسکے
فرزند و نسل کو ہمیشہ جبتک تناسل رہے ملا کرے بدین شرط کہ اعلی بطن مقدم کیا جاوے اور ہرگاہ انمین سے کوئی مرے
کوئی فرزند نہ چھوڑے اور نہ فرزند کا فرزند اور نہ نسل چھوڑے تو اس صدقہ مین سے اُسکا حصہ اس صدقہ والون پر رد کیا جاوے
پس غلہ چند سال تک بطن اعلی پر تقسیم کیا گیا پھر اسکے بعد انمین سے بعض کا انتقال ہوگیا اور اُسنے فرزند و فرزند کا فرزند چھوڑا تو
وقف کی آمدنی وقف کرنیوالے کی اولاد پر جو وقف کے وقت موجود تھی یا اسکے بعد پیدا ہوئی سب پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر
انمین سے زندون کو ملا ہے وہ انکا ہوگا کہ اسکو لے لینگے اور جو کچھ مردون کو پہونچا تو موافق شرط وقف کنندہ کے اسکے فرزند کو
ملیگا مگر اسکے فرزند و فرزند کے فرزند مین بطن اول مقدم کیا جائیگا موافق شرط وقف کنندہ کے اور اگر پہلی پشت سے جو شخص مرا ہے
اُسنے اپنی پشت کا کوئی فرزند نہ چھوڑا بلکہ فرزند کا فرزند چھوڑا تو آمدنی مین سے میت کا حصہ اُسکے فرزند کے فرزند کو ملیگا جو وقف
کنندہ کی اولاد مین تیسری پشت سے ہے اور اسیطرح اگر تیسری سے بھی نیچا ہو تو وہ بھی پا دیگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے یونہی
شرط کردی ہے اور اگر اول پشت کی تعداد دس نفر ہون پھر انمین سے دو مرگئے اور کوئی فرزند یا فرزند کا فرزند وغیرہ نہ چھوڑا پھر اسکے
بعد دو نفر اور مرگئے اور ہر ایک نے فرزند اور فرزند کا فرزند چھوڑا پھر ان دونون کے بعد دو اور مرے اور کوئی فرزند چھوڑا
اور نہ فرزند کا فرزند چھوڑا پھر چارون باقیون نے اور اولاد ہر دو میت نے تنازع کیا تو جسوقت غلہ آوے اسوقت اسطرح
تقسیم کیا جائیگا کہ سب غلہ ان چارون باقیون اور ان دونون میتون پر جو اولاد چھوڑ مرے ہین چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا
پھر جو چارون باقیون کے حصہ مین پڑا وہ انکو ملجائیگا اور جو ان دونون میتون کے پڑتے مین آیا جنھون نے اولاد

چھوڑی ہو تو یہ ان دونوں کی اولاد کو ملیگا اور باقی چار میت جنھوں نے اولاد نہیں چھوڑی ہو ساقط ہو گئے یہ محیط سرخسی میں
ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی اور آخر میں اُسکی آمدنی فقیروں کے واسطے کی پھر ان اولاد میں سے بعض
مر گئے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ تمام آمدنی باقیوں پر صرف کیجائیگی پھر جب باقی بھی مر جاویں تو آمدنی فقیروں پر صرف کیجائیگی اور
ان اولاد کی اولاد کو نہ ملیگی اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر اسطرح وقف کیا کہ ہر ایک کا نام لے لیا کہ فلاں پر و فلاں پر اور آخر وقف فقیروں پر
کیا پھر انمیں سے کوئی مرا تو اُسکا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر یوں کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی نسل پر
تو استحقاق غلہ میں عبد اللہ و زید و عمرو اور انکی اولاد و اولاد کی اولاد ہمیشہ جبتک نسل ہے شامل ہونگی اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو
اور انکی نسل تو استحقاق میں عبد اللہ و زید و عمرو اور جو شخص کہ اولاد عمرو سے خاصۃً ظاہر ہوں شامل ہونگے اور اگر کہا کہ عبد اللہ و زید و عمرو
اور ان دونوں کی نسل پر تو استحقاق میں عبد اللہ و زید و عمرو اور جو اولاد زید و عمرو سے ہوں شامل ہونگے۔ اور اگر کہا کہ اولاد عبد اللہ پر
اور اولاد زید پر حالانکہ زید کا کوئی فرزند نہیں ہے تو پوری آمدنی اولاد عبد اللہ کے واسطے ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وارثان زید پر
وقف کیا اور زید زندہ موجود ہے تو اسکے وارثوں کے واسطے کچھ نہوگا اور کل غلہ فقیروں کے واسطے ہوگا پھر جب مرے تو غلہ مذکور اسکے وارثوں
کے درمیان انکی تعداد پر حصہ کر دیا جائیگا کہ عورت و مرد سب مساوی پاوینگے پھر اگر انمیں سے بعضے مر گئے تو اُسکا حصہ ساقط ہو گیا اور جو
لوگ غلہ حاصل ہونیکے روز موجود ہوں انھیں پر تقسیم ہوگا اور اگر انمیں سے ایک باقی رہگیا تو نصف اُسکا ہوگا اور باقی نصف فقیروں پر
تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد زید پر اور وہ فلاں و فلاں و فلاں و فلاں و فلاں یعنی پانچ کو مثلاً گن دیا تو ان پانچ کے سوائے اور دنکو خواہ وقت موجود
ہوں یا اسکے بعد پیدا ہوں اس غلہ سے کچھ نملیگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ پہلے
انمیں سے میری پشت کی اولاد پر شروع کیا جاوے پس اس وقف کا غلہ انپر جاری رکھا جاوے پھر انکے بعد انکی اولاد اور انکی نسل پر جاری
رکھا جاوے تو غلہ اُسکی پشت کی اولاد کے واسطے ہوگا اور اسکی اولاد کی اولاد کے واسطے تمام اُسکی شرط کے موافق رہیگا پھر مسکینوں پر تقسیم ہو جائیگا
اور اسیطرح اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ کا غلہ واسطے مساکین کے ہے کہ اس سے خارج نہوگا اور باوجود اسکے یہ کہا کہ اور اس شرط سے کہ اس وقف کا
غلہ میرے قرابتی پر جاری رکھا جاوے جبتک کہ انمیں سے ایک بھی باقی رہے تو بھی اس وقف کا غلہ برابر اُسکے قرابتی کے واسطے رہیگا
پھر جب ایک بھی نرہے تو پھر مسکینوں پر جاری ہو جائیگا **قال المترجم** میرے نزدیک یہ طریقہ وقف کا بہت مستحسن ہے یعنی تقدیم شرط
مساکین فافہم واللہ اعلم۔ اور اگر اُسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اُسکا غلہ واسطے عبد اللہ بن جعفر اور واسطے اولاد زید کے ہے جبتک انمیں سے
ایک بھی باقی رہے پھر جب سب گذر جاویں تو یہ مساکین پر ہے تو غلہ مذکور اولاد زید کی تعداد اور عبد اللہ بن جعفر پر تقسیم کیا جائیگا پس
اگر اولاد زید پانچ نفر ہوں تو غلہ چھ حصہ پر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری وفات کے صدقہ موقوفہ
ہے میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور انکی نسل پر پھر مر گیا تو اسکی پشت کی اولاد پر وقف مذکور جائز نہوگا اور اولاد کی اولاد پر
جائز ہوگا مگر جب تک پشت کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہے تب تک کل غلہ اولاد کی اولاد کے واسطے نہوگا بلکہ تقسیم ہر سال اسطرح

سلہ قال المترجم کیونکہ اُسنے اولاد پر کہا ہو اور ایک پر اولاد کا اطلاق نہیں ہے بلکہ ولد کا ہے اور حسن اتفاق سے ہماری زبان میں بھی کمتر جمع دو ہی
اور میان عربیت میں بھی دو کا اعتبار کیا ہے انہا ہم خوشی سے اپنی زبان کے موافق [illegible] اگر ترجمہ کرنے میں فافہم [illegible] کہ اگر ثانی غلہ کا حکم دیتے کمتر جمع [illegible]
تو اسکو اپنی زبان میں نصف لینا چاہئے [illegible] سلہ قال المترجم اور نیز جو اس میں سے مرا اسکا حصہ فقیروں پر تقسیم ہوگا
[illegible] پر شامل ہے منہ سلہ مثلاً دس ہوں تو ایک عبد اللہ سمیت ۱۱ حصے پر تقسیم ہوگا منہ

ہوگی کہ سالانہ غلہ سب کی تعداد پر حصہ لگایا جائیگا پس جو کچھ اولاد کی اولاد کے پڑتے مین پڑا وہ انکے واسطے وقف تصور ہوگا اور جو کچھ واقف کی پشت کے فرزندون کے پڑتے مین پڑے وہ وارثون کے درمیان میراث ہوگا حتی کہ شوہر و زوجہ کی بھی شرکت ہوگی جیسے اور وارثون کی شرکت ہوگی اور اگر اسکی پشت کے فرزندون سے بعض مرگئے تو غلہ مذکور اسکی پشت کے باقی فرزندون اور اولاد کی اولاد کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پشت کے باقی فرزندونکے پڑتے مین پڑا ہو وہ سب وارثون کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا خواہ یہ وارث زندہ ہون یا مرچکے ہون بشرطیکہ وہ وقف کرنے والے کی موت کے وقت زندہ تھے یہ خلاصہ مین ہے اور وقف ہلال مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور وقف مین ذکر کیا کہ یہ وقف ہے میری حیات مین اور بعد میری وفات کے تو اسکا یہ قول کہ بعد میری وفات کے یہ کچھ موجب فساد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ نہوگا کہ اس قول سے یہ وقف وارثون کے واسطے وصیت ہونا قرار دیا جاوے بلکہ اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے تابید یعنی ہمیشہ لیسار کھنیکا قصد کیا ہے یہ وجیز مین ہے

فصل سوم

قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان مین۔ قال المترجم چونکہ اس فصل و مابعد مین مسائل کی بنا بیشتر زبان عرب پر ہے لہذا اعتذار ہے کہ اسکو زبان عرب پر محمول کرین ہان جا بجا مین اپنی زبان کے موافق تصریح و اشارہ کرونگا واللہ الموفق والمعین امام ابو یوسف و امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرابت ہر ایسے شخص پر صادق ہوگی جو اسلام مین اسکے نسب سے اعلی انتہائی باپ کی وجہ سے اُسکی طرف نسب سے منسوب ہو خواہ پدر اعلی از جانب اُسکے باپ کے ہو یا از جانب اسکی مان کے ہو اور محرم و غیر محرم و قریب و بعید و جمع و مفرد اس مین یکسان ہے پس اگر اپنی قرابت پر یا صاحبان قرابت پر وقف کیا تو دونون صورتون مین امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ سب جو مذکور ہوئے ہین استحقاق وقف مین داخل ہونگے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے بلفظ المفرد وقف کیا جیسے میری قرابت پر یا میرے صاحب قرابت پر تو استحقاق وقف مین وہی قرابت والے داخل ہونگے جو وقف کنندہ سے اقرب و اُسکے محارم مین سے ہون اور اگر بلفظ الجمع وقف کیا جیسے میرے صاحبان قرابت پر یا میرے اقرباؤن پر تو باوجود قرب ہونے و محارم ہونے کے یہ بھی معتبر ہوگا کہ جمع ہو تے کہ لفظ مذکور دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوگا۔ اور مشائخؒ نے صاحبینؒ کے اس قول کے معنے مین کہ اسلام مین اُسکے سب سے اعلی انتہائی باپ کے الخ اختلاف کیا ہے چنانچہ بعضون نے کہا کہ اُسکے یہ معنی ہین کہ سب سے اول اسکے اجداد مین سے جو مسلمان ہوا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکے اجداد مین سے سب سے اونچا جسنے اسلام کا زمانہ پایا خواہ مسلمان ہوگیا یا نہ ہوا ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ جب ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علوی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو بنابر قول ثانی کے اولاد عقیل بن ابی طالب و جعفر بن ابی طالب داخل وقف ہونگے اور بنابر قول اول کے فقط اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی اور اگر وقف کنندہ کے دو چچا و دو ماموں ہون اور اُسنے بلفظ جمع وقف کیا تو بر قول امام اعظمؒ وقف کی آمدنی اسکے دونون چچا کی ہوگی اسواسطے کہ امام رحمہ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہین اور صاحبینؒ کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو ماموں کے درمیان چار حصے ہوگی اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ اقرب کا کچھ اعتبار نہین کرتے ہین اور اگر وقف کنندہ کے ایک چچا و دو ماموں ہون تو امام کے نزدیک آمدنی مین سے نصف چچا کو اور باقی نصف ہر دو ماموں کو برابر ملیگی یہ محیط مین ہے اور قرابت کے استحقاق مین سب ماسوائے کے نزدیک بالاتفاق مذکر و مؤنث و مسلمان و کافر و آزاد و مملوک سب یکسان ہین لیکن جو کچھ

مملوک کے واسطے واجب ہوگا وہ اسکے اس مولی کو ملیگا جو غلہ پیدا ہونے کے روز اسکا مالک تھا اگر قبول کا اختیار اس غلام کو
ہوگا مولی کو نہ ہوگا اور بعد آزاد ہوجانے کے اسکا حصہ اسی کا ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور قریب پر وقف ہونے کی صورت
مین قرابت دارون کی تعداد پر غلہ تقسیم ہوگا جسمین صغیر و کبیر و مذکر و مؤنث و فقیر و توانگر سب یکسان ہین کیونکہ اسم قریب
سب پر یکسان صادق ہے یہ وجیز مین ہے۔ اور وقف کرنے والے کا باپ اور اسکی پشت کی اولاد اسمین داخل نہوگی اور
دادا کے حق مین دو روایتین ہین چنانچہ ایک مین ہے کہ داخل ہوگا اور ظاہر الروایہ مین ہے کہ نہین داخل ہوگا یہ فتح القدیر مین
ہے ایک نے اپنے قرابات کے محتاجون پر کچھ وقف کیا پھر مرگیا پس آیا قیم کو یہ اختیار ہے کہ واقف کے پوتے کو جبکہ وہ فقیر
ہو تو اسمین سے دیوے یا نہین ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر نہین دے سکتا ہے اسواسطے کہ پوتا ان دونون
امامون کے نزدیک قرابت مین سے نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اپنے صاحبان قرابت و اقربا کے الفاظ
سے وقف کرنے مین جو حکم ہمنے بیان کیا ہے وہی اپنے ارحام اور صاحبان ارحام اور اپنے انساب و صاحبان انساب کے
لفظ سے وقف کرنے مین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ میرے موجب قرابت پر وقف ہے تو قیاس سے یہ لفظ ایک پر واقع
ہونا چاہیے حتی کہ اگر اُسکا ایک چچا و دو ماموں ہون تو آمدنی تمام اس ایک چچا کو ملیگی اسواسطے کہ لفظ مذکور باعتبار صیغہ
کے مفرد ہے اور استحسانا یہ سب مساوی ہونگے اسواسطے کہ اس سے جنس مراد لیجائیگی یہ حاوی مین ہے اور اگر اپنے قرابتیون یا
اپنے اقرباؤن یا اپنے انساب یا اپنے ارحام پر اس شرط سے کہ پہلے اقرب کو پھر اسکے بعد جو اقرب ہون اسی ترتیب سے وقف
کیا تو جو سب سے زیادہ قریب ہو اُسی پر وقف ہوگا اگرچہ وہ ایک ہو اور اسمین لفظ جمع کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور یہ بالاتفاق
ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے قرابت مین یا قرابت پر اور یہ نہ کہا کہ میری قرابت پر تو فرمایا
کہ یہ دونون لفظ یکسان ہین پس اسکی قرابت پر وقف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اقارب کے واسطے یا انساب کیواسطے
یا ذوی الارحام کیواسطے اور اپنی ذات کیطرف نسبت نہ کی تو یہ وقف اسکی قرابت پر ہوگا بوجہ اسکے کہ عرف مین ایسا بولتے
ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو اسکے
قول کے موافق ہوگا اور آمدنی ایسے ہی قرابتیون پر انکی تعداد مساوی تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری
قرابت پر اور باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا کہا کہ باپ و ماں کی جانب سے میری قرابت پر بعد ماں کی جانب سے
میری قرابت پر وقف ہے تو آمدنی اُن سب کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اسمین ماں و باپ کی جانب کے قرابت والے فقط باپ
کیجانب کے یا فقط ماں کی جانب کے قرابت دار دونون یکسان ہونگے کہ ماں و باپ دونون کیجانب والے قرابتیون کو ترجیح
نہوگی اور اگر کہا کہ درمیان میرے باپ کیجانب والے قرابتیون اور درمیان میری ماں کے جانب والے قرابتیون کے وقف
ہے تو نصف آمدنی باپ کی جانب والون کے واسطے ہوگی اور نصف آمدنی اسکی ماں کے جانب والے قرابتیون کی ہوگی یہ ذخیرہ
مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت پر اقرب پھر اقرب کے تو وقف کی آمدنی انھین لوگون کے
واسطے واجب ہوگی جو اسکے قرابتیون مین سب سے زیادہ اُس سے قرابت رکھتے ہین پھر اگر سب سے قریب ایک ہی شخص ہو تو
پورا غلہ اُسی کا ہوگا اگرچہ دو سو درم سے لائق ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو سب غلہ انکے درمیان مساوی تقسیم ہوگا جس مین مرد و

عورتین برابر حقدار ہونگی پھر جب یہ لوگ گذر جاوین تو پھر جو لوگ میت سے سب سے زیادہ قریب ہون اگرچہ ان گذرے ہوؤن
کی نسبت ایک درجہ دور ہونگے وہ اس غلہ کے مستحق ہونگے اسیطرح ترتیب وار پہونچتے پہونچتے ایسے لوگون کو پہونچیگا جو دور کے
قرابت دار تھے اگرچہ اپنے وقت مین باقیون کی بہ نسبت میت سے سب سے زیادہ قریب ہونگے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے
اور اسی کو ہلال رحمہ اللہ نے لیا ہے اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ قرابتیون مین سے وقف کرنیوالے سے قریب والے و بعید
والے سب کیواسطے آمدنی یکسان واجب ہوگی جو انمین مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اسیطرح اگر اسنے کہا کہ میری قرابت فی قرابۃ پھر اولی ا[1]
تو بھی ایسا ہی حکم اختلافی ہے پھر اگر بعض نے فرمایا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو اسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور غلہ باقیون کے
واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ جو اللہ تعالی نے پیدا کیا اُسکی آمدنی سے دیا جاوے
اقرب کو پھر اقرب کو تو تمام غلہ اُسی کو ملیگا جو سب سے زیادہ وقف کنندہ سے قریب ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی اراضی
اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ مین اسکی قرابت سے ہون تو اسکو تکلیف دیجائیگی کہ گواہ قائم
کرے اور اُسکے گواہ بدون خصم کے قبول نہونگے پس خصم یعنی مدعا علیہ وقف کرنے والا ہوگا بشرطیکہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو
اُسکا وہ وصی جس کے قبضہ مین یہ زمین ہے خصم ہوگا اور اگر وصی نے کسی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اُسکی قرابت سے ہے تو اُس کا
اقرار صحیح نہوگا مگر وہ مدعی کی جانب سے گواہ قائم کرنیکی صورت مین فقط خصم ہو سکتا ہے یہ حاوی مین ہے اور اگر وقف کنندہ کے
دو وصی ہون یا زیادہ ہون پھر مدعی نے اُس مین سے ایک پر دعوی کیا تو جائز ہے اور ان سب وصیون کا مجتمع ہونا شرط
نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور وقف کرنے والا میت کا وارث اس مقدمہ مین مدعی کا خصم نہوگا الا اس صورت مین کہ وہ
متولی ہووے اور اسی طرح جن لوگون پر وقف کیا ہے وہ بھی مدعی کے خصم نہونگے یہ محیط مین ہے پس اگر مدعی نے متولی کے مقابل
مین یہ امر ثابت کرایا کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو اسی قدر قبول نہوگا یہانتک کہ دو گواہون سے ثابت کرادے کہ اُسکا نسب
معلوم یہ ہے کہ مثلاً مادر و پدر کی جانب سے یا فقط باپ کی جانب سے یا فقط ماں کی جانب سے واقف میت کا بھائی ہے اور اگر
صرف بھائی ہونے کو ثابت کرایا تو قبول نہوگا اور اسیطرح اگر چچا ثابت کرایا تو بھی قبول نہوگا پھر اگر گواہون نے کہا کہ ہم اس کے
سواے دوسرا وارث نہین جانتے ہین تو قاضی اسکو دیدیگا اور اگر گواہون نے اسطرح نہ کہا تو چندے ٹھہر کر پھر اسکو دے گا
یہ وجیز مین ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ نہ کہ اس وقت اُس سے کفیل لیا جائیگا جیسے میراث مین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر
گواہون نے کہا کہ وقف کنندہ کے قرابتی غائب ہین تو قاضی انکے حصون کو تقسیم کر کے جدا رکھ چھوڑیگا اور اگر گواہون نے کہا کہ
ہم انکی تعداد نہین جانتے ہین کہ وہ کتنے ہین تو قاضی کو چاہیئے کہ ان سے کہے کہ تم لوگ احتیاط کرو اور گواہی نہ دو الا اسی کی جسکا
تمکو یقین ہو پس کہو کہ ہم کوئی قرابتی نہین جانتے ہین سواے کذا و کذا کے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پس اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی
شہر فلان نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی اسنے دریافت کریگا کہ وہ کیا قرابت ہے جسکا حکم دیا گیا
ہے پس اگر انھون نے ایسی قرابت بیان کردی کہ اُس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے تو اسکو دیگا ورنہ نہین۔ اور قبل اس بیان کے گواہ

ا یعنی چچا ہونے کا رشتہ خواہ دونون مین سے کوئی چچا کوئی بھتیجا ہو ۱۲ [2] کہ اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو مین اس مال کا کفیل ہون ہو منہ [3] یعنی
تم احتیاط سے بیان کرو اور یہ نہ کہو کہ اسکے قرابتی فلان و فلان و فلان ہی منحصر مین بلکہ یون کہو کہ ہم ان کے سوا کسی کو نہین جانتے ہین منہ [4] یعنی فلان فلان یا سوا ے چار کے ۱۲

غائب ہو گئے یا مر گئے تو مدعی سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے ایسی قرابت بیان کر دی جس سے مستحق ہوتا ہی تو دیا جائیگا ورنہ نہیں اور نہ دینے کے حکم سے قاضی اول کا حکم توڑنا نہیں لازم آتا ہی اسلیئے کہ اُسنے فقط یہ حکم دیا تھا کہ اُسکا قریب ہی اور ہر قریب مستحق وقف نہیں ہوتا ہی ہاں اگر اُسنے یہ حکم دیا ہو کہ اُسکو غلہ میں سے دیا جاوے یا یہ موقوف علیہ ہی تو یہ قاضی بھی اسکو نافذ کریگا اور اُسکو دیگا یہ وجیز کردری میں ہی اور اگر مدعی نے قرابت کی تفسیر نہ کی [۱] یا وہ طفل ہی تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ یہ قاضی اُسکو وقف کا غلہ دیگا اور قاضی اول کا حکم صحت پر محمول کریگا یعنے اُسنے ایسی قرابت کا حکم دیا ہی جس سے وقف کا مستحق ہوتا ہی یہ محیط میں ہی ایک شخص نے اپنی قرابت کو قاضی کے سامنے ثابت کیا اور قاضی نے اُسکی قرابت ہونیکا حکم دیا پھر دوسرا آیا اور دعوی کیا کہ میں وقف کنندہ کا قریب ہوں مگر اُسنے قاضی کو نہ پایا پس چاہا کہ جسکے لیے قاضی نے حکم دیدیا ہی اُس سے مخاصمہ کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے غلہ میں سے کچھ لیا ہی تو وہ دوسرے مدعی کا خصم ہوگا اور اگر نہیں لیا ہی تو خصم نہوگا خواہ اول کو اسی قاضی کے پاس لاوے جسنے اُسکے نام حکم دیا ہی یا کسی دوسرے قاضی کے پاس لاوے اور یہی استحسان ہی کہ جسکی طرف شیخ ہلال رح گئے ہیں یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر اقرباؤں میں سے کسی نے اپنی قرابت وقف کنندہ سے ثابت کرائی پھر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اُسکا بیٹا ہی جسنے اپنی قرابت ثابت کرائی ہی یا اُسکا پوتا ہی تو اسی پر اکتفا کیا جائیگا اور اُسکو میت سے اپنی قرابت کی تفسیر کرنے کی حاجت نہوگی جیسے کہ اول کو اس تفسیر کی حاجت ہوئی تھی اور اسی طرح اگر گواہ کہیں کہ یہ اُس کا مادر و پدر کی طرف سے بھائی ہی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الحاوی۔ اور اسیطرح اگر وہ شخص جسکے واسطے اول حکم دیا گیا ہی کوئی عورت ہو اور باقی مسئلہ موافق مذکورۂ بالا واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اول مرد کا جسکے واسطے حکم ہو چکا ہی باپ کیطرف سے بھائی ہی پس اگر قاضی نے اول کے واسطے یہ حکم دیا ہو کہ وہ وقف کنندہ کا باپ کیطرف سے بھائی ہی تو دوسرے کیواسطے بھی قرابت کا حکم دیدیگا اور اگر اول کی نسبت وقف کنندہ کا ماں کیجانب سے بھائی ہونے کا حکم دیا ہو تو دوسرا مدعی وقف کنندہ سے اجنبی ہوگا اور اسی سے اس جنس کے مسائل کو نکال لینا چاہیے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر وقف کنندہ کے دو بیٹوں نے ایک مدعی کی نسبت گواہی دی کہ یہ ہمارے باپ کا قرابتدار ہی اور قرابت بیان کر دی تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر دو مردوں نے دو مردوں کیواسطے قرابت کی گواہی دی اور ان دونوں نے ان دونوں کیواسطے قرابت کی گواہی دی یعنی ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر قاضی نے پہلے دونوں گواہوں کی گواہی پر دونوں مدعیوں کیواسطے حکم دیدیا پھر دونوں مدعیوں نے دونوں گواہوں کیواسطے گواہی دی تو مدعیوں کی گواہی ان گواہوں کے حق میں مقبول نہوگی مگر پہلے مدعیوں کے حق میں گواہان اول کی گواہی کا حکم صحیح باقی رہیگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر دو اہل قرابت نے ایک شخص کیواسطے قرابتی ہونیکی گواہی دی مگر گواہوں کی ثقاہت ثابت نہوئی یعنے تعدیل نہ کی گئی تو ان اہل قرابت گواہوں کے پاس غلہ جو وقف ہوگا اُسمیں یہ شخص جسکے واسطے گواہی دی ہی شرکت کریگا یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر اپنی زمین اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ میں

[۱] قال المترجم اوپر بیان کیا کہ تفسیر کی مگر ایسی تفسیر کہ جس سے مستحق نہیں ہوتا ہی تو کچھ نہ دیا جائیگا اور یہاں یہ مراد ہی کہ مدعی نے تفسیر ہی نہ کی اور نہ بیان کیا بس اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور یہ مراد نہیں ہی کہ اُسنے ایسی تفسیر نہ کی جس سے مستحق ہوتا ہی تو بھی دیا جائیگا

وقف کنندہ کی قرابت سے ہون اور وقف کرنیوالے نے اقرار کیا اور اُسکی قرابت کو بہ نسب معلوم بیان کیا اور کہا کہ یہ انھین مین
سے ہی جنپر مین نے وقف کیا ہی پس اگر وقف کنندہ کے کوئی قرابت والے معروف لوگ ہون اور یہ انمین سے معروف نہو تو
اُسکا اقرار صحیح نہوگا اور یہ اسوقت ہی کہ وقف کرنیوالے نے بعد وقف کرنے کے ایسا اقرار کیا اور اگر اُسنے وقف مین ایسا اقرار
کیا باین طور کہ کہا کہ یہ انھین لوگون مین ہی جنپر مین نے وقف کیا ہی تو یہ اقرار اُسکی طرف سے قبول ہوگا اور اگر وقف کنندہ
کے قرابتی معروف لوگ نہ ہون تو استحسانا اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالے
نے اسکی نسبت اقرار کیا ہی کہ میرا یہ قرابت دار ہی اور حالانکہ وقف کرنیوالے کے قرابتی لوگ معروف ہین تو یہ گواہی مقبول
نہ ہوگی اور اگر اُسکے قرابت والے معروف نہون تو استحسانا مین کہتا ہون کہ اُسکو وقف کے غلہ مین سے دیا جاوے بشرطیکہ
گواہون نے اقرار میت کی مع تفسیر قرابت کے گواہی دی ہو یہ حاوی مین ہی - اور اگر اپنی اولاد و اولاد اپنی نسل پر وقف
کیا پھر ایک مرد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو آمدنی سالہاے گذشتہ کی بابت تصدیق نہ کیا جائیگا اور آمدنی سالہاے
پیوستہ یعنی آیندہ مین تصدیق کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر ایک نے اپنی قرابت پر وقف کیا پھر ایک مرد آیا
اور دعوی کیا کہ مین اسکی قرابت سے ہون اور گواہ قائم کیے جنھون نے گواہی دی کہ وقف کرنیوالا اپنی زندگی مین اپنی قرابت
کے ساتھ اس شخص کو بھی ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو ایسی گواہی سے کچھ مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ
فلان قاضی اُسکو قرابت والون کے ساتھ ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو بھی کچھ مستحق نہ ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر وقف کیا
ایسون پر جو سب لوگون سے زیادہ اُسکا قریب ہو پھر بعد اسکے مساکین پر - اور اُسکا بیٹا یا باپ ہی تو استحقاق وقف مین
شامل ہوگا اور اگر قرابتیون مین سے سب سے زیادہ قریب پر وقف کیا تو یہ دونون داخل استحقاق نہونگے - اور اگر اُسکا بیٹا یا
والدین ہون تو غلہ بیٹے کا ہوگا اور اسی طرح اگر بجاے بیٹے کے دختر ہو تو بھی ایسا ہی ہی پھر جب بیٹا یا بیٹی مر گئی تو غلہ
مساکین کا ہوگا اور والدین کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر فقط اُسکے والدین ہون تو آمدنی دونون مین نصفا نصف
ہوگی پھر اگر دونون مین سے ایک مر گیا تو باقی کے واسطے نصف ہوگا اور نصف مساکین پر صدقہ ہوگا اور اسی طرح
اگر اولاد ہون اور دو شخص ہون پھر ایک مر گیا تو اُسکا حصہ مساکین پر صدقہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کی مان اور بھائی
ہون تو غلہ مان کا ہوگا نہ بھائیون کا اور اسی طرح اگر اُسکا سگا دادا یا نانا اور مان ہو تو مان ان دونون سے قریب تر ہی
اور بھائیون سے بھی قریب تر ہی اور مثل مان کے باپ کا بھی حکم ہی اور اگر دادا یعنی باپ کا باپ ہو اور بھائی ہون تو حسب امام
کے نزدیک دادا بجاے باپ کے ہی اُسکی رائے مین غلہ دادا کا ہوگا اور دیگر علماء کے قول مین بھائیون کا ہوگا دادا کا نہوگا
یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر وقف کنندہ کے دو بھائی ہون ایک سگا ایک ماں باپ سے اور دوسرا فقط باپ کی طرف یا فقط مان
کی طرف سے تو جو مان و باپ دونون کیطرف سے ہی وہ اولی و مقدم ہوگا - اور اسی طرح بھائیون و بہنون کی اولاد اور چچا اور
پھوپھیان اور ماموں و خالائین اور انکی اولاد جو سگی یعنی مان و باپ کی طرف سے ہون وہ اُنسے جو فقط مان کیطرف یا
فقط باپ کیطرف سے ہون اولی ہونگی - اور اگر اُسکے تین ماموں ہون جنمین سے ایک مان باپ دونون سے اور دوسرا باپ
کیطرف اور تیسرا مان کی طرف سے اور ایک چچا باپ کیطرف سے تو پہلے وہ ماموں پاویگا جو مان و باپ دونون کی طرف سے ہی

اور اگر اسکا ایک بھائی باپ کی طرف سے اور ایک بھائی ماں کی طرف سے ہو تو امام اعظمؒ کے اول قول کے موافق باپ کیطرف والا بھائی مقدم ہوگا اور امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی صاحبین کا قول ہے کہ دونوں یکسان برابر ہیں اور علی ہذا تمام اقارب مین جو باپ کی طرف سے ہو وہ ماں کیطرف والے سے امام اعظمؒ کے اول قول کے موافق مقدم ہوگا اور دوسرے قول کے موافق دونوں برابر ہیں اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے یہ حاوی مین ہے- اور اگر وقف کرنے والے کا باپ ہو اور پسر کا پسر ہو تو غلہ وقف باپ کا ہوگا پوتے کا نہوگا- اور اگر اسکا ایک سگا بھائی ماں و باپ کی طرف سے ہو اور پوتا یعنے بیٹے کا بیٹا ہو تو غلہ پوتے کا ہوگا اور اگر اسکی دختر کی دختر ہو اور پسر کے پسر کا پسر ہو یعنے ایک درجہ دختر مذکور سے نیچا ہو تو وقف کا غلہ دختر کی دختر کا ہوگا- اور واضح ہو کہ اگر بجائے وقف کے وصیت ہو تو وصیت مین بھی ایسی تمام صورتون مین یہی حکم ہے- اور اگر ایک ماں و باپ سے سگی بہن ہو اور دختر کی دختر کی دختر ہو تو دختر کی دختر کی دختر مستحق مقدم ہوگی کذا فی المحیط پس حاصل یہ ہے کہ پہلے وقف کنندہ کی اولاد سے شروع کیا جائیگا اور وہ مقدم رکھے جاوینگے پھر جب وہ نہون تو باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد سے ابتدا ہوگی- اور اگر نانا یعنے ماں کا باپ ہو اور سگے بھائی کی دختر یا فقط ماں کی جانب والے بھائی کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نانا مقدم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بھائی کی دختر مقدم ہوگی اور اگر بجائے بھائی کے دختر کی دختر کی دختر ہو تو یہ دختر بالاتفاق مقدم ہوگی- اور اگر اسکا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف کا بھائی ہو اور ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی کا بیٹا ہو تو وقف کی آمدنی بھائی کی ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف مین باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا یہ حاوی مین ہے- اور اگر کسی نے اپنے ایسے اقارب پر جو مقیم شہر فلان ہین پھر آخر مین فقیرون پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو وہ جہان جاوین انکا حصہ انکے ساتھ جائیگا اور اگر یہ لوگ داخل شمار نہون تو جو شخص انمین سے دوسرے شہر دمقام مین وطن منتقل کریگا وہ محروم ہو جائیگا اور اگر ان مین سے کوئی باقی نہ رہا تو غلہ فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور اگر پھر لوٹ کر اسی شہر مین چلا آیا تو آیندہ غلہ اُس کو ملا کریگا اور گذشتہ کا مستحق نہوگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہے اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور حکم کیا کہ میرے اقربا کو بقدر انکی کفایت کے دیا جاوے اور حال یہ ہے کہ اسکے اقربا کثرت سے ہین کہ داخل شمار نہین ہین پس اگر اُسنے اولاد کا ذکر نہ کیا تو اولاد اقربا و انکی اولاد سب داخل ہونگی اسلیے کہ وہ بھی وقف کرنیوالے کے قریبون مین سے ہین اور اگر اُسنے ذکر کیا اور یون کہا کہ پھر ان اقرباؤن کے بعد ان کی اولاد کو ملے تو یہ اولاد اپنے باپون کی زندگی مین داخل استحقاق نہ ہونگے- پھر قدر کفایت کی حد یہ ہے کہ اسکی ذات و اسکے اہل و اولاد و ایک خادم کی حاجت کے لائق دیا جاوے یہ مضمرات مین ہے- ایک شخص اپنے وقف کرنیوالے کے قبضہ مین ہے اور وہ آمدنی و حاصلات کو اپنے اقرباؤن اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلامون پر صرف کرتا ہے اور بعضون کو بہ نسبت دوسرون کے زیادہ دیتا ہے اور جہان چاہتا ہے صرف کرتا ہے پھر وہ مرا اور اُسنے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ وقف مذکور کا صرف کیونکر تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ جنکو وقف کنندہ دیا کرتا تھا انھین کو وصی بھی دیا کرے اور اگر وصی پر یہ امر مشتبہ و مشکل ہو کہ وقف کنندہ اپنے اقرباؤن اور آزاد کیے ہوئے غلامون مین سے کس کو زائد دیتا تھا تو وہ زیادتی کو فقیرون پر تقسیم کیا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

فصل چہارم

فقراء قرابت پر وقف کرنے کے بیان مین- اگر کسی نے کہا کہ میری

قرابت کے فقیرون پر

لـه یعنی جہان جاوین وہان پاوینگے ۱۲ عـه قال المترجم واضح رہے کہ داخل شمار مین اختلاف ہے کہ کسقدر ہون بعض نے فرمایا کہ سو سے زائد ہون بعض نے فرمایا کہ مسجد محلہ مین نہ سما وین بالجملہ مقدرہ سے طلب کرنا چاہیئے ۱۲ منہ

یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی میرے قرابتی فقیرون پر یا کہا کہ میری اولاد کے فقیرون پر اور بعد انکے مساکین پر تو یہ وقف صحیح ہی
اور وقف کا مستحق وہ ہوگا جو غلہ پائے جانے کے روز فقیر ہو اور یہ ہلال رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین کذا فی
المضمرات اور اسی پر فتویٰ ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی میری قرابت مین سے مسکینون یا میری قرابت
کے محتاجون پر تو بھی وہی حکم ہی جو قرابتی فقیرون پر صدقہ کرنے کی صورت مین بیان ہوا ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی
صدقہ موقوفہ ہی واسطے میرے قرابتی فقیرون کے یا میرے قرابتی فقیرون مین تو ایسا ہی جیسے کہا کہ میرے قرابتی فقیرون پر
اسواسطے کہ حروف[1] صلات ایک دوسرے کے قائمقام ہوتے ہین اور اگر کہا کہ میری قرابت کے یتیمون پر تو بھی یہی حکم ہی اور اگر
ان یتیمون مین سے غلہ حاصل ہو جانیکے بعد کوئی محتلم ہوا یعنی بالغ ہو گیا تو اسکو اس غلہ مین سے حصہ ملیگا (یعنی مخصوص حصہ جو پیدا ہوا) اور آیندہ غلہ سے نہ ملیگا
اور اگر اسکے اور دوسرے مستحقون مین سے کسی کے درمیان خصومت واقع ہوئی پس دوسرے مستحق نے کہا کہ تو غلہ حاصل ہونے
سے پہلے بالغ ہوا ہی پس تیرے واسطے حصہ نہوگا اور اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین غلہ حاصل ہونیکے بعد محتلم ہوا ہون تو قسم سے قول اُسی کا
قبول ہوگا اور اسیطرح اگر یتیم لڑکی کو حیض آیا اور اُسمین ایسی خصومت واقع ہوئی تو قسم سے لڑکی کا قول قبول ہوگا اور اگر اہل قرابت
مین سے کوئی شخص غلہ حاصل ہونیکے بعد مرا اور صغیر اولاد چھوڑی کہ جو یتیم ہو گئی تو انکو اس غلہ سے نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اور اپنی قرابت کے محتاجون پر وقف کیا اور آخر اس وقف کا فقیرون کے واسطے قرار دیا پھر خود مرا اور اُسکا ایک بیٹا فقیر ہی تو (آیندہ غلہ سے ملیگا)
امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرابت کی لفظ مین داخل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی اور اگر کہا کہ میرے
قرابتی فقیرون مین سے صلحا (جمع صالح) پر وقف ہی تو صالح ہر وہ شخص ہے کہ مستور[2] ہو یعنی کوئی برائی اُسکی ظاہر نہ ہو اور اُسکا چال چلن
سیدھی راہ پر ہو سلیم الناحیہ ہو کہ ادھر والے لوگون مین سلیم ہو اور کامن اللذی ہو کہ اسکا کسی کو رنج پہونچانا ظاہر نہو قلیل الشر
ہو کہ شر اُسکا گھٹا ہوا قلیل ہو اور حرمت شرع کی ہتک کرنے والا نہ ہو اور صاحب ریبہ نہو کہ فسق ظاہر ہو اور غیر محصنات عفیفہ
پاک عورتون کا زنا کیطرف نسبت دینے والا نہ ہو اور جھوٹ بولنے مین معروف نہو پس جو ایسا شخص ہو وہ صالح ہی یعنی ایسے
لوگون کو جو اُسکی قرابت سے فقیر ہون ملیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اہل عفاف پر یا اہل الخیر یا اہل فضل پر وقف ہی تو مثل اہل الصلاح
کہنے کے ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر وقف ہی اور اسکی قرابت مین ایسے فقیر ہین جو اس شہر کے سوا
جسمین وقف کرنیوالا ہی دوسرے شہر مین رہتے ہین تو یہان سے ایک شہر مین نہ بھیجا جائیگا بلکہ اُس شہر مین جو اُسکے قرابتی فقیر ہین
انھین پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر قیم نے یہان سے اس شہر مین انکو بھیجدیا تو اُسپر ضمان لازم نہ ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ
وقف ہی میری قرابت کے فقیرون پر اسطرح کہ شروع اُن لوگون سے کیا جاوے جو سب سے زیادہ قریب ہین پھر انکے بعد جو
سب سے زیادہ قریب ہون علیٰ ہذا القیاس تو جب غلہ حاصل ہو تو جو اُن مین سے وقف کرنیوالے سے سب سے زیادہ قریب ہون
اُنسے شروع کیا جائیگا پس دو سو درم دیے جاوینگے اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پھر جو نزدیکی مین اُنکے متصل ہین اُنکو دو سو درم دیے
جاوینگے اسیطرح آخر تک تقسیم ہوگا پس اگر غلہ تین سو درم ہون تو اول کو دو سو درم دیے جاوینگے اور دوم کو سو درم ملینگے اور اگر کچھ

[1] حروف صلات یعنے حرف دین، ور پر اور واسطے وغیرہ جو فعل کو فاعل وغیرہ سے وصل کرنے مین بولے جاتے ہین وہ ایک دوسرے کی جگہ آتے
ہین جیسے میری قرابت پر وقف ہی میری قرابت مین وقف ہی میری قرابت کیلئے وقف ہی علیٰ ہذا القیاس پس معنی کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۱۲ منہ [2] عفت مین مستور ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

غلہ ضائع ہوگیا تو امین سے اول کو پورا دیا جائیگا اور ضائع شدہ کی کمی دوسرے درجہ والونکے حصہ مین ہوگی یہ حاوی مین ہے ۔ ہم اگر اسنے انمین سے ہر ایک کو دو سو درم دیے اور آمدنی سے کچھ باقی رہا تو استحساناً مساوی تقسیم کر دیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ وقف ہے میرے فقراء قرابت پر اس شرط سے کہ پہلے تمام غلہ سب سے قریب والون کو دیدیا جایا کرے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب ہون علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین تمام آمدنی اُنکے سب سے قریب والونکو دیدیجائیگی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیرون پر وقف ہے کہ انمین جو سب سے قریب والون کو دیا جاوے پھر جو اُنکے بعد سب سے قریب ہون اسی ترتیب سے تو آمدنی مین سے سب سے قریب کو دو سو درم ملینگے اور پوری آمدنی نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے اور واضح ہو کہ جو شخص باب زکوٰۃ مین فقیر قرار دیا گیا ہے ویسا ہی **باب وقف** مین بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی الحاوی پس جس شخص کی ملک مین فقط رہنے کا ٹھکانا ہے اور کچھ نہین ہے ۔ یا جسکی ملک مین رہنے کا ٹھکانا اور ایک باندی یا غلام ہے اور کچھ نہین ہے وہ زکوٰۃ و وقف دونون مین فقیر قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اگر باوجود رہنے کے مکان و غلام کے اسکی ملک مین بقدر کفایت لباس ہے اسپر زیادتی نہو تو بھی فقیر ہے اور اسی طرح اگر باوجود مسکن و غلام و لباس قدر کفایت کے اسکی ملک مین متاع خانہ داری مین سے ایسی چیزین ہون جنکے بغیر چارہ نہین ہے تو بھی فقیر ہے یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اور اگر کسی قرابتی کی ملک مین دو سو درم یا بیس مثقال سونا ہو تو اسکے لیے وقف سے کچھ حصہ نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر اسکی ملک مین متاع خانہ داری یا کپڑون مین قدر کفایت سے زائد ہو دو نا کا اسقدر ہو کہ کم سے کم اُسکی قیمت دو سو درم ہے تو وہ شخص تونگر ہے کہ اسکو زکوٰۃ اور وقف لینا حلال نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اسکی ملک مین دو مسکن اور دو خادم ہون اور دوسرا مسکن و خادم کہ اُسکی حاجت سے فاضل ہے وہ دو سو درم قیمت کے ہوتے ہین تو وہ تونگر ہے کہ اسکو زکوٰۃ و وقف لینا حلال نہین ہے اگرچہ وہ اس معنی کر کے تونگر نہین ہے کہ اسپر زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر اسکی ملک مین کپڑون مین سے کچھ حاجت سے زائد ہو اور کچھ فرش و بستر مین سے زائد ہو اور کچھ مسکن حاجت سے زائد ہو اور ان زیادتیون مین سے ہر ایک زیادتی دو سو درم قیمت کو نہین پہنچتی ہے مگر سب کا مجموعہ دو سو درم کا ہے تو وہ اس باب مین تونگر ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اسکی ملک مین دو سو درم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اس زمین سے غلہ حاصل نہوتا ہو جو اسکے واسطے کافی ہو تو بنا بر مختار کے وہ غنی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر اسکی ملک مین مال کثیر ہو مگر وہ سب غائب ہے یا اسکا مال لوگون پر قرضہ ہے جسکو وصول کرنے پر قادر نہو تو اسکو زکوٰۃ و وقف دونون سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل کے ہے اور اگر اسکا مال اُسکے غائب ہو یا لوگون پر قرضہ ہے جسکو وصول کرنے پر قدرت نہین رکھتا ہے مگر وہ قرض لے سکتا ہے تو صدقہ قبول کرنے سے اسکو قرضہ لینا بہتر ہے لیکن اگر اسنے قرضہ نہ لیا اور زکوٰۃ لے لی تو مضائقہ نہین ہے اور وقف کا مال ایسے فقیر کو دیا جاوے جو کمائی کرتا ہے اور کچھ مضائقہ نہین ہے مگر اسکو زکوٰۃ لینا مکروہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر اسکا مال کسی مفلس پر ہے تو وہ اس قرضہ کی وجہ سے غنی نہوگا بلکہ فقیر ہے اور اگر اسکا مال کسی مالدار پر ہے جو اقرار کرتا ہے تو غنی ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو اور اسکے گواہ موجود ہون تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر گواہ نہون تو فقیر ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے اپنی اراضی پنچہاے تک کہ جو فقیر ہون وقف کی حالانکہ اسکے بعض ضلع ایسے ہین کہ انکے پاس گھوڑا ہے تو دیکھا جاویگا کہ اگر ضرورت نے اس گھوڑے کو جہاد کے واسطے طلب نہین کی ...

[illegible] یعنی سو سو درم کی بچاس بچاس ... سو سو درم کی ... یا زکوٰۃ و وقف لینا اسپر حرام ہے اگرچہ زکوٰۃ دینا اسپر واجب نہین ہوا منہ

[illegible] یعنی سارا مال ... مین ... ہو علی المختار منہ ... یا وہ بہ تعبیر دیگر ... ہے

کے لیے بسبب لنجے ہونے کے رکھا ہی تو اسکو وقف مین سے دیا جائیگا اور اگر اپنی بڑائی کیواسطے باندھا ہی تو اسکو نہ دیا جائیگا بشرطیکہ یہ گھوڑا دوسو درم کا ہو اور اسپر قرضہ رہن نہو یہ مضمرات مین ہی- اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ کسی دوسرے کے مال مین واجب ہوا اور خود اسکو بغیر حکم قاضی اور بغیر رضامندی اس دوسرے کے لے سکتا ہی اور دوسرے کی غیبت مین قاضی اسکے واسطے دوسرے کے مال سے نفقہ کا حکم دیتا ہی اور املاک کے منافع دونونکے درمیان متصل ہین حتی کہ ان دونو مین سے کسی کی گواہی دوسرے کے حق مین قبول نہوگی تو نفقہ دینے والیکی مالداری کی وجہ سے یہ بھی وقف کا مال نہ جائز ہونیکے حق مین تونگر قرار دیا جائیگا اور اسکی مثال مثل والدین و اولاد و اجداد کے ہی- اور ہر ایسا شخص جسکا نفقہ دوسرے کے مال مین قاضی کے فرض کر دینے سے واجب ہوا اور یہ خود اسکو اسکے مال سے بدون حکم قاضی یا بدون اسکی رضامندی کے نہین لے سکتا ہی اور اس مال والے کے غائب ہونیکی صورت مین قاضی اسکے مال سے نفقہ کا حکم نہ دیگا اور املاک کے منافع جدا جدا ہین حتی کہ دونون مین سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق مین مقبول ہی تو وقف کا مال لینے کے حق مین یہ شخص اپنے نفقہ دینے والے کی تونگری سے تونگر شمار نہ ہوگا اور مثال اسکی جیسے بھائی و بہنین و دیگر محارم ہین اور اسی اصل پر اس جنس کے مسائل دائر ہین یہ محیط مین ہی- اور اگر اپنی زمین اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کی اور حال یہ ہی کہ اسکا ایک قریب ایک شخص غنی ہی جسکی اولاد فقیر ہین پس اگر یہ اولاد صغیر ہون یا مذکر ہون یا مؤنث ہون یا بالغ عورتین ایسی ہون جنکے شوہر نہین ہین یا بالغ مرد ایسے ہون جو اپاہج یا مجنون ہین تو انکو اسوقت سے حصہ نہ ملیگا اور اگر اس تونگر مذکور کے بھائی یا بہنین فقیر ہون یا کوئی اولاد بالغ فقیر کمائی کرتی ہو تو انکو اسوقت سے حصہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر عورت فقیرہ ہو مگر اسکا شوہر تونگر ہو تو اس عورت کو وقف سے نہ دیا جائیگا اور اگر شوہر فقیر ہو تو اسکو دیا جائیگا اگرچہ اسکی عورت تونگر ہو اگر وقف کرنیوالے کے قریب کا فرزند بالغ ہوا اور وہ اپاہج نہین ہی مگر وہ فقیر ہو اور اس فرزند کی اولاد نابالغ موجود ہین کہ وہ بھی فقیر ہین تو اس فرزند کی اولاد کو اسوقت سے حصہ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ قاضی انکا نفقہ انکے دادا کے مال مین فرض کریگا اور ان اولاد کا باپ یعنے انکے دادا کا پسر پس اسکو وقف مین سے حصہ ملیگا اسواسطے کہ اسکا نفقہ اسکے باپ پر نہین ہی کیونکہ وہ بالغ ہی اور اپاہج نہین ہی اور اگر قرابتی نہین ہے سکا باپ تو انگر ہو اور خود فقیر ہو تو اسکو اسوقت سے نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے قرابتی فقیرون پر وقف ہی اور انمین ایک مرد فقیر ہی اور جب غلہ حاصل ہوا تب بھی فقیر تھا مگر ہنوز اپنا حصہ لینے نہ پایا تھا کہ وہ تونگر ہوگیا تو اپنے حصہ کا مستحق ہوگا اور اگر اسکی قرابت مین سے کوئی عورت بعد حصول غلہ کے چھ مہینہ سے کم مین جنی تو اس غلہ مین سے اس بچہ کا حصہ نہوگا یہ محیط مین ہی اور آیندہ حاصلات مین سے یہ بچہ بھی مستحق ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے- اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہی جو نسل فلان یا آل فلان مین سے فقیر ہو حالانکہ فلان مذکور کی نسل یا آل مین سے ایک کے سوائے کوئی فقیر نہین ہی ایک ہی فقیر ہی تو تمام غلہ اسیکا ہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ فقرائے آل فلان پر ہی تو اس صورت مین اسکو نصف ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی بزیادہ من المترجم- ایک ماں باپ سے دو سگے بھائیون نے اپنے فقرا قرابت پر وقف کیا پھر قرابت مین سے ایک فقیر آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونون نے اپنے درمیان

مشترک اراضی کو وقف کیا ہے تو اس فقیر کو ایک ہی قوت یعنی یک روزینہ بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ہر ایک نے اپنی علیحدہ اراضی وقف کی تو ہر ایک میں سے اسکو بقدر قوت دیا جائیگا اور قوت سے اس جنس کے مسائل میں مراد قدر کفایت (جیسا کہ اوپر گذرا ۱۲) ہے اگر وقف الاراضی ہو تو اسکو ایک سال کا قوت بغیر اسراف (یعنی فضول خرچی ۱۲) و بدون تقتیر (حاجت سے کم ۱۲) کے دیا جائیگا اور اگر وقف دوکان ہو تو مہینہ کی قدر کفایت دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی اراضی اپنے فقرائے قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ وہ فقیر ہے اور وہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنی قرابت ہونا اور فقیر ہونا ثابت کرے اور اگرچہ یہ باعتبار اصل و ظاہر کے ثابت ہے ولیکن ظاہر حال تو دفع کے واسطے حجت ہے استحقاق کیواسطے حجت نہیں ہے پس اگر اسنے اپنی قرابت کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہ اسکی قرابت کو بہ نسب معلوم بیان نہ کریں تب تک گواہی قبول نہوگی یعنی اسکا ناتا وقف کنندہ سے کیا ہے۔ اور اگر اسنے اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کیے تو چاہیے کہ گواہ یوں تفسیر کریں کہ یہ فقیر معدم (نادار ۱۲) ہے ہم اسکی ملک میں کچھ مال نہیں جانتے ہیں اور ہم کسی ایسے کو نہیں جانتے ہیں جس پر اسکا نفقہ لازم ہو پھر جب قاضی نے اسکے معدم ہونیکا حکم دیدیا تو یہ حکم اسکے قرضہ کے حق میں عدم ہونیکا حکم نہوگا اور اگر قاضی نے مطالبہ قرضہ (قرضخواہ) کے حق میں اسکے نادار ہونے کا حکم دیا پھر وہ وقف میں سے مانگنے آیا تو اسکو دیا جائیگا ایسا ہی ہلال نے ذکر کیا ہے اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ باوجود اسکے یہ واجب ہے کہ ثابت ہووے کہ اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اسکا نفقہ لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ امر طلب قرضہ میں فقیر کے حکم میں داخل نہیں ہوا ہے حالانکہ استحقاق وقف کے واسطے اسکا اثبات ضرور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اسنے گواہ قائم کیے کہ یہ شخص فقیر ہے اور اس وقف کیطرف محتاج ہے اور اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اسکو وقف میں شامل کریگا اور ہلال رح نے استحسانا فرمایا ابھی اسکو داخل نہ کرے یہانتک کہ پوشیدہ دریافت کریگا کہ ایسا ہی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور نیز ہلال رح نے فرمایا کہ اگر اسنے گواہ جیسے ہمنے بیان کیے ہیں قائم کیے اور قاضی نے پوشیدہ بھی دریافت کیا اور پوشیدہ خبر بھی گواہوں کی گواہی کے موافق ہوئی کہ یہ فقیر ہے اور اسکا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس پر اسکا نفقہ لازم ہو تو قاضی اسکو وقف میں شامل نہ کریگا یہانتک کہ اس سے قسم لیگا کہ واللہ تیری ملک میں کچھ مال نہیں ہے اور تو فقیر ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی اچھا ہے اور اسی طرح بقول ہلال رحمہ اللہ اس سے یہ بھی قسم لیگا کہ واللہ تیرا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر تیرا نفقہ لازم ہو اور یہی اچھا ہے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر اسنے امور مذکورہ بالا پر گواہ پیش کیے جیسے ہمنے ذکر کیا ہے اور دو عادلوں نے خبر دی کہ یہ تو انگر ہے تو ان دونوں عادلوں کی خبر گواہی سے اولی ہوگی اور وہ مصرف وقف نہ کیا جائیگا اور شیخ ہلال رح نے فرمایا ہے کہ اس باب میں خبر اور گواہی دونوں یکسان ہیں اسواسطے کہ گواہی مذکورہ بھی درحقیقت گواہی نہیں بلکہ خبر ہے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم ایسے کسی کو نہیں جانتے ہیں جس پر اسکا نفقہ واجب ہو تو اسکے واسطے کافی ہے اور اسکی ضرورت نہوگی کہ وہ دونوں قطعی طور پر کہیں کہ اسکا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اسکا نفقہ واجب ہو جیسے میراث میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور

ف۱ قال المترجم مراد مال سے یہاں وہ مال [illegible] قدر کفایت [illegible] ۱۲
ف۲ کسی پر اس کا قرضہ بھی [illegible] ف۳ قال المترجم اس قسم میں [illegible] اسکی ملک میں [illegible] مال ہو [illegible] وہ فقیر ہونے سے خارج نہیں ہوتا [illegible] ۱۲ منہ ف۴ کہ اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اسکے سوائے دوسرا وارث تو کافی ہے لیکن وارث ہونا ثابت کرنے کے لیے قطعی گواہی ضرور ہے ۱۲ منہ ف۵ قولہ قرضہ کے حق میں اس ناداری کے حکم کی وجہ سے یہ لازم نہیں ہے کہ اسکے قرضخواہ بسبب اس حکم کے اس سے قرضہ کا مطالبہ نہ کر سکیں ۱۲ منہ

واضح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندون کے وقف کنندہ سے قرابت ثابت کرنے اور انکا فقیر ہونا ثابت کرنے کا حاجتمند ہو تو ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ فرزندان مذکور نابالغ ہون بخلاف اسکے اگر بالغ ہون تو وہ خود اپنا فقر ثابت کرین اور باپ کا وصی بھی اس باب مین بمنزلہ باپ کے ہے اور اگر ان نابالغون کا باپ نہو اور نہ باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو مگر بھائی یا مان یا چچا یا ماموں ہو تو استحساناً ان لوگونکو بھی صغیر کی قرابت و فقر ثابت کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ صغیر اسکی پرورش مین ہو بعد اسکے اگر مان یا چچا یا بھائی ایسا شخص ہو کہ ان نابالغون کا حصہ غلہ جو وقف سے انکو ملیگا اسکے پاس رکھا جا سکتا ہے تو صغیر کو جو غلہ ملیگا وہ انکو دیا جائیگا اور حکم کیا جائیگا کہ اسمین سے اسکے نفقہ مین خرچ کرین اور اگر اسکے لائق نہ ہون تو یہ غلہ کسی مرد ثقہ کے پاس رکھدیا جائیگا اور اسکو حکم دیدیا جائیگا کہ اس صغیر پر خرچ کرے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے اپنی اراضی اپنی قرابت کے فقیرون پر وقف کی پھر اسکی قرابت کے بعضے فقیرون نے بعض دیگر سے قسم لینی چاہی کہ یہ لوگ توانگر نہین ہین تو اگر ان لوگون نے دوسرون پر صحیح دعوی کیا بایں طور کہ انپر ایسے مال کا دعوی کیا کہ جس سے وہ توانگر ہو جاتے ہین تو انکو اختیار ہوگا کہ دوسرون سے قسم لے لین اور اگر یہ لوگ جن سے قسم لینا چاہتے ہین انکی طرف قیم کا میلان ہو پس ان لوگون نے قیم سے قسم لینی چاہی کہ واللہ تو نہین جانتا ہے کہ یہ لوگ غنی ہین تو انکو یہ اختیار نہین ہے یہ واقعات حسامیہ مین ہے اور اگر ایک شخص نے قاضی کے پاس اپنی قرابت و فقر کو گواہون سے ثابت کر دیا اور قاضی نے حکم دیدیا پھر اسنے ایک دوسرے وقف مین جو قرابت کے فقیرون پر وقف ہے اسی قرابت و فقر کے ذریعہ سے اپنا استحقاق طلب کیا تو اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی ضرورت نہ ہوگی اسواسطے کہ جو شخص ایک وقف مین فقیر ہے وہ سب وقفون مین فقیر ہے - اسی طرح اگر اسنے گواہون سے اپنی قرابت وقف کرنیوالے کے ساتھ ثابت کر کے حکم لیا پھر اس وقف کنندہ کے ایک مان باپ سے اسکے بھائی کے وقف مین سے جو قرابت پر وقف ہے اپنا حصہ طلب کرنے آیا تو اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنیکی ضرورت نہوگی اور اسیطرح اگر اس شخص کا جسکے واسطے قرابت کا حکم دیا گیا ہے ایک مان و باپ سے سگا بھائی آیا تو اسکو بھی قرابت ثابت کرنے کی ضرورت نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ مجھسے پہلے جو قاضی تھا اسنے اس شخص کے قرابت و فقر کا حکم اس مدت سے پہلے دیدیا تھا تو قیاساً یہ شخص غلہ وقف کا مستحق ہوگا اگرچہ مدت دراز گذر گئی ہو ولیکن ہم استحسان کو لیتے اور کہتے ہین کہ اگر مدت زیادہ گذری ہو تو اس سے فقیر ہونیکے گواہ دوبارہ مانگیگا کہ اب بھی فقیر ہے اسواسطے کہ ہر سال غلہ پائے جانیکے وقت مستحق کا فقیر ہونا شرط ہے پس جو قبل اسکے فقیر تھا وہ اس سال کے اس غلہ سے مستحق ہوگا اور جو بعد اسکے فقیر ہوا وہ اس غلہ سے مستحق نہوگا ہان آیندہ دوسرے غلہ سے مستحق ہوگا پھر اگر قاضی نے اسکے فقیر ہونیکا حکم دیدیا پھر اسکے بعد وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور اسنے کہا کہ مین غلہ پیدا ہو جانیکے بعد غنی ہو گیا ہون اور اسکے شریکون نے کہا کہ نہین بلکہ تو غلہ پیدا ہونے سے پہلے غنی ہوا ہے تو قیاس یہ ہے کہ اسکا قول قبول ہو ولیکن استحساناً اسکے شریکون کا قول قبول ہوگا اور اگر قاضی نے اسکے فقیر ہونے کا حکم نہ دیا ہو پھر وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور کہا کہ مین غلہ حاصل ہونیکے بعد غنی ہوا ہون تو قیاساً و استحساناً اسکا قول قبول نہوگا - اور اگر غلہ مانگتا ہوا آیا اور دعوی کرتا ہے کہ مین فقیر ہون اور شریکون نے کہا کہ یہ توانگر ہے اور اس سے قسم لینی چاہی تو انکو یہ اختیار حاصل ہے اور قاضی اس سے قسم لیگا کہ واللہ وہ آج کے روز اس وقف کے فقیرون کے ساتھ داخل ہونے سے اور اس وقف کا کچھ غلہ لینے سے بے پروا نہین ہے

اور اگر گواہوں نے اسکے فقیر ہونے پر گواہی دی اور یہ غلہ پیدا ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو وہ اس غلہ میں شریکوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا ہاں آئندہ غلہ میں داخل کیا جائیگا لیکن اگر گواہوں نے اسکے فقیر ہونے کا وقت بھی بیان کر دیا ہو کہ فلان وقت سے فقیر ہے اور یہ وقت بھی اس غلہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے واقع ہوا تھا تو ایسی صورت میں اس غلہ میں اسکا حق ثابت ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر فقراء قرابت پر وقف کیا گیا اور قرابت کے بعضے لوگوں نے بعض دیگر کے واسطے گواہی دی پس اگر ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی ہے تو قبول نہ ہوگی۔ اور اگر گواہ لوگ غنی ہوں اور انھوں نے اپنی قرابت میں سے ایک شخص کے واسطے گواہی دی کہ وقف کنندہ کا قریب اور فقیر ہے اور نسب بیان کیا تو امام خصاف رح نے اپنی کتاب الوقف میں باب الوقف علی فقراء القرابۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر انھوں نے اپنی گواہی سے کوئی منفعت اپنی جانب میں کھینچی ورنہ اپنی ذات سے کوئی مضرت دفع کی ہے تو انکی گواہی قبول ہوگی اور امام خصاف رح نے اس باب سے ملے ہوئے اس سے پہلے باب میں فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے جنکی قرابت ایک شخص سے صحیح ہے اسکے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ شخص وقف کرنیوالے کے قرابتیوں میں سے ہے اور قرابت کو بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر اگر انکی گواہی کی تعدیل نہ ہوئی یعنی وہ لوگ گواہ عادل ثابت نہ ہوئے اور قاضی نے انکی گواہی رد کر دی تو جسکے واسطے انھوں نے وقف کنندہ کے قرابتی ہونے کی گواہی دی ہے وہ ان دونوں کے ساتھ جو کچھ مال انکو وقف سے پہونچیگا اسمیں داخل کیا جائیگا اور شریک ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ہلال رح نے اپنے وقف میں ذکر کیا ہے کہ اگر دو مردوں نے جو اجنبی ہیں ایک شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کی قرابتی ہے اور قرابتیوں میں سے دو مردوں نے اس شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ فقیر ہے تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اسمیں کوئی تفصیل نہیں ذکر کی اور نیز شیخ ہلال رح نے اپنے وقف میں فرمایا کہ اگر قرابت میں سے ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں غنی ہوں پھر وہ وقف میں سے حصہ مانگتا ہوا آیا اور کہا کہ میں فقیر ہوں اور میں غلہ پیدا ہونے سے پہلے فقیر ہو گیا تو اسکا قول قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ فی الحال فقیر ہو ولیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے غلہ پیدا ہونے سے پہلے اپنا مال تلف کر دیا ہے تو وہ غلہ وقف کا مستحق ہوگا پھر اگر انھوں نے ایسا کچھ کیا اور قاضی نے اسکو تجربہ سے متہم سمجھا تو اسکو وقف سے نہ دیگا جب تک اسکے تجربہ سے وہ اسکے اظہار نہ کی ہو یہ محیط میں ہے۔

فصل پنجم پڑوسیوں پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا تو قیاس یہ ہے کہ انھیں لوگوں کیطرف صرف ہو جائے جو ملاصق ہیں اور استحسانا ان لوگوں کی طرف راجع ہوگا کہ اسکو لوگ پڑوسی سمجھتے ہیں جو مسجد محلہ میں جمع ہوتے ہیں اور یہی مختار ہے یہ محیط میں ہے پھر امام اعظم رح کے نزدیک مذہب میں ہے کہ شرط فقط سکونت ہے خواہ پڑوسی رہنے والا اسی ملک کے مکان میں ہو یا مالک مکان نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور مگر رہنے والا مالک کے سوا ہے اور کوئی شخص جو بیچ یا کرایہ پر رہتا ہو تو مستحق وقف رہنے والے ہیں مالک کا نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اس وقف میں پڑوسی داخل ہوگا خواہ مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا مونث ہو یا غلام ہو یا آزاد ہو یا مکاتب ہو صغیر ہو یا کبیر ہو اور مال وقف انپر برابر تقسیم ہوگا اور اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفضیل دی تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے اور ایسی باندیاں جو ام ولد ہوں یا غلام و باندیاں جو مدبر ہوں اور محض غلام باندیاں اس وقف میں داخل نہ ہونگی یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح جو قرضدار کہ اسکے محلہ میں بسبب قرضہ کے محبوس

ملہ یعنی قبل قبضہ مستحق ہونے بعد وقف کے غلہ پیدا ہو جانے سے پہلے واضح ۔ ملہ قال المترجم یعنی جبکہ ساتھ ہی عدم قبول حکم کے اور اگر پیچھے ہو اور تجربہ کے واسطے ہو تو وہ سمجھے کہ متہم ہے تو بھی اسکو حق کے قبول نہ ہونگے ۱۲ منہ ۔ ملہ یعنی تمام اس مسجد کی نسبت کرکے جاہل محلہ میں ۱۲

ہو یہی وہ بھی داخل ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اس وقف میں وقف کنندہ کی اولاد اور اسکا باپ و اولاد جد داخل ہونگی حاوی میں ہے اور اولاد کی اولاد اگر پڑوسی ہوں تو بھی انکا داخل ہونگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اسکا بھائی و چچا و ماموں داخل ہونگے یہ ظہیریہ و محیط میں ہے - اور واضح رہے کہ تقسیم غلہ کے وقت جو شخص پڑوسی ہو وہی پڑوسی اعتبار کیا جائیگا پس اگر وقف کرنیوالے کے پڑوسیوں میں سے بعضوں نے اپنے مکانات فروخت کر دیے اور دوسرے محلہ میں چلے گئے اور یہاں اور لوگ بجائے چلے جانے والوں کے غلہ تیار ہوچکنے کے بعد اور کاٹے جانے سے پہلے اگر آباد ہوئے تو یہ لوگ اس غلہ کے مستحق ہونگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا اور اسکا ایک مکان تھا جسمیں وہ رہتا تھا پھر اسکو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا گیا اور وہاں کرایہ پر رہا کیا یہانتک کہ مر گیا تو وقف کا غلہ اس مکان کے پڑوسیوں کو ملیگا جسمیں اٹھ گیا اور وہیں مرا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا پھر مکہ معظمہ کو گیا اور وہاں مر گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے مکہ معظمہ میں گھر کر لیا ہے تو وقف کی آمدنی مکہ میں جہانکہ اسکے پڑوسیوں کے واسطے ہوگی اور اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کو نکلا تھا تو غلہ اسکے شہر والے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر اسکے دو مکان ہوں جنمیں سے ایک میں رہتا ہو اور دوسرا کرایہ پر چلتا ہو تو جس مکان میں بستا ہو غلہ اسی کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر اسکے دو مکان ہوں جنمیں سے ہر ایک میں اسکی ایک ایک جورو رہتی ہو تو غلہ دونوں میں دو مکانوں کے پڑوسیوں کو ملیگا اگرچہ وہ ان دونوں میں سے چاہے کسی مکان میں مرا ہو کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر اسکا ایک مکان کوفہ میں ہو اور دوسرا بصرہ میں ہو اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں اسکی ایک ایک جورو ہو تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور مر گیا پھر اسکے وارثوں نے یہ مکان فروخت کر دیا اور کسی دوسرے محلہ میں اٹھ گئے تو جہاں وہ مرا ہے وہیں کے پڑوسی فقیر غلہ کے مستحق ہونگے اور وارثوں کے فروخت کر ڈالنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ میرے پڑوسی فقیروں پر یعنی اپنی طرف نسبت نہ کی تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر مریض ہونے پر اسکا بیٹا اسکو دوسرے محلہ یا گانوں میں اٹھا لے گیا اور وہاں وہ مر گیا تو غلہ وقف کے مستحق اسکے پہلے پڑوسی ہیں اور یہ سکونت منتقل کر لینے کے مانند نہیں ہے یہ محیط میں ہے - ایک عورت کسی مکان میں رہا کرتی تھی اور اسنے پڑوسیوں پر کچھ وقف کیا پھر اسنے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور شوہر کے مکان میں گئی اور وہیں اسکا انتقال ہوا تو وقف کے مستحق اسکے پڑوسی وہ ہونگے جو اسکے شوہر کے پڑوسی ہیں اور اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اپنے پڑوسیوں پر وقف کر چکا ہے پھر اسنے عورت مذکورہ اپنی جورو کے یہاں سکونت اختیار کر لی تو اسکا پہلا پڑوس منتقل ہوگیا یہ ظہیریہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکا اسباب پہلے گھر میں ہو تو اسی گھر کے پڑوسی غلۂ وقف کے مستحق ہونگے یہ محیط میں ہے اور اگر وہ اپنے مکان سے صرف یعنی جورو کے مکان میں اٹھ نہ گیا ہو کہ وہیں رہنا اختیار کر لیا بلکہ جاتا آتا ہو تو اسکے پڑوسی اسکے مکان کے پڑوسی ہونگے جورو کے پڑوسی نہونگے یہ حلوی میں ہے - اور اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا تو بے شوہر عورتیں استحقاق میں داخل ہونگی اگر پڑوسی ہوں اور شوہر والیاں داخل ہونگی یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون اسکے پڑوسی ہیں تو غلہ تقسیم نہ کیا جائیگا یہانتک کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ فلاں لوگ

مکان مین مرا ہی پس اسی مکان کے پڑوسیون کو تقسیم ہوگا اور اگر کسی پڑوسی نے دعوی کیا کہ مین فقیر ہون اور معروف نہین ہے یعنی شناخت نہین ہے کہ ہی یا نہین ہے تو اسکو تکلیف دیجائیگی کہ اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کرے اور اگر وقف کرنے والے کا وصی نے کہا کہ مین نے غلہ پڑوسی فقیرون کو دیا ہے تو قسم سے قول اسی کا قبول ہوگا اگرچہ پڑوسی فقیر اس سے انکار کیا کرین یہ حاوی مین ہے

فصل ششم

اہل بیت و آل و جنس و عقب پر وقف کرنے کے بیان مین ۔ قال المترجم اہل بیت گھر والے کنبہ والے۔ آل بمعنی اولاد و ما اہل بیت و غیرہ در مراد کنبہ والے و جنس معروف ہے اور عقب پیچھے چھوڑے ہوئے یعنی بعد موت کے اگر کسی نے اپنی اراضی اپنے اہل بیت پر وقف کی تو اس وقف مین ہر وہ شخص داخل ہے جو اس سے اسکے اجداد کی طرف سے نسب سے اونچے باپ تک جو اسلام مین تھا متصل ہو جیسے سلمانؓ کا فرزند کرد مؤنث محرم و غیر محرم و قریب و بعید سب داخل ہین مگر سب سے اونچا باپ اسمین شامل نہوگا اور اسمین وقف کرنے والے کی اولاد و اس کا باپ بھی داخل ہوگا مگر اسکی دختون و بہنون کی اولاد داخل نہوگی اور انکے سوائے دیگر عورتون کی اولاد بھی داخل نہونگی لیکن اگر ان عورتون کے شوہر اس وقف کرنیوالے کے بنی اعمام ہون یعنی اسی کے چچا و دادا وغیرہ کی اولاد سے ہون تو ان عورتون کی اولاد بھی داخل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر الکبیر مین فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف مین اہل بیت کا لفظ ذکر کیا مثلاً ایک وقف کرنیوالے نے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین محدودہ اپنے اہل البیت پر اور آخر فقرا پر وقف کی ہے تو اس سے پوچھا جاوے پس اگر اسنے بیت السکنی مراد لیا ہے یعنی گھر مین ساتھ رہنے والے تو اسکے اہل بیت وہ ہین جنکی پرورش کرتا ہے اور انکو اپنے گھر مین نفقہ دیتا ہے اگرچہ اُسنے قرابت نہو اور اگر اسنے بیت النسب مراد لیا ہے یعنی میرے نسب کے لوگ تو اسکے اہل بیت تمام اولاد اسکے باپ کی ہے جو اس سے معروف ہین اور قاضی علی سغدیؒ نے ذکر کیا کہ اگر وقف کرنیوالا کسی نسبتی گھرانے کا ہو جیسے عرف کے خاندان مین تو اسکے اہل بیت اسکے باپ کی تمام اولاد ہین اگرچہ اسکے عیال مین نہون اور اگر اسکا نسبتی خاندان نہو تو اسکے اہلبیت وہ لوگ ہین جنکو اپنے گھر مین ساتھ رکھتا اور انکو نفقہ دیتا ہے اور انکے سوائے اور لوگ اسمین داخل نہونگے اگرچہ اُنسے قرابت ہو و ہی مختار ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر اپنے اہل بیت پر وقف کیا تو وقف کے تحت مین جو اسکے اہل بیت سے موجود ہین اور جو آئندہ ان لوگون کے بعد پیدا ہون اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہونگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنی آل پر وقف کیا یا اپنی جنس پر وقف کیا تو مثل اہل بیت پر وقف کے ہے اور اسمین فقیرون کی خصوصیت نہوگی لیکن اگر اُسنے خود فقیرون کی تخصیص کردی ہو تو خاص فقیرون ہی کو ملیگا پس اگر اُسنے کہا کہ علی الفقراء منہم یعنی انمین سے فقیرون پر یا کہا کہ من فقیر منہم یعنے جو انمین سے فقیر ہو تو یہ دونون یکسان ہین کیونکہ غلہ اُسی کے واسطے ہوگا جو وقت غلہ کے فقیر ہو اگرچہ وقف کے وقت غنی تھا اور یہ قید نہوگی کہ غنی ہوکر پھر فقیر ہوگیا ہو اور یہی صحیح ہے کذا فی فتح القدیر مین ہے اور اگر کسی عورت نے اپنے اہل بیت پر یا اپنی جنس پر وقف کیا تو اس عورت کی والدہ اور اسکی اولاد اسمین داخل نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اہل عبداللہ پر وقف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ خاصۃً اسکی جورو پر ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق ایسا ہونا چاہیئے اور شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ لیکن ہم استحسان کو لیکر یہ کرتے ہین کہ اسکے وقف کو تمام ان لوگون پر قرار دیتے ہین جو اسکے گھر مین اسکے عیال ہین آزاد و لوگ مین کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور وقف کے ماتحت مین ایسے

[illegible]

مملوک لوگ داخل نہونگے کذا فی المحیط اور خود عبد اللہ بھی اسمین داخل نہوگا اور اسی طرح جو اسکو دوسرے مکان مین
اپنے عیال مین رکھتا ہو وہ بھی داخل نہوگا یہ حاوی مین ہے اور عیال[1] ہر وہ شخص ہے جو کسی آدمی کے نفقہ مین
پرورش پاتا ہو خواہ اُسکے مکان مین ہو یا دوسری جگہ ہو اور حشم بمنزلۂ عیال کے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر
عقب فلان یعنی فلان شخص کے عقب پر وقف کیا تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کے عقب وہ لوگ ہوتے ہین جو اپنے
باپون سے اس شخص کی طرف راجع ہون اور اسمین دخترون کی اولاد داخل نہوگی لیکن اگر دخترون کے شوہر بھی فلان
شخص مذکور کی اولاد مین سے ہون تو داخل ہونگے اور اسی طرح سوائے دخترون کے اور بہنون وغیرہ دیگر عورتون کی
اولاد بھی اس وقف مین داخل نہوگی مگر جبکہ انکے شوہر اس شخص کی اولاد مین سے ہون اور اگر کسی نے زید اور اُسکے
عقب پر وقف کیا اور زید کی اولاد ہے اور زید زندہ موجود ہے تو اسکی اولاد کیواسطے کچھ نہوگا اسواسطے کہ کسی شخص کی اولاد
جب ہی عقب کہلاتی ہے جبکہ وہ شخص مرجاوے یہ محیط مین ہے **ساتوین فصل** موالی و مدبرین و امہات الاولاد پر وقف
کرنیکے بیان مین - قال المترجم موالی جمع مولیٰ وہ مراد غلام یا باندی آزاد کی ہوئی اور مدبر وہ باندی یا غلام جسکا آزاد ہونا
مالک نے اپنے مرنے کے بعد پر لٹکا ہو اور امہات الاولاد جمع ام ولد وہ باندی جسکے مالک سے اسکے بچہ پیدا ہوا ہو
اگر کسی اصلی آزاد شخص نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میرے مولاؤن پر اور پھر فقیرون پر ہے اور اس
سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ان لوگون پر ہوگا جنکو اُسنے آزاد کیا ہے بشرطیکہ اسکے آزاد کیے ہوئے مملوکون سے
موجود ہون اور اس وقف مین وہ لوگ داخل ہونگے جنکو اُسنے وقف کے وقت آزاد کیا ہے اور وہ لوگ جو اسکی طرف سے
بعد وقف کے آزاد ہو جاوین اور جو لوگ اُسکی موت سے آزاد ہو جاوین یعنی اُمہات الاولاد و مدبرین کی اور جو بسبب
وصیت کے اسکی موت کے بعد آزاد ہو جاوین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون مذکر ہون یا مونث ہون اور اُسکے
آزاد کیے ہوؤن کی اولاد بھی داخل ہوگی اسواسطے کہ سوائے وقف کرنیوالے کے انکا کوئی مولیٰ نہین ہے کذا فی الحاوی
ولیکن آزاد کی ہوئی عورتون کی اولاد اگر اپنے باپون کی اولاد سے وقف کرنیوالے کی طرف راجع ہون تو وہ داخل ہونگی
اور اگر انکے باپون کی ولا کسی اور قوم کیواسطے ہو تو داخل نہونگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اسکے مولاؤن کے آزاد کیے
ہوئے اس تعمیم مین داخل نہونگے ولیکن اگر اسکے موالی مرگئے تو استحساناً یہ غلہ اسکے موالی کے آزاد کیے ہوؤن پر صرف کیا جائیگا اور
اگر وقف کرنے والے کا ایک ہی مولیٰ ہو تو اسکو آدھا غلہ ملیگا اور باقی آدھا فقیرون کے واسطے ہوگا اور اسکے مولیٰ کے آزاد
کیے ہوؤن کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر اسکے آزاد کیے ہوئے دو موجود ہون تو کل غلہ ان دونون کو دیا جائیگا یہ حاوی مین ہے اور
اگر اسکے آزاد کیے ہوئے غلام و باندیان دو دو ہون تو غلہ ان سب پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر سب آزاد کی ہوئی عورتین ان
مرجانکے ساتھ نہو تو سب غلہ ان آزاد کی ہوئی عورتون کو ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر اسکے موالی عتاقہ اپنے
آزاد کیے ہوئے اور موالی موالات یعنی جنسے موالات کی ہے دونون موجود ہین تو غلہ وقف اُسکے موالی عتاقہ کو ملیگا اور اگر صرف
موالات ہی ہون تو استحساناً غلہ انکو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر وقف کرنے والے کے موالی ہون اور اسکے بیٹے کے بھی

[1] عیال یعنی کہ آزادی کے تابع نفقہ مین جیسے ماں باپ ہون تو وہ عیال ہین اور حشم ... وہ داخل عیال اسواسطے کہ ...

موجود ہون اور پسر مذکور باپ کے آزاد کیے ہوؤن کی ولاء کا اپنے باپ سے وارث ہوا ہے تو وقف کی آمدنی وقف کنندہ کے موالی کی ہوگی اور پسر کے موالی کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر وقف کنندہ کا کوئی مولی نہیں آزاد کیا ہوا نہو بلکہ فقط اُسکے پسر کے آزاد کیے ہوئے موجود ہین تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غلہ اسکے پسر کے موالی پر صرف کیا جائیگا اور یہی شیخ ہلالؒ کا قول ہے اور یہ مسئلہ ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن اور میرے والد کے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہے تو اُسکے دادا کا آزاد کیا ہوا اسمین داخل نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرے اہل بیت کے موالی پر وقف ہے تو اُسکی جد و والد اُسکے ماموؤن کے آزاد کیے ہوئے اسمین داخل نہونگے الا اس صورت مین کہ جد و ماموں اسکے اہل بیت سے ہون اور اگر کہا کہ آل عباس کے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہے تو آل عباس کے آزاد کیے ہوؤن نے جنکو آزاد کیا ہو وہ اسمین داخل نہونگے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن اور ان کی اولاد و ان کی نسل پر وقف ہے تو اس مین اسکے آزاد کیے ہوئے اور انکی اولاد و اولاد اولاد کی اولاد مرد و عورتین سب داخل ہونگی اور اسمین اُسکے آزاد کیے ہوئے کی دختر کی اولاد بھی داخل ہوگی اگرچہ انکی ولاء کسی دوسری قوم کیواسطے ہووے اور اسیطرح اگر فرزند کی ماں اُس وقف کنندہ کے آزاد کیے ہوؤن مین سے ہو اور اسکا باپ آزادان عرب سے ہو تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ یہ فرزند اسکے موالی کی اولاد مین سے ہے اور نسل کی لفظ مین مردون و عورتون سب کی اولاد داخل ہے۔ پھر اگر انمین سے کوئی عورت مر گئی اور اولاد چھوڑی اور وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ اگر انمین سے کوئی مر جاوے تو اُسکا حصہ اُسکی اولاد کو دیا جاوے تو اس عورت کا حصہ باقی جسقدر آزاد کیے ہوئے موجود ہین انکو رد کر دیا جاوے۔ ایسا ہی شیخ ابو القاسم نے فتوی دیا ہے اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ میرے آزاد کیے ہوؤن انکی اولاد و انکی نسل سے اُن لوگون پر جنکی ولاء میری طرف رجوع کرتی ہووے وقف ہے تو اس وقف مین اُسکے آزاد کیے ہوؤن کی دخترون کی وہ اولاد جنکی ولاء دوسری قوم کی طرف راجع ہوتی ہے داخل نہوگی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ وقف کیا ان لوگون پر جنکو مین نے آزاد کر دیا ہے یا میری طرف سے انکو آزادی حاصل ہوئی ہے تو اسمین اس مولی کی اولاد جسکو اُسکی طرف سے آزادی ملی ہے داخل نہوگی یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی یا مکان کو اپنے موالی اور انکی اولاد پر وقف کیا پھر موالی مین سے کسی کے بچہ پیدا ہوا تو ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے مکان کا جو کرایہ و آمدنی حاصل ہوئی ہے اسمین اس بچہ کا حصہ ہے اور جو اس سے قبل حاصل ہو گیا ہے اُسمین اُسکا حصہ نہین ہے اور زمین کی آمدنی زمین سے ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے جو غلہ حاصل ہوا ہے اسمین اس بچہ کا حصہ ہے یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤن پر وقف ہے پھر کسی کو اُسنے اور اُسکے بھائی نے آزاد کیا ہے تو وہ وقف مین داخل نہوگا اور کہا کہ اگر ان مولاؤن پر جنکی ولاء میری طرف رجوع کرے اور حال یہ ہے کہ اُسکے باپ نے ایک غلام آزاد کیا تھا پس اُسکی ولاء کا یہ اور اسکا بھائی وارث ہوا تو یہ آزاد شدہ غلام اس وقف مین داخل ہوگا اور اگر کہا کہ ان آزاد کیے ہوؤن پر جو میرے فرزند کے ساتھ لازم رہین تو آزاد کیے ہوؤن مین سے جو اسکے فرزند کے ساتھ رہین انکو ملیگا اور جسنے ساتھ دینا چھوڑ دیا کچھ مستحق نہوگا پھر اگر پھر کر ساتھ دینا شروع کیا تو اُسکا استحقاق عود کریگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے موالی کے موالی پر یعنی مولی کے موالی اور موالی کے موالی یعنی تیسرے فریق کو بھی ذکر کیا تو مسئلہ فرزند پر قیاس کر کے فریق چہارم و پنجم وغیرہ جسقدر نیچے ہون سب

داخل ہونگے یہ محیط مین ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے آزاد کیے ہوؤن اور انکی اولاد پر بطنا بعد بطن اور کسی شخص کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا پس اُن دو فریقون مین سے ایک مرگیا اور اولاد چھوڑی تو اُسکا حصہ کسکو ملیگا آیا اسکی اولاد کو یا پہلے پشت مین سے جو لوگ زندہ ہین اُنکو تو شیخ نے فرمایا کہ اولی یہ ہی کہ اُس کا حصہ اُسکی ہی اولاد کو دیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر وقف کرنے والے نے ایک شخص مجہول النسب کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا آزاد کیا ہوا ہی اور اُسنے بھی تصدیق کی اور حال یہ ہی کہ اس تصدیق کرنیوالے کا کوئی نسب معروف نہین ہی اور نہ کسی کیطرف اسکی ولاء معروف ہی تو وہ وقف کا مستحق ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہ حکم ذکر فرمایا ہی وقف کی اُن حاصلات مین ٹھیک ہی جو آیندہ یعنی بعد اس اقرار کے حاصل ہون اور جو پہلے حاصل ہو چکی ہین انمین ٹھیک نہین ہی اور نیز جو قبل اس اقرار کے پیدا ہوکر ہنوز تقسیم نہین ہوئی ہین اُسکی بابت بھی ٹھیک نہین ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم یعنی یہ حکم آیندہ پیدا ہونیوالے غلات کی بابت مراد ہی اور یہ غرض نہین ہی کہ صاحب کتاب سے غلطی ہوئی ہی فافہم۔ اور اگر کسی نے اپنے موالی پر وقف کیا تو موالی اُسکو بھی کہتے ہین جسنے آزاد کیا اور اُسکو بھی جسکو آزاد کیا ہی پھر اگر وقف کرنے والے کے موالی ایسے ہون جنھون نے اُسکو آزاد کیا ہی اور ایسے بھی ہون جنکو اُسنے آزاد کیا ہی اور وقف کنندہ مرگیا ہی تو ان دونون فریقون مین سے کسی فریق کو کچھ نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اُسکی آمدنی فقیرون پر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اللہ تعالی کیواسطے یہ صدقہ موقوفہ ہمیشہ میری ام ولد باندیون و میری مدبرہ باندیون پر ہی تو وقف جائز ہی برعکس اسکے وہ غلام و باندیان ہین جنکو مکاتب کیا ہو یا جنکو مال پر آزاد کیا ہو پھر جب وقف صحیح ہوا تو استحقاق مین وہ ام ولد و مدبرہ داخل ہونگی جو اسکے پاس ہون اگرچہ اسنے انکا نکاح کر دیا ہو اور رہین وہ ام ولد باندیان جنکو اس وقف سے پہلے اپنی زندگی مین آزاد کر چکا ہو تو انکا اس وقف مین کچھ حق نہوگا کیونکہ ان باندیون کا نام موالیات ہوگیا تو وہ اسمین داخل نہین ہو سکتی ہین الا اُس صورت مین کہ وقف کرنے والا تصریح سے بیان کر دے یہ سراج وہاج مین ہی اور اگر اسکی کوئی ام ولد نہو الا کہ وہ اسکی حیات مین آزاد ہوگئی ہو یعنی جو اسکی ام ولد تھی وہ اسکی حیات مین آزاد ہوگئی تو اسکو وقف سے ملیگا یہ حاوی مین ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے وقف کیا زید کی ام ولد باندیون پر اور اسکی آزاد کی ہوئی باندیون پر اور حال یہ ہی کہ زید کی باندیون مین سے کچھ اُسکی ام ولد باندیان موجود ہین اور کچھ ام ولد باندیون کو اُسنے آزاد کر دیا ہی تو وقف کی آمدنی اُسکی ام ولد باندیون اور اسکی آزاد کی ہوئی باندیون کے درمیان تقسیم ہوگی اور جن باندیون کو اُسنے آزاد کیا ہی وہ بھی استحقاق وقف مین داخل ہونگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ بعد میری وفات کے میرے آزاد کیے ہوئے مملوکون پر ہی تو اس وقف مین سے اُسکی ام ولد باندیون اور مدبر غلام و باندیون کو جو اسکے مرنے پر آزاد بھی ہو چکے ہون حصہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اراضی میری صدقہ موقوفہ زید کے مملوک سالم نام پر ہی پھر زید نے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا بایں طور کہ اُسکو فروخت کر دیا تو وقف مذکور کی آمدنی اس سالم کی ہوگی جہان جاوے اُسکے ساتھ ہوگی اور قبول کرنے کا اختیار اس سالم کا ہوگا سالم کے مالک کا نہوگا پس جو غلہ پیدا ہونے کے وقت سالم کا مالک ہووے یہ غلہ اُسی کا ہوگا یہ حاوی مین ہی اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی سالم غلام زید پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہی پھر زید نے سالم کو وقف کر دیا تو غلہ مذکور سالم کا ہی چاہے جہان رہے

لہ ایک پشت کے بعد دوسری پشت ۱۲ لہ ان مین یہ لفظ بطنا بعد بطن کی تفسیر ہے ۱۲ لہ یعنی آزادی کا حق ہو ۱۲

اور اگر وقف کرنیوالا اس سالم کا مالک ہوگیا تو سالم پر جو وقف کیا تھا وہ باطل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ سالم
میرے مملوک پر اور بعد اسکے مسکینون پر وقف ہی تو آمدنی مسکینون کی ہوگی سالم کی کچھ نہوگی اور نہ وقف کنندہ کی ہوگی
اور اگر اُسنے اس سالم کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی سالم یا اسکے مالک کے واسطے وقف سے کچھ نہوگا پس واضح ہو کہ وقف
کنندہ کی ام ولد باندیون و مدبر باندیون پر وقف جائز ہی اور جو اسکے محض مملوک ہون انپر جائز نہین ہی اور امام محمدؒ نے
اسکے فرق کی طرف اشارہ کیا ہی کہ ام ولد و مدبر مین ایک طرح کا عتق ہی اور محض مملوک مین یہ بات نہین ہی یہ ظہیریہ مین
ہی۔ اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک اراضی کسی نے اپنے اناد کیے ہوؤن پر وقف کی پھر ان لوگون نے اس
اراضی کی تعمیر و اصلاح کیواسطے اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اگر حفاظت و تعمیر و اصلاح کیواسطے تقسیم کا قصد کیا
تو تقسیم جائز ہو اور اگر مالک ہوجانے کے واسطے بٹوارہ چاہا تو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی **آٹھوین فصل** اگر فقیرون
پر وقف کیا پھر چھوڑ دیا اسکی بعض اولاد یا قرابت محتاج ہوگئی جنکو اس وقف کی حاجت ہوئی تو ایسی صورتون کے احکام کے
بیان مین فتاوی مین مذکور ہی کہ اگر کوئی زمین فقراء و مساکین پر صدقہ موقوفہ کردی پھر اسکے بعضے قرابتی یا وہ خود محتاج ہوا
پس اگر وہ خود محتاج ہوا تو اسکو اس وقف کے غلہ سے سب اماموں کے نزدیک کچھ نہ دیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر اُسنے
اپنی صحت مین کہا کہ میری اراضی میرے بعد فقیرون پر صدقہ موقوفہ ہی اور حال یہ ہی کہ یہ اراضی اسکی تہائی سے نکلتی ہی
یا اُسنے اپنے مرض مین ایسا کہا کہ پھر مر گیا اور اسکی ایک لڑکی صغیرہ ہی تو اُسکا غلہ اس لڑکی کے صرف مین لانا نہین جائز ہی
اور یہ تفصیل شیخ ابو القاسم سے مروی ہی اور صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر اسکی
قرابت مین سے بیٹے یا اسکے بعضے فرزند اسکے محتاج ہوئے اور وقف مذکور حالت صحت مین واقع ہوا ہی تو اسمین چند احکام
ہین ایک یہ کہ وقف کا غلہ قرابتی فقیرون پر صرف کرنا اولے ہی پھر اگر کچھ باقی رہے تو اجنبی فقیرون پر تقسیم ہو دوم یہ کہ غلہ
پیدا ہونے کے روز محتاجون پر نظر نہ کیجائیگی بلکہ جس روز غلہ تقسیم ہوتا ہی اس روز والے محتاجون پر نظر ہوگی اور سوم یہ کہ وقف
کرنے والے سے قرابت مین ترتیب وار سب سے قریب پھر سب سے قریب اسطرح دیکھا جائیگا جو اسکے نسب سے پیدا ہی وہ ولد
ہوگا پھر اسکے فرزند کی اولاد پھر تیسری پشت پھر چوتھی پشت اور چوتھی کے ساتھ پانچوین چھٹی جسقدر نیچے تک ہون داخل
ہونگی پھر اگر انمین سے کوئی نہو یا ہو اور بعد اسکے غلہ بچ رہا تو وہ قرابت کے فقیرون پر تقسیم ہوگا اور انمین بھی قرابت کی راہ
سے سب سے قریب کا اعتبار ہوگا پس پہلے اسی کو دیا جائیگا جو ان سب مین وقف کرنے والے سے قرابت مین قریب ہی
یہ علوی مین ہی پھر اسکے بعد وقف کرنے والے کے آزاد کیے ہوؤن کا مرتبہ ہی پھر اُنکے بعد وقف کرنیوالے کے پڑوسیون کا
مرتبہ ہی پھر انکے بعد وقف کنندہ کے شہر والون کا مرتبہ ہی مگر ان مین بھی وہ مقدم ہونگے جو اپنی سکونت کی راہ سے
وقف کنندہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہون یہ محیط سرخسی و محیط و فتاوی قاضیخان مین ہی اور چہارم یہ کہ جن لوگون کو
دیا جائیگا انمین سے ہر ایک کو دو سو درم سے کم دیا جائیگا اور یہ شیخ ہلال کا قول ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ
اُسنے فقیرون پر وقف کیا اور اسکے بعضے قرابتی محتاج ہوئے ہین اور اگر اُسنے اپنی قرابت کے فقیرون پر وقف کیا تو سب
آمدنی انھین پر تقسیم ہوگی اگرچہ اسمین ہر ایک کو دو سو درم سے زیادہ پہونچے اور اگر اُسنے فقراء قرابت مین ترتیب محتاجی

[illegible]

کی کردی ہو کہ اول سب سے فقیر کو پھر جو اسکے بعد سب سے زیادہ فقیر ہو علی ہذا الترتیب تو ایسی صورت مین کل حصہ اسکو نہ دیا جائیگا بلکہ اسکو دو سو درم سے کم دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر فقیرون پر وقف تھا جسمین سے قاضی نے بعض قرابتیون کو کچھ دیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ قاضی نے اسکے دینے کا حکم نہین دیا کہ انکے واسطے کچھ واجب ہو جانے کا سبب ہو تو واجب نہو گا حتے کہ اگر اسکے بعد دوسرا قاضی آیا تو اسکو اختیار ہو گا کہ یہ طریقہ توڑ دے اور ان قرابتیون کو کچھ نہ دے دوم یہ کہ اول قاضی نے اسکا حکم دیدیا اور قیم سے کہدیا کہ مین نے اسکا حکم دیدیا اور یہ انکے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا وقف سے برابر تو یہ لوگ بہ نسبت اور فقیرون کے زیادہ حقدار ہو جاوینگے اور جو قاضی اسکے بعد آوے اسکو یہ اختیار نہو گا کہ اسکو توڑ دے یہ حاوی مین ہے اور اگر اپنی اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اسمین سے نصف واسطے مسکینون کے اور نصف واسطے قرابتی فقیرون کے ہے پھر اسکے قرابتی فقیرون کو احتیاج لاحق ہوئی اور جسقدر انکو ملتا ہے وہ انکے واسطے کافی نہین ہے تو جو کچھ اُسنے مسکینون کے واسطے شرط کیا ہے اسمین سے انکو دیا جاوے یا نہین تو شیخ ہلال رح نے فرمایا کہ نہین اور یہی یوسف بن خالد سمتی کا قول ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف بلخی اور علی بن احمد فارسی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ انکو مساکین کے حصہ سے دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ لوگ اسکے قرابت کے مساکین ہین کہ دونون جہت سے مستحق ہین جیسے ایکنے اپنی ایک اراضی اپنی قرابت پر اور دوسری اراضی اپنے پڑوسیون پر وقف کی اور پڑوسیون مین بعضے اسکے قرابت دار ہین تو یہ لوگ دونون وقفون مین سے دونون وصفون کی جہت سے مستحق ہونگے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف مین شرط کی ہو کہ اسکی قرابت کے فقیرون کے واسطے اتنا اور مساکین و فقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیرون کو فقراء کے حصہ سے دیا جائیگا اور اگر اُسنے یہ شرط کی ہو کہ اسکے قرابتی فقیرون کے واسطے اسقدر اور باقی مساکین و فقراء کے واسطے ہے تو قرابتی فقیرون کو حصہ فقراء مین سے نہ دیا جائیگا اور اسی کو محمد بن سلمہ و ابو نصر محمد بن سلام بلخی نے اختیار کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی ہر واسطے مشروط کر دی ہو کہ ہر مرد مسلمان جو قرضداری مین پھنسا ہو اسکے چھٹکارے مین یا مسافرونکے لیے یا فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے واسطے یا حج یا مسلمان غلامونکی گردنین آزاد کرانیکے لیے صرف کیا جاوے پھر اُسکی بعض اولاد یا قرابتی فقیر اسکے حاجتمند ہوئے تو انکو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا لیکن اگر اولاد یا قریب بھی ایسے لوگون مین سے ہو لیس قرضداری کے بوجھ مین پھنسا ہو یا مسافر ہو تو ایسی صورت مین پہلے اُسی کو دیا جائیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر کسی نے اپنی ایک اراضی اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کی اور دوسری اراضی مساکین پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ جو قرابتی فقیرون پر وقف کی ہے وہ اُنکے حق مین کافی نہین ہوتی ہے پس اگر یہ وقف الگ الگ دو عقد مین واقع ہوا تو قرابت والے فقیرون کو مساکین کے وقف سے بقدر کفایت دیا جائیگا اور اگر ایک ہی عقد مین اُسنے دونون کو وقف کیا ہے تو نہ دیا جائیگا پھر جو حکم کہ ایک عقد مین وقف ہونے کی صورت مین بیان فرمایا کہ قرابتیون کو مساکین کے وقف سے نہین دیا جائیگا پھر ضرور ہے کہ شیخ ہلال و یوسف بن خالد کے قول پر یہ حکم ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسکے قرابتی فقیرون مین سے ایک کو دو سو درم سے کم دیا گیا پس اُسنے یہ سب خرچ کر ڈالے اور حال یہ ہے کہ غلہ وقف مین سے ابھی باقی رکھا ہے تو اسکو دوبارہ دیا جائیگا بشرطیکہ اُسنے برے کام مین نہ خرچ کیا ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اس فصل کے متصلات سے

[illegible]

یہ ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنی یہ اراضی ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوفہ زید پر اور اسکی اولاد اور اولاد اولاد پر برابر جب تک انکی نسل ہوتی رہے کردی اور انکے بعد مسکینون پر کردی اس شرط سے کہ میری قرابت مین سے جو اُسکا حاجتمند ہو یہ وقف اُسپر رد کیا جائیگا اور اُسکا غلہ انھین کا ہوگا - اور حال یہ ہی کہ اُسکی قرابت مین ایک جماعت ہی جنمین سے بعضے محتاج اور بعضے تونگر ہین تو جو حاجتمند ہوا اُسپر رد کیا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اس شرط سے کہ میرے آزاد کیے ہوؤن سے جو حاجتمند ہوا اُسپر رد کیا جاوے پھر اُسکے بعضے آزاد کیے ہوے حاجتمند ہوے تو انپر رد کیا جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ اولاد زید پر پھر جب وہ مر جاوین تو عمرو پر وقف ہی پھر زید کی بعضی اولاد مری اور بعض باقی ہین تو غلہ وقف عمرو پر رد نہ کیا جائیگا یہانتک کہ کل اولاد زید مر جاوین ایسا ہی امام خصافؒ نے بیان فرمایا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - شیخ ہلالؒ نے اپنے وقف مین ذکر کیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ بعد میری موت کے فقیرون پر ہی پھر اگر میرے فرزند یا میرے فرزند کے فرزندمین سے کوئی اسکی طرف حاجتمند ہوا تو قدر کفایت اسکو دیا جاوے تو جیسا اُسنے کہا ہی ویسا ہی ہوگا پس اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو جسقدر اسکو دیا جاوے تو جیسا اُسنے کہا ہی ویسا ہی ہوگا پس اگر اسکی پشت کے فرزندون مین سے کوئی حاجتمند ہوا تو جسقدر اُسکو کفایت کرے اُسیقدر اسکو دیا جائیگا پس یہ مقدار تمام وارثون کے درمیان میراث مشترک ہو جائیگی اور اگر فرزندونکے فرزندونمین سے کوئی حاجتمند ہوا تو اُسکو بقدر اُسکی کفایت کے دیا جائیگا جو اسی کا ہوگا اور اگر اسکے نسب کے فرزندونمین سے کوئی فرزند اور اسکے فرزندون کے فرزندونمین سے کوئی حاجتمند ہوا تو دونون کو انکا قدر کفایت دیا جائیگا پھر جو کچھ اُسکے نسب کے فرزند کو پہونچا ہی تو تمام وارثونکے درمیان میراث ہوگا اور جو فرزند کے فرزند کو ملا ہی وہ اسی کا ہوگا اور اگر اسکے فرزند و فرزند کے فرزند سب محتاج ہوئے تو غلہ وقف ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ اسکی پشت کے فرزندونکو ملا ہی وہ وقف نہین بلکہ میراث ہوگا کہ جسمین سب وارث شریک ہونگے اور جو فرزندونکے فرزندونکو ملا ہی وہ انھین کا ہوگا پھر اگر وہ شخص جو محتاج تھا غنی ہو گیا تو اُسکو نہ دیا جائیگا اور یہ ظاہر ہی اور اگر غلہ وقف مذکور ہر دو فریق کی قدر کفایت سے کم پڑا اور حال یہ ہی کہ ہر دو فریق محتاج ہین ولیکن ایک فریق کیواسطے کافی ہوتا ہی تو پہلے فرزندون کے فرزندون کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہی

باب چہارم وقف مین شرط کرنے کے بیان مین - ذخیرہ مین ہی کہ اگر اراضی یا اور کوئی چیز وقف کی اور کل اپنے واسطے شرط کر لی یا بعض اپنے واسطے شرط کر لی جبتک کہ زندہ ہی اور بعد اُسکے فقیرون کے واسطے کردی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وقف صحیح ہی اور مشائخ بلخ نے امام ابو یوسفؒ کا قول لیا ہی اور اسی پر فتویٰ ہی تاکہ لوگ وقف کرنے مین رغبت کرین اور ایسا ہی فتاوی صغری و نصاب و مضمرات مین ہی - اور اپنی ذات کے واسطے شرط کر لینے کی صورتون مین سے یہ بھی ہی کہ یون کہا کہ اس شرط سے کہ میرا قرضہ اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جاوے یا کہا کہ جب مین مرون اگر مجھپر قرضہ ہو تو پہلے اس وقف کی آمدنی سے جو مجھپر قرضہ ہی ادا کیا جاوے پھر جو باقی رہے وہ وقف کی راہ پر صرف ہو تو یہ سب جائز ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ جب فلان پر یعنی خود وقف کنندہ پر حادثہ موت پیش آوے تو اس وقف کی آمدنی سے ہر سال دس سہام مین سے ایک سہم کے برابر نکال کر اسکو فلان یعنی وقف کنندہ کی طرف سے حج مین یا اسکی قسمون کے کفارات مین خرچ کرے

سلہ و فی النسخۃ الموجودۃ وان قصرت الغلۃ عمن ہی الکل فقیر و کان یکفی لاحدہما فانہ یبدأ بولد الولد کذا فی المحیط و قال علماء کلکتہ فی نوا عن لوکان ذا ہر المعنی مجملہ اور یہ بھی غلط ہی اور ٹھیک عبارت یہ ہی وان قصرت الغلۃ عن السہین مع الکل فقراء الی آخرہا جیسے ترجمہ مین لکھا گیا ہی فقیل فیہ

یا فلان کار خیر یا فلان کار و فلان کار مین چند امور کا نام لیا انمین خرچ کرے یا کہا کہ تو اس صدقہ کی آمدنی سے ہر سال اتنے درم نکال کر ان امور مذکورہ مین صرف کر اور باقی اسی راہ مین جسپر وقف کیا ہے صرف ہووے تو بھی جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ خدائے تعالی کیواسطے ہے کہ جبتک مین زندہ ہون اسکا غلہ مجھپر جاری رکھا جاوے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور جب وہ مرجائیگا تو اسکی آمدنی فقیرون پر صرف ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے کہ جبتک مین زندہ ہون تو اسکی آمدنی مجھپر جاری رہیگی پھر بعد میری موت کے میرے فرزند و میرے فرزند کے فرزند اور انکی نسل پر جبتک انکی نسل رہے جاری رہیگی پھر جب یہ سب گذر جائین تو یہ مساکین پر صدقہ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اسمین سے اپنی ذات پر اور اپنے فرزند پر خرچ کرون اور اپنا قرضہ اسکی آمدنی سے ادا کرون پھر جب مجھے حادثہ موت پیش آوے تو اسکی آمدنی واسطے فلان بن فلان کے اور اسکے فرزند اور فرزند کے فرزند و انکی نسل و انکے عقب کی ہوگی یا جو اُسنے فلان مذکور کیواسطے شرط کیا ہے وہ پہلے بیان کیا ہے اور پھر جو اپنے واسطے شرط کیا ہے وہ پیچھے بیان کیا تو امام خصاف نے فرمایا کہ یہ سب شرط پر جائز ہے اور تقدیم و تاخیر بھی بنا بر قول امام ابو یوسف کے یکسان ہے یہ محیط مین ہے کسی ایک نے فقیرون پر کچھ وقف کیا اور اسمین شرط کی کہ وقف کنندہ کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ ہے خود کھاوے و کھلاوے پھر جب مرجاوے تو اُسکے فرزند کی ہو اور اسی طرح اسکے فرزند کے فرزند کے واسطے برابر جبتک نسل باقی ہے رہے اور اس شرط پر وقف جائز ہے کذا فی المضمرات اور اسی کو شیخ شمس الائمہ حلوائی اور صدر حسام الدین نے لیا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر وقف مین سے کچھ آمدنی اپنی اُم ولد باندیون کیواسطے جو اسکے وقف کرنے کی حالت مین موجود ہین اور جو بعد کو ام ولد ہوجاوین شرط کیا اور اپنی حالت حیات و بعد ممات کے انمین سے ہر ایک کیواسطے کچھ قسط مقرر کردی تو بلا خلاف جائز ہے یہ وجیز دبسوطہ و ذخیرہ و فتاوی قاضیخان مین ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر مین ہے اور اسی طرح اگر اپنی مدبر باندی و غلامون کے واسطے بیان کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اپنی محض باندی و غلامون کیواسطے کچھ آمدنی شرط کی تو یہ مثل اپنے واسطے شرط کرنیکے ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ہمیشہ کیواسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کیواسطے استثنا کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جبتک زندہ ہے اپنے اوپر و اپنے عیال و باندی و غلامون پر خرچ کریگا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین پھر جب یہ لوگ گذر گئے تو غلہ مذکور مسکینون کے واسطے ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کچھ وقف کیا اور اپنے واسطے کہ جب تک زندہ ہے استثنا کیا اسمین سے کھاویگا پھر جب وہ مرگیا تو اُسکے پاس اس وقف مین سے خوشہائے خرما یا انگور یا منقی نکلے تو یہ سب لیکر وقف مین داخل کردیے جاوینگے اور اگر اسکے پاس اس وقف کے گیہون کی روٹی ہو تو وہ میراث ہوگی اسواسطے کہ درحقیقت یہ وقف مین سے نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وقف الخصاف مین مذکور ہے کہ اگر شرط کی کہ اپنی ذات و عیال و اولاد و باندی غلامون پر اس وقف کے غلہ سے خرچ کریگا پھر اس وقف کا غلہ آیا پس اُسنے اس غلہ کو فروخت کیا اور اسکا ثمن وصول کرلیا پھر قبل اسکے کہ اسکو خرچ کرے وہ مرگیا تو فرمایا کہ یہ ثمن اسکے وارثون کا ہوگا وقف کے مستحقون کا نہوگا اسواسطے کہ اسکو اُسنے حاصل کیا ہے اور اسی کا تھا یہ فتح القدیر مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو و لونڈی پر وقف کیا پھر یہ عورت مرگئی تو اس عورت کا حصہ اس عورت کے پسر کیواسطے مخصوص نہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے نے

یہ شرط نہ کی ہو کہ جو مرے اُسکا حصہ اُسکی اولاد کا ہووے پس اس صورت مین اسکا حصہ سب وارثون کی طرف رد کر دیا جاویگا یہ کبری مین ہے۔ ایک نے اپنی اراضی وقف کی باینطور کہ اُس مین سے نصف اپنی جورو پر اور نصف اپنے ایک معین فرزند پر باین شرط کہ اگر جورو مرجاوے تو اُسکا حصہ میری اولاد پر صرف کیا جاوے اور آخر یہ وقف واسطے فقیرون کے ہی پھر اُسکی جورو مرگئی تو اُسکے حصہ مین سے یعنی اس فرزند معین کا جسپر نصف زمین وقف ہے حصہ ہوگا یہ مظمرات مین ہے ایک نے اپنی اراضی ایک مرد پر اس شرط سے وقف کی کہ اسکی آمدنی مین سے اسکو بقدر کفایت ماہواری دیا جایا کرے اور حال یہ ہے کہ اس مرد کے عیال نہین ہین پھر اسکے عیال ہوگئے تو اُسکو اور اُسکے عیال دونون کی قدر کفایت اس مین سے دیا جایا کرے گا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو پر اس شرط سے وقف کیا کہ عمرو تو اسکو کچھ درم معلوم قرض دے تو وقف جائز اور شرط باطل ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اصل وقف مین یہ شرط کی کہ جب چاہے گا اس اراضی کی جگہ دوسری اراضی بدل لیگا جو بجاے اسکے وقف ہوگی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کریگا اور اسکے ثمن سے دوسری زمین خرید لیگا جو اسکی جگہ وقف ہوگی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ مین امام ابو یوسفؒ کے قول کے ساتھ شیخ ہلالؒ کا قول بھی مذکور ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور ایک مرتبہ اُسکی استبدال کے بعد اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوبارہ بدل لے اسوجہ سے کہ اسکی شرط ایک مرتبہ استبدال کر لینے سے منتہی ہوگئی لیکن اگر اسنے ایسی عبارت بیان کی ہو جو ہمیشہ اسکے واسطے اسکے استبدال کے اختیار کو مفید ہو تو اختیار حاصل ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے اصل وقف مین یون کہا ہو کہ اس شرط پر کہ مین اس وقف کو جسقدر قلیل یا کثیر ثمن کے عوض میری راے مین آوے فروخت کرونگا یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت کرون اور اسکے ثمن کے عوض غلام خریدون یا کہا کہ اس شرط پر کہ مین اسکو فروخت کرون اور اس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے واسطے اس شرط پر ہے کہ اسکی جگہ مین دوسری بدل سکتا ہون تو استحسانا وقف جائز ہوگا اگر پہلی اراضی کے ثمن سے دوسری کی خرید واقع ہووے یہ محیط سرخسی مین ہے اور دوسری اراضی کو جیسے ہی خریدا ویسے ہی بجاے اول کے اُنہی شرائط کے ساتھ وقف ہوجائیگی اور دوسری کے وقف کرنے اور شرائط وقف بیان کرنے کی حاجت نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسنے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا کہ بدل کر زمین یا دار کر لیگا اور اُسنے اول وقف کو فروخت کیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جنس عقار سے جو چاہے خواہ زمین یا مکان بجاے اسکے بدل دے اور اسی طرح اگر اسی شہر کی قید نہ لگائی ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جس شہر مین استبدال کر دے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر کہدیا کہ اس شرط سے کہ مین بجاے اسکے دوسری زمین بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ بجاے اسکے مکان بدل دے اور اسی طرح اسکے برعکس بھی جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور یہ اسکو اختیار ہوگا کہ اسکے ثمن کے عوض خالی زمین خریدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کہا باین شرط کہ بجاے اسکے بصرہ کی اراضی سے بدل سکتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ سواے بصرہ کے دوسری جگہ سے بدل کر دے مگر چاہیئے یہ ہے کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اُسکے بدلے مین بہتر آئی

ہو تو جائز ہووے اسواسطے کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی جانب ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور قنیہ مین مذکور ہی کہ مکان وقف کا دوسرے مکان سے مبادلہ کرنا جبھی جائز ہی کہ جب محلہ ایک ہی ہو یا جو بدلے مین آتا ہی اُسکا محلہ بہ نسبت وقف محلے کے بہتر ہو اور اگر اسکے برعکس ہو تو نہین جائز ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر اپنے واسطے اُسنے استبدال کا اختیار شرط کیا پھر استبدال کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہی اور اگر اسواسطے کسی کو اپنی موت کے وقت وصیت کردی تو وصی کو یہ اختیار حاصل نہوگا۔ اور اگر استبدال کا اختیار اپنے واسطے مع دوسرے شخص کے اسطرح شرط کیا کہ دونون ساتھ ہی استبدال کرین پھر اس دوسرے نے تنہا استبدال کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وقف کنندہ نے تنہا استبدال کر دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے استبدال کا اختیار ہر ایسے شخص کے واسطے شرط کر دیا جو اُسکا متولی ہو تو یہ صحیح ہی اور جو شخص اسکا متولی ہوگا اسکو اس وقف کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اسکی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہی پھر وقف کرنے والا مر گیا تو بعد اسکے فلان مذکور کو اختیار استبدال حاصل نہوگا الا اس صورت مین کہ وقف کنندہ نے بعد اپنی وفات کے اُسکا اختیار شرط کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور کسی قیم کو اختیار استبدال نہین حاصل ہی الا اس صورت مین کہ صریح اسکے واسطے یہ شرط کیا جاوے اور اگر وقف کنندہ نے قیم کیواسطے اختیار شرط کیا اور اپنے واسطے شرط نہ کیا تو وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ خود استبدال کر دے یہ فتح القدیر مین ہی پھر جب وقف جائز ہوا اور اسمین اُسنے بیع و استبدال ثمن کی شرط کی پھر اسکو اسقدر ثمن کے عوض بیچا جتنے مین[1] لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ نہین جانتے ہین تو بیع جائز ہی اور اگر اپنے ثمن کو بیچا کہ اپنی اندازے لوگ اس مین خسارہ جانتے ہین تو بیع باطل ہی یہ محیط مین ہی اور اگر اُسکو عروض کے عوض فروخت کیا تو بقیاس قول امام رحمہ اللہ صحیح ہی پھر اس عروض کو بعوض عقار کے فروخت کرے اور امام ابو یوسفؒ و ہلال نے فرمایا کہ فقط نقد ہی کے عوض فروخت کر سکتا ہی کذا فی البحر الرائق یا بعوض کسی زمین کے فروخت کرے جو بجاے اسکے وقف ہوگی یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر وقف کی زمین فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کیا پھر مر گیا اور ثمن کا حال بیان نہ کیا تو یہ ثمن اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی طرح اگر اُسنے ثمن کو تلف کر دیا ہو تو بھی اسکے اوپر قرضہ ہوگا جو وصول کیا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہی اور اگر اُسنے مال وقف کو فروخت کیا اور ثمن اُسکے پاس سے جاتا رہا تو ضامن نہوگا اور وقف باطل ہو گیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُس نے ثمن کے عوض اسباب عروض مین سے کوئی ایسی چیز خریدی جو وقف نہین ہو سکتی ہی تو وہ اُسی کی ہوگی اور ثمن اُسپر قرضہ ہوگا اور اگر اُسنے ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا تو یہ صحیح ہی اور وہ ضامن ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسنے ثمن وصول کر کے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاتفاق یہ باطل ہی یہ فتح القدیر مین ہی۔ اور اگر اُسنے زمین وقف کو فروخت کیا پھر اُسکے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے فسخ ہی تو اسکو دوبارہ فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اسکے پاس بعقد جدید واپس آیا تو پھر دوبارہ اسکی بیع نہین کر سکتا ہی الا اس

[1] یعنی بیع کرا کے ثمن کو بیچا ہے اسکے دوسرا بدل لیگا۔ [2] قال المترجم اگر لوگون نے ایک چیز کی قیمت اندازے مین اختلاف کیا کہ ایک نے دس انداز کیے اور دوسرے نے ساڑھے دس یا کم سو دس تو اسمین بیع جتنی صورتون کو بیچے ایسے ہین کہ لوگ اپنے اندازہ مین اسکو خسارہ نہین جانتے ہین یعنی وہ دام اندازے والون مین سے کسی کی انداز پر ہون اور اگر اُس نے دام کم بیچے تو یہ خسارہ ایسا ہی کہ اندازے والون کی انداز سے کم ہی پس بیع باطل ہی فافہم۔ [3] مثلاً مشتری سے خرید لیا یا اقالہ کیا۔

صورت مین کہ اُسنے اپنے واسطے استبدال کی شرط بتعمیم کرلی ہو یعنے ہر بار مجھے اختیار رہے تو دوبارہ بھی بیع کر سکتا ہے اور اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی۔ بعد قبضہ مشتری کے یا قبل قبضہ مشتری کے اسکے پاس واپس آیا تو وقف واپس ہوگا اور اسی طرح اگر اُسنے مشتری سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ ہوجانے کے اقالہ کرلیا تو بھی وقف واپس ہوگا یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور بعد اقالہ کے اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اس وقف کو دوبارہ فروخت کرے الا اسی صورت مین کہ اُسنے دوبارہ کی یا ہر بار کے اختیار کی شرط کرلی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے زمین وقف کو فروخت کیا اور اسکے ثمن سے دوسری زمین خریدی پھر پہلی زمین بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دی گئی تو بھی وقف ہوگی اور دوسری کے ساتھ جو چاہے کرے۔ اور اگر پہلی زمین اُسکو بغیر حکم قاضی پھیلی اور اُسنے واپس کرلی تو اول کی بیع فسخ نہ ہوگی پس دوسری زمین بجائے اول کے بدلا باقی رہی لیس دوسری زمین سے وقف ہونیکی صفت باطل نہوگی اور پہلی زمین کا اپنے واسطے خریدنے والا ہوجائیگا اور دوسری زمین کا خریدنے والا اور اپنے واسطے وقف کرنیوالا نہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر پہلی زمین کو بیچا اور دوسری خریدی پھر پہلی زمین استحقاق مین لے لیگئی تو قیاس یہ ہے کہ دوسری زمین کا وقف باطل ہو اور استحساناً دوسری زمین وقف نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وقف مرسل ہو یعنے اسمین استبدال کی شرط نکی ہو کہ مجھے بجائے اسکے دوسری زمین مثلاً بدل لینے کا اختیار ہے تو اسکو اس وقف کے بیع کرنے اور اسکی جگہ دوسرا بدل لینے کا اختیار حاصل نہوگا اگرچہ زمین مذکور جو وقف کی ہے یونیا ہو کہ اس سے انتفاع حاصل نہین ہو سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر قاضی کے بدلنے مین امام قاضی خان کا کلام مختلف ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا ہے کہ قاضی اگر مصلحت دیکھے تو بدون وقف کنندہ کی شرط کے قاضی کو استبدال جائز ہے اور دوسرے مقام پر اس سے منع فرمایا ہے اگرچہ زمین ایسی ہوجاوے کہ اس سے نفع حاصل نہین ہو سکتا ہے اور اعتماد اسپر ہے کہ قاضی کو بدل ڈالنا روا ہے بشرطیکہ زمین قابل انتفاع ہونے سے بالکلیہ نکلجاوے اور وہان مال وقف سے کچھ مال بھی نہو کہ اُس سے اس زمین کی اصلاح ہو سکے اور نیز اسکی بیع غبن فاحش کے ساتھ نہو یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اسعاف مین یہ شرط لگائی کہ بدلنے والا قاضی الجنۃ ہو اور قاضی الجنۃ کی یہ تفسیر ہے کہ قاضی عالم ہو اور مقتضائے علم پر عمل کرتا ہو یہ نہر الفائق مین ہے۔ اور شمس الائمہ محمود اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور اسنے کہا کہ اگر تم اسکے رکھنے سے عاجز ہو تو اسکو فروخت کردو تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وقف مین یہ شرط ہو تو وقف باطل ہے اور واجب ہے کہ یہ جواب امام محمدؒ کے قول پر ہووے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اصل زمین مذکور میری ہے یا اس شرط پر کہ میری ملک اسکی اصلی سے زائل نہوگی یا اس شرط پر کہ مین اصل زمین کو فروخت کرون اور اُسکے ثمن کو صدقہ کردون تو وقف باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اسکو فروخت کردون اور اسکا ثمن اس سے افضل وقف مین کردون تو اگر حاکم اسکی فروخت مین بہتری دیکھے تو اسکی اجازت دیگا کہ ایسا کرے یہ وجیز مین ہے اور امام خصافؒ نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن کار ہائے خیر مین جسمین چاہون صرف کردون تو وقف باطل ہے اور اگر اصل وقف مین اسکی بیع کے اختیار کی شرط کرلی تھی مگر اُسنے فروخت نہ کیا تو جو شخص اسکے بعد متولی ہوا اسکو اختیار نہوگا

سلہ بالکل اس سے نفع حاصل نہو سکے ہو ۱۲ منہ سلہ قال المترجم غبن فاحش اُسکو کہتے ہین کہ کوئی اندازہ کرنے والا اتنے کم کو اندازہ نہ کرے اور بعض نے کہا کہ ایک درم کمی اور بعض نے کہا کہ آدھا درم اور اول معتمد ہے ۱۲ منہ

کہ وقف مذکور کو فروخت کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ مجھے اس صدقہ کے باطل کر دینے کا اختیار ہی تو ہلال کے نزدیک وقف باطل ہی اور یوسف بن خالد کے نزدیک وقف جائز ہی اور شرط باطل ہی اور امام ابو یوسفؒ سے اسمین کوئی روایت نہین ہی اور انکے مذہب کے موافق کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ ایسا وقف انکے نزدیک جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ بمنزلہ اشتراط خیار کے اپنے واسطے ہی اور دوسرا کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ یہ وقف انکے نزدیک جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام خصاف نے امام ابو یوسفؒ[۱] کے قول پر اپنی کتاب الوقف مین چند مسائل ذکر فرمائے ہین چنانچہ فرمایا کہ اگر وقف کنندہ نے وقفنامہ مین تحریر کیا کہ یہ وقف فروخت نہ کیا جائیگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا اور نہ ملک مین آویگا پھر لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اسکے بیع کرنے اور اسکی جگہ اُسکے ثمن سے ایسی چیز جو وقف ہوتی ہو خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہی تو یہ جائز ہی اور اگر اُسنے اول مین یہ تحریر کیا کہ اس شرط سے کہ فلان کو اسکی بیع کرنے اور اسکی جگہ دوسری چیز جو وقف ہوتی ہو اُسکے بدلے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہی پھر آخر مین لکھا کہ اس شرط پر کہ فلان کو اسکی بیع کا اختیار نہین ہی تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو فروخت کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنی ذات کیواسطے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہی جب چاہون اُنکی معالیم مین سے گھٹاؤن اور انمین بڑھاؤن اور جسکو چاہون خارج کر دون اور اُسکے بدلے دوسرا داخل کر دون تو اسکو یہ اختیار ہوگا مگر اسکے قیم کو یہ اختیار نہوگا الا اس صورت مین کہ اسکے واسطے بھی یہ اختیار شرط کیا ہو یہ فتح القدیر مین ہی اور امام خصافؒ نے اپنی وقف مین فرمایا کہ جب اُسنے ایکبار ایسا تغیر کیا تو اسکو بعد دوبارہ اس قسم کے تغیر کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے چاہا کہ جبتک زندہ رہون مجھے گھٹانے و بڑھانے و نکالنے اور بجاے اسکے دوسرا لانے کا اختیار برابر بار بار جتنی دفعہ چاہون حاصل رہے تو فرمایا کہ اُسکی صریح شرط کرے اور اگر وقف کرنیوالے نے ان امور کو کسی شخص معین کے واسطے جبتک وہ زندہ رہے شرط کیا تو اُسکو یہ اختیارات حاصل ہو جاوینگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنے واسطے جبتک زندہ ہی پھر اسکے متولی کے واسطے بعد اپنے ایسے اختیارات شرط کیے تو صحیح ہی اور اگر جبتک آپ زندہ ہی تب تک متولی کیواسطے ایسے اختیارات شرط کیے تو جبتک وہ زندہ رہے متولی کو ایسے اختیارات حاصل ہونگے پھر جب وہ وقف کنندہ مر گیا تو متولی سے یہ اختیارات باطل ہو جاوینگے اور جسکے واسطے وقف کنندہ نے یہ اختیارات شرط کیے ہین اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کے واسطے یہ اختیارات روا کرے یا ان امور کی بابت دوسرے کو اپنا وصی کر دے یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری یہ زمین اللہ تعالی کے واسطے صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ اسکی آمدنی و غلہ مین جہان بیجا ہوگا صرف کرونگا تو جائز ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ جہان چاہے اسکا غلہ صرف کرے پس اگر اُسنے مساکین یا حج کے واسطے یا کسی شخص معین کے واسطے قرار دیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ پھر اس سے رجوع کرے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے یہ غلہ فلان کے واسطے قرار دیا یا اسکو عطا کیا تو اس سے رجوع نہ کرے گا اور اگر اُسنے ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کے واسطے قرار دیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے اپنے نفس کے واسطے قرار دیا تو وقف باطل ہی اور یہ حکم شیخ ہلالؒ کے قول پر ٹھیک ہو سکتا ہی بخلاف اسکے اگر اُسنے کہا کہ اس شرط پر کہ اُسکا غلہ جسکو چاہونگا دون یا جسکو چاہونگا عطا کرونگا تو یہ حکم نہین ہی۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ اسکا غلہ میرے اپنے فرزندون مین جسکو چاہونگا دونگا تو وقف صحیح ہی اور اسکو اختیار ہی کہ اپنے فرزندون مین جسکو چاہے دیوے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنی

[۱] قال المترجم عندی علی قول محمد رحمہ اللہ ۱۲ منہ

اما هی اس شرط پر وقف کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہیگا عطا کریگا تو وقف جائز ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکو اُسکا
غلہ دیدے پھر جب وہ مرگیا تو یہ خواہش باطل ہو گئی یہ محیط سرخسی مین ہی اور وقف کرنے والے کو یہ اختیار نہو گا کہ غلہ کو خود
کھاوے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے غلہ کسی آدمی کے واسطے معین قرار دیا تھا کہ وہ مرگیا تو غلہ مذکور فقیرون کا
ہوگا یہ محیط مین ہی اور جب یہ شرط کی کہ اُسکا غلہ جسکو چاہے دیوے یا کہا کہ جہان چاہے صرف کرے تو اسکو اختیار ہوگا کہ
چاہے تونگرون کو دیدے یہ قنیہ مین ہی اور اگر چاہا کہ کسی شخص معین تونگر پر صرف کرے تو اسکی مشیت جائز ہی اور اگر فقیر
معین پر صرف کرنا چاہا تو بھی جائز ہی پس جبتک یہ تونگر یا فقیر زندہ ہی تب تک غلہ اسی تونگر یا فقیر کا ہوگا جس کو اُسنے
چاہا ہی اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُس سے پھیر کر دوسرے پر صرف کرے پھر جب یہ شخص جسکو چاہا ہی مرگیا تب وقف کنندہ کو اختیار
ہوگا پھر جسکو چاہے اسکے واسطے قرار دے اور اگر اُسنے تونگرون پر صرف کرنا چاہا نہ فقیرون پر یعنے فقیرون کو نہین دیا تو یہ خواہش
باطل ہی اور اگر اُسنے فقیرون پر صرف کرنا چاہا نہ تونگرون پر تو مشیت جائز ہی اور اگر اُسنے تونگرون و فقیرون دونون کو دینا
چاہا تو قیاساً وقف باطل ہو گا مگر استحساناً وقف نہین باطل ہو گا بلکہ اسکی خواہش باطل ہو گی پس تمام غلہ فقیرون کے واسطے
ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر ایک سال تک اسکا غلہ کسی شخص معین کے واسطے کر دیا تو جائز ہی اور اسکے بعد اُسکو
اختیار ہوگا کہ جسکے واسطے چاہے کر دے اور اگر اُسکا غلہ دو شخصون کے واسطے کر دیا تو جبتک دونون زندہ رہین غلہ مذکور
دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونون مین سے ایک مر گیا تو زندہ کے واسطے نصف غلہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین
نے اسکا غلہ اپنے والدین کے واسطے کر دیا تو صحیح ہی جیسے ابتداے اگر اُسنے والدین کے واسطے اُسکا غلہ وقف کیا تو
صحیح ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے وقف کا غلہ اپنے فرزند کے واسطے کر دیا تو جائز ہی یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے
اپنی زمین وقف کی اور یہ شرط کی کہ قیم اُسکا غلہ جسکو چاہے دیا کرے تو جائز ہی اور قیم کو اختیار ہوگا کہ تونگرون کو اور
فقیرون کو دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اپنے مرض مین وقف کیا اس شرط پر کہ فلان اسکا غلہ جسکو چاہے دے
پس وصی مذکور نے یہ چاہا کہ وقف کنندہ کے فرزند کو دیا کرے تو نہین جائز ہی اور قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف
صحیح رہیگا اسواسطے کہ اصل وقف تو فقیرون کے واسطے صحیح واقع ہوا ہی مگر وقف کنندہ نے غلہ کی بابت فلان کو اختیار
دیدیا ہی پس اگر اُسنے ایسا امر اختیار کیا جس سے وقف صحیح رہتا ہی تو اُسکا اختیار بھی صحیح ہوگا ورنہ اسکا اختیار باطل ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ فلان اُسکا غلہ جسکو چاہے دے تو یہ جائز ہی اور فلان مذکور کو اختیار ہوگا کہ وقف
کنندہ کی زندگی مین اور بعد اسکی موت کے اُسکا غلہ جسکو چاہے دے پس گویا اُسنے کہا کہ میری زندگی مین و بعد میری وفات
کے جسکو چاہے دے اور قیاس یہ ہی کہ اسکی وفات کے بعد فلان کو یہ اختیار نہ رہے پھر اگر وہ شخص جسکو اختیار دیا تھا مر گیا
تو غلہ مذکور فقیرون کے واسطے ہوگا اور جسکو اختیار دیا ہی کہ جسکو چاہے دے اسکو اختیار ہی کہ چاہے اپنی اولاد و نسل کو دے
چاہے وقف کنندہ کی اولاد و اسکی نسل کو دے لیکن اسکو یہ روا نہین ہی کہ اپنے آپ کو دے اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے اپنے
اپ کو دیا تو اس کہنے سے اسکا اختیار اسکے ہاتھ سے خارج نہ ہوگا اور اگر اُسنے وقف مذکور کا غلہ وقف کرنیوالے کیواسطے
کر دیا تو محمد امام فرماتا ہی کہ آدمی کا وقف اپنی ذات پر نہین جائز ہی اسکے قول پر یہ جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک سال تک
اور یہ وقف باطل ہوگا

له قال المترجم قیاس یہ ہے کہ وقف باطل ہو مگر استحساناً فقط شرط باطل ہوگی ۱۲ منہ

غلہ مذکور وقف کنندہ کے واسطے کردیا تو بھی نہیں جائز ہے یہ حاوی میں ہے بخلاف اسکے اگر وقف کنندہ نے اسکے غلہ دینے
کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا پس اُسنے اپنے آپ کو دیا تو وقف باطل نہ ہوگا اور یہ تفویض باطل ہوگا اور اگر فلان مذکور جسکے اختیار میں غلہ دینے
کی مشیت رکھی تھی اُسنے کہا کہ مین نے اسکا غلہ تونگرون کے واسطے کردیا تو وقف باطل ہوگیا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی
زمین بنی فلان پر وقف کی اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ اُسکا غلہ جسکو چاہون دیا کرون پھر اُسنے بنی فلان میں سے ایک
معین کو دینا چاہا تو اُسکا چاہنا جائز ہے اور اگر اُسنے ان سب پر صرف کرنا چاہا تو بھی اُسکا چاہنا جائز ہے اور غلہ مذکور اُن
سب پر مساوی تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اسکا یہ قول کہ جسکو چاہون کلمہ عام ہے پس کل کو شامل ہوگا اور اگر سوائے بنی فلان کے
اور کسی کے صرف میں کرنا چاہا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ
ہے اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ انمین سے جسکو چاہون غلہ دون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے دیوے اور اگر اُسنے کہا کہ مین
انمین سے کسی کو دینا نہیں چاہتا ہون تو غلہ ان سبکا ہوگا اور اسکی مشیت باطل ہوئی پس ایسا ہوگیا کہ گویا اسنے اپنے
واسطے کوئی مشیت شرط نہیں کی تھی اور اگر وقف کنندہ مرگیا یا اُسنے فقط اسی قدر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلان پر صدقہ موقوفہ
ہے اور خاموش رہا تو غلہ مذکور سب بنی فلان کیواسطے ہوگا۔ اور اگر اسنے کہا کہ مین نے اُسکا غلہ ابن فلان کے واسطے کردیا یہ اسکے
بھائیون کے واسطے تو جائز ہے اور وہ اس سے پھر نہیں سکتا ہے۔ اور اسکو اختیار ہے کہ انمین سے بعض کو زیادہ دے اور بعض کو کم
اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے بعض کو محروم رکھے اور استحساناً یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے سب ہی فلان کو دیوے پھر اگر وہ شخص جسکے
واسطے غلہ مذکور کردیا تھا مرگیا تو اُسکے مرنے کے بعد پھر اُسکو اختیار ثابت ہوگا کہ اور جسکے واسطے چاہے مقرر کردے یہ حاوی مین
ہے۔ اور اگر اُسنے کل بنی فلان کے واسطے چاہا تو اُسکی مشیت باطل ہوگی اور غلہ فقیرون کے لیے ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول بدلیل
قیاس ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بدلیل استحسان جائز ہے اور غلہ بنی فلان کا ہوگا اور اس اختلاف کی بناء اسپر ہے کہ لفظ انمین یعنی
انمین سے من واسطے تبعیض کے ہے امام کے نزدیک اور واسطے بیان کے ہے صاحبینؒ کے نزدیک یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر وقف
کنندہ نے انمین سے بعض پر صرف کرنا چاہا پھر وقف کنندہ مرگیا اور یہ بعض جنپر اُسنے صرف کرنا اختیار کیا ہے مرگئے اور باقی بنی فلان
موجود مین تو انکا حصہ فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور اگر اُسنے بنی فلان کے سوائے اورون کو اختیار کیا تو اُسکا چاہنا باطل ہے یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ غلہ بنی فلان اور انکی نسل مین قرار دیا تو اُسکا چاہنا فقط بنی فلان کے حق مین جائز ہوگا
اور انکی اولاد و نسل کو کچھ نہ ملیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے بنی فلان پر اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ
انمین سے جسکو چاہون تفضیل دون تو یہ جائز ہے اور اسکا اختیار حاصل ہوگا کہ بنی فلان مین سے جسکو چاہے تفضیل دے اور اگر اُسنے
اپنے چاہنے کو رد کردیا پس کہدیا کہ مین نہیں چاہتا ہون یا وہ مرگیا تو غلہ مذکور بنی فلان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے ان
مین سے بعض کو محروم رکھا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اسیطرح اگر اُسنے بنی فلان پر اس شرط سے وقف کیا کہ زید کو مثلاً یعنی ایک شخص معین یا
فلان کو یہ اختیار ہو کہ انمین سے جسکو چاہے تفضیل دے تو فلان مذکور کو اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے تفضیل دے یہ محیط مین
ہے۔ اور اگر اُسنے نصف غلہ خاص ایک معین کے واسطے کردیا اور باقی نصف دیگر باقیون کے واسطے کیا تو جائز ہے پس نصف اس اکیلے
کا ہوگا اور باقی نصف اسکے اور باقیون کے درمیان مساوی حصہ رسد مشترک ہوگا اس لیے کہ اُسنے اس اکیلے کو ایک نصف

نصف غلہ کے ساتھ تفضیل دی ہی اور نصف کے ساتھ تفضیل دینا اُسکا مقتضی ہی کہ نصف باقی مین باقیونکے ساتھ اسکی شرکت ہی - اور اگر اُسنے یون کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہی کہ اُسنے غلہ مین[۱۲] سے جسقدر سے تفضیل کے ساتھ جسکو چاہون مخصوص کرون پس اُسنے نصف غلہ کے ساتھ ایک کی خصوصیت کی تو جائز ہی اور باقی مین اُسکی کچھ شرکت نہوگی اور اگر اُسنے ان سبکو چاہا تو سبکا چاہنا بھی روا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہی اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہی کہ انمین سے جسکو چاہون مخصوص کرون تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ انمین سے جسکو چاہے مخصوص کرے اور اگر اُسنے کل غلہ ایک ہی کو دیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے کل غلہ کل کو دیا تو بنظر اسکے کہ اُسنے انمین سے کہا تھا قیاساً جائز نہین ہی مگر استحساناً جائز ہی اور اگر اُسنے کہا کہ اس سال کے غلہ مین انمین سے کسیکی تخصیص کرونگا تو جائز ہی اور سب مین مساوی تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسنے اس شرط سے بنی فلان پر وقف کیا کہ انمین سے جسکو چاہون محروم رکھون پس اُسنے سوائے ایک کے سبکو محروم کیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے سب کو محروم کیا تو قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً ایسا کر سکتا ہی پس وقف فقیرونکے واسطے ہوگیا اور پھر اسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ بنی فلان پر دوبارہ رد کر دے[۱۲] اور اگر اُسنے کہا کہ میتے انکو اس سال کے غلہ سے محروم کیا تو انکو اس سال کے غلہ مین کچھ استحقاق نہوگا اور یہ غلہ فقیرون کا ہوگا اور آیندہ کے غلہ مین وقف کنندہ کیواسطے بعد مشیت یعنی چاہنا ثابت رہیگا پھر اگر انمین سے کسیکو محروم کرنے سے پہلے مرگیا تو غلہ ان سب پر مساوی مشترک ہوگا اور اگر اُسنے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہی کہ بنی فلان مین سے جس شخص کو مین چاہون اس وقف سے خارج کرون پھر اُسنے ایک کو یا سبکو خارج کیا تو جائز ہی اور غلہ مذکور فقیرونکے واسطے ہو جائیگا اور اگر اُسنے ایک کو خارج کیا پھر اسکو داخل کرنا چاہا تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور یہ سب وقف باقی رہیگا یہ سبب کہ اسکو نکالنیکا اختیار حاصل ہوا داخل کرنے کا اختیار نہین ملا تھا یہ حاوی مین ہی پھر اگر نکالنے کے وقت وقف مین غلہ موجود تھا تو ہلال نے ذکر فرمایا ہی کہ وہ مخصوصاً اسی غلہ سے خارج ہوگا اور جو وصایا[۱۲] اصل و جامع صغیر مین مذکور ہی اسپر قیاس کرنیسے یہ حکم ثابت ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ کے غلہ سے خارج ہو جائیگا چنانچہ اگر اُسنے اپنے باغ کے حاصلات کی کسیکے لیے وصیت کر دی اور وصیت کنندہ کی موت کے روز باغ مین غلہ موجود ہی تو جسکے لیے وصیت کی ہی اُسکو یہ موجودہ غلہ اور جو آیندہ ہمیشہ پیدا ہوا کرے سب ملیگا اور بنابر روایت ہلال کے اسکو غلہ موجودہ ملیگا نہ وہ غلہ جو آیندہ پیدا ہوگا اور یہی ہمارے بعضے اصحاب سے روایت کیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اُسنے اس کلام سے نکالا کہ مین نے فلان کو یا فلان کو اس وقف سے خارج کیا تو جائز ہی اور بیان کا اختیار کہ تو نے ان دونون مین سے کسکو نکالا ہی اسیکو ہوگا پھر اگر اُسنے بیان نہ کیا یہانتک کہ مرگیا تو غلہ مذکور باقیونکی تعداد پر مساوی حصہ لگایا جائیگا اور ان دونون کے واسطے ایک حصہ لگایا جائیگا پھر اگر دونون نے باہم صلح کر لی تو اس حصہ کو دونون آدھا آدھا لے لینگے اور اگر دونون نے انکار کیا یا ایک نے انکار کیا تو یہ حصہ رکھ چھوڑا جائیگا کسیکو نہ ملیگا یہانتک کہ دونون کسی امر پر اتفاق کرین یا دونون باہم صلح کرین یہ

---

[۱] قال المترجم یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہی اور صاحبین نے نعم و بیان پر محمول کیا اور یہ استحسان ہی ۱۲ منہ [۲] یعنی اختیار محروم کرنے کا حاصل رہے گا ۱۲

[۳] قال المترجم یہ باعتبار استحسان صاحبین کے ہے اور اسمین اشارہ ہی کہ وہ اختیار بنظر فقاہت یہ ہی کہ مقصود وقف سے ثواب وحصول اجر ہی فقراء کا ہی فتامل واللہ اعلم ۱۲ منہ [۴] یعنی قیاس روایت ہلال فتامل ۱۲ منہ

بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے یون کہا کہ میرے بیٹے فلان کو خارج کیا نہین بلکہ فلان کو تو دونون خارج ہو جاوینگے
اور اگر وقف کنندہ نے شرط لگائی کہ مجھے اختیار ہی کہ مین جسکو چاہون داخل کرلون تو اسکو اختیار رہوگا کہ جسکو
چاہے داخل کرے اور یہ اختیار نہوگا کہ انہین سے جسکو چاہے خارج کرے۔ پھر اگر قبل اسکے کہ کسیکو داخل کرے مرگیا تو غلہ
ان سبکا ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ میرے بیٹے فلان کو اسکے غلہ مین ہمیشہ کیواسطے داخل کیا تو جیسا اُسنے کہا ویسا ہی ہوگا اور
اگر اُسنے کہا کہ میری یہ اراضی اولاد عبداللہ پر صدقہ وقف ہی اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہو کہ مین اُنمین اولاد زید کو داخل
کرلون تو اسکو سواے اولاد زید کے کسی اور کے داخل کرنیکا اختیار نہوگا ہان یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اولاد زید سب کو داخل
کرے اور سب اولاد عبداللہ کے ساتھ مساوی شریک ہونگے۔ پھر اگر اُسنے کہا کہ مین نہین چاہتا ہون کہ انکو داخل کرون تو
اسکی مشیت یعنے انکے داخل کرنیکے چاہنے کا اختیار منقطع ہوگیا اور یہ وقف محض اولاد عبداللہ کیواسطے ہوگیا یہ حاوی مین
ہی۔ ایک نے اپنی ام ولد باندیون پر کچھ وقف کیا باستثناے اسکے جسنے نکاح کرلیا کہ اسکے واسطے کچھ نہوگا پھر انمین سے
بعض نے نکاح کرلیا پھر اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو انمین دو صورتین ہین اول آنکہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط نہین کی
کہ انمین سے جسنے نکاح کیا اور اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی پھر اسکو بھی ملے دوم یہ کہ اسنے یہ شرط کردی تھی پس اگر اول صورت
ہو تو ایسی ام ولد کو جو بعد نکاح کے مطلقہ ہوگئی ہی کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وقف کنندہ نے ہر ایسی ام ولد کو جو نکاح کرے
مستثنے کردیا ہی۔ اور دوم صورت ہو تو اسکو ملیگا اسواسطے کہ اس مستثنی سے بھی اُسنے ایسی ام ولد کو جو نکاح کرکے پھر
طلاق دیجاوے مستثنا کردیا ہی اور نفی سے استثنا اثبات ہوتا ہی۔ اور اسیطرح اگر ایک نے بنی فلان پر وقف کیا اور انمین
سے اسکو استثنا کیا جو شہر سے خارج ہوجاوے پھر انمین سے بعضے یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے پھر اسی شہر مین واپس آکر رہے تو انمین
بھی انھین دو وجہ مذکورۂ بالا کے لحاظ پر حکم ہوگا اور اسیطرح اگر بنی فلان مین سے انپر جو علم سیکھین وقف کیا پھر بعض نے
علم سیکھنا چھوڑ دیا پھر علم سیکھنے مین مشغول ہوا تو انمین بھی دونون مذکورۂ بالا صورتون کے لحاظ سے حکم ہوگا یہ واقعات
حسامیہ مین ہی۔ اور وقف الخصاف مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے اپنی اراضی اپنی اولاد و نسل و عقب پر ہمیشہ کیواسطے جبتک
انکی نسل ہوتی رہے اور پھر انکے بعد فقیرون و مساکین پر صدقہ موقوفہ کردی اور وقف مین یہ شرط کی کہ جو انمین سے مذہب حنفی
چھوڑ کر شافعی مذہب ہوجاوے وہ وقف سے خارج ہو تو انکی شرط کے موافق عمل ہوگا چنانچہ جو شخص مذہب حنفی چھوڑ کر
شافعی مذہب ہو جائیگا وہ وقف سے خارج ہوگا۔ اور اگر انمین سے بعض نے دوسرے بعض پر یہ دعوی کیا کہ یہ شخص مذہب حنفی
چھوڑ کر شافعی مذہب مین چلا گیا ہی اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قول مدعا علیہ کا قبول ہوگا اور مدعی پر
اُسکے گواہ پیش کرنے واجب ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ شرط کی کہ جو شخص مذہب معتزلہ
اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہوا تو جو شخص انمین سے معتزلی ہوا وہ خارج ہوگیا اور اسیطرح اگر وقف کنندہ معتزلہ مذہب
ہو اور اسنے شرط کی کہ جو معتزلہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت کا مذہب اختیار کریگا وہ وقف سے خارج ہوجائیگا تو اسکی شرط کی پابندی
کیجائیگی اور اگر یہ شرط کی کہ جو شخص اہل سنت کے مذہب سے اسکے سواے اور کسیکی طرف انتقال کریگا پس خارجی یا رافضی
ہوجائیگا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر انمین سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ وہ وقف

خارج ہو جائیگا اور واضح رہے کہ انمیں عورت و مرد دونوں کا حکم یکسان ہے اور اگر شرط کی کہ جو شخص مذہب[1] قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب کیطرف منتقل ہو وہ وقف سے خارج ہوا پھر انمیں سے کوئی مذہب قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب میں گیا پھر اسکو ترک کرکے قدریہ مذہب میں آگیا تو استحقاق وقف عود نہ کریگا الا ایسی صورتمیں کہ وقف کنندہ نے شرط کر دی ہو جس سے ثابت ہو کہ اگر پھر لوٹ آوے تو پھر مستحق ہوگا اور اسیطرح اگر وقف کنندہ نے مذہبوں میں سے کسی مذہب کو معین کر دیا کہ جو اس مذہب سے دوسرے میں منتقل ہو وہ وقف سے خارج ہوگا تو اسکی شرط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ میری قرابت میں سے جو شخص شہر بغداد سے رہنا چھوڑ کر کے دوسرے شہر میں جا بسیگا وہ وقف سے خارج ہوگا کہ اسکا کچھ حق نہوگا تو بھی اسکی شرط کا اعتبار کیا جائیگا ولیکن اتنا فرق ہے کہ اس صورتمیں اگر وہ پھر کر اسنے بغداد میں سکونت اختیار کی تو اسکا استحقاق وقف بھی عود کریگا اور وقف میں شامل کیا جائیگا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی اللہ تعالیٰ کیواسطے زید پر و عمرو پر جبتک دونوں زندہ رہیں اور ان دونوں کے بعد مسکینوں پر ہمیشہ کیواسطے صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ زید سے پہل کیجاوے کہ اسکو ہر سال اسکے غلہ سے ہزار درم دئے جاویں اور عمرو کو سالانہ قوت دیا جاوے تو یہ اسکے قول کے موافق جائز ہے پھر اگر ایسا کہنیکے بعد آمدنی میں سے کچھ بچا تو وہ دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور اگر اسکی آمدنی فقط ہزار درم ہوں تو وہ سب زید کو دیے جاوینگے اسیطرح اگر ہزار درم سے بھی کم ہوں تو سب زید کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مر گیا اور وقف کی سالانہ آمدنی آئی تو اسمیں سے عمرو کو ایک سال کا قوت دیا جائیگا پھر اگر آمدنی تین ہزار درم ہو اور عمرو کا سالانہ روزینہ ایک ہزار درم ہو تو اسکو ایک ہزار درم دیے جاوینگے اور نصف آمدنی سالانہ یعنی ڈیڑھ ہزار درم تک جو اسکی توسیع اور زیادہ ہے یعنی پانچ سو درم سو وہ بھی دیے جاوینگے اور باقی ڈیڑھ ہزار درم مسکینوں پر تقسیم ہونگے اور اگر زید نہیں مرا بلکہ عمرو مر گیا تو زید کو وہ ہزار درم جو اسکے واسطے بیان کیے ہیں دیے جاوینگے اور نصف آمدنی تک جسقدر اور اسے زیادہ ہو وہ بھی دیجاوے اور باقی نصف آمدنی مسکینوں پر تقسیم ہوگی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے زید و خالد و عمرو پر کہ زید سے شروع کیا جاوے پس جبتک زید زندہ رہے اسکو صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر اسکے بعد عمرو کو جبتک زندہ رہے اس صدقہ کی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے خالد کو جبتک وہ زندہ رہے اسکی آمدنی دیجاوے پھر بعد اسکے مسکینوں[2] پر صدقہ ہے تو جسطرح اسنے بعض کو بعض پر مقدم کیا ہے اسی طرح اسپر عملدرآمد ہوگا پھر جب زید و عمرو و خالد سب مر جاویں تو اسکی آمدنی فقیروں پر صدقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ سیر الکبیر[3] میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھوڑا دس برس کیواسطے اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد کیواسطے محبوس کر دیا بشرطیکہ بعد دس برس کے اپنے مالک کو واپس ملے تو یہ باطل ہے اور شیخ ہلال کے استاد یوسف بن خالد سمتی سے روایت ہے کہ وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا گھوڑا جہاد میں یا راہ خدا میں کر دیا اس شرط پر کہ جبتک زندہ ہے اپنے پاس رکھیگا تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ اگر وہ شرط نہ کرتا تو بھی اسکے واسطے یہ

---

[1] قال المترجم فی الاصل لا اثبات اور یہ اطلاق اکثر معتزلہ وجبیہ پر ہوتا ہے اور یہاں معتزلہ مراد ہے اور یہ اصطلاح ہو تو اسپر شبہ یہ ہے اطلاق نہوگا ۱۲ منہ [2] قال یہ عبارت بنابر بعض نسخوں کے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نہوگی فلیتامل ۱۲ [3] یعنے عیسائی کی کتاب السیر میں ۱۲

اختیار رہونا اور راہ خدا مین کر دینے کے یہ معنی ہین کہ اسپر سوار ہو کر جہاد کیا جاوے اور اگر اسنے چاہا کہ سواے اسکے اور
راہ مین اسپر سوار ہونیکا نفع لیا جاوے تو ایسا نہین کر سکتا ہے اور اگر اسکو کرایہ پر دیا تو صحیح نہین ہے الا اس صورت مین کہ
اسکے نفقہ کی ضرورت ہو یہ ذخیرہ مین ہے اور معتبر شرط نہیں ہے یہ بھی ہے جو خصاف نے بیان فرمائی کہ متولی اس اراضی کو اجارہ
پر نہ دے تو یہ شرط معتبر ہے پس اگر متولی نے اسکو اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ جو زمین درختان خرما
وغیرہ مین وہ بٹائی پر نہ دیے جاوین جسکو عربی مین معاملۃ الاشجار کہتے ہین تو اس شرط کا اعتبار کیا جائیگا اور اسیطرح اگر
یہ شرط کی کہ اگر متولی نے اس اراضی کو اجارہ پر دیا تو وہ متولی ہونیسے خارج ہے تو جب متولی اسکے خلاف کریگا تو خارج
ہو جائیگا اور قاضی اسکا متولی ایسے شخص کو مقرر کریگا جسکی امانت داری پر بھروسا ہو۔ اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ اگر اس
وقف والون مین سے کسینے ایسی بات اس وقف کی بابت کی کہ جس سے اس وقف کے باطل کرنیکا قصد کرتا تھا تو وہ اس وقف
کے مستحقون میں سے خارج ہو گا تو یہ شرط بھی معتبر ہے۔ پھر اگر بعضون نے اس وقف کی بابت نزاع کیا مثلاً یون کہ یہ وقف
صحیح یا لازم نہین ہوا ہے پھر اُسنے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ یہ وقف بالاتفاق صحیح ہو جاوے پس مین نے اسکی تصحیح کا قصد کیا
تھا اور باقی اہل وقف نے کہا کہ تمنے اسکے باطل کرنیکا ارادہ کیا تھا تو قاضی ملاحظہ و نظر فرمائیگا کہ جن لوگون نے اسمین نزاع
کیا ہے انکا کیا حال تھا پس اگر وہ لوگ اسکی تصحیح کا قصد رکھتے تھے تو قاضی کو ایسا اختیار ہے یعنے انکو باقی رکھے اور اگر وہ لوگ
اس وقف کو باطل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے تو انکو وقف سے خارج کر دے اور انکے خارج کر دینے پر گواہ کر دے یعنے تم لوگ گواہ رہو کہ
مین نے انکو خارج کر دیا تاکہ بوقت ضرورت انکے نکالے جانیکا ثبوت موجود رہے اور اگر اسنے یہ شرط لگائی کہ جو شخص اسمین سے
وقف کے متولی سے نزاع کرے اور اس سے تعرض کرے وہ وقف سے خارج ہے اور یہ نہ کہا کہ نزاع و تعرض اس ارادہ سے کرے
کہ وقف کے باطل کرنیکا قصد رکھتا ہو پھر انمین سے بعض نے متولی سے نزاع کیا اور کہا کہ اسنے مجھے میرے حق سے روکا ہے تو
خارج ہو جائیگا یعنے وقف کے استحقاق سے نکل جائیگا اگرچہ وہ اپنے حق کا مانگنے والا تھا اور یہ سمجھا نا بوجہ پابندی شرط
وقف کنندہ کے ہے جیسے اسنے یون شرط کی کہ جو شخص متولی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے متولی کو اسکے خارج کر دینے کا
اختیار ہے پس ایسا ہی اسمین بھی ہے اور متولی کو بعد اسکے خارج ہونیکے یہ اختیار نہین ہے کہ دوبارہ اسکو وقف کے
استحقاق مین داخل کرلے ولیکن اگر وقف کرنیوالے نے یہ شرط کر دی ہو کہ بعد خارج ہونے کے جو شخص راہ پر آجاوے وہ
پھر داخل ہو وے یا ہو سکتا ہے تو ایسی صورتمین متولی دوبارہ اسکو داخل کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے

پانچوان باب ولایت وقف و تصرف قیم در اوقاف و کیفیت تقسیم غلہ کے بیان مین اور اس بیان مین جب بعض نے

قبول کیا اور بعض نے نہ قبول کیا یا بعض زندہ ہین اور بعض مرگئے تو کیونکر حکم ہو گا۔ اصلاح و درستی کی نظر کے لائق وہ شخص
ہو گا جسنے وقف کی ولایت کیواسطے خود درخواست نہ کی ہو اور اسمین کوئی فسق معروف نہو یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور
اسعاف مین مذکور ہے کہ وقف[۱] پر وہی متولی کیا جائے جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب سے اسکے سرانجام پر قادر ہو خواہ
مرد ہو یا عورت ہو خواہ آنکھو والا ہو یا اندھا ہو اور اسیطرح اگر محدود[۲] القذف ہو بشرطیکہ توبہ کر چکا ہو تو بھی یہی حکم

[illegible]

۱ه تو شرط صحیح ہو گی چونکہ واقف نے [illegible] کی پابندی ہو گی ۲ه [illegible] متولی مقرر کیا جاوے ۳ه زنا کی تہمت لگانیکی وجہ سے شرعی مار کھا چکا ہو ۱۲

نہین ہی اور متولی وقف ہونیکی صحت کیواسطے یہ شرط ہی کہ عاقل و بالغ ہو یہ بحرالرائق مین ہی - اور اگر کسی وقف
کرنیوالے نے یہ شرط کردی ہو کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد مین سے جو میرے پیچھے رہے اُسکو ہی تو قاضی اس وقف
کنندہ کے فرزند صغیر کا ایک شخص خلیفہ مقرر کردیگا بشرطیکہ وہ لائق ولایت ہو پس اصل ولایت اُسکے فرزند کو ہوگی اور یہ
استحسان ہی اگرچہ قیاساً باطل ہی اور اسیطرح اگر وقف کنندہ نے کسی طفل کو اپنے وقف کا وصی مقرر کیا تو قیاساً باطل ہوگا
استحساناً مین حکم دیتا ہون کہ ولایت اُسکو حاصل ہوگی جب بالغ ہو جاوے - اور اگر کسی غائب کو وصی مقرر کردیا تو قاضی اپنی طرف
سے ایک شخص کو چند روز کیواسطے مقرر کردیگا یہانتک کہ جب یہ شخص غائب آجائیگا تو اُسکو سونپ دیگا یہ حاوی مین ہی - اور ولایت
وقف صحیح ہونیکے واسطے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط نہین ہی جیسے اسعاف مین مذکور ہی اور اگر غلام ہو تو قیاساً و استحساناً جائز
ہی اور ذمی حکم مین مثل غلام کے ہی ولیکن اگر قاضی نے غلام یا ذمی متولی کو ولایت وقف سے خارج کردیا پھر غلام آزاد کیا گیا یا ذمی
مسلمان ہوگیا تو ان دونونکی ولایت عود نہ کریگی یہ بحرالرائق مین ہی - فتاوی محمد بن الفضل مین مذکور ہی کہ شیخ سے دریافت کیا گیا
کہ اگر کسی وقف کنندہ نے اصل وقف میں اپنے اور اپنی اولاد کیواسطے ولایت شرط کردی ہو تو فرمایا کہ بالاجماع جائز ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی - اگر کسی نے کچھ وقف کیا اور ولایت کا کسیکے واسطے ذکر نہ کیا تو بعض نے فرمایا کہ ولایت وقف کنندہ کے لیے ہوگی اور یہ
بنا بر قول ابو یوسف رح کے ہی اسواسطے کہ انکے نزدیک سپرد کردینا شرط نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک یہ وقف صحیح نہوا اور اسی پر
فتوی ہی یہ سراجیہ[1] مین ہی کسی شخص نے ایک اراضی مزروعہ وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکال کر کسی قیم کے قبضہ مین دیدی پھر
چاہا کہ اُسکے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ مین لے لے پس اگر اُسنے اصل وقف مین یہ شرط کرلی ہو کہ مجھے قیم کے معزول
کرنے اور اُسکے قبضہ سے نکال لینے کا اختیار رہیگا تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر یہ شرط نہ کی ہو تو بنا بر قول امام محمد رح کے
اسکو یہ اختیار نہین ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اسکو اختیار ہی اور مشائخ بلخ بہ قول امام ابو یوسف کے فتوی
دیتے ہین اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اور مشائخ بخارا بہ قول امام محمد رح کے فتوی دیتے ہین اور اسی پر فتوی دیا جائیگا
یہ مضمرات مین ہی - اور اگر وقف کنندہ نے اپنے واسطے ولایت شرط کرلی ہو حالانکہ وقف کنندہ اس وقف کے حق میں امین نہین
نہین سمجھا جاتا ہی تو قاضی کو اختیار ہی کہ اُسکے قبضہ سے نکال لے یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر متولی نے تعمیر وقف ترک کی حالانکہ
اُسکے پاس حاصلات وقف سے بقدر رہی کہ جس سے تعمیر و اصلاح وقف کر سکتا ہی تو قاضی اسکو تعمیر و اصلاح پر مجبور کریگا پس اگر اُسنے
کیا تو خیر ورنہ اُسکے ہاتھ سے نکال لیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر وقف کرنیوالے نے اپنے واسطے ولایت شرط کی اور یہ شرط کی کہ
سلطان یا قاضی کو اُسکے معزول کرنیکا اختیار نہوگا پس اگر وہ شخص ولایت وقف کیواسطے امانتدار نہو تو یہ شرط باطل ہوگی
اور قاضی کو اختیار رہوگا کہ اسکو معزول کرے اور دوسرے کو متولی مقرر کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور نیز قاضی کو
اختیار رہوگا کہ اگر وقف کے حق مین بہتر معلوم ہو تو جسکو واقف نے مقرر کیا ہی اسکو معزول کرکے دوسرا لائق مقرر کرے
یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور اگر یہ شرط قرار دی کہ فلان شخص متولی ہو اور مجھے اُسکے خارج کرنیکا اختیار نہوگا تو متولی کرنا جائز ہی

[1] قال المترجم قیل صحیح یہ ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہی اور حق یہ ہی کہ مشائخ بلخ و مشاخرین وہلال
یوسف بن خالد کے نزدیک صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہی پس فتوی مختلف ہوگیا ۱۲

مگر شرط عدم اختیار اخراج باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر واقف نے کسی شخص کے واسطے شرط کی کہ میری حین حیات و بعد وفات کے یہ متولی ہو تو جائز ہے پس اسکی حین حیات میں اسکی طرف سے وکیل ہوگا اور بعد موت کے وصی ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اس وقف کا متولی کیا تو اسکی حین حیات تک اسکی ولایت رہیگی اور بعد موت وقف کرنے والے کے نہ رہیگی۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اس صدقہ پر اپنی زندگی میں اور بعد موت کے وکیل کیا تو یہ جائز ہے اور یہ شخص اسکی زندگی میں وکیل ہوگا۔ اور بعد موت کے وصی ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر واقف نے وقف کا کوئی قیم مقرر نہ کیا یہاں تک کہ اسکی وفات کا وقت آگیا پس اُس نے وفات کے وقت ایک شخص وصی مقرر کیا تو اسکے اموال کے واسطے وصی ہوگا اور اسکے اوقاف کے واسطے قیم ہوگا اور اگر اسکے بعد دوسرے کو وصی کیا تو یہ دوسرا اسکے اموال کیواسطے ہوگا یعنی اموال کے واسطے دو وصی ہوجاوینگے مگر دوسرا اسکی اوقاف کے واسطے قیم نہوگا اور اگر وقف کنندہ نے کسی کو قیم نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے ایک شخص کو قیم مقرر کیا اور اسکے قیم ہونے کا حکم جاری کر دیا تو واقف کو اختیار نہوگا کہ اسکو معزول کرکے اپنا آپ متولی ہووے یہ فتاوے غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی کو خاصۃً وقف کا وصی کر گیا تو یہ شخص اسکے جملہ اموال کا وصی ہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص کو خاصۃً وقف کے واسطے وصی کیا اور دوسرے کو اپنی اولاد کیواسطے وصی کیا یا ایک کو ایک وقف خاص کا وصی کیا اور دوسرے کو دوسرے وقف معین کا وصی کیا تو دونوں ان دونوں چیزوں کے واسطے وصی ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور اسکی ولایت اپنی زندگی و بعد وفات کے ایک شخص کو دی پھر اپنی وفات کے وقت اُسنے ایک دوسرے شخص کو وصی مقرر کیا تو ہلال نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ وصی مذکور قیم مذکور کے ساتھ امر وقف میں شریک ہوگا گویا اُسنے اُن دونوں کو وقف کا متولی کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو اراضی وقف کی اور ہر ایک کیواسطے ایک متولی مقرر کیا تو ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ شریک نہوگا اور اگر اپنی وقف کی ولایت ایک شخص کیواسطے کر دی پھر ایک شخص دیگر کو اپنا وصی مقرر کیا تو وصی مذکور امر وقف میں قیم کا شریک ہوگا لیکن اگر اُسنے اسطور سے کہا کہ میں نے اپنی زمین جنین و چنان پر وقف کر کے اُسکا متولی فلان کو مقرر کر دیا اور فلان دیگر کو میں نے اپنے اموال ترکہ اور جمیع اُمور کے واسطے وصی مقرر کیا تو اس صورت میں دونوں سے ہر ایک فقط اسی چیز کا تنہا متولی ہوگا جو اسکو سپرد کی گئی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر یہ شرط قرار دی کہ میری موت کے بعد فلان متولی ہو پھر اسکے بعد فلان متولی ہو پھر اسکے بعد فلان متولی ہو تو ایسی شرط جائز ہے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلان کو وصی کیا اور ہر وصیت سے جو میں نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہو جائیگا اور جب وقف کنندہ نے دو شخصوں کی ولایت کر دی یا وصی و متولی دونوں کے اختیار میں وقف کی ولایت ہوگئی تو ان دونوں میں فقط ایک کو اختیار نہ ہوگا کہ غلہ وقف کو فروخت کرے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے چاہیئے کہ اسکو یہ اختیار ہووے۔ اور جب دونوں میں سے ایک نے غلہ وقف فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی یا ایک نے دوسرے کو اپنی طرف سے اسکا وکیل کیا تو بیع جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کسی نے وقف میں ایک شخص کو متولی کیا اور اُسپر یہ شرط کر لی کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف سے وصی کرے تو شرط جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا اور اُسنے

ایک جماعت کو وصی مقرر کیا تو انمین سے کوئی تنہا تصرف کا مختار نہوگا اور نصف غلہ اس جماعت کے قبضہ مین رہیگا جو بجاے وصی فوت شدہ کے قائم ہوئی ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے قرار دیا کہ میری موت کے بعد فلان و فلان دو شخص اسکے متولی ہین پھر دونون مین سے ایک مرا اور دوسرے متولی کو اپنی طرف سے امر وقف کا وصی کر گیا تو زندہ کو تصرف دونون کیطرف سے تمام وقف مین جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دو آدمیون کو اپنا وصی کر گیا پھر ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بجاے اسکے دوسرا شخص مقرر کر دیگا تاکہ دو راے مجتمع ہوجاوین کہ جو وقف کنندہ کی غرض تھی اور اگر قاضی نے تمام ولایت اسی ایک کو جسنے قبول کیا ہے دیدی تو جائز ہے اور چاہیے کہ یہ بلا خلاف ہووے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجاے طفل کے ایک مرد[له] مقرر کر دیگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ولایت وقف اسطرح قرار دی کہ فلان شخص تنہا اسکا متولی ہے یہانتک کہ میرا فرزند بالغ ہو پھر جب بالغ ہووے تو اسکا شریک ہوگا تو جو اسنے اپنے فرزند کیواسطے قرار دیا ہے وہ حسنؒ کی روایت کے موافق نہین جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص کو وصی کیا باینطور کہ اسقدر مال معلوم کے عوض ایک زمین خرید کرکے اسکو ان ان وجوہ پر وقف کردے اور اس وصیت پر گواہ کر دیے تو جائز ہے اور یہ شخص متولی ہو جائیگا اور اسکو یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوسرے کو وصی کردے۔ اور اگر وقف پر ایک شخص کو متولی کردیا پھر دوسرا وقف کیا اور اسپر کوئی شخص متولی نہ کیا تو پہلا متولی اس وقف دوم کا متولی نہوگا الا اس صورت مین کہ واقف نے اس سے یون کہا ہو کہ تو میرا وصی ہے یہ بحر الرائق مین ہے اور اگر اسنے ولایت وقف کی شرط اپنی اولاد کے واسطے اس شرط سے کی کہ اولاد مین سے جو افضل ہو وہ متولی ہو پھر اسکے بعد جو افضل ہو وہ متولی ہو اسی ترتیب سے تو اسکی ولایت واقف کی اولاد مین سے افضل کو ہوگی پھر اگر افضل مذکور فاسق ہوگیا تو ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو فضیلت مین اسکے مثل یا قریب قریب ہے پھر اگر افضل نے فسق چھوڑ کر توبہ کرلی اور دوسرے کی بہ نسبت اصلاح افضل ہوگیا تو ظاہر الروایت کے موافق ولایت اسکی طرف منتقل ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر واقف نے کہا کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد مین سے افضل کو ہے پھر اسکے بعد جو افضل ہو اسی ترتیب سے پھر افضل نے اسکے قبول سے انکار کیا تو استحساناً ولایت وقف اسکو ملیگی جو فضیلت مین اس سے ملتا ہوا ہو اسواسطے کہ افضل کا انکار کرنا اس باب مین بمنزلہ اسکے نہونے و مرجانے کے قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نے ولایت وقف اپنی افضل اولاد کے واسطے قرار دی اور یہ سب فضیلت مین مساوی ہین تو یہ ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو سن مین ان سب سے بڑا ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور اگر ان سب مین کوئی ولایت کیواسطے لائق نہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی مقرر کردیگا یہانتک کہ انمین سے کوئی اسکے لائق ہوجاوے پس اسکو واپس کردیگا اور اگر واقف نے ولایت وقف اپنی اولاد مین سے دو آدمیون کیواسطے قرار دی حالانکہ انمین ایک مذکر و ایک مونث دو لائق ولایت ہین تو مونث اسکے ساتھ ولایت مین مشارک ہوگی کیونکہ فرزند کا اطلاق دختر پر بھی ہے بخلاف اسکے اگر کہے کہ میری اولاد مین سے دو لڑکون یا مردون کو تو ایسی صورت مین دختر کا کچھ حق نہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر قاضی نے انمین سے افضل کو متولی کیا پھر وقف کنندہ کی اولاد مین کوئی بچہ ایسا نکلا کہ وہ اول سے بھی افضل ہے تو ولایت اسی کو حاصل ہوگی اور اگر اولاد مین سے دو شخص باقیون

[له] قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ اس طفل کے بالغ ہونے تک اسکی نیابت مین مقرر کرے گا واللہ اعلم ۱۲

سے افضل مگر ایسین دونون برابر ہون توانمین سے جو شخص امر وقف سے زیادہ دانا ہو وہ متولی ہوگا اور اگر دو مین سے ایک پرہیزگاری و صلاحیت مین زیادہ ہو اور دوسرا امور وقف مین بڑھکر ہو تو دانا تر بامور وقف مستحق ہوگا بشرطیکہ اسکی جانب سے امن حاصل ہووے یہ ذخیرہ مین ہی- اور حاوی مین لکھا ہی کہ نوادر بن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے اپنے پسر صغیر کو وصی مقرر کیا پس قاضی نے اُس کا ایک وصی مرد بالغ مقرر کردیا تو جب یہ پسر صغیر بالغ ہو تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ وصی مذکور کو خارج کردے الا بحکم قاضی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور اگر ولایت وقف واسطے عبداللہ کے قرار دی یہان تک کہ زید آجاوے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہی پھر جب زید آجائیگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونون متولی ہونگے کذا فی الظہیریہ- ولیکن اگر اُسنے یہ بھی کہا کہ پھر جب زید آجاوے تو ولایت وقف اسی کو ہوگی پس اس صورت مین زید کے آنے پر عبداللہ کو ولایت وقف نہ رہیگی اور ہلالؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اول صورت مین بھی ولایت وقف زید کی طرف منتقل ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر اُسنے کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کیواسطے ہی جبتک وہ بصرہ مین ہی تو اُسکی شرط کے موافق رکھا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میری جورو کو ہی جبتک وہ کسی سے نکاح نہ کرے پھر جب نکاح کرے تو اسکے واسطے ولایت نہوگی تو اُسکے قول کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ ولایت وقف عبداللہ کے واسطے ہی پھر اسکے بعد زید کے واسطے ہووے پھر عبداللہ مرگیا اور ایک شخص وصی مقرر کیا تو ولایت وقف زید ہی کو حاصل ہوگی یہ حاوی مین ہی- اور اگر متولی مرگیا اور وقف کرنے والا زندہ ہی تو دوسرے متولی مقرر کرنے کی رائے واقف کے اختیار مین ہی قاضی کو نہ ہوگی اور اگر واقف مرگیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار درجہ اول مین اسکے وصی کو ہوگا کہ وہی قاضی سے اولی ہوگا اور اگر میت نے کسی کو وصی نہ کیا ہووے تو اسکا اختیار قاضی کو ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہی اصل مین مذکور ہی کہ جب واقف کے گھرانے مین سے کوئی شخص متولی وقف ہونے کے لائق موجود ہو تب تک قاضی کسی اور اجنبی کو متولی مقرر نہ کریگا اور اگر واقف کے گھرانے مین کوئی اس لائق نہو پس قاضی نے کسی اجنبی کو متولی مقرر کردیا پھر اسکے گھرانے مین کوئی ایسا پایا گیا جو متولی ہونے کے لائق ہی تو اجنبی سے منتقل کرکے اسکو دیدیگا یہ وجیز مین ہے حاوی مین مذکور ہی کہ انصاری نے اپنی کتاب وقف مین ذکر فرمایا کہ اگر حاکم نے وقف کنندہ کے مقرر کیے ہوئے متولی کو بسبب اسکے فساد کے خارج کردیا پھر اسکے بعد وہ صالح ہوگیا تو کیا آپ کے نزدیک یہ ہی کہ حاکم اسکو پھر متولی کرے فرمایا کہ ہان- اور اگر وقف کنندہ کے قرابتیون یا پڑوسیون مین سے کوئی ایسا نہین ہی کہ بغیر روزینہ لیے متولی وقف ہووے اور دیگر اجنبیون مین بعضے ایسے لوگ ملتے ہین کہ بغیر روزینہ لیے ہوئے کار وقف انجام دینے کو قبول کرتے ہین تو فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہی کہ وقف اور جن لوگون کو وقف کا نفع پہونچتا ہی انکے حق مین جو بہتر دیکھے وہ کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی- جامع الفصولین مین مذکور ہی کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ متولی میری اولاد یا اولاد کی اولاد مین سے ہو پس آیا قاضی کو اختیار ہی کہ بلا ظہور خیانت دوسرے کو متولی کردے اور اگر دیا تو متولی ہوگا یا نہوگا تو شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے فوائد مین فرمایا کہ نہین یہ نہر الفائق مین ہی- اور اگر قاضی مرگیا یا معزول کیا گیا تو جسکو وقف پر متولی مقرر کیا ہی وہ اپنے حال پر متولی رہیگا یہ قنیہ مین ہی- اور متولی وقف کو اختیار ہی کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو داخل

وقف سپرد کرے جیسے وصی کو روا ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کر جاوے ولیکن اگر واقف نے متولی مذکور کے واسطے کچھ مال ؎۱ مسمی مقرر کیا ہوگا تو وہ اس شخص کے واسطے جسکو متولی نے مقرر کیا ہے نہ ہوگا بلکہ اس امر کا مرافعہ قاضی کے حضور میں کرے جبکہ اُسنے تبرع سے کام کیا ہو تاکہ قاضی اسکے واسطے اجر المثل ؎۲ مقرر کردے ولیکن اگر وقف کرنیوالے نے یہ اختیار پھر متولی کو دیدیا ہو تو متولی مذکور کے مقرر کرنے ہی سے اسکے واسطے مال مسمی اُجرت معلومہ جو متولی اول کے واسطے تھی اس دوسرے کے واسطے مقرر ہو جائیگی اور قاضی سے مرافعہ کی ضرورت نہوگی اور قاضی کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ جسکو متولی نے داخل کیا ہے اُسکے واسطے وہی قرار دے جو وقف کرنیوالے نے اپنے مقرر کیے ہوئے کیلئے قرار دیا تھا یہ فتح القدیر میں ہے - اور اگر متولی نے چاہا کہ اپنی صحت و حیات مین بجائے اپنے دوسرے کو مقرر کردے تو نہین جائز ہے الا اُس صورت مین کہ ولایت اسکو بر سبیل تعمیم سپرد کیگئی ہو یہ محیط مین ہے - اور اگر چند گنتی کے معلوم لوگون پر وقف ہو پس اُنھون نے بدون حکم قاضی کے اپنا ایک متولی مقرر کردیا تو اسمین بہت گفتگو ہے چنانچہ صدر الشہید حسام الدین - فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ انکی طرف سے متولی کردینا نہین صحیح ہے اور شیخ الاسلام ابو الحسن رح سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ ایسی صورت مین یہ حکم دیتے تھے کہ اگر اُنھون نے متولی مقرر کردیا تو متولی ہو جائیگا جیسے اگر قاضی نے اُسکی اجازت دیدی تو ہو جاتا ہے پھر متاخرین مشائخ و استاذ ظہیر الدین نے اتفاق کیا کہ افضل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے طور پر متولی مقرر کرین اور قاضی اُس سے آگاہ ہو اور یا سو چیکر اُنھون نے اموال وقف مین انکی جمع دیکھکر احتمال فساد کیا اور بندہ کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین وہ فساد واقع ہو گیا جس کا ان کو احتمال تھا پس واجب ہوا کہ متاخرین ہی کا فتوی اختیار کیا جاوے یہ غیاثیہ مین ہے - ایک مسجد معین کیواسطے ایک وقف صحیح ہے اور اسکا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مرگیا پھر اہل مسجد جمع ہوئے اور اتفاق کر کے بدون حکم قاضی کے اُنھون نے ایک شخص کو متولی وقف کردیا پھر اس متولی نے حاصلات وقف سے تعمیر کی مسجد مذکور کا انصرام کیا تو مشائخ نے اس تولیہ مین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تولیہ ؎۳ نہین صحیح ہے اور قیم کا مقرر کرنا قاضی کے اختیار مین ہوگا پھر اگر اس متولی نے وقف کو اجرت پر دیا اور تعمیر مسجد مین حاصلات وقف کو خرچ کیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ جب تولیہ صحیح نہوا تو وہ غاصب ہو جائیگا اور غاصب جب مال غصب کو اجارہ پر دے تو اجرت اسی کی ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر اس روایت کے ماخوذ نہونے پر تنبیہ کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ خود مجھے معلوم ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اوقاف کے غصب کرنیوالے سے تاوان لیا جاوے کذا فی فتح القدیر قال المترجم ہان جو اوقاف کو غصب کرے وہ ضامن قرار دیا جاوے ولیکن مسئلہ کتاب قاضیخان مین یہ ہے کہ اوقاف غصب کردہ کو اجارہ پر دیکر اسکی اجرت لے تو اس اجرت کا ضامن نہوگا فافہم لعل ہما سر الاخر فلیتامل اور اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ وہ لوگ دوسرے شہر مین ہین تو انکے شہر کے قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کیواسطے کوئی متولی مقرر کرے اور اگر اسکے واسطے سالانہ کوئی مقدار معلوم مین مقرر کردی تو بقدر اجر المثل کے اسکے واسطے حلال ہے اگرچہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط نہ کیا ہو یہ سراجیہ مین ہے - اور اگر وقف کے دو قیم ہون کہ ایک کو ایک شہر کے قاضی نے اور دوسرے کو دوسرے شہر کے قاضی نے مقرر کیا ہو پس آیا دونون مین سے ہر ایک کو روا ہے کہ بدون دوسرے کے تصرف کرے تو شیخ امام اسمعیل زاہد نے فرمایا کہ چاہیے کہ دونون مین سے ہر ایک کا تصرف جائز ہو اور اگر

؎۱ مثلاً سو روپیہ سالانہ یا مثل اسکے ۱۲ ؎۲ یعنی ایسی کارگزاری پر جو اجرت ملنا چاہیے اسکا اندازہ کردے ۱۲ ؎۳ متولی مقرر کرنا ۱۲

ان دونون قاضیون مین سے ایک نے چاہا کہ جس قیم کو دوسرے قاضی نے مقرر کیا ہو معزول کردے تو فرمایا کہ اگر قاضی مذکور کو اسکے معزول کرنے مین وقف کے واسطے کوئی مصلحت معلوم ہوئی تو اسکو یہ اختیار ہوگا ورنہ نہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر قاضی نے وقف کے واسطے باوجود ایک قیم کے دوسرا قیم مقرر کیا تو اس سے پہلا معزول نہوجائیگا بشرطیکہ وہ وقف کنندہ کا مقرر کیا ہوا ہو وے اور اگر خود قاضی کا مقرر کیا ہوا ہو اور دوسرے کے مقرر کرنے پر اسکو آگاہ کردیا تو معزول ہوجائیگا فتاوی صاحبیہ مین ہی کہ اگر متولی وقف نے وقف کی کوئی چیز فروخت کی یا رہن کی تو یہ خیانت ہی پس وہ معزول کردیا جاوے یا اُسکے ساتھ کوئی ثقہ معتمد اور مقرر کیا جاوے۔ اور وقف کنندہ کی طرف سے جو شخص متولی مقرر ہوا اگر اُسنے کہا کہ مین نے اپنے آپ کو معزول کیا تو وہ معزول نہوجائیگا لیکن اگر وقف کنندہ سے یا قاضی سے کہا اور وہ خارج کردے تو خارج ہوسکتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر متولی وقف نے کوئی چیز وقف کی اجارہ پر دی پھر معزول کیا گیا اور بجاے اسکے دوسرا قیم مقرر کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ اُجرت وصول کرنیکا اختیار اسی معزول کو ہوگا اور اصح یہ ہی کہ جو جدید مقرر ہوا ہی اسکو ہوگا اسواسطے کہ معزول نے اسکو وقف کیواسطے اجارہ پر دیا تھا اپنی ذات کیواسطے نہین دیا تھا۔ اور اگر قیم نے ایسا دار فروخت کیا جسکو اُسنے مال وقف سے خریدا تھا پس اگر اُسکا ثمن جو مشتری سے قرار پایا ہی اسکی قیمت سے زائد نہو تو قیم کو اختیار ہی کہ مشتری کے ساتھ اسکی بیع کا اقالہ کرلے اور اسیطرح اگر یہ معزول کیا گیا اور دوسرا بجاے اسکے مقرر کیا گیا تو مقرر شدہ کو اس بیع کے اقالہ کا اختیار ہی اور اس مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ بحر الرائق مین ہی اگر وقف کنندہ نے وقف کے واسطے کوئی قیم مقرر کیا پھر قیم مذکور مرگیا تو اسکو اختیار ہی کہ بجاے اسکے دوسرا مقرر کرے اور اسکی موت کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ قاضی مقرر کرے اور افضل یہ ہی کہ جبتک وقف کی اسکی اولاد یا اقارب مین سے جبتک کوئی ایسا پایا جاوے جو اس کام کے لائق ہو تب تک اسی کو مقرر کرے یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر اراضی موقوفہ مین کوئی درخت خرما ہو اور قیم کو خوف ہوا کہ یہ تلف ہوجائیگا تو قیم کو اختیار ہوگا کہ وقف کی آمدنی مین سے فصیل خرید کرکے اسکو جماوے تاکہ وہ منقطع نہوجاوے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور یہ مسئلہ نظیر اسکی ہی کہ اگر کوئی دار وقف کیا گیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ لکڑیان اور اینٹین جو اسکی مرمت کے واسطے درکار ہون داخل کرے تاکہ وہ خراب نہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اس اراضی مین سے کوئی قطعہ شجہ کہ اسمین کچھ پیدا نہوتا ہو پس اسکی کچھ اصلاح کی ضرورت ہو تاکہ اسمین پیداوار ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ جملہ اراضی کی حاصلات سے پہلے اس قطعہ زمین کی اصلاح کرے یہ محیط مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ تعمیر جبھی آمدنی وقف سے ہوگی کہ جب خرابی کسی شخص کے فعل سے نہو لواسوجہ دلواجیہ مین فرمایا کہ ایک شخص نے وقف دار کو اجارہ دیا پس مستاجر نے اسکے رواق کو جانورون کا مربط بنایا کہ وہان باندھا کرتا تھا پس اُسکو خراب کیا تو وہ ضامن ہوگا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر اراضی موقوفہ کے قیم نے چاہا کہ اس اراضی مین کوئی قریہ آباد کرے کہ اس مین لوگ زیادہ ہون اور حفاظت کرین اور اس مین غلہ کی پیداوار بڑھے کیونکہ اُسکی ضرورت ہی تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور یہ مثل اسکے ہی کہ ایک کاروان سراے فقیرون پر وقف ہی اور وہان ایک خادم کی ضرورت ہی کہ کاروان سراے کو جھاڑ بہار کر صاف رکھے اور دروازہ کھولے اور بند کرے پس متولی نے اسمین سے ایک کوٹھری کسی شخص کو رہنے کے واسطے دیدی اور اسکی اُجرت کا عوض یہ ہی کہ یہ کیا کرے اور اسکی پرداخت مین مشغول ہے تو یہ جائز ہی

ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اسکے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہون اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بہ نسبت پیداواری زراعت و درختون کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اسمین مکانات بنوادے کہ انکو اجارہ پر دیا کرے بخلاف اسکے اگر زمین موقوفہ عمارات شہر سے دور ہو تو ایسی صورت مین قیم کو اختیار نہوگا کہ اس مین مکانات بنوا کر انکو اجارہ پر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر غلہ آراضی کی مشروط لہ ایک جماعت ہو جن مین سے بعضے اس امر پر راضی ہوئے کہ متولی اسکی مرمت مال وقف سے کرے اور بعض نے انکار کیا پس جو راضی ہوے متولی اسکا حصہ انکے حصۂ آمدنی سے تعمیر کریگا اور جو انکار کرتا ہے اسکا حصہ اجارہ پر دیگا اور اسکی آمدنی اسکی عمارت مین صرف کریگا یہانتک کہ تعمیر پوری ہو جاوے پھر بحال سابق اسکی طرف عود کریگی یہ خزانۃ المفتین و حاوی مین ہے۔ اور فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہے کہ ایک دوکان فقیرون پر وقف کی گئی ہے اور اسکا ایک قیم ہے پھر ایک شخص نے بغیر اجازت قیم کے اسمین کوئی عمارت بنائی تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ اسکا خرچہ قیم سے واپس لے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر بنانے والا اپنی عمارت اس طرح رفع کرکے لیجا سکتا ہے کہ بناے قدیم کو مضرت نہ پہونچے تو اسکو اختیار ہوگا کہ رفع کر لیجاوے اور اگر بدون مضرت بناے قدیم کے رفع کر لیجانا ممکن نہین ہے تو نہین لیجا سکتا ہے ولیکن یہانتک اسکو انتظار دیا جائےگا کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو کر نکل آوے پھر اسکو وہ لے لیگا اگر وہ اس امر پر راضی نہوا کہ قیم مذکور قیمت دیکر وقف کے واسطے اسکا مالک ہو جاوے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اسقدر معاوضہ دیکر وقف کے واسطے قیم اسکا مالک ہو جاوے تو جائز ہے ولیکن یہ دیکھا جائیگا کہ بنے ہوے ہونے کی حالت مین اسکی کیا قیمت ہے اور توڑی ہوئی حالت مین اسکی کیا قیمت ہے پس جو قیمت دونون مین سے کم ہو اس سے زیادہ معاوضہ دینے پر روا نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا گھر اس شرط سے وقف کیا کہ فلان شخص اپنی زندگی بھر اسمین رہے یا دس برس یا زیادہ مدت معلومہ تک اسمین رہے پھر بعد اسکے یہ گھر مسکینون پر وقف ہے تو یہ جائز ہے۔ اور فلان مذکور کو یہ اختیار نہوگا کہ اس دار کو کرایہ پر دے ہان یہ اختیار ہوگا کہ خود اسمین مع اپنے اہل و عیال و خادمون کے رہے پھر جن لوگون پر وقف کیا ہے اگر وہ ایک جماعت ہو جنمین سے بعض اسمین رہنا چاہتے ہین اور بعضے اسکو اجرت پر دیا چاہتے ہین تو قاضی انکو حکم دیگا کہ تہایو کرلین یعنے چند روز کی باری (اپنی باری کرلین ۱۲) کرلین پھر جو شخص رہنا چاہتا ہے وہ باری کے ایام مین اسمین رہے اور جو شخص اجارہ پر دینا چاہتا ہے وہ اپنی باری پر اسکو کرایہ پر دیدے یہ حاوی مین ہے اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط کی کہ اسکی آمدنی فلان شخص کے واسطے ہے تو اسکی کوئی روایت متقدمین سے نہین پائی جاتی ہے اور اگر ایک شخص کیواسطے کرایہ مکان کی وصیت کی گئی ہو اور اسنے چاہا کہ مین اسمین رہا کرون تو متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے پس کرایہ کی وصیت کی صورت مین اختلاف ہونے سے بطریق دلالت وقف مین بھی اختلاف ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ احتیاط یہ ہے کہ قیم اسکو سواے اس شخص کے جسپر وقف کیا گیا ہے دوسرے کو اجارہ پر دیکر اسکا کرایہ وصول کرکے جسپر کرایہ وقف کیا گیا ہے اسکو دیدے یہ مبسوط سرخسی مین ہے اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ بدین شرط کہ وہ لوگ اسکو کرایہ پر چلاوین اور انکو اسمین رہنے کا اختیار نہین ہے تو اسکی شرط کے موافق عملدرآمد ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور قیم کو یہ اختیار نہین ہے کہ جو وقف بروجہ تعمیم

مدرسہ تھا اور باقی بوجہ فقر اُسکی آمدنی سے تعمیر مدرسہ کی جو فاضل بچا ہو اسکو بطور دین بکر فقیہو نپر صرف کرے اگرچہ
وہ لوگ اسکے حاجتمند ہون یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر اراضی وقف کی آمدنی سے قیم کے پاس مال جمع ہوگیا ہو اور اسکو کوئی وجہ (مسئلہ متعلق بہ آتا ہی)
خیر نظر آئی مگر وقف مین بھی تعمیر و اصلاح کی ضرورت ہی اور قیم کو خوف ہوا کہ اگر مین وقف کی تعمیر و اصلاح مین صرف کرتا ہون
تو یہ نیکی ہاتھ سے جاتی ہی تو دیکھا جاوے کہ اگر اراضی وقف کی اصلاح و مرمت مین دوسری آمدنی وصول ہونے تک تاخیر
کرنے مین کھلا ہوا ایسا ضرر نہو کہ جسسے وقف کے خراب ہوجانیکا خوف ہو تو وہ مرمت و اصلاح وقف مین تا حصول
آمدنی دیگر تاخیر کرے اور موجودہ مال کو اس وجہ خیر کیطرف صرف کرے اور وجہ خیر سے یہان یہ مراد ہی کہ ایسی وجہ
خیر ہو کہ ایک نوع فقیرونپر آمدنی صرف ہوتی ہو جیسے کافرونکے ہاتھ مین مسلمان قید ہوگئے ہون انکی رہائی مین
یا جو شخص جہاد سے منقطع ہوگیا ہو اسکی دستگیری مین صرف کرے اور رہی تعمیر مسجد یا رباط یا اسکے مانند ایسی جو خیر جسمین
اہلیت تملیک نہین ہی یعنے ایسی نہین ہین کہ صدقہ انکے ملک مین کردیا جاوے تو ایسے وجوہ کی جانب غلہ ۱ وقف کا صرف کرنا
اُسکو نہین روا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف کی آمدنی سب مستحقین مین صرف کردی حالانکہ وقف مین
تعمیر و اصلاح کی ایسی ضرورت ہی کہ تاخیر روا نہین ہی تو متولی مذکور ضامن ہوگا اور جب اُسنے ضمان دیدی تو چاہیے کہ جو
مستحقین کو دیا ہی اسکو مستحقین سے واپس لے سکے برقیاس مودع یعنے جیسے پسر کا مال اگر کسی کے پاس ودیعت ہو اور اُسنے
بغیر اجازت پسر نے یا قاضی کے پسر کے والدین کو انکے نفقہ مین دیا تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور پسر کے والدین
سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ وقف کی ایک دوکان بازار مین اپنے قریب کی دوسری دکان پر جھک پڑی
اور دوسری دوکان تیسری دوکان پر جھک پڑی اور قیم نے دوکان وقف کی تعمیر سے انکار کیا تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ اگر وقف کی
آمدنی اسقدر موجود ہو کہ اُس سے دوکان وقف کی تعمیر ہوسکے تو دونون دوکانون کے مالکون کو اختیار ہوگا
کہ وہ قیم کو ماخوذ کرین کہ آمدنی وقف سے اس دوکان کو مرمت و تعمیر کرائے اور اپنے موقع پر کراوے اور انکے
ملک سے اس شاغل کو دور کرے اور اگر وقف مین اتنی آمدنی نہو کہ اُس سے اسکی تعمیر و اصلاح ممکن ہو تو
دونون دوکان والون کو چاہیے کہ قاضی کے حضور مین مرافعہ کرین پس قاضی اس قیم کو اس تعمیر کے واسطے قرضہ لینے کا
حکم دیگا جو آمدنی وقف سے ادا کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور وقف کے پڑے ہوئے میدان
مین اگر متولی نے کوئی عمارت بنائی تو وہ وقف کی ہوگی اگر اسکو وقف کے مال سے بنایا ہو یا اپنے ذاتی
مال سے بنایا اور وقف کے واسطے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اُسنے اپنے واسطے بنائی اور گواہ
کرلیے ہین تو اسی کی ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے کوئی عمارت بنائی اور کچھ نیت نہ کی تو اسی کی ہوگی یہی
یہی حکم درخت لگانے مین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر وقف کے درم اپنے حاجت مین صرف کرلیے اور اُسکے
مثل وقف کی عمارت و مرمت مین خرچ کردیے تو ضمان سے بری ہوجائے گا۔ اگر وقف کے مکان مین قیم
نے کوئی شہتیر داخل کیا بدین قصد کہ اُس کی آمدنی سے اسکو لے لونگا تو اسکو اختیار ہی۔ اور اگر متولی نے
اپنے مال سے وقف پر خرچ کیا اور واپس لینے کی شرط کرلی تو واپس لے سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہے

۱ [illegible]

اور اگر قیم نے یا مالک نے مکان کے مستاجر[لا] سے کہا کہ مین نے تجھے اسکے تعمیر کی اجازت دی پس اُسنے اس مین
کوئی تعمیر باجازت قیم یا مالک بنائی تو اُسکا خرچہ مالک یا قیم سے واپس لیگا اور یہ اسوقت ہی کہ جو عمارت بنائی ہی
اُسکا بڑا فائدہ مالک کی طرف راجع ہو اور اگر مستاجر کی طرف راجع ہو اور مکان کے حق مین اُس سے ضرر ہو
جیسے چہ بچہ یا کچھ مکان اس تعمیر مین پھنس جاوے جیسے تنور تو واپس نہین لے سکتا ہی تاوقتیکہ اُسنے واپس لینے
کی شرط نہ کر لی ہو یہ قنیہ مین ہی شیخ ابو الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف کی چوتھائی آمدنی تعمیر
مدرسہ مین اور تین چوتھائی فقیرون پر وقف تھی پس اُسنے آمدنی اسی طرف صرف کی مگر مدرسہ کی تعمیر کی
اسسال کوئی ضرورت نہ تھی پس وہ بچا ہوا رکھا ہی پس آیا قیم کو جائز ہی کہ اسکو فقیہون یعنی مدرسین مدرسہ
کو بطور قرضہ کے دیدے کہ آئندہ سال کی انکی آمدنی سے وضع کر لے اور حال یہ ہی کہ ان لوگون کو حاجت ہی تو
شیخ نے فرمایا کہ نہین اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا تو اُنہون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہی
ایک شخص نے اراضی مزروعہ اس طور پر وقف کی کہ میرے قرابتی محتاجون کو اور میرے گانون کے محتاجون کو پھر جو
بچے وہ مسکینون کو دیا جاوے تو جائز ہی خواہ وہ لوگ داخل شمار ہون یا نہون - اور اگر متولی نے چاہا کہ انمین سے
بعض کو تفضیل دے تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین اول آنکہ وقت وقف اسکے قرابتی محتاجون اور گانون کے
محتاجون پر ہو اور ہر دو فریق داخل شمار نہین ہین دوم آنکہ ہر دو فریق داخل شمار ہین سوم آنکہ ہر دو فریق مین سے
ایک داخل شمار ہی اور دوسرا داخل شمار نہین ہی پس وجہ اول مین نصف آمدنی واسطے فقراے قرابت کے اور
نصف واسطے فقراے گانون کے الگ کرے پھر ہر فریق کے حصہ مین سے جسکو چاہے دے اور جسطرح تفضیل کے ساتھ
چاہے دے اسواسطے کہ وقف کرنیوالے کا مقصود صدقہ ہی اور صدقہ مین یون ہی حکم ہی اور دوسری صورت مین
دونون کی آمدنی ان سبکی تعداد پر مساوی تقسیم کر کے بانٹ دے اور اسکو تفضیل دینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وقف کا
قصد وصیت ہی اور وصیت کا حکم یون ہی ہوتا ہی اور تیسری صورت مین پہلے اسکی آمدنی کے دو حصے کرے پھر جس فریق
کے لوگ داخل شمار ہین انکو مساوی انکی تعداد پر بلا تفضیل تقسیم کر دے اور جو فریق داخل شمار نہین ہی اسکا حصہ مجموعی کہ لے
پھر انمین سے جسکو چاہے جسطرح چاہے اس مجموعہ مین سے دے پس تفضیل کا مختار ہی جیسے کہ ہم نے بیان کیا اور یہ تفریع بنا بر
قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ہی اور بنا بر قول امام محمدؒ کے حاصل نہین ہو سکتی ہی یہ ذخیرہ کردری مین ہی - اور اگر وقف
کنندہ نے فقراے اس شہر پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار نہون تو قیم کو اختیار ہی کہ انمین سے جسکو چاہے
دیدے اور اگر داخل شمار ہون تو انکی تعداد پر مساوی تقسیم کر دے کہ جسمین مرد و عورت سب برابر ہونگے - اور اگر قیم نے
انمین سے جو داخل شمار ہین کسی ایک کا حصہ اپنی ذات پر خرچ کر لیا تو انکو اختیار ہوگا کہ چاہے قیم سے ضمان لے
یا اپنے شریکون سے اپنا حصہ وصول کرلے پھر وہ لوگ قیم سے لے لینگے - اور اگر وقف کنندہ نے شرط کی ہو کہ محتاج کو اسکا
قوت دیا جاوے تو اسکی آمدنی سے جیسا کھانا اور کپڑا اور رہنے کا مکان ممکن ہوگا دیگا پھر اگر اراضی وقف ہو تو
ہر ایک کو بشرط امکان سالانہ قوت دیدے اور دیگر اوقاف جو کرایہ پر چلائے جاتے ہین انمین ماہواری قوت دیگا یہ

لا اجارہ لینے والا جسکو ہمارے عرف مین ٹھیکہ دار کہتے ہین ۱۲ منہ

فتاوی غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اراضی وقف خراب ہوگئی اور متولی نے چاہا کہ اسمین سے تہوڑی زمین فروخت کر کے اسکے ثمن سے باقی کی مرمت کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر متولی نے عمارات مین سے کوئی عمارت جو منہدم نہین ہوئی ہی فروخت کی تاکہ مشتری گرالے یا پھلدار درخت بیچا تاکہ مشتری کاٹ لے تو بیع باطل ہی پھر اگر مشتری نے عمارت کو گرالیا یا درخت کو کاٹ لیا تو قاضی کو لازم ہی کہ اس قیم کو اس وقف سے خارج کرے اسواسطے کہ وہ خائن ہوگیا پھر قاضی کو اختیار ہی چاہے اس مبیع کی قیمت اس بائع سے تاوان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے پس اگر بائع سے تاوان لے تو اسکی بیع نافذ ہوگئی اور اگر مشتری سے تاوان لی تو بیع باطل ہوگئی مشتری اپنا ثمن اُس سے واپس لے یہ ذخیرہ مین ہی ایک اراضی وقف ہی جسکے متولی کو وقف کنندہ کے وارث سے یا ظالم سے خوف ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو فروخت کر کے اُسکا ثمن صدقہ کر دے ایسا ہی نوازل مین مذکور ہی اور فتوی اس امر پر ہی کہ یہ نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ وقفی درخت اگر پھلدار ہون تو انکا فروخت کر دینا نہین جائز ہی الا جبکہ وہ اکھڑ گئے ہون اور اگر ایسے درخت ہون کہ پھل نہین دیتے ہین تو قبل اُکھڑنے کے انکی بیع جائز ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور درختان وقف یعنی جو باغ انگور کے اندر ہین انکی بیع کرنے مین یہ حکم ہی کہ دیکھا جاوے اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے ناقص نہوتے ہون تو انکی بیع نہین جائز ہی اور اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے ناقص ہوتے ہون تو دیکھا جاوے کہ اگر ان درختون کے پھل بہ نسبت انگورون کے زائد ہون تو متولی کو روا نہین ہی کہ انکو فروخت کرے اور قطع کرے۔ اور اگر بہ نسبت انگورون کے کم ہوتے ہون تو متولی کو انکی بیع کا اختیار ہے۔ اور اگر یہ درخت ایسے ہون کہ پھل نہ دیتے ہون اور انگورون کے پھل انکے سایہ کی وجہ سے کم ہوتے ہون تو متولی کو اختیار ہی کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر انگورون کے پھل انکے سایہ سے کم نہ ہوتے ہون تو متولی کو اختیار نہین ہی کہ انکو فروخت کر کے قطع کرا دے اور اگر یہ درخت مثل دلب[2] و بید وغیرہ کے ہون تو انکی بیع جائز ہی اسواسطے کہ یہ درخت بمنزلہ پھلون کے ہین اسلیے کہ بید و دلب جب قطع کیے جاتے ہین تو دوبارہ اُگتے ہین اور پھر کاٹے جاتے ہین تو پھر اُگتے ہین اسیطرح جب کاٹے جاتے ہین پھر اُگتے ہین اور اسیطرح اگر درختان توت۔ کے پتے فروخت کر دے تو جائز ہی اور اگر مشتری نے ان درختونکے پالو قطع کرلینی چاہی تو متولی اُسکو ممانعت کرے اور اگر متولی نے مشتری کو پالو کاٹنے سے ممانعت کرنے سے انکار کیا تو یہ فعل اسکا خیانت ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکان وقف مین جوز کا درخت ہو پھر یہ مکان خراب ہوگیا یعنی عزول[1] ہوجاوے تو قیم کو روا نہین ہی کہ مکان کی تعمیر کیواسطے اس درخت کو فروخت کر دے ولیکن دار کو کرایہ پر دے اور کرایہ سے اسکی تعمیر کرے اور درخت مذکور کے پھلون کو فروخت کر کے تعمیر مکان مین لگا دے مگر یہ نہین کر سکتا ہی کہ خود درخت کو بیچ ڈالے ایسا کرے یہ سراجیہ مین ہی متولی مسجد نے اگر مال مسجد کے عوض کوئی دکان یا مکان خرید پھر اسکو فروخت کر دیا تو جائز ہی بشرطیکہ متولی مذکور کو خرید کرنیکا اختیار و ولایت حاصل ہو۔ اور یہ مسئلہ بر بنای مسئلہ دیگر ہی اور وہ یہ ہی کہ متولی مسجد نے اگر اہل صلات سے جو مسجد کے واسطے توقف ہی کوئی مکان یا دوکان خریدی تو یہ مکان یا دوکان آیا ان دوکانونسے ملحق ہوگی جو مسجد کے واسطے

[1] بربادی و گرجانے مکان و دیوار وغیرہ کو کہتے ہین ۱۲ [2] دلب بضم اول ملہ درخت چنار کو کہتے ہین ۱۲

وقف ہیں یا نہیں اور اسکے معنی یہ ہیں کہ آیا یہ بھی وقف ہو جائیگی یا نہوگی اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہی اور صدر شہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہی کہ وہ وقف ہو جائیگی ولیکن مسجد کیواسطے کرایہ پر چلائی جائیگی یہ مضمرات میں ہی۔ اور اگر وقف مسجد کے مال سے ایک کپڑا خرید کر مساکین کو دیدیا تو جو ثمن اُسنے مال وقف سے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ خرید اُسکی ذات کیواسطے واقع ہوئی تھی یہ اسعاف سے بحرالرائق میں نقل ہی۔ اور اگر فقیر و نیز اپنا دار وقف کیا تو قیم اسکو کرایہ پر دیگا اور اسکی اُجرت سے پہلے اسکی تعمیر میں لگاویگا اگر حاجت ہو اور قیم کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اہل اربین کسی کو بغیر اُجرت کے ساکن کرے یہ محیط میں ہی جامع الجوامع میں مذکور ہی کہ اگر یہ منہدم ہو کر وہ دوبارہ بنایا گیا تو اسکے ساکنین اسکے احق ہونگے الا اس صورت میں کہ اسطرح منہدم ہو گیا ہو کہ اُسمیں سے کوئی بیت بھی باقی نہ رہا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہی اور اگر قیم اجارہ پر دینے کے بعد مر گیا تو عقد اجارہ نہ ٹوٹیگا اور اگر وقف کنندہ نے خود اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اسمیں قیاس یہ ہی کہ اجارہ باطل ہو جاوے اور اسی کو ابو بکر اسکاف رح نے اختیار فرمایا ہی اور استحسان یہ ہی کہ اجارہ نہ ٹوٹیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ فتاوی محمد بن الفضل میں مذکور ہی کہ متولی نے زمین وقف کو اجارہ پر دیا پھر متولی و مستاجر قبل انقضائے مدت کے مر گیا تو زراعت اس مستاجر کے وارثوں کی ہوگی یعنی اپنے بیجون سے کھیتی بوئی ہو اور زراعت سے جو کچھ اراضی کو نقصان ہوگا وہ نقصان ان وارثوں پر واجب ہوگا اور یہ تاوان نقصان اس اراضی وقف کے کاموں میں صرف کیا جائیگا اور جسپر اراضی وقف ہی انکو نہ دیا جاویگا یہ حاوی حصیری میں ہی۔ اور اگر قاضی نے وقف کے دار کو اجارہ پر دیا پھر قبل مدت اجارہ گذرنے کے معزول کیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا یہ مضمرات میں ہی۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسپر وقف ہی وہی متولی بھی ہو اور اُسنے اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اگرچہ مال اجارہ اُسیکا ہی یہ حاوی میں ہی۔ اور اسیطرح اگر مدت اجارہ تمام ہونے سے پہلے ان لوگوں میں سے جنپر وقف ہی بعضے مر گئے تو بھی اجارہ باطل نہ ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس صورت میں ان بعض موقوف علیہ کے مرنے تک جو کچھ اجرت واجب ہوئی ہی اسمیں سے ہر ایک کو اُسکا حصہ دیا جائیگا اور میت کا حصہ اسکے وارث کو دیا جائیگا اور بعد ان بعض کے مرنے کے جو کچھ کرایہ تا آخر مدت واجب ہوا وہ مخصوص انھیں لوگوں کا ہوگا جو زندہ باقی ہیں اور اسیطرح اگر اول بعض کے مرنے کے بعد تھوڑی مدت پیچھے اور بعض بھی مر گئے تو اسمیں بھی اسی طریقہ پر قیاس سے آمدنی تقسیم ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی اور اگر اُجرت پیشگی لے لیگئی ہو اور جن لوگوں پر وقف ہی انھوں نے باہم تقسیم کر لی پھر انمیں سے بعض مر گئے تو قیاس یہ ہی کہ قسمت ٹوٹ جائیگی اور جو مر گیا ہی اسکے مرنے کے وقت تک جتنی اجرت واجب ہوئی اسمیں سے جو کچھ اسکا حصہ ہو وہ دیا جائیگا ولیکن ہم استحسان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسیطرح اگر تعجیل اُجرت شرط کی گئی ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ میں ہی فرمایا کہ اگر مکان وقف کو سال بھر کیواسطے سو درم پر اجارہ دیا اور جنپر یہ مکان وقف کیا گیا ہی وہ تین نفر ہیں پھر تہائی سال گذرنے کے بعد انمیں سے ایک مر گیا پھر اور ایک تہائی گذرنے کے بعد دوسرا بھی مر گیا اور تیسرا باقی رہگیا تو سال کی پہلی تہائی سال کی اُجرت درمیان وارثان میت اول و درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تین تہائی تقسیم ہوگی اور دوسری تہائی سال کی اجرت درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تقسیم ہوگی اور تیسری تہائی پوری شخص ثالث کو ملیگی پس مسئلہ کی تخریج اٹھارہ سے ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور جامع الفتاوی میں مذکور ہی کہ اگر وقف کنندہ

اپنا مقرر کیا ہوا وصی چھوڑ کر مر گیا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ وقف کو اجارہ پر دیدے اور اگر وصی نے اسکو اجارہ فاسدہ پر دیا تو مستاجر پر اسکا اجر المثل واجب ہوگا در صورتیکہ مستاجر نے اُس سے نفع اٹھایا ہو مگر اجر المثل اس مقدار سے جس پر وصی راضی ہوا متجاوز نہ کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر متولی وقف نے ایسے دار کو جو فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے ایکسال سے زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے کوئی شرط نہ کر دی ہو تو مختار یہ ہے کہ اراضی موقوفہ کی صورت میں تین سال تک کیواسطے اجارہ دینے کے جواز کا حکم دیا جاوے الا اُس صورت میں کہ قاضی کے نزدیک عدم جواز کیواسطے کوئی مصلحت ظاہر ہو پس عدم جواز کا حکم دے اور سوائے اراضی کے دیگر چیزوں میں جب یکسال سے زائد مدت مقرر کی ہو تو عدم جواز کا حکم دیا جاوے الا اُس صورت میں کہ جواز کیواسطے کوئی مصلحت نظر آوے تو جواز کا حکم دے اور یہ امر ایسی بات ہے کہ باختلاف مواضع و اختلاف زمانہ کے اسکا حکم مختلف ہوگا کذا فی السراجیہ اور یہی فتوی کیواسطے مختار ہے اور مزارعت و معاملات میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ متولی کو تین سال سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دینا چاہیے اور اگر اُسنے تین سال کی مدت سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیا تو اجارہ جائز ہوگا اور یہ قول حکم مختار سے قریب ہے اسواسطے کہ متولی کا فعل کسی مصلحت دیکھ لینے پر دلالت کریگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے یہ شرط کر دی ہو کہ ایکسال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جاوے حالانکہ لوگ ایک سال کیواسطے اُسکے اجارہ لینے پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور ایکسال سے زیادہ کیواسطے اسکا اجارہ پر دینا وقف کے حق میں آمدنی کی راہ سے بہت بہتر ہے اور فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہے تو متولی کو روا نہیں ہے کہ وقف کنندہ کی شرط سے خلاف کرے اور اسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیگا مگر ہاں یہ کریگا کہ قاضی کے حضور میں یہ امر پیش کریگا تاکہ قاضی اسکو سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیدے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے وقفنامہ میں بیان کیا ہو کہ یکسال سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر نہ دیا جاوے الا جبکہ زیادہ مدت کیواسطے اجارہ پر دینا فقیروں کے حق میں نافع ہو تو ایسی صورت میں متولی کو خود اختیار ہوگا کہ اسکو بھلائی دیکھکر سال بھر سے زیادہ کیواسطے اجارہ پر دیگا اور قاضی کے پاس مرافعہ کرنیکا محتاج نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر کسی بڑے مکان میں ایک کوٹھری کی جگہ وقف ہو اور اسکو کوئی سالانہ اجارہ پر نہ لیتا ہو ہاں اجارہ طویلہ پر مانگی جاتی ہو تو اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی راہ اسکے شارع عام سے ملی ہو تو وہ اجارہ طویلہ پر نہ دیجائیگی اور دوم یہ کہ ایسا نہو تو اجارہ طویلہ پر دیدیجاویگی یہ وجیز میں ہے اور واضح ہو کہ وقف کا اجارہ دینا اجر المثل سے کم پر نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وقف کی دوکان بعوض اجر المثل کے کرایہ پر لی پھر کسی دوسرے نے اگر بلاوجہ اُجرت دینی قبول کی تو پہلا اجارہ فسخ نہ کیا جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی تین برس کیواسطے بعوض اُجرت معلومہ کے جو اُسکے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی حتی کہ اجارہ جائز ہوگا بلکہ اسی میں کی اجرت ارزاں ہوگئی تو اجارہ فسخ نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور فتاوی کبری میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زمین وقف کو تین برس کیواسطے اجرت معلومہ پر جو اُسکے اجر المثل

ـــه قال المترجم ظاہر یہ ہے کہ یہ مراد ہے کہ اگر متولی نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو اسمیں بھی ایسا ہی حکم ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ ـــه اجارہ طویلہ کتاب الاجارہ میں مذکور ہے وہاں رجوع کرنا چاہیے یا مقدمہ میں دیکھنا چاہیے اور خلاصہ یہ کہ تیس برس کے واسطے بشرائط اجارہ پر لیتے تھے ۱۲ منہ

کے برابر ہو اجارہ پر لی پھر جب نئے سرے سال شروع ہو گیا تو لوگوں کی رغبتیں زیادہ ہو گئیں اور زمین کی اُجرت کا نرخ بڑھ گیا تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ اجر المثل سے کم ہونیکی وجہ سے اجارہ کو توڑے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی میں کسی کی دوکان بنی ہو اور مالک دوکان نے وقف کی اراضی کو اجر المثل یعنی اسی اجرت پر جو ایسی زمین کی ہوتی ہے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائے کہ اگر بر تقدیر یکہ یہ عمارت یہاں سے دور کر دیجاوے تو زمین اُس سے زیادہ کرایہ پر لیجاویگی جتنا یہ دیتا ہے تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اپنی عمارت یہاں سے دور کر کے لیجاوے ورنہ اسی اُجرت پر اسکے پاس چھوڑی جائیگی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی نے زمین وقف کی اراضی جو میدان پڑی ہوئی ہے کسیقدر مدت معلومہ تک کیواسطے اُجرت معلومہ پر جو ایسی زمین کی اجرت کے برابر ہو متولی سے اجارہ پر لی اور اسمیں متولی کی اجازت سے عمارت بنائی پھر جب مدت گذر گئی تو دوسرے شخص نے اس اراضی کا آیندہ اسیقدر مدت تک کے لیے زیادہ کرایہ منظور کیا پس پہلا مستاجر جسقدر زیادہ دینے پر راضی ہو گیا پس آیا پہلا مستاجر بہ نسبت اس دوسرے بڑھانیوالے کے اولی ہوگا تو جواب دیا گیا ہے کہ ہاں وہ اولی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے وصف الخصاف میں مذکور ہے کہ اگر وقف کرنیوالے نے وقف کو اجارہ طویلہ پر اجارہ دیا پس اگر بسقدر طویل اجارہ دینے سے اصل رقبہ وقف کے تلف ہونیکا خوف ہو تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس اجارہ کو باطل کر دے یہ ذخیرہ میں ہے فتاوی اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ اگر کوئی سرائے یا رباط[1] فی سبیل اللہ جیسے مرمتی کے قابل ہونیکو آگئی تو وہ کرایہ پر چلائی جاوے اور کرایہ سے اسکی مرمت کیجاوے پھر جب اسکی تعمیر و درستی پوری ہو جاوے تو آیندہ اجارہ پر نہ دیجاوے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف خراب ہو گیا اور متولی اسکی تعمیر سے عاجز ہوا تو قاضی اسکو کرایہ پر دیگا اور اسکے کرایہ سے اسکی تعمیر و مرمت کرے پھر جب تعمیر سے درست ہو جاوے تو متولی کے قبضہ میں واپس کر دے یہ تہذیب میں ہے اور اگر متولی نے وقف کی مرمت کیواسطے ساڑھے پانچ آنہ پر ایک مزدور مقرر کیا حالانکہ ایسے مزدور کی اُجرت پانچ آنہ ہے اور متولی نے مال وقف سے اسکی مزدوری دی تو جو کچھ دیا ہے سبکا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور وقف کا عاریت دینا اور اسمیں کسی کو بسانا نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ وقف کے متولی نے اگر کسی کو وقف کے مکان میں بلا اجرت بسایا تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ رہنے والے پر کچھ اجرت نہوگی اور متاخرین عامہ مشائخ کے نزدیک رہنے والے پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ یہ مکان کرایہ پر چلانیکے واسطے رکھا گیا ہو یا ایسا نہو اور یہ بغرض وقف کی نگاہداشت کے ہے اور اسی پر فتوی ہے اور ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص وقف کے مکان میں بدون حکم قیم کے رہا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر متولی نے وقف کو بعوض قرضہ کے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے اور اسیطرح اگر مسجد کے وقف کو اہل جماعت نے یا انمیں سے ایک نے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے پھر اگر مرتہن نے اس دار میں سکونت رکھی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو خواہ یہ مکان کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا نہیں اور شیخ صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ فتوی کیواسطے یہی مختار ہے یہ حاشیہ میں ہے اور متولی مسجد نے اگر ایسے مکان کو جو مسجد پر وقف ہے فروخت کیا اور مشتری نے اسمیں سکونت

[1] رباط فی سبیل اللہ وہ مکان بطور سرائے ہے جو سرحد اسلام پر جہان سے دار الکفر ملحق ہے بناتے تھے تاکہ مجاہدین دور دور سے یہاں آکر جمع ہوں پھر جب لشکر ہو جاوے تو جہاد کریں ۱۲ منہ

رکھی پھر یہ متولی معزول کیا گیا اور دوسرا متولی مقرر ہوا پس دوسرے متولی نے مشتری پر اس مکان کا دعویٰ کیا اور قاضی نے پہلے متولی کی بیع باطل کر دی اور مکان مذکور دوسرے متولی کو سپرد کیا تو مشتری پر جو ایسے مکان کا کرایہ بعد مدت کا ہوگا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر وقف کے متولی نے وقف کا مکان اسکے اجر المثل سے اسقدر کم کرایہ پر جسقدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں کرایہ پر دیدیا حتی کہ اجارہ جائز نہوا پھر مستاجر اسمیں رہا کیا تو بنابر اختیار متاخرین مشائخ کے مستاجر پر پورا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر رہا ہو اور اسیطرح اگر اسکو اجارہ فاسدہ پر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر قیم نے وقف کی اراضی کسی کو اجارہ پر دی پھر اس اراضی پر پانی چڑھ آیا تو اجرت ساقط ہو جائیگی اور اگر مستاجر نے اسپر قبضہ کر کے اسمیں زراعت نہ کی تو مستاجر پر اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر اجارہ فاسد ہوا اور مستاجر نے قبضہ کر لیا پھر اس زمین میں زراعت نہ کی یا مکان تھا کہ اسمیں نہ رہا تو اسپر کچھ واجب نہوگا اور بعض مشائخ نے وقف میں بغیر عقد کے اجارہ میں اجر المثل واجب ہونیکا فتوی دیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کا مکان اپنے بالغ بیٹے یا باپ کو اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہوا الا اسصورت کہ اجر المثل سے زائد پر دیا ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر متولی نے خود اجارہ پر لیا پس اگر اسنے اجر المثل سے کرایہ زائد دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قیم نے وقف کا مکان بعوض اسباب کے کرایہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے اجارہ میں عروض و اسباب کے بدلے اجارہ انہیں متاع سے جائز ہے جنکو لوگ اپنے عرف میں بیعوں کا ثمن و اجارہ کی اجرت قرار دیتے ہیں جیسے گیہوں و جو وغیرہ اور جو ایسے نہیں ہیں مثل کپڑے و غلام وغیرہ کے تو انکے عوض اجارہ بالاجماع نہیں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ پھر جب وقف کا اجارہ بعوض متاع کے بنابر قول امام کے جو جائز ہونیکا حکم دیتا ہے جائز ہوا تو قیم اس متاع کو جو اجرت قرار پائی ہے فروخت کریگا اور اسکا ثمن اسی وجہ میں صرف کریگا جسپر وقف ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جب شخص مذکور وقف کا قیم قرار پایا ہے اسکو اختیار ہے کہ زمین وقف میں جو وقف کیواسطے خود زراعت کرے اور اس کام کیواسطے مزدور مقرر کرے اور انکی اجرت اسکے غلہ سے ادا کرے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر قیم نے وقف کو اجارہ پر دیا اور مستاجر پر مرمت کی شرط کی تو اجارہ باطل ہوا لیکن اگر اسنے کسیقدر درم معلومہ بیان کیے اور مستاجر کو حکم دیا کہ انکو اسکی مرمت میں صرف کرے تو جائز ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور وقف کو اجارہ پر لینے والے کو روا نہیں ہے کہ اسمیں اپنے واسطے حوض بناوے الا اس صورت میں روا ہے کہ اجرت میں بڑھاوے اور عمارت وقف میں کسیطرح ضرر نہو اور اگر یہ وقف اکثر معطل رہتا ہو اور بدون اسوجہ کے کوئی اجارہ لینے پر رغبت نہ کرتا ہو تو بغیر اجرت میں زیادہ کرنیکے بھی جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا مکان ایک قوم معین پر وقف کیا اور آخر میں اسکو فقیروں پر قرار دیا پھر متولی نے اس مکان کو انہیں لوگوں کو اجارہ پر دیا جنپر وقف ہے تو اجارہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے ولیکن یہ واضح رہے کہ مستاجر کا حق ساقط ہو جائیگا یعنی جسقدر اسکا حق ہے اور اسیطرح اگر فقیر ایسے مکان میں اجارہ پر رہا جو فقیروں پر وقف ہے اور جو اسکا حق واجب ہوا ہے وہ حساب لگا کر جو اسپر واجب ہوا ہے اسمیں بلا کر دیگا یعنی مثلاً اس وقف میں سے سالانہ سو درم اسکے واسطے واجب ہوئے اور اسپر سو درم کرایہ واجب ہوا پس برابر کر دیا گیا تو یہ جائز ہے

جمعوں یا بالاجارہ ۱۲

یعنی مال وقف میں سے ۱۲

۱۲ [illegible]

۴۲۱

اسواسطے کہ ہمارے علماء سے یہ روایت محفوظ ہی کہ جسکا حق بیت المال مین واجب ہو اگر اُسپر زمین کا خراج بیچ اسکے بیت المال کے حق کیحساب سے چھوڑ دیا گیا تو جائز ہی پس ایسا ہی اس وقف کے اجارہ مین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اس شخص نے جسپر وقف ہی عین وقف کو خود اجارہ پر دیدیا تو فقیہ ابو جعفر نے اسکا قاعدہ یون فرمایا ہی کہ ہر جگہ جہان بوسیلہ جہت اس اجارہ دینے والیکی ہو بایں طور کہ وقف مذکور مین تعمیر و مرمت کی حاجت نہو اور اسکے ساتھ کوئی اور شریک نہو تو اسکو اختیار رہی کہ مکانات و دوکانہائے وقف کو خود اجارہ پر دیدے اور اگر وقف اراضی ہو تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی ہو کہ اسکی آمدنی سے پہلے خراج و عشر ادا کیا جاکر پھر جو کچھ عشر و خراج و خرچہ عمارت سے بچے وہ اس شخص کو جسپر وقف ہی دیا جاوے تو اس شخص کو جسپر وقف ہی یہ اختیار نہوگا کہ اس اراضی وقفی کو خود اجارہ پر دیدے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر اسنے یہ شرط نکی ہو کہ پہلے اسمین سے خراج و خرچہ ادا کیا جائے تو واجب ہی کہ جسپر وقف ہی اُسکو خود اجارہ پر دیدینا جائز ہو پس خراج و خرچہ اس شخص پر جسپر[1] وقف ہی واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وقف کی اراضی جنپر وقف ہی وہ دو ہون یا زیادہ اور ان لوگون نے باہم باری باری کر لی اور ہر ایک نے ایک ایک زمین لیکر خود زراعت کرے تو نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اراضی عشری ہو تو انکی اسطرح کی باری باندھنا جائز ہی اور اگر خراجی زمین ہو تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی کی حکایت کی گئی ہی کہ فرماتے تھے کہ چونکہ فتوی اسپر ہی کہ وقف کا اجارہ زیادہ سالونکے واسطے نہین جائز ہی تو بعض وقفنامہ لکھنے والون نے وقفنامون مین اجارہ وقف کیواسطے ایک حیلہ نکالا کہ وقفنامہ مین تحریر کیا کہ وقف کرنیوالے نے فلان شخص کو یہ اراضی فلان شخص دیگر کو اجارہ دینے کیواسطے وکیل کیا کہ ہر سال اسی کو سو درم پر مثلاً اجارہ پر دے اور ہر گاہ اسکو (زید کو مثلاً ۱۲) وہ وکالت سے خارج (عمرو کو مثلاً ۱۲) کرے تو وہ اسکا وکیل[2] ہی اور اس سے انکی غرض یہ ہی کہ وقف مذکور اس مستاجر کے پاس ایک سال سے زیادہ رہے پھر فقیہ ابو جعفر نے فرمایا لیکن وقف کی بہتری دیکھکر اور اسکی بھلائی کے قصد سے وقف مین ایسی وکالت کو باطل کرتے ہین اگرچہ قیاس[3] اسکے جائز ہونیکا مقتضی ہی جیسے کہ ہم اجارہ طویلہ کو بھی بنظر قصد بہتری وقف کے باطل کرتے ہین اور ہر گاہ کہ وقف کی حفاظت و نگاہداشت کی غرض سے ایسی وکالت کا باطل کرنا جائز ہوا تو ایسے عقود مترادفہ کا باطل کرنا بھی بغرض حفاظت و نگاہداشت وقف کے جائز ہی اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک نے وقف کی زمین[4] اجارہ پر لیکر اسمین دوکان بنائی اور اسمین رہنے لگا پھر وہ مکر نے چاہا کہ اسکا کرایہ بچ جاوے اگر اس مستاجر کو اسمین سے نکلوائے تو دیکھا جائیگا کہ اگر قیم نے اسکو ماہواری کرایہ پر دیا ہی تو جب مہینہ شروع ہو تو قیم کو اجارہ فسخ کرنیکا اختیار ہوگا پھر اسکے بعد اگر اس عمارت کے دور کر لینے مین وقف کو کچھ مضرت نہ پہونچتی ہو تو بنانیوالے کو اختیار ہوگا کہ اپنی عمارت کو یہانسے دور کرکے لیجاوے اور اگر وقف کو مضرت پہونچتی ہو تو وہ نہین لیجا سکتا ہی پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مستاجر اس امر پر راضی ہو کہ اس عمارت کے بنے ہونیکے حساب سے اور ٹوٹے ہوئے اور جدا کئے ہوئے کے حساب سے دونون حساب ہونے جسمین اسکی قیمت کم ہو اس کم قیمت کے عوض قیم کو وقف کیواسطے اسکا مالک کر دے اور یہ کم قیمت لے تو ایسا کرسکتا ہی ورنہ وہ اپنی عمارت یہان چھوڑ جاوے یہانتک کہ اسکی ملک کیطرح خلاص ہو جسمین وقف کو مضرت نہ پہونچے یہ مسئلہ جسمین ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ بنانے والے نے بدون اجازت و حکم متولی کے عمارت بنائی ہو

[1] جسنے اجارہ دی ہے ۱۲ [2] یعنے دونے ذالمجتہد (؟) معلوم ہون ۱۲ [3] یعنے برکات ہو ۱۲ [4] یعنے خرنا بارزمین جانتے ہین ۵ [5] یعنی اس دوکان مین سے ۱۲

اور اگر اُسنے متولی کے حکم سے عمارت بنائی ہو تو یہ عمارت وقف کی ہوگی اور بنانیوالے نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ متولی سے واپس لیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین وقف پر جلو کہ عمارت ہے اور عمارت[عہ] والے نے اس اراضی کو کچھ اجرت معلومہ پر جو آج اُسکے اجر المثل کے برابر ہو اجارہ پر لیا ہے پھر ایک زمانہ کے بعد اس عمارت کا مالک اور ہو گیا اور متولی بھی جدید مقرر ہوا اور عمارت کا مالک چاہتا ہے کہ اسکا کرایہ بقدر ادا کرے جو اگلے گذرے ہوئے وقت میں تھا اور متولی جدید اسپر راضی نہیں ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اب جو اسکا اجر المثل ہے وہی دیوے پس آیا متولی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں کذا فی الفصول العمادیہ۔ متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اسکو اختیار ہے کہ مستاجر سے قرضدار پر کرایہ کی اترائی[سلہ] قبول کرلے بشرطیکہ قرضدار مذکور مالدار ہو اور اگر متولی نے کرایہ کی بابت کوئی کفیل قبول کیا تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور آخر اجارات فتاوی ابواللیث میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کے درخت کسی کے ہاتھ فروخت کر دیئے پھر زمین مشتری کو اجارہ[علہ] پر دی پس اگر درخت مع جڑوں کے بدون زمین کے فروخت کیے تو جائز ہے بشرطیکہ اجارہ طویلہ نہو اور اگر درختونکو زمین کے اوپر سے فروخت کیا ہو یعنے زمین کے اوپری رخ پر سے فروخت کیے تو زمین کا اجارہ نہیں جائز ہے اور اگر درختان مذکور اس شخص کو سال یا دو سال وغیرہ کیواسطے بٹائی پر دیے پھر اراضی اسکو اجر المثل کے عوض اجارہ پر دیدی تو امام اعظم رح کے قول پر نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کا معاملہ یعنی بٹائی جائز ہے پس اجارہ بھی جائز ہوا اور احتیاط یہ ہے کہ درختونکو مع جڑونکے فروخت کر دے پھر زمین اسکو اجارہ پر دیدے تاکہ بالاتفاق جائز ہووے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص وقف کا قیم ہے اسکو روا ہے کہ اراضی وقف میں کام کرنے اور اسکو بڑھے و نالیاں بنانے و دیگر امور درستی کے واسطے مزدور کرے بشرطیکہ اراضی مذکور میں اسکی حاجت ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر وقف کی اراضی مزارعت پر دیدی تو جائز ہے بشرطیکہ اسمیں اسقدر کمی نہ کی ہو جسقدر لوگ پیداوار میں خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اور اسیطرح جو اسمیں خرما کے درخت ہیں اگر انکو بٹائی پر دیا تو بھی اسی شرط سے جائز ہے پھر اگر مزارعت یا بٹائی کی مدت گذرنے سے پہلے قیم مرگیا تو مزارعت و معاملہ[عہ] باطل نہوگا اور اگر کاشتکار یا بٹائی پر کام کرنیوالا مرگیا تو مزارعت و معاملت باطل ہو جائیگی۔ اور اگر قیم نے اراضی وقف کو سالہائے معلومہ کیواسطے مزارعت پر دیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ امر فقیروں کے حق میں زیادہ نافع و بہتر ہو۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ بدون تین سال کی تعداد مقرر کرنیکے مزارعت کو مطلقاً سالہائے[عہ] معلومہ کیواسطے جائز رکھا اور یہ صحیح ہے پس جس معنی کی وجہ سے مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا کہ وقف میں اجارہ طویلہ نہیں جائز ہے اور اگر وہ معنی یہ ہیں کہ مودی بابطال وقف نہو جائے سو مزارعت میں یہ معنی نہیں پائے جا سکتے ہیں۔ اور اگر وقف کی اراضی کو مزارعت پر یا وقف کے درختونکو معاملت پر دیا حالانکہ اسمیں [illegible] کیواسطے

سلہ یعنے مستاجر نے کرایہ اپنے مالدار قرضدار پر اترایا اور متولی نے یہ حوالہ قبول کر لیا ۱۲ منہ علہ قال المترجم واضح ہو کہ اگر کسی نے باغ کے پھل خریدے تو فی الفور توڑنے چاہیے ہیں اور اگر ان پھلوں میں اور لگے تو خلط ہونگے اور یہ مسئلہ خلافی معروف ہے پس اگر مراد یہ ہو کہ یہ سب پھل بڑے ہوں اور درختوں پر آخر تک لگے رہیں تو اسکا مسئلہ یہ ہے کہ درخت مع جڑوں کے خریدے پھر زمین کو اجارہ پر لے اب تمام مسئلہ کتاب پر غور کر کے سمجھنا چاہیے تب سمجھ میں آوے گا ۱۲ منہ

عہ یعنے کسی نے بنائی ہے اور اپنے واسطے بنائی ہو ۱۲ عہ درخت بٹائی پر لینا ۱۲ عہ تین ہوں یا زیادہ ہوں ۱۲

کوئی حصہ نہیں رکھا ہے تو یہ مزارعت و معاملت کا برتاؤ وقف پر جائز نہوگا اور وہ زمین کا غصب کر لینے والا قرار دیا جائیگا
پس اگر زمین مذکور نقصان سے بچی رہی تو ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان آیا تو ضمان واجب ہے چاہے دینے والے سے وصول
کیجائے اور چاہے لینے والے سے لیجاوے مگر جو غلہ زمین میں پیدا ہوا ہے اسمین سے وقف کے مستحقوں کا کچھ نہوگا لیکن معاملہ
کیصورتمین درختونسے جو پھل پیدا ہوئے ہین وہ سب وقف کے مستحقونکے ہین اسمین سے بٹائی پر لینے والیکا کچھ نہوگا وہان
اسکو اسکے کام کا اجر المثل ملنا چاہیے مگر یہ اجرت بھی دینے والے کے خالص مال سے ہوگی پھر وہ اسکے لینے والے سے
واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک اراضی وقف کی کسی نواح میں ہے جسکو وہانکے حاکم نے کسی قدر کچھ معلوم درہمونپر
اجارہ پر لیا پھر اسمین زراعت کی پھر جب غلہ حاصل ہوا تو متولی نے وہانکی مزارعت کے رواج کے موافق آدھا یا تہائی
غلہ طلب کیا اور لینے والے نے کہا کہ مجھپر اجرت واجب ہے تو متولی کو اختیار ہوگا کہ اس سے حصہ غلہ لے لے یہ خزانۃ المفتیین و
فتاوی قاضیخان میں ہے فرمایا کہ اگر وقف کی زمین عشری ہو اور اسکو قیم نے مزارعت یا معاملت پر دیا تو تمام حاصلات کا عشر
فقط دینے والے کے حصہ میں سے ہوگا اور یہ بنابر قول امام اعظم کے ہے کہ انکے نزدیک دسون کے عوض اجارہ پر دینے میں
زمین کا عشر مانند خراج کے دینے والے کے اوپر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے پس ایسا ہی
مزارعت میں بھی تمام پیداوار پر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور وقف الہلال میں مذکور ہے کہ اگر وقف میں مرمت کی حاجت پیش آئی
اور قیم کے پاس اسقدر نہیں ہے کہ جو مرمت کیواسطے کافی ہو تو قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقف پر قرضہ کرلے اور فقیہ ابو جعفر سے
مروی ہے کہ ہاں قیاس سے یہی حکم ہے ولیکن جس صورتمین ضرورت پیش آوے تو قیاس چھوڑ دیا جائیگا مثلاً زمین وقف میں کھیتی
ہے جسکو ٹڈیاں کھائے جاتی ہین اور قیم کو خرچہ کی ضرورت ہے کہ اس ضرر کو دفع کرے یا سلطان نے خراج کا مطالبہ کیا تو
ایسی صورتمین اسکو وقف پر قرضہ لینا روا ہے اور ایسی ضرورتونمین زیادہ احتیاط اسمین ہے کہ حاکم سے حکم لیکر قرضہ لیوے ولیکن
اگر حاکم وہانسے دور پر ہو اور اسکے پاس حاضر نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی حالتمین مضائقہ نہیں ہے کہ خود ہی قرضہ لے لے
یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ اس سال وقف میں غلہ نہوا اور اگر غلہ تھا مگر قیم نے تمام غلہ مستحقونکو بانٹ دیا اور
خراج کا حصہ نہ رکھا تو وہ حصہ خراج کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وقف کے قیم سے خراج و دیگر بار جو اس وقف پر
باندھے گئے ہین طلب کئے گئے حالانکہ قیم کے پاس وقف کے مال سے کچھ نہیں ہے پس اسنے قرضہ لینا چاہا تو اگر وقف کنندہ نے
وقف پر قرضہ لینے کی اجازت دی ہو تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر اجازت نہ دی ہو تو اسمین اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اگر قیم
ناچار ہو جاوے تو یہ امر قاضی کے حضور میں پیش کرے تاکہ وہ اسکو قرضہ لینے کا حکم دیگا ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے
پھر جب غلہ حاصل ہو تو اسمین سے یہ قرضہ ادا کر دیگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور جب تعمیر کی ضرورت پیش آوے کہ ناچاری ہے
تو قاضی کے حکم سے قرضہ لے اور سوائے تعمیر و مرمت کے اور امر کیواسطے پس اگر مستحقون پر صرف کے واسطے لینا چاہا تو
نہیں جائز ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے ہو یہ بحر الرائق میں ہے۔ اور اگر قیم نے وقف پر قرضہ اس غرض سے لینا چاہا کہ اسکی

سلہ اور جو نقصان زمین میں ہوا ہے وہ بھی ان کو دینا ہوگا ۱۲ منہ سلہ یا یہ مراد ہے کہ جس طرح امام اعظم کے نزدیک مزارعت میں
دینے والے کے حصہ پر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تمام پیداوار پر ہوگا مآل دونوں کا ایک ہے ۱۲ منہ

کاشت کے بیجون کے دام دے تو قاضی کے حکم سے بالاتفاق جائز ہی اور اگر اُسنے بدون حکم قاضی کے خود ایسا کیا تو اسمین دو روایتین ہین یہ غیاثیہ و ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر متولی نے وقف پر قرضہ لینا اس غرض سے چاہا کہ رہن کا ثمن ادا کرے یعنی جسکے عوض رہن ہی پس اگر قاضی نے حکم دیا تو ایسا کرسکتا ہی ورنہ نہین یہ سراجیہ مین ہی اور قرضہ لینے کی تفسیر یہ ہی کہ وقف کا غلہ نہو پس اسکو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی اور اگر وقف کا غلہ ہو اور اُسنے اپنے مال سے وقف کی بہتری مین صرف کیا تو یہ مال غلہ وقف سے واپس لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ وقف کی اراضی ایک کاشتکار کے پاس ہی جو اسمین بٹائی پر زراعت کرتا ہی اور اس مین روئی تھی پھر وہ روئی چوری گئی پھر کاشتکار نے یہ روئی کسی آدمی کے مکان مین پائی پس کاشتکار نے اسکو مواخذہ مین پکڑا اور اُس سے مخاصمہ کیا پس مکان والے نے کہا کہ مین تیرے لیے ضامن ہوا کہ مین تجھے پانچ من روئی دونگا پس آیا قیم کو حلال ہی کہ یہ اس سے لے تو اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ یہ معلوم ہو کہ مکان والا اپنی بدنامی و بے آبروئی کے خوف سے اسکو دیتا ہی دوم آنکہ یہ معلوم ہوگیا کہ اُسنے اسقدر یا زیادہ یہ چرائی یا اُسنے اقرار کردیا ہی کہ مین نے اس مقدار روئی[1] چرائی ہی سوم آنکہ معلوم ہو کہ اُسنے چرائی لیکن جسقدر دیتا ہی اُس سے کم چرائی تھی۔ تو اول صورتمین اسکو لینا نہین جائز اور دوسری صورتمین جائز ہی اور تیسری صورتمین جسقدر کا چرانا یقینی معلوم ہی اُسیقدر کا لینا جائز ہی اور زیادہ نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کاشتکار نے مال وقف سے کچھ کھالیا اور متولی نے اُس سے کسی چیز پر صلح کرلی پس اگر متولی کے پاس اُسکے دعوی کے جو کاشتکار پر کرتا ہی گواہ ہون یا کاشتکار مقر ہو تو متولی کو روا نہین ہی کہ اسمین سے کچھ چھوڑ کر صلح کرے بشرطیکہ کاشتکار تونگر ہو اور اگر کاشتکار فقیر ہو تو گھٹانا جائز ہی بشرطیکہ جو کاشتکار پر ہی اسکی نسبت کرکے جسپر صلح ہوئی ہی غبن[2] فاحش (یعنی زیادہ نقصان) نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے وقف کے کارپرداز کیواسطے اُسکی کارپردازی کے عوض سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا ہو تو جائز ہی اور اُس کارپرداز کو اُن کامونکی جو ایسے شخص آدمی کرتا ہی اور کرنیکی عادت چلی آئی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے وقف کی تعمیر و مرمت کرانا اور اسکا کرایہ پر چلانا اور اسکی آمدنی وصول کرنا اور جن وجوہون پر وقف ہی انپر تقسیم و صرف کرنا کذا فی الحاوی۔ اور اُسکو نچاہیے کہ ان کامونمین کچھ تقصیر کرے اور وہ جو وکیل لوگ یا مزدور لوگ کرتے ہین تو اُسکو ایسا کرنا نہین پہونچتا ہی یہ محیط مین ہی حتی کہ اگر اُسنے کسی عورت کو متولی کیا اور اُسکے واسطے کوئی اُجرت معلومہ مقرر کی تو اُسکو ویسی ہی تکلیف دیجائیگی جیسے رواج کے موافق عورتین کرسکتی ہین۔ اور اگر وقف کے مستحقون نے قیم سے نزاع کیا اور حاکم سے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ مال اُسکے واسطے بمقابلہ اسکے کام کے قرار دیا ہی اور یہ شخص کام نہین کرتا ہی تو حاکم اسکو ایسے کام کرنیکی تکلیف نہ دیگا جو متولی لوگ نہین کیا کرتے ہین یہ بحرالرائق مین ہی۔ اور متولی کو کوئی مرض مثل جنون یا اندھے ہوجانے یا گونگے ہوجانیکے لاحق ہوا پس اگر باوجود اسکے وہ کام کرکے حکم دے سکتا اور ممانعت کرسکتا ہی تو اجرت قائم رہیگی اور اگر اس سے یہ نہو سکے تو اُسکو اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر متولی مین کسی نے طعن کیا تو قاضی اسکو متولی ہونیسے خارج نہ کریگا الاجبکہ اُس سے کوئی خیانت ظاہر ہو پس جب اسکو خارج کیا تو اُس سے وہ اُجرت جو وقف کرنیوالے نے اسکے واسطے وقف کا کام انجام دینے کے مقابلہ مین مقرر کی تھی قطع کریگا

[1] یعنی علم ہوا یا اسکا اقرار پایا گیا [2] قال المترجم بعض نے کہا کہ نصف یا زائد غبن فاحش ہی اور بعض نے کہا کہ ایک درم یا زائد غبن فاحش ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور جس متولی کو قاضی نے خارج کیا اگر وہ پھر صالح ہو جاوے تو پھر اسکو ولایت وقف دیدیگا یہ حاوی مین ہے اور اگر چاہا کہ اسکے ساتھ دوسرا آدمی کار وقف مین داخل کرے یعنے دونون آدمی کام انجام دین اور اس حال مین تنخواہ اسکے واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہین ہے اور اگر یہ مال جو اُسنے بیان کیا ہے وہ قلیل ہو جسمین اول کے لیے تنگی ہو لیس حاکم کی راے مین آیا کہ اس دوسرے کیواسطے جسکو داخل کیا ہے وقف کے غلہ مین سے کچھ مقرر کرے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اور اگر وقف کرنیوالے نے اس متولی کیواسطے جو وقف کا کام کرتا ہے اسکے کام کے مقابلہ مین سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا اور یہ مال جو وقف کرنیوالے نے اسکے واسطے مقرر کیا ہے اُسکے اجر المثل سے زائد ہے تو یہ جائز ہے اور ایسی صورت مین اسکے اجر المثل کو نہ دیکھا جائیگا اور جو شخص وقف کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے اسکو اختیار ہے کہ وقف کے امور مین سے جو کام اسکے اختیار مین ہے اُسکے واسطے کسیکو وکیل کردے جو بجاے اسکے اس کام کو انجام دے اور وقف مین سے جو اسکو ملتا ہے اُسمین سے اس وکیل کیواسطے کچھ مقرر کردے۔ اور اسکو اختیار رہیگا کہ جب چاہے اس وکیل کو معزول کردے اور چاہے اُسکی جگہ دوسرا بدلدے یہ فتح القدیر مین ہے۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے امر وقف کے کام سرانجام دینے والے قیم کیواسطے مال مقرر کردیا پھر اس قیم نے کسی دوسرے کو قیم مقرر کیا اور یہ مال اسی کے واسطے کردیا تو یہ جائز نہین ہے[1] الا اس صورت مین کہ وقف کرنے والے نے اسکو ایسا اختیار دیدیا ہو یہ حاوی مین ہے اور اگر اس قیم نے کسیکو وقف کے کام مین وکیل کیا یا کسیکو اپنے لیے اپنا وصی کردیا اور جو کچھ وقف کرنیوالے نے اسکے لیے مقرر کیا تھا وہ سب یا اسمین سے کچھ اس وکیل یا وصی کیواسطے کردیا پھر اسکو جنون[2] مطبق ہو گیا تو اُسکی توکیل و وصیت باطل ہو جائیگی اور مال مین سے جو کچھ اُسنے وصی یا وکیل کے واسطے مقرر کیا ہے وہ وقف کے غلہ مین واپس جائیگا لیکن اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ جب یہ مال قیم کی طرف سے منقطع ہو تو فلان راہ مین صرف کیا جاوے تو یہ مال اسی راہ مین صرف کیا جائیگا اور وقف کے غلہ مین واپس داخل نہ کیا جائیگا یہ بحر الرائق مین ہے اور قاضی کیطرف رجوع کیا جائیگا کہ وہ کسی قیم کو مقرر کرے یہ فتح القدیر مین ہے اور واضح ہو کہ جنون مطبق ایسا جنون ہے جو ایک سال کامل برابر ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ایک سال اسکی عقل زائل ہی اور کار وقف کے سرانجام سے عاجز رہا پھر اسکی عقل اسکی طرف عود کر آئی اور وہ چنگا ہو گیا تو مثل سابق کے وہ اس وقف کے قیام مین مقرر ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر حاکم کے نزدیک یہ بات صحیح ٹھہری کہ یہ متولی اس وقف کے کام کے لائق نہین ہے پس اسکو حاکم نے خارج کردیا اور بجاے اسکے دوسرا متولی مقرر کیا پھر حاکم کی جگہ دوسرا حاکم آیا پس معزول شدہ متولی نے دعوی کیا کہ جو حاکم تجھ سے پہلے تھا اُسنے بدون اسکے کہ مجھپر ایسی کوئی بات ثابت ہو جسسے مین خارج کیے جانیکا مستوجب ہون مجھے اس وقف سے خارج کیا ہے تو اُسکا دعوی مسموع نہ ہوگا و قول قبول نہ ہوگا۔ لیکن دوسرا حاکم اس سے فرمادیگا کہ تو میرے سامنے اسکو ثابت کر کہ تو اس وقف کے کام سرانجام دینے کے لائق ہے تاکہ مین تجھے اسکے قیام مین واپس مقرر کردون پھر اگر اس حاکم کے نزدیک صحیح ہوا کہ یہ اُسکے لائق ہے تو اسکو دوبارہ اُسکی جگہ پر مقرر کردے اور جب مقرر کیا تو اس وقف کی آمدنی سے

[1] یعنے دوسرے قیم کا مقرر کرنا بھی اور یہ مال اُسکا کرنا بھی دونون علیٰحدہ علیٰحدہ جائز نہین ۱۲ منہ [2] برابر رہتا ہے افاقہ نہین ہوتا اگر وقیل ایک سال کامل گذرے تو جنون مطبق ہے اور ماہ کامل کا قول قوی ہے ۱۲ منہ

اُسکے واسطے جو مال مقرر تھا وہ جاری کردے یہ ذخیرہ میں ہے اور اسیطرح اگر حاکم نے اسکو بسبب فاسق ہونے و خائن ہونیکے خارج کیا پھر اُسنے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور گواہ قائم کئے کہ یہ شخص اب اس کام کی اہلیت رکھتا ہے تو حاکم اسکو اسکی جگہ پر دوبارہ مقرر کردیگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قاضی نے اس قیم کو جسکو وقف کنندہ نے مقرر کیا ہے اور اُسکے واسطے وقف سے اسکے کام سے زائد مال مقرر کردیا ہو کسی وجہ سے خارج کردیا اور بجائے اسکے دوسرا مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اس مقرر شدہ کیواسطے وقف میں سے جسقدر قیم سابق کو ملتا تھا اسمیں سے بطور معروف یعنی بقدر اجر المثل کے اسکو دیوے اور باقی کو وقف کی حاجات میں داخل کردے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ قیم کیواسطے اسقدر مال جو میں نے اسکے واسطے مقرر کیا ہے وقف سے برابر جاری رہیگا اگرچہ قاضی اُسکو وقف کے متولی ہونیسے خارج کرے یا کہا کہ جب یہ مرجاوے تو اسکی اولاد و اولاد کی اولاد کا بھی برابر جاری رہیگا تو یہ شرط صحیح ہے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے آزاد کیے ہوئے مملوکوں پر کوئی وقف صحیح کیا پھر وقف کرنے والا مرگیا اور قاضی نے یہ وقف کسی قیم کے قبضہ میں دیا اور وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ اس قیم کیواسطے مقرر کیا اور وقف میں سے ایک طاحونہ ہے جو ایک مستاجر کے قبضہ میں مقاطعہ پر ہے اور اسمیں قیم کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہ طاحونہ جنپر وقف ہے وہ لوگ خود اُسکی آمدنی وصول کرتے ہیں تو اس طاحونہ کی آمدنی کا دسواں حصہ اس قیم کیواسطے واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر قاضی معزول کیا گیا اور قیم نے دعویٰ کیا کہ اسنے میرے واسطے اسقدر ماہواری یا سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اُسکی تصدیق کی تو بدون گواہوں کے قبول نہوگا پھر جو کچھ اسکے واسطے مقرر کیا تھا اگر اسکے کام کا اجر المثل ہے یا کم ہے تو دوسرا قاضی اسکو دیا کریگا ورنہ بقدر زیادتی کے کم کرکے باقی اسکو دینے کا حکم دیگا۔ اور قیم ہمیشہ اپنے کام کے اجر المثل کا مستحق ہوگا خواہ قاضی یا اہل محلہ نے اسکے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی ہو یا نکی ہو ہو اسواسطے کہ بظاہر وہ قیم ہونا بدون اجرت کے قبول نہ کریگا اور جو امر معہود ہوتا ہے وہ مثل مشروط کے ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے متولی ہوا اگر خود ہی اُسنے اس کام سے انکار کیا اور باز رہا اور یا مرافعہ قاضی کے سامنے پیش نہ کیا تاکہ اسکو معزول کرکے دوسرے کو اسکی جگہ مقرر کرے پس آیا وہ متولی ہونیسے خارج ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ خارج نہوگا اور اگر وہ مال وقف جو وقف کی زمین وغیرہ وقبول کرنیوالونپر چاہیے ہے اسکو تقاضا کرکے وصول کرنیسے ایک مدت تک باز رہا پس آیا اسمیں وہ گنہگار ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اگر بعضے قبول کرنیوالے جنپر مال کثیر بحق قبالہ چڑھ گیا تھا بھاگ گئے پس متولی اُسکا ضامن ہوگا یا نہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ متولی وقف نے اگر غلہ وقف وصول کرلیا پھر مرگیا اور بیان نہ کیا کہ اُسنے یہ غلہ کیا کیا ہے تو ضامن نہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اراضی عبداللہ و زید پر صدقہ وقف کی تو اُسکا نصف غلہ انھیں دونوں کے لیے ہوگا پھر جب دونوں مرگئے تو سب غلہ فقیروں کے لیے ہوجائیگا اور اگر ان دونوں میں سے ایک مرگیا تو نصف غلہ فقیروں کے لیے ہوگا اور اگر اُسنے عبداللہ و زید وغیرہ ایک جماعت کا نام لیا تو غلہ ان سب میں انکی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا پھر اگر انمیں سے ایک مرگیا تو اسکا حصہ فقیروں کا ہوگا اور جو باقی رہا وہ ان باقیوں پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے

ل کارپرداز و نگران و اصلاح کنندہ ۱۲ ۲ یعنی اسکی اجرت معین مقرر ہو چکی ہو جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی جس کو ہمارے عرف میں دراور نرخ کٹا ہوا بولتے ہیں ۱۲

اولاد عبداللہ پر وقف کیا اور انکا نام بتعداد و بیان نکیا تو جبتک عبداللہ کی اولاد مین سے ایک بھی رہیگا تب تک فقیرونکو کچھ نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اُسنے زید و عمرو کو بیان کیا اور نصف زید کیواسطے اور دو تہائی عمرو کیواسطے قرار دیا اور خاموش رہا تو تمام غلہ بطریق عول کے سات حصونپر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملینگے اور اگر کہا کہ زید کیواسطے نصف اور عمرو کیواسطے ایک تہائی ہے اور خاموش رہا تو جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہے وہ اسکو دیکر باقی دونوں مین نصفا نصف تقسیم کر دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی زید و عمرو پر صدقہ موقوفہ ہے اور عمرو کیواسطے اُسمین سے تہائی غلہ ہے یا کہا کہ عمرو کیواسطے اسمین سے سو درم ہین تو عمرو کو اسیقدر ملیگا جو اسکے واسطے بیان کیا ہے اور باقی دوسرے کو جس سے سکوت کیا ہے دیا جائیگا اور اسیطرح ہر چیز مین جسمین بیان کر دیا ہو یہی طریقہ ہے کہ جسکے واسطے کچھ بیان کر دیا ہے اسکو اسیقدر جو بیان کیا ہے دیا جائیگا اور باقی دوسرے کو جسکے واسطے کچھ بیان نہین کیا ہے ملیگا۔ اور اگر کہا کہ زید کیواسطے اسمین سے سو درم اور عمرو کیواسطے دو سو درم ہین حالانکہ مجموعہ آمدنی تین سو درم سے کم ہے تو جو کچھ حاصلات ہے وہ دونوں کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگی۔ اور اگر غلہ اُس سے زیادہ ہو تو جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہے وہ اسکو دیکر باقی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا یعنے سب پر مساوی بانٹ دیا جائیگا اور جو کچھ ہر ایک کیواسطے بیان کیا ہے اسکے حساب سے باقی تقسیم نہوگا اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے جسمین سے زید کیواسطے سو درم اور عمرو کیواسطے دو سو درم ہین تو انمین سے ہر ایک کو اسیقدر دیا جائیگا جو اس کے واسطے بیان کیا ہے اور باقی سب فقیرونکے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے اس شرط پر کہ اسمین زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے باقی ہے پھر حاصلات مین فقط سو درم آئے تو زید کو دیے جاوینگے اور عمرو کو کچھ نملیگا اور اسیطرح اگر کہا کہ اسمین زید کیواسطے سو درم ہین اور عمرو کیواسطے کچھ بیان نکیا پھر غلہ فقط سو درم آیا تو زید کو ملیگا اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے اسمین عبداللہ کیواسطے نصف غلہ اور زید کیواسطے سو درم ہین تو عبداللہ کو نصف غلہ دیا جائیگا اور باقی نصف مین سے زید کو سو درم ملینگے اور جو باقی رہا وہ فقیرونکے واسطے ہوگا اور اگر آمدنی مین[1] فقط سو درم ہون تو سب زید کو ملجاوینگے اور عبداللہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر آمدنی دو سو درم ہون تو عبداللہ کے واسطے سو درم اور زید کیواسطے سو درم ہونگے اور فقیرون کیواسطے کچھ نہوگا اور اگر آمدنی کے ڈیڑھ سو درم ہون تو زید کیواسطے سو درم اور باقی عبداللہ کیواسطے ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ میرے قرابتی فقیرون پر ہے تو اسمین سے ہر ایک کو جسقدر کھانے و کپڑے کیواسطے بطور معروف کافی ہو اسقدر دیا جائیگا پس جسقدر ہر ایک کیواسطے کافی ہوتا ہے ہر ایک کیواسطے اُسیقدر حساب لگا کر سب لوگ اُسکی آمدنی[2] مین حصہ دار ہونگے پس اگر غلہ اسقدر ہو کہ اُنمین سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہے تو ہر ایک کو اسکا قدر کفایت دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو اسی حساب سے شریک کیے جاوینگے اور غلہ انکی قدر کفایت سے زائد ہو تو بر حصص سب پر مساوی تعداد پر حصہ لگا کر برابر تقسیم ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس ہر سال جو کچھ

[1] اور اسیطرح اگر سو سے کم ہوں تو بھی یہی حکم ہے ۱۲ [2] قال المترجم مثلاً ایک کا قدر کفایت ۴ اور دوسرے کا ۸ اور تیسرے کا ۱۲ ہے اور آمدنی ۲۴ ہو تو ہر ایک کو اسکی قدر کفایت دیا جائیگا اور اگر آمدنی ۱۸ ہو تو اول والے کو ۳ اور دوم کو ۶ اور سوم کو ۹ دیے جاوین اور اگر آمدنی ۳۰ ہے تو ۲۴ قدر کفایت ہر ایک کو دیے جاوین اور باقی ۶ سب پر ۳ حصے مساوی کر دیے جاوین کہ ہر ایک کو دو دو دیے جاوین علی ہذا القیاس ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ اسمیں غلہ پیدا فرماوے اُسمیں سے میری قرابت کے ہر فقیر کو ہر سال اسقدر دیا جاوے جو اسکے کھانے و کپڑے کو بطور معروف کافی ہو پھر اسطرح تقسیم کے بعد آمدنی بڑھی تو یہ بڑھتی فقیروں کی ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اسکا غلہ پیدا ہو پس زید و عبد اللہ کیواسطے ہزار درم ہیں عبد اللہ کے واسطے اسمیں سے سو درم ہیں پھر اسکی آمدنی میں ہزار درم آئے تو اسمیں سے عبد اللہ کے سو درم ہونگے اور باقی زید کیواسطے ہونگے اور اگر اسکی آمدنی میں پانسو درم حاصل ہوئے تو پانسو درم دونوں کے درمیان دس سہام پر تقسیم ہونگے جسمیں سے ایک حصہ فقط عبد اللہ کو ملیگا اور باقی زید کو ملینگے اور اگر اُسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسمیں آمدنی عطا فرماوے اسمیں سے ہر سال ہزار درم نکالے جاویں جسمیں سے عبد اللہ کو سو درم دیے جاویں اور باقی زید کیواسطے ہونگے پھر اسکی آمدنی ہزار درم سے کم آئی تو پہلے عبد اللہ کو سو درم دیدیے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ سب زید کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بچا تو زید کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا ہو کہ پس وہ واسطے عبد اللہ و مساکین کے ہے تو نصف واسطے عبد اللہ کے اور نصف واسطے مسکینوں کے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اسکی آمدنی پیدا فرماوے پس یہ عبد اللہ و فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رح کے قول پر نصف حاصلات عبد اللہ کی اور نصف واسطے فقیروں و مسکینوں کے ہوگی اور یہی شیخ ہلال کا قول ہے اور امام اعظم کے قول پر ایک تہائی عبد اللہ کی اور تہائی فقیروں کی اور تہائی مسکینوں کی ہوگی اور بنا بر قول امام محمد رح کے آمدنی کے پانچ حصے کیے جاوینگے جسمیں سے ایک حصہ عبد اللہ کا اور دو حصے فقیروں کے اور دو حصے مسکینوں کے ہونگے اور اسکی نظیر جامع کی کتاب الوصایا میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور میرے پڑوسیوں اور میرے آزاد کیے ہوؤں اور مسکینوں کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک اور پڑوسیوں میں سے ہر ایک اور آزاد کیے ہوؤں میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ کے ساتھ اور مساکین سب کے سب ایک حصہ کے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور واسطے مساکین کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ سے اور جملہ مساکین ایک حصہ سے شریک کیے جاوینگے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ فقیروں اور قرضہ سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور گردنیں آزاد کرنیکے واسطے ہے تو امام محمد رح کے نزدیک انمیں سے ہر فریق دو سہام سے شریک کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک حصہ سے شریک کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ وجوہ صدقات پر ہے تو وجوہ صدقات وہ ہیں جو قرآن مجید میں آیت زکوۃ میں مذکور ہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں باب المصرف میں مفصل ذکر ہوا ہے و لیکن فرق اتنا ہے کہ وقف کی صورت میں عاملوں کو نہ دیا جائیگا اور جنکی تالیف قلوب مقصود ہوتی ہے وہ تو زکوۃ و وقف سب سے جاتے رہے ہیں پس انکے سوا جو باقی قسمیں رہی ہیں اُنپر تقسیم کیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا ہو کہ وجوہ صدقات و وجوہ البر پر وقف ہے تو فقراء و مساکین ایک حصہ سے اور گردنیں آزاد کرنے کے واسطے ایک حصہ سے اور قرضہ سے لدے ہوؤں کیواسطے ایک حصہ ہے اور فی سبیل اللہ ایک حصہ سے اور ابن السبیل یعنے مسافر کے لیے ایک حصہ سے اور وجوہ البر کیواسطے تین حصہ سے شرکت رکھی جائیگی۔ اور اگر اسنے کہا کہ واسطے فقیروں و قرضہ سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور حج کے صدقہ موقوفہ ہے اور انمیں سے ہر ایک کیواسطے کچھ درم معلوم بیان

کر دیے پھر اسکی آمدنی اس سے زیادہ ہوئی تو جسقدر زائد ہو وہ ان سب وجوہ کی تعداد پر تقسیم ہو کر ہر وجہ مین مساوی بڑھایا جائیگا یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی کسی شخص پر وقف کی اور شرط کی کہ اسکو ماہواری بقدر اسکی کفایت کے دیا جاوے حالانکہ اس شخص کے عیال نہیں ہین پھر اسکے عیال ہو گئے تو اسکو اسکی اور اسکے عیال کی کفایت کے لائق دیا جایا کریگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی نے ایک قوم پر وقف کیا مگر انھون نے قبول نہ کیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ سب نے رد کر دیا دوم آنکہ بعض نے رد کیا پس اگر سب نے رد کر دیا تو وقف جائز رہیگا اور غلہ فقیرونپر تقسیم ہوگا اور اگر بعض نے رد کیا تو دیکھا جاوے کہ جس لفظ سے انپر وقف کیا ہے یہ لفظ ان باقیونپر جنھون نے قبول کیا ہے بولا جاتا ہے تو پورا غلہ انھین باقیونکا ہوگا اور اگر یہ لفظ ان باقیونپر نہین بولا جاتا ہے تو جنھون نے نہین قبول کیا ہے اُنکا حصہ فقیرونپر صرف کیا جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر اُسنے اولاد عبداللہ پر وقف کیا پس بعض اولاد نے قبول کیا تو تمام غلہ باقیونپر تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے زید و عمرو پر وقف کیا پس زید نے قبول نہ کیا تو اُسکا حصہ فقیرونپر تقسیم ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ اولاد عبداللہ و اسکی نسل پر ہے پس سب نے ایک بارگی قبول نہ کیا تو یہ غلہ فقیرونکا ہوگا پھر غلہ اسکے بعد پیدا ہوا پس اُنھون نے قبول کیا تو غلہ انکے واسطے ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اسکے بعد اُسکا کوئی بچہ پیدا ہوا پس اُسنے قبول کیا تو غلہ اُسکا ہوگا یہ محیط مین ہے پس اگر اُسنے ایک سال غلہ قبول کیا پھر کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اسکا رد کرنا کچھ موثر نہوگا اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ لی ہوئی آمدنیون کے حق مین یہ جواب صحیح ہے اسواسطے کہ وہ سب اسکی ملک ہو گئی ہین پس انکو رد نہین کر سکتا ہے اور رہے وہ غلات جو آیندہ پیدا ہونگے تو انمین اسکی کچھ ملک نہین ہے ہان فقط حق اسکا انمین ثابت ہے اور خالی حق اگر رد کیا جاوے تو رد ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر زید پر اور اسکے بعد اسکی نسل پر وقف کیا ہو پس زید نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون نہ اپنے نفس کے واسطے اور نہ اپنی نسل کیواسطے تو اپنے نفس کے واسطے اُسکا رد کرنا جائز ہے اور اسکی نسل و اولاد کے حق مین اسکا رد کرنا نہین جائز ہے اگرچہ اُسکا فرزند صغیر ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین ایک سال قبول کرتا ہون تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہے اور اُسکا قبول کرنا فقط ایک سال کیواسطے موثر ہوگا اور اسیطرح اگر اُسنے کہدیا کہ اسکے ماسوائے مین قبول نہین کرتا ہون تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ اسیطرح اگر کہا کہ مین نصف آمدنی قبول کرتا ہون اور نصف نہین قبول کرتا ہون تو بھی اُسکے قول کے موافق ہوگا۔ اور اگر وقف کرنیوالے نے کہا کہ عبداللہ و زید پر جبتک دونون زندہ رہین پھر دونون مین سے ایک مرگیا تو دوسریکا نصف اسکو بحالہ ملیگا اور اُسکا یہ کہنا کہ جبتک دونون زندہ رہین اسمین دوسریکا حصہ باطل نہوگا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ عبداللہ اور اسکے بعد زید پر وقف ہے پھر عبداللہ نے اس وقف کے قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ زید کیواسطے ہوگا اور اگر عبداللہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا اور زید نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو وہ عبداللہ کے واسطے جبتک زندہ رہے برابر جاری رہیگا اور جب عبداللہ مرجاوے تو وہ فقیرونکے واسطے ہوگا یہ حاوی مین ہے۔

سلہ مترجم کہتا ہے کہ ایک نسخہ مین قولہ لا اقبل سنتہ کے بعد ہی متصل قولہ ولا اقبل فیما سوے ذلک ذکر کیا ہے اور میرے گمان مین یہ غلطی کاتب کی ہے فافہم قال المترجم فی النسخہ بعد قولہ لا اقبل سنتہ ذکر متصلاً قولہ ولا اقبل فیما سوے ذلک والظن انہ غلط الکاتب فافہم ۱۲ منہ

چھٹا باب وقف میں دعویٰ وشہادت کے بیان میں - اور اسمیں دو فصلیں ہیں فصل اول دعویٰ کے بیان میں

اگر کسی نے ایک زمین فروخت کی پھر کہا کہ میں اسکو وقف کر چکا تھا یا کہا کہ یہ زمین میرے اوپر وقف ہی پس اگر اسپر گواہ قائم نہ ہوے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ایسا نہیں کر سکتا ہی اسواسطے کہ قسم لینے کی شرط یہ ہے کہ پہلے صحیح دعویٰ ہولے حالانکہ یہاں بسبب تناقض کے دعویٰ صحیح نہ ہوا اسلیے کہ وقف مقتضی عدم ملک و بطلان بیع ہی اور خود یہاں بیع کی ہی جو مقتضی ملک ہی اور اگر اُسنے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے تو مختار یہ ہی کہ گواہ سنے جاوینگے اسواسطے کہ دعویٰ اگرچہ بسبب تناقض کے باطل ہوا ہی مگر گواہی باقی رہی ہی کہ وقف پر بدون دعویٰ کے گواہی سنی جاتی ہی یہ ذخیرہ میں ہی اور جب گواہی منکر قبول ہوئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ واقعات حسامیہ میں ہی اور فتاویٰ نسفی میں یہ ذکر فرمایا کہ وقف پر گواہی بدون دعوے کے صحیح ہی اور اسکو مطلقاً فرمایا کوئی تفصیل نہیں فرمائی حالانکہ علی الاطلاق یہ جواب صحیح نہیں ہی بلکہ صحیح اس تفصیل سے ہی کہ ہر وقف جو حق اللہ تعالیٰ ہو اُسپر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح ہی اور ہر وقف جو حق العباد ہو تو اُسکے وقف ہونے پر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح نہیں ہی کذا فی الذخیرہ اور شیخ رشید الدین نے یہ تفصیل ذکر کر کے کہا کہ امام فضلی رح نے اسیطرح تفصیل فرمائی ہی اور یہی مختار ہی اور یہ امام ابو الفضل کرمانی کا فتویٰ ہی یہ فصول عمادیہ میں ہی اور اس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں ہی کہ ثمن وصول کرنیکی غرض سے اس اراضی کو اپنے قبضہ میں روک رکھے یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی فلان مسجد پر وقف ہی اور گواہ پیش کیے تو قبول ہونگے اور بیع ٹوٹ جائیگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ بائع کے کلام میں تناقض نہوگا اور وہ تناقض نہیں قرار دیا جائیگا اور اول اصح ہی یہ ذخیرہ میں ہی - اور اگر اُسنے یہ کہا کہ یہ زمین مجھپر وقف ہی تو شیخ نسفی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہی کہ ایسا دعویٰ بالکل سرے سے مسموع نہوگا یہ خلاصہ میں ہی اور اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہی پھر اسکے بعد دعویٰ کیا کہ مجھپر وقف ہی تو اسکا دعویٰ مسموع نہوگا یہ ذخیرہ میں ہی - اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک ہی میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہی پھر دعویٰ کیا کہ اسکو میرے باپ نے مجھپر وقف کیا ہی تو بسبب تناقض کے دعویٰ مسموع نہوگا - اور اگر وقف کیے ہوے مکان کا متولی ہونا قبول کیا یا کسی ترکہ کا وصی ہونا قبول کیا اور یہ قبول کرنا بعد اُس امر سے آگاہ ہونے اور یقین جاننے کے تھا کہ یہ ترکہ ہی یا وقف ہی پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہی تو دعویٰ مسموع نہوگا اور اگر پہلے وقف ہونیکا دعویٰ کیا پھر میراث ہونیکا دعویٰ کیا تو بھی دعویٰ مسموع نہوگا لیکن اگر اُسنے دونوں دعووں میں اسطرح توفیق دیدی اور بات بنائی کہ میرے باپ نے پہلے مجھپر وقف کیا تھا لیکن یہ وقف لازم نہیں ہونے پایا تھا کہ میرا باپ مر گیا تو یہ دعویٰ مقبول ہوگا اور اگر کسی مکان یا زمین کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ہی پھر دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہی تو صحیح جواب یہ ہی کہ اگر اُسنے اس عقار کے رقبہ کا دعویٰ بسبب اپنے متولی ہونیکے کیا تھا تو دونوں دعووں میں توفیق ہو سکتی ہی اسواسطے کہ عادت

۱؎ یعنے بیع باطل ہونے کا حکم دیا جائیگا ۱۲ ۲؎ یعنی اسکے وقف ہونے پر ۱۲ ۳؎ یعنے واپس لینے تک ۱۲ ۴؎ یعنی مجھپر کا لفظ نہ کہا ۱۲ منہ
۵؎ اصل میں لوحی الوقیفہ ہی اور یہ غلط الکاتب ہو اور میرے نزدیک صحیح دعویٰ رقبہ ہی ۱۲ منہ ۶؎ تناقض دو باتیں ایسی باہم ایک دوسرے کی مخالف ہوں کہ کسی راہ سے دونوں نہ بن سکتی ہوں ۱۲ منہ

کے موافق وقف کو متولی اپنی طرف نسبت کرتا ہی بدین اعتبار کہ اسکو اسمین تصرف کا اور اسکی بابت خصومت کرنیکا اختیار حاصل ہوتا ہی اور اگر کسی مکان کی نسبت دعوی کیا کہ یہ میری ملک ہی پھر دعوی کیا کہ یہ وقف ہی کہ اسکو فلان شخص نے فلان مسجد پر وقف کیا ہی تو وقف کا دعوی مسموع نہوگا یہ خزانۃ المفتین و فصول عمادیہ مین ہی۔ اور فتاوی نسفی مین مذکور ہی کہ اگر زمین کے مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ یہ زمین وقف ہی اور تو نے میرے ہاتھ اسکو جب فروخت کیا تو اسیر حق فروخت کی نہ تو فرمایا کہ مشتری کو اس خصومت کا اختیار نہین ہی بلکہ اسکا اختیار متولی کو ہی اور اگر اسکا کوئی متولی نہو تو قاضی ایک متولی مقرر کریگا جو اس سے مخاصمہ کریگا اور وقف ہونیکو ثابت کریگا پھر جب بیان ثابت ہو گئی تو بیع کا باطل ہونا ظاہر ہو جائیگا پس مشتری اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی متولی نے مشتری پر دعوی کیا کہ یہ مکان وقف ہی فلان کی اولاد پر اور اسنے مشتری پر استحقاق ثابت کیا پس مشتری نے چاہا کہ بائع سے ثمن واپس لے پس بائع نے کہا کہ ہان فلان نے اسکو فلان مذکور کی اولاد پر وقف کیا تھا لیکن جب وقف کرنیوالا مرا تو اسکے وارثون نے قاضی کے حضور مین مقدمہ پیش کیا حتی کہ قاضی نے اسنے وقف کے باطل ہونیکا حکم دیدیا اور مین وقف کنندہ کا وارث تھا پس ہم سبنے ترکہ کو باہم تقسیم کیا تو یہ مکان میرے حصہ مین آیا پس میری بیع صحیح واقع ہوئی ہی تو اس سے دعوی وقف مندفع ہو جائیگا اور مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر وقف کا دعوی کیا یا گواہون نے وقف کی گواہی دی اور انھون نے وقف کرنیوالیکو بیان نہ کیا تو خصاف نے ادب القاضی کے باب تحلیف الحاضرین و دیوان القاضی المعزول مین ذکر فرمایا ہی کہ وقف کا دعوی و بر وقف پر گواہ بدون بیان وقف کرنے والے کے صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک نے دعوی کیا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہی تو دعوی مسموع نہوگا اور یہ جو مذکور ہی کہ دعوی مسموع ہوگا تو یہ اسی شخص سے مسموع ہوگا جو متولی ہو۔ اور فتاوی مین لکھا ہی کہ اگر اسنے دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہی تو دعوی مسموع ہوگا ولیکن اول اصح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور شیخ رشید الدین نے فتاوی مین ذکر فرمایا ہی کہ جسپر وقف ہی اسنے دعوی کیا کہ مجھپر وقف ہی پس اگر اسکا دعوی باجازت قاضی ہو تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور اگر قاضی کی بغیر اجازت ہو تو اسمین دو روایتین ہین جنمین سے اصح یہ ہی کہ ایسا دعوی نہین صحیح ہی اسلیئے کہ اسکا حق فقط اسکی آمدنی سے متعلق ہی اور کچھ نہین ہی پس اسکی جنس کیواسطے خصم نہین ہو سکتا ہی۔ اور اگر ایک جماعت پر وقف ہو پس انمین سے ایک نے بدون اجازت قاضی کے دعوی کیا کہ یہ وقف ہی تو نہین صحیح ہی اور اسمین بھی ایک روایت ہی کوئی مختلف روایت نہین ہی اور نیز فتاوی رشید الدین مین مذکور ہی کہ جو شخص وقف کی آمدنی کا مستحق ہی تو اسکی آمدنی کا دعوی نہین کر سکتا ہی بلکہ اسکا دعوی متولی کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ وقف والے نے اگر چاہا کہ وقف کے معاملات مین دعوی کی سماعت کرے اور گواہ ہو یا قسم سے بازرہنے پر حکم کرے تو دیکھا جائیگا کہ اگر سلطان نے اسکو یہ اختیار دیا ہی خواہ صریح یا بدلالت ثابت ہو تو اسکا حکم جائز ہوگا ورنہ نہین یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک زمین ایک حاضر کے قبضہ مین ہی اور دوسری زمین ایک دوسرے کے قبضہ مین ہی جو غائب ہی پس بیٹے نے اس حاضر پر دعوی کیا کہ یہ دونون زمینین مجھپر وقف مین کہ ان دونو کو اسکے باپ دادا نے مجھپر اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہی تو شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اگر

گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دونوں زمینیں وقف کرنیوالے کی تعیین اور اُسنے ان دونوں کو ایک ساتھ وقف کیا ہے تو دونوں زمینوں کے وقف ہونیکا حکم دیا جائیگا اور اگر گواہوں نے انکے جدا جدا وقف کرنیکی گواہی دی تو فقط اسی زمین کے وقف ہونیکا حکم دیگا جو حاضر کے قبضہ میں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان ایک وقف ہے جنمیں سے ایک مرگیا اور یہ وقف میت کی اولاد اور دوسرے زندہ کے پاس رہا پھر زندہ نے اپنے بھائی کی اولاد میں سے ایک کے اوپر گواہ قائم کیے کہ یہ وقف بطنا بعد بطن ہے یعنے جب اول پشت والے گذر جاویں تب دوسری پشت والوں کو ملے اور حال یہ ہے کہ باقی اولاد برادر میت غائب ہیں اور وقف کرنیوالا ایک ہے تو گواہ مقبول ہونگے اور بھائی کا بیٹا زندہ جو حاضر جسپر دعوی کیا ہے یہ سب باقیوں کی طرف سے بھی خصم ہوگا اور اگر برادر میت کی اولاد نے گواہ دیے کہ یہ وقف ہمپر اور تمھپر مطلقاً ہے یعنی بطنا بعد بطن کی قید نہیں ہے تو برادر زندہ کے جنھنے بطنا بعد بطن وقف کے گواہ قائم کیے ہیں اُسکے گواہ اولی ہونگے یعنی وہی مقبول ہونگے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک باغ انگور زید کے قبضہ میں ہے اُسکا عمرو نے دعوی کیا پس زید نے کہا کہ میں نے اس باغ کو وقف کے شرائط کے ساتھ وقف کیا ہے اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے زید سے قسم طلب کی تو اگر عمرو نے اس غرض سے قسم چاہی ہے کہ اگر یہ قسم سے انکار کرے تو میں باغ مذکور لے لوں تو زید پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اس غرض سے قسم چاہی کہ اگر انکار کرے تو اس سے قیمت لے لوں تو زید پر قسم عائد ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ ایک بیت[1] اوپر دوسرا بیت ہے اور یہ بیت متصل مسجد ہے کہ مسجد کی صف نیچے والے بیت کی صف سے متصل ہے اور نیچے والے بیت میں گرمیوں میں جاڑوں میں نماز پڑھی جاتی ہے پھر اہل مسجد نے اور ان لوگوں نے جو اوپر والے بیت میں رہتے ہیں اختلاف کیا اور اوپر کے بیت والوں نے کہا کہ یہ ہماری ملکیت میں بطریق میراث آیا ہے تو قول انھیں کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ زید نے ایک مکان پر جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعوی کیا کہ یہ مکان اپنی اصل و عمارت سے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ فلاں مسجد کی حاجات و اصلاح کیواسطے وقف ہے پس مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور اسکے نام حکم دیدیا گیا اور اسکے واسطے اسکی ملکیت کا سجل قاضی نے لکھدیا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مکان یعنی زمین و رقبہ اسکا وقف ہے اور اسکی عمارت میری ہے تو اسکا دعوی و حکم و سجل سب باطل ہوگیا ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کذا فی المضمرات۔ ایک نے ایک مکان کا دعوی کیا اور اسکے نام اسکی ملکیت کا حکم ہوگیا پھر متولی نے دعوی کیا کہ اسکی زمین وقف ہے اور گواہ قائم کیے پس اگر مدعی مذکور نے مکان کا دعوی زمین و عمارت سمیت کیا تھا تو متولی کے گواہ قبول نہونگے اور اگر اُسنے دعوی مکان مع اسکی عمارت کے نہیں کیا تھا تو زمین وقف رہیگی۔ اور اگر ایک مکان کا دعوی کیا اور قبضہ حاصل کر لیا پھر متولی نے رقبہ مکان کا استحقاق ثابت کردیا تو اسکی عمارت مدعی کی ملک میں باقی رہیگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک مکان دو بھائیوں پر وقف ہے جسمیں سے ایک غائب ہوگیا اور جو حاضر رہا اُسنے نو برس تک اسکی آمدنی وصول کی پھر جو حاضر تھا یہ مرگیا اور اپنا وصی چھوڑا پھر جو غائب ہوگیا تھا وہ حاضر آیا اور اُسنے وصی سے اپنے حصہ غلہ کا مطالبہ کیا تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ جو حاضر تھا جسنے آمدنی وصول کی ہے

[1] بیت مثل کوٹھری کے ہوتا ہے چہار دیواری اور چھت اور دروازہ آمد و رفت کا جسمیں رات بسر کریکے ۱۲ منہ

اگر وہی اُسکا متولی تھا تو غائب مذکور کو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ حاصلات کو اسکے ترکہ سے وصول کر لے اور اگر خاص وصول کرنیوالا اُس وقف کا متولی نہو ولیکن بات یہ تھی کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ہی اس وقف کو اجارہ پر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسکو اجارہ پر فقط اسی حاضر نے دیا تھا تو قضاءً پوری اجرت اسی حاضر کی ہوگی مگر اب اسکو حلال نہوگی بلکہ جو وصول کی ہے اُس میں سے بقدر حصہ غائب کے صدقہ کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ زید کے قبضہ میں نصف مکان ہے عمرو نے دعوی کیا کہ میرے باپ نے اُس دار کو وقف کیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ میری ملک تھا اور پورے مکان کے وقف کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی نے پورے دار کے وقف کا دعوی کیا ہے مگر بات اتنی ہے کہ اُسنے گواہ قائم کیے ایک قابض پر جتنا اُسکے قبضہ میں تھا پس کل میں پہنچ گیا اور کل اُسکا مقبوضہ وقف کیا ہوا ثابت ہوا یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی نے وقف میں کچھ دعوی کیا تو یہ دعوی ان لوگوں کے مقابلہ میں جنپر وقف ہے مسموع نہ ہوگا بلکہ بمقابلہ قیم کے یا وقف کنندہ کے مسموع ہوگا یہ فتاوی غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر متولی نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے اور کسی مدعی نے اپنی ملک ہونے پر گواہ دیے اور فی الحال قبضہ متولی کا ہے تو قابض کے گواہ مسموع نہونگے بلکہ غیر قابض مدعی کے گواہوں پر حکم ہوگا پھر اگر اسکے بعد متولی نے خارج ہو کر وقف ہونے کے گواہ دیے تو مسموع نہ ہونگے (اسکا قول مقبول ہوگا) اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ متولی قابض کے گواہ وقف ہونیکے قبول ہونگے اور مدعی غیر قابض کے گواہ ملک مقبول نہ ہونگے مگر فتوی امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول پر ہے (یعنی قول اول پر) یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر خالد نے ایک مکان کی ملک کا دعوی کیا اور مکان مذکور ایک متولی کے قبضہ میں ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسکو زید نے فلان مسجد پر وقف کیا ہے اور قاضی نے مدعی یعنی خالد کے نام حکم دیدیا پھر دوسرا متولی آیا اور اُسنے خالد یعنی مدعی مذکور پر دعوی کیا کہ اسکو عمرو نے فلان مسجد پر وقف کیا ہے تو بھی گواہ مقبول ہونگے اور اگر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ مکان وقف کو ماہواری کرایہ پر دیا کرے تو یہ شخص کسی مدعی کا خصم نہیں ہوگا اسیطرح اگر اراضی کا کاشتکار ہو تو اسپر بھی دعوی نہیں صحیح ہوتا ہے خواہ اراضی وقف کا کاشتکار ہو یا غیر وقف کا اور اسیطرح اگر کاشتکار کے پاس اراضی کی آمدنی جمع ہوتی ہے یا مکان وقف کی آمدنی جمع ہوتی ہو اگر اُسکا کسی نے دعوی کیا تو بھی کاشتکار یا غلہ دار کے اوپر نہیں صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

فصل نوم گواہی کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی ہے اور گواہوں نے اُس زمین کے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اسیطرح اگر دونوں میں سے ایک نے حدود بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو بھی یہی حکم ہے کہ گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اسنے اپنی وہ زمین جو فلان مقام پر ہے وقف کی اور دونوں نے کہا کہ ہم سے اسنے اسکے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اور امام خصاف نے فرمایا ولیکن اگر یہ اراضی مشہورہ ہو کہ اسکی شہرت کی وجہ سے اسکے حدود بیان کرنیکی حاجت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں اسکے وقف ہونیکا حکم دونگا اور اگر گواہوں نے اسکی دو حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ گواہی غیر مقبول ہے اور اگر گواہوں نے تین حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گواہوں نے اسکی تین حدیں بیان کیں اور کہا کہ ہمارے سامنے اُسنے فقط اُنھیں تین حدوں کا اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور امام خصاف سے دریافت کیا گیا کہ جب

ہم نے تین حدون کی گواہی قبول کی تو چوتھی حد کی نسبت کیونکر حکم کرین تو فرمایا کہ بمقابلہ تیسری حد کے قرار دونگا کہ وہ حد اول کے شروع تک پہونچ جائے یہ محیط مین ہے۔ اگر دونون گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر ہے وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان کیے تھے مگر ہم بھول گئے ہین تو انکی گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اسکے حدود بیان نہین کیے ولیکن ہم اسکے حدود جانتے ہین تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی انکی گواہی قبول نہ کریگا اور قاضی امام ابو زید شروطی نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ باوجود اس کہنے کے گواہون نے قاضی سے اسکے حدود بیان نہین کیے اور اگر بیان کیے اور ٹھیک ہین تو گواہی قبول ہوگی اور امام خصاف نے فرمایا کہ مین اس گواہی کو جائز رکھتا ہون اور حکم دونگا کہ زمین مذکور اپنے حدود سے وقف ہے اور گواہون سے کہونگا کہ حدود بیان کرو پس جو حدود بیان کرینگے انھین کے ساتھ حکم دونگا یہ ظہیریہ و محیط و ذخیرہ مین ہے۔ اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ اور اسی طرح اگر گواہون نے کہا کہ اس شخص کی اس شہر مین سوا اس زمین کے اور زمین نہ تھی تو بھی قبول ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی۔ اور ہم سے اسکے حدود بیان نہین کیے ولیکن ہم اسکی زمین کو پہچانتے ہین تو قبول نہوگی کیونکہ شاید وقف کرنیوالے کی اور زمین بھی ہو سوائے اسکے جسکو وقف کیا ہے اور جسکو گواہ پہچانتے ہین اور اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا ہو کہ ہم اسکی اور کوئی زمین نہین جانتے ہین تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اسلیے کہ شاید اسکی اور زمین ہو مگر اسکو یہ دونون گواہ نہ جانتے ہون یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے ہمکو گواہ کیا تھا کہ اسنے اپنی وہ زمین وقف کی جسمین یہ ہے اور اسنے ہمسے حدود بیان نہین کیے تھے تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور امام نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ گواہون نے اسکو قاضی سے بیان کردیا کہ فلان زمین ہے اور اسکو گواہ جانتے تھے اور اگر انھون نے اظہار نہ کیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ اسنے ہم سے اسکے حدود بیان کیے تھے مگر ہمین یاد نہین ہے کہ اسنے ہم سے کیا حدود بیان کیے تھے تو گواہی باطل ہے۔ یہ محیط مین ہے اور دونون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین وقف کی اور اسکے حدود بیان کیے ولیکن ہم یہ نہین جانتے ہین کہ یہ زمین کہان واقع ہے تو انکی گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ گواہ قائم کرے کہ جسکا دعوی کرتا ہے وہ یہی زمین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اسیطرح اگر دونون نے کہا کہ ہم نے اسکے حدود پر پھرایا اور حدود کو نام رکھکر بیان نہین کیا تو گواہی مقبول ہے پس اگر گواہون نے حدود پر گواہی دی اور کہا کہ ہم پہچانتے نہین ہین تو گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دیجائیگی کہ ایسے گواہ لاوے جو حدود کو پہچانتے ہون یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ اسنے اپنا حصہ اس اراضی مین سے جو فلان مقام پر ہے جسکے حدود چنین وچنان ہین للہ تعالی کیواسطے صدقہ موقوفہ کردیا اس جہت پر اور آخر مین مساکین پر صدقہ موقوفہ کیا اور یہ حصہ تہائی اس جمیع اراضی مین سے ایک تہائی ہے پھر جب حاکم نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اسکا حصہ اس اراضی مین سے ایک تہائی سے زائد ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ اسکا تمام حصہ وقف گردانا جائیگا انھین وجوہ پر جنپر اسنے وقف کیا ہے۔ یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اسکا غلہ ایک قوم پر جنکو بیان کیا ہے اور بعد انکے مسکینون پر وقف کیا پھر جن لوگون پر وقف کیا ہے انھون نے انکی تصدیق کی اور انھون نے کہا کہ اسنے فقط تہائی ہم پر صدقہ کی ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ انکی تصدیق کرنا یا خاموش رہنا یکسان ہے اور حکم

دیا جائیگا کہ اسنے اپنا حصہ وقف کیا ہی مگر اس تمام میں سے فقط زمین کی تہائی حصہ کی آمدنی ان سب لوگون کو جنکو معین بیان کیا ہی دیجائیگی اور باقی مسکینون پر صدقہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اِس دار (مکان) میں سے اپنا حصہ یا اس دار میں سے جو کچھ اُسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہی وقف کیا ہی اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کسقدر ہی تو قیاساً گواہی جائز نہیں ہی اور استحساناً جائز ہی یہ حاوی میں ہی۔ اور اگر گواہون نے وقف کرنیوالے پر گواہی دی کہ اُسنے اس اراضی یا دار میں سے اپنا حصہ وقف کرنیکا اقرار کیا ہی اور گواہون کو یہ نہیں معلوم کہ اسکا حصہ اسمین سے کسقدر ہی تو قاضی اس وقف کرنے والے کو ماخوذ[لہ] کریگا کہ اسمین سے اپنے حصہ کی مقدار بیان کرے پس جو کچھ حصہ اُسنے بیان کیا اسمین قول اسیکا قبول ہوگا اور اسقدر کے وقف ہونیکا اسپر[عہ] حکم دیا جائیگا اور اگر وقف کرنیوالا مر گیا تو اس بیان کیواسطے اسکا وارث اسکے قائم مقام ہوگا پس جو کچھ اُسنے بیان کیا اُسیقدر وقف ہونا اُسپر لازم ہوگا یہانتک کہ قاضی کے نزدیک اسکے بیان کے سوا کچھ اور صحیح ہو پھر جب قاضی کے نزدیک جو کچھ صحیح ہوا ہی اسکے وقف ہونیکا حکم دیگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اور اگر دو گواہون نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُسنے اپنی زمین وقف کی ہی مگر دونون نے اسکا مقام بیان کرنے میں باہم اختلاف کیا پس ایک نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہی وقف کی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان[عہ] مقام دیگر میں واقع ہی وقف کی ہی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون نے اسطرح اختلاف کیا کہ اسنے اپنی زمین جو فلان مقام واقع ہی وقف کی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے یہ زمین اور ایک دوسری زمین وقف کی ہی تو جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی اُسکی بابت گواہی قبول ہوگی اور اُسکے وقف ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور اگر دونون میں سے ایک نے کہا کہ اسنے یہ زمین پوری وقف کی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین نصف وقف کی ہی تو نصف پر گواہی قبول ہوگی اور نصف زمین مذکور کے وقف ہونیکا حکم دیا جائیگا ایسا ہی شیخ ہلال و امام خصاف نے ذکر فرمایا ہی اور اگر دونون میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اسنے اس شخص پر اس کار خیر کیواسطے تہائی غلہ مقرر کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے واسطے نصف غلہ قرار دیا ہی تو ان دونون عالمون کے نزدیک تہائی کی بابت گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ان دونون میں سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے نصف اس زمین کا مشاع یعنے بے بانٹا ہوا اور جدا تمیز کیا ہوا وقف کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ اس زمین کا نصف بانٹا ہوا الگ ممیز کیا ہوا وقف کیا ہی تو گواہی مذکور باطل ہی یہ ظہیریہ میں ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے جمعہ کے روز وقف کی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے جمعرات کے روز (ناجائز ہی ۱۲) وقف کی ہی یا ایک نے کہا کہ اسنے کوفہ میں وقف کی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے بصرہ میں وقف کی ہی تو گواہی جائز ہی یہ حاوی میں ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین بعد میری وفات کے (ناتمام شہرہ ۱۲) وقف قرار دی ہی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اپنی زمین وقف صحیح قطعی فی الحال قرار دی تو گواہی باطل ہی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو اپنی صحت میں وقف کیا اور دوسرے نے کہا کہ اپنے مرض میں وقف کیا تو دونون کی گواہی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر

لہ یعنی مطالبہ اور پرسش کریگا ۱۲ عہ یعنے ملازم کہا جائیگا یہانتک کہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو ۱۲ سہ یعنی اسی وقت جسوقت وقف کی اسکو اپنی وفات پر نہیں رکھا ۱۲ عہ یعنے اول کے سوائے دوسرا مقام بیان کیا ۱۲

ایک نے گواہی دی کہ اسنے اس عقار کو فقیرون پر صدقہ وقف کیا گیا قرار دیا ہی دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس کو مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور حاصل یہ ہی کہ جب دونون گواہ اس کے صدقہ موقوفہ ہونے پر متفق ہوئے مگر دونون مین سے ایک کی گواہی مین کوئی زائد بات ہی جسکو دوسرا اپنی گواہی مین نہین کہتا ہی تو جتنے پر دونون متفق ہین اُس قدر ثابت ہوگا یعنے فقیرون پر اُسکا صدقہ ہونا ثابت ہوگا اور اسی سے ہم نے نکالا ہی کہ اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے اسکو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زید پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو یہ فقیرون پر وقف ثابت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو عبداللہ و اسکی اولاد پر وقف کیا ہوا صدقہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ عبداللہ پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی تو مین اسکو عبداللہ پر صدقہ موقوفہ ہونے کا حکم دونگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام خصاف نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسکو عبداللہ و زید پر صدقہ موقوفہ کردیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے خاصتہ عبداللہ پر صدقہ وقف کیا ہی تو ہم اُس مین سے نصف کا واسطے عبداللہ کے اور نصف باقی کا واسطے فقیرون کے حکم دین گے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو امام خصاف نے فرمایا ہی کہ ہم عبداللہ کے واسطے تصرف عقار کا حکم دین گے یہ سب امامون کے قول پر ہونا واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ فقیرون پر وقف ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ ثواب کے کامون پر وقف ہی تو گواہی جائز ہوگی اور وقف مذکور کی حاصلات فقیرون پر صدقہ ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ امام خصاف نے اپنی وقف مین بیان فرمایا ہی کہ اگر دونون مین سے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی زمین کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ کیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس کو فقیر و مسکینون و کارہاے خیر و ثواب پر صدقہ موقوفہ کیا ہی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی[1] اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون پر صدقہ موقوفہ قرار دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے اپنی اراضی کو فقیرون و مسکینون اور اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کیا ہی تو فرمایا کہ یہ زیادتی مثل کارہاے ثواب[2] کے زیادتی کے نہین ہی اسواسطے کہ جس نے قرابت کے فقیرون کو زیادہ کیا ہی اس نے فقیرون و مسکینون[3] کے واسطے تمام حاصلات کی گواہی نہ دی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ زمین اسنے وقف کی ہم دونون پر باہم مین سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری عورتون پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر حالانکہ یہ دونون گواہ اس کی قرابت مین سے ہین یا آل عباس پر حالانکہ یہ دونون آل عباس سے ہین یا اپنے آزاد کیے ہوؤن پر حالانکہ یہ دونون بھی اُسکے آزاد کیے ہوؤن مین سے ہین تو ایسی گواہی باطل ہی اور اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہم دونون اور فلان قوم پر وقف کی ہی تو پوری گواہی باطل ہی پھر اگر دونون نے کہا کہ جو کچھ اسنے ہمارے واسطے قرار دیا ہی ہم اسکو قبول نہین کرتے ہین تو باقیون یعنے فلان قوم کے حق مین انکی گواہی جائز ہوگی کہ انکو جوان کے واسطے بیان کیا ہے

[1] قال المترجم یعنے تمام حاصلات فقیرون و مسکینون پر صدقہ ہوگی ۱۲ منہ [2] کیونکہ کارہاے خیر مین فقیرون و مسکینون پر صدقہ کرنا ہی پس فقیرون مسکینون پر صدقہ ہوگی اور کل غلہ انھین کے لیئے ہوگا ۱۲ [3] اسواسطے کہ فقراے قرابت خود مستحق ہین ۱۲

دیا جائے گا اور ان دونون گواہون کا حصہ فقیرون کے واسطے قرار دیا جائے گا یہ حاوی مین ہے اور اگر دونون گواہون نے وقف کرنے والے کی قرابت کے لئے گواہی دی حالانکہ دونون خود بھی اس کی قرابت سے ہین اور دونون نے کہا کہ جو اُسنے ہمارے واسطے کیا ہے ہم نے اسکو قبول نہین کیا ہے تو بھی ان کی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ ان دونون کی اولاد نہو یہ ذخیرہ مین ہے - اور ما اگر وقف مین خصوصیت واقع ہوئی پس دو گواہون نے گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے بڈھیون پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ دونون گواہ بھی اسکے بڈھی فقیرون مین سے ہین تو ان کی گواہی جائز ہے اور ما اگر دو گواہون نے ایک اراضی کی نسبت گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے قراتبی فقیرون پر صدقہ ہے حالانکہ یہ دونون بھی اسکے قراتبی فقیرون مین سے ہین تو دونون کی گواہی قبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین اپنی قرابت کے فقیرون پر صدقہ موقوفہ کی ہے حالانکہ یہ دونون بھی اسکی قرابت سے ہین مگر گواہی دینے کے وقت دونون توانگر ہین تو گواہی جائز نہوگی اسواسطے کہ اگر دونون فقیر ہو جاوینگے تو انکے واسطے اس وقف سے حصہ ہوگا یہ حاوی مین ہے - اور ما اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اپنی یہ اراضی اپنی مسجد کے فقیرون پر وقف کی ہے حالانکہ یہ دونون اسکی مسجد کے فقیرون مین سے ہین تو گواہی جائز ہے - اور اسی طرح اگر اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف ہونیکی گواہی دی تو ان کی گواہی قبول ہوگی - اور ما اگر کسی نے ایک چوکی ایک مسجد پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے یا اہل مسجد پر وقف کی اور ما اہل مسجد مذکور نے اس چوکی کے وقف کی گواہی دی تو یہ مسئلہ ہر دو مسئلہ مذکورۂ بالا کی نظیر ہے یعنے اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف کی گواہی دی یا اہل محلہ نے اس محلہ کے واسطے وقف کی گواہی دی اس صورت مین کہ اہل مسجد نے چوکی کے وقف کی گواہی دی تو قبول ہونی چاہیئے سوہر مشائخ نے ان مسئلون مین جواب مین تفصیل فرمائی ہے چنانچہ اہل مدرسہ کی گواہی مین فرمایا کہ اگر گواہ لوگ اس وقف مدرسہ سے وظیفہ لیتے ہون تو انکی گواہی قبول نہوگی اور اگر خود نہ لیتے ہون تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اہل محلہ کی گواہی مین بھی اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور اسی طرح اگر مکتب پر وقف ہونے کی گواہی دی اور گواہ کا لڑکا اس مکتب مین ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا ہے کہ ان سب صورتون مین گواہی مقبول ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے یہ اراضی مساکین پر وقف کی ہے حالانکہ وہ اس سے انکار کرتا ہے پس مدعی نے اسکے اس طرح اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو مین اسپر حکم دونگا کہ یہ اراضی اُسنے مساکین پر وقف کی ہے اور اراضی مذکور اسکے ہاتھ سے نکال لونگا یہ محیط مین ہے - جامع الفتاوی مین ہے کہ گاؤن مین ایک مکتب ہے اسکے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہے اور اسکو ایک شخص نے غصب کر لیا پس گاؤن والون مین سے ایسے لوگون نے جنکا لڑکا اس مکتب مین نہین ہے گواہی دی کہ یہ وقف ہے جسکو فلان بن فلان نے اس مکتب ورا سکے معلم پر وقف کیا ہے تو ان کی گواہی جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے - دو گواہون نے ایک اراضی کی بابت گواہی دی کہ فلان نے اسکو مسجد یا مقبرہ یا کاروان سرائے کر دیا ہے پھر دونون نے اس سے رجوع کیا تو یہ اراضی جسکی بابت اسطرح وقف ہونے کی گواہی دی تھی وہ وقف رہے گی اور جس شخص پر انھون نے یہ گواہی دی تھی اسکو اس اراضی کی اس روز کی قیمت جس روز قاضی نے مدعا علیہ پر حکم دیا ہے تاوان دینگے - اور اسی طرح اگر دونون نے گواہی دی کہ اسنے مساکین پر اور فلان پر بعبر مساکین پر وقف کیا ہے پھر دونون سے

رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی مین ہے۔ وقف پر گواہی دینا شہرت پر جائز ہے یعنے مشہور ہو کہ وقف ہے تو گواہ کو جائز ہے کہ اسکے وقف ہونے پر گواہی دے اور اسکے شرائط پر (وقف کے شرائط پر) اسطرح گواہی دینا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس جہت پر وقف ہے مثلاً گواہی دین کہ مسجد پر وقف ہے یا مقبرہ پر وقف ہے یا اسکے مانند اور جہت بیان کرین حتی کہ اگر گواہون نے جہت کو اپنی گواہیون مین بیان نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ جو مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے شرائط پر گواہی قبول نہین ہے اسکے یہ معنی ہین کہ جب گواہون نے جہت وقف کو بیان کیا اور یون گواہی دی کہ اس جہت پر وقف ہے تو انکو یہ نہ چاہیے کہ کہین کہ اسکی آمدنی سے پہلے اس جہت پر صرف کیا جائیگا پھر اس جہت پر علی ہذا القیاس اور اگر انھون نے اسطرح (یعنی شہرت پر) بھی بیان کیا تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور وقف مین گواہان اصل کی گواہی پر گواہی بھی مقبول ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے اسی طرح شہادت بالتسامع بھی مقبول ہے یعنی حال سنکر اعتماد کرکے اسکے موافق گواہی ادا کرنی جائز ہے پس اگر گواہون نے تسامع سے گواہی دی اور دونون نے کہا کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اگرچہ انھون نے یہ تصریح کردی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہین اس لیئے کہ بسا اوقات گواہ کا سن کل بیس برس کا ہے اور وقف کی تاریخ سو برس ہے یعنی سو برس ہوئے جب سے وقف ہے تو قاضی کو یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ گواہ آنکھ سے دیکھی بیان نہین کرتا ہے بلکہ تسامع سے بیان کرتا ہے پس ایسی صورت مین تصریح کردینا اور خاموش رہنا دونون یکسان ہین اور شیخ ظہیر الدین نے اس طرف اشارہ کردیا ہے اور یہ بخلاف دیگر معاملات کے جن مین تسامع سے گواہی جائز ہے ثابت ہوا کیونکہ دیگر معاملات مین جن مین تسامع سے گواہی جائز ہے اگر گواہ نے تصریح کردی کہ مین تسامع سے گواہی دیتا ہون تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ نوازل مین مذکور ہے کہ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک صدقہ موقوفہ پر ایک ظالم نے ظلم سے قبضہ کیا اور اسکے وقف ہونے سے انکار کیا پس آیا اس گانون والون کو جائز ہے کہ یہ گواہی دین کہ یہ فقیرون کے واسطے ہے تو فرمایا کہ جس نے وقف کرنے والے سے سنا ہو اسکو ایسی گواہی دینی جائز ہے اور جسنے نہین سنا ہے اسکو نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہے اسپر ایک قوم نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے یہ زمین ہمپر وقف کی تھی تو یہ لوگ کچھ مستحق نہ ہونگے اسواسطے کہ شاید اسنے اپنی ملک وقف نہ کی ہو کیونکہ آدمی کبھی اپنی غیر مملوک چیز وقف کرتا ہے حالانکہ وہ وقف صحیح نہین ہوتا ہے اور اسی طرح اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین وقف کی درحالیکہ اسکے قبضہ مین ہے تو بھی کچھ ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ شاید اسکے قبضہ مین بسبب ودیعت یا غصب کے ہو ہان اگر گواہون نے گواہی دی کہ فلان نے اس زمین کو ان پر وقف کیا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا تو اس زمین کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور وقف کنندہ کے وارث یا وصی کی حاضری کی ضرورت نہوگی یہ حاوی مین ہے۔ **متصلات** اس فصل کے متصلات سے ذیل کے مسائل ہین۔ ایک شخص ایک شہر کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ تجھ سے پہلے جو قاضی یہان تھا مین اسکا امین تھا اور میرے قبضہ مین ایک شخص کا جسکا نام فلان بن فلان تھا صدقہ موقوفہ ہے جسکو اسنے ایک قوم معلوم پر وقف کیا اور ان لوگون کو اسنے بیان کردیا تو اسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے کے وارث نہ ہون اور سوائے اس شخص کے قول کے اس صدقہ کی بابت اور کچھ معلوم نہو اور اگر وقف کرنے والے کے وارث ہون اور انھون نے

کہا کہ یہ ہمارے درمیان میراث ہی وقف نہین ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا اور وہ ان کے درمیان میراث ہوگا اور اگر وارثون نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر اور بعد اسکے مساکین پر وقف ہی اور جس شخص کے قبضہ مین ہی اُسنے کہا کہ یہ سوائے تمھارے فقیرون و مسکینون پر وقف ہی تو قول وارثون کا قبول ہوگا۔ اور اگر اس شخص نے جسکے قبضہ مین یہ اراضی ہی کہا کہ یہ فقیرون و مسکینون پر وقف ہی اور یہ نہ کہا کہ اسکو فلان شخص نے وقف کیا ہی اور ایک قوم نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر وقف ہی اسکو ہمارے باپ نے وقف کیا ہی تو قاضی اسکے وقف ہونے کا حکم دیدے گا اور وارثون کے قول پر لحاظ نہ کرے گا یہ سب اجناس ناطفی مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ جن وقفون پر زمانہ دراز گذر گیا اور اسکے وارث اور وہ گواہ جو اسکے وقف ہونے پر گواہ ہوئے تھے مرگئے پس اگر اسکے رسوم قاضیون کے دفترون مین موجود ہون کہ اُن پر[1] عملدرآمد ہوتا ہو تو جب اس وقف کے لوگون مین تنازع[2] ہوگا تو انھین رسوم کے موافق عمل کیا جائے گا جو قاضیون کے دفترون مین موجود ہین اور اگر اسکی رسوم قاضیون کے دفتر مین نہون کہ انپر عمل ہوتا ہو تو یہ وقف صدقہ موقوفہ قرار دیا جائے گا یعنے اُسکے مصرف کی بابت حکم نہوگا پھر جس شخص نے اُس وقف مین اپنا حق ثابت کیا اُسکے واسطے حکم دیا جائیگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ وقف کرنے والے کے وارثون مین باقی نہون اور اگر باقی ہون اور اہل وقف نے تنازع کیا تو دونون صورتون[3] مین واقف کے وارثون کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر جب انھون نے کچھ اقرار کیا تو انکے اقرار کو لیا جائیگا پھر اگر یہ متعذر ہوا تو دفتر قاضی کے رسوم کی طرف رجوع کیجائیگی اور اگر یہ بھی متعذر رہا تو یہ صدقہ موقوفہ کرکے چھوڑ دیجائیگی یہانتک کہ اُسکے رسوم پر دلیل قائم ہو یہ مضمرات مین ہی پھر اگر ان لوگون نے جو باہم جھگڑا کرتے ہین آپس مین صلح کرلی اور اسکو لینا چاہا تو استحسانًا قاضی کو روا ہی کہ اسکی آمدنی ان مین تقسیم کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اراضی ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور وہ کہتا ہی کہ یہ اراضی فلان شخص کی تھی اُسنے اسکو اس جہت پر وقف کیا اور وارثون نے کہا کہ نہین بلکہ میت نے اسکو ہم پر و ہماری نسل پر اور بعد ان کے مسکینون پر وقف کی ہی اور یہ جو وارثون نے کہا ہی یہ اس قاضی کے بیان کے برخلاف ہی تو قاضی اسکو اسی طریقہ پر جاری رکھے گا جو وارثون نے اقرار کیا ہی بشرطیکہ قاضی کو دفتر محکمہ قضا یعنے سابق کے قاضی کے دفتر سے ایسی تحریر وقفنامہ نہ ملے جس مین اُسکے رسوم مذکور ہون اور نہ یہ وقف کسی امین کے قبضہ مین ہو بلکہ ایک قابض کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہوا ہو۔ اور اگر یہ وقف امینون کے قبضہ مین ہو اور اُسکے رسوم سابق قاضی کے دیوان مین پائے جاتے ہون تو اس وقف مین سے جو وارثون کے قبضہ مین نہین ہی اسکی بابت وارثون کا قول قبول نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف مشہور ہی مگر اُسکے مصارف کہ کہان کہان صرف کیا جائے گا اور اس کے مستحقون کو جو مقدار دی جائے گی وہ مشتبہ ہوتی ہی تو فرمایا کہ زمانہ سابق مین جو اُسکا برتاؤ رہا ہی وہ دیکھا جاوے کہ اُسکے قیم لوگ کیونکر عملدرآمد کرتے تھے اور کن لوگون پر صرف کرتے تھے اور کتنا دیتے تھے پس اسی بنا پر عمل کیا جاوے

[1] باہم نزاع و جھگڑا بکھیڑا واقع ہونا ۱۲ [2] یعنے جبکہ قاضی کے دفتر مین رسوم موجود ہون یا موجود نہون ۱۲ [3] یعنے اُس آمدنی کو جو وقف مذکورہ سے حاصل ہوئی ۱۲ منہ

یہ محیط میں ہے۔ فتاوائے فضلی میں مذکور ہے کہ اوقاف والے کے قبضہ میں ایک وقف ہے اور اُسکے وقف نامہ میں مذکور ہے کہ جو اُسکے نفقہ سے بچے وہ اس کوچہ کے فقیروں پر جس میں وقف واقع ہے اور ان کے سوائے دیگر مسلمان فقیروں پر صرف کیا جاوے تو جو کچھ بچے گا وہ کوچہ مذکور کے ان معین فقیروں پر جو وقف کے روز موجود تھے اور دیگر فقیروں پر اس طرح صرف کیا جائے گا کہ کوچہ مذکور کے فقیروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک حصہ اور باقی فقیروں کا فقط ایک حصہ اس میں لگایا جاوے گا اور کوچہ کے فقیروں میں سے جو مر جائے گا اسکا حصہ ساقط ہو کر باقیوں اور دیگر فقیروں کے درمیان مذکورہ بالا طریقہ پر تقسیم ہوگا پھر جب وقف کے روز کے موجودہ فقیر اس کوچہ کے سب مر جاویں تو بعد اسکے جو لوگ اس کوچہ میں فقیر ہوں وہ اور دیگر مسلمان فقیر سب استحقاق میں برابر ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے سو وقف الخصاف میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی اراضی وقف کی پس کہا کہ میں نے اپنی زمین مشہور و بتمام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو اُس نے بیان بھی کر دیا اور آخر اس وقف کا مسکینوں کے واسطے کہا ہے اور یہ اراضی ایسی مشہور ہے کہ اس کی شہرت سے اس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے تو یہ وقف جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ اس میں سے فلان کھیت اس میں داخل نہیں ہوا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی کے حدود مشہور و معروف ہوں اور یہ کھیت اس حدود کے اندر داخل ہے تو یہ کھیت بھی وقف میں داخل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ اراضی اپنے پڑوسی پرہیزگار لوگوں کے نزدیک معروف ہو اور یہ کھیت انکے نزدیک اس اراضی کی طرف منسوب و معروف ہو تو وہ وقف میں داخل ہوگا اور اگر ایسا نہو جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو اس میں قول وقف کرنے والے کا قبول ہوگا اور یہ کھیت اس وقف میں داخل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے

ساتوان باب وقفنامہ کے متعلق مسئلوں کے بیان میں۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقفنامہ میں یوں مذکور ہے کہ وقف کیا فلان شخص نے اس چیز کو اپنے آزاد کیے ہوؤں اور فلان مدرسۂ معلومہ کے مدرس پر اور اس وقف نامہ میں مقداروں کا اور صحت کی شرطوں کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آخر یہ وقف فقیروں پر ہے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ تحریر نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی وقف کی اور اسکا وقفنامہ لکھا اور اپنے اوپر اُسکے گواہ کر دیے پھر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُسکو اس شرط پر وقف کیا تھا کہ میرے واسطے اُسکو بیع کرنا جائز ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس شرط کو لکھنے والے نے وقفنامہ میں لکھا ہے یا نہیں لکھا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر وقف کنندہ مرد فصیح ہو کہ عربی زبان اچھی طرح سمجھتا ہو اور یہ وقفنامہ اسکو پڑھ سُنایا گیا تھا اور وقف نامہ میں لکھا تھا کہ میں نے بوقف صحیح اسکو وقف کیا ہے اور اُسنے اقرار کیا کہ جو کچھ اس میں ہے سب صحیح اور میرا کیا ہوا ہے تو اب اُسکا یہ قول قبول نہوگا اور اگر وقف کرنے والا مرد عجمی ہو یعنے غیر فصیح ہو کہ عربی اچھی طرح نہ سمجھتا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ وقفنامہ اسکو فارسی میں پڑھ سُنایا گیا اور اُسنے جو کچھ اس میں ہے سب کا اقرار کیا تو بھی اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر گواہوں نے ایسی گواہی نہ دی تو اسکا قول قبول ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ فقط وقف کی تحریر کے ساتھ مخصوص ہے

بلکہ سب صکوک یعنی تحریرات کے ساتھ عام ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور فتاواے ابواللیث مین مذکور ہی کہ فقیہ ابوجعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت سے اُسکے پڑوسیون نے کہا کہ تو یہ دار وقف کردے بدین شرط کہ جب تجھے اسکے فروخت کی حاجت پیش آوے تب تو اُسکو فروخت کردے[له] پھر لکھنے والون نے[له] وقفنامہ بغیر اس شرط کے تحریر کرکے عورت مذکورہ سے کہا کہ ہم نے یہ کام کردیا اور عورت نے اسپر گواہ کرادیے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ وقفنامہ اس عورت کو فارسی مین پڑھ سُنایا گیا اور وہ سنتی تھی اور اُسنے اسپر گواہ کرادیے تو یہ مکان وقف ہوجائیگا اور اگر عورت مذکورہ کو نہین پڑھ سُنایا گیا تو مکان مذکور وقف نہ ہوگا۔ اور واضح ہو کہ جو حکم دونون مسئلون مین ذکر کیا گیا ہی وہ امام محمدؒ کے قول پر بنتا ہی اور امام ابویوسفؒ کے قول پر نہین ہوسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقفنامہ لکھنے کی اجازت دیدی پس کاتب نے اسکی دو حدین تو ٹھیک لکھین اور دو حدون کے لکھنے مین غلطی کی تو اس مین دو صورتین ہین کہ اگر وہ دونون حدین جنکے لکھنے مین کاتب غلطی کرگیا ہی اسی جانب مین ہون ولیکن ان دونون حدون اور اس زمین محدودہ کے درمیان مین کسی غیر کی زمین یا باغ انگور یا مکان ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اگر یہ دونون حدین جن مین غلطی کی ہی اس جانب مین نہ پائی جاتی ہون تو وقف باطل ہی لیکن اگر یہ زمین ایسی مشہور ہو کہ بوجہ اپنی شہرت کے حدود بیان کرنے کی محتاج نہو تو ایسی حالت مین وقف مذکور جائز ہوگا یہ وجیز مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی تمام اراضی جو کسی گانوُن مین واقع ہی کسی قوم پر وقف کرنی چاہی اور اپنے مرض کی حالت مین اُسکا وقفنامہ لکھنے کا حکم دیا پس کاتب اس تمام اراضی مین سے کھیت یا باغ انگور کے بعضے قطعات لکھنا بھول گیا پھر یہ وقفنامہ اُس وقف کرنے والے کو پڑھ سُنایا گیا اس مین یہ لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے اپنی تمام اراضی جو اس گانوُن مین واقع ہی اور وہ کذا وکذا قطعات ہین فلان بن فلان پر وقف کی اور اس مین اُسکے حدود بیان کیے گئے ہین مگر وہ قطعات جنکو کاتب لکھنا بھول گیا ہی وقفنامہ مذکور پڑھنے کی حالت مین اُس شخص کو نہین سُنائے گئے پھر وقف کرنے والے نے اس سب کا اقرار کیا تو شیخ ابونصیر رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وقف کرنے والے نے اپنی صحت کی حالت مین وقف کیا ہی اور اُسنے یہ خبردی کہ میری مراد یہ تھی کہ جو کچھ میری ملک اس گانوُن مین ہی مذکورہ وغیر مذکورہ سب مین نے وقف کی تو یہ وقف تمام اس ملک پر واقع ہوگا جو اُسنے مراد رکھی ہی اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا مرگیا حالانکہ وہ قبل مرنے کے اپنی نیت کی خبر دے چکا ہی تو جیسے اُسنے بیان کیا ہی اسی طرح وقف ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر متولی و وصی کے واسطے وصایت نامہ تحریر کیا اور اس تحریر مین اسکی وصایت و تولیت کی جہت کہ جسکی طرف سے متولی ہی کو ذکر نہین کیا تو یہ تحریر صحیح نہین ہی اور اگر یون تحریر کیا کہ یہ شخص از جانب حاکم وصی ہی یا متولی از جانب حاکم ہی مگر اُس قاضی کو ذکر نہ کیا جسنے اسکو مقرر کیا تو جائز ہی یہ واقعات حسامیہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ فتاواے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے وقف کے متولی سے زمین وقف کو جو معلوم لوگون پر وقف ہی اجارہ پر لیا اور اجارہ نامہ مین یون لکھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو ایسے وقفون کا متولی ہی جو فلان کی طرف منسوب ہین اور اس نام سے مشہور ہین اور وقف کرنے والے کے باپ و دادا کا نام نہ لکھا حتی کہ اسکی شناخت نہوئی تو یہ تحریر جائز ہی

له یعنی فروخت کرسکتی ہے ۱۲ له یعنی فقط یہ کہ زمین وقف کا متولی ہو ۱۲

اسواسطے کہ اگر اس تحریر مین لکھا جاتا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے جو اس طرح متولی وقف ہی حالانکہ یہ وقف معلوم لوگون پر ہی اجارہ لیا تو جائز تھا اگرچہ وقف کرنے والے کا نام بالکل ذکر نہ کیا جاتا تو صورت مذکورہ بالا مین بدرجۂ اولی جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص مثلاً زید کے قبضہ مین ایک زمین ہی اور ایک شخص مثلاً عمرو آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ زمین وقف ہی اور ایک تحریر لایا جسمین عادل لوگون و قاضیون کی تحریرین ہین مگر یہ لوگ مر چکے ہین پھر اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے وقف ہونے کا حکم دیا جاوے تو قاضی کو روا نہین ہی کہ اس تحریر کا حکم قضا جاری کرے یہ خلاصہ مین ہی - اور اسی طرح اگر کسی مکان کے دروازہ پر ایک لوح جڑی ہو جس پر اس مکان کا وقف ہونا تحریر ہی تو بھی قاضی اس لوح کے موافق اسکے وقف ہونے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ گواہان عادل اُس کے وقف ہونے کی گواہی نہ دین کذا فی المحیط ؛

آٹھوان باب

اقرار وقف کے بیان مین جس شخص کے قبضہ مین ایک زمین ہی اگر اُسنے اقرار کیا کہ یہ وقف ہے تو یہ وقف کا اقرار ہی اور ابتدائی وقف نہین ہی حتی کہ وقف کے واسطے جو شرائط ہین وہ اس مین شرط نہ ہونگے یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کے وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنے والے کو بیان نہ کیا اور نہ اُسکے مستحقون کو بیان کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور یہ زمین فقیرون پر وقف ہو جائیگی اور مین یہ حکم نہ دونگا کہ یہ اقرار کرنیوالا ہی اُسکا وقف کرنے والا ہی اور نہ یہ حکم دونگا کہ یہ وقف کرنے والا نہین ہی ولیکن اگر گواہ لوگ یہ گواہی دین کہ اس اقرار کرنے والے نے جس وقت اقرار کیا ہی اسوقت یہ زمین اُسکی ملک تھی تو اقرار کرنے والا ہی اُسکا وقف کنندہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی و فتاوی قاضی خان مین ہی - اور استحساناً اُسکا متولی بھی اقرار کرنے والا قرار دیا جائے گا حتی کہ اُسکی آمدنی و حاصلات کو وہ فقیرون پر تقسیم کرے گا ولیکن اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے کو اس کا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ مین ہی مترجم کہتا ہی کہ اس مسئلہ مین یہ اعتراض کے قابل بات باقی رہی کہ ایسی گواہی کیونکر قبول ہوگئی تو کتاب مین اُسکا جواب یون ذکر کیا کہ ایسی گواہی قبول ہونے کی تاویل اس صورت سے ہی کہ اس اقرار کرنے والے کے سوائے ایک دوسرے شخص نے اگر دعوی کیا کہ مین اسکا وقف کرنے والا ہون اور چاہا کہ اقرار کرنے والے کے قبضہ سے اپنے قبضہ مین لے لے پس اقرار کرنے والے نے اس طرح گواہ قائم کیے کہ اسکا وقف کرنے والا یہی اقرار کرنیوالا ہی پس گواہی قبول ہوگی اور مدعی کی خصومت دفع کیجائے گی اور یا اقرار کرنے والے کے واسطے اس وقف کی ایسی ولایت ثابت ہوگی جس پر عزل وارد نہین ہوسکتا ہی یعنے وہ معزول نہوسکے گا اور اگر اس اقرار کنندہ نے ایسے اقرار کے بعد یون اقرار کیا کہ اُسکا وقف کرنے والا فلان شخص ہی تو اُسکی طرف سے یہ اقرار قبول نہ ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ اسکا وقف کرنے والا مین ہون تو اُسکا قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر وقف کا اقرار کیا اور وقف کرنے والے کو بیان کیا مگر اس وقف کے مستحقون کو بیان نہ کیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے باپ کی طرف سے صدقہ موقوفہ ہی اور اُسکا باپ مر چکا ہی تو یہ حکم ہی کہ اگر اُسکے باپ پر قرضہ ہو تو یہ زمین اس قرضہ مین فروخت کیجائے گی اور اگر اُسکے باپ نے کچھ وصیت کی ہو اُسکی تہائی سے اُسکی وصیت پوری کیجائیگی پھر جو کچھ ان دونون سے بچ رہے وہ فقیرون پر وقف ہوگی بشرطیکہ اس اقرار

اقرار کرنیوالے کے ساتھ کوئی دوسرا وارث مقر نہو اور اگر اُسکے ساتھ دوسرا وارث بھی اقرار کرتا ہو تو جائز ہی کذا فی محیط السرخسی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار کرنے والے نے اپنے واسطے اسکے متولی ہونیکا دعوی نہ کیا تو ولایت اُسکے واسطے نہو گی اور قاضی کو اختیار ہو گا کہ جسکو چاہے اس وقف کا متولی کرے[ل] اور اگر اُسنے اپنے واسطے اُسکے متولی ہونیکا دعوی کیا تو اُسکا امر صلاحیت پر محمول کر کے استحساناً اُسکا قول قبول ہو گا کذا فی المحیط اور اگر اس اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا وارث ہو جو اس وقف سے انکار کرتا ہو تو اس اراضی مین سے انکار کنندہ کا حصہ انکار کنندہ کا ہو گا کہ وہ اپنے حصہ پر جسطرح چاہے تصرف کرے اور اُسمین سے اقرار کنندہ کا حصہ موافق اُسکے اقرار کے وقف ہو گا کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسیطرح اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ یہ اراضی میرے دادا کی طرف سے وقف ہو تو بھی یہی حکم ہے قال المترجم عربی زبان مین یہ سب اس صورتمین ہی کہ اُسنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من ابی او من جدی اور اگر اُسنے بجائے لفظ من کے عن کہا یعنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ عن ابی یعنے یہ اراضی میرے باپ سے متجاوز ہو کر وقف ہی تو اُسکا یہ قول اپنے باپ کے واسطے اسکی ملک کا اقرار نہو گا اور وقف جائز نہو گا خواہ اُسکے باپ پر قرضہ ہو یا نہو خواہ اُسکے باپنے کچھ وصیت کی ہو یا نہین اور خواہ اُسکے ساتھ دوسرا وارث مقر ہو یا نہو یہ حاوی مین ہے۔ اور یہ شخص اقرار کنندہ یا کوئی دوسرا اُسکا وقف کرنے والا قرار نہین دیا جائیگا مگر اسکی ولایت[غ] استحساناً اس مقر کیواسطے ہو گی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اقرار کنندہ نے وقف کو کسی شخص اجنبی کی طرف منسوب کیا پس اگر شخص معروف کو ذکر کیا اور اسکو بعینہ بیان کیا اور اضافت بھی ایسے حرف کے ساتھ بیان کی جو ملک پر دلالت کرے مثلاً عربی مین حرف من سے بیان کی (مثلاً زید نے اسکو وقف کیا ہی ۱۲) تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ شخص معین معروف زندہ موجود ہی اور وہ حاضر ہی تو اُسکی طرف رجوع کر کے دریافت کیا جائیگا کیونکہ اقرار کرنے والے نے اُسکے ملک ہونیکا اقرار کیا اور اُسپر وقف کرنیکی گواہی دی ہی پس اگر شخص مذکور نے ان دونون باتونمین اقرار کنندہ کی تصدیق کی تو یہ سب اُن دونونکی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائیگا اور اگر شخص مذکور نے اقرار ملک مین اسکی تصدیق کی اور وقف کرنیمین اسکی تکذیب کی تو ملک ان دونونکی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائیگی اور وقف اسوجہ سے ثابت نہو گا کہ گواہ ایک ہی ہے۔ اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثون پر ہو گا جیسے پہلے شخص مذکور کے زندہ ہونیکی صورتمین بیان کیا ہی یعنے سب وارث تصدیق و تکذیب مین متفق ہون حتی کہ بمنزلہ ایک شخص کے ہو جاوین اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بعضے وارثون نے ملک اور وقف کرنے دونون باتونمین اسکی تصدیق کی اور بعضون نے ملک مین تصدیق اور وقف کرنے مین تکذیب کی تو تصدیق کرنیوالے کا حصہ وقف ہو گا اور تکذیب کرنیوالے وارث کا حصہ اسکی ملک ہو گا کہ اس مین جسطرح چاہے تصرف کرے کذا فی المحیط پھر اگر سب وارثون نے (یا دونون ۱۲) اسکی تصدیق کی تو وقف مذکور کی ولایت اس اقرار کنندہ کے واسطے ہو گی اور اگر بعض نے تصدیق اور بعض نے تکذیب کی تو قیاساً اسکے واسطے

[ل] اہل ولایت و صاحب اختیار ۱۲ [٥] یہ مطلب ہی کہ اگر کوئی مدعی ملک پیدا ہو اور ثابت کرے تو اسکی ملک ثابت ہو گی اور وقف ثابت نہو گا مگر سردست بھی قبضہ یہ شخص اُسکا متولی رہے گا محض ملک کا قابض بوجہ اقرار کے نرہے گا فتامل ۱۲

ولایت ثابت نہ ہوگی اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین اور اسیطرح اگر وقف مین سب وارثون نے اسکی تصدیق کی مگر اس وقف کی ولایت اس مقر کے واسطے ہونے سے بعضے وارثون نے انکار کیا تو قیاسًا اُسکے لیے ولایت ثابت نہوگی کذا فی الظہیریہ مگر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انکار کرنے والے وارثون پر دو گواہ یہ گواہی دین کہ یہ اقرار کرنے والا اسکا متولی ہے (یعنی یہ متولی ہوگا ۱۲) تو اسکے واسطے ولایت ثابت ہوگی اور وارثون کی گواہی اس باب مین مقبول ہی کذا فی المحیط اور اگر مقر مذکور نے اجنبی کی طرف ایسے حرف سے اضافت کی جو ملک پر یقینًا دلالت نہین کرتا ہی مثلاً عربی مین حرف عن سے اضافت کی تو مقر کا قول اس اجنبی کے واسطے ملک ہی کا اقرار نہین ہی کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر اُسنے شخص اجنبی مذکور کو بطور معین بیان نہ کیا خواہ اضافت ایسے حرف سے کی جو ملک پر دال ہی (تو وقف کہان ثابت ہوگا ۱۲) یا اور حرف سے کی مثلاً عربی مین کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ من محمد او عن محمد (یعنی باپ دادا کا نام نہ لیا ۱۲) تو اراضی مذکور وقف ہوجائیگی کذا فی الظہیریہ پھر اگر اسکے بعد اُسنے کسی شخص کو بطور معین بیان کیا تو جبکہ اُسنے اقرار اول سے جدا کرکے (نظر بقول ظاہر ۱۲) بیان کیا اور پہلے اقرار مین اس اجنبی کی طرف اضافت ایسے حرف سے تھی جو ملک پر دال ہی مثلاً عربی مین بحرف من تھی تو اب اسکے دوسرے قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر اول اقرار مین اضافت بحرف عن تھی یعنی ایسے حرف سے جو ملک پر قطعی دال نہین ہی تو تصدیق کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے وقف کرنیوالے اور مستحق وقف دونوں کو بیان کیا تو اسکا حکم یہ ہی کہ وقف کنندہ کی طرف تصدیق کیواسطے رجوع کیاجاوے اگر وہ زندہ ہو (اقرار کنندہ سے ۱۲) یا اُسکے وارثون کی طرف رجوع کیاجاوے اگر وہ مرگیا ہو پس اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے وقف ہونے اور وقف کی شرطون مین اس مقر کی تصدیق کی تو اُسکے اقرار کے موافق وقف ہوگا یعنے اُسکے وقف ہونیکا اور انھین شرطون و استحقاق پر وقف ہونے کا حکم دیا جاویگا اور اگر وقف کنندہ نے یا اُسکے وارثون نے اسکے اقرار کی تکذیب کی تو نہ وقف ثابت ہوگا اور نہ شرطین یہ حاوی قدسی مین ہی۔ اور اگر وقف ہونیکا اقرار کیا اور اُسکے وقف کرنیوالے کو ذکر نہ کیا اور جو لوگ اس وقف کے مستحق ہین انکو بیان کیا مثلاً یون کہا کہ یہ اراضی میرے نفس اور میری اولاد اور میری نسل پر وقف ہی تو اُسکا اقرار قبول کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اس وقف کی ولایت اسی مقر کیواسطے استحسانًا ہوگی اگرچہ قیاسًا نہوگی پھر اگر کسی دوسرے نے دعوی کیا کہ یہ اراضی مجھپر وقف ہی اور پہلے اقرار کرنیوالے نے اسکی تصدیق کی تو وہ فقط اپنے حصہ مین تصدیق کیاجائیگا اور اپنی اولاد و اپنی نسل کے حصہ مین تصدیق نہ کیاجائیگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اراضی قوم معلوم پر جنکو اُسنے بیان کردیا وقف ہی پھر اسکے بعد اُسنے اقرار کیا کہ یہ اراضی دوسرونپر وقف ہی یعنے جنکو بیان کیا تھا وہ نہین بلکہ اورونپر وقف ہی یا جنکو پہلے بیان کیا تھا اُنمین کچھ اور لوگ بڑھادیے یا انمین سے کچھ لوگ کم کردیے تو اسکے دوسرے اقرار کی طرف التفات نہ کیا جائے گا بلکہ اسکے پہلے

ف یعنے اگر دو وارثون نے منکر وارثونپر گواہی دی کہ متولی اس وقف کا یہ مقر ہے تو مقبول ہی ۱۲ منہ ف یعنے یون کہا کہ ہذہ الارض صدقۃ موقوفۃ عن زید اور اول صورت مین من زید کہا تھا ۱۲ منہ ف یعنے جو اسکے قبضہ مین ہے اور یہ میرا اشارہ یادگار رہے فاحفظہ ۱۲ منہ ف یعنے خالی امر اقرار کے ساتھ دوسرے کو اس مقر کے حصہ مین سے حصہ رسد ملے گا اور یہ نہ ہوگا کہ اسکی اولاد و نسل سب کے ساتھ وہ مساوی حصہ رسد شریک کیا جاوے ۱۲

اقرار پر عملدر آمد ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کر دیا پھر اسکے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً و استحساناً اُسکا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور حاصلات وقف اسی جہت پر صرف ہوتی رہینگی جسکو اُسنے پہلے بیان کیا تھا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت بیان کیا کہ یہ وقف ہے اور اسقدر کہکر خاموش ہو رہا پھر کہا کہ یہ زمین فلان و فلان پر وقف ہے یعنی عدد معلوم کا نام لیا تو قیاساً اُسکا دوسرا قول قبول نہوگا اور استحساناً قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ فلان شخص معین پر ہے پھر اسکے بعد جدا کرکے کہا کہ پہلے فلان شخص معین سے شروع کیا جائیگا تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر دوسرا قول اُسنے پہلے قول سے ملا ہوا کہا تو امام محمد رح کے نزدیک دوسرا قول بھی قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا دوسرا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ فلان قاضی نے مجھے اس میں کا متولی کیا ہے اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو قیاساً اُسکا متولی ہونیکا قول قبول نہوگا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جس قاضی کے حضور میں یہ اقرار ہو وہ قاضی ایک زمانہ تک انتظار کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک سوائے اسکے جو اُسنے اقرار کیا ہے کچھ اور ظاہر نہو تو جس طور پر اُسنے اقرار کیا ہے اسی طور پر اُسکا اقرار جائز کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اُسنے اقرار کیا کہ قاضی نے اس زمین پر میرے والد کو متولی کر دیا تھا پھر میرے والد نے وفات پائی اور مجھے اُسکا وصی مقرر کیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ اُن سبیلوں پر ہے تو اُسکا قول قبول نہ ہوگا۔ اور اسیطرح اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ یہ اراضی میرے والد کے قبضہ میں تھی یا کہا کہ یہ اراضی فلان شخص کے قبضہ میں تھی پھر اُسنے مجھے وصی مقرر کر دیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو بھی اسکا قول قبول نہ ہوگا اور اسیطرح اگر کہا کہ یہ زمین فلان شخص کے قبضہ میں تھی اور اُسنے مجھے اُسکا وصی مقرر کر دیا ہے تو بھی اُسکا قول قبول نہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اس زمین کو فلان مذکور کے وارث کو سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص غیر کی زمین کو کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے پھر خود اسکا مالک ہو گیا تو وہ وقف ہو جائیگی یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک شخص کے وارثون کے قبضہ میں ہے جنھون نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اسکو وقف کیا ہے مگر ہر ایک وارث نے جہت وقف مختلف بیان کی یعنی جو ایک نے بیان کی ہے دوسرے نے اسکی غیر جہت بیان کی تو قاضی ان سبکا اقرار قبول کریگا اور ہر ایک کے حصہ کی حاصلات کو اسی جہت میں صرف کریگا جو اُسنے بیان کی ہے اور اس وقف کے متولی مقرر کرنیکا اختیار قاضی کو ہوگا کہ جس شخص کو چاہے اسکا متولی مقرر کر دے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے پھر اگر ان وارثون میں کوئی شخص صغیر ہو یا غائب ہو تو قاضی حصہ صغیر کو روک رکھیگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو اور حصہ غائب کو بھی روک رکھیگا یہانتک کہ وہ لوٹ آوے اور اگر وارثون میں سے بعض نے اقرار کیا کہ ہمارے والد نے ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے اور بعضون نے اُس سے انکار کیا تو جنھون نے وقف کا اقرار کیا ہے اُنکا حصہ اسی جہت پر وقف ہوگا جو اُنھون نے اقرار کی ہے اور جنھون نے انکار کیا ہے انکا حصہ انکی ملک ہوگا مگر اقرار کرنیوالون کے حصہ کی آمدنی میں انکار کرنیوالے

سلہ جسکے قبضہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے ۱۲ سلہ اگر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اقرار کرنیوالون نے کہا تھا کہ ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے تو اولاد و نسل میں انکار کرنیوالے بھی داخل ہیں اسکو دفع کر دیا کہ ایسا ہوگا اسلئے کہ جب انھون نے انکار کیا تو اصل وقف سے انکار کیا پھر کس طرح وقف میں داخل ہونگے

داخل نہونگے پھر اگر انکار کرنے والون نے اپنے حصون مین سے کچھ فروخت کر دیا پھر اقرار کرنیوالونکی تصدیق کی طرف رجوع کیا یعنے اقرار کرنیوالون کے قول کی تصدیق کی تو جسقدر ملک انکے قبضہ مین باقی ہی اسیقدر کے حق مین انکی تصدیق کی جائیگی اور جسقدر اُنھون نے فروخت کر دی ہی اسکے حق مین تصدیق نہوگی ولیکن اگر خریدنے والا انکے قول کی تصدیق کرے تو جسقدر فروخت کیا ہی وہ بھی وقف مین شامل[1] ہوگا اور اگر مشتری نے ان کے قول کی تکذیب کی تو فروخت کرنے والے اسقدر ملک کی قیمت جسقدر انھون نے فروخت کی ہی تاوان داخل کرینگے اور اس قیمت سے دوسری زمین خریدی جائیگی جو باقیماندہ زمین کے ساتھ اسی جہت پر وقف ہوگی جو انھون نے اقرار کی ہی (قال المترجم ثم اعلم ان العبارۃ التی وجدت فی النسخۃ بعد ذلک وہی ما نتلوہ غیر مربوط فکانہا مصحفۃ فانظر المقدرۃ) اسلیے کہ ان باقیون نے یہ اقرار کیا ہی اور اس بیچنے والے نے انکی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جو غلہ پہلے حاصل ہو چکا ہی وہ اس قیمت کا تعاص نہ ہوگا جو اسپر لازم آئی یہ حاوی مین ہی۔ امام خصافؒ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ زید بن عبداللہ اور اُسکی اولاد اور اسکی نسل کی اولاد اور اسکے عقب پر ہی جبتک انکی نسل سے پھر انکے بعد مسکینون پر ہی پھر زید بن عبداللہ نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ وقف مجھپر اور میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور عمرو پر[عہ] قرار دیا ہی تو زید کے قول کی تصدیق فقط اسکی ذات پر ہوگی اور اسکے سوائے دوسرے پر نہوگی پس غلہ تقسیم ہونیکے وقت دیکھا جائے گا کہ کون موجود ہی پس زید اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد و اسکی نسل مین (اولاد در وغیرہ ۱۲) سے جو لوگ موجود ہون انپر غلہ تقسیم کر دیا جائیگا پھر جو کچھ زید کے حصہ مین پڑا ہی عمرو اُسکے ساتھ داخل کر دیا جائیگا پس زید کا حصہ زید و عمرو کے درمیان تقسیم ہوگا اور جبتک زید زندہ رہے گا۔ یون ہی ہوتا رہے گا پھر جب زید مر جاوے تو اُسکا اقرار باطل ہو جائے گا اور پھر عمرو کے واسطے اس صدقہ مین کوئی حق نہوگا۔ اور اسیطرح اگر وقف کرنیوالے نے یہ صدقہ زید پر اور بعد زید کے مساکین پر وقف کیا پھر زید نے عمرو کیواسطے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی شرکت کا اقرار کیا تو بھی جبتک زید زندہ ہی عمرو کو اختیار ہوگا کہ وقف مذکور کے غلہ مین زید کے ساتھ شرکت کرے پھر جب زید مر جائیگا تو پورا غلہ مسکینونکا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص دو پسر چھوڑ کر مر گیا جنمین سے ایک کے پاس ایک زمین ہی اور وہ کہتا ہی کہ یہ میرے باپ کی طرف سے مجھپر وقف ہی اور دوسرا بیٹا کہتا ہی کہ ہمارے باپ کی طرف سے ہم دونونپر وقف ہی تو اسیکا قول قبول ہوگا اور یہ زمین ان دونونپر وقف رہیگی یہی مختار ہی یہ مضمرات مین ہی۔ امام خصافؒ نے اپنی کتاب الوقف مین بیان کیا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک زمین یا دار (مکان ۱۲) ہی اسپر دوسرے شخص نے قاضی کے یہان دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہی اور جس شخص کے قبضہ مین ہی وہ کہتا ہی کہ یہ وقف ہی اسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے مسکینونپر وقف کیا ہی اور میرے قبضہ مین دیدی ہی تو قاضی اس زمین کو اسی جہت پر وقف قرار دیگا جو اُسنے اقرار کی ہی ولیکن اس حکم سے مدعا علیہ کے ذمہ سے خصومت مندفع نہوگی حتی کہ اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس مدعا علیہ سے قسم لیجاوے کہ یہ زمین میری

---

[1] اور یہ لوگ مشتری کو اُسکا روپیہ واپس دیدینگے ۱۲ منہ [عہ] یعنے ایک اجنبی شخص کو داخل کیا ۱۲ منہ

نہین ہی تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک نہین ہی پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا یا مدعی کی ملک ہونیکا اقرار کر لیا تو قاضی اُس مدعا علیہ کو اس زمین کی قیمت کا ضامن قرار دیگا اور اُسکے وقف ہونیکا جو حکم دیدیا ہی اسکو باطل نہ کریگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کئے کہ یہ زمین اسی مدعی کی ہی تو مدعی کی ملک ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور وقف کا اقرار باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اقرار کیا کہ فلان شخص معروف نے اسکو وقف کیا ہی اور وہ شخص حاضر ہوا اور اُسنے وقف کرنیکا اقرار کیا تو وہ مدعی کا خصم قرار پائیگا۔ اور اگر قابض نے ایک قوم کو بیان کیا کہ یہ اراضی انپر وقف ہی تو وہ سب مدعی کے خصم ہونگے پس اگر قوم مذکور نے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اراضی اسی کی ملک ہی تو اقرار مذکور غلہ کے حق مین انکی نفس ذات پر قبول ہوگا پھر جب یہ لوگ مرجاوینگے تو غلہ مذکور مسکینون کا ہوگا مدعی کا نہو گا اور اگر زمین مذکورہ کسی یتیم کے (یعنی نابالغ کے) قبضہ مین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو وہ مدعی کا خصم ہوگا کہ مدعی کے گواہ اسکے مقابلہ مین سنے جاوینگے اور یتیم سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ یتیم کا اقرار کر دینا صحیح نہین ہی اور قاضی کے امین کا بھی یہی حکم ہی یہ حاوی مین ہی اور اگر قابض نے جسکے قبضہ مین دار ہی اس اقرار کے بعد کہ یہ فلان و فلان و انکی اولاد پر اور انکے بعد مساکین پر وقف ہی یون اقرار کر دیا کہ یہ دار اس مدعی کی ملک ہی پھر یہ سب مسلمان حاضر ہوئے اور انھون نے قابض کے اس اقرار کی کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تکذیب کی اور کہا کہ یہ دار ہم لوگون پر وقف ہی تو یہ لوگ دعوی مدعی کے باب مین مدعی کے خصوم ہونگے پس اگر مدعی نے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کا ہی تو مدعی کے واسطے اس دار کے مالک ہونیکا حکم دیدیا جائیگا اور جسکے قبضہ مین دار مذکور تھا اسکا یہ اقرار کہ یہ وقف ہی باطل ہوگا اور اگر مدعی مذکور کے پاس اُسکے دعوی کے گواہ نہون اور اُسنے قسم چاہی تو ان لوگون سے قسم لے سکتا ہی پس اگر ان لوگون نے اقرار کر دیا کہ یہ دار اسی مدعی کا ہی یا قسم کھانے سے انکار کیا تو ان لوگونکا اقرار انکی ذات پر جائز ہوگا اور انکا اقرار انکی اولاد و اولاد کی اولاد و مسکینون پر جائز نہوگا اور اسیطرح انکا اقرار اجنبی شخص پر بھی اس باب مین جائز نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وقف صحیح کا اقرار کیا اور اپنے قبضہ سے خارج کر دینے کا اقرار کیا حالانکہ اُسکا وارث جانتا ہی کہ اُسنے اپنے قبضہ سے خارج نہین کیا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا اقرار اسکی نفس پر جائز ہی ولیکن اُسکے وارثونکو اختیار نہوگا کہ اس وقف کو لے لیوین اور محکمہ قضا مین وارثونکا دعوی مسموع نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی صحت مین اپنی زمین فقیرون پر وقف کر دی پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ زمین میری ہی اور سوا وارثون نے اسکا اقرار کر دیا تو اس سے وقف مذکور باطل نہوگا ولیکن امام محمد رحمہ اللہ کے قول مین وارث لوگ ترکہ میت سے اس زمین کی قیمت کے ضامن ہونگے اور فقیہ نے فرمایا کہ ضمان واجب ہونا سب اماموں کے نزدیک بلا خلاف ہی اور یہی ٹھیک ہی اور اگر وارثون نے اس سے انکار کیا اور مدعی نے انکی قسم طلب کی پس اگر مدعی کی غرض یہ ہو کہ اس زمین کو لیلون تو وارثون پر قسم نہین آتی ہی اور اگر یہ غرض ہو کہ اگر یہ لوگ قسم سے انکار کرین تو ترکہ میت سے اسکی قیمت ضمان لون تو اسکو ایسا اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ دار وقف ہی جسکو مسلمانون مین سے ایک شخص نے ابواب خیر اور مسکینون پر

وقف کیا ہی اور مجھے سپرد کیا ہی اور مجھے اسپر قیم[٥] کر دیا ہی پھر ایک شخص آیا اور قابض کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ مین نے ہی اس دار کو ان وجوہ و سبیل پر وقف کیا اور اس قابض کو سپرد کر دیا اور اسکو اسکی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا ہی اور چاہا کہ قابض کے قبضہ سے نکال لے تو دیکھا جائے گا کہ جسکے قبضہ مین ہی اگر اُسنے اسکی تصدیق کی کہ اسی نے اسکو وقف کیا ہی تو مدعی مذکور کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اسکو نکال کر اپنے قبضہ مین لے لے قال المترجم اور ایک نسخہ مین اسکے آگے یون لکھا ہی کہ اگر اس آنیوالے مدعی نے کہا کہ مین اس مین کا مالک ہون اور مین نے اسکو وقف نہین کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قابض سے اپنے قبضہ مین لے لے۔ اور اگر مدعی مذکور نے کہا کہ مین نے یہ دار و زمین اس قابض کے پاس ودیعت رکھی ہی اور قابض کہتا ہی کہ یہ اسی کی تھی مگر اُسنے اسکو ان وجوہ مذکورۂ بالا پر وقف کر دیا ہے تو قاضی اس قابض کے اس قول کو کہ یہ دار و زمین اسی مدعی کی تھی قبول فرماویگا یہ ذخیرہ مین ہی ایک زمین ایک شخص کے قبضہ مین ہی پس دو گواہون نے اس قابض کے اس اقرار کی گواہی دی کہ یہ زمین زید بن عمرو و اسکی نسل پر وقف ہی اور دیگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اس قابض نے اقرار کیا کہ بکر بن خالد پر وقف ہی تو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر یہ دریافت ہو جاوے کہ دونون اقرارون مین سے کون پہلے واقع ہوا تو پہلا جائز ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا اور اگر یہ دریافت نہو کہ کون اقرار ان دونون مین سے اول واقع ہوا تو ان دونون اقرارون کے واسطے حکم دیا جائیگا یعنی یہ حکم دیا جائیگا کہ دونون فریق پر وقف ہی اور اُسکا غلہ دونون فریق کے درمیان نصف نصف[١] ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک ذمی کے قبضہ مین ایک زمین ہی اُسنے اقرار کیا کہ ایک مسلمان نے اسکو مسکینون پر یا جہاد پر یا حج پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہین تو ذمی مذکور کا اقرار جائز ہوگا اور اسکی حاصلات انہین وجوہ پر جو اسنے بیان کی ہین جاری رکھی جائیگی اور اگر اُسنے کہا کہ مسلمان نے اسکو راہ بیع پر وقف کیا ہی یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کا تقرب نہین چاہتے ہین تو ذمی مذکور کا اقرار باطل ہوگا اور زمین مذکور اسکے قبضہ سے نکال کر مسلمانون کے بیت المال مین داخل کر دیجائیگی یہ حاوی مین ہی

نوان باب وقف کو غصب کر لینے کے بیان مین

ایک شخص نے زمین یا دار کو وقف کیا اور اُسکو ایک شخص کے سپرد کیا اور اسکو اسکی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا پھر جس شخص کو سپرد کی تھی وہ اُس سے انکار کر گیا تو وہ غاصب ہی کہ زمین اُسکے قبضہ سے نکال لیجائیگی اور اس مقدمہ مین خصم وہی وقف کرنیوالا ہوگا اور اگر وقف کرنیوالا مر گیا ہو اور اس وقف کے مستحق لوگ آئے کہ اُنھون نے اپنا استحقاق طلب کیا تو قاضی اس مقدمہ مین ایسے شخص کو مقرر کریگا جو خصم ہووے پس اگر غاصب کے پاس اس وقفی چیز مین نقصان آگیا تو اسکے انکار کر جانیکے بعد جو نقصان اسمین آیا ہی غاصب اُسکا ضامن ہوگا اور جو کچھ اسمین سے منہدم ہوا ہی اس مال سے اسکی تعمیر کرائی جائیگی۔ اور اگر غصب کنندہ نے وقف کرنے والے سے غصب کی ہو نہ اس شخص سے جو اسپر متولی ہے تو غاصب پر واجب ہوگا کہ وقف کرنیوالے کو

---

[٥] کہ اسکی نگرانی اور محافظت رکھون ١٢ [١] قال المترجم پھر جب دونون مین سے کوئی فریق معدوم ہو جاوے تو اسکا حصہ مساکین کا ہوگا ١٢ منہ

واپس دیدے۔ اور جب غاصب نے انکار کیا اور قاضی کے پاس اسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا تو قاضی اسکو محبوس رکھیگا یہانتک کہ وہ مغصوبہ چیز کو واپس کردے اور اگر وقف مین کوئی نقصان آگیا ہو تو نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ مال ضمان اس وقف کی مرمت اور شکستہ وریختہ کی تعمیر مین صرف کیا جائیگا اور جو لوگ اس وقف کی حاصلات کے مستحق ہین اُنمین تقسیم نہ ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر غاصب نے وقف کی چیز مین اپنی طرف سے بڑھایا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ زیادتی مال منقوم۱ نہو مثلاً غاصب نے اس زمین مین ہل۲ چلایا یا نہر کھودی ہی یا اس مین کھاد ڈالی ہی اور کھاد اسکی مٹی مین ملکر بمنزلہ مستہلک کے ہو گئی تو اس وقف کا قیم اُسکے غاصب سے اسکو مفت واپس لیگا اور زیادتی مذکورہ کے مقابلہ مین کچھ نہ دیگا اور اگر زیادتی مذکورہ مال منقوم ہو مثلاً درخت لگایا ہی یا اسمین عمارت بنائی ہی تو غاصب کو حکم دیا جائیگا کہ اپنا درخت جڑ سے نکال لے اور عمارت کو توڑ لے اور زمین واپس کردے بشرطیکہ ایسا کرنے سے زمین وقف کو نقصان نہ پہونچتا ہو اور اگر اس سے زمین وقف کو نقصان پہونچتا ہو مثلاً درخت جڑ سے کھود ڈالنے سے زمین مذکور خراب ہوئی جاتی ہو یا عمارت توڑ لینے سے دار مذکور کھنڈل ہوا جاتا ہو تو غصب کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کو توڑے یا درخت کو جڑ سے اُکھاڑ لے پھر اس وقف کا قیم اس عمارت کی ٹوٹی ہوئی کے حساب سے اور اس درخت کٹے ہوے کے حساب سے قیمت ادا کریگا بشرطیکہ اس وقف کی اسقدر آمدنی اس متولی کے پاس ہو جو اس تاوان ادا کرنیکو کافی ہو۔ اور اگر ایسی صورت مین وقف مذکور کی آمدنی کچھ جمع نہو تو وقف مذکور اجارہ پر دیدیا جائیگا پس اس اجرت مین سے یہ تاوان ادا کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر غاصب نے چاہا کہ وہ آخری درجہ ایسے مقام سے ہر درخت کو کاٹ لے کہ جس سے زمین کو کچھ خرابی نہ ہونچے تو اسکو یہ اختیار ہوگا پھر جسقدر زمین ذمی کے اندر درختون مین سے دبا رہگیا ہی قیم اسکی قیمت غاصب کو ضمان دیگا بشرطیکہ اسکی کچھ قیمت ہوتی ہو یہ محیط مین ہی اور اگر اس مسئلہ مین متولی نے غاصب کے پودون سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کرلی تو جائز ہی بشرطیکہ اس صلح مین وقف کیواسطے بھلائی۳ ہو اور یہی حکم عمارت کی صورت مین بھی ہی یہ حاوی مین ہی اگر کسی غاصب نے اراضی وقفی کو درحالیکہ اسکی قیمت ہزار درم تھی غصب کیا پھر دو ہزار درم اسکی قیمت ہو جانیکے بعد غاصب مذکور سے اسکو دوسرے غاصب نے غصب کرلیا تو قیم پہلے غاصب کا دامنگیر نہوگا۔ بلکہ دوسرے ہی کا پیچھا پکڑیگا جبکہ دوسرا غاصب تونگر ہو۔ شیخ نے کہا کہ امام کی مراد اس کلام سے یہ ہی کہ دوسرے ہی کا دامنگیر اُسوقت ہوگا کہ جب دوسرے غاصب سے تیسرے نے غصب کرلیا اور اس سے واپس لینا متعذر ہو گیا ہو تو ایسی صورت ہو جانے مین اول و دوم مین سے غاصب دوم ہی کا دامنگیر ہووے جبکہ وہ بہ نسبت اول کے تونگر ہو۔ پھر فرمایا کہ اور اگر پہلا غاصب بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مالدار ہو تو پہلے ہی کا پیچھا پکڑے۔ اور جب قیم نے دونون غاصبونمین سے کسی ایک کا پیچھا پکڑ لیا تو دوسرا غاصب بری۴ ہو گیا اور جب قیم نے دونونمین سے کسی ایک سے قیمت وصول کرلی تو اس قیمت سے دوسری زمین

۱ وہ مال جسکی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہو ۱۲ ۲ اور یہی حکم اس صورت مین ہی کہ اسکو کدال وغیرہ سے کوڑ دیا ہو ۱۲
۳ یعنے بہتری ہو تو مضائقہ نہین ہی ۱۲ منہ ۴ قیم کے مواخذہ سے چھوٹ گیا ۱۲ م

خرید کر بجاے اراضی اول کے وقفی قایم کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر قیم نے دونون مین سے کسی ایک غاصب سے قیمت وصول کرلی پھر اصل زمین اُسکو واپس دی گئی تو وہ بھی قیمت وصول کردہ کو واپس کردے اور زمین مذکورہ اپنے حال پر وقفی ہوگی اور ایسی صورت مین غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی قیمت واپس پانے تک زمین کو روک رکھے کذا فی المحیط پھر اگر قیم نے غاصب سے قیمت وصول پائی اور وہ اُسکے ہاتھ سے ضائع ہوگئی تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور ضائع ہونیمین قسم سے قیم ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر قیم نے قیمت وصول کرکے ہنوز اُس سے دوسری زمین خریدی نہین تھی کہ اُسکے پاس سے قیمت ضائع ہوگئی پھر اصل زمین وقفی اسکو واپس ملگئی تو زمین مذکور جیسے وقفی تھی اسی حال پر رہیگی اور قیم نے جو قیمت وصول کرلی تھی اسکو اپنے ذاتی مال سے پھیرنا برداشت کرے پھر استحساناً اسقدر مال کو حاصلات وقف سے واپس لیوے لیکن یہ ہوگا کہ جن لوگونپر حاصلات اراضی وقف ہے اُنسے اُنکے دیگر اموال سے سواے حاصلات وقف کے واپس لیوے بلکہ اُنکے اسی مال حاصلات وقف سے واپس لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ ہوا کہ قیم نے قیمت وصول کرکے اسکے عوض دوسری زمین بجاے وقف اول کے خرید لی پھر اُسکو اصل زمین وقفی واپس دی گئی تو وہ بحال خود وقف ہوگی اور دوسری زمین جو خریدی ہے وقف ہونیسے خارج ہوجائیگی پس قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے دامون سے وہ قیمت جو وصول کرلی تھی ادا کردے اور اگر اسمین کمی پڑے تو کمی قیم کے ذاتی مال پر ہوگی اسکو قیاساً و استحساناً دونون طرح حاصلات وقف سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے وقف کے ساتھ استبدال کرلینا شرط کردیا ہو یعنے شروط مین لکھدیا ہو کہ استبدال روا ہے پس قیم نے اسکو فروخت کرکے دام وصول کرلیے پھر یہ دام ضائع ہوگئے پھر پہلا دار اسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو قیم اُسکے دام کو اپنے مال سے ضمان دے پھر زمین وقف جو اسکو پھیر دی گئی ہے تاوان دیے ہوے دامون کے بدل فروخت کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر وقفی دار اور وقفی زمین کو غصب کرکے دار کی عمارت ڈھائی یا زمین کے درخت کاٹ ڈالے تو قیم کو اختیار شرعی حاصل ہوگا کہ غاصب سے عمارت و ہر قسم کے درختونکی قیمت خواہ غربا کے ہون یا کسی قسم کے ہون تاوان لے جبکہ غاصب ان چیزونکو واپس کرسکے پھر عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے اور درختونکی بحساب لگے ہوے کے تاوان لیگا۔ پس اگر قیم نے غاصب سے قیمت تاوان لے لی پھر دار اور زمین اور عمارت کا ٹوٹنا اور درختان مذکورہ ظاہر ہوے یعنے غاصب کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ وہ دار کو مع عمارت کی ٹوٹن کے یا زمین کو مع اشجار مقطوعہ کے واپس کرے تو وہ اس خالی زمین بے عمارت و درخت کو واپس کردے اور رہا ٹوٹن یا درخت تو

لہ یعنے اصلی وقف جسکو فروخت کیا ہے ۱۲ منہ ۲ے قولہ زمین وقف اقول دل مین دار سے وضع مسئلہ ظاہر ہوتی ہے اور اس عبارت سے وضع بارض الوقف ظاہر ہے پس تو دار بمعنی بے عمارت میدان ہے کہ اسکو ایک مرتبہ دار سے دوسری مرتبہ زمین سے تعبیر کیا اور یہ اشارہ ہے کہ وضع مسئلہ خواہ دار سے رکھو یا زمین سے رکھو حکم مین تفاوت نہین ہے اور یہی میرے نزدیک اوجہ و اوفق ہے اور یہی خواص عبارات فقہا مین منجملہ اشارات کے ہے فالحفظ ۱۲ منہ ۳ے قولہ عمارت الخ اقول یعنی دار مع عمارت اور زمین مع اشجار کے کل قیمت علاوہ علیحدہ واپس لیگا پس مراد یہ ہے کہ دار کے مسئلہ مین عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے علاوہ اس مسئلہ کے قائم ۱۲

وہ اُسی کے ہو چکے ہیں پھر قیم اس خالی زمین کا حصہ قیمت غاصب کو واپس کر دیگا کذا فی الذخیرہ والمحیط و فتاوی قاضی خان۔ اور اگر غاصب کے قبضہ میں کسی اجنبی نے عمارت ڈھا دی یا درختان زمین پر تعدی کی جس سے غاصب نے اُن چیزوں کی قیمت ڈانڈ بھر لی اور کما گیا اب وہ مفلس نادار ہو تو قیم کو یہ اختیار ہوگا کہ جس اجنبی نے تعدی کی تھی اُسکا دامنگیر ہو۔ اور اگر غاصب نے اس زمین میں زراعت کی تو کھیتی اُسی کی ہوگی اور اسپر زمین کا نقصان جو کھیتی کرنے سے اُسمین آگیا ہو واجب ہوگا اور یہ مال لیکر اُس زمین کی تعمیر میں لگا دیا جائیگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر زمین وقف میں درختان خرما و دیگر اشجار ہوں جنکی حاصلات کو غاصب نے چند سال تک لیا پھر اُسنے زمین مع درختان مذکور واپس کرنی چاہی تو اُسکے ساتھ اسکی حاصلات کو بھی واپس کرے اگر بعینہٖ[1] موجود ہو اور اگر اس سے وہ حاصلات تلف ہو گئی ہوں[2] تو اسکے مثل واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے پھر غاصب سے جو کچھ حاصلات کے بدلے حاصل کیا جاوے وہ انھیں راہوں میں لگا دیا جائیگا جنپر وہ وقف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ غاصب نے زمین وقف کو غصب کیا اسمین درختان خرما و دیگر اشجار ہیں پس اُسکے قبضہ میں سے کسی اجنبی نے درختان مذکورہ کھود لیے[3] تو قیم کو اختیار ہے چاہے غاصب سے اُن درختوں کی قیمت جمے ہوئے کے حساب سے تاوان لے یا اسکو کھودنے والے سے تاوان لے پس اگر قیم نے غاصب سے ضمان لی تو وہ کھود لینے والے سے واپس لیگا اور اگر اُسنے کاٹکر کھود لینے والے سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر قیم نے دونوں میں سے ہنوز کسی سے تاوان نہیں لیا تھا کہ غاصب نے قاطع سے قیمت درختان مقلوعہ تاوان بھر لی پھر قیم نے اگر قطع و قلع کرنے والے سے ضمان لینی چاہی تو اسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک وقفی زمین غصب کر لی[4] اور جسکے پاس سے غصب کی ہے اُسنے نالش کی اور گواہ قایم کیے تو بالاجماع اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور زمین مذکور اسکو واپس ہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر وقف کو کسی نے غصب کر لیا تو جن لوگوں پر وقف ہے اُنمیں سے کسی کو بدون اجازت قاضی کے خصومت کا حق حاصل ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اسپر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اسکے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں پھر جن لوگوں پر وقف تھا انھوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعوی کیا کہ اسنے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کرکے اسکو سپرد کر دیا ہے اور وہ شخص منکر ہے پس انھوں نے اُس سے قسم لینی چاہی تو انکو یہ حق پہونچتا ہے بعد جب اس شخص نے انکے دعوے سے انکار کیا تو اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور [illegible] لیا تو اسپر قیمت وقف [illegible] کا حکم کیا جائیگا اسیطرح اگر مدعیوں نے اسپر گواہ قائم کیے تو بھی ثابت ہو جانے پر یہی حکم دیا جائیگا کیونکہ وقفی مکانات و اراضی وغیرہ جو از قسم عقار ہوں انکے غصب کی صورت میں وقف

ف۱ یعنی وہی جو حاصل ہوا تھا بعینہٖ موجود ہو ۱۲ ف۲ تلف ہو گئی ہو خواہ اسنے تلف کی ہو یا خود تلف ہوئی ہو ہر حال ضامن ہوگا [illegible] اصل مضمون ہے ولیکن [illegible] ف۳ اور غاصب سے اسکا تاوان نہیں لیا تھا ۱۲ ف۴ یعنی اسنے غصب کر لیا پس ضامن ہوا ۱۲ ف۵ [illegible] نہیں کیا جاتا کہ عقار کا غصب صحیح نہیں ہوتا جیسا کہ کتاب الغصب میں مذکور ہے [illegible] ۱۲ [illegible] بعض ائمہ کے نزدیک عقار میں غصب نہیں ہوتا لہذا اس مقام پر تنبیہ کر دی فافہم ۱۲

پر نظر کرکے یہی فتویٰ ہو کہ غاصب ضامن ہو جیسے کہ وقف کے منافع غصب کر لینے کی صورت مین بنظر وقف یہی فتویٰ ہو کہ منافع وقف کا غاصب ضامن ہو اور یہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہو۔ اور جب اس غاصب پر قیمت کا حکم دیا گیا تو قیمت اُس سے وصول کرکے اسکے عوض دوسری اراضی خرید کیجائیگی پس وہ بجائے اصل کے وقف رہیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے اپنی زندگی و صحت مین ایک موضع وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکال کر متولی کے قبضہ مین دیدیا پھر اُسپر ایک غاصب مستولی ہو کر وقف مذکور و متولی کے درمیان حائل ہو گیا تو غاصب سے اسکی قیمت لیکر اس سے دوسرا موضع خرید کر اول کے شرائط پر وقف کیا جائیگا کیونکہ جب غاصب انکار کر گیا تو وہ چیز گویا مستہلک ہو گئی اور وقفی چیز جب تلف ہو جاوے تو اُسکے قائم مقام دوسری بدل لینا واجب ہو جیسے وقف گھوڑا اگر جہاد مین مار ڈالا جاوے تو اسکی قیمت سے استبدال کیا جاتا ہو اور یہ حکم بدلیل استحسان ہو جسکو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے اپنا کھیت وقف کیا پھر اُسی نے اسمین زراعت کی اور خرچ کیا اور کھیتی نکلی اور بیج اسی کی طرف سے ہین پس اُسنے کہا کہ مین نے اپنے بیجون سے اپنے واسطے یہ زراعت کی ہو اور جنپر وقف ہو انھون نے کہا کہ تونے وقف کے لیے زراعت کی ہو تو اس بارہ مین وقف کرنیوالے کاشتکار کا قول قبول ہو گا اور کھیتی اُسکی ہو گی اور اگر وقف والون نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکے قبضہ سے نکال لے اُسنے اپنے واسطے زراعت کی ہو حالانکہ اسکو یہ استحقاق نہ تھا تو قاضی اسکے قبضہ سے نہیں نکالیگا ولیکن وقف کے لیے زراعت کرنے مین اُس سے تقدیم کر دیگا پھر اگر اُسنے کہا کہ وقف کا کچھ مال میرے پاس نہین اور نہ بیج ہین تو قاضی اُس سے کہیگا کہ وقف پر قرضہ لے اور اسکو بیجون و مزدوری وغیرہ مصارف زراعت مین خرچ کرکے حاصلات سے لے لینا پھر اگر اُسنے کہا کہ مجھسے یہ نہین ہو سکتا ہو تو قاضی اہل وقف سے فرمائیگا کہ تم قرضہ حاصل کرکے بیج خرید دو اور خرچہ دو پھر حاصلات سے ادا کر دینا پھر اگر اہل الوقف نے کہا کہ ہمکو کھٹکا ہو کہ جب ہم قرضہ لیکر بیج خریدین اور خرچہ دین تو جب یہ سب وقف کرنیوالے کے پاس پہونچ جاوے تو وہ انکار کر جاوے ولیکن ہم خود اسمین زراعت کرین تو قاضی کو نہ چاہیے کہ علی الاطلاق انکو یہ حکم دیدے کیونکہ جسنے وقف کیا ہو وہی اول مستحق اُسکی پرداخت کا ہو لیکن اگر اُسکی ذات پر یہ خوف ہو کہ وقف کو تلف کر ڈالیگا تو اسکو استحقاق مین اولویت نہین ہو اگر وقف کنندہ نے اسمین زراعت کی اور خرچہ اُٹھایا پھر کھیتی کو اولا یا پالا وغیرہ ایسی کوئی آفت پہونچی کہ کھیتی جاتی رہی پس وقف کنندہ نے کہا کہ مین نے قرضہ لیکر یہ زراعت جو جاتی رہی ہو وقف کیواسطے بوئی تھی پھر دوسری پیداوار سے حاصلات آئی پس اُسنے چاہا کہ مین اس پیداوار سے وہ قرضہ وضع کر لون جسکو اسنے تلف شدہ زراعت کے واسطے قرض کر لینا بیان کیا تھا اور اہل وقف نے کہا کہ اسنے اپنے ہی واسطے کھیتی بوئی تھی تو اسمین وقف کرنیوالے کا قول قبول ہو گا اور اسکو اختیار ہو گا کہ اس پیداوار سے اسقدر قرضہ جسکا دعویٰ کرتا ہے وضع کرلے پھر اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ مین نے ہزار درم لیکر اُسکے بیجون و دیگر ضروریات مین خرچ کیے ہین اور اہل الوقف نے کہا کہ تونے فقط پانسو درم سب اسکے بیجون و مزدوری و ضروریات مین خرچ کیے ہین تو فرمایا کہ

جسقدر ایسی زمین کی ایسی زراعت مین خرچ ہوتا ہو اُسقدر مین وقف کنندہ کا قول سچا قرار دیا جائیگا اور اگر متولی وقف نے یعنے قیم نے کہا کہ یہ کھیتی مین نے اپنے بیجون سے واپنے خرچ سے اپنے لیے بوئی ہی اور اہل الوقف نے کہا کہ تونے ہمارے واسطے بوئی ہی تو قول اسمین متولی کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہی

دسوان باب مریض کے وقف کرنیکے بیان مین - ایک مریض نے اپنے مرض الموت[1] مین اپنا دار وقف کیا تو یہ جائز ہی جبکہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اگر برآمد نہو لیکن وارثون نے فعل مریض کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہی اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو جسقدر تہائی سے زیادہ ہی اسقدر کا وقف باطل ہوجائیگا اور اگر بعض وارثون نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جسقدر وارثون نے اجازت دی ہی اسقدر وہ بھی تہائی کے ساتھ جائز ہوجائیگا اور باقی کا وقف باطل ہوگا پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر ہوا حتی کہ دار مذکور اُسکے تہائی ترکہ تمام سے برآمد ہوگیا تو پورا[2] وقف مذکور نافذ کردیا جائیگا کذا فی فتاوی قاضیخان اور اگر اس صورت مین قاضی نے سوائے تہائی کے باقی دو تہائی کا وقف باطل کردیا پھر میت کا ایسا مال ظاہر ہوا کہ اسکی تہائی سے پورا دار مذکور برآمد ہوتا ہی پس اگر باقی دو تہائی مذکور وارثونکے قبضہ مین بعینہ قائم ہو تو پورا دار مذکور وقف ہوجائیگا اور اگر قائم نہو مثلاً بعض وارثون نے اپنا حصہ فروخت کردیا ہو تو اسکی بیع نہیں توڑی جائیگی ولیکن جسقدر اُسنے فروخت کیا وہ اُسکے عوض لیکر اُس سے دوسری زمین خرید کرکے بجائے اسکے وقف کردیجائیگی کذا فی محیط السرخسی اور اگر میت کو کوئی مال حاصل ہوا بایں طور کہ وہ عمداً قتل کیا گیا پھر وارثون نے قاتل سے مال پر صلح کرلی تو بالاتفاق بیع مذکور نہیں توڑی جائیگی اور اگر بعض وارثون نے بیچا اور بعض نے نہیں تو جسقدر فروخت نہیں ہوا وہ وقف مین عود کریگا اور جسقدر فروخت ہوا اسکی قیمت لیکر اُسکے عوض دوسری زمین خریدکر وقف کردیجائیگی کذا فی الذخیرہ اور اسیطرح اگر میت پر قرضہ تھا پس قاضی نے اسکے دار یا زمین وقف کو اس قرضہ مین فروخت کیا پھر میت کا اسقدر مال ظاہر ہوا جس سے میت کا قرضہ ادا ہوتا اور اسکی تہائی سے یہ زمین وقف برآمد ہوتی ہی تو بھی بیع مذکور نہیں توڑی جائیگی ولیکن مال میت سے بقدر ثمن وقف مذکور کے نکال کر اُس سے دوسری زمین خرید کر فقیرون پر صدقہ موقوفہ کردیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر زید مریض نے اپنی زمین کو صدقہ موقوفہ اللہ تعالی کیواسطے ہمیشہ کیواسطے اپنی اولاد اور اولاد اولاد اور نسل پر ہمیشہ جبتک تناسل حاصل ہو اور بعد انکے مساکین پر کردیا پس اگر یہ زمین اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہو تو وقف ہوجائیگی اور اُس سے غلہ حاصل کرکے اُسکے تمام وارثون پر بحساب حصہ میراث کے تقسیم کیا جائیگا حتی کہ اگر اسکی جورو اور اولاد ہو تو جورو کو آٹھوان حصہ دیا جائیگا اور اگر والدین مع اولاد ہون تو والدین کو چھٹا حصہ دیکر باقی اسکی اولاد مین لڑکونکو لڑکیون سے دو چند کے حساب سے بانٹ دیا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ اولاد اسکی پشت سے ہو اور انمین کوئی اولاد الاولاد نہو اور اگر کچھ اولاد الاولاد ہون اور باقی مسئلہ واقع

[1] مرض الموت وہ بیماری ہے جس سے اسکو صحت نہو اور آخر اسی بیماری مین مرجاوے ۱۲ منہ [2] نفوذ پورا اسلئے ہوا کہ گویا میت کا تہائی اسی ایک چیز ترکہ مین جمع کردیا گیا ۱۲ منہ

ہو تو اولاد کے نفر اور اولاد الاولاد کے نفر شمار کر کے تمام غلہ بتعداد نفر تقسیم کیا جاوے پھر جسقدر اسکے نطفہ کی اولاد کو پہونچے وہ ان اولاد مین موافق فرائض الٰہی تم کے بطور مذکور تقسیم ہوگا اور جسقدر اولاد الاولاد کو پہونچے وہ انمین مساوی تقسیم ہوگا یعنے مرد و عورت کا حصہ یکسان ہوگا پھر جب تمام اولاد صلبی مرگئی تو تمام حاصلات انکی اولاد الاولاد و نسل پر تقسیم ہوگی پس اُسکی زوجہ یا والدین کو اسمین سے کچھ نہین ملیگا کذا فی الظہیریہ اور اگر یہ زمین اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد نہ ہوئی پس اگر وارثون نے وقف کی اجازت دیدی تو وقف جائز ہوا اور غلہ ان سب مین برابر تقسیم ہوگا۔ انمین مذکر اولاد کو مونث سے کچھ زیادتی سے نہین دیا جائیگا اور اس غلہ سے زوجہ اور والدین کو کچھ نہین ملیگا اور اگر وارثون نے وقف کی اجازت نہ دی تو تہائی سے وقف جائز ہوگا پس تہائی رقبہ فقیرون کے لیے وقف ہوگا اور غلہ تمام وارثون مین اللہ تم کے فرائض پر تقسیم ہوگا اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہو شیخ ہلال و قاضی ابوبکر الخصاف و فقیہ ابوبکر الاعمش و فقیہ ابوبکر الاسکاف کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور اگر اپنی زمین کو اپنی قرابت پر وقف کیا پس اگر اسکے قرابت والے اُسکے وارث ہون تو یہ صورت اور اولاد پر وقف کرنے کی صورت یکسان ہے اور اگر یہ قرابت والے اُسکے وارث نہون تو اُنپر وقف جائز ہے اور وقف کی راہ سے وہ لوگ حاصلات وقف کے مستحق ہونگے اور اگر اُسنے اپنے وارثون مین سے فقط بعض پر وقف کیا تو اس صورتمین اگر سب وارثون نے اجازت دی تو وقف جائز ہوگا اور اگر نہ اجازت دی تو زمین مذکور فقیرون پر وقف ہو جائیگی مگر تہائی مال ترکہ سے اعتبار کیا جائیگا اور حاصلات اس وقف کی بنابر قول ہلال رحمہ اللہ تعالیٰ وانکے تابعین کے وارثون کے لیے بقدر انکی میراث کے ہوگی پھر جب وہ وارث مرجاوے جسپر وقف ہے تو غلہ اسکا فقیرون کے لیے ہو جائیگا اور اگر وقف کرنیوالے کے بعض وارث مرگئے ولیکن وہ وارث جسپر وقف ہے زندہ موجود ہے تو غلہ مذکور تمام وارثونکا ہوگا اور جو انمین سے مرا اُسکا حصہ اُسکے وارثونمین میراث ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد و اولاد کی اولاد اور میری نسل پر اور آخر اسکا فقراء پر ہو یا اُسنے اسکی وصیت کر دی اور یہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پس اگر وارثون نے اجازت دی تو اُسکا غلہ درمیان وارث و اولاد الاولاد کے انکے عدد رؤس پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو غلہ درمیان اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے انکے اعداد رؤس[1] پر تقسیم ہوگا پھر جسقدر اولاد الاولاد کے پرتے مین پڑے وہ انکو مساوی تقسیم ہوگا اور جسقدر وارثون یعنی اولاد صلبی کے حصہ مین آوے وہ تمام وارثون مین بحساب میراث تقسیم ہوگا اور اگر بعض اولاد صلبی اور بعض اولاد کی اولاد مرگئی اور بعضے اولاد کی اولاد مین پیدا ہوئے تو جسدن غلہ حاصل ہو اُسدن انکی تعداد بشمار نفر دیکھی جاوے پھر جسقدر اولاد صلبی کے پرتے مین آوے وہ انمین تمام وارثون پر بحساب میراث تقسیم ہوگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے پھر جسقدر انمین سے مرنیوالون کے حصے

[1] قولہ اعداد رؤس یعنے سب نفر شمار کر لیے جاوین جسقدر وہ شمار ہون اُسیقدر مساوی حصہ کر ڈالے جاوین پس فرض کرو کہ اولاد کی تعداد چار ہے اور اولاد الاولاد کی دس تو چودہ حصے کیے جاوینگے جسمین سے چار حصے وارثون کے پرتے مین آوینگے ۱۲

مین علحدہ علحدہ پڑے وہ ہرایک کے وارثون کو ملیگا پھر اگر اولاد صلبی سب گذر گئے تو غلہ مذکور اولاد الاولاد اور نسل پر تقسیم ہوگا اور باقی وارثون کے لیے کچھ نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر مریض نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہر اُس شخص پر ہے جو محتاج ہووے میری اولاد و نسل سے ہرایک کو اسقدر دیا جاوے جو اسکے نفقہ کو گنجایش دیوے اور اگر میری اولاد اور نسل مین کوئی فقیر نہ ہو تو پورا غلہ فقیرون کیواسطے ہے تو ایسی صورت مین اگر اسکی اولاد اور نسل مین فقرا ہون تو انکی تعداد پر غلہ انکے درمیان اسطرح تقسیم ہوگا کہ ہرایک کو اسقدر دیا جاوے جو اُسکی ذات و اولاد و جورو اور خادم کے نفقہ کے لیے بطور معروف کافی ہو یعنے بدون اسراف و تنگی کے روٹی و اُسکے ساتھ کھانے کی چیز و کپڑے کے لیے سالانہ کافی ہو پھر اس حساب سے جسقدر غلہ اُسکے نفقہ کی اولاد کے حصہ مین آوے اُسکو مجموعہ کرکے اُن اولاد صلبی و رباقی تمام وارثون مین جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے موافق فرائض الٰہی تعالیٰ کے تقسیم کردیا جائیگا پھر اگر فرزند صلبی کے حصہ کفایت مین کچھ دیگر وارثون کی تقسیم مین لے لیا گیا اور جو باقی رہا وہ اسکو کافی نہین ہوتا تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اولاد الاولاد کے حصہ مین جو کچھ آیا اُسمین سے بقدر کمی کے واپس کرلے۔ اور اگر انہین لوگ لوگ ہون تو اُسکی اولاد اور نسل مین سے تونگرون کو کچھ نہین دیا جائیگا اور جتنے لوگ فقیر ہین انھین کی تعداد رؤس پر تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر اپنے مرض الموت مین اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتین کین تو اُسکا تہائی مال اُسکے وقف و دیگر وصایا مین تقسیم ہوگا اس طرح کہ وصیتون والے اپنی اپنی وصیت کے حساب سے اور وقف والے اس زمین کی قیمت کے حساب سے حصہ دار ٹھہرائے جاوینگے پھر تہائی مین سے جسقدر وصیتون والون کے حصہ مین پڑے وہ لے لین اور جسقدر اہل وصیت کو پہونچے اُسکے حساب سے اس زمین سے حصہ الگ کرکے جنپر وقف کیا ہے وقف کردیا جاوے۔ اور وقف کی تنفیذ مقدم نہوگی کذا فی الذخیرہ اور وقف مانند عتق و مدبر کرنیکے نہین ہے یعنے جیسے عتق و تدبیر کو مقدم کرکے پہلے انھین دونونکو نافذ کرنا شروع کیا جاتا ہے پھر اگر کچھ بچتا ہے تو باقی وصیتین نافذ کیجاتی ہین ورنہ نہین تو وقف کا حکم مانند عتق و تدبیر کے تقدم مین نہین ہے کمافی الحاوی للقدسی۔ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین ہے اسکا غلہ میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ و اُسکی نسل کو دیا جاوے تو یہ غلہ کی وصیت اُن لوگونکے واسطے ہوگی اسیطرح اگر کہا کہ میری اس زمین کو حبس کررکھو میری وفات کے بعد اولاد عبداللہ پر تو یہ بھی غلہ کی وصیت قرار دیجائیگی اسیطرح اگر کہا کہ میری زمین میری وفات کے بعد فلان و اُسکی نسل پر وقف ہے فروخت نہ کی جاوے تو یہ سب صورتین یکسان ہین یعنے ان سب مین غلہ کی وصیت ہی پس احکام وصیت معتبر ہونگے اور وقف نہین ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری وفات کے بعد صدقہ موقوفہ پر مساکین ہے یا کہا کہ اسکو مساکین پر حبس رکھو تو یہ وقف البتہ جائز ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ اس قوم پر ہے انکے بعد اسکا غلہ میرے وارثون کے لیے کیا جاوے تو حاصلات اس قوم کے واسطے ہوگی جنکے واسطے اُسنے قرار دی ہے پھر جب یہ لوگ گذر جاوین

تو وارثونکے[۱] لیے انکی میراث کے حساب سے ہوگا پھر جب وارث مرجاوین تو غلہ فقیرونکے لیے ہوجائیگا یہ خزانۃ المفتین و محیط مین ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد الاولاد اور نسل پر ہے پھر جو کوئی میرے نطفہ کے فرزندون سے مرے اُسکا جو کچھ حصہ بطریق میراث تھا وہ بھی میری اولاد الاولاد پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور جو غلہ حاصل ہو وہ اولاد کی اولاد کی تعداد اور زندہ اولاد صلبی کے عدد روس اور جو واقف کی موت کے بعد مرے ہین انکے عدد روس پر تقسیم ہوگا پس فرزند صلبی سے مردہ فرزند کو جو پہونچے وہ بھی اولاد کی اولاد پر وقف ہوگا پھر جو کچھ زندون کو پہونچا وہ انہین اور مردون مین تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردون کو پہونچا وہ انکے وارثون کو انسے میراث پہونچیگا۔ قال المترجم حاصل یہ ہے کہ وقف کنندہ نے اولاد صلبی مین سے مرنیوالے کا حصہ میراث جو اولاد الاولاد کیواسطے کردیا ہے اُسکے یہ معنی نہین لیے جاوینگے کہ خاصۃً اُسکا حصہ میراث اُسکے وارثونسے منتقل ہوکر اولاد الاولاد کو دیا جاوے کیونکہ یہ تغییر باطل خلاف منصوص فرایض ہے بلکہ یہ معنی لیے جاوین کہ اولاد الاولاد کو اسقدر حصہ مزید بھی دیا جاوے جسقدر اولاد صلبی کے مرنیوالونکا میراثی حصہ اُنکو پہونچتا تھا اسی واسطے اولاً تقسیم غلہ کے وقت تعداد اولاد الاولاد اور تعداد زندہ اولاد صلبی اور تعداد مردہ اولاد صلبی تین مجموعہ لیے گئے انہین سے اولاد الاولاد کو انکا مجموعہ اور نیز مردہ اولاد صلبی کا مجموعہ دونون دیے جاوین پھر اولاد صلبی کے حصے مین جو کچھ آوے وہ وقف کنندہ کے مرنے کیوقت جسقدر اولاد صلبی موجود تھی وجسقدر وارث تھے سب کے درمیان بحساب فرائض تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردہ فرزند یا وارث کے حصہ مین آوے وہ اُسکے وارثونکو بحکم میراث دیا جائیگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلبی جو اسکو بحکم ارث ملا ہو وہ بھی اولاد الاولاد اور نسل پر وقف کردے چنانچہ اُسنے یون کہا کہ پھر جو کچھ میرے نطفہ کے زندہ فرزندون کے حصص سے انہین سے مردونکو پہونچے وہ بھی میری اولاد کی اولاد پر وقف ہے تو یہ وقف جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے مرض مین اپنی زمین اپنی اولاد اور اولاد الاولاد پر وقف کی اور سوائے اس زمین کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو تہائی زمین اسکی اولاد الاولاد پر وقف ہوجائیگی خواہ وارث لوگ اجازت دین یا نہ دین اور رہی دو تہائی سو اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو اسقدر وارثونکی ملک ہوگی اور اگر وارثونے اجازت دیدی تو اسقدر زمین اولاد صلبی اور اولاد الاولاد کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے اگر اپنی زمین اپنے مرض مین وقف کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پھر اُسنے مرنے سے پہلے غیر کا کچھ مال تلف کردیا پھر اسکے بعد تاوان دینے

[۱] قولہ وارثون کے لیے اقول تفصیل اس مسئلہ کی بہت دراز ہے کیونکہ قوم پر وصیت نہین قرار دی بلکہ وقف رکھا کیونکہ آخر اسکا فقرا کے لیے قرار دیا پس قوم پر وقف کرنے مین عربی زبان کے لحاظ سے بالفاظ مذکورہ سابق محصور ہین یا غیر محصور ہین وقف کی صحت کا حکم دیا جاوے غایت یہ کہ فرض مسئلہ قوم محصور ہین یا لفظ قوم متضمن اس معنی کو لیا جاوے ولیکن ہماری زبان مین قوم ایک بے تعداد حصہ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے پس صحت وقف مین اس لفظ تامل ہے ولیس ہذا موضع الکلام پھر جب وارثون کی طرف رجوع ہو تو لکھا کہ بقدر مواریث دیا جاویگا پس وقف انکے حق مین وصیت ہوا لہٰذا غیر معتبر ہے میراث ہوا تو آیا ان وارثون سے لیا جاویگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز تھے یا جو ہر وقت ہون وکل ہذا الکلام یطول الکلام فیہا والشافی الظہر فتامل ۱۲

کے وہ زمین اُسکی تہائی سے برآمد نہین رہی یا مرنے پر اس شخص کے ذمہ ودیعت کو مجہول چھوڑ مرنے وغیرہ کے مانند کسی
سبب سے تہائی مال لازم آیا قبل اسکے کہ وارثون کو پہونچ جاوے پس وہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد نہ رہی
تو تہائی زمین وقف ہوگی اور دو تہائی وارثونکی ملک ہوگی یہ بحرالرائق مین بزازیہ سے منقول ہے اگر مریض
نے وصیت کی کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی زمین فقرائے مسلمین پر وقف کیجائے پس اگر وہ زمین اُسکے تہائی مال سے برآمد
ہوئی یا تہائی سے برآمد نہونیکی صورتمین وارثون نے اجازت دیدی تو وہ زمین پوری وقف رکھی جائیگی اور
اگر وارثون نے اجازت ندی تو بقدر ایک تہائی کے وقف ہوگی۔ اور اگر پوری زمین اسکے تہائی مال سے برآمد
ہوئی اور اسمین پھلدار درخت ہین پس موت کے بعد اسمین پھل آئے قبل اسکے کہ وقف کا حکم دیا جاوے تو اسکے پھل بھی
وقف مین داخل ہونگے اور اگر مریض کی موت سے پہلے اسمین پھل آئے تو یہ پھل اُسکے وارثون مین میراث ہونگے یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مریض نے اپنے مرض مین وقف صحیح کے ساتھ اپنی زمین وقف کی اور قبل اسکی وفات کے اسمین پھل
پیدا ہوے تو پھل سمیت وہ زمین وقف ہوگی۔ اور اگر اسکے وقف کرنیکے روز اسمین پھل ہون اور حالت مرض مین اسنے
وقف کی ہو تو یہ پھل اُسکے وارثونکی میراث ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مریض نے کہا کہ مینے اپنی یہ زمین اللہ تعالیٰ کے لیے
صدقہ موقوفہ کردی ہمیشہ کیواسطے زید اور اسکی اولاد اور اولاد الاولاد پر ہمیشہ جبتک انکی نسل[۱] تناسل ہو اور انکے بعد
مساکین پر پھر اگر محتاج ہو میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد تو اس مین کا غلہ انھین کیواسطے ہوگا نہ کسی اور کے
واسطے اور وہی لوگ اُسکے مستحق ہونگے جبتک وہ اُسکے حاجتمند رہین۔ قال المترجم یہانتک وقف کرنیوالیکا کلام ہے
پھر صورت یہ ہوئی کہ اُسکی وفات کے بعد اسکے نطفہ کی اولاد کو اس مین کے غلہ کی طرف محتاجی ہوئی تو تمام غلہ انھین
کو دیدیا جائیگا اور اگر وقف کرنیوالے کے بعضے وارث مرگئے پھر اس غلہ کی طرف اسکے نطفہ کی اولاد کو محتاجی ہوئی تو
غلہ انھین کی طرف رد کردیا جائیگا پس تمام غلہ اسکی اولاد کے محتاجونمین اور اُسکے باقی وارثون مین بانٹ دیا جائیگا
اور جو مرگئے انکی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ مین یون کہا ہو کہ پھر اگر محتاج
ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد مین سے تو جو محتاج ہوا اسپر اس صدقہ کے غلہ مین سے بطریق معروف اسکے نفقہ کی
قدر وسعت جاری رکھا جاوے اور باقی غلہ اس صدقہ کا اہل الوقف کے درمیان تقسیم ہوا کرے تو یہ جائز ہے پھر اگر اسکی
اولاد صلبی مین سے مثلاً پانچ آدمی اُسکے محتاج ہیں تو دیکھا جاوے کہ انکو ایک سال کے لیے آیندہ غلہ حاصل ہونے تک
کسقدر نفقہ کفایت کریگا پس اگر فرض کرو کہ یہ مقدار سو دینار ہین تو یہ سو دینار ان پانچون مین اور وقف کنندہ
کے باقی وارثون مین سب کے درمیان بحساب میراث تقسیم ہونگے پھر جب ہمنے تقسیم کردیے اور انمین سے محتاجونکو
جو کچھ ہر محتاج کو پہونچا وہ انکی سالانہ قدر کفایت نفقہ سے کم ہو تو انپر اس وقف کے غلہ سے یہانتک[۲] رد کیا جاے گا

[۱] یعنے جب تک انکی نسل قائم ہو ۱۲ [۲] قولہ یہانتک رد کیا الخ اصل نسخہ مین ایسا ہی ہے کہ وہ انپر رد کیا جائیگا جب تک کہ انکو اس مقدار سے سو دینار پہونچین گے الا حاصل یہ کہ جو کچھ انپر رد کیا جائیگا وہ ورثہ کے درمیان میراث ہوگی اسکے درمیان وہ تقسیم کیا جائیگا پھر جب تک کہ جو کچھ اُن کو ملیگا وہ سو دینار سے کم ہوگا تو انھین پر رد ہوگا یہانتک کہ وہ مقدار انکو کافی ہو۔ اور معنی قولہ ما یصیبہم کے مادام یصیبہم ہے ۱۲ منہ

کہ انکے حصہ مین سو دینار مقدار کفایت سالانہ انکو پہونچے یہ محیط مین ہے

گیارھوان باب مسجد و اسکے متعلقات کے بیان مین - اسمین دو فصلین ہین فصل اوّل ان امور کے

بیان مین جنسے مسجد ہو جاتی ہی اور اُسکے احکام اور جو اسمین ہی اُسکے احکام کے بیان مین جسنے مسجد بنائی اسکی ملک اُسسے زائل نہو جائیگی یہانتک کہ اِسکو اپنے ملک کے لگاؤ سے مع راستہ کے الگ کردے اور اُسمین نماز پڑھنے کی اجازت دیدے یعنی عام اجازت دیدے - پس لگاؤ سے الگ کر دینا اسوجہ سے واجب ہی کہ وہ اسکے خالص ہو جاتی ہی بدون اسکے اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص نہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی - پس اگر کسی نے اپنے درمیان احاطہ یا مکان کو مسجد کردیا اور لوگونکو اسمین داخل ہونے اور اسمین نماز پڑھنے کی عام اجازت دیدی پس اگر اسکے ساتھ راستہ شرط کردیا تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائیگی اور اگر راستہ شرط نہ کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسجد نہوگی اور صاحبینؒ نے کہا کہ مسجد ہو جائیگی اور راستہ بدون شرط کے اسکے حقوق سے ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر اسکا دروازہ بڑے راستہ کیطرف جدا کرکے بنا دیا تو وہ مسجد ہو جائیگی ایسا ہی امام قاضیخانؒ نے ذکر کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی نے مسجد بنائی جسکے نیچے سرداب یعنی تہ خانہ ہی یا اُسکے اوپر بالاخانہ ہی اور مسجد کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف بنا دیا اور اُسکو جدا کردیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اسکو فروخت کردے اور جب مرجاوے تو یہ مکان اُسکے وارثوں کی میراث ہوگا - اور اگر اسکا تہ خانہ بغرض مصالح مسجد ہو جیسے مسجد بیت المقدس مین ہی تو یہ جائز ہی یعنے وہ مسجد ہو جائیگی یہ ہدایہ مین ہی - اگر کسی نے چاہا کہ مسجد کے نیچے یا اُسکے اوپر کرایہ کی دوکانین بنادے جنکے کرایہ سے مسجد کی مرمت ہوا کرے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی یعنے یہ جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ قال المترجم اوپر لکھا کہ جس مکان کو مسجد بنوا دے اُسسے ملک زائل نہوگی یہانتک کہ اپنی ملک کے لگاؤ سے الگ کردے اور نماز کی عام اجازت دیدے پس لگاؤ سے الگ کرنیکی وجہ اور اسکے متعلق مسائل ذکر کردیے اور رہا امر دوم یعنے نماز تو اسکی وجہ بیان فرمائی کہ اذان نماز اسوجہ سے ضرور ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تسلیم امر ضروری ہی کما فی البحر الرائق اور مسجد کا تسلیم یعنے سپرد کرنا اسطرح متحقق ہوتا ہی کہ بنا بنوانے کی اجازت سے اسمین جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاوے اور امام ابوحنیفہ رح سے اسمین دو روایتین ہین[1] ایک وہ جو حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ انکی اجازت سے اسمین جماعت کی نماز دو یا زیادہ آدمیون کی جماعت سے شرط ہی جیسا کہ امام محمد رح کا قول ہی اور صحیح حسن بن زیاد ہی کی روایت ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور باوجود اس کے یہ بھی شرط ہی کہ یہ نماز اسمین اذان و اقامت کے ساتھ بالجہر یعنے بالسر نہو حتی کہ اگر اسمین ایک جماعت نے بدون اذان و اقامت کے خفیہ بغیر جہر کی جماعت کی نماز پڑھ لی تو وہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہو جائیگی یہ محیط و کفایہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے ایک ہی مرد کو موذن و امام مقرر کردیا اُسنے اذان دی اور اقامت کہی اور تنہا نماز پڑھ لی

---

[1] یعنے وہ عام مسجد کے حکم مین نہین ہوگی ۱۲ [2] ایک روایت غیر مشروط ہونیکی اور دوسری وہ جو حسن الخ ۱۲

تو وہ بالاتفاق[1] مسجد ہو جائیگی یہ کفایہ و ہدایہ و فتح القدیر میں ہے اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کر دی جائے مصالح کے سرانجام قائم رہنا ہی تو بھی جائز ہی اگرچہ وہ متولی اس مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو اور یہی صحیح ہی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی میں ہی اور اسی طرح اسکو قاضی یا اُسکے نائب کو سپرد کر دیا تو بھی جائز ہی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے جس مکان کو مسجد کرنا چاہتا ہی اُسکے مسجد ہو جانے کے واسطے امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہی کہ یون کہے کہ یہ میری موت کے بعد مسجد ہی یا اُس کی وصیت کرے پس امام کے نزدیک بعد موت کی طرف نسبت کرنا یا وصیت کرنا نہ اسکی صحت کی شرط ہی اور نہ اُسکے لازم ہونے کی شرط ہی بخلاف دیگر اوقاف کے اُن مین امام کے مذہب پر ایسی اضافت یا وصیت شرط ہی یہ ذخیرہ میں ہی صدر الشہید نے واقعات کی کتاب الہبہ والصدقہ مین لکھا ہی کہ ایک شخص کی ملک مین خالی زمین ہی جس مین کوئی عمارت نہین ہی اُس نے ایک قوم کو حکم دیا کہ تم اُس مین جماعت سے نماز پڑھو تو اس مین تین صورتین ہین اول یہ کہ اُن لوگون کو اس مین نماز پڑھنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے صریح اجازت دیدی بایں طور کہ مثلاً اُسنے کہا کہ تم اس مین ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا دوم آنکہ ان کو مطلقاً بدون کسی قید کے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور نیت یہ کی کہ ہمیشہ کے واسطے اجازت ہی تو ان دونون صورتون مین وہ خالی زمین اگرچہ بلا عمارت ہے مسجد ہو جائیگی چنانچہ جب وہ شخص مرجاوے تو یہ زمین اُسکی میراث نہوگی اور صورت سوم یہ کہ اُسنے نماز کی اجازت دینے کا کوئی وقت مقرر کر دیا مثلاً ایک دن یا مہینہ یا یہ سال مثلاً تو اس صورت مین وہ زمین مسجد نہو جائے گی چنانچہ جب وہ مرے تو یہ اُسکی میراث ہوگی یہ ذخیرہ اور فتاویٰ قاضی خان مین ہے ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر کو جو مسجد پر وقف کیا گیا تھا مسجد کر دیا اور لوگون نے اس مین برسون نماز پڑھی پھر لوگون نے اس مین نماز پڑھنا چھوڑ دیا پھر وہ اپنی حالت سابقہ پر کرایہ پر چلنے لگا پھر گھر کر دیا گیا تو یہ جائز ہی کیونکہ متولی کا اُسکو مسجد کر دینا صحیح نہین ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ مین ہی ایک مریض نے اپنا احاطہ مسجد کر دیا پھر مر گیا اور یہ احاطہ اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد نہین ہوتا ہی اور وارثون نے اُسکے فعل کی اجازت نہ دی تو وہ پورا احاطہ مسجد نہو جائے گا اور اُسکا مسجد کر دینا باطل ہو گیا کیونکہ اس مین وارثون کا حق ہی پس وہ بندون کے حقوق کے لگاؤ سے الگ نہین ہوا تھا تو اُسنے ایک جزو شائع کو مسجد کیا پس یہ باطل ہی جیسے کسی شخص نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا پھر کوئی شخص اُس زمین مین سے تہائی یا چوتھائی یا آٹھوین یا بارھوین وغیرہ کسی ایسے جزو کا مستحق ہو جو تمام زمین مین شائع ہی یعنی اُس جزو کے واسطے اُس زمین کا کوئی مقام متعین نہین ہی تو ایسی صورت مین باقی زمین بھی عود کر کے اس شخص کی ملک مین ہو جاتی ہی پس ایسا ہی اس مسئلہ مین ہی بخلاف اس کے اگر اُس نے وصیت کی کہ میرے احاطہ مین سے ایک تہائی مسجد کر دیا جاوے تو یہ صحیح ہی کیونکہ تہائی اگرچہ اسوقت جزو شائع ہی لیکن جسوقت مسجد کیا جاوے گا تو علیحدہ متعین ہو جائیگا اسلئے کہ وہ احاطہ تقسیم کرکے اُس مین سے ایک تہائی الگ کرکے تب مسجد کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جنازے کی نماز کے لئے جو جگہ بنادی گئی ہو اسکا حکم مسجد کا ہی حتیٰ کہ نجاسات وغیرہ

[1] قولہ بالاتفاق الخ روایت صریح ہی کہ جماعت بخصوصہ شرط نہین ہی بلکہ مسجد کا اعلان بر کن نماز ہو و المقام یقتضے بسطاً فی الکلام ۱۲ منہ

جن چیزون سے مسجد کو دور رکھتے ہین اس سے اسکو بھی بچاوینگے ایسا ہی فقیہ رحمۃ اللہ نے اختیار کیا ہی مگر مشایخ کا اس مین اختلاف ہی - اب رہا وہ مقام جو نماز عید کے واسطے بنایا گیا ہو تو مختار یہ ہی کہ اقتدا جائز ہونے کے حق مین اُس کا حکم مسجد کا ہی چنانچہ وہان اقتدا جائز ہی اگرچہ صفون کے درمیان انفصال ہو اور اقتدا کے سوائے دیگر احکام مین اُسکا حکم مسجد کا نہین ہی اور یہ لوگون پر آسانی کے لحاظ سے ہی یہ خلاصہ مین ہی - اگر لوگون کی جماعت پر مسجد تنگ ہو اور اُسکے پہلو مین کسی شخص کی زمین ہو تو باکراہ بھی پوری قیمت دیکر اُس سے وہ زمین لے لی جاوے گی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک مسجد کے پہلو مین ایک زمین ہی جو اُسی مسجد پر وقف ہی اور لوگون نے چاہا کہ اس زمین مین سے کچھ اس مسجد مین بڑھا دین تو جائز ہی و لیکن یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرین تاکہ وہ ان کو اجازت دیدے اور وقف کا گھر یا دوکان جو آمدنی کے واسطے ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین ہی کبری مین ہی کہ ایک مسجد والون نے چاہا کہ رحبہ کو مسجد اور مسجد کو رحبہ کرین اور چاہا کہ اُسکا جدید دروازہ بنا دین اور چاہا کہ دروازے کو اپنے مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کرین تو انکو یہ اختیار ہے پھر اگر اس مسجد والون نے باہم اختلاف کیا تو دیکھا جاوے کہ کون گروہ زیادہ اور افضل ہی پس اُسی کو اختیار ہوگا یہ مضمرات مین ہی - منتقی مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ ایک چوڑا راستہ ہی اس مین محلہ والون نے مسجد بنائی اور اس سے راستہ کو ضرر نہین ہی پھر ان کو ایک شخص نے منع کیا تو انکو بنا لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی کذا فی الحاوی - قال المترجم وفیہ نظر من حیث الروایۃ فتامل - اجناس مین ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین کہا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک قصبہ مین رہنے والے بہت لوگ ہین کہ انکے عدد داخل احصا یعنی داخل شمار و حفظ نہین ہین - اور اس قصبہ کی ایک نہر ہی اور وہ نہر کاریز یا جنگل کا نالہ ہی اور وہ خاصۃً انھین کی ہی اور ایک قوم نے یہ چاہا کہ اس نہر کے بعض ٹکڑے پر تعمیر کر کے مسجد بنا دین اور اس سے نہر کو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی اور نہر والون مین سے بھی کوئی اس قوم سے متعرض نہین ہوتا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہان اس قوم کو اختیار ہی کہ ایسی مسجد چاہے محلہ والے کے واسطے چاہے عام لوگون کے واسطے بنا لیوین یہ محیط مین ہی ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ مسجد کشادہ ہو جاوے پس اُنھون نے راستہ مین سے ایک ٹکڑا لیکر مسجد مین داخل کر دیا - پس اگر راستہ والون کو کچھ ضرر پہونچتا ہو تو جائز نہین ہی اور اگر ضرر نہ پہونچتا ہو تو مجھے اُمید ہی کہ اس مین کچھ مضائقہ نہو کذا فی المضمرات اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر لوگون نے کہا کہ مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیئے عام راستہ کر دین تو کہا گیا ہی کہ ان کو یہ اختیار نہین ہی اور یہ قول صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر مسجد مین سے کوئی ٹکڑا مسلمانون کے لیئے عام راستہ گذرگاہ بنائی تو جائز ہی کیونکہ شہرون کے لوگون مین جامع مسجدون مین ایسا متعارف ہی اور ہر ایک کو اس راہ سے گذرنے کا اختیار ہوگا حتی کہ کافر بھی یہ راہ چل سکتا ہی مگر جو شخص جنب ہو یا وہ عورت جو حیض و نفاس مین ہو اس راہ سے نہین گذر سکتی اور لوگون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس راہ مین اپنے جانور لیجا دین یہ تبیین مین ہی - سلطان نے ایک قوم کو حکم دیا کہ شہر کی زمین مین سے ایک زمین کو ایک مسجد پر وقف ہونے کے واسطے دوکانین بنا دین اور ان کو حکم دیا کہ اپنی

مسجد ون مین بڑھا دین تو لکھا جا دیگا کہ اگر یہ شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو تو اُس کا حکم جائز ہو گا بشرطیکہ اُس سے راہ گیرون کو مضرت نہو کیونکہ جو شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہو وہ غازیون کی ملک ہو جاتا ہی تو اُس مین سلطان کا حکم جائز ہو گا اور اگر وہ شہر بطور صلح فتح ہوا ہو تو وہ شہر اُنتے لوگون کی ملک پر باقی رہا پس اس مین سلطان کا حکم جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک محلہ مین ایک مسجد ہی جو اپنے لوگون پر تنگ ہی اور ان لوگون کو اس مین بڑھانے کی گنجائش حاصل نہین ہوتی ہی پس بعضے پڑوسیون نے اُن سے سوال کیا کہ یہ مسجد ہمارے واسطے کر دو تو ہم اُسکو اپنے مکان مین داخل کر لین یعنے اس مسجد کو مکان مین بڑھا کر مکان کر لین اور تم کو اس سے بہتر مکان دیدین جسمین سب اہل محلہ سما سکتے ہین تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسجد والے ایسا نہین کر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ کبریٰ مین ہی کہ ایک مسجد بنی ہوئی ہی پس ایک شخص نے چاہا کہ اُسکو توڑ کر دوبارہ اسکو اس عمارت سے مضبوط عمارت کے ساتھ بنا دے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ اُسکو کوئی ولایت حاصل نہین ہی یہ مضمرات مین ہی قال المترجم اس مین اشارہ ہی کہ اگر اُسکو ولایت حاصل ہوتی یا سب متولی اسکو اجازت دیدیتے تو در صورت بہتری کے ممکن تھا فافہم واللہ تعالی اعلم اور نوازل مین اسی مسئلہ مین لکھا ہی کہ وہ شخص نہین توڑ سکتا مگر ایسی صورت مین توڑ سکتا ہی جبکہ گر جانے کا خوف ہو اگر نہ گرائی جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی جب وہ بنانے والا اس محلہ کا نہو اور اگر محلہ کا ہو تو محلہ والون کو اختیار ہی کہ اگر از سر جدید تعمیر سے اسکو بنوا دین اور اس مین بوریا کا فرش بچھا دین اور قندیلین لٹکا دین لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کرینگے اور اگر مسجد کے مال سے ایسا کرنا چاہین تو انکو یہ اختیار نہین ہی مگر جبکہ قاضی انکو ایسی اجازت دیدے کذا فی الخلاصۃ اور محلہ والون کو اختیار ہی کہ مسجد مین پانی کے مٹکے اس غرض سے رکھین کہ ان سے پانی پیا جاوے یا انسے وضو کیا جاوے جبکہ مسجد کا بنانے والا معلوم نہوتا ہو اور اگر وہ شخص معلوم ہو تو وہی اولےٰ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے مسجد بنوائی پھر مر گیا پھر مسجد والون نے چاہا کہ اُسکو توڑ کر اس مین بڑھا دین تو انکو یہ اختیار ہی اور میت کے وارث انکو منع نہین کر سکتے ہین اور اگر مسجد والون نے چاہا کہ راستہ مین سے اس مین بڑھا دین تو مین انکو یہ اجازت نہ دونگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس مین سے کچھ اپنی ذات کے واسطے شرط کر لیا تو بالاجماع نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے مسجد بنائی اور یہ شرط لگائی کہ اسکو تین روز تک یا زیادہ ایام تک مثلاً اختیار ہی جیسے بیع وغیرہ مین خیار شرط کرتے ہین تو علماء نے اتفاق کیا کہ وقف جائز ہو گا یعنے وہ مسجد ہو جائے گی اور شرط باطل ہی یہ مختار الفتاوی مین ہی۔ اور وقف الخصاف مین ہی کہ اگر اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اسکو بنوایا اور گواہ کر لیے کہ مجھے اختیار ہی کہ اسکا وقف باطل کر دون اور اُسکو فروخت کر دون تو یہ شرط باطل ہی اور وہ مسجد ہو جائیگی جیسے اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک مسجد بنوا کر کہا کہ مین نے یہ مسجد خاصکر اسی محلہ والونکے لیے کر دی تو شرط باطل ہی اور دوسرے محلہ والون کو بھی اختیار ہوگا کہ اس مین نماز پڑھین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی مسجد خراب ہو گئی اور مسجد والے اُس سے بے پروا ہو گئے اور وہ مسجد خراب ہو کر ایسی ہو گئی کہ اس مین نماز نہین پڑھی جاتی ہی تو اپنے وقف کرنے والے

کی ملک مین یا اُسکے وارثون کی ملک مین عود کر جائیگی حتے کہ انکو اختیار ہوگا کہ چاہین اُسکو فروخت کردین یا اُس کو گھر بنادین اور بعض نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے واسطے مسجد ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی اور قول اول خطا ہی والمتشدد م الاطلاع علے ما صح فی الحدیث فاعملہ واحفظ واللہ تعالے اعلم دو مسجدون مین سے ایک قدیم اور دوسری جدید ہی پھر قدیم والی بسبب پرانی ہونے کے خراب و منہدم ہونے کو آگئی پس اہل محلہ وکوچہ نے چاہا کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے دام جدید مسجد مین صرف کرین تو یہ نہین جائز ہی چنانچہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر اسوجہ سے نہین کہ مسجد اگرچہ خراب ہوجاوے اور اُسکے لوگ اس سے بے پروا ہوجاوین وہ کبھی اپنے بنانے والے کی ملک مین عود نہین کرتی ہی اور بنا بر قول امام محمدؒ کے اگرچہ بے پروائی کے بعد وہ ملک مین عود کرتی ہی لیکن اپنے بنانے والے یا اُسکے وارثون کے ملک مین عود کرتی ہی پس مسجد و محلہ والون کو دونون مین سے کسی قول پر فروخت کرنے کی ولایت حاصل نہوگی اور فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہی کہ وہ کبھی ملک مین عود نہین کرتی ہی کذا نقل فی المضمرات عن الحجہ۔ حاوی مین ہی کہ شیخ ابو بکر اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار کے دروازے پر اپنے لیئے مسجد بنوائی اور اُسکی اصلاح و تعمیر کے لیے ایک زمین وقف کی پھر وہ مرگیا اور مسجد خراب ہوگئی اور اسکے وارثون نے اُسکی بیع کا فتوی طلب کیا پس فتوی دیا گیا کہ بیع جائز ہی پھر کسی قوم نے اس مسجد کو بنالیا اور بعد تعمیر کے اس اراضی وقف کو طلب کیا تو فرمایا کہ ان کو مطالبہ کا حق نہین پہونچتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے مال سے مسجد مین فرش ڈلوایا پھر مسجد خراب ہوگئی اور لوگ اس سے مستغنی ہوگئے تو یہ فرش اسی شخص کا ہوگا اگر زندہ موجود ہو یا اسکے وارث کا ہوگا اگر مرگیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسجد کی ضروریات مین خرچ کیا جاوے اور اگر اس مسجد کو اسکی کچھ ضرورت نہو تو کسی دوسری مسجد مین خرچ کیا جاوے اور پہلا قول امام محمدؒ کا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر کسی نے ایک مردہ کو کفن دیا پھر لاش کو کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا اور لے گیا تو یہ کفن اسی شخص کا ہی جس نے کفن دیا تھا اگر زندہ ہو یا اسکے وارثون کا ہی اگر مرگیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ابو اللیثؒ نے اپنے نوازل مین ذکر کیا کہ مسجد کا فرش اگر کہنہ ہوگیا اور مسجد والے اُس سے مستغنی ہوگئے حالانکہ اسکو ایک شخص نے ڈلوایا تھا پس اگر وہ شخص زندہ ہو تو اسی کا ہی اور اگر مرگیا اور کوئی وارث نہین چھوڑا تو مجھے اُمید ہی کہ اس مین کچھ مضائقہ نہوگا کہ وہ فرش کسی فقیر کو دیدین یا مسجد کے لیئے دوسرا فرش خریدنے مین اس سے استمداد حاصل کرین اور مختار یہ ہی کہ بدون حکم قاضی انکو ایسا کرنے کا اختیار نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ اگر مسجد کے بوریے کہنہ ہوکر ایسے ہوگئے کہ یہان کام نہین دیتے ہین پھر جس نے بچھایا تھا اُسنے چاہا کہ انکو لیکر صدقہ کردے یا انکے عوض بجائے انکے دوسرے خریدے تو اسکو یہ اختیار ہی اور اگر وہ غائب ہو پس اہل محلہ نے چاہا کہ ان بوریون کو صدقہ کردین جبکہ وہ کہنہ ناکارہ ہوگئے ہین تو ان کو یہ اختیار نہوگا جبکہ ان کی کچھ قیمت ہو اور اگر ان کی کچھ قیمت نہو تو اُسکا مضائقہ نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ مسجد کا پیال جب جیسے مین مسجد سے نکالا جاوے اگر اسکی کچھ قیمت نہو تو مسجد کے باہر ڈال دینے مین

کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور جو کوئی اُسکو اُٹھا لیجاوے اسکو روا ہے کہ اس سے نفع اُٹھاوے یہ واقعات حسامیہ مین ہے مسجد کی گھاس یعنی پیال وغیرہ جو ڈلوا دیتے ہین اگر اسکی کچھ قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اسکو فروخت کر دین اور اگر قاضی کے پاس اُسکا مرافعہ کرین تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے پھر اسکے حکم سے اسکو فروخت کرین یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر کسی نے مسجد کی گھاس اُٹھائی اور کر دیا اس کو بارہ پارہ بسواد تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر ضمان واجب ہوگی کیونکہ اسکی قیمت ہے حتی کہ شیخ ابو حفص السفکردری نے اپنی آخر عمر مین حشیش المسجد کے لیے پچاس درم کی وصیت کی یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ جنازہ یا نعش کسی مسجد کے واسطے تھی وہ خراب ہو گئی پس اہل مسجد نے اُسکو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ قاضی کے حکم سے بیع ہونا بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کے حکم بغیر اسکی بیع جائز ہی نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ کعبہ کی دیباج اگر کہنہ ہو گئی تو اسکا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اُسکو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے اُمور مین استعانت لیوے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر مسجد کے تیل کے واسطے کسی نے وقف کیا تو تمام رات اُسکا جلانا جائز نہیں ہے بلکہ اسی قدر جلاوے جسکی نمازیوں کو ضرورت ہے پس تہائی رات تک جالنے ہے یا آدھی رات تک جبکہ اس مین نمازیوں کو اتنی ضرورت ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ تمام رات اس مین جلتا چھوڑا جاوے مگر ایسی جگہ جہان اسکی عادت جاری ہو کہ تمام رات اس مین چراغ جلتا ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کی مسجد تو ان مین تمام رات جائز ہے یا وقف کنندہ نے تمام رات اس مین جلتا چھوڑنے کی شرط کر دی ہو جیسے ہمارے زمانہ مین عادت جاری ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اگر کسی نے مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانی چاہی پس اگر مسجد کا چراغ اس مین نماز پڑھی جانے کے لیے جل رہا ہو تو بعض نے کہا کہ اس صورت مین کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر نماز کے لیے اب نہ جلتا ہو مثلاً نمازی لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھرون مین چلے گئے ہون اور مسجد مین چراغ جلتا رہ گیا ہو تو مشائخ نے کہا کہ تہائی رات تک اس سے کتاب کی تدریس مین مضائقہ نہیں ہے اور تہائی سے زائد مین اُسکو تدریس کا حق حاصل نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

فصل دوم مسجد پر وقف اور اسکے مال مین قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان مین۔

اگر کسی نے چاہا کہ اپنی زمین کو مسجد اور اسکی عمارت پر اور اسکی ضروریات مانند تیل و چٹائی وغیرہ پر اس طرح وقف کرے کہ اُسکو کوئی باطل نہ کر سکے تو یون کہے کہ وقف کر دی مین نے اپنی یہ زمین (اور اُسکے حدود بیان کر دے) مع اُسکے حقوق و مرافق کے وقف مؤبد اپنی حیات مین اور بعد موت کے بدین شرط کہ اس سے غلہ

---

۱ مترجم کہتا ہے کہ حاشیہ مین یہ قید ہے اور جو کتب فقہ کی موجود ہین یہ قید ان مین نہین پائی جاتی ۱۲ منہ ۲ قولہ جنازہ یا نعش یعنے ایسی چارپائی کے مانند جس پر مردہ لیجاوین یا مانند صندوق کے تھی اور دستور تھا کہ مسجد کے متعلق اسکو رکھتے تھے یعنے مسجد محلہ تاکہ جو کوئی اُس محلہ مین مرے اُسکو اُسپر لاد لیجاوین ۱۲ ۳ قولہ دیباج معرب دیبا بفتح جیم کے ریشمی کپڑا قیمتی جو خانہ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے ۱۲ منہ ۴ تدریس درس دینا یعنے پڑھانا ۱۲

حاصل کیا جاوے اور اسکے غلہ سے پہلے اسکی عمارات مین اور اسکے قوام کی اُجرت مین اور اسکی مؤنت مین خرچ کیا جاوے پھر جو اُس سے بڑھے وہ مسجد فلان کی عمارت مین و اُسکے تیل و بورئیے مین اور ہر ایسے کام مین جس مین مسجد کی بہتری و مصلحت ہو صرف کیا جاوے اس شرط سے کہ قیم کو اختیار ہے کہ اس مین اپنی رائے سے تصرف کرے اور جب یہ مسجد اس مال سے مستغنی ہو تو مسلمانون کے فقراء پر صرف کیا جاوے - جب اس طرح وقف کریگا تو یہ وقف جائز لازم ہوگا کہ کبھی باطل نہین ہو سکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص نے اپنی زمین ایک مسجد پر وقف کی اور آخر اسکا مساکین کے لیے نہین کیا تو مشائخ نے اس مین کلام کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ بالاجماع سب کے قول مین یہ وقف جائز ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی - اگر کوئی زمین کسی مسجد کی عمارت یا مقابر کی مرمت پر وقف ہو تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مقام مہیا کیا اور اسکو بنانے سے پہلے اسپر کوئی عقار وقف کیا تو اس مین متاخرین نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی اور جب تک بنکر تیار ہو اسوقت تک اسکا غلہ فقیرون پر صرف کر دیا جائے گا پھر جب بنجاوے تو اسکی طرف پھیر دیا جائیگا یہ فتح القدیر مین ہی - صدر الشہید رحمہ نے لکھا کہ اگر کسی نے اپنا گھر کسی مسجد یا مسلمانون کے راستہ پر تصدق کیا تو اس مین مشائخ نے کلام کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ مثل وقف کے جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے درم دیا مسجد کی عمارت یا مسجد کے نفقہ یا مسجد کی مصلحتون مین تو صحیح ہی کیونکہ اسکی تصحیح اگر بطریق وقف ممکن نہ ہو تو مسجد کو ہبہ کرنے کے طور پر تملیک کی تصحیح ممکن ہی اور مسجد کو اس طور پر مالک کر دینا صحیح ہی بس قبضہ سے ہبہ پورا ہو جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی - اگر کسی نے کہا کہ مسجد کے لیے مین نے اپنے مال کی وصیت کی تو یہ جائز نہین ہی مگر آنکہ یون کہے کہ مسجد پر خرچ کیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی چراغ مسجد کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی یہان تک کہ یون بھی کہے کہ اس سے مسجد مین چراغ جلایا جاوے یہ ذخیرہ مین ہی اگر کہا کہ مین نے اپنے دار کو مسجد کے لیے ہبہ کر دیا یا مسجد کے لیے دیدیا تو صحیح ہی اور یہ تملیک ہوگی اور اس مین سپرد کر دینا شرط ہی جیسے کسی نے کہا کہ مین نے یہ سَو واسطے مسجد کے وقف کیے تو بطریق تملیک صحیح ہی جبکہ اوسکے قیم کو سپرد کر دے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ یہ درخت مسجد کے لیے ہی تو ہو نہین جائیگا یہان تک کہ قیم کو سپرد کر دے یہ محیط مین ہی - اگر کوئی زمین کسی مسجد پر اس شرط سے وقف کی کہ جو کچھ اسکی عمارت سے بڑھے وہ فقیرون کے لیے ہی پس غلہ مجتمع ہو گیا اور مسجد کو فی الحال عمارت کی ضرورت نہین ہی تو کیا یہ غلہ فقیرون کی طرف صرف کر دیا جائے گا تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ اگر غلہ اس قدر ہی کہ درصورت مسجد یا زمین وقف کو ضرورت پیش آنے کے جس قدر ضرورت ہو اس قدر سے اور زیادہ جمع ہی تو بقدر زیادت کے صرف فقراء کر دیا جاوے تاکہ وقف بھی محفوظ رہے اور وقف کرنے والے کی شرط بھی پوری ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی ایک مسجد منہدم ہو گئی اور اُسکے غلہ سے اسقدر جمع ہی کہ اسکی تعمیر ہو سکتی ہی تو خصاف نے کہا کہ غلہ مذکور اُس کی تعمیر مین نہین -

اُٹھایا جائیگا کیونکہ وقف کنندہ نے اُسکی مرمت پر وقف کیا تھا اور یہ حکم نہیں دیا کہ اُس سے یہ مسجد بنوائی جاوے
قال المترجم یہ حکم غور کے قابل ہی کیونکہ قیاس جلی یہان امر منصوص[له] کا معارض ہی اسی واسطے کتاب مین فرمایا
کہ فتوی اس بات پر ہی کہ اس غلہ سے بنانا بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی شیخ ابوبکر سے دریافت
کیا گیا کہ کسی نے اپنے تہائی مال کی نیک کامون کے لیے وصیت کی تو کیا اُس سے مسجد مین چراغ جلایا جاوے
فرمایا کہ ہان جائز ہی اور فرمایا کہ چراغ مسجد سے بڑھانا نہیں جائز ہی خواہ ماہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو اور
فرمایا کہ اس سے مسجد کی زینت نہ کیجاویگی یہ محیط مین ہی۔ ایک مسجد کا دروازہ ہوا کے رُخ پر ہی پس دروازہ مین
بوچھارے مینھ کا پانی پہونچتا ہی پس وہ خراب ہو جاتا ہی اور لوگون پر مسجد مین جانا دشوار ہو جاتا ہی تو قیم کو روا ہی
کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے دروازے پر چھجا بنوا دے بشرطیکہ راستہ والون کو اس چھجے سے ضرر نہو یہ
سراجیہ مین ہی۔ فقیہ ابوالقاسم سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد کا ایک قیم ہی جس کو قاضی نے اسکے غلات پر قیم
مقرر کیا ہی اور سالانہ اسکے لیے کچھ مقدار معلوم مقرر کردی ہی تو فرمایا کہ اگر اسکے کام کے اجر المثل کے برابر ہو تو
اُسکو لے لینا حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے مسجد کے واسطے کوئی خادم مقرر کیا پس اگر وقف کنندہ نے
اپنے وقف مین اُسکی شرط کردی ہو تو جائز ہی اور خادم کو اُجرت لے لینا حلال ہوگا اور اگر واقف نے شرط نکی ہو تو
جائز نہیں ہی یہ سراج مین واقعات سے نقل ہی متولی کو روا ہی کہ مسجد مین جھاڑو دینے وغیرہ کامون کے لئے کوئی
خادم اتنی اُجرت پر مقرر کردے جو ایسے کام کی اُجرت ہوا کرتی ہی اور اگر کچھ زیادتی ہو تو اتنی ہی ہو کہ کوئی اندازہ
کرنے والا اتنی بھی انداز کرے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو یہ تقرری و اجارہ اسی متولی کی طرف سے
ہوگا اور اسپر واجب ہوگا کہ اپنے ذاتی مال سے ادا کرے اور اگر اُسنے وقف کے مال سے ادا کی تو ضامن ہوگا
اور اگر خادم کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اُسنے اُسکے مال سے ادا کی ہی تو اُسکو لینا حلال نہوگا یہ فتح القدیر مین ہی
مسجد کے متولی پر اس سبب سے حساب رکھنا دشوار ہوا کہ وہ بے پڑھا لکھا آدمی ہی پس اُسنے وقف مسجد کے مال
سے کوئی حساب لکھنے والا نوکر رکھا تو جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک مسجد کے واسطے کئی وقف ہین اور کئی چیزین
آمدنی آتی ہین پس اُسکے متولی نے چاہا کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی یا جال یا پکی اینٹین یا کچھ
فرش مسجد کے لیے خریدے تو مشائخ نے کہا کہ اگر وقف کنندہ نے قیم کے لیے اسکی گنجائش دیدی ہو مثلاً کہا ہو کہ قیم اپنی
رائے مین جو مصلحت مسجد کے واسطے دیکھے وہ کرے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مسجد کے واسطے اُسکی مصلحت مین آوے خرید
کرے اور اگر واقف نے ایسی وسعت نہ دی ہو بلکہ اُسنے بنائے مسجد یا عمارت مسجد پر وقف کیا ہو تو جو ہم نے ذکر کیا
اُسکو قیم نہیں خرید سکتا ہی اور اگر وقف کرنے والے کی شرط معلوم نہو تو یہ قیم اپنے سے پہلے قیمون کو دیکھے اگر وے
لوگ مسجد کے وقف سے تیل چٹائی وغیرہ جو ہمنے ذکر کیا ہی خریدتے ہون تو یہ قیم بھی ایسا ہی کر سکتا ہی ورنہ نہین
کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر وقف کرنے والے نے عمارت مسجد پر وقف کیا تو اس لفظ سے اُسکی
بنا اور کہگل و گچ کرنے مین خرچ کیا جائیگا اُسکی تزئین مین صرف نہیں کیا جائیگا اور اگر اُس نے کہا ہو کہ مصالح

[له] وکذلک ان قول ان الجعل المنصوص علیہ الا دارہ وکان الاصل یرد علی واحد ۱۲

مسجد پر وقف ہی تو تیل و بوریا وغیرہ بھی خریدنے جائز نہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ قیم کو یہ اختیار نہیں ہی کہ جو مسجد کی عمارت پر وقف ہو اس سے اشرف بناوے اور اگر بنوائے تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی فتاوی صغریٰ میں ہی کہ متولی نے اگر وقف مسجد سے مسجد کی قندیلیں بنوانے میں خرچ کیا تو جائز ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو متولی کو آیا یہ اختیار ہی کہ چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی خریدے تاکہ چھت پر سے برف وغیرہ صاف کر دیا جاوے اور کہگل کر دیا جاوے یا یہ اختیار ہی کہ چھت صاف کرنے والے و برف دور کرنے والے کو اور مسجد کی جھاڑی ہوئی مٹی کے ڈھیر پھینکنے والے کو اس غلہ وقف سے مزدوری دیوے تو شیخ ابو نصرؒ نے کہا کہ ہر وہ امر جس کے ترک کرنے سے مسجد کا خراب یعنی شکستہ و کھنڈل ہو جانا لازم آوے اسکے کرنے کا قیم کو اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ وقف مسجد کی آمدنی سے منارہ بنانا جائز ہی اگر ضرورت ہو تاکہ پڑوسیوں کو خوب سنائی[1] دیوے اور اگر ویسے لوگ بدون منارہ کے اذان سنتے ہوں تو نہیں کذا فی خزانۃ المفتین مترجم کہتا ہی کہ قولہ لیکون اسمع الجیران مشکل ہی کیونکہ معنے اسم تفضیل کے تفضیلی مراد لینے میں ضرورت ثابت نہیں ہے اور اسی قدر کو ضرورت قرار دینا خلاف ہی پھر آخر کلام کہ سنتے ہوں تو نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسم تفضیل سے معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور یہی اوجہ و اقرب ہی پس حاصل یہ ہوگا کہ اگر پڑوسیوں کو اذان نہ سنائی دے تو منارہ بنوانا جائز ہی ورنہ نہیں واللہ اعلم۔ مسجد کے پہلو میں فارقین ہی جس سے دیوار مسجد کو کھٹکا ہوا ضرر پہونچتا ہی پس قیم اور اہل مسجد نے چاہا کہ مال مسجد سے دیوار مسجد کے پہلو میں حصن بنا دیں۔ جس سے ضرر دفع ہو تو مشائخ نے کہا کہ اگر مصالح مسجد پر وقف ہو تو قیم ایسا کر سکتا ہی کیونکہ یہ مصالح سے ہی اور اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو نہیں کر سکتا ہی کیونکہ یہ عمارت مسجد نہیں ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اصح وہ ہی جو امام ظہیر الدین نے کہا کہ وقف عمارت مسجد پر اور وقف مصالح مسجد پر دونوں یکساں ہیں یہ فتح القدیر میں ہی۔ متولی مسجد کو یہ اختیار نہیں ہی کہ چراغ مسجد کو اپنے گھر لیجاوے اور یہ اختیار ہی کہ گھر سے اسکو مسجد میں لاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ قیم کو اختیار نہیں ہی کہ جنازہ خریدے یعنی جس پر مُردے کو لٹاکر مقبرہ تک لیجاتے ہیں اسکو مال وقف المسجد سے نہیں خرید سکتا ہی اس غرض سے کہ مسجد کے متعلق رہے اگرچہ وقف کنندہ نے وقف مسجد میں یہ ذکر کر دیا ہو کہ قیم جنازہ خریدے کذا فی السراجیہ قلت یعنی وقف کنندہ کی ایسی اجازت اسکی نادانی سے ہی فافہم۔ اگر قیم نے حاصلات وقف مسجد سے کپڑا خرید کر مسکینوں کو دیا تو جائز نہیں ہی اور جو کچھ اُسنے مال وقف سے خرچ کیے انکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ قیم نے اگر حاصلات وقف مسجد سے کوئی دوکان اس غرض سے خریدی کہ کرایہ پر چلائی جاوے اور ضرورت کے وقت فروخت کر دیجاوے تو جائز ہی بشرطیکہ اسکو خریدنے کی اجازت حاصل ہو اور جب یہ جائز ہوا تو وہ اسکو فروخت کر سکتا ہی یہ سراجیہ میں ہی قلت[2] الشیء ربما لا یتروج عند الحاجۃ

[1] یعنے اس منارہ سے اذان کہی جاوے تاکہ سب کو بخوبی سنائی دیوے ۱۲ [2] میں کہتا ہوں کہ کبھی کوئی چیز حاجت کے وقت رواج نہیں پاتی جیسے مدرسہ کے سامان جن میں تجربہ ہی پس صواب یہی ہی کہ تفصیل بیان کیجاوے یا یہ کہ قاضی اسکو حکم کر دے پس بوقت فتوی تامل لازمی ہی ۱۲

علی ما کان علیہ من القیمۃ فالصواب التفصیل اوان یامرہ القاضی فعلیک بالتامل عند الفتوی۔ مسجد کے قیم کو روا نہین ہی کہ حد مسجد مین یا فناے مسجد مین دوکانین بنوادے کیونکہ مسجد جب دوکان ومسکن کی گئی تو اسکی حرمت ساقط ہوجائیگی اور یہ جائز نہین ہی اور فناے[1] مسجد تابع مسجد ہی پس اُسکا حکم بھی مسجد کا حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ متولی مسجد نے اگر آمدنی وقف مسجد سے جو اُسکے پاس جمع تھی ایک حویلی خرید کر مؤذن کو حوالہ کی کہ اُسمین رہا کرے پس اگر مؤذن کو معلوم ہوجاوے کہ اُسنے اسی آمدنی سے خرید کردیدی ہی تو اسکو اس حویلی مین رہنا مکروہ ہی کیونکہ یہ حویلی حاصلات وقف سے ہی اور امام ومؤذن کو ایسی حویلی مین رہنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ قال المترجم یہ شاید بنا بر اینکہ امامت واذان کی اجرت یا جر منفعت مکروہ ہی یا یہ مال غصب ہی فافہم اگر قیم نے چاہا کہ وقف مسجد کی آمدنی کچھ اس مسجد کے امام یا مؤذن پر صرف کرے تو اسکو یہ اختیار نہین ہی الا اس صورت مین کہ وقف کنندہ نے وقف مین ایسی شرط کردی ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر وقف کنندہ نے وقف مین شرط کردی کہ اسکی حاصلات سے اس قدر مقدار معلوم امام مسجد کو دیجاوے تو امام کو یہ مقدار جو معلومہ بیان کردی ہی دیجائے گی بشرطیکہ وہ فقیر ہو اور اگر وہ غنی ہو تو اسکو لینا حلال نہین ہی اور فقہا جو اذان دیتے ہون انکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر مسجد کے غلہ کو یا مسجد کی ٹوٹن کو اس مسجد کے نمازیون نے بدون حکم قاضی کے فروخت کیا تو اصح یہ ہی کہ یہ جائز نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر مسجد کی دیوار اسکے پہلو کے پانی سے جو شارع مین ہی اور وہ آب شفہ ہی ٹوٹ گئی یعنے پانی پینے کے گھاٹ سے پانی کی تری پاکر ٹوٹ گئی یا نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی چڑھنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی پس آیا حاصلات مسجد سے نہر کی تعمیر ومرمت مین صرف کیا جاوے یا نہین تو فقیہ ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ جو کچھ عمارت ومرمت نہر مین خرچ کیا جاتا ہی اگر وہ مسجد کے ستون وغیرہ کی عمارت سے نہین بڑھتا ہی بلکہ اسی مین ہی تو جائز ہی اور مسجد والون کو روا ہوگا کہ اس صورت مین نہر والون کو نہر سے نفع لینے سے روکین جب تک کہ وے لوگ ان کو اس عمارت کی قیمت نہ دیدین پس یہ قیمت اسی مسجد کی عمارت مین صرف کیجاوے گی اور اگر چاہین تو نہر والون سے پہلے اطلاع کردین کہ اپنی نہر درست کردو پھر اگر وے درست نہ کرین یہان تک کہ مسجد کی دیوار گرجاوے یا ٹوٹ جاوے تو ان لوگون سے منہدم کی قیمت تاوان لین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ شمس الائمہ حلوائیؒ نے اپنے نفقات مین مشائخ بلخ رحمہم اللہ تعالی سے نقل ذکر کیا کہ جب مسجد کے لیے چند[2] وقف ہون اور اُسکا کوئی متولی نہین ہی پس محلہ والون مین سے ایک شخص ان اوقاف کی پرداخت پر کھڑا ہوگیا اور اُسنے انکی حاصلات سے بوریا وپیالہ وغیرہ جسکی مسجد کو ضرورت ہوئی اُسپر خرچ کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی بدلیل استحسان جو کچھ اُسنے کیا اسمین اُسپر ضمان نہین ہی لیکن اگر حاکم کو اُسکے فعل کی خبر کی گئی اور اس شخص نے اُسکے سامنے اُسکا اقرار کیا تو حاکم اس سے ضمان لیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ وقف مسجد کی حاصلات سے جو فاضل بچے وہ فقیرون پر صرف کیا جائیگا یا نہین تو ایک قول یہ ہی کہ نہین صرف کیا جائیگا اور یہی قول صحیح ہی پس فاضل مال سے

[1] فنائے مسجد بھی حکم مسجد مین ہی ۱۲ ۔ [2] قولہ چند وقف اگر اوال اگر ایک ہی وقف ہو تب بھی یہی حال ہی پس جمع کا لفظ اتفاقی ہی واللہ اعلم بالصواب ۱۲

مسجد کے لیئے کوئی ایسی چیز خریدی جاوے جس سے کرایہ وغیرہ حاصلات آیا کرے یہ محیط مین ہی۔ قاضی شمس الاسلام محمود اوزجندی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد والون نے اسکے وقفون مین تصرف کیا یعنے جو املاک وقف کی تھین ان کو اجارہ پر دیدیا اور اُس کا متولی موجود ہی تو فرمایا کہ انکا تصرف جائز نہین ہی ولیکن حاکم ان تصرفات مین سے اس تصرف کو جس مین مسجد کے واسطے مصلحت ہووے پورا کر دیگا پھر پوچھا گیا کہ بھلا تصرف کرنے والا اگر ایک ہو یا دو ہون تو کچھ فرق ہوگا فرمایا کہ تصرف کرنے والا ضرور ہی کہ محلہ کا رئیس اور اس مین متصرف ہو یہ ذخیرہ مین ہی فتاوی نسفیہ مین ہی کہ شیخ رح سے سوال کیا گیا کہ مسجد کی عمارت کے لیئے اہل محلے وقف مسجد کو فروخت کردیا تو فرمایا کہ کسی طرح جائز نہین ہی خواہ قاضی کے حکم سے بیچا ہو یا بغیر حکم قاضی بیچا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ فوائد نجم الدین النسفی رح مین ہی کہ مسجد والون نے وقف مسجد کی حاصلات سے عقار خریدا پھر عمارت کو فروخت کیا تو مشائخ نے اُس کی بیع جائز ہونے مین اختلاف کیا اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی کذا فی الغیاثیہ۔ اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور ان کی لکڑیون مین سے کچھ بچ رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ جو کچھ بچ رہا وہ اسی کی عمارت مین جب ضرورت ہو صرف کیا جاوے اور اسکے تیل و چٹائی مین صرف نہوگا اور یہ سب اسوقت ہی کہ جب انھون نے متولی کو سپرد کیا ہو کہ اُس سے مسجد بنواوے اور اگر سپرد نہ کردیا ہو تو جو کچھ فاضل بچے وہ انھین کا ہوگا اسکو جو چاہین کرین کذا فی البحرالرائق عن الاسعاف مسجد پر وقف کی زمین ایسی ہوگئی کہ زراعت نہین کیجاتی ہی اسکو ایک شخص نے عامۂ مسلمین کے لیئے حوض کردیا تو مسلمانون کو اس حوض کے پانی سے انتفاع نہین جائز ہی کذا فی القنیہ۔ ایک مال ہی کہ راہ خیر اور غریبون فقرا پر وقف ہی اور ایک مال ہی کہ جامع مسجد پر وقف ہی اور دونون مالون کے غلہ یعنے حاصلات اموال جمع ہوے پھر اسلام پر کوئی سختی پیش آئی مثلاً کفار روم نے حملہ کیا اور اس حادثہ مین خرچ کی ضرورت ہوئی تو اسکے حکم مین تفصیل یہ ہی کہ جو غلہ وقف جامع مسجد کا ہی اگر مسجد مذکور کو اسکی ضرورت نہو تو قاضی کو روا ہوگا کہ اس حادثہ مین اسکو صرف کر دے ولیکن بطریق قرض کے دیوے تاکہ کافرون پر فتح ہونے کے وقت مال غنیمت سے اسکو واپس لیوے اور جو غلہ کہ وقف الفقراء کا ہی اس مین تین صورتین ہین اول آنکہ محتاجون پر صرف ہووے دوم یہ کہ مالدار مسافرون پر صرف ہووے سوم یہ کہ مالدارون پر جو مسافر نہین ہین صرف ہووے تو پہلی و دوسری صورت مین بدون طریقہ قرض کے حادثہ مذکور مین دیدینا جائز ہی اور تیسری صورت مین دو قسمین ہین اول قسم یہ کہ مسلمان قاضیون مین سے کوئی ایسے وقف کو جائز سمجھتا ہو اور قسم دوم یہ کہ کوئی جائز نہ جانتا ہو پس قسم اول مین بدون طریقہ قرض کے حادثہ مین دیدینا جائز ہی اور دوم مین بطریق قرض دے سکتا ہی پس مال غنیمت سے واپس لیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی

بارھوان باب رباطات ومقابر وخانات وحیاض وطرق وسقایات کے بیان مین اور مقبرہ کے بازمین وقف

ملہ قرآن کی کریون مین سے ایک مانن نے کہا وہ مین جتیشتی اس ترجمہ مین ظاہر کی روایت کی گئی یا مراد یہ ہے کہ ان کٹرون مین ہی ان کو لوگون نے اسکے واسطے خریدا ہے تاکہ وہ اسی کی ہوں ۱۲ منہ

کے اشجار وغیرہ کی طرف رجوع ہونے والے مسائل کے بیان مین۔ رباطات جمع رباط جو سرحد اسلام ملحق بملک کفار پر سراے و قلعہ کے طور پر وقف ہو کہ اس مین مجاہدین رہین و اپنے گھوڑے باندھین اور کبھی جہاد کے سفر مین منزل کرنے کے معنے مین بھی آتا ہی کما صح فی الحدیث رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما فیہا۔ مقابر جمع مقبرہ گورستان خانات جمع خان یعنی کاروان سراے اور وہ کبھی وقف ہوتی ہی اور اسکا بڑا ثواب ہی حیاض جمع حوض جو پانی پینے کے واسطے جابجا بنا دیتے ہین۔ طریق جمع طرق راستہ۔ سقایات جمع سقایا جو پانی پینے و پینے کے لیئے بنا دیتے ہین کہ مسافر وغیرہ آدمی اُس سے پانی پیئین بخلاف حوض کے کہ اس سے جانورون کو بھی پلاتے ہین اور شکل مین اختلاف ہی اور شرائط کبھی متحد ہو جاتے ہین و قد مر فی مواضع شتی ما فیہ کفایۃ جس کسی نے مسلمانون کے لیئے کوئی سقایہ بنایا یا کاروان سراے بنائی جس مین مسافر رہتے ہین یا رباط بنائی یا اپنی زمین مقبرہ کر دی تو اسکی ملک اس سے زائل نہ ہوگی یہان تک کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کوئی قاضی حاکم اس کا حکم دیدے کذا فی الہدایہ یا وہ شخص اپنی موت کے بعد ایسا کرنے کو باضافت کرے تاکہ وصیت ہو جاوے پس بعد موت کے لازم ہو جائیگا اور اسکو اختیار ہو کہ موت سے پہلے اُس سے رجوع کر لے بنابر بینکہ جو وقف الفقرا مین گذر چکا کذا فی فتح القدیر اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سکے قول ہی سے اسکی ملک ان چیزون سے زائل ہو جائیگی جیسا کہ ان کی اصل ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر لوگون نے سقایہ سے پانی پیا اور خان مین رہے یا رباط مین اُترے اور مقبرہ مین مُردہ دفن کیا تو وقف کنندہ کی ملک زائل ہو گئی اور ایک ہی آدمی کے فعل پر اکتفا کیا جائیگا کیونکہ جنس انسان تمام کا فعل متعذر ہی اور یہی حال کنوئین و حوض مین ہی قال المترجم بالجملہ امام رح کے نزدیک اس شخص کے قول کے ساتھ جسپر وقف ہی ان مین سے کسی کا فعل بطریق انتفاع بھی پایا جاوے فافہم اور اگر اُسنے ان وجوہ مین متولی کو سپرد کر دیا تو تسلیم صحیح ہی۔ کذا فی الہدایہ اور مبسوط مین مذکور ہی کہ ان مسائل مین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی اور اسی پر امت کا اجماع ہی یہ مضمرات مین ہی۔ مضائقہ نہین کہ حوض و کنوئین سے پانی پیے اور اپنے چوپایہ کو پلاوے خواہ اونٹ و گھوڑا وغیرہ کوئی ہو اور اس سے وضو کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر سقایہ پانی پینے کے واسطے کر دیا ہو پس کسی نے اُس سے وضو کرنا چاہا تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی۔ اور اگر وضو کے لیے وقف ہو تو اُس سے پینا نہین جائز ہی اور جو پانی کہ پینے کے واسطے مہیا کیا گیا ہو چنانچہ حوض ہیک تو اُس سے وضو کرنا نہین جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اسی طرح اگر اپنے دار کو ساکین کے لیئے مسکن کر دیا اور کسی متولی کے سپرد کر دیا جو اُسکی پرداخت کرتا ہو تو وقف کنندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی۔ اسی طرح اگر مکہ مین کسی کا گھر ہو پس اُسنے حج کرنے والون یا عمرہ کرنے والون کے لیئے مسکن کر دیا اور کسی متولی کو دیدیا کہ اس کی اصلاح پر قیام کرے اور جسکو چاہے بساوے تو اسکو اس مین رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر سرحد اسلام ملحق بسرحد کفار پر اسکا کوئی احاطہ ہو جسکو اُسنے غازیون و رباط والون کے لیئے مسکن کر دیا اور اس کو ایک

سلہ اللہ کی راہ مین ایک روز سرحد کی نگاہداشت کرنا دنیا سے اور جو کچھ اُس مین ہے اُس سے بہتر ہے ١٢ منہ

متولی کو دیدیا جو اُسکی پرداخت کرے تو وہ اُس سے رجوع نہین کر سکتا اور جب وہ مرجاوے تو اُس سے میراث نہوگا اگرچہ اس احاطہ مین کسی نے سکونت نہ کی ہو یہ محیط مین ہے۔ پھران چیزون سے نفع اُٹھانے مین غنی وفقیر کے درمیان کچھ فرق نہین ہے یہان تک کہ کاروان سرائے ورباط مین اُترنا اور سقایہ سے پانی پینا اور مقبرہ مین دفن کرنا ہر ایک کو جائز ہے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ تبیین مین ہے۔ کسی دار یا زمین کا غلہ اگر غازیون کے لیئے کردیا گیا تو اس مین سے نہین لے سکتا مگر وہی غازی جو محتاجون کے شمار مین ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہے خصاف رح نے اپنے وقف مین لکھا کہ اگر آدمی نے اپنا گھر غازیون کے رہنے کے واسطے کردیا پس گھر کے بعض ٹکڑے مین بعضے غازی رہے اور بعضے ٹکڑے یون ہی خالی پڑے رہے اس مین کوئی نہین رہا تو اس وقف کے قیم کو چاہیئے کہ اس گھر مین سے جس ٹکڑے مین رہنے کی حاجت نہین ہے اسکو کرایہ پر دیدے اور اس اُجرت کو اس گھر کی عمارت مین صرف کرے پھر جو اسکے بعد فاضل بچے اُسکو فقیرون ومسکینون پر صرف کردے یہ محیط مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ اگر کوئی خان بنایا اور اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی تو امام محمد رح سے مروی ہے کہ وہ اس مین سے ایک کونہ ایک بیت یا دو بیت علیحدہ کرکے اسکو کرایہ دیدے اور اس کرایہ کو اسی پر خرچ کردے اور امام محمد رح سے دوسری روایت مین ہے کہ لوگون کو ایک سال اس مین اُترنے کا اعلان کردے اور دوسرے سال اُسکو کرایہ دیدے اور اسی کی اُجرت سے اسکی مرمت کرے اور ایسے ہی اگر اپنے گھوڑے کو راہ الٰہی مین حبس کردیا پس اگر اسپر کوئی جہاد کرنے والا سوار ہوا تو وہ سوار ہو اور اسکو دانہ چارہ دیوے اور اگر کوئی سوار ہونے والا نہین ملا تو اس زمانہ مین اُس کو اجارہ دے کر اسکی اُجرت سے دانہ چارہ دے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر کوئی اجارہ لینے والا بھی نہین ملا تو امام اسکو فروخت کرے اسکے دام رکھ چھوڑے حتی کہ جب ضرورت سواری ہو تو ان دامون سے گھوڑا خرید کر دیدے کہ اسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط مین ہے۔ خصاف رح نے کہا کہ اگر اپنے گھر کو حاجیون کا مسکن کردیا تو مجاورین کو اس مین رہنے کا اختیار نہین ہے اور جب موسم حج گذر جاوے تو اسکو کرایہ پر دیکر اسکی اُجرت سے اُسکی مرمت مین خرچ کرے اور جو کچھ بچ رہے اسکو مساکین پر بانٹ دے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک نے مسلمانون کے لیئے رباط بنایا اس شرط پر کہ جبتک وہ زندہ ہے اسی کے قبضہ مین رہے تو کوئی شخص اسکے قبضہ مین سے نہین نکال سکتا ہے جب تک اُس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہو جو اسکے ہاتھ سے نکال لینے کا مستوجب ہو جیسے مثلاً وہ اُس مین شراب پیتا ہو یا اسی کے مانند اور کوئی فسق کا کام جس مین رضاے الٰہی تعالیٰ نہین ہے اس مین کرتا ہو یہ ذخیرہ مین ہے گانون والون کی زمین ہے جنھون نے اسکو مقبرہ کردیا اور اس مین مردہ دفن بھی کردیا گیا پھر گانون والون مین سے ایک نے اس مقبرہ مین کوئی عمارت بنائی تا کہ اس مین کچی اینٹین اور قبر کے ضروریات وکھودنے کے آلات رکھے اور اس مین ایسے شخص کو بٹھا دیا جو اسباب مذکور کی حفاظت کرے اور یہ کام سب گانون والون یا بعض کی بغیر رضامندی کیا تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ مین وسعت ہو ایسی کہ اس مکان کی زمین بھر نکلنے سے تنگی نہ آوے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور بنانے کے بعد اگر لوگون کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو عمارت دور کرکے اس مین دفن کیا جاوے یہ فتاوے

قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے وصیت کردی کہ میرے مال سے تہائی نکالو اس مین سے ایک چوتھائی تو فلان شخص کو دیدو اور تین چوتھائی میرے اقربا اور فقرار کو دو پھر اُسنے کہا کہ اس رباط والون کو محروم نہ چھوڑنا اور یہ لوگ مساکین ہین جو اس رباط معین مین رہتے ہین تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ قرابت والے داخل احصار و شمار ہین دوم آنکہ داخل شمار نہین ہین پس پہلی صورت مین ہر ایک قرابت کو ایک عدد شمار کیا جاوے اور فقرار کو ایک عدد اور رباطیون کو ایک عدد چنانچہ اگر قرابتی دش ہون تو تہائی مال کے تین چوتھائی کے بارہ جزو کیے جاوین جس مین سے دش جزو تو اہل قرابت کو اور ایک حصہ فقرار کو اور ایک جزو رباطیون کو دیا جاوے اور دوسری صورت مین اس مین چوتھائی کے تین سہام کیے جاوین قرابت و فقرار اور رباطیون مین سے ہر ایک کو ایک حصہ دیدیا جاوے یہ واقعات حسامیہ مین ہی - اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اسکو مسلمانون کا راستہ کردیا اور اسپر گواہ کردیے تو یہ صحیح ہی اور اسوقت کے پورے ہونے کے لیئے مسلمانون مین سے ایک کا گذر جانا ایسے عالم کے قول پر شرط ہی جو وقف مین سپرد کرنا شرط کہتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - ہلال رح نے کہا کہ اسی طرح جو کوئی مسلمانون کیلیئے پل بناوے اسکا بھی یہی حکم ہی اور لوگ اس مین راستہ چلین اور اسکی عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی درحالیکہ وہ وقف ہوچکی ہی پس بطلان میراث مین صغیر پل کی عمارت کو مخصوص کردیا کذا فی الذخیرہ اور حاکم مہر دیہ رح سے منقول ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے نوادر مین روایت پائی کہ امام نے مسجد کی طرح مقبرہ و راہ کا وقف بھی جائز جانا اور ایسے ہی چھوٹا پل جسکو کوئی مسلمانون کے لیئے بناوے اور اس مین لوگ گذر جاوین اور اُسکی عمارت وارثان واقف کی میراث نہوگی پس بطلان میراث کے لیئے پل کی عمارت کو خاص کیا اور شائخ نے کہا کہ اس تخصیص مین تاویل یہ ہی کہ یہ باعتبار عادت کے ہی کہ زمین وہان کی وقف کنندہ کی ملک نہین ہی پس جب پل کا مقام اسکی ملک نہوا تو عمارت کی لوٹن مین میراث کا احتمال تھا پس تخصیص کرکے بطلان میراث کی نفی کی اور ظاہر یہ ہی کہ آدمی نہر عام پر پل بنا دیتا ہی پس موضع کے سواے خالی عمارت اسکی ملک ہوتی ہی جسکو وقف کردیتا ہی - اور یہی مسئلہ دلیل ہی کہ عمارت کا وقف بدون اصل کے جائز ہی باوجودیکہ دار مین عمارت کا وقف بدون زمین کے نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - مشرکون کا ایک مقبرہ تھا اسکو لوگون نے مسلمانون کا مقبرہ بنانا چاہا پس اگر مشرکین کے قبور اور اجسام کے نشانات مٹ گئے ہون تو ایسا کرنے کا مضائقہ نہین ہی اور اگر ان کے آثار باقی رہے ہون مثلاً ان کی ہڈی کچھ نکل آوے تو کھود کر وہ دفن کردیجاوے پھر وہ مسلمانون کا مقبرہ کردیا جاوے کیونکہ مدینہ منورہ مین جہان مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ مشرکون کا مقبرہ تھا پس کھود کر وہ مسجد کردیا گیا یہ مضمرات مین ہی - اگر ایک شخص کسی مفتی کے پاس آیا اور کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اللہ تعالی کی جناب مین تقرب حاصل کرون پس کہا مین مسلمانون کے لیئے رباط بناؤن یا غلامون کو آزاد کرون اور یا اُسنے مفتی سے کہا کہ مین اپنے حاط سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہون پس کہا کہ مین اسکو فروخت کرکے اسکے دام صدقہ کردون یا دامون سے

لہ یعنے وہ عمارت کسی طرح وارثون کی میراث نہین ہوسکتی ۱۲ منہ

غلام خرید کر اُن کو آزاد کر دوں یا مین اسکو مسلمانوں کے لیئے گھر کر دوں ان مین سے کون افضل ہی تو مشائخ نے کہا کہ اسکو جواب دیا جاوے کہ اگر تو رباط بناوے اور اس کی عمارت کے لیئے آمدنی کی کوئی چیز وقف کر دے تو رباط افضل ہی کیونکہ یہ دائمی ہی اور اسکا نفع عام ہی اور اگر تو رباط کے لیئے آمدنی کا کوئی حصہ وقف نہ کر سکے تو رباط نہین بلکہ اسکو فروخت کر کے اُسکے دام مساکین پر صدقہ کر دے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اس سے اکثر فضیلت مین یہ ہی کہ کما اسکے داموں سے غلام خرید کر اُن کو آزاد کر دے یہ ظہیریہ مین ہی۔ بزازیہ مین ہی کہ اراضی کا وقف کر دینا اسکو بیچ کر اسکے دام صدقہ کر دینے سے اچھا ہی یہ بحر الرائق مین ہی میت کو دفن کرنے کے بعد خواہ مدت بہت گذرنے یا تھوڑی اُسکو بغیر عذر نکالنا نہین روا ہی ہان عذر کی وجہ سے نکالنا جائز ہی اور عذر یہ ہی کہ وہ زمین غصب کی ہوئی ظاہر ہو یا شفیع اُسکو شفعہ مین لے لے یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اقول ظاہرا یہ حکم مدت تقصیر کے حق مین جب تک کہ لاش سڑ جانے کا احتمال نہ ہو یا صندوق مین ہو یا نکالنا ممکن ہو واللہ تعالیٰ اعلم ایک رباط کے جانور بہت ہو گئے اور انکا خرچ بڑھ گیا تو قیم ان مین سے کچھ فروخت کر سکتا ہی کہ ان کے دام باقیوں کے دانہ چارہ اور رباط کی مرمت مین خرچ کرے یا نہین پس اسکے حکم مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ ان جانوروں سے بعض کے سن ایسے دراز ہو گئے کہ جس واسطے وہ رباط مین مربوط ہوتے تھے اس کام مین نہین آسکتے ہین تو اس صورت مین اُسکو ایسے جانور فروخت کرنے کا اختیار ہی دوم یہ کہ ایسے نہ ہوں تو اس صورت مین فروخت نہین کر سکتا و لیکن اس رباط مین بقدر حاجت جانور رہنے دے اور باقیوں کو ایسے رباط مین باندھے جو اس رباط سے سب سے قریب ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ شمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے سوال کیا گیا کہ ایک مسجد ہی اسکے واسطے کوئی قوم باقی نہین رہی اور گرد اس کا خراب ہو گیا اور لوگ اُس سے بے پرواہ ہو گئے تو اُس کا مقبرہ کر دینا جائز ہی یا نہین۔ تو فرمایا کہ نہین جائز ہی اور انھین سے پوچھا گیا کہ گاؤن مین مقبرہ ہی وہ نابود ہو گیا اور اُس مین مُردوں کا اثر مانند ہڈی وغیرہ کے کچھ نہین رہا تو اُس کا جوتنا بونا اور استغلال جائز ہی یا نہین تو فرمایا کہ نہین اور وہ مقبرہ کے حکم مین ہی کذا فی المحیط پس اگر اس مین گھاس لگی ہو تو کاٹ کر چوپاؤن کے پاس ڈالدی جاوے اور چوپایہ اس مین نہ چھوڑے جاوین یہ بحر الرائق مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرائے بنادی اس طرح کہ اس سے آمدنی آوے یا لوگ رہا کرین تو اس سے خراج ساقط ہو جائیگا اگر وہ زمین خراجی ہو اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک عورت نے اپنی قطعہ زمین کو مقبرہ بنا دیا اور اپنے قبضہ سے نکالدیا اور اس مین اپنے بیٹے کو دفن کیا اور یہ قطعہ زمین مقبرہ کے لائق اس وجہ سے نہین کہ قریب اُس کے پانی کا غلبہ ہونے سے وہان تک تری پہونچکر فاسد کرتی ہی پس اُسنے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو دیکھا جاوے کہ

ـــــــــــــــــــ

سلہ قولہ قریب ہو اور اگر وہ رباط بھی پر ہو تو اس سے قریب والی رباط مین علے ہذا القیاس بالجملہ جب فروخت نہین کر سکتا ہی تو مگر تدابیران کی ابقا کی مناسب وقت عمل مین آوین جو شرع مین جائز ہین بشرطیکہ رباط کے فائدہ سے خارج نہونے پاوے ہذا ہو الاصل ۱۲ منہ سلہ طلب غلہ اُس سے کرنا ۱۲

اگر کم بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس مین دفن کرنے سے بالکل بے رغبت نہین ہین تو وہ بیع نہین کر سکتی ہی
اگر بہت بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس مین دفن کرنے سے بے رغبت ہون تو وہ بیع کر سکتی ہی اور جب
اُسنے بیع کر دی تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ اسکو اپنے بیٹے کی لاش نکال لیجانے کا حکم کرے کذا فی المضمرات
عن الکبری - ایک نے مقبرہ مین اپنے واسطے قبر کھود رکھی تو کیا دوسرے کو یہ اختیار ہی کہ اس مین اپنا مردہ دفن
کردے تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ مین وسعت ہو تو مستحب ہی کہ جس نے کھودی ہی اسکو زحمت نہ دے اور اگر
وسعت نہ ہو تو دوسرا اس مین اپنا مردہ دفن کر سکتا ہی اور یہ ایسا ہی جیسے کسی نے مسجد مین مصلے بچھایا یا رباط
مین اُترا پھر دوسرا آیا پس اگر اس جگہ وسعت ہو تو چاہیئے کہ پہلے شخص کو زحمت نہ دے - اور اگر دوسرے
شخص نے ایک قبر مین اپنا مردہ دفن کر دیا تو شیخ ابو نصرؒ نے کہا کہ اسکو یہ مکروہ نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہے -
کوئی میت ایک شخص کی زمین مین بدون اجازت مالک کے دفن کی گئی تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُسپر راضی ہو
اور چاہے میت نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے زمین برابر کر کے اسپر زراعت کرے اور اگر کسی نے ایک قبر
کھودی ایسے مقبرہ مین جسمین اسکو اپنے لیئے کھودنا مباح تھا پھر اس مین دوسرے نے اپنا مردہ دفن کر دیا
تو وہ قبر سے نہین اُکھاڑا جائیگا ولیکن دوسرا شخص اُسکے کھودنے کی قیمت یعنے اُجرت کا ضامن[1] ہو گا پس ایسے حکم
سے دونون کا حق محفوظ ہوا کذا فی خزانۃ المفتین والمحیط - ایک قوم نے دریاے جیحون کے کنارے جو زمین مردہ
پڑی تھی اسکو زندہ و معمور کیا اور سلطان اُن سے عشر لیا کرتا تھا اور اسکے قرب مین ایک رباط ہی پس رباط کے
متولی نے سلطان سے گذارش کی پس سلطان نے یہ عشر اسکے واسطے چھوڑ دیا تو کیا متولی کو اختیار ہے کہ
اس عشر کو اس رباط کے مؤذن پر صرف کرے یعنے اسکے کھانے کپڑے مین اس عشر سے مدد دے اور کیا مؤذن کو
روا ہی کہ جو عشر سلطان نے مباح کر دیا ہی اسکو لیوے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ اگر مؤذن محتاج ہو تو اُسکو حلال ہی
اور متولی کو روا نہین ہی کہ اس عشر کو تعمیر رباط مین صرف کرے بلکہ فقط فقراء پر صرف کر سکتا ہی اور اگر اُسنے
محتاجون پر صرف کیا پھر اُنھون نے اپنی طرف سے رباط کی تعمیر مین صرف کیا تو جائز اور بہتر ہی کذا فی فتاوی
قاضی خان اور اسی طرح زکوٰۃ کا مال ہی کہ اگر متولی نے اسکو مسجد بنانے مین یا پل بنانے مین صرف کرنا چاہا
تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہی کہ متولی اُسکو فقیرون پر صدقہ کر دے پھر فقیر لوگ اُس کو
متولی کو دیدین پھر متولی اُسکو اس عمارت مین صرف کرے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک رباط مین پھل ہین تو کیا
اس مین اُترنے والون کو روا ہی کہ اِن مین سے تناول کرین تو اس مین دو صورتین ہین اوّل یہ کہ ان پھلون کی قیمت
نہو جیسے شہتوت[2] وغیرہ دوم یہ کہ ان کی قیمت ہو پس اول صورت مین کھا لینا روا ہی اور دوسری صورت مین
اس سے احتیاط کرنا ازراہ دیانت و تقوی کے بہتر ہی کیونکہ احتمال ہی کہ شاید وقف کنندہ نے یہ پھل اُترنے والون
کے لیے نہین بلکہ فقیرون کے لیے وقف کیئے ہون اور یہ اسوقت ہی کہ یہ معلوم نہ ہوا اور اگر معلوم ہو کہ یہ فقیرون

[1] مترجم کہتا ہی کہ روایت اسکے موافق ہی جو کتاب الکراہیۃ وغیرہ مین ہی اور جو اسکے مغایر گذری تو وہ بیان ہو چکی ۱۲ [2] ہندوستان مین ان کی

[illegible]

وقف ہے اُترنے والون پر وقف نہین ہی تو فقیرون کے سوائے کسی کو انکا کھانا حلال نہین ہی کذا فی الواقعات الحسامیہ قلت اس مین اشارہ ہی کہ اُترنے والا اگر فقیر ہو تو اسکو بھی روا ہی فافہم واللہ اعلم فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے دار عمران کے خادم کو درم دیے کہ ان کے عوض گوشت روٹی خرید کر اس دار کے رہنے والون کو تقسیم کر دے اور دار عمران وہ دار ہی جس مین فقرا و مساکین رہتے ہین پھر خادم کو اس روز گوشت و روٹی کی ضرورت نہوئی اور خادم نے اُس سے پہلے اُدھار گوشت روٹی خریدی تھی پس اُسنے یہ درم اُدھار مین ادا کر دیے تو وہ ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ مسائل جو مقبرہ و زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف راجع ہین ایک مقبرہ مین بڑے بڑے درخت لگے ہین تو اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ زمین کو مقبرہ بنانے سے پہلے اس مین یہ درخت اُگے ہون دوم یہ کہ مقبرہ بنانے کے بعد اُگے ہون۔ پس اول صورت مین مسئلہ کی دو قسم ہین قسم اوّل آنکہ اس زمین کا کوئی مالک تھا جسنے مقبرہ کر دیا قسم دوم یہ کہ زمین موات تھی اسکا کوئی مالک نتھا اُسکو گانوَن والون نے مقبرہ بنا لیا پس قسم اوّل مین یہ درخت مع جڑون کے اسکے مالک کی ملک ہین پس جو چاہے انکے ساتھ معاملہ کرے اور قسم دوم مین درخت مع جڑون کے اپنے قدیم حال پر رہینگے صورت دوم مین بھی مسئلہ کی دو قسمین ہین قسم اوّل آنکہ انکا لگانے والا معلوم ہو۔ قسم دوم آنکہ انکا لگانے والا معلوم نہو۔ پس قسم اول مین لگانے والے کے ہونگے اور قسم دوم مین اسکا حکم باختیار قاضی ہی اگر اسکی رائے مین آوے کہ ان کو فروخت کر کے انکے دام مقبرہ[1] کی عمارت مین صرف کیے جاوین تو ایسا حکم دے سکتا ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اگر مسجد مین درخت جمائے تو مسجد کے ہونگے اور اگر رباط کی وقف کی ہوئی زمین مین جمائے تو دیکھا جاوے کہ اگر درخت جمانے والا اس زمین موقوفہ کا متولی ہی تو وہ درخت جو اُسنے جمائے ہین رباط کے ہونگے یعنے وقف ہونگے اور اگر وہ شخص اُسکا متولی نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنا درخت اُکھاڑ لیوے اور اگر کسی نے عام راستہ پر درخت جمایا تو حکم یہ ہی کہ وہ درخت اپنے جمانے والے کا ہوگا اور اگر اُسنے نہر عامہ کے کنارے یا گانوَن کے حوض کے کنارے درخت جمایا تو وہ جمانے والے کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اگر اُسنے انکو قطع کر لیا پھر انکی جڑون سے اور درخت اُگے تو یہ بھی اُسی جمانے والے کے ہونگے یہ فتح القدیر مین ہی۔ ایک شارع مین ایک نہر ہی اسکے دونون کنارے درخت لگے ہوئے ہین اُن درختون کی بابت ان لوگون نے خصومت کی جنکا شرب[2] اس نہر سے ہی اور ان درختون کا جمانے والا معلوم نہین ہوتا اور یہ نہر اس شارع مین ایک شخص کے دروازے کے آگے جاری ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان درختون کے جمنے کا ٹھکانا ان لوگون کی ملک مین ہی جنکو اس نہر سے شرب حاصل ہی تو جو کچھ ان کی ملک مین جمے اور اسکا جمانے والا کوئی معلوم نہو تو وہ انھین کا ہوگا اور اگر یہ ٹھکانا انکی ملک نہو بلکہ یہ ٹھکانا تو عام لوگون کا ہو اور جنکو شرب ہی انکو اس مین پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہی تو دیکھا جاوے اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ مالک مکان نے جب مکان خریدا تو یہ درخت اسی مقام پر تھے تب تو

[1] یعنی اُسکی مرمت و درستی ۱۲ [2] شرب وہ پانی جو ان کو اس نہر سے ملتا ہو تا کہ اپنے گانوَن وغیرہ سینچین ۱۲

یہ درخت مالک مکان کے نہونگے اور اگر یہ معلوم نہو تو یہ درخت اُسی کے ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور صدر الشہید رح نے اپنے واقعات مین لکھا کہ مالک مکان کے لیے درختونکا حکم دیے جانے مین واجب یہ ہے کہ یہ مجری[1] اس شخص یعنے مالک مکان کے قنار وار مین ہو تب یہ حکم ہی کذا فی المحیط خلاصہ یہ کہ یہ نہر ایک نالہ کے مانند ایک شخص کے دروازے بہتی جیسا کہ پہاڑی ملکون وغیرہ مین ممکن ہوتا ہی فافہم- ایسا درخت وقف کیا گیا جسکے پتون سے یا اُسکے پھلونسے یا اُسکی جڑ سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی تو وقف جائز ہی پھر جب جائز ہوا تو اسکی جڑ نہین کاٹی جائیگی لیکن جبھی کہ بدون اسکی جڑ کے اس سے انتفاع نہین ہو سکتا مثلاً اسکی شاخین جاتی رہین یا وہ درخت ہی اس قسم کا ہو کہ اسکی جڑ ہی سے نفع حاصل ہوتا ہی تو کاٹکر صدقہ کیا جائیگا اور اگر اسکے پتون یا پھلون سے انتفاع ہووے تو جڑ سے نہین کاٹا جائیگا یہ مضمرات مین ہی- اسیطرح اگر کوئی درخت مع جڑ کے ایک مسجد پر وقف کیا گیا پھر وہ خشک ہوگیا یا اسمین سے تھوڑا خشک ہوگیا تو خشک کاٹ دیا جاوے اور باقی چھوڑ دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی- اراضی فقراء پر وقف ہی اسکو کسی نے متولی سے اجارہ لیا اور اسمین گوبر و کھاد ڈالی اور درخت جمائے پھر مستاجر مر گیا تو یہ درخت اسکے وارثونکی میراث ہونگے اور اُنسے مواخذہ کیا جائیگا کہ انکو جڑ سے کاٹ لو اور اگر وارثون نے چاہا کہ کھاد ڈالنے سے جو زمین مین زیادتی ہوگئی ہی اُسکو وقف سے واپس لین تو انکو یہ اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی- ایک نے شارع مین درخت جمائے پھر جمانیوالا مر گیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے انمین سے ایک نے اپنا حصہ ایک مسجد کے واسطے کر دیا یعنی وقف کیا تو اُسکا حصہ مسجد کیواسطے نہو جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی- ایک نے اپنی زمین مین کچھ درخت معین کرکے انکی نسبت اپنی صحت مین اپنی جورو سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو انکو تو فروخت کرکے انکے دام میرے کفن مین اور فقیرون کی روٹی مین اور فلان مسجد کے چراغ کے تیل مین صرف کرنا پھر مر گیا اور یہی جورو اور دیگر وارثان بالغ اُسنے چھوڑے پس وارثون نے میراث سے کفن خریدا اور اُسکی تجہیز و تکفین کر دی تو وہ عورت ان درختون کو فروخت کرے اور ان کے دامون سے مشتری کے ذمہ سے بقدر کفن کے گھٹا دیوے[2] اور باقی کو روٹیون و چراغ کے تیل مین صرف کرے یہ محیط مین ہی- ایک نے اپنی زمین ایک جہت معلومہ پر یا ایک قوم معلوم پر وقف کی پھر وقف کرنیوالے نے اسمین درخت بوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے غلہ وقف سے بوئے یا اپنے مال سے لیکن بیان کر دیا کہ مین وقف کے لیے جماتا ہون تو یہ درخت وقف کے ہونگے اور اگر اپنے مال سے بوئے اور کچھ بیان نہ کیا تو درخت اسکے مرنے پر تو اُس کے وارثون کے ہونگے اور وقف کے نہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی- شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقبرہ مین درخت ہین تو کیا روا ہی کہ وہ کسی مسجد کی عمارت مین صرف کیے جاوین فرمایا کہ ہان اگر وہ کسی اور جہت پر وقف نہون پھر پوچھا گیا کہ اگر مقبرہ کی دیوارین گر جانے اور خراب ہو جانے کو ہو گئین تو اسمین صرف کیے جاوین

[1] یعنی وہی نہر جسکے کنارے درخت ہین ۱۲ [2] قولہ گھٹا دیوے اقول اگر مقدار کفن کے گھٹانے سے مشتری پر صدقہ منظور ہی تو جبھی صحیح ہوگا کہ مشتری فقیر ہو اور احتمال ہی کہ مقدار کفن کے دام گھٹا کر وارثونکو دام دیدے و لیکن خلاف متبادر و محاورہ ہی واللہ اعلم ۱۲

یا تعمیر مسجد مین تو کہا کہ جسپر وقف ہون اسی پر صرف ہون بشرطیکہ معلوم ہو جاوے اور اگر مسجد کا متولی اور مقبرہ کا متولی نہو تو عوام کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون حکم قاضی کے اسمین تصرف کرین یہ ظہیریہ مین ہی۔ نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد مین پودہ بویا پھر چند سال مین وہ بڑا ہو گیا پھر متولی مسجد نے چاہا کہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنوین کی تعمیر مین صرف کرے اور جمانیوالا کہتا ہی کہ یہ میرا ہی مین نے اسکو مسجد پر وقف نہین کیا تو کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ اگر جمانے والے نے اسکو مسجد ہی کے واسطے جمایا تو کنوین کی تعمیر مین اسکو صرف کرنا نہین جائز ہی اور جمانیوالے کو بھی اپنی ضرورت مین صرف کرنا نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین ہی کہ ایک مسجد مین سیب کا درخت ہو تو کیا لوگون کو روا ہی کہ اُسکے پھلون سے افطار کرین تو صدر الشہید رح نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ عام رہگذر پر ایک درخت ہی وہ راہگیرون پر وقف کیا گیا تو راہگیرون کو اسکے پھل کھانے مباح ہین اور اسمین غنی و فقیر یکسان ہین اسیطرح جو پانی کہ میدانون مین رکھا گیا ہو اور سقایہ کا پانی اور جنازہ کا تخت اور اسکے کپڑے اور وقف کا قرآن مجید ان سب چیزون سے

انتفاع حاصل کرنے مین غنی و فقیر دونون برابر ہین کذا فی فتاوی قاضی خان

تیرھوان باب ان اوقاف کے بیان مین جن سے استغنا ہو جاوے اور اُسکے متصلات یعنے اوقاف کے غلہ کو وجوہ دیگر پر صرف کرنے کے بیان مین اور کافرون کے وقف کے بیان مین۔

ایک چھوٹے پل پر کچھ وقف ہی پھر وہ وادی خشک ہو گیا اور پانی اسی محلہ کے دوسرے نالہ کی طرف پھر گیا پس اس نالہ پر پل باندھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا روا ہی کہ پہلے پل کے غلات[1] وقف کو اس دوسرے پل کی طرف پھیرین تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسرا پل بھی عام لوگونکے واسطے ہو اور وہان دوسرا پل اُس سے قریب عام لوگون کے لیے نہو تو پہلے پل کا غلہ اسکی طرف پھیرنا روا ہی یہ واقعات حسامیہ مین ہی شمس الائمہ حلوائی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد یا حوض خراب ہو گیا کہ اسکی حاجت نہ رہی کیونکہ لوگ متفرق ہو گئے تو کیا قاضی کو روا ہی کہ ان چیزون کے اوقاف کو دوسری مسجد یا حوض کی طرف پھیر دے تو فرمایا کہ ہان۔ اور اگر لوگ متفرق نہین ہوئے و لیکن حوض کو تعمیر کی ضرورت نہین ہی اور وہان ایک مسجد ہی جسکو عمارت کی ضرورت ہی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو کیا قاضی کو روا ہی کہ جسکو عمارت کی حاجت نہین ہو اسکے وقف کو دوسرے کی طرف جسکو عمارت کی حاجت ہے صرف کر دے فرمایا کہ نہین کذا فی المحیط۔ ایک رباط سے لوگ مستغنی ہو گئے مثلاً جس سرحد کفار پر رباط تھی وہ ملک بھی دار الاسلام ہو گیا اور اس رباط کے لیے وقف کی آمدنی تھی پس اگر اسکے قرب مین دوسری رباط ہو تو یہ آمدنی اس رباط مین صرف کیجاوے اور اگر قرب مین رباط نہو تو یہ غلہ اسی شخص کے وارثونکی طرف عود کرے جس نے رباط بنائی تھی ایسا ہی یہ مسئلہ فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہی اور صدر شہید نے اپنے واقعات مین کہا کہ اسمین نظر ہی تو فتوی کے وقت تامل کرنا ضرور ہی کذا فی الذخیرہ۔ مترجم کہتا ہی کہ صدر الشہید رح کے نزدیک ظاہر اصح حکم یہ ہی کہ جب رباط قرب مین نہو تو یہ غلہ فقیرون و مسکینون پر صرف کیا جاوے کما قال غیر الفقیہ رح اور یہی قول اقرب و اشبہ ہی کیونکہ

[1] یعنی اسکے منافع وغیرہ کی جو آمدنی ہو ۱۲ منہ

بنابر قول فقیہ کے وقف مذکور لازمی نہ تھا بلکہ صحیح نہ تھا کیونکہ جہت خیر ایسی ہونی چاہیے جو منقطع نہو اور رہا تاویل مسئلہ یہ ہو کہ وقف کرنیوالے نے آخر وقف کا فقیرون کے پے نہین کیا تھا ولیکن پوشیدہ نہین کہ رباط کا وقف بدون اس قید کے صحیح ہو اور اسی پر عامہ مشائخ اور اسی پر فتویٰ ہو اسیواسطے صدر الشہید نے تاویل نہین فرمائی فافہم واللہ اعلم فتاوی نسفی مین ہو کہ شیخ الاسلام سے پوچھا گیا کہ ایک گانون کے لوگ متفرق ہو گئے اور وہان کی مسجد منہدم و خراب ہونیکو آگئی اور بعضے زبردست فاسقون نے غلبہ کرکے مسجد کی لکڑیان اپنے گھرونکو اٹھا لیجانا شروع کیا تو گانون مین سے کسی کو اختیار ہو کہ قاضی کی اجازت لیکر مسجد کی لکڑیونکو فروخت کرکے اسکے دام اس غرض سے رکھ چھوڑے کہ کسی دوسری مسجد مین یا کسی وقت اسی مسجد مین صرف کرے تو شیخ نے کہا کہ ہان یہ محیط مین ہو ایک نے اپنا چوپایہ یا کوئی تلوار کسی رباط مین مربوط کی یعنے اسواسطے وقف کی کہ اس سے راہ الٰہی مین کام لیا جاوے پھر رباط خراب ہوگئی اور لوگ اُس سے مستغنی ہوگئے تو یہی چیز دوسری رباط مین جو اس رباط سے سب سے زیادہ قریب ہو مربوط کیجاوے یہ ذخیرہ مین ہو۔ نوادر مین ہو کہ ایک وقف بالاخانہ[۱] معدوم ہوگیا اور اسکا کوئی غلہ[۲] نہین ہو جس سے اسکی عمارت ممکن ہو تو وقف باطل ہو جائیگا اور اسکا حق اسکے وقف کرنیوالے کیطرف عود کریگا اگر زندہ ہو یا اسکے وارثونکی طرف اگر مرگیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک محلہ مین پانی کا حوض وقف ہو خراب ہوگیا کہ اسکی تعمیر ممکن نہین ہو اور محلہ والے اس سے بے پروا ہوگئے پس اگر اسکا وقف کرنیوالا معلوم ہو تو اسکی طرف عود کریگا اگر زندہ ہو اور اگر مرگیا ہو تو اُسکے وارثونکی طرف عود کریگا اور اگر اُسکا وقف کرنیوالا معلوم نہو تو وہ ان لوگونکے قبضہ مین بمنزلہ لقطہ کے ہوگا کہ اسکو کسی فقیر پر صدقہ کردین پھر فقیر اُسکو فروخت کرکے اُسکے دامونسے انتفاع حاصل کرے۔ اور اسی جنس سے یہ مسئلہ کہ ایک دوکان وقف صحیح تھی پھر بازار کی اس دوکان کے آگ لگنے سے جل گیا پس دوکان ایسی رہگئی کہ اس سے انتفاع ممکن نہین ہو اور کسی مال کے عوض اجارہ نہین لیجا سکتی ہو تو وقف ہونیسے خارج ہو جائیگی اور اسی جنس سے یہ مسئلہ ہو کہ ایک وقف رباط آگ لگنے سے جلکر نکمی ہوگئی تو وقف باطل ہوکر میراث ہو جائیگی اور اسی جنس سے حویلی ایک مقبرہ پر بطور صحیح وقف ہو پھر حویلی خراب ہوکر بھی نکمی ہوگئی پھر ایک شخص نے آکر بدون کسی کی اجازت کے اسکو آباد کرکے اپنے مال سے تعمیر کیا تو اصل مین وقف کنندہ کے وارثون کی ہوگی اور عمارت اس بنانے والے یا اسکے وارثون کی ہوگی کذا فی المضمرات اسیطرح ایک وقف ایک قوم پر جنکے نام شمار مین معلوم ہین وقف صحیح ہو وہ برباد ہوکر بیکار ہوگئی اور گانون سے دور پڑی اسکی تعمیر مین کوئی رغبت نہین کرتا اور نہ اسکی اصل کو اجارہ لیتا ہو تو وقف باطل ہوکر اسکی بیع جائز ہو جائیگی اور اگر اسکی اصل مین کو کوئی شخص کسیقدر قلیل اجرت پر اجارہ لیوے تو اسکی اصل وقف رکھی جائیگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہ جواب بر قول امام محمدؒ صحیح ہو اور امام ابویوسفؒ کے قول پر اسمین تامل و نظر ہو کیونکہ وقف جب انکے نزدیک اپنے شرائط پر صحیح واقع ہو تو سواے خاص چند

[۱] یعنے محض بالاخانہ ہی وقف تھا اور کوئی دوسری چیز نہ تھی ۱۲ [۲] یعنی کوئی آمدنی نہین ہو جس سے اس کی مرمت و درستی کی جاوے ۱۲

صورتون کے وہ باطل نہین ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی بوالیث مین ہو کہ ایک شخص نے لوگون سے
چندہ مانگ کر مسجد بنانیکے لیے درہم جمع کیے پھر ان درمون مین سے اپنی ضرورت مین اُٹھائے پھر اسکے عوض اپنے مال سے
اسمین رکھ دیے تو حکم یہ ہو کہ وہ شخص ایسا نہین کرسکتا ہو اور اگر اسنے ایسا کیا تو دیکھے کہ اگر وہ مال کے دینے والے کو
پہچانتا ہو یعنے جو مال بطور ناجائز اپنی ضرورت مین خرچ کر ڈالا اُسکے دینے والیکو پہچانتا ہو تو اسکو واپس کردے
یا اُس سے دوبارہ اجازت لے لے اور اگر وہ مالک مال کو نہ پہچانے تو جس کام مین لگا دیگا اسکے واسطے حاکم سے
اجازت لے لے اور اگر اسپر یہ بھی متعذر ہو تو مجھے امید ہو کہ جب اپنے مال سے ہیقدر لیکر اس کام مین صرف کر دیگا تو
جائز ہو جائیگا ولیکن ایسا کر دینا یا حاکم سے اجازت لے لینا خالی اسواسطے ضرور ہونا چاہیے کہ اسکے اوپر سے وبال
دور ہو جاوے اور ضمان ساقط ہونیکے لیے نہین ہو کیونکہ ضمان اُسپر واجب رہیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو مسائل مبنی علی ہذا الاصل
جسمین علماء و صلحاء مبتلا ہوتے ہین از انجملہ اگر عالم نے فقیرونکے واسطے لوگون سے کچھ مانگ کر جمع کیا اور یہ چندہ ایک
دوسرے مین خلط ہو گیا تو وہ عالم اس سب کا ضامن ہو جائیگا اور اگر اُسنے ادا کیا تو اپنے مال سے فقیرون کو
ادا کرنے والا قرار دیا جائیگا ولیکن ان لوگونکے لیے ضامن رہیگا اور اس مال سے ان[1] لوگون کی زکوۃ
ادا نہو گی پس یہان حیلہ یہ ہو کہ فقیر معلوم اس عالم کو اپنی طرف سے وصول کرنیکی اجازت دیدے تو اس
صورت مین اُسکے مال کو اسی کے مال مین خلط کرنے والا ہو گا کذا فی المحیط۔ از انجملہ یہ ہو کہ پایمرد اگر کھڑا ہوا
اور اپنی کوشش و پایمردی سے اُسنے فقیرون کی بلا اجازت اور بدون حکم کے انکے واسطے کچھ سوال کیا
تو لوگون یعنے دینے والون کی طرف سے وہ امین ہو پس اگر اُسنے بعض لوگون کے مال کو دوسرون کے
مال مین خلط کر دیا تو ضامن ہو گیا اور جب اُسنے فقیرون کو ادا کر دیا تو اپنے مال سے ادا کرنے والا ہوا
اور جن لوگون سے وصول کیا تھا انکے لیے انکے مالونکا ضامن ہوا اور ان لوگون کی زکوۃ اُس سے
ادا نہوئی پس اس صورت مین حیلہ یہ ہو کہ فقیر پہلے اس پایمرد کو اپنے واسطے وصول کرنے کا حکم دے
پس جب اُسنے حکم دیا تو یہ پایمرد اسکی طرف سے وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور تصرف کرنا جائز ہوا
پس فقیر ہی کے مال کو اسکے مال مین خلط کرنیوالا ہو گا یہ مضمرات مین ہی

چودھوان باب متفرقات مین

ایک نے چاہا کہ اپنا مال کسی قرب الٰہی کی راہ مین کر دے پس اگر مسلمانون کے لیے رباط بنائی تو رباط بنانا بہ نسبت بردہ آزاد کرنیکے اس لیے بہتر ہو کہ رباط کو دوام زیادہ ہی
اور بعض نے کہا کہ مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہو مین کہتا ہون کہ ہمنے ایسی نعمت والے کو کہا کہ کتابین خرید کر کتب خانہ
مین رکھے تاکہ علم[2] لکھا جاوے کیونکہ وہ سب سے زیادہ دوام رکھتا ہی کیونکہ وہ آخر زمانہ تک رہتا ہو پس اور چیزون سے

---

[1] یعنے ان مین سے جس نے یہ مال اس عالم کو فقیرون کے لیے اپنی زکوۃ سے دیا تھا اسکی زکوۃ ادا نہوئی پس وہ لوگ
اپنی اپنی زکوۃ ادا کرین ۱۲ منہ [2] تو لکھا جاوے الخ فی الاصل لیکتب العلم وقال فی الحاشیۃ کذا فی جمیع نسخ العالمگیریۃ
والظاہر لیکتب واقول ہذا ہو مستفاد الذہول من شروط الوقف فتدبر ۱۲ منہ

ف چندہ وغیرہ اور اسکے مسائل مین اس زمانے کے لوگون کی غفلت ۱۲ منہ

بہتر ہوگا اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنے گھر کو فقراء پر وقف کرے تو اسکے دام صدقہ کر دینا افضل ہے اور اگر بجائے گھر کے کھیت ہو تو وقف افضل ہے۔ ایک نے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی خریدنی چاہی پس اگر مسجد کو تیل کی ضرورت نہو چٹائی کی ضرورت ہو تو چٹائی افضل ہے اور اگر برعکس ہو تو تیل خریدنا افضل ہے اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں برابر ہیں پس فضیلت میں زیادتی وکمی اور چیز کی حاجت میں زیادتی وکمی اور قوت وضعف حاجت اور دوام احتیاج پر نظر کرنی چاہیے پس علی ہذا علم پڑھنے والے پر اور اسکی راہوں جیسے فقہ وغیرہ کے لکھوانے و جمع کرانے پر صرف کرنا نوافل عبادات میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے اور ایسے ہی حدیث و تفسیر میں تمام راہوں سے توجہ صرف کرنا افضل ہے کیونکہ ان چیزوں کا نفع ہمیشہ باقی ہے پس اولیٰ ہے یہ مضمرات میں ہے ایک نے صحیح وقف کیا فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے پس اس مدرسہ میں ایک آدمی ہے لیکن وہ اسمیں رات نہیں بسر کرتا اور رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے تو وہ اس سے محروم نہوگا اگر اسکی کوٹھریوں و حجروں میں سے کسی حجرہ میں جگہ لینا ہے اور اسکے پاس سکونت کے اسباب ہیں پس محروم نہوگا اسلیے کہ وہ اس مقام کے رہنے والوں میں شمار ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر وہ رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے اور دن میں علم سیکھنے میں قصور کرتا ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ دن میں کسی دیگر کام میں مشغول رہتا ہے حتی کہ طالبعلموں میں سے شمار نہیں ہوتا ہے تو اسکو وظیفہ کا حق نہیں ہے اور اگر دوسرے کام میں بالکل نہیں مشغول ہوا حتی کہ طالبعلموں میں سے شمار رہا تو اسکو وظیفہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ وقف کنندہ نے یہ کہا ہو کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے۔ اور اگر اسنے خالی یہی کہا کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر اور یہ نہیں کہا کہ طالب علموں میں سے۔ تو بھی حکم یہی ہوگا حتی کہ طالب علموں کے سوائے جو کوئی دوسرا اس مدرسہ میں رہتا ہو اسکو وظیفہ نہیں ملیگا کیونکہ وقف سے یہی مفہوم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ پڑھنے والا طالب علم اگر علم سیکھنے کو لغمار کے پاس نہ جاتا ہو پس اگر شہر میں ہو اور اپنی ضرورت کی کوئی کتاب فقہ وغیرہ کی اپنے واسطے لکھنے میں مشغول ہو تو اسکو وظیفہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر شہر میں ہو اور اسکے سوائے اور کام میں مشغول ہو تو وظیفہ نہ لیوے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر علم سیکھنے والا شہر سے چند روز نکل گیا پھر واپس ہو کر طلب کیا پس اگر سفر کی دوری پر چلا گیا تھا تو گذشتہ ایام کا وظیفہ طلب کرنا اسکو نہیں پہونچتا ہے اسیطرح اگر نکلکر کہیں چند روز تک اقامت کی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسافت سفر سے کم ہو اور ایسے کام کیواسطے گیا کہ جو ضروری ہے اس سے چارہ نہیں جیسے روزینہ و رزق وغیرہ تو اسقدر عفو ہے اور کسی دوسرے کو حلال نہیں ہے کہ اسکا حجرہ لیوے اور اسکا وظیفہ اپنے حال پر رہیگا جبکہ غائب ہونا ایک مہینہ سے تین مہینہ تک ہو پھر جب اس سے زیادہ مدت ہو جاوے تو دوسرے کو روا ہے کہ اسکا حجرہ و وظیفہ لے لیوے یہ بحر الرائق میں ہے۔ فقیہ نے کہا کہ جو کوئی پڑھانیوالا طالبعلم سے ایسے دنین اجرت[1] لیوے جس میں درس نہیں ہے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو یہ محیط میں ہے۔ فقہ سکھلانیوالا ایک مہینہ یا دو مہینہ غائب ہوا تو بلا [illegible] اسکے [illegible]

[1] اجرت معینہ جسکو ہمارے عرف میں تنخواہ و ماہواری بولتے ہیں ۱۲ منہ

حرام ہو اگر ماہواری ہو اور اگر سالانہ مقرر ہو اور تقسیم کا وقت آیا اور وہ سال میں سے زیادہ حصہ مقیم رہا ہو تو اسکو
سالانہ لینا حلال ہو یہ محیط میں ہو شیخ فقیہ ابوبکر رحمہ اللہ سے بلخ کے رہنے والے علوی لوگوں پر وقف کو پوچھا گیا
یعنے کسی نے اسطرح وقف کیا کہ یہ عقار علویہ ساکنین بلخ پر وقف ہو یعنی اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو بلخ
میں سکونت رکھتے ہیں اُنپر وقف ہو حالانکہ ان میں سے بعضے غائب بھی ہو جاتے ہین تو جواب میں فرمایا کہ
جو کوئی ان میں سے باہر چلا گیا اور اپنا مسکن فروخت نہیں کیا اور نہ کہین دوسرا مسکن بنایا تو وہ بلخ کے
رہنے والون میں شمار ہو اسکا وظیفہ یا وقف کچھ باطل نہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے زمین کو بطور فاسد
خرید کر اسپر قبضہ کر کے اسکو مسجد کر دیا اور لوگون نے اسمین نماز پڑھی تو ہلال رح نے اپنے وقف میں لکھا کہ وہ مسجد
ہو گئی اور مشتری کے ذمہ اسکی قیمت واجب ہو اور وہ بائع کو واپس نہیں کیجائیگی اور ہلال رح نے کہا کہ یہ ہمارے
اصحاب کا قول ہو اور اگر اُسنے اس زمین کو وقف کر دیا تو مسجد کر دینے پر قیاس کر کے اسکا بھی یہی حکم ہے اور
کتاب الشفعہ میں مذکور ہو کہ اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنا دیا اور اسمین عمارت بنائی تو امام ابو حنیفہ
کے نزدیک اسکی قیمت کا ضامن ہو گا اور عمارت بنانے سے وہ مستہلک کی ہوئی شمار ہو گی اور صاحبین کے
نزدیک عمارت توڑ کر زمین اسکے بائع کو واپس کی جائیگی پس عمارت کی شرط لگانا بنا بر روایت کتاب الشفعہ کے
اس امر کی دلیل ہو کہ جب وہ بنائی نہو تو خالی مسجد کر دینے سے بلاخلاف وہ مسجد نہو جائیگی اور روایت
ہلال رح کے موافق عمارت کی شرط نہونا اس امر کی دلیل ہو کہ بدون عمارت کے وہ بلاخلاف مسجد ہو جائیگی
حاکم شہید رح نے کہا کہ کتاب الشفعہ میں امام محمد رح کی روایت بہ نسبت روایت ہلال کے اصح ہو قلت وفیہ
نظر او ضحناہ فی الحاشیۃ۔ اگر زمین کو بخرید صحیح خرید کر قبضہ کر کے اسکو فقراء پر وقف کیا پھر اسمین عیب پایا تو اسکو
واپس نہیں کر سکتا ہو ولیکن نقصان عیب واپس لیگا بخلاف اسکے اگر زمین خرید کر اسکو مسجد کر دیا پھر اس میں
عیب پایا تو نقصان عیب بھی واپس نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں ہو اگر غلام کے عوض ایک دار خرید کر کے اسپر قبضہ
کر لیا پھر دار کو وقف کر دیا پھر وہ غلام کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو وقف جائز ہو اور مشتری پر
واجب ہو گا کہ قبضہ کے روز زمین کی جو کچھ قیمت تھی وہ اسکے بائع کو دیدیوے یہ حاوی میں ہو۔ اور اگر غلام مرد
آزاد پایا گیا تو وقف باطل ہو گیا یہ محیط میں ہو۔ قیم وقف نے ارباب الوقف کو بانٹ دیا
مگر انمین سے ایک کو بعد وحصہ نہ دیا اور اسکا حصہ اپنی ذاتی حاجت میں صرف کر ڈالا پھر جب دوسرا غلہ آیا تو محروم ۱۱

قال المترجم اگر حاکم شہید رح کا قول ہونا تو میں کہتا کہ روایت شفعہ میں قولہ وبنی فیہا بنا ترجمہ اور اسمین الخ ہو یہان
واو کی جگہ حرف او بمعنی یا ہو اور معنی یہ کہ مسجد بنانے میں جسکا اتفاق ہو کہ قیمت کا ضامن ہو گا اور عمارت بنا نمین امام کے
نزدیک قیمت کا ضامن ہو گا اور بیع رد نہو گی اور صاحبین کے نزدیک عمارت توڑ کر واپس کیجائے پس اس تقدیر پر روایت ہلال
اور روایت کتاب الشفعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہو اور یہی اصل ہو خصوص جبکہ ہلال رح نے تنصیص کر دی کہ ہمارے اصحاب کا مسجد کر دینے کی
صورت میں اتفاق ہو لہذا اختلاف الروایۃ کی طرف بلا ضرورت نہیں جاوینگے اور نیز واو بمعنے او مستعمل ہو تو یہی تاویل کی جاوے گی
وعلی ہذا ابعد فی اختلاف الروایۃ الذی ہو خلاف الاصل والمسئلۃ الثانیۃ تقوی ذکرناہ فتدبر واستقم ۱۲

چاہا کہ اسمین سے اگلے سال کا حصہ بھی لیوے پس اگر اُسنے پہلے قیم سے ضمان لینا اختیار کیا ہو تو اس غلہ مین سے اپنا پہلا حصہ نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے غلہ اول کے شرکا سے انکے حصون سے لے لینا اختیار کیا ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے غلہ مین سے انکے حصون مین سے اپنے حصہ کے مثل لیوے پھر جب اُسنے لے لیا تو سب کے سب ملکر قیم سے اس حصہ کی ضمان لینگے جو اُسنے پہلے سال مین محروم کا حصہ تلف کیا ہو کذا فی المضمرات اقول غلہ آمدنی وقف ہو پس اگر روپیہ ہو تو اپنے حصہ کے مثل لینے مین ربوا ملحوظ ہو جانا ہر جگہ ملحوظ رہیگا فافہم۔ مسجد کے امام نے غلہ لیا اور چلا گیا اور ہنوز سال نہین گذرا ہو تو اس سے سال مین سے کسیقدر حصہ کا غلہ واپس نہ لیا جائیگا اور اعتبار غلہ کاٹے جانے کے وقت کا ہو پس اگر کاٹے جانے کے وقت وہ مسجد مین امام ہو تو غلہ کا مستحق ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اب رہا حال مسجد کے امام کا کہ سال مین سے جسقدر مدت چلا گیا اُسکے حصہ کا غلہ کھانا حلال ہو یا نہین پس اگر فقیر ہو تو حلال ہو اور یہی حکم طالب علمون مین ہو کہ انکو ہر سال غلہ تیار ہونے کے وقت کچھ مقدار معلوم غلہ سے دیجاتی تھی پس اُنمین سے ایک نے وقت تیاری غلہ کے اپنا حصہ اسمین سے لیا پھر اس مدرسہ سے چلا گیا تو مانند امام کے اُسکا بھی حکم ہو؎ یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے ترکہ مین سے اسقدر درم متوقف رکھے جاوین بخیال کسی قرض کے جو مجھپر ظاہر ہو تو وصیت باطل ہو خواہ اُسکا وقف مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر اگر اُسنے یہ بھی کہا ہو کہ بشرطیکہ وصی کی راے مین آوے۔ تو اس صورت مین وصی کو اختیار ہو کہ تہائی مال اُسکا متوقف رکھے کیونکہ جب اُسنے کہا کہ بشرطیکہ وصی کی راے مین آوے تو گویا اُسنے کہا کہ وصی اسقدر جسکو چاہے دیدے اور اگر اُسپر تنصیص کردی تو صحیح ہو کذا فی الواقعات الحسامیہ قلت کان المسئلۃ لیست من باب الوقف بل من الوصیۃ والمراد بالوقف ما توقف بہ مبتلا وبتلوم فافہم۔ ایک شخص کے قبضہ مین زمین ہو اور اُسکا پانی جو فقیرون کے لیے ہو اور زمین سے پانی بڑھا اور ہنوز نہر مین ہو تو وہ کسی کو نہ دے بلکہ اسکو نہر مین چھوڑدے کہ فقرا کو پہونچ جاوے یا جس کسیکو پہونچ جاوے یعنے اس طرح جائز کرکے چھوڑدے کہ فقرا کو یا جسکو پہونچے حلال ہو۔ ایک مریض نے کہا کہ مین ایک دوکان کا جو فقرا پر وقف ہو متولی تھا اور مین اُسکی آمدنی سے برباد کیا کرتا تھا یا اُسنے کہا کہ مین نے کبھی اپنی زکوۃ نہین دی سو تم اسکو میرے مال سے بعد میری موت کے دیدینا پس اگر وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو وقف کا مال سکے تمام ترکہ سے دیا جاوے اور زکوۃ اسکی تہائی سے دیجاوے اور اگر وارثون نے اسکی تکذیب کی تو وقف اور زکوۃ دونون تہائی مال سے دیجاوینگی۔ اور وصی کو اختیار ہوگا کہ وارثون سے انکے علم پر قسم لیوے کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ جو مریض نے اقرار کیا وہ حق ہو۔ اور یہان وصی سے میت کا وصی مراد نہین ہو بلکہ وقف کا قیم مراد ہو پس جب سبھون نے اُنسے قسم لی اور وے قسم کھا گئے تو یہ ضمان اُسکے تہائی مال سے دیجائیگی جیسے قسم سے پہلے تھا اور اگر اُنھون نے قسم سے انکار کیا تو وہ زکوۃ کی صورت مین تہائی مال سے اور مال وقف جسکی قسم سے نکول کیا ہے

؎ اقول ظاہرا بلعلم لفقیر ہوتے ہین پس بخبر حکم انکی نسبت ہو واللہ اعلم ۱۲ ؎ کیونکہ نکول از قسم بھی اقرار ضمنی ہو ۱۲ م

پورے مال ترکہ سے دلایا جائیگا جیسے ابتدا مین وارثونکی تصدیق ولغو اگر نہین حکم تھا یہ محیط مین ہو جامع الجوامع
مین ابو القاسم سے روایت ہو کہ صحت مین اسنے وقف کیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا پھر اپنی موت کے وقت اپنے
وصی سے کہا کہ اُسکی آمدنی مین سے فلان شخص کو پچاس دے اور فلان دیگر کو سو دے پھر مرگیا اور اسکا بیٹا
محتاج ہو اور وقف کرنے والے نے وصی سے یہ بھی کہدیا تھا کہ جو تیری راے مین بھلا معلوم ہو وہ کرنا تو ایسی
صورت مین جن لوگون کا وقف کنندہ نے نام لیا ہو انکو دینے سے اسکے محتاج بیٹے کو دینا افضل ہو اور جب وقف مین
اُسنے یہ شرط نہ لگائی کہ جسکو چاہے دیوے تو وہ فقیرون کے واسطے ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک مریض نے
کہا کہ تم لوگ یا وصی سے کہا کہ تو میرا حصہ میرے مال سے نکال لینا اور اس سے زیادہ کچھ نہین کہا تو اسکے ترکہ مین سے
تہائی نکالا جاوے کیونکہ یہی اسکا حصہ ہو قال علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال مین سے تہائی مال تمہاری آخر
عمرون مین تمہارے اعمال پر بڑھتی کیلئے صدقہ کیا کذا فی الواقعات الحسامیہ اقول تعلق حق المیت بثلث مالہ کان
امر مجمع علیہ دلت علیہ صحاح الاحادیث مما لا مریۃ فیہا فلا حاجۃ فی اثباتہ بمثل روایۃ اوردہا مما تکلموا فیہ و قد اعتذر
القاری رحمہ اللہ عن ہولاء الائمۃ بانہم لیسوا المحدثین فاستقم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جامع کسائی مین لکھا ہو
کہ اگر کسی عورت نے اپنا مصحف راہ الٰہی مین حبس کر دیا یعنے وقف کر دیا اور مصحف جل گیا اور اُسپر جو چاندی
چڑھی ہوئی تھی وہ باقی رہی تو قاضی کو دیکھا دے کہ اسکو فروخت کرکے اُسکے عوض پھر دوسرا مصحف خرید کر اسکو وقف
کر دے اور اگر کسی نے اپنا گھوڑا راہ الٰہی مین حبس کر دیا پھر اسمین کوئی ایسا عیب آگیا جس سے اسپر سوار ہوکر جہاد کرنیکی
قدرت نہین رہی تو مضائقہ نہین ہو کہ قیم اسکو فروخت کرکے اسکے دامون سے دوسرا گھوڑا خریدے جسپر سوار ہوکر
جہاد کیا جاوے اور یہان قیم کا بیع کرنا بدون حکم قاضی کے جائز ہو اور یہ بمنزلہ مسجد کے ہو کہ جب گانون
اُجاڑ ہوگیا تو مسجد بنانے والا خود اسکو لیکر فروخت کرسکتا ہو قال المترجم تحقیق اس مسئلہ کی اوپر گذر چکی وہی اسی پر
اعتماد کیا جائیگا اور جامع کسائی کتاب معروف نہین ہو لہذا تفرد کے وقت بدون تصحیح مشہورات کے اس پر
اعتماد نہین ہوسکتا ہو و تفصیل اسکے مقدمہ مین دیکھو اور واضح ہو کہ اس مقام پر اصل مین وکیل کا اطلاق قیم
پر آیا ہو جیسے کتاب الشفعہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ مین وصی کا اسپر اطلاق آیا ہو لہذا یہ فائدہ ذکر کر دیا گیا فافہم
فرع بر مسئلہ مصحف۔ اور اگر وقفی مصحف استعمال سے ایسا ہوگیا کہ اُسکے دامونکے عوض دوسرا مصحف نہین
آسکتا ہو تو یہ مصحف اُسکے وقف کنندہ کے وارثونکو واپس کر دیا جاوے کہ آپس مین اسکو موافق فرائض الٰہی
عزوجل کے تقسیم کرلیں کسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کا قول ہو۔ قال المترجم دونون
امامون کے اصول مین جو اختلاف ہو وہ مسجد سے اوپر مذکور ہوا فتذکر۔ اور وصایا مین املار بر روایت
بشر بن الولید مذکور ہو کہ اگر اپنے مجلس کو مع اسکے بیل و بیل و کام کرنے والے غلامون وغیرہ و دیگر آلات کے بقیہ

ف مین کہتا ہون کہ میت کا حق اسکے ثلث مال کے ساتھ متعلق ہونا گویا ایسا امر ہو کہ اسپر اجماع ہو چکا ہو اور اسپر احادیث صحیحہ اس قسم سے
دلالت کرتی ہین کہ جنمین کچھ شک و شبہہ نہین ہو پس اسکی اثبات مین ایسی روایت کے ذکر کی ضرورت نہین کہ جسمین کلام کیا گیا ہے
اور قاری رحمہ اللہ نے ان امامون کی طرف سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ لوگ محدثین نہین ہین پس سیدھے مستقیم ہو جاؤ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وقف کیا پھر اسکی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ اُس سے انتفاع نہین حاصل ہوتا تو وہ لوگ اسکو فروخت نہین کرسکتے مگر اسوقت کہ قاضی انکو حکم دیدے یہ محیط مین ہی۔ دو گھرون مین سے ایک وقف ہی اور دوسرا مملوک ہے ان دونون کے بیچ کی دیوار گر گئی پس مالک مکان نے وقف گھر کی حد مین عمارت بنائی تو وقف کے قیم کو اختیار ہوگا کہ اسکو اپنی عمارت توڑ لینے کا حکم کرے اور اگر قیم نے چاہا کہ اسکو عمارت کی قیمت دیدے تاکہ عمارت مذکور وقف کی ہوجاوے تو قیم اُسپر قیمت لینے کے واسطے جبر نہین کرسکتا ہی اور اگر اسکی رضامندی سے قیم نے اسکو قیمت دی تو بھی نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کا کھیت بہت بڑا ہے جو چالیس ہزار درم قیمت کا ہی اور اسپر قرضے ہین پس اُسنے یہ کھیت وقف کیا اور اپنی ذات پر اسکی آمدنی صرف ہونیکی شرط کردی اور اس سے اُسکا مقصود یہ ہے کہ ادائے قرضہ مین ڈھیل ڈالدے اور گواہون نے اُسکے مفلس ہونے پر گواہی دی تو وقف و گواہی جائز ہی پھر اگر ان غلات مین سے اسکی قوت سے کچھ بڑھے تو اُسکے قرضخواہون کو اس سے ہولے لینے کا اختیار ہے یہ مضمرات مین ہی اگر قاضی نے اطلاق کیا اور بیع وقف[1] غیر مسجد کی اجازت دیدی تو کیا یہ حکم موجب نقض وقف ہی یعنے اس سے وقف بھی ٹوٹ جائیگا یا نہین تو امام ظہیر الدین رح نے جواب دیا کہ اگر قاضی نے وقف کنندہ کے وارث کے لیے اطلاق کردیا تو بیع جائز ہوگی اور یہی وقف ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر اُسنے وارث کے سوائے دوسرے کے لیے اطلاق کیا تو ایسا نہین ہی مگر جب وقف فروخت کیا گیا پس قاضی نے صحت بیع کا حکم دیدیا تو یہ وقف باطل ہونیکا حکم ہوگا یہ خلاصہ مین ہی شیخ الاسلام محمود اوزجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی محدود چیز یعنے زمین یا مکان وغیرہ جو محدود ہوتی ہے فروخت کی حالانکہ اُسکو اُسنے وقف کردیا تھا اور قاضی نے بیعنامہ پر گواہی لکھدی تو یہ فعل قاضی کی طرف سے یہ بیع صحیح ہونے کا حکم قضاء نہوگا اور یہ صحیح و ظاہر ہی یہ محیط مین ہی اور قاضی امام نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب قاضی نے گواہی کو ایسے طور پر لکھا ہو جو صحت بیع پر دلالت نہین کرتی مثلاً یون لکھا کہ بائع نے بیع کرنے کا اقرار کیا تو بیشک اُسکی طرف سے ایسی تحریر اس بیع کی صحت پر حکم نہین ہی اور اگر اُسنے یون لکھا کہ مین شاہد ہوا یا یہ گواہ شاہد ہوا اور بیعنامہ مین لکھا تھا کہ بائع نے بیع جائز صحیح کے ساتھ فروخت کیا تو قاضی کی تحریر اس وقف کے باطل ہونیکا حکم ہوگی یہ خلاصہ مین ہی متولی نے چاہا کہ وقف کے غلہ مین سے جو بڑھا اُسکو قرض دیدے تو وصایائے فتاوائے ابو اللیث رح مین ہی کہ مجھے امید ہی کہ متولی کو اس فعل کی گنجائش ہو بشرطیکہ غلہ کیواسطے رکھ چھوڑنے کی بہ نسبت قرض دیدینا بہتر و مصلحت ہو، و اگر اُسنے چاہا کہ بڑھی غلہ کو اپنی ضروریات مین اس شرط سے خرچ کرے کہ جب وقف کو عمارت کی ضرورت ہوگی تو اپنے مال سے واپس دیگا تو اسکا یہ اختیار نہین ہی اور اُسکو چاہیے کہ کمال درجہ پر پرہیز رکھے پھر اگر باوجود اُسکے اُسنے ایسا کیا پھر ضرورت تعمیر کے وقت اسیقدر اُسکے مثل اپنے مال سے وقف پر خرچ کردیا تو مجھے امید ہی کہ جو کچھ اُسپر واجب تھا

[1] قولہ وقف غیر مسجد یعنے بیع مسجد کی اجازت نہین دی بلکہ اسکے وقف کی یعنی جو مسجد پر وقف ہی ۱۲

اُس سے اُسکا مواخذہ چھوٹ جائیگا اور فتاوی فضلی مین ہی کہ وہ مطلقاً ضمان سے بری ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم یعنے اول قول پر وہ وبال سے چھوٹ گیا مگر ضمان اسپر عائد رہی اور قول دوم پر وہ وبال و ضمان دونون سے بری ہو گیا و فیہ شئی فتامل۔ اور اگر قیم نے جو خرچ کر لیا ہی اسکے مثل لیکر وقف کے درمون مین خلط کر دیا تو کل مال کا ضامن ہو جائیگا مگر آنکہ کل مال عمارت مین صرف ہو جاوے تو ضمان سے بری ہو جائیگا یا قاضی کے پاس اسکا مرافعہ کرے تاکہ وہ کسی شخص کو حکم دے کہ متولی سے سب مال لیکر اپنے قبضہ مین لاوے پھر یہ مال اُسی متولی کے قبضہ مین دیدے یہ عتابیہ مین ہی۔ وقف کو اپنی ہیأت سے متغیر کر دینا نہین جائز ہی پس اگر مکان یا احاطہ ہو تو وہ باغ نہین بنایا جائیگا اور اگر سرا ہو تو حمام نہ کیا جاوے اور رباط ہو تو دوکان نہ کر دیجاوے و علی ہذا القیاس لیکن اگر وقف کنندہ نے متولی کو اختیار دیا ہو کہ جسمین وقف کی بہتری دیکھے وہ کرے تو البتہ تغیر کر سکتا ہی یہ معراج الوہاج مین ہی۔ شمس الاسلام محمود اوزجندی رح سے یوچھا گیا کہ ایک شخص نے وقف کیا پھر خود محتاج ہو گیا اور چاہا کہ اپنے وقف سے رجوع کر لے تو فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ قاضی کے سامنے یہ امر پیش کرے تاکہ قاضی اس وقف کو فسخ کر دے کذا فی الذخیرہ اقول واولِ کتاب الوقف مین شرائط اوقاف مین جو بیان ہوا کہ اپنی ذات پر اسکی حاصلات تا حیات مشروط کرنا جائز ہی تو اس شرط سے وقف کرنے مین کوئی مشکل نہین ہی ولیکن جب یہ شرط نہ ہو تو اسکی صورت اس مسئلہ مین مذکور ہوئی فافہم جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر باغ انگور فروخت کیا اور اسمین قدیمی مسجد ہی پس اگر مسجد مذکور آباد ہو تو باقی کی بیع فاسد ہوگی اور اگر خراب ہو تو بیع فاسد نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جن اماموں کے نزدیک مسجد کبھی مسجد ہونے سے خارج نہین ہو سکتی کما ہو قول لامام ابی یوسف[ف۱] و اہل الحدیث انکے نزدیک اسکی بیع جائز نہین ہی فافہم۔ خصاف رح نے اپنے وقف مین لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان مین سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُسکے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہی اور اگر مع راستے اسکو وقف نہ کیا تو نہین جائز کذا فی المحیط مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ باجتہاد امام خصاف رح ہی یا بقول امام ابی حنیفہ رح ورنہ صاحبین مین سے ایک کے قول پر راستہ ثابت اور وقف جائز ہونا چاہیے کما فی قطعۃ ارض[ف۲] وقد مرت المسئلۃ فتذکر۔ ایک نے مسجد بنائی یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرا بنائی جسمین لوگ اُترتے ہین پھر کسی شخص نے اسمین کچھ اپنا دعوی کیا اور بنانیوالا غائب ہی تو مسجد کی صورت مین یہ حکم ہے کہ بنانیوالا اگر غائب ہو اور اہل مسجد مین سے بعض کے مقابلہ مین دعوی و گواہی کی سماعت پر مدعی کے لیے حکم ہوا تو جب بعض اہل المسجد پر حکم ہوا تو وہی سب اہل المسجد پر حکم ہی اور سرا کی صورت مین ایسا نہین ہو سکتا یہانتک کہ بنانیوالا خود یا اسکا نائب حاضر ہو یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ملتقط مین ہی کہ ایک شخص نے مسجد مین کنوان کھودا اور اسمین سراسر نفع ہی اور کسی شخص کے حق مین اس سے ضرر نہین ہی تو وہ شخص ایسا کر سکتا ہی اور یہ جائز ہی کذا فی العمادیہ

ف۱ یعنے یہی قول امام ابو یوسف رح اور ائمہ اہل حدیث کا ہی ۱۲ ف۲ جیسا کہ یہ مسئلہ قطعہ زمین کے بارہ مین گذر چکا پس وہان دیکھنا چاہیے ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتاب اول بیع کے احکام مین

اور اس مین بیس باب ہین

باب اول بیع کی تعریف اور اسکے رکن اور شرط و حکم و اقسام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہین کذا فی الکافی۔ اور رکن بیع کی دو قسم ہین ایک ایجاب[۱] و قبول اور دوسرا تعاطی[۲] یعنے لینا اور دینا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور شرط بیع کی چار قسمین ہین ایک یہ کہ بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونیکی تیسری صحیح ہونیکی اور چوتھی لازم ہونیکی پھر منعقد ہونیکی شرط چند طرح ہے منجملہ اُسکے منعقد کرنیوالے مین ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور تمیز دار ہو یہ کفایہ اور نہایہ مین مذکور ہے۔ پس جو لڑکا یا کم عقل کہ بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہے اُسکی بیع درست ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنیوالا ایک شخص نہو ایک سے زیادہ ہو اگر دونون طرف سے ایک ہی شخص ہوگا تو بیع صحیح نہوگی یہ بدایع مین لکھا ہے **ف** بعضی صورتون مین اگر دونون طرف سے ایک ہی منعقد کرنیوالا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسیواسطے بحرالرائق مین اس حکم سے استثنا کر کے کہا کہ سوائے باپ اور اسکے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرین یا اُس سے خریدین تو ہر ایک اُنمین سے دونون طرف سے عقد کر سکتا ہے مگر وصی کی بیع مین یہ شرط ہے کہ اُسمین یتیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے ایلچی کے ایک ہی ایلچی دونون طرف سے بیع کر سکتا ہے انتہی۔ اور عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے کہ سوائے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو بیع خرید سکتا ہے انتہی۔ ازانجملہ عقد مین یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب[۳] کے موافق ہو یعنے جس چیز کو بائع نے جتنے کو بیچنے کو کہا اُسی چیز کو مشتری اتنے ہی کو قبول کرے۔ پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اُسکے سوا دوسری قبول کی یا اُسی چیز مین سے تھوڑی سی قبول کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اُسکے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول[۴] کی یا بائع نے جو مول کیا تھا اُس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد ہوگی لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے ہوا اور بائع نے اس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری

[۱] یعنے بیع مین مشتری کی ملکیت ثابت اور ثمن مین بائع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے ۱۲ منہ [۲] اگر مشتری کے کہ مین نے یہ چیز دو روپیہ کو تجھ سے خریدی تو یہ قول مشتری کی طرف سے ایجاب ہے پس اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو اسکی طرف قبول ہوگیا اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو ایجاب بائع کی طرف سے ہوگا مشتری اگر چاہے تو قبول کر لے ۱۲ منہ [۳] تا وقتیکہ بائع اس کم پر راضی نہو جاوے ۱۲ [۴] ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جاوے خواہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے اور اُسکے متعلق دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین ۱۲

نے زیادہ ثمن پر قبول کرلی تو بیع منعقد ہو سکتی ہے پس اگر بائع نے وہ زیادتی اُسی مجلس مین قبول کرلی تو بیع جائز ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور ازان جملہ اُن دونون چیزون مین کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جاوین یہ شرط ہے کہ اُنکی مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم[۱] ہو تو بیع منعقد نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور ازان جملہ مبیع مین یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اُسمین معدوم ہونیکا خوف ہو جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا حمل فروخت کرے تو بیع منعقد نہوگی۔ بدائع مین لکھا ہے۔ اور مبیع مین یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنی ذات مین بھی مملوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہے وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت ہو۔ پس گھانس کی بیع منعقد نہین ہوتی اگرچہ ایسی زمین مین ہو جو بائع کی ملکیت ہے **ف** مترجم کہتا ہے کہ گھانس سے مراد خودرو گھانس ہے جو بلا اہتمام پیدا ہوگئی ہو۔ اور اُس چیز کی بیع بھی منعقد نہین ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت نہین ہے اگرچہ وہ پھر اُسکا مالک ہو جائے سواے صورت بیع سلم کے اور مغصوب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب کی تھی اُسکو بیع کرکے پھر اُسکے مالک کو ضمان دی تو اُسکی بیع نافذ ہو جائیگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور مبیع مین یہ بھی شرط ہے کہ شرعاً قیمت دار چیز ہو اور اُسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے سپرد ہو سکتی ہو کذا فی فتح القدیر۔ اور منجملہ اُسکے جو دونون بیع منعقد کرنیوالے ہین اُنکو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہے اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک بیع کے منعقد ہونمین شرط ہے پس اگر مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہوگی یہ فتاوی صغرا مین لکھا ہے۔ پس اگر مجلس کے لوگون نے مشتری کا کلام سنا اور بائع کہتا ہے کہ مین نے نہین سنا حالانکہ بائع کی سماعت مین نقصان نہین ہے تو قاضی اپنے حکم مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور منجملہ اُسکے مکان بیع مین یہ شرط ہے کہ مجلس ایک ہو یعنے ایجاب و قبول ایک مجلس مین ہون اگر دو مجلسون مین ہوے تو بیع منعقد نہوگی۔ اور بیع کے نافذ ہونیکی شرط دو قسم پر ہے ایک تو ملک کا مالک ہونا یا ولی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بکنے والی چیز مین بائع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہو اگر ہوگا تو بیع نافذ نہوگی جیسے مرہون کی بیع[۲] یا اُس چیز کی جو کرایہ[۳] مین دی گئی ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ بیع کے صحیح ہونیکی شرطین دو طرح کی ہین ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کیواسطے وہی ہے جو منعقد ہونیکی شرط ہے اسلیے کہ جو بیع منعقد نہوگی وہ صحیح نہوگی اور اُسکا عکس نہین ہے یعنے جو بیع صحیح نہو وہ منعقد نہو اسلیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہے اور نافذ بھی ہوتی ہے بشرطیکہ قبضہ اُسکے ساتھ متصل ہو جاے۔ اور منجملہ اُسکے یہ شرط ہے کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہوگی **ف** مثلاً ایک سال کیواسطے بیع ٹھہرائی یا جب بائع روپیہ دیگا تو مشتری مبیع واپس کرے چنانچہ بیع الوفا اسی قبیل سے ہے اور اُسکا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالی۔ اور منجملہ اُسکے بکنے والی چیز اور اُسکا مول اسطرح معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس ایسی مجہول چیز کی بیع کہ جسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہین ہے جیسے کہا کہ مین نے

---

[۱] جیسے مسلمان نے اپنا مال بعوض سور یا شراب کے بیچا یا بعوض شراب کے سور خریدا ۱۲ م [۲] یعنے راہن نے مرہون کو فروخت کیا ۱۲ [۳] یعنے کرایہ پر دینے والے نے اُس کو بیچا ہو ۱۲ [۴] یعنے بیع کو جائز رکھیگا۔

کوئی ایک بکری اس گلہ مین سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہوگی وہ دیجاویگی یا جو فلان شخص کہدیگا وہ دیا جاویگا اور منجملہ اُسکے یہ شرط ہی کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع وشرا مین کچھ فائدہ نہو وہ بیع فاسد ہی مثلاً ایسے دو درم کا آپس مین خرید و فروخت کرنا کہ دونون وزن اور صفت مین برابر ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور منجملہ اُسکے بیع کے صحیح ہونیکے لیے یہ چاہیے کہ اُسمین کوئی شرط فاسد نہ لگائی جاوے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہی ازانجملہ وہ شرط ہی کہ اُسکے ہونیمین دھوکا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ حاملہ ہی اور ازانجملہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شرع مین جائز نہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اُسکو نہین چاہتا ہی اور اُسمین بائع یا مشتری یا بکنے والی چیز کا اگر بنی آدم مین سے ہی فائدہ متصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہو اور نہ آدمیون مین اُس قسم کی شرط کرنیکی عادت جاری ہو اور منجملہ فاسد شرطون کے یہ ہی کہ اگر مبیع عین[1] اور ثمن عین ہو تو اُس مین مدت مقرر کرنا فاسد ہی اور اگر مبیع کوئی مال دین اور مول دین[2] ہو تو جائز ہی - اور یہ شرط کرنا کہ ہمین ہمیشہ اختیار رہی کہ جب چاہین واپس کرین یا لے لین فاسد ہی اور ایسے وقت مجہول کے خیار کی شرط مقرر کرنا جسکی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہی جیسے ہوا کا چلنا یا مینھ کا برسنا یا کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہی جیسے کھیتی کاٹنا اور اُسکا روندنا اور حاجیونکا آنا وغیرہ یا ایسے خیار کی شرط کرنا جسمین بالکل وقت ہی نہین ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار[3] شرط کرنا یہ سب شرطین فاسد ہین یہ بدائع مین لکھا ہی - اور بیع صحیح ہونیکی شرطین جو خاص ہین ازانجملہ یہ کہ جس بیع مین مول واکرنیکی مدت قرار پائی ہی وہ مدت معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہوگی تو بیع فاسد ہی - اور منجملہ اُسکے اگر مال منقولہ خریدا تو اُسکی بیع کیواسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہی اور قرض کے فروخت کرنیمین بھی قبضہ شرط ہی پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہی جیسے بیع سلم کی صورت مین جس چیز مین سلم قرار پائی ہی اُسکی اور راس المال کی بیع اگرچہ بعد[4] پھیر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہین ہی اور ایسے ہی کسی چیز کو بعوض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہی بیع کرنا جائز نہین لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہی تو اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی ف یعنے اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو تفصیلاً جائز ہی ازانجملہ یہ ہی کہ اگر خریدو فروخت ایسی چیز و ثمن مین واقع ہو کہ جنمین سود جاری ہوتا ہی تو دونون بدل مین مماثلت (برابری ۱۲) شرط ہی - ازانجملہ یہ ہی کہ وہ سود کے شبہہ سے خالی ہو ازانجملہ یہ ہی کہ اگر وہ بیع الصرف ہی تو جدا ہونیسے پہلے قبضہ ہونا چاہیے ازانجملہ یہ ہی کہ بیع مرابحہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضیعہ مین پہلا ثمن معلوم ہونا شرط ہی - بیع کے لازم ہونیکی یہ شرط ہی کہ چارون طرح کی خیارون سے جو مشہور ہین اور انکے سوا اور سب طرح کی

[1] قولہ مبیع عین الخ یعنے ثمن و مبیع کوئی چیز معین ہون جیسے گھوڑا بعوض مکان کے فروخت کیا ۱۲ [2] قولہ مبیع دین الخ یعنے مبیع و ثمن ایسی چیز ہو کہ جو معین نہ ہو مثلاً جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے خریدی - پس اسمین یہ ضرور نہین ہی کہ وہی اشرفی وروپیہ دے جو بائع ومشتری کے ہاتھ مین ہی ۱۲ [3] شرط خیار یہ ہی کہ مشتری خرید کو یا بائع فروخت کو اپنے اوپر لازم نہ کرے بلکہ شرط لگائے کہ اگر منظور ہوگا تو مین تین روز مین خرید لونگا یا فروخت کر دونگا ورنہ واپس ہو جاویگی اور اسکی تفصیل آیندہ آئیگی انشاء اللہ تعالی ۱۲ منہ [4] یعنے اقالہ کرنے کے بعد بھی بدون قبضہ جائز نہین ہی ۱۲

تیاروں سے خالی ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ حکم بیع کا یہ ہی کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز مین اور بائع کی ملکیت اُسکے مول مین ثابت ہوتی ہی بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہین نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ ہی جسکا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ ہی کہ اُسکا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ ہی کہ جسکا حکم بالکل ثابت نہین ہوتا اور بکنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اول بیع[1] معین مال کی معین مال سے اُسکو بیع مقابضہ کہتے ہین دوسری بیع دین[2] کی دین سے اور اُسکو بیع الصرف کہتے ہین تیسری بیع دین کی عین المال سے جیسے بیع سلم اور چوتھی اسکے برعکس یعنے بیع عین کی بعوض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتین[3] ہوا کرتی ہین یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ اور ایسی ہی قسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیع کی چار قسمین ہین اول بیع مساومہ اور وہ اس ثمن پر بیع ہی جسپر دونون متفق ہو جاوین اور دوسری بیع مرابحہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لیکر بیچنے کو کہتے ہین اور تیسری بیع تولیہ اور وہ فقط پہلے مول پر بدون زیادتی و کمی کے بیع ہے اور چوتھی بیع وضیعہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیچنے کو کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

دوسرا باب۔ ایسے کلمات کے بیان مین جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہین اور اُس چیز کے حکم کے بیان مین جو چکانے وغیرہ کی غرض سے قبضہ مین کر لی ہو اور اس مین تین فصلین ہین۔

فصل اول اُن کلمات کے بیان مین جنسے بیع منعقد ہوتی ہی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ جو دو لفظ ایسے ہون کہ جنکے معنی مالک کر دینے اور مالک ہو جانیکے ہون اور ماضی یا حال کے صیغہ ہون اُنسے بیع منعقد ہو جاتی ہے کذا فی المحیط خواہ وہ صیغہ فارسی ہون یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیع منعقد ہوتی ہی اور مضارع کے صیغہ مین اصح یہ ہی کہ نیت چاہیے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے یون کہا کہ مین یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کے عوض بیچتا ہون یا تجھے بخشتا ہون یا عطا کرتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو تجھسے مول لیتا ہون یا لے لیتا ہون اور دونون کی نیت فی الحال بیع پورا کرنیکی ہے یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُسمین بھی نیت فی الحال بیع واجب کرنیکی ہے تو بیع منعقد ہو جاویگی اور اگر یہ نیت نہین تو بیع منعقد نہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور جاننا چاہیے کہ جو صیغے محض حال کے ہین جیسے کہ کہا کہ اسوقت بیچتا ہون تو اُسمین نیت کی حاجت نہین اور جو صیغے محض استقبال کے ہین[4] جیسے کہا کہ مین اُسکو آئندہ زمانے مین بیچتا ہون یا امر کے صیغے ہون تو اُن سے بیع منعقد نہین ہوتی مگر اُس صورت مین کہ امر کی دلالت اسی معنی پر ہو جو ذکر کیا گیا ہی[5] جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر ثمن کو لے لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے

[1] جیسے گھوڑا بعوض اونٹ کے بیچا ۱۲ [2] جیسے اشرفی بعوض روپیہ کے بیچی ۱۲ [3] جیسے گھوڑا بعوض روپیونکے بیچنا ۱۲ [4] قال کالمقرون بالسین و سوف لمالکان دخولهما علی المضارع مخصا بالعربیۃ عدلنا الی ما تری ۱۲ منہ [5] یعنے فی الحال بیع پوری کرنے کی نیت ۱۲

لے لیا تو یہ بھی بمنزلہ ماضی کے ہی یہ نہر الفایق مین لکھا ہی - امام ابو اللیث مین کبیر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک بایع نے کہا کہ یہ کپڑا دس درم کو لے لے مشتری نے کہا کہ مین نے لے لیا پھر بایع نے کہا مین نہین دیتا تو اس انکار کا اُسکو اختیار ہی یا نہین انھون نے فرمایا کہ اسکو اختیار نہین ہی اور ایسے ہی جب مشتری نے کہا کہ بیچ لے لیا تو پھر اُسکو بھی انکار کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - پھر جاننا چاہیے کہ جب بیع امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیع مین تین لفظ ہونے چاہیے چنانچہ اگر بایع نے کہا کہ مجھسے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بایع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال ور بایع نے کہا کہ مین نے بیچ ڈالا تو ضرور ہی کہ مشتری دوبارہ کہے کہ مین نے خریدا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور استفہام کے صیغہ سے سبکے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی جیسے کہ مشتری نے بایع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہی یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بایع نے کہا کہ مین نے بیچی تو بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ مشتری پھر نہ کہے کہ مین نے خریدی یہ بدایع مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی این چیز را از من بکند ایعنی کیا یہ چیز تو نے مجھسے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ مین نے بیچی تو بیع تمام نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ف واضح ہو کہ خریدی این چیز را از من اگرچہ حرف استفہام کو شامل نہین مگر فارسی مین یہ استفہام کے محل مین مستعمل ہی جسکا ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اسیواسطے بدون تیسرے لفظ کے بیع تام نہونیکا حکم خلاصہ مین ہی - اور امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس الائمہ اوزجندی اور اپنے اُستاد شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہی کہ اس صورت مین بیع منعقد ہو جایگی اسلیے کہ بایع کے قول مین لفظ فروختم یعنی مین نے بیچی مضمر ہی اور بایع کے قول کے یہ معنی ہین کہ خریدی کہ فروختم یہ محیط مین لکھا ہی اور مختار الفتاوی مین لکھا ہی کہ یہی حکم مختار ہی - اور اگر بایع نے یون کہا کہ مین نے یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اسکے بیع کے ہونے مین اختلاف ہی امام ابو بکر اسکاف نے کہا ہی کہ دونونکے درمیان اقالہ کی لفظ کے ساتھ بیع منعقد ہو جاویگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا ہی کہ بیع منعقد نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہی اور نیز یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہی کذا فی فتاوی قاضی خان - اور سلم کے لفظ سے سب روایتونکے موافق بیع منعقد ہو جاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو ہبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع صحیح ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور بیع کا ایجاب لفظ جعل کے ساتھ عربی مین یا گردانیدن فارسی یا گردانے اور کردینے کے ساتھ اُردو مین صحیح ہی مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ مین نے یہ چیز اسقدر کے عوض مین تیری کر دی تو بیع ہی اسلیے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر قاضی قرضخواہ سے یون کہے کہ مین نے تیرے قرضداری کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض مین تیری کر دی تو بیع ہو جایگی اور یہی صحیح ہی اور اگر یہ کہا کہ مین راضی ہو گیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہی اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ مین نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جایگی کذا فی البحر الرائق اور اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو یہ چیز مول لی اور بایع نے کہا کہ مین راضی ہوا یا مین نے پوری کر دی یا مین نے اجازت دی تو بیع منعقد ہو جاے گی

کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسیطرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے عوض بیع ہی اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور اگر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تیرا غلام ہزار درم کو مول لیا اور اُس نے کہا کہ مین نے بھی کیا یا کہا کہ ہان یا کہا کہ قیمت دے تو اُن دونون مین بیع صحیح ہو گئی اور یہی اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اُسکو اسقدر دامونکو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی تو بیع تمام ہو گئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ (غلام کو) اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے لے لی تو بیع تمام ہو گئی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے عوض مین دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور مین نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیع ہو گئی اور شمس الائمہ اوزجندی نے اسی پر فتوی دیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام بعوض ہزار درم کے تیرے ذمہ ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے مانا تو یہ بیع ہو گئی کذا فی المحیط۔ کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور اسکا مول تجھے ہبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے خریدا تو یہ بیع صحیح نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی لیکن اگر کسی قدر دامون کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر مشتری کو دام[1] معاف کر دیے یا اسکو ہبہ کر دیے یا اُسکو صدقہ مین دیدے تو بیع صحیح ہی۔ اور اگر غلام کو بیچا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بلا ثمن بیچا تو قبضہ کرنے سے بھی بیع کا مالک نہوگا (اور دام واجب نہونگے) یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ دو ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدا تو بیع صحیح نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیع کی نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جس کے طرف عتق کی نسبت کرنیسے وہ آزاد ہو جاتا ہی تو اُسکی طرف بیع کی نسبت کرنیسے بیع ہو جائیگی اور اگر ایسا نہین ہی تو بیع بھی صحیح نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور تجنیس ناصری مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم تو خریدی یعنی مین نے یہ غلام ہزار درم کو بیچا تو نے خریدا اور دوسرے نے اُسکے جواب مین یون کہا کہ خریدم یعنی مین نے خریدا تو بیع تمام ہو گئی اور اگر بائع نے اسطرح کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درم اور مشتری نے کہا خریدم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع نہوگی کیونکہ اسمین مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو در پیش تھی پھر بائع نے کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ تجھسے مول لیا تو بیع صحیح نہوگی کیونکہ اس مین اسکا عکس (یعنی اگر مشتری نے یون کہا کہ مین نے اسقدر ثمن کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہوگی) یہ فتح القدیر[2] مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آوے تو یہ میرا غلام تیرے لیے

---

[1] واضح ہو کہ ثمن وہ دام ہین جو مشتری اور بائع کے درمیان قرار پاوین اور قیمت وہ ہی جو ٹھیک دام بازار کے نرخ سے ہین ۱۲ منہ

[2] قول فتح القدیر مین لکھا ہی یعنے بعد تفصیل ما اجملہ ۱۲ منہ

ہزار درم کو بیچا اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ تجھے موافق ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیئے ہزار درم کو ہے اور اس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ مین نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان کل صورتون مین جواب مین بیع ہو جاتی ہے ابتدا مین لازم نہین ہوتی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پانسو من وزن مین ہو تو وزن کر کے مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری نے کہا کہ مین نے خرید لی پھر اُس کو وزن کیا تو جیسا بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع نہو گی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اُس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہے اسلیئے کہ یہ قول تحقیق ہو گا تعلیق نہو گا یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب لیجا اور آج کے دن اسکو دیکھ اگر تو اُس سے راضی ہو گا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیئے ہے اور وہ اسکو لے گیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر آج تو اُس سے راضی ہو گا تو وہ ہزار درم کو تیرے لیئے ہے اور یہ قول بمنزلہ ایسے کہنے کے ہے کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ آج کے دن کا تجھکو اختیار ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور ذخیرہ مین کہا کہ یہ جواز بیع بدلیل استحسان ہے اور ہمارے تینون عالمون نے اسی کو لیا ہے انتہی کلامہ اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اگر تجھکو ایک دن رات تک منظور رہو تو یہ لینا بیع کا تمام کرنا ہے تعلیق نہین ہے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے۔ اگر یون کہا کہ یہ چیز مین نے ہزار درم کو بیچی بشرطیکہ فلان شخص راضی ہو جائے تو اگر اس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کر دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا اور اس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درم کو میرے ہاتھ نہین بیچا اُس نے کہا کہ ہان بیچا ہے پھر اُس مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہے اور اُس کی بنا اُسی بیع فاسد پر رہیگی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر اُن دونون نے اُس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع جائز ہو جائیگی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درم کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو دام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہے اور مشتری نے قبول کر لیا اور اُس دن اُسکے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اُسنے کہا کہ ہان بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے لیا تو اُسی وقت از سر نو بیع ہو جائیگی اسواسطے کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر کسی نے یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک دام نہ دیے تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہے تو یہ بیع فاسد ہے اور یہ قول مثل خیار کے نہین ہے اور سوا تین دن کی شرط کی اور کہا کہ اگر تین دن تک دام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہین ہے تو استحساناً بیع جائز ہے اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو بیع جائز نہین لیکن اگر چار روز کی شرط مین مشتری تین ہی دن مین دام لایا اور کہا کہ مجھے دیر کرنا منظور نہین ہے تو شیخ نے کہا کہ مین اس بیع کو جائز رکھتا ہون بشرطیکہ تین دن مین دام لا دے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر ایک شخص نے

دوسرے سے کہا کہ اگر تو اسقدر درم اس کپڑے کے عوض مجھکو ادا کردے تو مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا اور اُس
شخص نے وہ مول اُسی مجلس مین ادا کر دیا تو یہ بیع ہو جائیگی اور کتاب السیرعہ مین ذکر کیا ہی کہ یہ بیع استحساناً صحیح ہی اور اسی
طرح اگر بائع نے کہا فروختم چون بہا بمن رسد یعنے مین نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہونچ جاوے پھر اُس نے قیمت اُسی
مجلس مین اُس کو دیدی تو یہ بیع استحساناً صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ تیری باندی دس دینار
کو مول لی تو نے بیچی اُسنے کہا کہ فروختہ گیر یعنے بکی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراد بیع کا پورا کرنا ہی تو بیع صحیح ہوگی یہ قنیہ
مین لکھا ہی یتیمہ مین ہی کہ حسن ابن علی رضی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس
دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ پچیس ۲۵ دینار سے کم نہ دونگا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑدے
اور وہ راضی ہوگیا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور وہان گواہ اُسکے رضامندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے
راضی ہو گیا تھا تو کیا یہ بیع ہی انھون نے فرمایا کہ اسقدر سے بیع نہیں ہوتی لیکن اگر ایجاب وقبول یا کوئی ایسا فعل
جوان دونون کے قائم مقام ہو پایا جاوے تو بیع صحیح ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے دور سے یا دیوار
کے اُس طرف سے آواز دی تو جائز نہیں ہی۔ کوئی شخص بیت مین تھا اُسنے دوسرے شخص سے جو چھت پر (یا مشتری) تھا یہ کہا کہ
مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ مین نے مول لی تو اگر وہ دونون ایک دوسرے کو دیکھتے
ہین اور دور والے کو بات سننے مین شبہہ نہیں ہوتا تو بیع صحیح ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ جو دوری ایسی ہو کہ جس سے
ایک دوسرے کی بات سُننے مین شبہہ پڑتا ہو وہ بیع کی مانع ہی اور اگر ایسی نہین تو بیع کی مانع نہیں ہی۔ یہ وجیز کردری
مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تیرا انگور کا باغ دو ہزار درم کو خریدتے ہین اُسنے کہا کہ مین نے
تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اپنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح
ہو جائیگی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیق ہونے مین دونون نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا قول مقبول ہوگا جو ہزل کا دعوی کرتا ہی
اور اگر کچھ دام اُسکو دیدیے ہین تو پھر ہزل کا دعوی قابل سماعت نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ دلال نے بائع سے کہا فروختی
بدین بہا یعنے تو نے اس قیمت کو بیچا اور اُس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اُس نے
جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونون کی مراد تحقیق بیع ہی تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ
مین نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اُس دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہوگئی یہ قول
شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ کا ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ اناج تجھسے ہزار درم
کو مول لیا تو اُسکو فقیرون پر صدقہ کردے اُسنے اُسی مجلس مین ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگرچہ زبان سے اُسنے
کچھ نہیں کہا کیونکہ یہ فعل اُسکا قبول پر دلالت کرتا ہی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو اُسکا حکم اُسکے
برخلاف ہی یعنے مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو بیع نہین ہی۔ اسلیئے کہ قبول سے پہلے اعراض ہوچکا ہی
اور اسی طرح اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو اس کی قمیص قطع کرا لے اُسنے
جدا ہونے سے پہلے یہی کیا تو بیع تمام ہوگئی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ فتاوی مین ہی کہ اگر دوسرے سے کہا کہ

عہ [illegible]

مین لے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو وہ آزاد نہوگا۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید رح نے جامع کی کتاب الدعوی مین ذکر کیا ہی کہ مشتری کا قول بائع کے ایجاب کا جواب ہی اور غلام آزاد ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر یون کہا مشتری نے کہ فہو حر یعنی تو وہ آزاد ہی پس غلام آزاد ہو جائے گا اور مشتری پر ہزار درم واجب ہون گے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے یہ روایت کی ہی اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درم کو بیچ اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہی غلام پر قبضہ کرنا ہی اور غلام آزاد ہو جائیگا اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ وہ آزاد نہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قابض بھی نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھالیا یا اُسپر سوار ہوا یا اسکو پہن لیا تو بیع پر راضی ہوگیا یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھالے اور میرا ایک درم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھانا کھالیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُسکے لیئے حلال ہی یہ شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الاستحسان کی شرح مین ذکر کیا ہی کذا فی المحیط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھسے مین لون تو ہر ایک پر تیرے لیئے ایک درم کا نفع ہی حالانکہ وہ کپڑے لیئے جاتا اور بائع اُسکو خرید کی اجازت دیتا یہان تک کہ مشتری کے پاس دس یا زیادہ کپڑون کا مول جمع ہوگیا پھر مشتری نے مول مع ایک درم نفع کے حساب سے سب دیدیا تو امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر کپڑے اُسکے پاس ویسے ہی باقی ہین اور اُسنے اُسپر نفع دیا تو خرید بھی جائز ہی اور نفع بھی جائز ہی اور اگر اسی طرح نہین موجود ہین تو بیع باطل اور نفع نہین جائز ہی کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ مین اسکو پندرہ درم کو بیچتا ہون اور مشتری نے کہا کہ مین اُسکو دس درم سے زیادہ نہین لیتا پھر مشتری اُسکو لیگیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چکاتے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ مین تھا تو پندرہ درم واجب ہون گے اور اگر بائع کے ہاتھ مین تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع کیا تو دس درم واجب ہون گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اس نے کہا کہ مین دس درم سے زیادہ کو نہین لیتا اور بائع نے کہا کہ مین پندرہ درم سے کم نہین بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری نے پھیر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لے لیا اور بائع نے اُسکو دیدیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درم واجب ہون گے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی مجتبی مین مذکور ہی کہ اگر دونون کے کلامون مین اختلاف ہوا اور اسی طرح پر عقد بیع ہو گیا تو یہ دیکھا جائیگا کہ اُن کا آخر کلام کیا تھا اسی بنا پر حکم کیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اُسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ مین نے سو دینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد ہوگی اور پہلی فسخ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم ہی اگر اُسکو پہلی قیمت کے جنس سے اُس سے کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اول دس درم کو بیچا پھر نو درم یا گیارہ درم کو بیچا۔ اگر دوسری بار بھی دس ہی درم کو بیچا تو

۱ یعنی کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے ثابت ہو کہ آزاد ہونا بیع پر ہے ۱۲ منہ ۔ ۲ یعنی جب تو نے میرے ہاتھ بیچا تو وہ میری طرف سے آزاد ہے ۱۲

دوسری بیع منعقد نہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہیگی اسلیئے کہ دوسری بیع بیفائدہ ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم کو مول لیا تو بیع جائز ہی پس اگر وہ زیادتی بائع نے اُسی مجلس مین قبول کر لی تو بیع دو ہزار درم پر قرار پائیگی اور اگر نہ قبول کی تو ایک ہزار پر صحیح ہی۔ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام دو ہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیع کیا مین نے اسکو تیرے ہاتھ دو ہزار کو بیع کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی تو بیع جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دونون بیعین ملاکر تین ہزار کو قبول کین تو یہ کہنا اُسکا بمنزلہ اس کہنے کے ہی کہ مین نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دو ہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اسپر زیادتی ہی پس بائع کو اختیار ہی چاہے اسی مجلس مین قبول کرے اور چاہے رد کردے اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کو بیچا مین نے سو دینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضون نے کہا کہ اُسپر دونون مول لازم ہون گے اور پہلا قول کتاب الزیادات مین ہی اور وہ قوی ہی اور جب بائع نے زیادتی اسی مجلس مین قبول کر لی تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ مین اسکو قبول نہین کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درم کو دے پھر کہا کہ مین نے ہزار درم کو لے لیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ اگر وہ غلام اُس نے اُسکے حوالے کر دیا تو وہ رضامند ہو گیا ورنہ رضامندی نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ جاننا چاہیئے کہ جب دونون عقد کرنے والون مین سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہی اگر چاہے تو اُسی مجلس مین قبول کرے اور چاہے رد کردے اور اس کو خیار قبول کہتے ہین اور اس خیار مین وراثت جاری نہین ہوتی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی۔ اور خیار قبول کی انتہا آخر مجلس تک ہوتی ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہی اگر قبول سے پہلے وہ مرجائے تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر اُن دونون مین کا کوئی شخص قبول واقع ہونے سے پہلے اُٹھ گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اُٹھا نہین ولیکن مجلس مین کسی دوسرے کام مین مشغول ہوا سوائے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ نصیرؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ مین ایک پیالہ پانی تھا اُسنے پی لیا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو کیا حکم ہی فرمایا کہ بیع پوری ہوگئی اور اسی طرح اگر ایک لقمہ کھایا پھر کہا کہ مین نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہی۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہی لیکن اگر کھانے مین مشغول ہو گیا تو مجلس بدل جائیگی اور اگر دونون سو گئے یا اُن مین سے ایک سو گیا پس اگر لیٹ کر سوئے تو مجلس جُدا ہوگئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جُدا نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر دونون بیہوش ہو گئے پھر دونون کو افاقہ ہوا اور اُسکے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک جائز ہی اور امام محمدؒ کہتے ہین کہ اگر دیر ہو گئی تو ایجاب باطل ہو جائے گا ٩

یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ چیز تجھکو اس قیمت کو دی اور مشتری نے پھر نہ کہا پھر بائع نے کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع باطل ہوگئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے قبول کیا تو جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُس فرض مین ایک رکعت نفل ملا لی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اگر مشتری گھر مین تھا پھر نکل کر کہا کہ مین نے مول لیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیادہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جانور پر دونون سوار ہو کر چلے جاتے تھے یا دو جانورون پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بائع کا جواب اُسکے خطاب کے ساتھ ملا ہوا دیا تو اُن دونون مین عقد پورا ہو جائیگا اور اگر تھوڑا سا بھی فصل ہوگیا تو بیع صحیح نہین اور اگر دونون ایک محمل مین تھے تو بھی یہی حکم ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی! اور خلاصہ مین نوازل سے نقل کیا ہی کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور نہر الفائق مین جمع التفاریق سے نقل کیا ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین انتہی فتاوی مین صدر الشہید نے کہا ہی کہ ظاہر روایت کے بموجب نہین صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر بائع اور مشتری دونون کھڑے تھے اور ایک نے اُن دونون مین سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونون چلے یا بعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اُن دونون نے کشتی چلنے کی حالت مین بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سکتہ پایا گیا تو اسقدر توقف بیع منعقد ہونے کا مانع نہین ہی اور کشتی کا حال بمنزلہ کوٹھری کے ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ بیع ڈالا جو وہان حاضر نہ تھا پھر وہ اُس مجلس مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور دونون کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہو جائیگی میرے والد مرحوم اسیطرح فرماتے تھے کذا فی الظہیریہ۔ اور جاننا چاہیے کہ مبیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضرور ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی پس اگر کسی شخص نے انگور کا شیرہ بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول نکیا یہانتک کہ وہ شراب ہوگیا پھر شراب سے سرکہ ہوگیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی اگر باندی بچہ جنی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین اور اسیطرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری نے قبول نہ کیے یہانتک کہ اُن مین سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بائع نے اُسکی دیت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درم کو بیچی اور مشتری نے قبول نکی یہانتک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بائع کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام محمد رحمہ نے کتاب الوکالت مین ایک مسئلہ ذکر کیا ہی کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اُن دونون مین بیع منعقد نہوگی تاوقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ مین نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشایخ کا ہی اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ جب بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیچا تو اُسنے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ مین نے خرید اتو اُسنے غلام کو اپنی ملک مین لے لیا اور بائع کو ثمن کا مالک کر دیا تو بعد

اسکے بائع کی اجازت ضرور ہی تاکہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے اور عامہ مشائخ کا قول ہی کہ بعد اسکے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی صحیح ہی اور ایسا ہی امام محمدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہی کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایجاب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کر لے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی لیکن ایجاب کرنیوالے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام سننا ضرور ہی یہ تاتارخانیہ مین مذکور ہی دیگر تتمہ مین لکھا ہی کہ رجوع صحیح ہوتا ہی اگرچہ دوسرے کو اُس سے آگاہی نہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہا کہ مین نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہین سنا اور کہا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ مین نے خریدا اور اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ مین نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونون ساتھ ہی نکلے تو بیع تمام نہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائیگی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی اور جاننا چاہیے کہ جب ایجاب قبول پائے جاوین تو بیع لازم ہو جائیگی اور ان دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا مگر بسبب کسی عیب یا نہ دیکھنے کے اختیار باقی رہے گا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اسکے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہین اور یہی مذہب عامہ مشائخ کا ہی اور یہی صحیح ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے یہ غلام ہزار درم کو خریدا اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین تو لینا نہین چاہتا ہون تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے بطور استفہام کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اُسنے کہا کہ مین نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ مین اسکو خریدنا نہین چاہتا ہون تو اُس مشتری کو یہ اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک شخص سے بعوض نو درم کے ایک کپڑے کی خرید ٹھہرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ دیڑہ درم کم نہ ہم سے دی یعنی دس درم سے کم نہ دون گا کیا تو نے خرید لیا پس اس شخص نے کہا کہ مین راضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ مین نہین بیچتا ہون تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ جاننا چاہیے کہ خط مثل خطاب کے ہی اور ایسے ہی ایلچی بھیجنا یہانتک کہ خط پہونچنے اور پیغام پہونچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ تاج الشریعۃ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہی کہ یہ خط مین نے فلان شخص کو لکھا اما بعد مین نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس بعوض کو بیچا پس جب اُسکو خط پہونچا اور اُسنے پڑھا اور جو کچھ اُسمین لکھا تھا اُسکو سمجھا اور اُسی مجلس مین قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی یہ عینی شرح ہدایہ مین مذکور ہی۔ اور پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہی کہ کہے فلان شخص کے پاس جا اور کہہ کہ فلانے شخص نے اپنا فلان غلام تیرے ہاتھ اس بعوض کو بیچا پس وہ آیا اور اُسنے خبر دی اور اسی مجلس مین اُس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ مین نے اپنا فلان غلام فلان شخص کے ہاتھ اس بعوض کو بیچا اے شخص تو جا کر اسکو خبر کر دے پس یہ شخص گیا اور خبر کر دی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ جو اُس وقت غائب تھا اُسنے کو بیچا پھر اُس غائب کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہین ہی اور اگر اُس کی طرف سے اُس مجلس مین کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اُس کی اجازت پر موقوف ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر کہا

کہ مین نے اس غلام کو فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بس ای فلان تو اُسکو خبر کردے پھر اُسکے سوا کسی دوسرے نے اُسکو
خبر کردی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ مین نے یہ غلام تیرا خریدا اور غلام کے
مالک نے اُس کو لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکو لکھا تھا کہ میرے
ہاتھ اپنے کو بیچڈال پھر اُسکو خط پہنچا اور اُسنے لکھا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہوگی تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ
مین نے خریدا یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ اپنا غلام اپنے کو میرے ہاتھ بیچا اُسنے
لکھ بھیجا کہ مین نے یہ اپنا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہین ہی[1] یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر بعد عقد لکھنے یا
پیغام بھیجنے کے اُس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہی خواہ ایلچی کو یہ بات معلوم ہو یا نہو یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے
اور خط لکھنے والے اور پیغام بھیجنے والے کو اُس ایجاب سے جو اُسنے لکھ بھیجا یا جسکا پیغام بھیجا ہی رجوع کرنا اُس وقت تک کہ
وہ دوسرے کے پاس نہین پہونچا یا اُس نے قبول نہین کیا ہی درست ہی خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہو یہان
تک کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے
تیرے ہاتھ یہ غلام اپنے کو بیچا اُس دوسرے نے کسی اور شخص سے کہا کہ تو کہدے کہ مین نے خریدا بس اُسنے کہدیا کہ مین نے خریدا
تو دیکھا جائیگا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہونچانے والے کے کہا تو خریدنا صحیح ہی اور اگر بطور وکیل کے کہا ہی تو صحیح نہین[2] کہ
یہ محیط مین لکھا ہی۔ واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین دین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہی اور اسکو بیع تعاطی کہتے
ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور یہ ہر چیز مین خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہی اور یہی صحیح ہی یہ تبیین مین
لکھا ہی اور شمس الائمہ حلوائی کے نزدیک بیع تعاطی مین دونون طرف سے دیدینا شرط ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور یہی قول
اکثر مشائخ کا ہی اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ یہی قول مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ دونون بدل مین سے کسی
ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہی اسواسطے کہ امام محمد رح نے صاف فرمایا کہ بیع تعاطی دونون بدل مین سے کسی ایک پر
قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہی اور یہ قول ثمن اور مبیع دونون کو شامل ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور جس شخص کا
یہ قول ہی کہ اُسکے نزدیک اس بیع مین مبیع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہی اور امام
ابو الفضل کرمانی کا فتوی بھی اسی طرح منقول ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہ شرط اُس چیز مین ہی جسکا مول معلوم نہین ہی مگر
روٹی اور گوشت مین مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ ف مترجم کہتا ہی کہ اس ملک
مین روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جہان کہین اسکا مول معروف ہو وہان یہ حکم جاری ہوگا واللہ اعلم اور
منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُسکے پاس
برتن نہ تھا کہ اس مین لیوے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لا یا اور اُسکو ثمن کے درم دیدیے تو یہ جائز ہی کذا فی المضمرات
منتقی مین ہی کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جسپر یہ درم چاہیے تھے اُس شخص سے
کہ جسکے چاہیے تھے کہا کہ مین تیرے مال کے عوض دینار دیتا ہون پس اُسنے دینارون کا بھاؤ ٹھہرایا مگر اُن دونون مین جدا

[1] جبتک کہ قبول نہ کرے ۱۲ منہ [2] کیونکہ پیغام پہونچانیوالے نے مخاطب کا پیغام پہونچایا تو بیع ہو گئی اور وکیل کی بات کا جواب نہین کہا تھا تو نہ ہوئی ۱۲

واقع نہوئی اور وہ شخص جدا ہو گیا پھر وہ شخص کہ جسپر مال چاہیے تھا انھین دینارون کو جنکا بھاؤ ٹھہرا کر جدا ہو گئے تھے لا کر اس شخص کو کہ جسکے چاہیئے تھے دیدیے اور بیع کو نہ دوہرایا تو وہ بیع اسوقت جائز ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک وقر[1] آٹھ درم کو خریدی پھر بائع سے کہا کہ ایک دوسری وقر اسی ثمن کے حساب سے لا کر یہان ڈالدے پس بائع نے دوسری وقر لا کر وہان ڈالدی پس یہ بیع ہو گئی اور بائع کو یہ پہونچتا ہے کہ وہ اس حکم کرنے والے سے آٹھ درم کا مطالبہ کرے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور مجرد مین امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے اس مسئلہ مین کہ اگر کسی نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ تو گوشت کیونکر بیچتا ہے اسنے کہا کہ تین رطل ایک درم کو اسنے کہا کہ مین نے خریدا تو میرے واسطے تول دے پھر گوشت بیچنے والے کی یہ رائے ہوئی کہ مین نہ تولون تو اسکو اس بات کا اختیار پہونچتا ہے اور اگر اسنے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ہر ایک کو ان دونون مین سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا یا بائع نے مشتری کے حکم سے اسکے برتن مین رکھ دیا تو بیع تمام ہو گئی اور مشتری پر ایک درم واجب ہوا اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی قصاب سے کہا کہ جو گوشت تیرے پاس رکھا ہے اسکو میرے واسطے تولدے یا یون کہا کہ اس شانہ[2] مین سے میرے واسطے تولدے یا کہا کہ اس پیر مین سے میرے واسطے بحساب فی درم تین رطل کے تولدے اور اسنے تولدیا تو مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک شخص ایک کھانچی خربوزون کی لایا کہ جس مین چھوٹے بڑے خربوزہ تھے اس سے ایک شخص نے کہا کہ اسمین سے دس خربزہ کتنے کو دیگا اسنے کہا ایک درم کو پس اس شخص نے دس خربزہ چھانٹے اور انکو بیچایا بائع نے دس نکالدیے اور انکو مشتری نے قبول کر لیا تو بیع تمام ہو گئی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے گیہون بیچنے والے کو پانچ دینار دیے تاکہ اس سے گیہون لیوے اور اس سے پوچھا کہ تو گیہون کیونکر بیچتا ہے اسنے کہا سو رطل ایک دینار کو دیتا ہون پس مشتری ساکت ہوا پھر مشتری نے گیہون مانگے تاکہ انکو لیوے پس بائع نے کہا کہ مین کل تجھے دونگا اور ان دونون مین بیع واقع نہوئی اور مشتری چلا گیا پھر دوسرے روز گیہون لینے آیا اور حال یہ ہوا کہ بھاؤ بازار کا بدل گیا تو بائع کو یہ اختیار نہین ہے کہ مشتری کو ان گیہون کے لینے سے منع کرے بلکہ اسپر واجب ہے کہ پہلے نرخ کے حساب سے مشتری کے حوالے کرے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے تکیہ اور بچھونے جو ہنوز بنے نہین گئے تھے خریدے اور مدت کا ذکر نہین کیا تو صحیح نہین ہے پھر اگر تکیہ بنکر حوالہ کر دیے تو بھی صحیح نہین ہے اور تعاطی جب بیع ہوتی ہے کہ فاسد یا باطل کی بنا پر نہو اور اگر بیع فاسد یا باطل کی بنا پر ہو گی تو بیع تعاطی نہو گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو ہے اسنے کچھ ثمن بیان کیا پس اسنے کہا کہ اپنا گدھا تو ہانک اور اسنے ہانکا تو یہ بیع نہو گی مگر اسوقت کہ لکڑیان سپرد کر کے ثمن لے لے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے قصاب سے کہا کہ ایک درم کا کتنا گوشت دیتا ہے اسنے کہا کہ دو سیر اس شخص نے کہا کہ تول دے اور ایک درم دیا اور گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے اور دوبارہ وزن کرنا لازم نہین ہے اور اگر وزن کیا اور کم پایا تو کمی کے موافق درم مین سے پھیر لیوے اور گوشت مین سے

[1] گدھے اور اونٹ کا بوجھ اور وقر بطیخ کھانچی خربزہ کی اور وقر انس پھوسے کی گٹھری اور ایسے ہی لکھا ہے ۱۲ [2] اصل مین جنب ہے جسکا ترجمہ پہلو ۱۲ منہ

نہین لے سکتا اسواسطے کہ بیع کا انعقاد اُسی قدر پر ہوا ہی جو اُسنے دیا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی ۔ ایک قصاب کے پاس ایک شخص ہر روز ایک درم لاتا تھا اور قصاب اُسکو گوشت کا ٹکڑا تول دیا کرتا تھا اور صاحب درم یہ گمان کرتا تھا کہ یہ گوشت ایک سیر ہی اور شہر مین گوشت کا بھاؤ بھی یہی تھا پھر ایک روز مشتری نے اپنے گھر اُس گوشت کو تولا تو وہ تین پاؤ نکلا تو وہ قصاب سے بحساب نقصان کے درہمون مین سے پھیر لیوے اور بقدر نقصان کے گوشت نہین لے سکتا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ یہ شخص اُسی شہر کا رہنے والا ہو کہ جس مین بیع واقع ہوئی اور اگر اس شہر کا رہنے والا نہین ہی مثلاً مسافر ہو اور حال یہ ہی کہ شہر کے رہنے والون نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر رکھا ہی اور یہ نرخ الیسا رواج پایا گیا ہی کہ کبھی فرق نہین ہوتا پس اُس مسافر نے نان بائی یا قصاب سے کہا کہ مجھے ایک درم کی روٹی یا ایک درم کا گوشت دے اور اُسنے معمول سے کم دیا اور مشتری کو اُسوقت خبر نہوئی پھر اُسکو معلوم ہوا تو روٹی مین اُسکو نان بائی سے پھیر لینے کا اختیار ہی جیسے کہ اُس شہر کے لوگ نقصان لے سکتے ہین اور گوشت مین رجوع کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ روٹی مین بھاؤ مقرر کر لینا معروف ہی پس سب کے حق مین یہی حکم ہوگا اور گوشت مین ایک نئی بات ہے پس اُس شہر کے سوا اور لوگون کے حق مین ظاہر نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرضہ تھا اُسنے اُسکا مطالبہ کیا پس قرضدار بقدر معلوم جو لایا اور قرض خواہ سے کہا کہ شہر کے نرخ پر لیلے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر شہر کا بھاؤ معلوم ہی اور وہ دونون بھی جانتے ہین تو بیع پوری ہو جائیگی اور اگر شہر کا بھاؤ معلوم نہین یا وہ دونون نہین جانتے ہین تو بیع نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی ۔ اور منجملہ بیع تعاطی کے ایک یہ صورت ہی کہ مشتری نے جو چیز خریدی تھی اُسکو ایسے شخص کے سپرد کر دی جو اُس کا بطور شفعہ کے خواستگار ہی حالانکہ اُس مقام پر شفعہ جاری نہین ہوتا ہی اور ایسے ہی وکیل نے ایک چیز خریدی اور وہ چیز وکیل کی ذات کے واسطے ہو گئی پھر اُسنے مؤکل کے سپرد کر دی تو یہ بھی بیع تعاطی ہی بشرطیکہ حکم کرنیوالے نے اُس پر قبضہ کر لیا او راپنے حکم سے انکار کیا ہو حالانکہ اُسی کے واسطے وکیل نے خریدی تھی یہ بحر الرائق مین مجتبیٰ سے منقول ہی اور منجملہ بیع تعاطی کی صورتون کے یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی تھی اور وہ شخص کسی اور باندی کو سوا اُسکے جو ودیعت رکھی گئی تھی لایا اور کہا کہ یہ تیری باندی ہی اور ودیعت رکھنے والا جانتا ہی کہ وہ باندی نہین ہی کہ جو اُسکے پاس ودیعت رکھی تھی مگر اُس نے قسم کھا لی پس اُس ودیعت رکھنے والے نے اُسکو لے لیا تو اُس کو اُسکو وطی کرنا حلال ہی اور باندی کو وطی پر راضی ہونا جائز ہی اور امام ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ اگر کسی نے درزی سے کہا کہ یہ میرا استر نہین ہی اور درزی نے قسم کھا لی کہ یہ وہی ہی تو اُس شخص کو اُسکے لے لینے کی گنجائش ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر کسی مشتری نے کوئی باندی خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور بائع جانتا ہی کہ یہ میری باندی نہین ہی پھر اُس نے اُسکو لے لیا اور راضی ہو گیا تو یہ بیع تعاطی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ایسے ہی اگر کسی دھوبی نے کسی شخص کا کپڑا بدل کر دیدیا یا اسی طرح موچی نے جوتا بدل دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بھی بیع تعاطی ہی یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک خربزہ بیچنے والے کو کچھ درم دیے تاکہ اس سے کچھ خربزہ معینہ خریدے پھر ان خربزون کو لے لیا اور

ل قال المترجم اپنی شہر کے بھاؤ سے جسقدر تیرا قرضہ ہووے لے ۱۲ ۔ ۲ے اور اگر انکار نہو تو تعاطی نہین بلکہ بطور وکالت ہوگی ۱۲ منہ

بائع کہتا جاتا ہے کہ میں اتنے کو یہ خربزہ نہ دونگا مگر مشتری نے لے لیے اور بائع نے دام واپس نہ کیے اور مشتری کو بازاریوں کی عادت معلوم ہے کہ بائع اگر راضی نہیں ہوتا ہے تو دام پھیر دیتا ہے اور اپنی چیز واپس لیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو راضی ہوتا ہے حالانکہ مشتری کے پیچھے اُسکا دل خوش کرنے کو چلا یا کرتا ہے کہ میں اتنے کو نہیں دیتا تو شیخ نے فرمایا کہ باوجود اسکے یہ بیع صحیح نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے خلف کہتے ہیں کہ میں نے اسد سے پوچھا کہ ایک شخص نے بازار میں کہا کہ کون شخص ہے جسکے پاس ہرات کا کپڑا دس درم کا ہو ایک شخص نے کہا کہ میں ہوں پھر اُسنے اسکو دیدیا تو کیا یہ بیع ہے تو فرمایا کہ یہ بیع نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ لیتے وقت یہ کہے کہ میں نے دس درم کو لیا اور جاکر اسکو دیکھوں گا اور میں نے جسن رح سے یہی مسئلہ پوچھا اُنھوں نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور دونوں کو اس بیع کو توڑ دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے

دوسری فصل اُن چیزوں کے حکم کے بیان میں جو خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لی گئیں ہوں

کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے بیس درم کو ہے مشتری نے کہا نہیں بلکہ دس درم کو لونگا پھر اتنی ہی گفتگو پر مشتری اسکو لے گیا اور بائع دس درم پر راضی نہیں ہوا پس یہ بیع نہیں ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کردیا تو اُس پر بیس درم لازم ہونگے اور جب تک تلف نہیں کیا تب تک اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہے۔ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُسپر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے اختیار کو چھوڑ دیا کہ عرف میں بیس درم لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے خریدنے کے واسطے ایک کپڑا لیا اور اُسنے مول کہدیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہوگیا تو مشتری پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر مشتری کے مرنیکے بعد اسکے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ میں اسے لیے جاتا ہوں اگر پسند آویگا تو خرید لونگا پھر اسکو لے گیا اور وہ ضائع ہوگیا تو اس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اُسنے یہ کہا تھا کہ اگر راضی ہونگا تو اسکو دس درم کو لونگا پھر ضائع ہوگیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول کسی سے چکایا پھر اس کپڑے کو بغرض خریدنے کے لے لیا یا اُس چوکانے کی گفتگو میں بائع نے اُسکے حوالے کردیا اور کہا کہ وہ دس درم کا ہے پھر اُسکو مشتری لیگیا تو امام رح نے فرمایا کہ جو مول بائع نے بیان کیا اسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہیگا تاوقتیکہ مشتری اسکو رد نہ کرے اور رد کرنے سے یہ مراد ہے کہ مشتری مثلاً یوں کہے کہ میں نو درم سے زیادہ کو نہ لونگا یا میں سوائے نو درم کے راضی نہیں ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا بیس درم کا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے دس درم میں لیا اور لیکر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر اسکی قیمت واجب ہے اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائع نے کہدیا تھا کہ میں بیس درم سے کم نہ دونگا اور مشتری لیکر چلا گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اس پر بیس درم واجب ہونگے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور کبری میں ہے کہ بائع نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درم کو ہے اور مشتری نے کہا کہ لاؤ اسکو تاکہ میں اسکو دیکھوں یا کسی دوسرے کو دکھاؤں پھر وہ تلف ہوگیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اس پر کچھ واجب نہوگا

لہ یعنی رد کرنے سے کپڑا بائع کو پھیر دینا مراد نہیں ہے بلکہ قول بائع کو جو اس نے مول کیا ہے رد کردے مثلاً دس درم کے تو یہی مول ہمیشہ رہیگا جبتک مشتری اسکو رد نہ کرے کہ نہیں تو درم سے زیادہ نہ دوں گا یا نو درم سے زیادہ پر راضی نہیں ہوں ۱۲ منہ

یعنی وہ امانت مین تلف ہوگیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُسکو لا اگر مجھے پسند آئیگا تو مین لے لونگا پھر وہ تلف ہوگیا تو مشتری پر اُسکا مول ٹھہرا تھا واجب ہی اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ پہلی صورت مین اُسنے یہ حکم کیا تھا کہ مجھکو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہین ہی اور دوسری صورت مین پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُسکو دینے کا حکم دیا تھا اور یہ بدون حکم کے بیع ہی تو حکم کی صورت مین بدرجۂ اولی بیع ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر اُسکو دیکھنے کی غرض سے نہین لیا[1] پھر کہا کہ مین دیکھونگا اور وہ ضائع ہوگیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُسپر پہلے کلام سے واجب ہوگئی ہی بری نہ کریگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک بزاز سے ایک کپڑا طلب کیا اُسنے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہی اور یہ دوسرا بیس کا اور یہ تیسرا تیس کا اور ان کو اپنے گھر لیجا جو کپڑا تجھے پسند آوے اُسکو مین نے تیرے ہاتھ بیچا پھر مشتری اُن کپڑون کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر مین جل گئے تو اگر یہ صورت ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہین کہ آگے پیچھے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے پیچھے جلے ہین لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اول سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تہائی قیمت کی ضمان واجب ہوگی اور اگر پہلا معلوم ہوا تو اُس کی قیمت لازم آویگی اور باقی دو کپڑے اُسکے پاس امانت مین جلے اور اگر دو کپڑے جل گئے اور تیسرا باقی رہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونون مین سے پہلے کون جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہوگی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہئے اسواسطے کہ وہ امانت مین ہی اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو جلے ہوئے کی قیمت دے اور دونون کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے مین سے جل گیا اور اُن دونون مین سے یہ نہین معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونون مین سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُسکے جلنے کی نقصان کی ضمان اُسپر واجب نہوگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اگر دو کپڑون مین سے ایک پورا اور دوسرے مین کا آدھا ساتھ ہی جل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور یہ اختیار اُسکو نہین ہی کہ جلے ہوئے کو امانت مین رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول مین لیوے اور علی ہذا القیاس اگر کپڑے مین سے اتنا باقی رہا ہو جسکا کچھ مول نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیجدے پھر بزاز نے اُس کے ایلچی یا دوسرے کے ہاتھ بھیجدیا پس اس شخص کے پاس پہونچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہوگیا اور اس بات کے بیع ہونے پر سب متفق ہوے تو اُس ایلچی پر کچھ ضمان نہین ہی پھر جسکے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ ایلچی اُسکا ہی جس نے بھیجکر لانے کا حکم دیا تھا تو ضمان اُس حکم کرنے والے پر ہی اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہی تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمان نہین ہی یہانتک کہ اُسکے پاس وہ کپڑا پہونچے اور جب کپڑا اُسکے پاس پہونچ گیا تب وہ البتہ ضامن ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار مین اُسکے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم درہمون کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُسکے پاس رکھدیا جس نے طلب

[1] قرض نہین لیا بلکہ بطور خرید کے لیا تھا پھر چلتے وقت کہا کہ مین رکھ[2] ۱۲ [2] یعنے یہی حکم ہے ۱۲

کیا تھا پھر اُس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا یا مجھسے گر گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی
اور منادی پر کچھ واجب نہوگا۔ اور منادی پر واجب نہونا اُس صورت مین ہی کہ اُس چیز کے مالک نے اسکو یہ اجازت
دی ہو کہ بیع تمام ہونے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھسے طلب کرے اسکو دیتا اور اگر یہ اجازت نہین دی ہی
تو یہ منادی اُسکی قیمت کا ضامن[1] ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی جو شخص خریدنے کیواسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اُسنے ایک کپڑا
خریدنے کی غرض سے لیا اور اسکو اپنے مؤکل کو دکھلایا اور مؤکل کو وہ پسند نہ آیا اُسنے وکیل کو واپس کر دیا پھر وکیل
کے پاس وہ کپڑا تلف ہو گیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہی کہ وکیل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مؤکل سے
کچھ واپس نہین لے سکتا ہی مگر اُس صورت مین کہ مؤکل نے اسکو خریدنے کی غرض سے لے لینے کا حکم کیا ہو تو اُس
صورت مین وکیل ضمان دیگا اور مؤکل سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی تجنیس ناصری مین ہی کہ اگر
ایک کپڑا دلال کے پاس سے جاتا رہا اُسپر کچھ ضمان نہین ہی اور اگر کسی دوکاندار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ
اُسکا کسی مشتری نے بھاؤ چکایا تھا اور دونون سے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دوکاندار پر کپڑے کی قیمت واجب
ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی **ف** یعنی دوکاندار وہ مول جو ٹھہر گیا ہی لے لیوے اور مشتری کو قیمت ادا کرے مثلاً
چار درم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہئے اور دوکاندار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہی اسواسطے جو قیمت
اُسکی بازار مین ہو وہ دوسرے کو ادا کرے۔ ایک شخص نے ایک کمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر بائع کی اجازت
سے مشتری نے اسکو کھینچا یا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جاویگی تو تجھپر ضمان نہین ہی اُسنے کھینچی اور کمان ٹوٹ
گئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول نہین ٹھہرا ہی اور اُسنے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور امام
سے روایت ہی کہ اگر بائع نے مشتری کو درم دکھلائے اُسنے اُنکو دبا دیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُسنے اسکو کھینچا اور
ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلایا اور اُسنے اسکو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اسکا ضامن ہی بشرطیکہ بائع نے اسکو دبانے یا کھینچنے یا پہننے
کا حکم نہ کیا ہو۔ اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر وہ درم بدون[2] دبائے نہین پرکھ سکتا تھا تو اگر دبانے مین اُسنے حد سے تجاوز نہین
کیا تو ضامن نہوگا اور حد سے نہ تجاوز کرنے مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ایک شخص ایک
شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیشہ مجھکو دکھلا اُسنے دکھلا کر کہا کہ اسکو اٹھا اُسنے اُسے اٹھایا پس وہ گر کر ٹوٹ
گیا تو اٹھانے والا اُسکا ضامن نہین ہی کیونکہ اُسنے اُسکے حکم سے اٹھایا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مول مذکور
نہین ہی اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزین خریدنے کی غرض سے قبضہ مین کیجاتی ہین اُنکی ضمان بعد مول بیان
کرنے کے واجب ہوتی ہی پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہی اُسنے کہا کہ اتنے کا ہی
پھر اُسنے کہا کہ مین اسکو لے لون شیشہ فروش نے کہا کہ ہان پھر اُسنے اسکو لیا اور اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس
شخص پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسی صورت مین ہی کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اٹھایا تھا اور اگر

[1] قولہ ضامن الخ یعنی مالک کو تاوان دے کر خریدار سے تاوان لیگا ۱۲م [2] مثلاً پانچ درم یا زیادہ ۱۲م [3] بدون
دبائے نہین دیکھ سکتا تھا یعنے عرف یون ہی تھا کہ ایسا درم دبا کر دیکھتے تھے ۱۲ منہ

بلا اجازت اُسکے اُٹھایا تھا تو اُسکا ضامن ہی خواہ مول بیان کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک پیالہ چوکایا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُسنے اُسکو دیدیا اور اُس شخص نے اُسکو دیکھا پھر وہ پیالہ اُسکے ہاتھ سے چند پیالون پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ پیالے سب ٹوٹ گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالون کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُسکو دیدی اور وہ تلف ہو گئی تو مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہی کیونکہ اُسنے خریدنے کے طور پر اُس پر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اُسنے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔

تیسری فصل بکنے والی چیز اور اُسکے مول کو پہچاننے اور اُن دونون مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین امام قدوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا ہی کہ جو چیز عقد مین متعین ہوتی ہی وہ مبیع ہی اور جو متعین نہین ہوتی وہ ثمن ہی مگر یہ کہ اُس پر بیع کا لفظ بولا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی مال تین قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جو ہمیشہ ثمن رہتا ہی اور دوسرا وہ جو ہمیشہ مبیع رہتا ہی اور تیسرا وہ کہ مبیع بھی ہوتا ہی اور ثمن بھی ہوتا ہی سو جو چیز ہمیشہ ثمن ہوتی ہی وہ درم اور دینار ہین خواہ اُن کے مقابل اعیان کے مثل واقع ہون یا کوئی اور چیزین اور خواہ اُن پر کوئی ایسا لفظ جو ثمن پر بولا جاتا ہی داخل ہوا ہو یا نہو اور پیسے بھی ہمیشہ ثمن ہوتے ہین کہ مثل درم کے معین کرنے سے متعین نہین ہوتے ہین اور جو ہمیشہ مبیع رہتی ہین وہ چیزیان ہین کہ جنکا مثل موجود نہین ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزین ہین جو باہم ایک سی ہون لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کر دیا جاوے اور کوئی میعاد اُسکے دینے کی مقرر کی جاوے تو وہ ثمن ہو جاتا ہی یہانتک کہ اگر کسی نے کوئی غلام خریدا اور اُسکے عوض مین کسی کپڑے کی صفت بیان کرکے اپنے ذمہ کر لیا مگر اُسکی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہین ہی اور اگر میعاد مقرر کر دی تو جائز ہی حتی کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے تو بیع باطل نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جو چیزین مثلی نہین ہین اُن مین باہم ایک دوسرے کی بیع عین کے طور پر جائز ہی دین کے طور پر جائز نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور جو چیزیں مبیع اور ثمن دونون ہوتی ہی وہ کیلی اور وزنی اور ایسی چیزین ہین جو گنتی سے بکتی ہین اور باہم ایک سی ہون سب اگر اُن کے مقابلہ مین وہ چیزیں ہون جو ثمن کہلاتی ہین تو یہ چیزین مبیع ہونگی اور اگر اُنکے مقابلہ مین ثمنین کے غیر کی چیزین کیلی اور وزنی اور عددی ہون تو اس بات پر لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُن دونون کی بیع عین کی عین کے ساتھ یعنی عین دین بطور عین ہی تو جائز ہی اور اس صورت مین وہ دونون مبیع ہونگی اور اگر ایک ان دونون مین سے اسی وقت بطور عین دیجاوے اور دوسرے کی صفت بیان کرکے اپنے ذمہ اُدھار ٹھہرائی جاوے اور جو چیز عین اسوقت دی جاتی ہی وہ مبیع اور جو ذمہ لیجاتی ہی وہ ثمن قرار دیجاوے تو جائز ہی اور اس قرض پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط ہی ف یعنی یہ دین جو عین کے مقابلہ مین مول قرار پایا ہی اُسپر جدا

۱ کیونکہ دام نہین ٹھہرے ۱۲ منہ ۲ مثلاً دو من گیہون مین نے اس صندوق کے عوض بیچے ۱۲ ۳ قال فی الاصل مجمع احرف الیا وانما ذلک اسلوب العربیۃ ولیس المراد خرما بخصوصہا بل المراد ما ذکرنا ۱۲ منہ ۴ اُدھار کیا اور نظر کے روبرو معین نہ کیا ۱۲ م

ہونے سے پہلے قبضہ چاہیے۔ اور اگر وہ چیز جو دین ہی اُسکو مبیع ٹھہرا دین اور جو چیز عین ہی یعنی اُسیوقت دی گئی ہی اُس کو مول ٹھہرا دین تو بیع جائز نہین اگرچہ اس دین پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جاوے اس لیے کہ اس صورت مین اُس بائع نے ایسی چیز بیچی جو اُسکے پاس موجود نہین ہی اور ایسی بیع سوائے صورت بیع سلم کے اور صورت مین جائز نہین ہی اور ثمن کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ حرف باء یا جو اُسکے معنی مین ہوتا ہو ف جیسے کہا کہ یہ کپڑا بالعوض دس درم کے یا عوض مین دس درم کے دیتا ہون۔ اور مبیع کی علامت یہ ہی کہ اُسکے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ آوے۔ اور اس تقدیر پر اگر ایسی دونون چیزین دین ہون تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہی جو اُسکے پاس موجود نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جب مبیع اور ثمن کا حال معلوم ہو چکا تو ہم یہ کہتے ہین۔ مبیع کے حکم مین سے ایک یہ ہی کہ اگر وہ مال منقولہ ہو تو قبضہ کر لے سے پہلے اُسکی بیع جائز نہین ہی اور جو حکم کہ مبیع کا بیان ہوا وہی حکم اُس اجرت کا ہی کہ جو معین ٹھہرائی گئی ہو اور اُسکا فی الحال[1] لینا شرط ہو یعنی اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین اسی طرح جو مال کہ قرض کی صلح مین ملے اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہین ہی مگر مہر اور خلع کے بدلے کا مال اور عمداً خون کے عوض اگر مال ملا ہو اور وہ عین ہو تو اُسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہی۔ اور ہر ایسی چیز جسکا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہین ہی اُسکا اجارہ پر دینا بھی جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا قرض دیا یا بائع کے پاس رہن رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہی یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی خریدی ہوئی باندی کا قبضہ کرنے سے پہلے نکاح کر دیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور عدم جواز کا حکم اس صورت مین ہی کہ جب قبضہ سے پہلے مشتری کا تصرف خریدے ہوئے مال منقول مین کسی اجنبی[2] کے ساتھ ہو لیکن اگر بائع کے ساتھ اُسنے تصرف کیا پس اگر بائع کے ہاتھ اُس کو بیچا تو قبضہ سے پہلے بیع اُسکی کسی طرح جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع کے پاس رہن کیا تو صحیح نہین اور اگر بائع کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو بیع فسخ ہو گئی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور بیع اپنی حالت پر صحیح رہی یہ تاتارخانیہ مین شرح طحاوی سے منقول ہی امام محمدؒ نے کہا ہی کہ جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح ہی اگر مشتری قبضہ سے پہلے اُس تصرف کو کریگا تو جائز نہین اور جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح نہین ہوتا جیسے ہبہ وغیرہ اگر اُسکو مشتری قبضہ سے پہلے کرے گا تو جائز ہی[3] یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کرخی نے اپنے مختصر مین ذکر کیا ہی اگر مشتری نے بائع سے قبضہ سے پہلے کہا کہ اُسکو اپنے واسطے بیچ لے اُسنے قبول کر لیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یون کہا کہ میرے واسطے بیچ دے تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بیچیگا تو اُس کی بیع جائز نہوگی اور اگر یون کہا کہ اُسکو بیچ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کر لیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ جسکے ہاتھ تو چاہے بیچ تو صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہی اگر مشتری نے مملوک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اُسکو آزاد کر دے اور بائع نے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع فسخ ہو جاوے گی

[1] یعنی پیشگی اُجرت ۱۲ م [2] یعنی بائع نہ ہو ۱۲ م [3] حتی یہ ہین کہ ہبہ بدون قبضہ کے تمام نہین ہی پس اگر مشتری نے خود قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کیا تو بوجہ اسکے کہ ہبہ مستدعی قبضہ ہی قبضہ ہو کر ہبہ ہوا پس جائز ہو گا ۱۲

اور مشتری کی طرف سے نہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عتق باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو فروخت کر یا اُسکے ساتھ وطی کر یا وہ طعام[1] تھا کہ بائع سے کہا کہ اسکو کھالے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور جبتک بائع نے ایسا نہین کیا تب تک بیع فسخ نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر مال منقول کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہوا تو اسکی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک گھر یا زمین[2] خریدی اور اسکو قبضہ سے پہلے بائع کے سوا کسی کو ہبہ کیا تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہے اور اگر قبضہ سے پہلے بائع کو یا اسکے سوا اور کسی کو اجارہ پر دی تو سب کے نزدیک جائز نہین اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس مین کھیتی اُگی ہوئی بوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز ساگا[3] تھی وہ بائع کو آدھون آدھ کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دیدی تو جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے نوازل مین ہے کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُسکو وقف کر دیا تو اس وقف کا حکم موقوف ہے اگر اُسکے بعد اُسنے دام ادا کر دیے اور اُسپر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے ثمنون مین اور دین مین بدلنے کا تصرف کرنا سواے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ قرض مین قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہین ہے اور قدوریؒ نے اپنی کتاب مین لکھا کہ یہ کہنا سہو[4] ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور سیر کبیر مصنفہ امام محمد رحمہ اللہ مین ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کر کے اپنی حرز مین اپنے ملک مین لیگئے اور کوئی مسلمان اُنکے ملک مین داخل ہوا اور اُس غلام کو اُن سے خرید لیا اور دار الاسلام مین لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بعوض اُسکے مول کے دیا جاوے اور پہلے مالک نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا پس اگر اُسی شخص کے ہاتھ بیچا جسکے پاس وہ غلام موجود ہے تو جائز ہے اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہے اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے بائع کو دینے کا حکم کیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالا تو اگر اُسی مشتری کے ہاتھ جو پھیرتا ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کسی اور کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

تیسرا باب ایجاب و قبول مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین اگر بائع دو چیزون یا تین چیزون مین ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ مین بعض مین یہ ایجاب قبول کرون اور بعض مین قبول نہ کرون پس اگر ان سب کی بولی ایک تھی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور اگر جدا جدا تھی تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اسی طرح اگر مشتری

[1] طعام گیہون اور سب قسم اور مطلق اناج اور ہمارے عرف مین علی الاطلاق جو فی الحال کھانے کے واسطے مہیا ہو ۱۲ [2] ترجمہ الدار وھو یطلق علی العرصۃ عندھم ویطلق علی العرصۃ المبنیۃ کالعقار ایضاً والمراد ہہنا الشئ الغیر المنقول من الدار والعقار وکذلک لم یلتفت الی خصوص معانیہما فلیتامل ۱۲ منہ [3] ساگا یعنی ابھی تک بالی وغیرہ نہین آئی تھی ۱۲ م [4] قولہ سہو ہے اقول قرض مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے مین اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ اختلاف فرماتے ہین پس نسبت سہو محل تامل ہے ۱۲ منہ

ایجاب کرے اور بائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض میں قبول کرے اور بعض میں نہیں پس اگر صفقہ ایک ہی تو اسکو یہ اختیار نہیں ہی اور اگر صفقہ متفرق ہی تو جائز ہی یہ کافی میں لکھا ہی۔ اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام بیچا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہیں ہی لیکن اگر بائع اسی مجلس میں اسپر راضی ہو جاوے تو صحیح ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی اور امام قدوری نے کہا کہ اس طرح کا عقد اُسوقت صحیح ہوگا کہ بیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اُسکے مقابل ثمن میں سے کوئی حصہ معلوم ہوا اور اگر باعتبار قیمت کے تقسیم ہونا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلاموں یا دو کپڑوں کی طرف ایک مرتبہ کیگئی اور مشتری نے اُن دونوں میں سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح نہوگا اگرچہ بائع راضی ہو جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی واضح ہو کہ صفقہ کا ایک ہونا اور جدا جدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہئیے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر خرید و فروخت و ثمن ایک ہو یعنی ثمن اکٹھا بیان کیا جاوے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفقہ ایک کہلائیگا یہی قیاس اور استحسان دونوں دلیلوں سے ثابت ہی اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا ہو یعنی بیع کے ہر حصہ کا ثمن جدا جدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزیں ایک ہوں مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درم کو ہی تو اس صورت میں بھی صفقہ ایک ہی اور اسی طرح اگر بائع دو ہوں یا مشتری دو ہوں اور ثمن اکٹھا ذکر کیا جاوے مثلاً بائع دو شخصوں سے کہے کہ میں نے یہ چیز تم دونوں کے ہاتھ اس ثمن کو بیچی اور دونوں مشتری کہیں کہ ہمنے یہ چیز تجھسے اتنے دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفقہ ہی یہ محیط میں لکھا ہی یہ بیان صفقہ کے ایک ہونیکا تھا اب صفقہ کے جدا جدا ہونیکا یہ بیان ہی کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر جزو کا ثمن جدا جدا بیان کیا اور خرید یا فروخت کا لفظ جدا جدا کہا اور بائع اور مشتری دو دو ہیں یا بائع دو ہیں اور مشتری ایک ہی یا مشتری دو ہیں بائع ایک ہی تو صفقہ متفرق ہوگا اور اسیطرح اگر ثمن جدا جدا بیان کیا جاے اور لفظ خرید یا فروخت جدا جدا ہوں اور بائع اور مشتری ایک ہوں جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ میں نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اسطرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درم کو بیچا اور یہ کپڑا پانچ درم کو بیچا یا مشتری کہے کہ میں نے یہ کپڑے تجھسے اسطرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درم کو مول لیا تو بالاتفاق صفقہ متفرق ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہی اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنیوالے اور ثمن دونوں متعدد ہوں تو قیاس یہ ہی کہ صفقہ متعدد ہوگا اور استحسان یہ ہی کہ متعدد نہوگا اور یہی قول امام کا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر کردری میں لکھا ہی اگر دو یا کئی چیزیں مختلف مول لیں یا ایک چیز مول لی اور دام تھوڑے سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی مبیع پر قبضہ کرے پس اگر صفقہ ایک تھا تو یہ جائز نہیں ہی اور اگر صفقہ متفرق تھا تو جائز ہی اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس یہودی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درم نقد دیدیے اور کہا کہ یہ دس درم خاص اس کپڑے کی قیمت ہیں اور اُس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہی اسواسطے کہ صفقہ ایک ہی اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کر دی اور مشتری نے کہا کہ میں یہ کپڑا لیے لیتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہی اور اسی طرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت مہینہ بھر بعد لینے پر راضی ہو جاوے تو مشتری کو اسپر قبضہ کرنیکا اختیار نہیں ہی اور اسی طرح اگر بائع ایک درم کے سوا تمام مول معاف کر دے یا ایک درم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر راضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح

اگر خرید مین کسی معین کپڑے کے دام نقد دینے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اس قدر نقد ثمن ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسیطرح اگر مول سو درم ٹھہرا اور مشتری کو بائع پر نوّے درم چاہیئے ہین اور یہ اس مول کا قصاص ہو گئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہین تو مشتری کو باقی دس درم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنیکا اختیار نہین ہے اسیطرح اُن کپڑون مین سے خاص ایک کپڑے کی قیمت یا گردش دینار تھی اور باقی کپڑون کی قیمت سو درم اور مشتری نے صرف دینار دیے یا صرف درم دیے تو اسکو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہے - دو شخصون نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ایک ان مین سے غائب ہو گیا اور دوسرا موجود تھا تو اسکو یہ اختیار نہین کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اسکے پورے دام نہ دیدے اور جب پورے دام دیدے تو کل غلام پر قبضہ کرے اور اس صورت مین دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا ہوگا اور جب وہ غائب حاضر ہو تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جبتک کہ شریک موجود کو اسقدر حصہ ثمن نہ دیدے جو اسکے حصہ کا اسنے دیا ہے اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور جس شخص شریک نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اسکے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بطور امانت[1] کے ہلاک ہوا اور جو شریک اسپر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے لے لے اور اگر غائب حاضر ہوا اور اسنے غلام مین سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نے کہا کہ جب تک مین اسقدر دام جو تیری طرف سے ادا کر چکا ہون نہ لے لون گا تب تک نہ دونگا پھر وہ غلام مرگیا تو اس صورت مین وہ غلام اس مال کے عوض ہلاک ہوا جو اسنے دیا ہے اور ایسی صورت ہو گئی جیسے مبیع بائع کے پاس ہلاک ہو جائے[2] اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور اگر بائع نے دو مشتریون مین سے ایک کو اسکے حصہ کے دام معاف کر دیے یا ایک مہینہ کے بعد لینے پر راضی ہو گیا تو وہ شریک دوسرے شریک کے حصہ ثمن ادا کرنے سے پہلے اس غلام مین سے اپنے حصہ پر قبضہ نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر اُن صورتون مین صفقہ جدا جدا ہو تو یہ سب حکم برعکس ہو جائین گے انتہی

چوتھا باب مبیع کو ثمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اسپر قبضہ کرنا اور مبیع کو سپرد کرنے کے بیان مین اور اُن صورتون کے بیان مین جو قبضہ ہو سکتی ہین اور جو نہین ہو سکتی ہین اور ایک قبضہ کا دوسرے قبضہ سے نائب ہو جانے کے بیان مین اور بیع مین قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان مین اور دونون عقد کرنے والون پر مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین جو خرچ واجب ہوتا ہے اس کے بیان مین اور اس باب مین چھ فصلین ہین

پہلی فصل مبیع کو ثمن کے واسطے روکنے کے بیان مین - ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر دام نقد ٹھہرے

[1] تو بلا امانت یعنی وہ اسکی قیمت کا ضامن نہوگا ۱۲ م [2] یعنی جب بائع نے دام وصول کرنے کے واسطے مبیع کو روک رکھا اور مشتری نے ادا کرنے سے پہلے مبیع اسکے پاس تلف ہوئی تو مشتری کو کچھ واجب نہین ۱۲ منہ

ہون تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار ہی کذا فی المحیط اور اگر دام کی کچھ میعاد
ٹھہری ہوے تو بائع کو مبیع کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہی اور نہ اسکے بعد ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر تھوڑے
دام نقد ٹھہرے ہون اور تھوڑے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو مبیع کے روکنے
کا اختیار ہے اگر اس دام مین سے تھوڑے سے باقی رہجاوین تو بائع تمام مبیع کو روک سکتا ہی یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی تفرید مین ہی کہ اگر مبیع غائب ہو تو جب تک بائع اسکو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہی کہ دام نہ دے یہ تاتار
خانیہ مین لکھا ہی خواہ اسی شہر مین ہو جہان بیع واقع ہوئی ہے یا دوسرے شہر مین ہو اور اسکے حاضر کرنے مین اسکے
ذمہ خرچہ پڑتا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور جب مشتری نے پورے دام دیدیے اور بائع نے مبیع اُسکے
سپرد کردی یا بائع نے بدون ثمن پر قبضہ کیے مبیع اسکے سپرد کردی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے مبیع پر
قبضہ کر لیا یا مشتری نے مبیع پر ایسے حال مین قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اسکو منع نہین کرتا تھا تو ان سب
صورتون مین بائع کو اختیار نہین ہی کہ مبیع کو پھیر کر ثمن حاصل کرنے کے واسطے روکے اور اگر مشتری نے بدون
اجازت بائع کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری کا قبضہ باطل کردے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ثمن کے
بدلے مشتری نے کوئی چیز رہن کردی یا کوئی شخص ثمن کا کفیل ہو گیا تو اس سے بائع کو مبیع کے روکنے کا جو حق
حاصل ہی وہ ساقط نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور زیادات مین ہی کہ بائع نے اگر ثمن کسی اپنے قرضخواہ کو مشتری پر اترا دیا
تو بائع کا مبیع کے روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص[1] پر ثمن بائع کا اترا دیا تو بائع کا حق ساقط
نہوگا اور کرخی نے ذکر کیا کہ یہ قول امام محمدؒ کا ہی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مبیع کو روکنے کا حق ساقط ہو جائیگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور فتاوی مین ہی کہ اگر بائع نے مبیع مشتری کو مستعار دی یا اسکے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق
ساقط ہو گیا اور بموجب ظاہر روایت کی اب اسکے پھیرنے کا مختار نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر ثمن ادا کرنے کی کچھ میعاد
ہو اور مشتری نے مبیع پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو مشتری کو اختیار ہی کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے مبیع پر قبضہ کرلے اور بائع
اسکو روک نہین سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر بائع نے ثمن کر لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور
مشتری حاضر نہوا یہانتک کہ ایک سال گذر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب جس وقت سے مشتری مبیع پر قبضہ کریگا اسوقت سے
ایک سال کی میعاد ہوگی اور اگر سال معین کر دیا تھا تو فی الفور ثمن دینا واجب ہو گیا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے
نزدیک خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ہر ایسی صورت مین ثمن فی الحال دینا واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور یہ اختلاف
اس صورت مین ہی کہ جب بائع نے مبیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالاجماع شروع سال عقد
کے وقت سے شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر مبیع مین ہر دو نون کے لیئے یا ایک کے لئے خیار ہو اور میعاد مین یہ
قید نہین ہے کہ کس وقت سے شروع ہوگی تو میعاد کی ابتدا عقد لازم ہونے کے وقت سے ہوگی اور خیار رویت
مین میعاد کا اعتبار عقد کے وقت سے کیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع عقد کے پیچھے ثمن کچھ مدت بعد لینے پر

[1] خواہ مشتری کا قرضدار ہو یا نہو ۱۲

راضی ہوا تو روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا اور مشتری اپنے مال مین مفلس یعنی نادار ہی تو بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ غلام کو روکے اور عتق نافذ ہو جائیگا اور غلام اپنی قیمت کے بدلے بائع کے لئے سعی نہ کریگا یہ امام اعظمؒ کا قول ہی کذا فی الخلاصہ اور ظاہر روایت یہی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکاتب کر دیا یا اجارہ مین دیدیا یا رہن کر دیا تو بائع کو یہ اختیار ہی کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کرے تاکہ قاضی ان تصرفات کو باطل کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے باطل نہین کیا تھا کہ مشتری نے دام دیدیے تو کتابت جائز ہو گی اور رہن و اجارہ باطل ہو گا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مشتری نے جب کل دام نقد دیدیے یا بائع نے اسکو کل دام معاف کر دیے تو مبیع کے روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع مین لکھا ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی نے ایک دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اسپر قبضہ کر کے اسمین لوہے کی کل میخین لگا دین یا کیڑا لیا تھا کہ بلا اجازت اسکو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اسمین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگا دی تو بائع کو اختیار ہی کہ اسکو لیکر روک لے پس اگر بائع یہ کہے کہ مین کیلین اکھاڑے ڈالتا ہون یا زمین کے درخت اکھاڑے ڈالتا ہون تاکہ زمین جیسی تھی ویسے ہی ہو جاوے پس اگر اسکے دور کرنے مین کوئی نقصان نہین ہی تو بائع کو اختیار ہی اور اگر نقصان ہی تو اختیار نہین ہی اور اگر مبیع بائع کے پاس ہی ضائع ہو گئی تو کیلون اور رنگ کی قیمت کا بائع ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مبیع باندی تھی اور بائع کی بلا اجازت مشتری نے قبضہ کر کے اس سے وطی کر لی پس اگر وہ حاملہ ہو ئی اور جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار نہ رہا اور اگر حاملہ نہ ہوئی اور نہ جنی تو بائع کو اسکے روکنے کا اختیار باقی ہی اگر بائع کے پاس مر گئی تو اگر بائع نے وطی واقع ہونے کے بعد دینے سے انکار کیا تھا تو بائع کا مال ہلاک ہوا ورنہ مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی روضہ مین ہی کہ کسی غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ مین نے اپنے آپ کو تجھسے اس ثمن کو خریدا اور مالک نے کہا کہ مین نے بیچا تو مالک کو اختیار نہین ہی کہ ثمن پورا حاصل کرنے کیواسطے اسکو روکے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غلام کو اس امر کا وکیل کیا کہ اپنی ذات کو اپنے مالک سے اسی اجنبی کے واسطے خرید کرے اور غلام نے مالک کو یہ خبر کر دی اور اپنی ذات کو اسی اجنبی کیواسطے خرید لیا تو اس کا مالک اسکو ثمن کے واسطے روک نہین سکتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔

دوسری فصل مبیع کو سپرد کرنے کے بیان مین اور اُن صورتون کے بیان مین جو قبضہ ہوتی ہین اور جو نہین ہوتی ہین۔ اگر کسی شخص نے کوئی اسباب ثمن کے عوض بیچا تو مشتری سے یہ کہا جاویگا کہ پہلے ثمن دیدو اور اگر اسباب کو اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض بیچا تو دونون سے کہا جاوے گا کہ ایک ساتھ سپرد کر دین یہ ہدایہ مین لکھا ہے مبیع کا سپرد کرنا یہ ہے کہ مبیع اور مشتری کے درمیان مین اس طرح روک اُٹھا دے کہ مشتری اس کے قبضہ کرنے پر قادر ہو جاوے اور کوئی مانع نہ رہے اور ثمن کے تسلیم کرنے کی بھی یہی صورت ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اجناس مین اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ بائع کہدے کہ مین نے تجھکو مبیع پر قابو دے دیا تو قبضہ کر لے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے

اور مبیع کے سپرد کرنے مین یہ بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ جدا ہو اور دوسری کا حق اس سے لگا نہ ہو یہ وہ خیرہ (؟) کردی مین لکھا ہے۔ اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ موانع کا درمیان سے اٹھا دینا بیع جائز مین قبضہ ہو جاتا ہے مگر بیع فاسد مین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہے کہ اس مین بھی قبضہ ہو جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور قبضہ کے واسطے تخلیہ[ل] بائع کے مکان مین یعنی مبیع کو بائع کے مکان مین موانع سے خالی کر دینا امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس مین خلاف ہے۔ کسی شخص نے سرکہ بیچا جو ایک مٹکی کے اندر اس کے گھر مین رکھا تھا اور اُس نے مشتری کو اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا پس مشتری نے مٹکی پر مہر لگا دی اور اُسکو بائع کے گھر مین چھوڑ دیا بعد از ان وہ تلف ہو گئی تو امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسی پر فتاوی ہے یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہے کسی شخص نے کوئی کیلی یا وزنی چیز جو اسکے گھر مین تھی کیل یا وزن کے حساب سے بیچی اور یون کہا کہ مین نے تجھے اسپر تخلیہ سے قابض کر دیا اور کنجی اسکے حوالے کر دی اور نہ اسکو ناپا اور نہ تولا تو مشتری اُسپر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کو کنجی دی اور یہ نہ کہا کہ مین نے بطور تخلیہ تجھکو اسپر قبضہ دیا تو مشتری قابض نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور کنجی پر قبضہ کرنا بھی گھر پر قبضہ کر لینا ہے بشرطیکہ بلا تکلف اسکو کھولنے کا اختیار حاصل ہو جاوے ورنہ قبضہ نہین ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مکان بیچا اور مشتری کو کنجی حوالے کر دی اُسنے کنجی پر قبضہ کر لیا اور مکان کی طرف نہ گیا تو مکان پر قابض ہو گا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ اس صورت مین ہے کہ جب وہ کنجی اسکے قفل یا کھٹکے کی ہو ورنہ اسنے مکان سپرد نہین کیا۔ اور اگر کنجی اسکو سپرد کر دی اور یہ نہ کہا کہ مین نے کنجی تجھکو حوالے کر کے تیرے اور مکان کے درمیان تخلیہ کر دیا تو مکان پر قبضہ کر لے تو وہ قبضہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر اس طرح کہا کہ لیلے تو قبضہ نہین ہے اور اگر یون کہا کہ اسکو لے تو قبضہ ہے بشرطیکہ اسکے لینے تک پہونچ ہو اور اسکو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ فتاوی فضلی مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بیچا اور تیرے سپرد کیا اور اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہوا جبتک کہ بیع کے بعد اسکو سپرد نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے غلام یا باندی مول لی اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آ یا میرے ساتھ چل اُسنے اسکے ساتھ قدم اُٹھایا تو یہ قبضہ ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اسی طرح اگر اُس کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا تو بھی قبضہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا مکان بیچا جو وہان موجود نہ تھا اور بائع نے کہا مین نے وہ تجھکو سپرد کر دیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ نہوگا لیکن اگر مکان قریب ہے تو قبضہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور قریب سے یہ مراد ہے ایسے حال مین ہو کہ اسکے بند کرنے پر قادر ہو ورنہ وہ دور ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر مین ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام بائع کے گھر مین مول لیا بائع نے کہا کہ مین نے تجھکو اس غلام پر بطور تخلیہ قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے انکار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو

[ل] تو تخلیہ یعنی ہاتھ کا قبضہ شرط نہین ہے بلکہ روک دور کر کے قابو دینا بھی قبضہ ہے اگرچہ بائع کے گھر مین ہو ۱۲ م[ع] تخلیہ یہ ہے ۱۲ م

مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ کسی شخص نی ایک کپڑا خریدا اور بایع نے حکم کیا کہ اسپر قبضہ کر لے اور مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کسی شخص نی اسکو غصب کر لیا تو جسوقت مشتری کو بایع نے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر اسوقت مشتری بغیر کھڑے ہونے کے ہاتھ پھیلا کر اسکے قبضہ کر لینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہو گئی اور اگر بغیر کھڑے ہوے اسپر قادر نہین تھا تو تسلیم صحیح نہیں ہوئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ مین پڑی ہوئی تھی بیچی اور مشتری اسپر کھڑا ہوا تھا اور بایع نے مشتری کو بطور تخلیہ اسپر قبضہ کا اختیار دیدیا مگر مشتری نے اسکی جگہ سے اسکو نہین ہلایا یہانتک کہ کسی اور شخص نی اسکو جلا دیا تو مشتری کو یہ اختیار ہی کہ اس جلانیوالے سے ضمان لے اور اگر کوئی اور شخص اسکا حقدار ثابت ہوا تو اس حقدار کو اختیار ہی کہ اُس جلانے والے سے ضمان لیوے مگر مشتری سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر کسی نے مکان بیچا اور اسکو مشتری کے سپرد کر دیا حالانکہ اس مین تھوڑا اسباب بایع کا رکھا ہوا ہے تو یہ سپرد کرنا صحیح نہین ہی جبتک کہ اسکو بالکل خالی کر کے سپرد نہ کرے اور اگر بایع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونون پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہو گیا اسواسطے کہ وہ اسباب مشتری کے پاس ودیعت ہو گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر ایسی زمین بیچی کہ جس مین بایع کی کھیتی ہی اور وہ زمین مشتری کو سپرد کر دی تو ایسا سپرد کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی نے بچھونے کی روئی جو فرش کے اندر ہی یا گیہون بیچے جو بالیون مین ہین اور اسی طرح سپرد کیئے تو اگر مشتری بغیر بچھونا ادھیڑنے یا بالین کوٹنے کے روئی اور گیہون پر قادر ہو سکتا ہی تو وہ قابض ہو گیا اور اگر بغیر ادھیڑنے اور کوٹنے کے قادر نہین ہی تو قابض نہو گا اسلیئے کہ بچھونا ادھیڑنا اور بالین کوٹنا بایع کے ملک مین تصرف کرنا ہی اور مشتری اسکا اختیار نہین رکھتا ہی اگر کسی نے پھل بیچے جو درخت مین لگے ہوے تھے اور اسیطرح سپرد کر دیے تو مشتری ان پر قابض ہو گیا اسلیئے کہ بغیر بایع کے ملک مین تصرف کرنے کے ان کو توڑ سکتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک جانور خریدا اور بایع اسپر سوار ہی اور مشتری نے کہا کہ مجھکو بھی اپنے ساتھ سوار کر لے اور اس نے سوار کر لیا پھر وہ جانور تھک کر ہلاک ہو گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب جانور پر زین نہو اور اگر اسپر زین ہی اور مشتری بھی زین پر سوار ہوا تو اسپر قابض ہو گا ورنہ قابض نہو گا اور اگر دونون کی سواری کیحالت مین جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بیچا تو وہ قابض نہو گا جیسے مکان بیچتے وقت بایع اور مشتری دونون مکان کے اندر موجود ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ ہارونی مین ہی کہ اگر باپ نے اپنا گھر اپنی اولاد مین سے کسی نابالغ کے ہاتھ جو اسکے پرورش مین ہی فروخت کیا اور باپ اسی گھر مین رہتا ہی تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اس پر قابض نہو گا جبتک کہ باپ اس گھر کو خالی نہ کر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اسوقت تک اس مین رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا اور اسی طرح اگر اس مکان مین باپ خود نہ تھا لیکن اسکا اسباب باعیال تھے تو بھی یہی حکم ہی اور اسیطرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جبہ بیچا جو پہنے ہوئے ہی یا طیلسان بیچا جو کاندھون پر ڈالے ہوے ہی یا انگوٹھی بیچی جو پہنے ہوے ہی تو بیٹا اسپر قابض نہو گا جبتک کہ باپ اسکو نہ اتارے اور اسیطرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بیچا جسپر وہ سوار ہی یا اس کا اسباب اسپر لدا ہوا ہی تو جبتک باپ اسپر سے نہ اترے یا اسباب نہ اتارے بیٹا

قابض ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ویسی گھوڑیان کسی خطیرہ مین ہین جسکا دروازہ بند ہی کہ اس سے مادیان نکل نہین سکتی ہین انہین سے ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اسپر قبضہ کرنے کا اختیار دیدیا اور مشتری نے دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اسکی قیمت جو قرار پائی ہی مشتری پر لازم ہوگی خواہ مشتری اسکے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہین کھولا بلکہ کسی دوسرے شخص نے یا ہوا نے دروازہ کھولدیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری خطیرہ مین جاکر اسکو پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا کذافی الظہیریہ کسی شخص کی چند گھوڑیان جو خطیرہ کے اندر بند ہین ان مین سے ایک خاص مادہ کسی شخص کے ہاتھ بیچی اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس خطیرہ کے اندر جاکر اسپر قبضہ کرلے مین نے تجھے اختیار دیدیا اور وہ اس مین قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اسنے مادہ کو پکڑا اور وہ کود کر خطیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر مادہ کو ایسے مقام مین سپرد کیا ہی کہ مشتری کمند کے ذریعہ سے اسکو پکڑ سکتا ہی اور اسکے پاس کمند موجود ہے اور مادہ اس مکان سے باہر نہین نکل سکتی ہی تو قبضہ ہی اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہی اور بائع اسکو بغیر کمند نہین روک سکتا ہی تو وہ قبضہ نہین ہی اور اسیطرح اگر مشتری اسکو کمند سے پکڑ سکتا ہی اور بغیر کمند نہین پکڑ سکتا مگر اسکے پاس کمند نہین ہی تو بھی قبضہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مشتری اکیلا اسکے پکڑنے پر قادر نہین لیکن اگر اسکے ساتھ اور لوگ مددگار ہون یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہی پس اس بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہی تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر مادہ بائع کے ہاتھ مین ہی اور وہ اُسے تھامے ہوے ہی اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی اپنا ہاتھ گھوڑی پر جمادیا تا آنکہ گھوڑی دونون کے ہاتھ مین ہوگئی اور بائع مشتری سے کہ رہا ہی کہ مین نے گھوڑی تیرے اختیار مین دیدی اور مین اسکو اسواسطے نہین پکڑے ہوے ہون کہ تجھکو دینے سے منع کرون بلکہ اسواسطے کہ تو اسکو اپنے قابو مین کرلے پس ناگاہ گھوڑی دونون کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی تو مشتری کا مال ضائع ہوگا۔ اور اگر گھوڑی بائع کے ہاتھ مین تھی اور مشتری کا ہاتھ اسپر نہین پہونچا اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تجھکو اختیار دیدیا تو اپنے قبضہ مین لے لے اب مین تیری طرف سے پکڑے ہوے ہون پس وہ گھوڑی مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتری بائع سے اسکو لے لینے اور اپنے قابو مین لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور مول لیا جو ایک بڑے مکان کے اندر اڑ رہا ہے اور بغیر دروازہ کھلے اس مکان کے باہر نہین نکل سکتا اور مشتری اسکے اڑنے سے اسکے پکڑنے پر قادر نہین ہی اور بائع نے مشتری کو اس مکان سے پکڑنے کا اختیار دیدیا اور اسنے دروازہ کھولا اور پرند نکل گیا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ مشتری اسپر قابض ہوگیا اور اگر مشتری کے سوا کسی دوسرے شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سے کھل گیا تو مشتری اسپر قابض نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ شمس الائمۃ اوزجندی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو شخصون کے درمیان مین مشترک ہی اور وہ کسی چراگاہ مین ہی اور ان مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچا

سلہ پھر اترنے یا اتار لینے یا خالی کرنے کے بعد فوراً باپ کا قبضہ اسکے بیٹے کا قبضہ قرار دیا جائے گا ۱۲

مشتری سے کہا کہ جاکر اسپر قبضہ کرلے اور مشتری کے گھوڑے تک پہونچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہوگیا تو انھون نے فتویٰ دیا کہ دونون کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خرید لی اور وہ چراگاہ مین تھی اور بائع نے اس سے کہا کہ جاکر اسپر قبضہ کرلے تو بعض مشائخ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر گائے سامنے اسطرح نظر آتی تھی کہ اسکی طرف اشارہ ہوسکتا تھا تو یہ قبضہ ہے ورنہ قبضہ نہین ہے اور یہ جواب صحیح نہین ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے ان دونون سے اسقدر قریب تھی کہ اگر مشتری ارادہ کرتا تو قبضہ کرسکتا تھا تو مشتری اسپر قابض ہوگیا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اسکو دیدیا کہ اسمین تولدے اور اسنے مشتری کے سامنے تولا تو مشتری اسپر قابض ہوگیا اگرچہ وہ تیل بائع کی دکان یا مکان مین ہو اور اگر مشتری کے پیچھے تولا تو بعضون نے کہا کہ قابض ہوجائیگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور بزازیہ مین ہے کہ اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیزون مین جب مشتری اپنا برتن بائع کو دیدے اور بائع اسکو ناپ یا تول کر ڈالدے تو یہی حکم ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اسپر قابض ہوگا اور نہ اسکا خریدار شمار ہوگا خواہ اسکے سامنے تولا ہو یا اسکے پیچھے اور اسکو مالکون کی طرح اسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور فتویٰ دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہونیکے بعد مشتری نے حقیقۃً اسپر قبضہ کرلیا تو اب اس کا خریدار اور قابض دونون شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو بالاتفاق مشتری کا مال تلف ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے اور جبتک دوبارہ اسکو وزن نہ کرے تب تک مشتری کو اسمین تصرف کرنا حلال نہین ہے اور بعضون کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل یکدرم کو خریدا اور ایک شیشہ لاکر اسکے حوالہ کیا کہ اسمین میرے واسطے تول دے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس مین تولکر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اسمین سے تیل بہا اور اس نے باقی بھی تولا درحالیکہ شیشہ ٹوٹنے کی دونون کو خبر نہ تھی تو جسقدر تیل اُسنے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا وہ مشتری کا مال تلف ہوا اور اسکے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تولا وہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تولا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اسمین کچھ تیل باقی رہگیا اور بائع نے اسی مین اور تیل ڈالدیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اسکے مثل مشتری کیواسطے ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر مشتری نے ٹوٹا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونون کو اسکی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتری کے حکم سے اسمین تیل ڈالدیا تو سب مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتری نے شیشہ اپنے ہاتھ مین رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ وہی رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتون مین جو اول مذکور ہوئین مشتری کا مال تلف ہوا یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے گھی خریدا اور بائع کو برتن دیکر یہ حکم کیا کہ اسمین تولدے اور برتن مین ایک سوراخ تھا کہ اسکی خبر مشتری کو نہ تھی مگر بائع اسسے خبردار تھا پس گھی تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ لازم کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری جانتا تھا اور بائع نہین جانتا تھا یا دونون جانتے تھے تو مشتری تمام مبیع پر قابض ہوگا اور اسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور اسی کتاب مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک کر[1] گیہون کسی ڈھیری مین سے خریدے اور بائع سے کہا میرے تھیلے مین ناپکر ڈالدے

[1] کر بالضم ایک پیمانہ ہے جو بارہ وسق کا ہوتا ہے اور وسق ساٹھ صاع کا اور صاع تقریباً ساڑھے تین سیر ۱۲

اور تھیلا اسکے حوالے کردیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اسپر قابض ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور قدوری مین ہی کہ اگر گیہون مول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اسکو حکم دیا کہ گیہون اس مین ناپ کرڈالدے اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلا معین تھا تو ایسے معین تھیلے مین بائع کے ناپ دینے سے مشتری اسپر قابض ہوجائیگا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یون کہا کہ مجھے کوئی تھیلا مانگے دے اور اس مین ناپ کرڈالدے تو مشتری کے حاضر ہونے کی صورت مین قبضہ ہوگا اور غائب ہونے کی صورت مین قبضہ ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے کی صورت مین خواہ تھیلا معین ہو یا نہو دونون صورتون مین قبضہ ہوگا تاوقتیکہ مشتری تھیلے پر قبضہ کرکے پھر بائع کے سپرد نہ کرے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہی کہ مین نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن مین رکھدے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن مین ڈالی اور برتن ٹوٹ گیا اور مال تلف ہوگیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اسلیے کہ اس نے تولنے کے لیے اسمین ڈالا تھا تاکہ اسکی مقدار معلوم ہو مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہین ڈالا تھا اور اگر اُسے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے اپنے برتن مین تول کر مشتری کے برتن مین ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر تیل خریدا اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیجدینا اور راستہ مین شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیجدینا اور اسنے ایسا ہی کیا اور شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیجدینا اور اسنے اسیطرح بھیجا اور راستہ مین تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اسلیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونیکے ہی اور بائع کا غلام بمنزلہ بائع کے ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن مین میرے لیے اسقدر تول کر اپنے غلام کے ہاتھ میرے گھر بھیجدے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیجدے اور اسنے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ مین ٹوٹ گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا اور مشتری کا مال تلف ہوگا تاوقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دیدیجیو یا میرے غلام کو دیدیجیو کیونکہ جب اُسنے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کیطرف سے بھیجنے کا وکیل ہوگیا پس جب اسکے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا پس مشتری کا مال تلف ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیجدے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کرکے اسکے بیٹے کے پاس بھیجدیا تو یہ قبضہ نہین ہی اور اجرت بائع کے ذمہ ہوگی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کرکے بھیجدیجیو تو اُس مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہی بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کرکے حوالے کیا تھا اور اگر اُسنے مزدور کو مقرر کرنے اور اسکے حوالے کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر ہوگا[1] یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی

[1] قولہ معتبر ہوگا واضح ہو کہ مدعی مدعا علیہ مین ایک کے ذمہ گواہ لانا اور اثبات ہے اور دوسرے کے قول کی سماعت ہے سو یہان فرمایا کہ قول مشتری کا ہوگا یہ مراد نہین ہے کہ بائع کا گواہ یا کوئی ثبوت معتبر نہ ہوگا بلکہ اگر بائع گواہ قائم کرے تو اُس کے موافق قاضی حکم کرے گا بمقابلہ مشتری کے قول کا اعتبار نہ ہوگا اگر بائع گواہ نہ لادے تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہے ۱۲ منہ

مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ اگر ایک دہینڈی کسی وہی جانے والے سے بازار مین خریدی اور اُسکو اپنی دُکان پہونچانیکا حکم کیا اور وہ راستہ مین گر کر تلف ہوگئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور اگر بھوسہ یا لکڑی کا گٹھ شہر مین خریدا تو بائع کے ذمہ ہی کہ مشتری کے گھر مین پہونچاوے اور اگر راستہ مین تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے ایک گاے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر ہانک لیجا اور مین تیرے پیچھے پیچھے تیرے گھر آتا ہون وہان سے اپنے گھر لیجاؤنگا پھر وہ گاے بائع کے پاس مرگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ مین نے گاے سپرد کردی تھی تو اس باب مین قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہوگا۔ کسی نے ایک بیمار جانور مول لیا جو بائع کے اصطبل مین تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو یہین رہیگا اور اگر مر جائیگا تو میرا مال تلف ہوگا اور وہ جانور مر گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا نہ مشتری کا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس تھی تاکہ مشتری سے پورے دام لیکر اُسکے حوالے کرے اور باندی اُسکے پاس ضائع ہوگئی تو بائع کا مال گیا۔ اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے ثمن پر قبضہ کرکے بائع کی نادانستگی مین باندی مشتری کے حوالے کردی تو بائع کو اختیار ہی کہ اس باندی کو پھیر لے اور جب اسکو پھیر لیا تو اختیار ہی کہ اُس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر اس صورت مین کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی وجہ سے نہ پھر سکے تو درمیانی عادل آدمی اُسکی قیمت کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے کہا کہ مین تجھپر اعتبار نہین کرتا ہون تو کپڑا فلانے شخص کے حوالے کردے اور جبتک مین تجھے دام نہ دون کپڑا اسی کے پاس رہے بائع نے اُسکے حوالے کردیا اور اُسکے پاس کپڑا تلف ہوگیا تو بائع کا مال تلف ہوا اسلیے کہ جسکو کپڑا دیا گیا تھا اُسنے بائع کیواسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اُسکا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ بائع نے اگر مبیع ایسے شخص کے حوالے کی جو مشتری کے عیال مین سے تھا تو مشتری اُسپر قابض نہ شمار ہوگا حتی کہ اگر وہ چیز تلف ہوگئی تو بیع فسخ ہوجائیگی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کرکے بائع سے کہا کہ مین نے اسکو باقی دام مین تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہین ہی کذا فی فتاوی قاضیخان اگر مبیع بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اُسکو ضائع کردیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا کردیا تو مشتری کے قبضہ کرنیمین شمار ہوگا اسیطرح اگر بائع نے کوئی ایسا فعل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر مشتری نے اُسکو آزاد یا مدبر کردیا یا یہ اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ[1] کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر ایک باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُسکے پیٹ مین جو کچھ تھا آزاد کردیا تو یہ قبضہ نہوگا اسلیے کہ احتمال ہی کہ اسکا آزاد کرنا صحیح نہو یس وہ تلف کرنیوالا نہ ٹھہریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع کو اُسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو یہ مشتری کے قبضہ کے مانند نہین ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی تفریدہ مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے مبیع مین کسی نے کچھ جنایت کردی اور مشتری نے اُس شخص مجرم کا دامنگیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسف کے

[1] سوائے اقرار ام ولد ہونے کے آزاد یا ام ولد کیا ۱۲

نزدیک صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قابض ہو جائیگا اور امام محمدؒ اسمین خلاف کرتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر مبیع کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کر دیا تو یہ مبیع کا اختیار کرنا ہی اور بائع کو اختیار حاصل ہی کہ قاتل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہیگی پھر جب مشتری ثمن ادا کریگا تو بائع قیمت قاتل کو پھیر دیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر مشتری نے بائع کو گیہون کے پیسنے کا حکم دیا اور اُسنے پیسے تو مشتری قابض ہو گیا اور آٹا مشتری کا ہو گا یہ بحرالرائق مین لکھا ہی- اگر مشتری نے مبیع بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اسکو مانگے دی یا اُجرت پر دی تو مشتری قابض شمار نہو گا اور اُجرت واجب نہو گی اور اگر مشتری نے کسی غیر کے پاس اسکو ودیعت رکھا یا مستعار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُسکے سپرد کرے تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کہدے کہ میرا یہ کام کرے اور بائع نے اسکو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قابض ہو گیا یہ محیط مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلانے شخص کو ہبہ کر دے اور بائع نے اُسکی فرمانبرداری کر کے جس شخص کیواسطے اُسنے حکم کیا تھا سپرد کر دیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قابض ہو جائیگا اور اسیطرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوے غلام کو کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کر دیا تھا یا نہین اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قابض ہو گا پھر اپنی طرف سے قابض ہو گا اور جو اُجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے ملیگی اگر وہ جنس ثمن سے ہی تو ثمن مین محسوب ہو جائیگی اور اسیطرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اسکی اجازت دیدی تو جائز ہی اور مشتری قابض ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کر دے اور بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی- اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع مین ایسا فعل کرنیکا حکم دیا جس سے اسمین کچھ نقصان نہین آتا ہی جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اجرت پر یہ کام لیا یا بلا اُجرت تو مشتری قابض نہو گا اور دھونیکے یا جس کام لیا ہی اُسپر اُجرت دینی واجب ہو گی اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُسمین کچھ نقصان آتا ہی تو مشتری قابض ہو جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سر مونڈنے یا مونچھین کترنے یا ناخن ترانشنے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا تو قابض نہو گا اور اُجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کامون مین سے کسی سے اسمین کچھ نقصان آتا ہی تو قابض ہو جائیگا اور اگر بائع کو اسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہین ہی اسلیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر دیا یا اُسپر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہی کہ اسکی طرف سے قبضہ نہو گا اور اگر بائع کے پاس ہونیکے زمانہ مین اسکے شوہر نے اُس سے وطی کی تو سب کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائیگا یہ حاوی مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اسکا نکاح کر دیا اور اسکے شوہر نے اسکا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شیخ نے فرمایا کہ سزاوار اس صورت مین یہ ہی کہ مشتری

؎ قولہ واجب ہو گی اسی طرح موجودہ نسخون مین موجود ہی ولیکن غور طلب ہی کیونکہ چاہیے تھا واجب نہونا چاہیے ۱۲ م

کا عوض شمار ہو جیسے وطی کرنے سے مشتری کا قبض شمار ہوتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے باندی مول لی اور قبضہ سے پہلے اُسکا نکاح کر دیا اور شوہر کے وطی کرنے سے پہلے وہ مر گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کا مال تلف ہوگا اور مہر شوہر کے ذمہ ہے اور وہ مشتری کو ملیگا اور اُسمین سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہوگا یعنی اُسکا ثمن مہر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو حصہ مہر کے حصے مین پڑیگا وہ اسپر لازم ہوگا اور جسقدر بیچ رہے اُسکو صدقہ کر دیگا اگر مہر مین زیادتی ہووے اور مہر اس حکم مین بمنزلہ فرزند کے ہے[1]- اور بھی منتقی مین اسی مقام مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلے مول لیا اور ہنوز دونون نے قبضہ نہین کیا تھا کہ اسی اثنا مین باندی کے مول لینے والے نے سو درم کے مہر پر کسی سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ غلام اپنے بائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنیسے پہلے مر گیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائیگا اور باندی اُسی کے پاس پھر جائیگی جسکی تھی اور اسکا مہر بھی اُسی کو ملیگا اور اگر باندی مین کوئی نقصان آگیا ہو تو اُس باندی کا مالک مشتری سے لیگا اور یہ مسئلہ منتقی مین دوسری جگہ بھی مذکور ہے وہان اُسپر کچھ زیادتی کرکے یون لکھا ہے کہ کسی شخص نے کسی سے ایک باندی غلام کے عوض خریدی اور باندی خریدنیوالے نے قبضہ سے پہلے کسی شخص سے سو درم پر اُسکا نکاح کر دیا اور باندی کی قیمت نکاح سے پہلے دو ہزار درم تھی اور نکاح کی وجہ سے پانسو درم کم ہوگئے اور اسکے شوہر نے بائع کے پاس ہونیکے زمانہ مین اُس سے وطی کی پھر غلام اسکے مشتری کو سپرد کرنیسے پہلے مر گیا تو باندی کا مہر اُس کے بائع کو ملے گا اور اسکو اختیار ہو کہ چاہے باندی کو اسی نقصان کے ساتھ لے لے اور اس صورت مین اسکے سوا اور کچھ اُس کو نہ ملیگا اور اگر چاہے تو مشتری سے اُسکی وہ قیمت لے جو اُس روز تھی کہ جس روز اسکے شوہر نے اسکے ساتھ وطی کی اور اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے بائع کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا اور اُسنے اسکے ساتھ وطی کی پھر غلام اسکے مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے مر گیا تو باندی کا بیچنے والا کہ جس سے نکاح بھی ہوا ہے اگر چاہے تو باندی اسکے مشتری کے سپرد کرے اور اُس سے وہ قیمت لے لے جو اُس روز اسکی قیمت تھی جس روز اسنے بحکم نکاح اس سے وطی کی تھی اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور مشتری سے باندی پھیر لے اور نکاح ٹوٹ جائیگا اور مہر باطل ہو جائیگا اور بیع کے توڑنے یا اسیطرح چھوڑ دینے کا اختیار باندی کے بیچنے والے کو ہے اور اسکے مول لینے والے کو نہین ہے اور اسی کے توڑنے سے بیع ٹوٹ جائیگی اگرچہ[2] قاضی نے اُسکو نہ توڑا ہو اور اگر صورت مسئلہ کی اس طرح واقع ہوئی کہ مشتری نے بائع کی اجازت سے باندی پر قبضہ کرکے پھر بائع کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہے اور مشتری اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور باندی مشتری کو حوالہ کی جائیگی اور مہر بائع پر واجب ہوا اور نکاح صحیح ہے اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اسپر قبضہ کیا اور پھر بائع سے ملا اور اسکے ساتھ باندی کا نکاح کر دیا خواہ بائع کو اُسکے قبضہ کر لینے کی خبر ہو یا نہو تو یہ بات بائع کی

---

[1] قولہ بمنزلہ فرزند کے ہے واضح ہو کہ مبیع مین زیادت ہو جانے کی صورت مین سب ثمن مبیع مع زیادت متولدہ کے عوض قرار دیا جاتا ہے پس جب قبضہ پایا گیا تو مشتری پر بعد تمامیت بیع کے ثمن سے بقدر حصہ مہر کے جو بمنزلہ ولد کے ہے جو اسکے ہاتھ آیا ہے واجب ہوگا پس ثمن دونون پر تقسیم کرکے جو مہر کے حصے مین پڑے وہ واجب ہے اسکو صدقہ کر دے کہ حاصل بلا عوض ہوا ۱۲

[2] اگرچہ قاضی الی آخرہ مراد یہ ہے کہ اگرچہ قاضی کے پاس پیش کرکے فسخ عقد نہ کرایا گیا ہو ۱۲

طرف سے مشتری کو سپرد کر دینے مین شمار نہین ہی اسلیے کہ قبضہ سے پہلے بھی مشتری کو باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہے ہان اگر بائع نے اسکے بعد بھی بحکم نکاح مشتری کے قبضہ مین اُس سے وطی کی تو یہ امر بائع کی طرف سے باندی کے سپرد کرنے مین شمار ہوگا اور اس صورت مین اگر غلام سپرد کرنے سے پہلے مر گیا تو بائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی

تیسری فصل - بلا اجازت بائع کی مبیع پر قبضہ کرنے کے بیان مین - اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُس سے پھیر لے اور مشتری کا بائع اور مبیع کے درمیان سے روک ٹوک دور کر دینا بائع کے قابض ہونے مین شمار نہو گا تاوقتیکہ حقیقۃً اُسپر قبضہ کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی **ف** یعنی قبضہ سے یہان مراد حقیقۃً قبضہ ہی اور قبضہ کرنیکی قدرت اور تخلیہ یا ارتفاع موانع سے قبضہ کا حکم ثابت نہو گا - اور اگر مشتری نے مبیع مین اسطرح کا تصرف کیا جو ٹوٹ سکتا ہی جیسے بیع یا ہبہ یا رہن کیا یا اُجرت یا صدقہ مین دیدیا تو تصرف توڑ دیا جاویگا اور اگر ایسا تصرف ہی جو فسخ نہین ہو سکتا جیسے آزاد کرنا یا ام ولد بنانا یا مدبر کر دینا تو بائع کو اپنے قبضہ مین واپس لینے کا اختیار نہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر مشتری نے بائع کو ثمن دیدیا اور بائع کو معلوم ہوا کہ وہ سب درہم زیوف یا ستوق تھے یا سب کا کوئی حقدار نکلا یا اُنمین سے تھوڑے ایسے تھے تو بائع کو اختیار رہوگا کہ مبیع روک لے اور اگر مشتری نے اسطرح کے درم ادا کرنے کے بعد بلا اجازت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اُسکے قبضہ کو باطل کر دے اور اگر مشتری نے اسمین ایسا تصرف کر لیا ہی کہ جو ٹوٹ سکتا ہی تو اُسکو توڑے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا تو اس بات کو دیکھینگے کہ اگر درہم زیوف یا نبہرہ تھے تو تینون اماموں کے نزدیک اسکو پھیر نیکا اختیار نہو گا اور اگر ستوق یا رانگ کے تھے یا کسی لعد کا حق ثابت ہو کر اُس سے لے لیے گئے تو اُسکو پھیر نیکا اختیار ہی لیکن اگر مشتری نے اسمین کچھ تصرف کر لیا تو بائع کو اختیار رہیگا خواہ وہ تصرف ٹوٹ سکتا ہو یا نہ ٹوٹ سکتا ہو کذا فی البدائع اور اگر بائع نے کوئی اس قسم کا نقصان ثمن مین نہ دیکھا اور مشتری نے غلام کو اجارہ پر دیکر یا بیع یا رہن کر کے دوسرے کے سپرد بھی کر دیا پھر بائع کو ثمن مین کوئی نقصان جو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا تو سب تصرف مشتری کے غلام مین جائز رہے اور بائع اُسکے واپس لینے کی قدرت نہین رکھتا اور نہ اُسکو غلام پھیر لینے کی کوئی راہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک جوڑ کیواڑ یا موزے یا جوتے کا خریدا اور جوڑے مین سے ایک پر بلا اجازت بائع کے قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہو گا انتہی پس اُنھون نے ایک کے قبضہ کرنیکو دوسرے کا قبضہ نہ گردانا پھر امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ اُس ایک کا جسپر مشتری نے قبضہ کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے لے اور چاہے واپس کرے انتہی پس امام نے حق خیار مین اُن دونونکو مثل ایک چیز کے شمار کیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر قابض ہونے سے پہلے مشتری نے جوڑے مین سے کسی ایک مین کوئی عیب پیدا کر دیا تو دونون پر قابض ہو گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر ان دونون مین سے ایک پر قبضہ کر کے ضایع یا عیب دار کر دیا تو دوسرے پر بھی قابض ہو گیا یہانتک کہ اگر بائع کے

دونا

روکنے اور منع کرنے سے پہلے انمین کا دوسرا بائع کے پاس تلف ہوجائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اگر بائع کے روکنے کے بعد تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہوگا حتی کہ ثمن مین سے اُسیقدر حصہ ساقط ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اُن دونونمین سے کسی ایک مین مشتری کے حکم سے بائع نے کچھ نقصان کردیا تو مشتری دونونپر قابض ہوگیا یہانتک کہ اسکے بعد اگر وہ دونون تلف ہوجاوین تو مشتری کا مال تلف ہوگا اور اس صورت مین اگر بائع دونونکو یا ایک کو روکے تو جو تلف ہو اُسکی قیمت بائع پر واجب ہوگی اور اگر بائع نے اُن دونون مین سے ایک پر قبضہ کرنیکی مشتری کو اجازت دی تو وہ دونونپر قبضہ کی اجازت ہی یہانتک کہ اگر دونونپر قبضہ کیا پھر بائع نے ایک کو پھیر کر ثمن کیواسطے روکا تو غاصب شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی امام محمد رح نے جامع مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی کسی سے ہزار درم کو خریدی اور اُسکے دام نہین دیے اور بلا اجازت بائع کے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسنے کسی اور شخص کے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور دونون نے باہم مبیع اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور پہلا مشتری غائب ہوگیا اور پہلا بائع موجود ہی اُسنے دوسرے مشتری سے باندی کے پھیر لینے کا ارادہ کیا پس اگر دوسرے مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بات یہی ہی جو یہ بائع کہتا ہی تو بائع اول کو اُسکے پھیر لینے کا اختیار ہوگا اور جب اُسکو پھیر لیگا تو دوسری بیع باطل ہوجائیگی اور اگر دوسرے مشتری نے پہلے بائع کے قول کی تکذیب کی یا کہا کہ مین نہین جانتا کہ سچ کہتا ہی یا جھوٹ کہتا ہی تو جبتک وہ غائب شخص حاضر نہو تب تک مقدمہ[1] قائم نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور جب مشتری غائب حاضر ہوا اور اُسنے پہلے بائع کے قول کی تصدیق کی تو یہ تصدیق دوسرے مشتری کے حق مین[2] ضرور نہوگی اور اگر تکذیب کی تو بائع اول سے کہا جائیگا کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے پس اگر اُسنے مشتری اول اور ثانی کے سامنے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو بائع اول کو دلادیگا اور دوسری بیع ٹوٹ جائیگی لیکن اگر اُسکے دلادینے سے پہلے مشتری اول نے بائع اول کو اسکے دام دیدئے تو اس صورت مین قاضی بائع اول کو واپس نہ دلائے گا اور اگر مشتری اول نے دام اُسوقت ادا کیے کہ جب بائع اول باندی پر قبضہ کرچکا ہی تو اُسوقت باندی مشتری اول کے حوالے کیجادیگی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اول کو ملیگی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ قیمت بائع اول کے پاس تلف ہوجاے تو دونون بیع ٹوٹ جائینگی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جسقدر ثمن دیا ہی پھیر لیگا جیسے کہ اُس صورت مین پھیر لیتا کہ جب باندی بائع اول کے پاس پھر جانے کے بعد ہلاک ہوجاتی اور اگر بائع اول کے پاس قیمت تلف نہین ہوئی یہانتک کہ مشتری اول نے اُسکو ثمن ادا کردیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لیگا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی جیسا کہ ایسی صورت مین باندی کی زندگی مین باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ ثمن پھیر لیگا جو اُسنے ادا کیا ہی

---

[1] یعنی یہ مشتری مدعا علیہ نہوگا اور اگر چاہو یون ترجمہ کرو کہ اُن دونونمین کوئی خصومت نہین ہی یہانتک کہ وہ غائب حاضر ہو یعنے غائب مشتری اور اول بائع مین خصومت ہوگی ۱۲ منہ [2] یعنے اُسکے حق مین تصدیق نہ کیا جائیگا ۱۲

اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جنس ثمن سے نہین ہی تو یہ اُسمین سے کچھ صدقہ کرے اور اگر جنس ثمن سے ہی اور اُس مین ثمن پر کچھ زیادتی ہی تو زیادتی کو صدقہ کر دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

چوتھی فصل - ایسے قبضہ کے بیان مین جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہی اور جو اسکے قائم مقام نہین ہوتا قاعدہ یہ ہی کہ جب کوئی شی کسی شخص کے قبضہ مین اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُسی سے اسکی بیع ٹھہر جاے تو یہ قبضہ بجاے قبضہ خرید کے قرار دیا جاویگا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہی جو خرید مین ہوتا ہی اسلیے کہ قبضہ خرید مین بھی وہ شی اپنی ذات سے ضمانت مین ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دونون قبضہ ایک جنس کے ہون جیسے دونون قبضہ امانت کے یا دونون ضمان کے ہون تو ایک دوسرے کے نائب ہو جائینگے اور اگر مختلف ہون تو وہ قبضہ ضمانت کا ہی وہ دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور دوسرا اسکا نائب نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی پس اگر کوئی چیز بطور غصب یا عقد فاسد کے کسی کے قبضہ مین ہو پھر اُسکے مالک سے اُسکا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہو جائیگا یہانتک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہونچنے یا اُسکے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہو جاے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر غصب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل نہوگی اور اسیطرح اگر بیع الصرف کی مجلس مین ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لیتے ہی اُسپر قابض ہو گیا اس لیے کہ اُسکے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُسکے قبضہ مین رہتی تو اُسکی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وہ چیز اُسکے قبضہ مین بطور عاریت یا ودیعت یا رہن کے ہو تو فقط عقد سے اُسپر قابض نہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جاکر اُسکے قبضہ پر قادر ہو جاے تو اُسپر قابض شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی اگر امانت یا عاریت کی صورتمین مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہو جاتا ہی پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ ثمن حاصل کرنیکی غرض سے مبیع کو روکے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر بائع نے اُسپر مشتری کا قبضہ ہونچنے سے پہلے اُسکے گھر مین سے جہان ودیعت رکھی ہوئی ہی لے لی تو اُسکو روکنے کا اختیار ہی اور اگر مبیع دونوںکے سامنے موجود تھی اور بائع نے اُسکو بیچا تو بائع کو اُسکے روکنے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر اُسی غلام کو اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ بیچڈالا تو جائز ہی اور اگر غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہو گیا تو باپ کا مال ضائع ہوا اسلیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اُسپر قائم ہی مگر وہ قبضہ امانت کا ہی اسلیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب نہوگا **ف** یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہی کیونکہ باپ اُسکا ولی ہی اور باپ کا قبضہ اُسپر قائم ہی تو شبہہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اُسپر قبضہ ہو جائیگا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ اُسپر قبضۂ امانت ہی اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہین ہوتا اسلیے تا وقتیکہ وہ واپس نہو قبضہ نہوگا - اور اگر غلام لوٹ آیا اور باپ اُسکے قبضہ پر قادر ہو گیا تو بیٹا قابض شمار ہوگا اسلیے کہ باپ اُسکا ولی ہی اور اگر بیٹے کے بالغ ہونیکے بعد غلام واپس ہوا تو باپ قابض نہوگا اور بیٹا بذات خود قبضہ کریگا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے

مول لیا پھر بیٹا بالغ ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اُسیطرح حاصل ہوگا جیسے تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر چاندی کی ابریق[1] کسی سے سو دینار کو مول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کر لیا اور دینار ادا نہین کیے یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے اور چونکہ اُسی مجلس مین ایک بدل پر قبضہ نہین ہوا تھا بیع الصرف باطل ہوگئی تو مشتری پر واجب ہوگا کہ ابریق بائع کو پھیر دے اگر وہ ابریق مشتری نے اپنے گھر مین رکھ لی اور بائع کو واپس کی اور پھر بائع سے ملاقات کی اور دوبارہ دیناروں سے بیع کر کے اُس ابریق کے عوض دیناروں کو ادا کر دیا پھر دونون جدا ہوگئے تو بیع جائز ہوگی اور صرف ابریق کے خریدنے ہی سے اُسپر قابض ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کوئی غلام مول لیا اور اُسپر قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا پھر دونون نے اقالہ کر لیا پھر دوبارہ ایسے حال مین خریدا کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید صحیح ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہین ہی اور دوسری بار خرید مین صرف خریدنے سے اُسپر قابض نہوگا یہانتک کہ اگر اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہو گیا تو اُسکا مرنا عقد اول مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہو جائینگی اور فقط خرید سے قابض نہونا اسواسطے ہی کہ اقالہ کے بعد مبیع اُسکے پاس مضمون بالغیر ہی یعنی ثمن اول کے عوض ضمانت مین ہی اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت مین ہی پس اسکا قبضہ شے مرہون کے قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اسیطرح اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کی جنس سے نہو تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض مول لیا اور ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر کے اپنے گھر مین رکھا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے جسکا اقالہ کیا تھا اُسکو دوبارہ خرید لیا یہانتک کہ خرید جائز ہوگئی تو مشتری صرف خریدنے سے اُسپر قابض ہو جائیگا یہانتک کہ اگر اُسکی دست رسی سے پہلے وہ ہلاک ہو جاے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہوگا اور اقالہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی مبیع بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت مین تھے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُنھون نے اقالہ ایسے حال مین کیا ہو کہ غلام اور باندی دونون زندہ موجود ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونونکے باہمی قبضہ کر لینے کے بعد غلام ہلاک ہو گیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور غلام کے خریدار پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر اسی صورت مین اُس شخص نے جسکے قبضہ مین باندی ہی باندی کے پھیرنے سے پہلے اُسکے بائع سے دوبارہ مول لی اور باندی اُن دونون کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے از سر نو قبضہ ہونے سے وہ باندی مر گئی تو اُسکا مرنا پہلی خرید مین شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونون باطل ہو جائینگی اسلیے کہ باندی غلام کے ہلاک ہونیکے بعد مشتری کے پاس اسطرح قبضہ مین تھی کہ ضمان مین اُسکے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کا قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہین ہوتا ہی اور اگر اقالہ کے بعد وہ دونون قائم تھے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اُسکے پاس تھی دوسرے سے بعوض درہمون کے مول لی پھر دونون ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہوگئے تو اُنمین سے ہر ایک اپنے خریدار کا مال گیا اسلیے کہ اُن دونون مین سے ہر ایک اس طرح

[1] ابریق بمعنی چھاگل جسکو فارسی مین آبریز کہتے ہین ۱۲

قبضہ مین ہو کہ اُسکی ضمان مین وہی چیز واجب ہوتی ہو اسیواسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خریدنے سے پہلے انمین سے کوئی ہلاک ہوجاے تو اُسکی قیمت واجب ہوگی **ف** خلاصہ وجہ یہ ہو کہ اس صورت مین نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہو کیونکہ پہلا قبضہ جنس خرید کے قبضہ سے ہو۔اگر کوئی باندی بعوض درہمون کے اس شرط سے مول لی کہ مشتری کو تین دن تک اُسکا اختیار ہو اور بیع اور ثمن پر باہم دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے خیار شرط کے حکم سے بیع فسخ کردی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہانتک کہ دوبارہ اُس سے مول لی تو صحیح ہے اور اس صورت مین چاہیے کہ بائع کے قبضہ مین آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اُس باندی کو مول لے تو بیع صحیح ہوجاے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ مین آنے سے پہلے ہلاک ہو تو دوسری خرید باطل ہوجائیگی ورنہ پہلی خرید مین ہلاک ہوگی اسلیے کہ خیار شرطی کی صورت مین بیع کے فسخ ہونیکے بعد مبیع پر قبضہ اسطرح ہوتا ہو کہ مشتری پر اُسکے ضمان مین دوسری چیز واجب ہوتی ہو اور وہ ثمن ہو اور اگر اسی صورت مین خیار بائع کیواسطے ہو تو دوسری خرید صحیح ہوگی اور اگر باندی ہلاک ہو تو اُس کی ہلاکت دوسری خرید مین شمار ہوگی اور اگر خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جاوے تو جو حکم مشتری کے خیار شرط کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت مین تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔اس قسم کے مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ ہر ایسے مقام پر جہان مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان مین کسی ایسے سبب سے فسخ ہوجاے کہ وہ ہر طرح سے سب آدمیون کے حق مین فسخ ہو یعنی اقالہ کی صورت نہو پھر بائع اُسکو اپنے قبضہ مین لینے سے پہلے خواہ اُسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی اور جس مقام مین کسی ایسے سبب سے بیع فسخ ہو کہ بائع اور مشتری کے حق مین فسخ شمار ہو اور غیر دونکے حق مین عقد جدید ہوجاے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اُسکو اُسی پہلے مشتری کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح نہوگی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہو کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے جامع کی بیوع مین اسکی طرف اشارہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔کسی نے چاندی کی ابریق دوسرے سے چاندی کی ابریق کے عوض مول لی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دونون نے بیع فسخ کردی پھر جدا ہونے سے پہلے دونون نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہین کیا اور جدا ہوگئے تو دوسری بیع اور اقالہ دونون باطل ہوگئے اور پہلی بیع عود کریگی اسواسطے کہ بیع الصرف مین اقالہ کے بعد دونون بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ مین رہتے ہین یعنی ذاتی ضمانت پر مقبوض نہین ہوتے ہین۔کسی نے چاندی کی ابریق ایک دینار کے عوض خریدی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر اُسنے دینار مین کچھ زیادتی کردی تو اگر بائع نے اس زیادتی کرنیکی مجلس مین اُس زیادتی کو قبول کرلیا تو صحیح ہو اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی ابریق پر نیا قبضہ کرنیکی حاجت نہین ہو اور اگر زیادتی نہین کی لیکن ابریق کی بیع از سرنو کی جو بیع اول کے مقابلہ مین کمی یا زیادتی سے تھی تو دوبارہ ابریق اور ثمن ثانی پر قبضہ واجب ہوگا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع ٹوٹ جائیگی اور پہلی عود کریگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔

پانچوین فصل - مبیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور آمین نقصان و جنایت کر دینے کے بیان مین - نوادر ابن سماعہ مین امام محمدرح سے اسطرح مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک کر گیہون معین اور ایک کر جو کہ معین تھے خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اُن دونون کو ملا دیا تو امام محمد رحنے فرمایا ہی کہ اس ملے ہوے گیہون کی ایک کر کی قیمت اندازہ کیجاوے اور قبل ملانے اُسی گیہون کی ایک کر کی قیمت اندازہ کیجاوے پھر گیہون کا جو ثمن ٹھہرا ہی وہ اسپر تقسیم کیا جاوے اور مشتری سے بقدر نقصان ساقط کر دیا جاوے اور مشتری ایک کر اس مخلوط کا لے اور جَو کو اپنے ثمن سے لے لے - ایسے ہی اگر ایک رطل زنبق اور ایک رطل بنفشہ خریدا اور قبل قبضہ دینے کے بائع نے دونون کو ملا دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک رطل زنبق چنبیلی۱۲ اور سو رطل زیتون کا تیل بیچا اور زنبق کو روغن زیتون کے ساتھ ملا دیا تو زنبق کی بیع باطل ہو گئی اور زیتون کے تیل مین مشتری اگر چاہے تو سو رطل لے لے مگر اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی اگرچہ اس ملانے سے کچھ نقصان نہ ہوا ہو - اگر کسی شخص نے زیتون کے تیل کی مٹکی مین دس رطل تیل تولا پھر اُسکو کسی شخص نے اُس سے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو مٹکے کے تیل مین ڈالدیا تو مشتری کو اُسکے لینے یا نہ لینے کا اختیار رہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکو سو درم کو رہن کر دیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مر گیا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور مشتری انھین سے کہ جنکے پاس رہن رکھا یا اُجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہی کسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی لیکن اگر مشتری نے ان لوگون مین سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لینگے - اور اگر بائع نے غلام کو مستعار دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا ہبہ کر دیا اُسکے پاس غلام مر گیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اُسنے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جسکی مشقت سے وہ غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو بیع کو باقی رکھے اور جسکو مستعار دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا یا ہبہ کیا تھا اُس سے ضمان لے اور ضمان دینے والا بائع سے رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ جسکے پاس ودیعت رکھا ہی اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُسنے بلا حکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مر گیا مگر جسکو مستعار دیا ہی اُس سے قیمت کی ضمان نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط مین لکھا ہی - ایک شخص نے کسی سے ایک غلام ہزار درم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو آدھے دامون کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے پس اگر اُسنے بیع کا ترک کر دینا اختیار کیا تو تمام ثمن اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک اُسپر آدھے دام واجب ہونگے - اور اسیطرح اگر بائع نے اُسکو قبضہ سے پہلے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہی اگر چاہے تو پورے دامون کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کر دے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہی کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اُسپر پورا ثمن واجب ہوگا اور مشتری ہاتھ کاٹنے

والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت اُس سے لے لیگا اور جب اُسنے آدھی قیمت حاصل کی تو آدھے ثمن سے جسقدر زیادہ ہو اسکو صدقہ کردے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کردینا اختیار کیا تو بائع اسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامنگیر ہوکر آدھی قیمت لیگا اور آدھے ثمن سے جسقدر زائد ہوگا وہ بھی صدقہ کردیگا کیونکہ اصل جنایت اگرچہ بائع کی ملکیت مین نہین پائی گئی مگر انجام کار کے لحاظ سے یہی ہی کہ گویا اُسی کی ملکیت مین یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اُسپر قبضہ کرلیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مرگیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہوجاینگے اور آدھے دام اُسپر واجب ہون گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آیگا اسواسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہی کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہے اور اصل شی کی ملکیت کی تاکید کرتا ہو پس بائع کی خطا اور اُسکے اثر مین مشتری کی ملکیت طرف حائل ہوگئی تو اس اثر کرنیکی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کیجاویگی اسواسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی صدمہ سے مرگیا تو ہاتھ کاٹنے والا فقط ہاتھ کاٹنے کی ضمان دیگا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ مین لاکر اُسکو ثمن کیواسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت مین پوری ملکیت ثابت نہین کرتا ہی تو خطا اور اُسکے اثر مین کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہریگی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت اُسکی خطا کی طرف منسوب رہیگا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کرلیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مرگیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہوجاینگے اور اگر کسی اور سبب سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ اسکو کسی نے عمداً قتل کرڈالا تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق مشتری مختار ہی اگر بیع پوری کرنی اختیار کرے تو قصاص کا حق اُسکے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دینی اختیار کرے تو قصاص کا حق بائع کیواسطے ہوگا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اگر بیع اختیار کریگا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہی اور اگر بیع توڑ دی تو قصاص نہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملیگی اور امام محمد رح نے بحکم استحسان فرمایا کہ دونون صورتون مین قیمت ملیگی اور قصاص واجب نہوگا اور یہ فعل اُنکے نزدیک بمنزلہ قتل خطا کے ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُسکے قتل کرڈالنے کا حکم کیا اور اُسنے اسکو قتل کرڈالا تو مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے اور بائع کو اُسکے دام دیدے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا کچھ رجوع نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر اس صورت مذکورہ مین بجاے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی درزی سے کہا کہ میرے واسطے اسکی قمیص قطع کردے خواہ اُجرت سے یا بلا اُجرت تو مشتری درزی سے ضمان نہین لے سکتا ولیکن بائع سے قیمت لے لیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُسکے ذبح کرنیکا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُسکے

فروخت ہو جانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہی لیکن اس صورت مین اگر مشتری نے اُس سے ضمان لے لی تو وہ بائع سے کچھ نہین لے سکتا اور اگر ذبح کرنے والا اُسکے فروخت ہونیکو نہین جانتا تھا تو مشتری اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کسی کو اپنی ایک بکری ذبح کرنے کا حکم کیا پھر ذبح ہونے سے پہلے اُس بکری کو بیچ ڈالا پھر بعد فروخت ہونے کے جسکو ذبح کرنے پر مامور کیا تھا اُسنے ذبح کر ڈالی تو مشتری ذبح کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہی اور یہ ذبح کرنے والا اپنے حکم کرنیوالے سے کچھ نہین لے سکتا ہی اگرچہ اُسکو بیع کی خبر نہوئی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور غلام کے ہاتھ کاٹنے کا جو مسئلہ مذکور ہی اس صورتمین اگر خود مشتری نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو وہ غلام پر قابض ہو جائیگا پس اگر بائع کے مشتری کو دینے سے منع کرنے سے پہلے وہ غلام بائع کے پاس اس ہاتھ کاٹنے یا اور کسی سبب سے ہلاک ہوا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر بائع نے اُسکو روکا تھا پھر ہاتھ کٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا تو بھی مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ہاتھ کٹنے کے سوا اور وجہ سے مرا تو مشتری پر آدھے دام واجب ہونگے۔ اور اگر بائع نے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پاؤن کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو وہ غلام مشتری کو آدھے دامونپر لازم ہوگا اور مشتری کو لینے و نہ لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے خود پہلے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا ایک پاؤن کاٹ ڈالا پھر وہان دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہو اگر چاہے تو تین چوتھائی دام دیکر اُسکو لے اور اگر نہ لینا چاہے تو اسپر آدھے دام واجب ہونگے اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ خود اُسکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے اُسکا پاؤن دوسری طرف سے کاٹ ڈالا پھر وہ اُن دونون زخمون سے اچھا ہو گیا تو بلا اختیار غلام مشتری کو لازم ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور بائع پر اس ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ثمن ادا کرنے کی صورت مین اگر بائع نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے اُسکا پاؤن کاٹا تو غلام مشتری کو آدھے دامون پر لازم ہی اور آدھے دام جو اُسنے دیے ہین بائع سے واپس لیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب غلام اُن دونون کے زخمون سے اچھا ہو گیا ہو اور اگر نہ اچھا ہوا اور دونون کے اثر سے مر گیا پس اگر بائع نے پہلے اسکا ہاتھ کاٹا تھا پھر مشتری نے اُسکا پاؤن کاٹا اور اُن دونون کی وجہ سے غلام بائع کے پاس مر گیا تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا تو کل ثمن کے تین آٹھوین[۱] حصہ پر مشتری کو غلام لازم ہوگا اسواسطے کہ بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا اور مشتری نے پاؤن کاٹ کر باقی آدھا تلف کر دیا اور چوتھائی غلام بچا ہوا دونون کے زخمون کے اثر سے تلف ہو گیا پس یہ چوتھائی دونون پر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا۔ اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کریگا کیونکہ اُسنے پہلے آدھا غلام تلف کر دیا ہی

---

[۱] قولہ تین آٹھوان یعنے آٹھ حصون مین سے تین حصہ ۱۲

اور آٹھوان حصہ غلام کی قیمت بھی لیگا کیونکہ مشتری کے قبضہ[1] کرنے کے بعد آٹھوان حصہ بائع کے زخم کے اثر سے تلف ہوا۔ اور اگر ایسے مسئلہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ مشتری نے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہین کیا ہی تو اُسپر ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ واجب ہونگے اور اگر ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور بائع پر تین آٹھوان حصہ قیمت کا لازم آئیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا کہ بائع نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوے ہاتھ کی طرف کا پاؤن کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس صدمہ سے مرگیا تو بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا پھر غور کیا جائیگا کہ مشتری کے ہاتھ یا پاؤن کاٹنے کی وجہ سے غلام مین کسقدر نقصان آیا ہی پس اگر باقی کے چار پانچوین حصہ کے قدر نقصان آیا ہی تو آدھے ثمن کا چار پانچوان حصہ مشتری پر واجب ہوگا اور باقی یعنے پانچوان حصہ دونون کے زخمون سے تلف ہوا تو اُسکا آدھا بھی مشتری پر واجب ہوگا پس مشتری کے ذمہ کل ثمن کے دس حصون مین کے ساڑھے چار حصہ واجب ہونگے اور بائع کے زخم اور اُسکے اثر کی وجہ سے دس حصون مین کے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگے یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے اول اُسکا ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے ملکر دوسری طرف سے اُسکا پاؤن کاٹا اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا تھا پھر غلام اس صدمہ سے مرگیا تو مشتری کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے تین حصہ اور ایک تہائی حصہ اُسکے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے واجب ہونگے اور مشتری اجنبی سے آٹھوان حصہ پورا اور ایک آٹھوین کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا اسواسطے کہ نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ثمن ساقط ہو گیا اور باقی کا نصف ان دونون کے زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ چوتھائی ثمن عائد ہوگا اور ایک چوتھائی جو باقی ہی وہ سب کے زخم کے اثر سے تلف ہوا پس ہر ایک کے ذمہ اُسکی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ مین ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکی چوتھائی اور اُس چوتھائی کا آدھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد چوبیس ہی ف مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہی کہ کل ثمن کے چوبیس حصہ کرکے مشتری دس حصہ ادا کرے اور چودہ حصہ ساقط ہو جائینگے اور مشتری اجنبی سے قیمت کے چوبیس حصون مین سے پانچ حصہ لیوے اور مشتری اس قیمت مین سے اگر اسقدر کے ثمن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اسلیے کہ یہ فائدہ اُسکی ملکیت اور ضمان مین حاصل ہوا ہی۔ اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے ملکر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُسکا پاؤن کاٹا اور غلام مرگیا تو مشتری کے ذمہ اُسکے زخم کرنیکی وجہ سے ثمن کی چوتھائی واجب ہوگی اور اُسکے زخم سے جان جلد نکلنے کی وجہ سے آٹھوین کی دو تہائی واجب ہوگی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے چوتھائی قیمت لیگا اور جان جاتے رہنے کی وجہ سے آٹھوین حصہ کی دو تہائی قیمت اُسکی مددگاری پر

[1] اگر کہا جاوے کہ وضع مسئلہ اس صورت مین ہی کہ بائع کے پاس اثر زخم سے تلف ہوا اور بیان فرمایا کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد تو مین جواب دیتا ہون کہ قبضہ سے مراد قبضہ حکمی ہی کیونکہ پاؤن کاٹ ڈالنے سے اُسکا قابض ہو گیا تھا ١٢ ف٢ یعنے پانچ سے چار حصہ ١٢

تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہے وہ مشتری کو ملیگا اسلیے کہ مشتری نے اجنبی کے زخم کے بعد جب خود پاؤن کاٹا تو اُسنے اجنبی کا دامنگیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے ملیگا اگر وہ چہارم ثمن سے زیادہ ہے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اسواسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلا ضمان چیز پر حاصل ہوا ہے اور اُسکے جان کے عوض جو کچھ لیگا اُسمین سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُسکی ضمانت مین حاصل ہوا ہے اسلیے کہ وہ اُسوقت حادث ہوا جب مبیع غلام مشتری کے ضمان مین داخل ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری اور اجنبی نے ملکر معاً اُسکا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُسکا پاؤن کاٹا اور ان سب کی وجہ سے غلام مرگیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر اُسنے بیع کو اختیار کیا تو اُسکے ذمہ ثمن کے آٹھ حصون مین سے پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور ثمن کے آٹھ حصونمین کے دو حصہ پورے اور ایک حصہ کی دو تہائی ساقط ہو جائیگی جو بمقابلہ بائع کے زخم اور اُسکے اثر کے ہے پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین حصہ کی دو تہائی لے لیگا اور زیادتی کو صدقہ نہ کریگا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو جسقدر اُسکے زخم اور اُسکے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ مین ثمن کا حصہ ہے یعنی دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی وہ اُسکو دینا لازم ہوگا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور بائع اجنبی سے قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کی دو تہائی لیگا اور اگر اسمین ثمن پر کچھ زیادتی ہوگی تو اُس زیادتی کو صدقہ کر دیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو شخصون سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دونون بیچنے والون مین سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُسکا پاؤن کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی اور ان سب صدمون سے غلام بائع کے قبضہ مین مرگیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوگا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا جو اُسکی مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے وہ آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہونگے اور وہ اُسکی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیر لیگا اور جو کچھ اسکو دینا پڑا ہے اگر اُس سے کچھ زیادہ ملے تو اسکو صدقہ کر دے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اسکو ملے وہ اسکے لیے حلال ہوگی۔ اگر دو شخصون نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُسکا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُسکا پاؤن کاٹا پھر بائع نے اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دی پھر غلام ان صدمون سے مرگیا پس اگر دونون مشتریون نے بیع توڑ دی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ واجب ہونگے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھوان اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لازم ہوگا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لیگا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھوان حصہ اور ایک آٹھوین کا چھٹا حصہ لے گا اور اگر دونون مشتریون نے بیع کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھوین حصہ اور ایک

آٹھوین کی تہائی واجب ہوگی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھوین حصہ اور آٹھوین کا چھٹا حصہ پھیریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو بکریان خریدین اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینگ مارا اور وہ مرگئی پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے چھوڑ دے اور اسیطرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جَو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جَو کھا گیا تو بھی گدھے کو اگر چاہے اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے کیونکہ سینگ[۱] والے جانورون کا فعل باطل ہوتا ہے تو گویا دوسری بکری آسمانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ اور اسیطرح اگر ایک غلام اور کھانا خریدا پھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا فعل معتبر ہوتا ہے پس مشتری پہلے کے فعل سے تلف ہونیوالی چیز کا قابض شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور ایسی صورت مین اگر ایک غلام اپنی موت سے مرگیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُسکے ثمن کے حصے کے عوض لے لے اور اگر دو چوپایے مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے اُن دونون مین سے ایک مرگیا تو باقی کو اگر مشتری چاہے تو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور جامع مین مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی اور لڑکے مین سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو باقی کو پورے ثمن کے عوض اگر مشتری چاہے تو لے لے اور اگر چاہے ترک کر دے اور اگر اُسنے لے لیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو پورے ثمن پر اُسکو واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پا لیا اسواسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین ہو اُسکا بائع ضامن ہے۔ اور اگر کسی قدر معین جَو کے عوض ایک گدھا بیچا اور بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ گدھا جَو کھا گیا تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع اپنا پورا ثمن پانے والا شمار[۲] نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور ولوالجیہ مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک باندی خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مشتری نے اُس سے وطی کی پھر بائع نے ثمن کیواسطے باندی کو روک لیا اور باندی اُسکے پاس مرگئی تو بالاتفاق مشتری پر عُقر واجب نہوگا یہی مختار ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔

چھٹی فصل اس بیان مین کہ دونون عقد کرنیوالونکو مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے مین کیا مؤنت برداشت کرنا لازم ہے۔ اصل یہ ہے کہ مطلق عقد اس بات کو چاہتا ہے کہ وقت عقد کے جسپر عقد ہوا ہے وہ شے جہان موجود تھی وہین سپرد کیجاوے اور یہ نہین چاہتا کہ جس جگہ عقد ہوا ہے وہان سپرد کیجاوے اور ہم لوگون کا ظاہ

[۱] دلیل متعلق مسئلہ اول ۱۲ م [۲] کیونکہ جانورون کا فعل معتبر نہین ہے ۱۲ م

مذہب یہی ہی یہانتک کہ اگر مشتری نے گیہون خریدے اور مشتری شہر مین موجود تھا اور گیہون سواد شہر مین تھے تو بائع پر انکا سواد شہر مین سپرد کرنا واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر گیہون بالیونکے اندر خریدے تو بائع پر اُن کو کٹواکر روندواکر ورنہ صاف کراکے مشتری کو دینا واجب ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور بھوسہ بائع کا ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر گیہون ناپ کے حساب سے خریدے تو اُنکا ناپنا بائع کے ذمہ ہی اور مشتری کے برتن مین بھردینا[1] بھی بائع کے ذمہ ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر کسی سقہ سے مشک مین پانی خریدا تو پانی کا بھردینا سقہ کے ذمہ ہی اور ایسے باب مین رواج معتبر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور جو مقداری چیزون کہ انکو بالمقطع[2] فروخت کیا جیسے چھوہارے یا انگور یا لہسن یا گاجر تو انکا اکھاڑنا اور کاٹنا مشتری کے ذمہ ہی اور مشتری صرف روک اُٹھا دینے سے قابض ہو جائیگا اور اگر ناپ یا تول لینے کی شرط کی تو اُسکا کاٹنا یا اکھاڑنا بائع کے ذمہ ہی مگر اس صورت مین کہ بائع خبر دے کہ یہ چیز وزن مین اسقدر ہی پس اس صورت مین یا مشتری اُسکی تصدیق کریگا تو وزن کرنے کی حاجت نہوگی یا تکذیب کرے گا تو خود تول لیگا اور صحیح اور مختار یہ ہی کہ وزن بالکل بائع پر ہی[3] یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر ایک کشتی مین سے گیہون خریدے تو کشتی سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی اور اگر کسی گھر مین سے خریدے تو دروازہ کھولنا بائع کے ذمہ اور گھر سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہی۔ اسیطرح اگر کچھ گیہون یا کپڑے جو تھیلے مین بھرے ہوے تھے بیچے اور تھیلے کو نہ بیچا تو تھیلے کھولنا بائع کے ذمہ اور تھیلے سے باہر نکالنا مشتری کے ذمہ ہے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزون کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزون سے ناپنے والے اور شمار کرنیوالیکی اُجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اور ثمن تولنے والے کی اُجرت مشتری پر ہی اور یہی قول مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور ثمن پرکھنے والے کی اُجرت بائع کے ذمہ ہی اگر مشتری ثمن کھرے ہونے کا دعوی کرے اور صحیح یہ ہی کہ ہر صورت مین یہ اُجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور یہی ظاہر روایت ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور پرکھنے والے کی اُجرت مشتری کے ذمہ ہونا اُسوقت تک ہی کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہی اور بعد قبضہ کرلینے کے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اسکو میرے گھر مین ادا کرے تو جائز ہی مگر امام محمد رح اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر کچھ لکڑیان کسی گانو مین خریدین اور خرید کے ساتھ ہی ملاکر کہا کہ اسکو میرے گھر پہونچادے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ایک گٹھا لکڑی کا خریدا تو بائع پر رواج کے موافق لازم ہی کہ اسکو مشتری کے گھر پہونچادے اور صلح النوازل مین محمد ابن سلمہ سے روایت ہی کہ جو چیزین چوپایون کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہین جیسے لکڑی یا کوئلہ تو ایسی چیزونکو اگر بائع مشتری کے

ف1 یعنی گون وغیرہ جس مین باندھ لادے ۱۲ ف2 بالمقطع مثلاً مولی یا گاجر کا کھیت پچاس روپیہ کو خرید لیا اور کچھ مقدار بیان نہوئی ۱۲ ف3 یعنی ہر صورت مین خواہ بائع خبر دے یا نہیں ۱۲ م

گھر پہونچا دینے سے انکار کرے تو وہ پہونچا دینے پر مجبور کیا جائیگا اسیطرح اگر چوپاے کی پشت پر لدے ہوے گیہون خریدے ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گیہون کی ڈھیری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو مشتری کے مکان مین پہونچادے تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے۔ اگر بکریون کی پشم ایک بچھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے بچھونا اُدھیڑنے سے انکار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسکے اُدھیڑنے مین کچھ ضرر ہو اور دوسری یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت مین اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہے اور دوسری صورت مین اسپر جبر کیا جائیگا لیکن اُسیقدر کہ جس سے مشتری دیکھ سکتا ہو پس اگر مشتری اُسکے لینے پر راضی ہو جاوے تو بائع تمام اُدھیڑنے پر مجبور کیا جائیگا یہ واقعات حسامیہ مین مذکور ہے اور نصاب مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوشتہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرا دینے کو کہا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ دو گواہوں کی گواہیان کرا دیوے یہی مختار ہے کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہے لیکن یہ حکم بائع کو اُسوقت کیا جائیگا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس[1] لاوے جنکو بیع پر گواہ کرے اور بائع کو گواہون کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ دیجائیگی یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کریگا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کے لیے ایک نوشتہ لکھکر اُسپر گواہی کرا دے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اسی طرح بائع قدیمی نوشتہ کو مشتری کے حوالے کر دینے پر بھی مجبور نہ کیا جائے گا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے ولیکن بائع کو حکم کیا جائیگا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تا کہ مشتری اُس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند رہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند رہے گا یہ فتاوی صغرے مین لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کہ جس سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفر رح نے ایسی باتون مین فرمایا کہ وہ مجبور کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے

پانچوان باب اُن چیزون کے بیان مین کہ جو بدون صریح ذکر کرنے کے بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین اور اس باب مین تین فصلین ہین

فصل اول دار وغیرہ کی بیع مین جو چیزین داخل ہوتی ہین اُنکے بیان مین ف واضح ہو کہ دار بمعنی گھر کے ہے جسکو فارسی مین سرا کہتے ہین اور وہ عربی محاورہ مین منزل اور بیت کو شامل ہو سکتا ہے اور منزل اُتنی جگہ کو کہتے ہین جسمین چند بیت ہون اور بیت ایسی عمارت کو بولتے ہین جسکی چہار دیواری اور چھت اور دروازہ ہو اور یہ محاورہ عرب کا ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ جسکے اوپر بھی ایک منزل ہے تو اوپر والی

[1] یعنے بائع نکلکر بلاد ۱۲ م [illegible] واضح ہو بنا اسکی دو قاعدہ پر ہے اول یہ کہ جو اسم مبیع کو عرفاً شامل ہو جیسے عمارت کہ گھر کو شامل ہے تو بغیر ذکر صریح داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرا اسیطرح مبیع سے متصل ہو کہ جو عادتاً اسطرح نہین بنائی جاتی ہے کہ آدمی اُسکو اُکھاڑ لے وہ بھی داخل ہو جاتی ہے ۱۲م

اُسکی ملک نہوئی مگر اُس صورت مین کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ مین نے ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہی خریدی یا کہا کہ اپنے مرافق یعنے نفع دینے والی چیزون کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل و کثیر کے ساتھ کہ جو اُسمین ہی یا اُس سے ہے خریدی تو داخل ہوجائیگی اور دار کی بیع مین بالاخانہ داخل ہو جاتا ہی اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ مثل اسکے ہین ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ بدون ذکر ہر حق واسکی مثل کے نیچے کا مکان داخل ہو جاتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک بیت خریدا تو اُسکا بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدا ہو تاوقتیکہ صریح طور پر بالاخانہ کا ذکر نہ آوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اُسپر بالاخانہ نہو تو اُسکو بنالینے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہی اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتون مین بالاخانہ داخل ہوجائیگا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اسلیے کہ ہمارے محاورہ مین ہر مسکن کو خانہ کہتے ہین خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سوائے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ محلسرا کہلاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی **ف** اُمید ہی کہ اُردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورہ عرب کے موافق علیحدہ علیحدہ حکم پر شامل نہو واللہ علیم۔ اور جناح دار بیع مین داخل ہو جاتا ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور ظلہ جو راستہ پر ہوتا ہی پس وہ بابطور چھتہ کے کہ جسکا ایک کنارہ اس مکان کی دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ دوسرے مکان کی دیوار پر وہ مکان سے باہر ستونون پر بنایا جاتا ہی گھر کی بیع مین داخل نہین ہوتا ہے مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدا جاوے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح کے نزدیک اگر اُس سائبان کی راہ اس دار کی طرف ہو تو بیع مین داخل ہو جائیگا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر اُسکی راہ مکان کی جانب ہو تو بیع مین داخل ہوجائیگا بشرطیکہ حقوق یا مرافق کا ذکر کیا ہو اور اگر اُسکی راہ مکان کی جانب نہین ہی تو داخل نہوگا اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اُسکی عمارت بیع مین داخل ہوجائیگی اگرچہ نام بنام نہ بیان کیجاے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدا تو اُسکا خاص راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر کے داخل نہوگی اور اگر اُسکو مع حقوق و مرافق خریدا تو داخل ہوجائیگی یہی اصح ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار مین سے خریدا تو اُسکا کوئی خاص راستہ اس دار مبیع منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اُسکو ہر حق و مرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل و کثیر کا لفظ کہے تو البتہ اُسکو راستہ ملیگا اور یہی حال پانی بہنے کی موری کا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک دار خریدا تو اُسکا خاص راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہوگا اور اگر دار بیچا اور اُسکے حقوق و مرافق کا ذکر کیا یا مع ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل ہی اور اُس سے خارج ہی فروخت کیا تو خاص راستہ داخل ہو جائے گا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہین ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر

صریح طور پر یا حقوق و مرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیع مین داخل نہوگا اور باقی دونون راستہ بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور اسیطرح پانی بہنے کی موری کا حق جو خاص ملک مین ہو یہی حکم ہے اور کسی ملکیت خاص مین برف[1] ڈالنے کا حق بھی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہین ہوتا مگر جبکہ صراحتہً ذکر کرے یا حقوق و مرافق مین شامل کر لیوے یہ محیط مین لکھا ہے - اور شرب یعنے سینچنے کا حق اور گزرگاہ کیواسطے ثمن مین سے ایک حصہ ہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے ایک دار مع گذرگاہ کے بیچا پھر گذرگاہ کے سوا اُس دار کا کوئی شخص مستحق ہوا تو ثمن دار اور گذرگاہ پر تقسیم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہے - اور جب خاص راستہ بیع مین داخل نہوا اور اُسکی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہین ہے تو مشتری کو بیع واپس کرنیکا اختیار ہے بشرطیکہ مشتری بیع کے وقت اس حال سے واقف نہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے - اور اگر بیت مین کوئی دروازہ رکھا ہوا ہے تو وہ بیت کی بیع مین بدون ذکر کے داخل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور لکڑی اور بھوسہ کہ جو بیت مین رکھا ہو بدون شرط کے بیع مین داخل نہین ہوتا ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے اگر بالاخانہ بنا ہوا ہو تو اُسکی بیع بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہین ہے تو جائز نہین ہے پھر پہلی صورت مین اُسکا خاص راستہ جو دار مین ہے بدون حقوق و مرافق ذکر کرنے کے بیع مین داخل نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور نیچے کے مکان کی چھت اُسکے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اُسکے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسیطرح اگر بالاخانہ گر پڑے تو مشتری کو پہونچتا ہے کہ اُسپر دوسرا بالاخانہ مثل پہلے بالاخانہ کے بنالے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر نیچے کا مکان بیچا گیا خواہ اُسکی عمارت بنی ہوئی ہو یا گر گئی ہو اُسکی بیع دونون صورتون[2] مین جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اور اگر کسی منزل کا بالاخانہ خریدا اور اُس سے راستہ کا استثنا کیا تو صحیح ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور اگر ایک دار بیچا اور حقوق و مرافق کا یا ہر قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو جو کچھ اُسمین ہے بیت اور منزلین اور بالاخانہ اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزین جو اُسکے حدود اربعہ کے اندر موجود ہین از قسم باورچیخانہ اور تنور اور پاخانہ وغیرہ سب بیع مین داخل ہو جائینگے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور دار کی بیع مین مطبخ اور اصطبل اور کنوان داخل ہو جاتا ہے خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دار مین سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزین بدون ذکر کے داخل نہ ہونگی اور یہ حکم اُسوقت تک ہے کہ جب اصطبل وغیرہ دار مبیعہ کے اندر داخل ہون اور اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہے ہو وین تو بدون ذکر کے داخل نہ ہونگی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کوئی بیت بیچا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہین کہ جسکی چھت ہو اور اسمین دروازہ لگا ہو پس اُسکی دیوارین اور چھت اور دروازہ داخل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور قریہ کا حکم دار کے مانند ہے پس اگر قریہ یا دار مین کوئی دروازہ یا گچ یا لکڑیان یا چکی ایسی رکھی ہوئی ہون تو اسمین سے کوئی چیز بیع مین داخل نہوگی اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا جاوے اور اسیطرح اگر دار کی بیع مین ہر قلیل و کثیر کہ جو اُس مین ہے یا اُس سے ہے ذکر کیا تو بھی ان چیزون سے جو مذکور ہوئین کوئی چیز بیع مین داخل نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے

[1] یعنی برف لے کر وہان جمع کرے ۱۲ [2] خواہ عمارت باقی ہو یا نہ ہو ۱۲ [3] گو ہر قلیل و کثیر کے ذکر مین داخل ہو گی ۱۲ منہ

اور اگر ایک دار بیچا کہ جسکا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اسکو اُسکے مالک نے بند کرکے اُسکا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دار کو مع حقوق کے بیچ ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے منجملہ منزل کے ایک بیت معین کو اُسکے حدود اور حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل مین جاوے اور منزل کا مالک اُسکو داخل ہونے سے منع کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل مین ہوکر بیان کردیا تھا تو اب اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر پہلے نہین بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہا کے نزدیک اُسکو منع کرنیکا اختیار نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرہ کا پاخانہ دوسرے حجرے مین تھا اور اُسکا راستہ اور سرا پہلے حجرہ مین ہی پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جسکے اندر پاخانہ ہی اور دروازہ نہین ہی فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا حجرہ کہ جسمین پاخانہ کا سرا ہی فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کیواسطے ایک نوشتہ لکھدیا تو ابوبکر بلخی رح نے فرمایا ہی کہ اگر پہلے نوشتہ مین اُسنے لکھا کہ اسکے مشتری نے اسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اسمین سے پاخانہ کا کہ جسکا دروازہ دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پاخانہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُس نے پاخانہ کا کہ جسکا دروازہ حجرہ مین ہی استثنا کرلیا ہی تو پہلے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پاخانہ اپنے حجرہ سے دور کرے یا اسکی راہ بند کرے اور دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن سے لے لے ورنہ ترک کردے بشرطیکہ اُس عورت نے بیع مین پاخانہ کی شرط کی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ابوبکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہین اور ایک کا پاخانہ دوسرے مین ہی اور اُسکا دروازہ دوسرے مین سے ہی پھر اُس نے وہ حجرہ کہ جسمین پاخانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اُسکے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کیواسطے بیعنامہ لکھدیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ مین یہ لکھا ہی کہ مشتری نے اُسکو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خریدا اور اُس سے اُس پاخانہ کا جو دوسرے حجرہ مین ہی استثنا نہ کیا تو پاخانہ جو دوسرے حجرہ مین ہی حجرہ ثانیہ کیواسطے اپنی حالت پر باقی رہیگا اور اگر پہلے نوشتہ مین اُس پاخانہ کا کہ جو پہلے حجرہ مین ہی استثنا مذکور نہین ہی تو دوسرے حجرہ کے خریدار کو اختیار ہی کہ پاخانہ اپنے حجرے سے دور کردے اور اگر دور نہ کیا تو اُسکو راہ بند کرنے کا اختیار ہی اور دوسرا مشتری مختار ہی کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لیوے ورنہ ترک کرے اگر اُس عورت نے اُسکے واسطے بیع مین پاخانہ کی شرط کی ہو یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی
ف یہ قول امام ابوبکر رحمہ اللہ کا حاوی مین ہی اور فتاوی قاضیخان سے بھی نقل کیا گیا مگر[1] وضع مین اختلاف ظاہر ہی اور نقل حاوی مین ایک نوع کا تامل ہی واللہ اعلم۔ ایک دار مین چند بیت ہین کہ جسمین سے بیضے سوین کرکے مع اپنے مرافق کے فروخت کردیے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اُٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہوا تو بائع کو اُسکے اُٹھانے کا اختیار نہین ہے اور اسیطرح اگر بعضے بیت اُسکے حقوق سے مع اپنے مرافق

[1] قولہ یا شاید واو ہو جسکے معنی اور کے ہین ۱۲ منہ

کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر بکے ہوے دار مین بائع کے دوسرے دار یعنی گھر کا جو اُسکے پہلو مین ہے کوئی راستہ یا پانی کی موری ہو اور بیع ہر حق کے ساتھ ہوئی ہو تو یہ راستہ اور موری مشتری کی ہوگی اور اُسکو روکنے کا اختیار رہوگا اور بکے ہوے دار کی بیرون سے دھنیان اُٹھالینے کا بھی بائع کو حکم کیا جائیگا اسیطرح تہ خانہ جو اُس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اُس صورتمین کہ بائع استثنا کرلے اور نہ استثنا کرنیمین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا دھنیان یا سرداب کسی اجنبی کا بطور واجبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب مین شمار ہوگا کیونکہ مشتری اُسکو منع نہین کرسکتا ہے[تتارخانیہ ۱۲] پس مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر رعایت کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہین ہے کیونکہ یہ لازمی حق نہین ہے اب اس صورتمین اگر بائع استثنا کا دعوی کرے تو اُسکا قول معتبر رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر ایک دار کہ جسمین بالاخانہ تھا فروخت کیا تو بالاخانہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بیع مین داخل ہو جائیگا اور اگر اُس دار سے باہر ہو تو داخل نہوگا اگرچہ اُسکا دروازہ دار مین ہو ایسا ہی فرمایا ہے ابو سلیمان رح نے۔ ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جسمین دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھر بیچنے پر راضی ہو گیا تو فقہاے کہا ہے کہ رقبہ موری کا اگر اسکا تھا تو اُسکو ثمن مین سے حصہ ملیگا اور اگر صرف پانی بہنے کا حق تھا تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اور جب وہ گھر کے بکنے پر راضی ہوا تو اسکا حق باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ اگر ایسا دار بیچا کہ جسمین کوئی عمارت نہ تھی اور اُسمین ایک پانیکا کنوان اور کنوئین مین کچھ پختہ اینٹین جگت مین اور دیگر چیزین کنوئین سے متصل ہین تو سب بیع مین داخل ہو جائینگی اور نوازل مین مذکور ہے کہ اگر ایسا گھر بیچا کہ جسمین کنوان تھا اور اُس کنوئین پر چرخ لگا ہوا تھا اور ڈول و رسی تھی پس اگر مع مرافق بیچا ہے تو رسی اور ڈول بیع مین داخل ہو جائیگا کیونکہ یہ دونون مرافق مین شمار ہین اور اگر مرافق کا ذکر نہ کیا تو دونون چیزین داخل نہونگی ولیکن چرخ ہر صورت مین داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ اس سے متصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دار کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق تبعیت دار کے بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز عمارت سے متصل نہو بدون ذکر کے داخل نہین ہوتی لیکن اگر ایسی چیزین ہین کہ لوگون مین یہ بات معروف ہے کہ اُنکے دے دینے مین بائع مشتری سے بخل نہین کیا کرتا ہے تو بلا ذکر بھی بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلق[1] بلا ذکر بیع مین داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور قفل دکان و دار و بیت کا بیع مین داخل نہین ہوتا ہے اگرچہ بیع کے وقت دروازہ مین قفل لگا ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور غلق کی کنجی بطور استحسان کے بیع مین داخل ہو جاتی ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور قفل کی کنجی بیع مین داخل نہین ہوتی ہے۔ یہ محیط مین لکھا ہے سیڑھیان اگر جڑی ہوئی ہون تو دار اور بیت کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین اور اگر جڑی ہوئی نہون تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ داخل نہین ہوتی ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور تخت وہی حکم رکھتے ہین جو سیڑھیون کا ہے یہ محیط مین

[1] کھٹکا کہ جس کے لگانے سے کواڑ بند ہو جاتے ہین ۱۲ م

لکھا ہی۔ اجار بیع دار مین داخل ہوتا ہی خواہ وہ نرکلون کا ہو یا پکی اینٹون کا کیونکہ وہ مرکب ہی اور اجار
اصل لغت مین چھت کو کہتے ہین مگر یہان اس سے مراد وہ سترہ ہی جو چھت کے اوپر بنا ہوا ہو اور بیت کی بیع (پردہ ۱۲)
مین مانند بالاخانہ کے یہ بھی داخل نہین ہوتا ہی یہ ظہیرہ مین لکھا ہی۔ تنور اگر گڑا ہوا ہی تو مکان کی بیع
مین داخل ہو جاتا ہی اور اگر گڑا نہین ہی تو داخل نہین ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ عیون مین مذکور ہی کہ اگر
کسی نے ایک دار خریدا اور اسمین اونٹ چکی ہی اور تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خرید کیا تو یہ چکی بیع[1] مین داخل
ہو گی اور نہ اسکی متاع مشتری کو ملیگی برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی
اور اسمین پن چکی ہی تو وہ پن چکی مشتری کو ملیگی اور اسیطرح جو چرخ اُس زمین مین لگا ہو وہ بھی اُس مشتری کا ہی
اور چرس بائع کا ہوتا ہی اور اُسکی لکڑیون کا بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے چکی کا گھر مع
جمیع حقوق کے جو اُسکو ثابت ہین یا ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین ہون مول لیا تو امام محمدؒ نے شروط مین لکھا ہی کہ اُسکے
اوپر اور نیچے کے دونون پاٹ مشتری کے ہونگے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے آدھی دہلیز اپنے شریک یا غیر کے
ہاتھ بیچی تو باہر کا نصف دروازہ بھی بیع مین شامل ہو جائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی پایہ لکڑی یا ساکھو کا دار مین
اسطرح ہو کہ در اصل وہ عمارت مین ہی تو وہ اسکی بیع مین بلا ذکر شامل ہو جائیگا اور اگر در اصل عمارت مین نہین ہی بلکہ اُسکو
اُٹھا کر جا بجا رکھ سکتے ہون تو وہ بائع کا ہوگا اور یہ سیڑھیون کے مانند ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اسی طرح زنجیرین
اور قندیلین جو چھت مین جڑی ہون اُنکا بھی[2] یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین فتاوی عتابیہ سے منقول ہی اگر کسی نے
ایک دار مول لیا اور دروازہ مین جھگڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہی اور مشتری نے کہا کہ میرا ہی تو اگر وہ دروازہ
جڑا ہوا اور عمارت مین لگا ہوا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو
اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہین بلکہ اُکھڑا ہوا ہی تو مکان اگر بائع کے قبضہ مین ہی تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مشتری کے
قبضہ مین ہی تو اُسکا قول مان لیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ
مین نے یہ بیت اور جو اُسکے دروازہ کے اندر بند ہی تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان[3] وغیرہ اُس دروازہ مین ہی وہ مشتری
کی ملکیت نہ ہو جائیگا البتہ جو چیزین اُس مکان کے حقوق بیع ہونگی وہ ملینگی پس بائع کا یہ قول صرف حقوق کے
معنی مین لیا جائیگا اور ہشام نے کہا کہ مین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ
یہ مکان اور جو کچھ اس مین ہی بیچا تو اُسکا کیا حکم ہی اُنھون نے فرمایا کہ اس صورت مین بھی جو چیزین اس مکان کے
حقوق مین ہین وہی شامل ہونگی۔ اور اگر کہا کہ اس مکان اور اُسکی متاع کو بیع قرار دیتا ہون تو یہ جائز ہے
اور اس صورت مین وہ متاع بھی شامل ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نوازل مین ہی کہ امام ابو بکرؒ سے کسی نے

---

[1] فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہوتا ہے قیاساً اور اوپر کا پتھر استحساناً بیع
مین داخل ہو جائے گا ۱۲م [2] چنانچہ اگر چھت مین کیلون سے جڑی ہون تو بیع مین داخل ہوجاوینگی اگر
علحدہ سے لٹکی ہون تو نہین ۱۲م [3] یعنی اسباب وغیرہ ۱۲

سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہیں اور ایک مکان کے نیچے تہ خانہ ہے کہ اُسکا دروازہ دوسرے مکان میں ہے
پس اُس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس میں تہ خانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اسکے بعد دوسرا مکان بیچا اُنھوں نے
فرمایا کہ تہ خانہ اُس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جسکے مکان میں اُسکا دروازہ ہے اور اگر وہ مکان کہ جسکے نیچے تہ خانہ ہے
پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہ خانہ اُسکا ہوگا کہ جس کے مکان میں اُسکا دروازہ ہے شیخ ابو نصر رحمہ اللہ سے کسی
شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس میں ایک تہ خانہ ہے اور اُسکا دروازہ اس خریدار کے
گھر کی طرف ہے اور اسفل اُسکا پڑوسی کے گھر کی طرف ہے یا ایک پاخانہ اسطرح کا ہے پس اس مشتری اور پڑوسی
میں باہم جھگڑا ہوا تو بیع کسکو ملنی چاہیے اُنھوں نے فرمایا کہ تہ خانہ اُسکا ہے کہ جسکی طرف اُسکا دروازہ ہے لیکن
اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکو دلا دے گا اور اس صورت میں اگر مشتری نے اُس مکان کو مع حقوق
کے خریدا تھا تو اسکو اختیار ہے کہ بائع سے اُسقدر ثمن کہ جو اس تہ خانہ کے حصہ میں آوے پھیر لے یہ تاتارخانیہ
میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کوچہ غیر نافذہ میں تھے کہ ہر ایک میں اُسنے ایک ایک شخص کو ساکن کیا
پس اُن دونوں رہنے والوں میں سے ایکنے ایک سائبان بنایا جسکی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جسمیں
وہ رہتا ہے اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جسمین دوسرا شخص رہتا ہے اور سائبان کا دروازہ
صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہے پھر اُس سائبان بنانیوالے نے مالک مکان سے اُس
مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق و مرافق کے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے
مکان میں رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جسمیں رہتا تھا مع حقوق و مرافق کے بیع کرنے کی درخواست
کی اور مالک نے اُسکے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونوں مشتریوں میں جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اس
سائبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے منتقی
میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مول لی تو اُسکے نیچے کی زمین بیع میں شامل ہو جائیگی اور یہ مسئلہ تحفہ
میں بدون اختلاف ذکر کرنے کے اسیطرح مذکور ہے مگر محیط میں اسکو امام محمد اور حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہے
اور لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے لیکن اسکی بنو کو بعض نے کہا کہ
بموجب ظاہر مذہب امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک مکان
یا ایک دوکان مول لی اور اُسکی دیوار گر گئی اور زمین سے کچھ سیسہ یا سال[1] اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر
عمارت کی لکڑی ہے جیسے کہ اکثر دار کے نیچے رکھی جاتی ہے تاکہ اسپر بنیاد قائم کیجاوے جسکو فارسی میں شج بولتے ہیں تو وہ
مشتری کی ملکیت ہے اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بائع کی ملکیت ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور فتاوی میں ہے کہ اگر کسی نے ایک
دوکان بیچی تو دوکان کے تختے بیع میں داخل ہو جائینگے خواہ دوکان مع مرافق بیچی ہو یا مع مرافق نہ بیچی ہو یہی مختار ہے
یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دوکان کے سامنے کوئی سائبان ہے جیسا کہ بازار وں میں ہوتا ہے پس اگر مرافق کا ذکر کیا ہو تو

[1] جو بغرض استحکام عمارت رکھ دیتے ہیں جیسے لکڑی کے مجوسے وغیرہ ۱۲

بیع مین داخل ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر لوہار نے اپنی دوکان بیچی تو اُسکی بھٹی بیع مین داخل ہو جائیگی اگرچہ مرافق کا ذکر نہ کیا ہو اور سُنار کی بھٹی بیع مین داخل نہین ہوتی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اسواسطے کہ لوہار کی بھٹی اُسکی دوکان مین مرکب و متصل ہوتی ہی اور سُنار کی بھٹی جدا ہوتی ہے اور لوہار کی دھوکنی جس سے وہ پھونکتا ہی بیع مین داخل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور وہ کانسے[۱] کی دیگ جسمین ستو والون کے گیہون پکائے جاتے ہین یا رنگریزون کا رنگ اُبالا جاتا ہو یا کُندی گرون کے کپڑے اُسمین رکھے جاتے ہون بائع کی ملکیت ہوتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور کُندی گر کی لکڑی جس پر وہ کپڑا کوٹتا ہی بیع مین داخل نہین ہی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اور ستو بنانے والے کا وہ برتن جسمین وہ بھونتا ہے اگر لوہے یا کانسے کا ہو تو بائع کا ہوگا اگرچہ دوکان کی عمارت مین لگا ہوا ہووے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مٹی کا ہو تو بیع مین داخل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور جو صندوق عمارت مین رکھا گیا ہی اور دھوبی اور تیلی کے ظروف اور خم اور مٹکے جو زمین مین گڑے اور عمارت مین لگے ہون بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اور یہ چیزین گھر کی متاع اور حقوق مین سے نہین ہین اور دوکان کی بیع مین ایسے مسئلون مین حقوق و مرافق کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکسان ہی۔ یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور حمام کے فروخت کرنے مین پیالے اور قمقمات[۲] داخل نہین ہوتے اگرچہ مرافق کا ذکر ہی کیون نہ کیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور چرخ اور ڈول جو حمام مین ہو بیع مین داخل نہین ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور امام سید ابو القاسم نے فرمایا ہی کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو ملے گا یہ مختار الفتاوی مین ہی۔ اور دیگین حمام کی بیع مین بدون ذکر کرنے کے داخل ہو جاتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور حاوی مین مذکور ہی کہ امام ابو بکر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیع مین کیا اُسکے چراغ[۳] داخل ہو جاتے ہین فرمایا کہ نہین کذا فی التاتارخانیہ

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو زمین اور تاک[۴] کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین۔ اگر کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت مین وہ کل چیزین جو ہمیشہ کیواسطے اُسمین رکھی گئی ہین جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہو جائینگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ درخت زمین کی بیع مین بلا ذکر داخل ہو جاتا ہی ولیکن امام نے پھلدار اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہین فرمائی اور صحیح یہ ہی کہ سب بدون ذکر کے داخل ہو جاتے ہین یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی۔ خواہ وہ ایندھن کیواسطے ہون یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین مذکور ہی اور خشک درخت شامل نہین ہوتے ہین کیونکہ وہ قطع کی حالتمین ہین پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہین کہ جو زمین مین رکھا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی

[۱] قولہ کانسے خواہ کانسہ ہو یا پیتل و تانبا ہو کچھ فرق نہین ہی ۱۲ منہ [۲] یہ لفظ معرب ہی معنی طشت ۱۲ [۳] ظاہر مراد یہ ہی کہ چراغ کسی قیمتی چیز کے ہون نہ مٹی کے یا یہ کہا جاوے کہ شیخ نے موافق قیاس کے جواب دیا ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ [۴] اصل مین کرم ہے اور قہستانی نے لکھا ہے کہ کرم انگور کا باغ جسکے گرد چار دیواری ہو لیکن اطلاق کرم مطلقاً بھی ہو کما فی الحدیث لا تسموا العنب کرم فلیقل الموٴمن ۱۲ منہ

اور فتاوی صغریٰ میں مذکور ہی کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہی وہ بیع میں داخل نہیں ہوتا ہی کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہوتا ہی اور کھیتی اور پھل استحساناً بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر اُس صورت میں کہ مشتری شرط کرلے یہ ذخیرہ میں مذکور ہی اگر کوئی زمین مع مرافق فروخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیع میں داخل نہونگے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی- اور اگر کہا کہ میں نے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ جو اس میں یا اُس سے اُسکے حقوق ومرافق میں سے ہی فروخت کیا تو بھی یہ دونوں چیزیں داخل نہونگی اور اگر حقوق ومرافق کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہو جائینگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی اور ملتقی میں مذکور ہی کہ اگر کہا کہ میں نے ہر قلیل وکثیر کے ساتھ جو اسمیں موجود ہی فروخت کیا تو جو کچھ اسمیں کھیتی اور ترکاری اور پھول وغیرہ ہیں سب داخل ہو جائینگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہی- اور زمین کی بیع میں وہ چیزیں جو اسمیں رکھی ہوئی ہیں جیسے ٹوٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا کچی اینٹیں داخل نہیں ہونگی لیکن اگر انکی صریح شرط کرلیجائے تو داخل ہو جائینگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی- اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جسمیں قبریں ہیں تو قبروں کے سوا باقی زمین کی بیع جائز ہے اور جس جگہ کھیتی کاٹ کر ڈالی جاتی ہی وہ زمین کے مرافق میں شمار نہیں ہی اسلیے مرافق کے ذکر کرنے سے بیع میں شامل نہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی- اور جب کوئی زمین یا تاک انگور فروخت کیا اور کہا کہ میں نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مرافق کے ساتھ بیچا تو حقوق ومرافق کے ذکر سے وہ چیزیں جو بدون انکے ذکر کے داخل نہ تھیں داخل ہو جائینگی اور وہ سیراب کرنیکا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہی یا نیابیع میں لکھا ہی- اگر خرما کا درخت اُسکے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اُس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہیں ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اور اُس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کرلے کیونکہ اسمیں تفاوت نہیں ہوتا ہی اور اگر تفاوت ہو تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی- اور شہتوت اور آس کی پتی اور زعفران اور گلاب کی پتیاں بمنزلہ پھلونکے ہوتی ہیں اور درخت اُنکے بمنزلہ زمین کے درخت کے ہیں یہ تبیین میں لکھا ہی کسی نے ایک زمین بیچی کہ جسمیں کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع میں داخل نہوگی کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہی اور اصل قطن کی نسبت فقہا نے فرمایا ہی کہ وہ بھی داخل نہیں ہوتی اور یہی صحیح ہی- اور بیگن کے درخت بدون ذکر کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ حاکم احمد سمرقندی نے ذکر کیا ہی کذا فی الظہیریہ- اور جھاؤ اور بید کے درخت بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی جنگلی درخت اور ان درختوں کا جو ساق دار ہیں یہی حکم ہی اور امام فضلی نے بید کے درخت کی پیڑی کو پھلونکے مانند گردانا ہی خواہ وہ کاٹنے کے لائق ہوے ہوں یا نہ ہوے ہوں اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر شہتوت کے درخت خریدے تو اُنکے پتے بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہیں یہ فتاوی صغری میں لکھا ہی- اگر کسی زمین میں گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کردی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہی وہ اسطرح کی بیع میں داخل نہوگا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہی وہ صحیح قول کے موافق داخل ہو جائیگا کیونکہ وہ برسوں باقی رہتا ہی تو بمنزلہ درختوں کے ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی اور کرٹے

یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہو بلا ذکر بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے کھیتی اور پھل شامل نہیں ہوتے ہیں اور اُن چیزوں کے اصول یعنی جو زمین کے اندر پوشیدہ ہیں اُسکے نسبت بعض فقہا نے فرمایا کہ داخل نہ ہونگے کیونکہ اُنکے تمام ہو جانے کی مدت (جڑ ہیں) لوگوں کو معلوم ہے تو اُنکا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ داخل ہو جائینگے کیونکہ اُنکے تمام ہونیکی مدت ہر جگہ یکساں نہیں ہوتی ہے بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہے تو بمنزلہ درختوں کے شمار ہونگے و سقاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلوں کے حکم میں ہے پس بیع میں بلا ذکر داخل نہوگی اور جسکے کٹنے کی مدت معلوم نہو وہ درختوں کے مانند ہے پس زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جائیگی اور زعفران کا یہ حکم ہے کہ وہ اور اُسکی اصل بلا ذکر داخل نہیں ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیزیں باقی رکھنے کے واسطے نہیں ہیں وہ اگرچہ زمین سے متصل ہوں بیع میں داخل نہیں ہوتی ہیں جیسے نَے اور جلانے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور جو درخت ساق دار کہ اُسکی جڑ نہیں جاتی یہانتک کہ پھر درخت ہو جاتا ہے وہ زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہو وہ بلا ذکر داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے اپنی زمین میں تخم ریزی کی اور اُگنے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیج بیع میں داخل نہوگا کیونکہ اُگنے سے پہلے زمین کا تابع نہیں ہو سکتا ہے اور اگر اسقدر اُگا ہے کہ ہنوز اُس کی کچھ قیمت نہیں ہے تو بھی فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا ہے کہ داخل نہوگا اور ٹھیک یہ ہے کہ داخل ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور فتاوی فضلی کے حاشیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی جسمیں کھیتی بوئی تھی مگر ابھی جمی نہیں تھی پس اُسکا بیج اگر زمین میں گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہے اور اگر مشتری نے اسکو پانی دیا کہ اُس سے کھیتی اُگی اور بیع کے وقت بیج گلا نہ تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام میں بائع پر احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اسمیں خرما وغیرہ کے درخت ہیں بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو جائینگے اور اگر درختوں پر بیع کے وقت پھل موجود ہوں اور اُن پھلوں کا ملنا مشتری کے واسطے شرط کیا جاوے تو وہ اپنا حصہ پھلوں میں سے لیگا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسیقدر ہو اور پھلوں کی قیمت بھی یہی ہو تو بالاجماع ثمن کے تین حصہ کیے جاوینگے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسمانی آفت سے تلف ہوں یا بائع اُنکو کھا جاوے تو مشتری سے ایک تہائی ثمن ساقط کیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ثمن میں لیلے اور اگر چاہے تو ترک کر دے یہی قول سب اماموں کا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے پھر ثمن کی تقسیم میں پھلوں کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھا جانے کے وقت تھی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہوں پھر بعد اسکے قبضہ سے پہلے درخت پھل دار ہو گئے تو پھل مشتری کے ہونگے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک پھلوں کی زیادتی زمین اور درخت دونوں پر شمار ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اسکی اسطرح ہے کہ اگر زمین اور درخت اور پھل میں سے ہر ایک کی قیمت پانچسو درم فرض کیجاے اور

بائع قبضہ سے پہلے پھلون کو کھا گیا تو امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک ایک تہائی ثمن مشتری سے ساقط کیا جاوے گا
اور خاص امام اعظم رح کے نزدیک باقی دو تہائی ثمن مین درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہی اور امام
محمد رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہی خواہ لے یا ترک کردے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا
اور باقی تین چوتھائی ثمن مین اگر چاہے تو زمین اور درخت خریدلے ورنہ ترک کردے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اور اسی صورت مین اگر درخت مین دو بار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ثمن مین لیگا اور امام ابو یوسف
کے نزدیک دو ثلث ثمن مین لیگا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچوین حصہ ثمن مین لیگا اور
تین پانچوان حصہ پھلون کے مقابلہ مین ساقط ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک زمین اور درخت
پانچ آٹھوین حصہ مین لیگا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونون کو ایک[سلہ] تہائی ثمن مین لیگا اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک تین پانچوین ثمن مین لیگا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونون کو دو ساتوین حصہ ثمن مین لے گا اور
امام ابو یوسف رح کے نزدیک سات بارھوین حصہ مین لیگا اسیطرح مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر پھل کسی آفت آسمانی
سے تلف ہوگئے تو ثمن سے کچھ ساقط نہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور اگر درخت
اور زمین مین سے ہر ایک کا ثمن پانچسو درم بیان کردیے ہون تو سب اماموں کے نزدیک اس صورت مین
پھلون کی زیادتی خاصکر درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع ان کو کھا جائے تو مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط
ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُسکو
نہ لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک پودا خریدا اور بائع کی اجازت سے اسکو چھوڑ رکھا کہ
وہ بڑھکر بڑا درخت ہوگیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُسکو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کے
کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اُسمین پھل آئے تو مشتری پھلون
کو صدقہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جسکے واسطے سیرابی کا پانی
نہین ہی اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُسکو نہ لینے کا اختیار ہوگا اسیطرح منتقی مین مذکور ہی کذا فی المحیط
ایک شخص نے کوئی زمین مع اسکے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول[سلہ] سے اس زمین کو پانی دیتا تھا
اُسمین اسکے سینچنے سے زائد پانی ہی تو نوادر مین اسکا حکم اسیطرح مذکور ہی کہ پانی مین سے جس قدر زمین
کو کفایت کرتا ہو اسقدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خریدنا بھی ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی ایک زمین خریدی کہ جسکے ایک طرف افدق[سکہ] اور زمین وافدق نے درمیان بند آب ہی
اور اس بند آب پر درخت لگے ہوئے ہین اور زمین کے حدود اربعہ مین سے ایک حد افدق قرار دی گئی ہی تو بند آب ع

[سلہ] اصل مین دو تہائی مذکور ہی اور یہ غلط ہی صحیح وہ ہی جو بعض نسخہ مین ایک تہائی مذکور ہی فافہم ۱۲ منہ [سلہ] گول
بفارسی کاریزہ بعربی قناۃ ۱۲ [سکہ] قولہ افدق حاشیہ اصل کتاب مین لکھا ہی کہ یہ لفظ تمام لغت کی کتابون مین جو وقت [illegible]
پایا نہ گیا مترجم کہتا ہی کہ مجھے بھی نہ ملا واللہ اعلم منہ

مع اشجار کے بیع میں داخل ہو جائیگی اور یہ بات ظاہر ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے خرما یا کسی اور قسم کا ایک درخت بیچا کہ جس میں پھل تھے تو پھل اس کے بائع کے ہونگے مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط کرے یوں کہے کہ میں نے یہ درخت مع پھل خریدا تو البتہ پھل مشتری کے ہونگے خواہ وہ پھل قائم رہنے والے ہوں یا نہوں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی۔ اور مشتری کی شرط نہ کرنیکی صورت میں تبیین میں لکھا ہی کہ صحیح قول کے موافق پھلوں کی قیمت ہونے یا نہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہی اور دونوں صورت میں بائع کے ہونگے انتہی۔ اگر کسی نے ایک درخت اس شرط پر خریدا کہ درخت کو جڑ سے کھود لوں گا تو اس بیع کے جائز ہونے میں فقہا کا کلام ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی اور مشتری کو اختیار ہی کہ اسکو جڑ سے کھود لے اور اگر کوئی درخت کاٹ لینے کی شرط سے خریدا تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ اگر یہ بیان ہوا کہ کس جگہ پر سے درخت کو کاٹے گا یا کاٹنے کی جگہ لوگوں میں معروف ہی تو بیع جائز ہی ورنہ ناجائز ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ بیع ہر صورت میں جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور مشتری کو زمین کے اوپر سے اس درخت کے کاٹنے کا اختیار ہی اور اسکی جڑ جو زمین میں پھیلی ہوئی ہی مشتری کو بلا شرط نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی۔ اور واضح ہو کہ درخت کا خریدنا تین طرح سے خالی نہیں ہی ایک یہ کہ صرف درخت بدون زمین کے جڑ سے کھود لینے کے واسطے خریدے اور اس صورت میں مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ اسکو جڑ سے کھود لے اور مشتری کو اختیار ہو کہ مع اسکی جڑ کے ریشوں کے اسکو کھود لیوے اور اسکی جڑ بیع میں داخل ہو جائے گی اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہی کہ جڑ کے ریشوں کے پھیلنے کی انتہا تک زمین کو کھود ڈالے ولیکن عرف اور عادت کے موافق البتہ کھود سکتا ہی مگر جڑ سے کھودنیکا اختیار مشتری کو اس صورت میں نہوگا کہ بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کی شرط کرے یا کھودنے میں بائع کو کچھ ضرر پہونچتا ہو مثلاً درخت دیوار سے قریب ہی تو مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ وہ زمین کے اوپر سے درخت کو کاٹ لے پس اگر مشتری نے وہ درخت کاٹ لیا یا کہ سکتا تھا تو جڑ سے کھود لیا پھر اسکے جڑ سے یا ریشوں سے اور درخت اُگا تو وہ بائع کا ہوگا اور اگر اونچائی سے درخت کاٹ لیا ہو تو جو کچھ اوگے وہ مشتری کا ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ درخت مع اسقدر زمین کے کہ جس میں وہ جم رہا ہی خریدا تو مشتری کو اسکی جڑ سے کھود لینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے جڑ سے اسکو کھود لیا تو اسکو اختیار ہی کہ بجائے اس درخت کے دوسرا درخت لگا دے اور تیسری یہ کہ اگر مشتری نے بلا کسی شرط کے خریدا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی زمین بیع میں داخل نہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک داخل ہو جائیگی اور درخت مع جائے قرار مشتری کا ہوگا صدر الشہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہی کہ زمین داخل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور یہی مختار ہی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی۔ اور اس صورت میں فقہا کا اجماع ہی کہ اگر قطع کر لینے کے واسطے خریدا تو اسکے نیچے کی زمین بیع میں داخل نہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہی۔ اور اگر قائم رکھنے کے واسطے خریدا تو بالاتفاق اسکے نیچے کی زمین داخل ہو جائیگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور جن صورتوں میں کہ درخت کے نیچے کی زمین داخل ہوتی ہی تو مشتری کے تصرف کے وقت جسقدر درخت کی

یعنے قبضہ کرنے ۱۲

موٹائی ہو صرف اسیقدر زمین داخل ہوگی یہانتک کہ اگر بیع کے بعد درخت زیادہ موٹا ہوجاے تو زمین کے مالک کو اختیار ہر کہ اُسکو چھانٹ دے اور جہانتک درخت کی شاخین اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوے ہین وہانتک کی زمین بیع مین داخل نہوگی اور اسی پر فتوی ہر اور یہ محیط مین لکھا ہر۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اُسکی جڑ کے ریشون کے خریدا اور اُس درخت کے ریشون سے اور درخت اوگے تو اوگے ہوے درخت اگر اسطرح ہون کہ اصل درخت کاٹ ڈالنے سے خشک ہوجاینگے تو بیع مین شامل ہین ورنہ شامل نہین کیونکہ جب اصل درخت کاٹ ڈالنے سے یہ خشک ہوجاتے ہین تو اصل درخت مین سے اوگے ہین پس مبیع مین شمار ہونگے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیان میخون سے بندھی ہوئی ہین اور میخین زمین مین گڑی ہوئی ہین وہ بیع مین داخل ہوجاینگی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین مین تھوڑے گڑے ہوے ہین اور اُنپر انگور کے درخت لگتے ہین بلا ذکر بیع مین داخل ہوجاینگے یہ قنیہ مین لکھا ہر۔ ایک شخص کی خالص زمین ہر اور دوسرے کے اُس مین درخت ہین پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درم کو فروخت کی یعنی ہزار درم ثمن قرار پایا اور ہر ایک کی قیمت پانچسو درم ہر تو ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوجایگا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسمانی آفت سے تلف ہوگئے تو مشتری کو اختیار ہر کہ خواہ بیع ترک کردے یا زمین پورے ثمن مین خریدے اسواسطے کہ مشتری درختون کا وصفاً و تبعاً مالک ہوا تھا ف یعنی جب وصف جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر فوات وصف مرغوب کے مقابلے مین اُسکو خیار حاصل ہوگا نہ یہ کہ ثمن سے کچھ کم ہوجاے اور تمام ثمن زمین کے مالک کو ملیگا کیونکہ درخت کی بیع ٹوٹ گئی اور مشتری کو سواے زمین کے کوئی چیز سپرد نہین کی گئی اور ثمن اسی کے مقابلے مین ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اُسکے مقابلہ مین جو فوت ہوگئی اور اگر آدھے درخت تلف ہوگئے تو درختون کے مالک کو چوتھائی ثمن ملیگا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت مین اسقدر پھل آ گئے کہ جنکی قیمت پانچسو درم ہو تو دو تہائی ثمن درخت کے مالک کو ملیگا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملیگا اور اگر زمین اور درخت خریدے اور ہر ایک کے واسطے ثمن علیحدہ بیان کیا اور زمین و درخت ایک ہی شخص کے ہین یا دو شخصون کے پھر درخت ضائع ہوگئے تو آدھا ثمن ساقط ہوجایگا اسواسطے کہ ایک طرح سے درخت اصل ہوتے ہین اور ایک طرح سے وصف ہین جب اُنکے مقابل ثمن مذکور نہوگا تو وصف رہینگے اور جب ثمن مذکور ہوگا تو اصل ہوجاینگے تو اُنکا ضائع ہونا اپنے حصہ ثمن کے مقابل ہوگا اور اگر درخت تلف نہوے بلکہ قبضہ سے پہلے اُنمین اسقدر پھل آ گئے جو پانچسو درم کی قیمت رکھتے ہین تو سب اماموں کے نزدیک زمین کا ثمن پانچسو درم اور درخت اور پھلونکا ثمن پانچسو درم ہوگا یہ کافی مین لکھا ہر۔ اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے مین زمین اور درختونکی جڑونکو ضرر پہونچتا ہے تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہین ہر کیونکہ اُسمین زمین کے مالک کا ضرر ہر پس مالک کو اختیار ہوگا کہ اپنے ضرر کو دفع کرے اور بیع ٹوٹ جایگی یہی مختار ہر اسواسطے کہ حقیقت مین گویا بایع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط سرخسی مین

لکھا ہے۔ فتاوی ابواللیث میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خریدے پھر اُسنے نہ کاٹے یہانتک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیوں کے دن آگئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اگر کاٹنے میں زمین یا درخت کی جڑوں کو ظاہر میں کوئی ضرر نہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑوں کے مالک سے ضرر دور کرنیکے واسطے اُسکو کاٹنے کا اختیار نہوگا اور جبکہ مشتری کو کاٹنے کا اختیار اس صورت میں نہوا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ وہ کیا کریگا بعضوں نے کہا کہ زمین کا مالک درختوں کی قیمت مشتری کو دیدے اور درخت اُسکے ہوجائینگے اور پھر اس میں بھی باہم اختلاف ہے کہ آیا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے پس اُن مشائخ میں سے اکثروں نے کہا کہ کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختوں کی بیع ٹوٹ جائیگی اور زمین کا مالک مشتری کو اُسکا ثمن جو اُسنے ادا کیا ہے واپس کریگا اور فقیہ ابوجعفر اسی پر فتوی دیتے تھے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں اسی کو اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُسکی زمین میں جو درخت ہیں وہ ایندھن کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کردے پھر دونوں اس بات پر راضی ہوئے کہ چند آدمی جنکی نظر اچھی ہے اندازہ کرکے بتائیں کہ ان درختوں میں کتنے گٹھے لکڑی ہے اُن سبھوں نے اتفاق کرکے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہے پھر مشتری نے کسیقدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب اُنکو کاٹا تو لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائع نے ارادہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائع کو اسکا اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فتاوی ابواللیث میں ہے کہ کسی شخص نے ایک باغ انگور کا بیچا اور اُسکے ساتھ ہی اُسمیں پانی جاری ہونیکا راستہ بھی فروخت کیا اور بیع میں کہا کہ باغ بیع پانی کے راستے اور ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہے فروخت کیا اور پانی جاری ہونیکا راستہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں جو بائع اور دو شخصوں کے درمیان میں مشترک ہے واقع ہے اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہیں پس اگر رقبہ نہر کا بائع کی ملکیت ہے تو درخت مشتری کے ہوجائینگے اور اگر بائع کا صرف پانی جاری ہونیکا حق تھا تو یہ درخت بائع کے ہونگے بشرطیکہ ان درختوں کا لگانیوالا بائع ہو یا معلوم نہو کہ کون شخص ہے اور اگر سوائے بائع کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہوا تو درخت اُسکے ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی گانوں فروخت کیا کہ جسکے حدود بیان نکئے تو بیع صرف گانوؤں کے گھروں اور عمارتوں پر واقع ہوگی اور کھیتوں پر واقع نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی نے ایک گانوں مع زمین فروخت کیا اور اُسی گانوں کے پہلو میں بائع کا ایک دوسرا گانوں ہے پس بائع نے کہا کہ میں نے یہ گانوں تیرے ہاتھ فروخت کیا اور چاروں حدوں میں سے کوئی حد بائع نے اپنے گانوں کو گردانا تو اس گانوں کی زمین جسکو نہیں فروخت کیا ہے جسقدر دوسرے گانوں سے جسکو فروخت کیا ہے متصل ہے وہ اس گانوں کی بیع میں داخل ہوجائیگی اور اگر چاروں حدوں میں سے کوئی حد اپنے گانوں کی زمین گردانی

فسلہ ظاہراً مراد یہ کہ مع رقبہ فروخت کیا گیا ایسے مقام پر حق اور رقبہ دونوں کو محتمل ہوتا ہے ۱۲

تو اس گانوُن کی زمین دوسرے گانوُن میں جسکو فروخت کیا ہے داخل نہ ہوگی[1] یہ محیط میں لکھا ہے۔

تیسری فصل اُن چیزوں کے بیان میں جو اشیاء منقولہ کی بیع میں بلا ذکر داخل ہوجاتی ہیں

کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُسکے ستر کو چھپا دے بائع پر واجب ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے غلام اور باندی کے کپڑے بیع میں بلا شرط داخل ہوجاتے ہیں اسلیے کہ رواج اسیطرح ہے لیکن اگر عمدہ کپڑے پہنا کر نخاس میں پیش کرنیکے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہونگے کیونکہ ایسے کپڑے دیدینے کا رواج نہیں ہے اسلیے کہ سیطرح ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا ہے پھر بائع مختار ہے اگر چاہے تو وہی کپڑے دیدیوے کہ جو غلام کے بدن پر ہیں اور اگر چاہے تو سوا اسکے دوسرے کپڑے دلوے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیع میں اسقدر[2] لباس داخل ہوگا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہیں ہے اور اسی وجہ سے ثمن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہیں ہوتا یہانتک کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کرکے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اسیطرح اگر اُس لباس میں کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اُسکو واپس نہیں کر سکتا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہوگئے یا اُنمیں کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کردی تو اپنا پورا ثمن اُس سے لے لیگا[3] یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اور اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدون اُن کپڑوں کے باندی واپس کرنیکا اختیار ہے یہ تبیین میں مذکور ہے۔ اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدون کپڑوں کے واپس کرنا اُس صورت میں ہے کہ کپڑے تلف ہوگئے ہوں اور اگر باقی ہوں تو مع لباس واپس کرنا ضرور ہے اگرچہ یہ لباس تبعًا حاصل ہوا تھا انتہی۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک کنگن اور دو بالیاں پہنے ہوے ہے اور زیور کی نسبت دونوں میں کچھ شرط واقع نہیں ہوئی ہے اور بائع اسکے دینے سے انکار کرتا ہے تو امام نے فرمایا کہ زیور میں سے کچھ بیع میں داخل نہوگا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دیدیا تو وہ باندی کا ہوگا اور اگر اسنے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اُسکو دیکھ رہا ہے تو یہ بمنزلہ دیدینے کے ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسا غلام کہ جسکے پاس مال ہے فروخت کیا اور فروخت کرنے میں مال کا کچھ ذکر نہ آیا تو اُسکا مال اُسکے مالک کا ہے جسنے اُسکو بیچا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور اگر غلام کو مع اسکے مال کے فروخت کیا اور کہا کہ میں اُسکو مع اُسکے مال کے اسقدر کو بیچتا ہوں اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور اسیطرح اگر مال کو بیان کیا مگر وہ لوگوں پر قرض ہے یا کچھ اسمیں سے قرض ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہے بشرطیکہ مال از قسم ثمن نہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا مال درہم ہوں اور ثمن بھی درہم ہیں پس اگر ثمن اس سے زائد ہو تو بیع جائز ہے اور

---

[1] قولہ داخل نہوگی کیونکہ اس گانوُن کی زمین سرحد ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں گانوُن سے حدبھی اور گانوُن کا اطلاق فقط آبادی پر ہے ۱۲ [2] محال فی الاصل کسوۃ مثلہا اے مثل ہذہ جاریۃ لملاکان ذلک سوہما ترکت اے ما ذکرت ۱۲ [3] قولہ لے لیگا یعنے کپڑے کے عوض کمی نہوگی ۱۲ م

اگر اُسکے برابر یا اُس سے کم ہو تو جائز نہیں ہی اور اگر غلام کا مال زقسم ثمن نہو جیسے کہ غلام کا ثمن درم ہون اور اسکا مال دینار ہون یا اُسکا الٹا ہو تو جائز ہی بشرطیکہ اُس مجلس مین دونون پر قبضہ ہو جائے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ مین لے لیا اور اُسکا حصہ ثمن ادا کر دیا تو بھی جائز ہی اور اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور گھوڑے کی بیع مین عذار[1] بلا ذکر داخل ہو جاتی ہی اور ایسے ہی اونٹ کی بیع مین اُسکی مہار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور گدھے کی بیع مین جو اسکے پکڑنے کی رسی ہی داخل نہین ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جائے اسلیے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قابو مین نہین آتے ہین اور گدھا ایسا نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور جو رسی کہ گدھے کی گردن مین بندھی ہوئی ہوتی ہی بوجہ رواج کے بلا ذکر داخل ہو جاتی ہی اور اگر عرف اسکے برخلاف ہو تو داخل نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر ایک گدھا کہ جسپر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اُسکے نیچے کی کملی بیع مین داخل ہو جائیگی اور اگر اُسپر پالان پڑا ہوا نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے کہ پالان داخل ہو جائے گا اور یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور ایسے ہی ظہیریہ مین لکھا ہی اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہین ہی جیسے غلام کے لباس مین کوئی لباس ہو کچھ معین نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور امام ابو بکر محمد ابن الفضل رح نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوے بیع مین داخل نہین ہوتا ہی اور بائع پر اسکا استحقاق نہین ہی اور امام ابو بکر نے گدھے پالان پر ہونے کی اور نہ پڑے ہونے کی کچھ تفصیل نہین فرمائی اور یہی قول ظاہر ہی اسواسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہی تو کہا جاتا ہی کہ باجامہ فروختم یعنی مع پالان بیچتا ہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور بحر الرائق مین لکھا ہی کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیع مین داخل ہو جاتا ہی انتہی - اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب مین نہین آئی ہی اور مشائخ نے کہا کہ سزاوار یہ ہے کہ بدون تصریح کیے ہوے زین بیع مین داخل نہو مگر آنکہ دام بہت ہون کہ ایسا گھوڑا ننگی پیٹھ اتنے دامون کو نہ خریدا جاتا ہو یہ عنایہ مین لکھا ہی اور گھوڑے وغیرہ کی لگام اور بیل کے سینگ مین جو رسی بندھی ہوتی ہی اور جھول بلا شرط بیع مین داخل نہین ہوتی ہی کیونکہ اُسکے دینے کا رواج نہین ہی مگر جہان کہین اسکے دینے کا رواج ہوگا تو داخل ہو جائیگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر اونٹنی اور دیسی گھوڑی اور مادہ خر اور گائے اور بکری اِن جانورونکا بچہ اُنکے ساتھ بیع کی جگہ لایا جاوے تو اُن بچون کی اپنی مان کے ساتھ ہونیکی حالت اُنکے ساتھ بکنے پر دلالت کرتی ہی پس بیع مین داخل ہو جائینگے لیکن اگر رواج اسکے برخلاف ہو تو داخل نہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہی کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکے پیٹ مین موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ مین تھا تو مشتری کا ہوگا اور اگر سیپ مین نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی شکار کرکے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دیگا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بمنزلہ لقطہ[3] کے ہوگا کہ ایک سال تک اُسکی اعلان[4] و تعریف

[1] عذار جس رسی سے لگام باندھتے ہیں ۱۲ [2] مہار ۱۲ [3] پڑا ہوا مال ۱۲ [4] ...

کے بعد پھر صدقہ کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور ہر شے کہ جو مچھلی کی غذا نہین ہوتی ہی بائع کی ہوگی اور جو چیز کہ مچھلی کی غذا ہی وہ مشتری کی ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک مچھلی خریدی اور اسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی تو یہ مچھلی مشتری کی ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر مچھلی کے پیٹ مین عنبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک مرغی خریدی اور اسکے پیٹ مین موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور تجریہ مین مذکور ہی کہ جو شی چڑیون کے پوٹون مین پائی جاوے اگر اس قسم کی چیز ہی کہ اُسکو چڑیان کھاتی ہین تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے نہو کہ جسکو چڑیان کھاتی ہین تو بائع کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر ایک مچھلی کے پیٹ مین دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ مین موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اُسکے پیٹ مین سیپ پائی کہ جسمین گوشت تھا اور اس گوشت مین موتی تھا جسطرح کہ موتی سیپ مین ہوا کرتا ہی تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سیپیان اسواسطے خریدین کہ جو کچھ اسمین گوشت ہی اسکو کھائے پھر بعضی سیپیون کے گوشت مین موتی پایا تو وہ مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور جاننا چاہیے کہ جو چیز تبعًا بیع مین داخل ہوتی ہی اُسکے مقابلہ مین ثمن کا کوئی حصہ نہین ہوتا اور اسیواسطے قنیہ مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار خریدا پھر اُسکی عمارت جاتی رہی تو ثمن مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر عمارت مین کسی کا حق ثابت ہوا تو مشتری دار کو اپنے حصۂ ثمن سے لے گا اور بعض فقہانے دونون کا حکم برابر کیا ہی بخلاف بکریون کی پشم کے کہ اُسکے مقابلہ مین بلا ذکر کرنے کے ثمن کا کچھ حصہ نہین ہوتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے -

چھٹا باب - خیار شرط کے بیان مین اور ضمن سات فصلین ہین

فصل اول مین صورتون مین خیار شرط صحیح ہی اور جن صورتون مین صحیح نہین ہے اُن کے بیان مین **ف** واضح ہو کہ جس عقد بیع مین خیار ہو وہ لازم نہین ہوتا ہی اگر خیار مشتری کو ہو تو اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی اور اگر بائع کا ہو تو اُسکو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہی - بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہی دونون عقد کرنے والون مین سے ایک ہی کیواسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونون کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ہمارے نزدیک خیار شرط بیع فسخ کرنے کے واسطے رکھا گیا ہی اور بیع کی اجازت کیواسطے نہین رکھا گیا ہی پس جبکہ میعاد گزر جانے کی وجہ سے بیع فسخ کرنیکا وقت نہ رہے تو بیع تمام ہو جائگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار شرط چند طرح ہی ایک وہ کہ بالاتفاق فاسد ہی جیسے کہا کہ مین خریدتا ہون اس شرط پر کہ مجھے خیار ہی یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار ہی یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہی یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار ہی یہ سب فاسد ہین اور ایک وہ جو بالاتفاق جائز ہی اُسکی یہ صورت ہی کہ مشتری کہے کہ مجھے تین دن یا اُس سے کم خیار ہے اور ایک وہ کہ جس مین اختلاف ہی جیسے یون کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہی تو یہ صورت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد

کے واسطے خیار شرط جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی اور صحیح قول امام کا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیار کی شرط کی یا ہمیشہ کیواسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن مین اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی - اور اگر تین دن سے زائد کیواسطے خیار کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دیدی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیار ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا اسمین کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہی تو ان صورتون مین عقد فاسد بدلکر جائز ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور بنابر قول امام ابو حنیفہ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتدائر اس عقد کا حکم کیا ہی پس بعضون نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہی پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بدلکر صحیح ہو جاتا ہی اور یہ مذہب اہل عراق کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی - اور نہر الفائق مین کہا کہ بعض نے فرمایا ہی کہ یہی ظاہر روایت ہی انتہی - اور قوی یہ ہی کہ یہ عقد موقوف ہی پس اگر چوتھے دن مین سے کچھ بھی گزر یگا تو اسیوقت عقد فاسد ہو جائیگا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ اور ذخیرہ کے فوائد سے نقل کیا ہی کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام وغیرہ مشائخ ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی انتہی - اور اگر خیار مین کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیار تھا اُسنے بعد تین دن کے اپنا خیار باطل کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بدکر جائز ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فتاوی مین ہی کہ اگر مشتری کے واسطے ماہ رمضان کے بعد دو دن کا خیار شرط کیا گیا اور خرید آخر روز ماہ رمضان مین واقع ہوئی تو خرید جائز ہی اور مشتری کے واسطے تین دن کا خیار ہوگا ایک دن رمضان کے مہینے کا اور دو دن اُسکے بعد کا اور اگر یہ کہدیا کہ اُسکو رمضان مین خیار نہین ہی تو بیع فاسد ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے رمضان مین کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُسکو بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی تو امام اعظم رح کے قول مین عقد فاسد ہے اور ایسی ہی اگر اس صورت مین اسیطرح یہ خیار بائع کا ہو تو وہ بھی فاسد ہی اور اگر مشتری نے بائع سے یہ شرط کی کہ تجھکو رمضان مین خیار نہین ہی اور بعد رمضان کے تین دن کا خیار ہی یا بائع نے مشتری سے ایسا ہی کہا تو سب اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا دس درم کو بیچا پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ میرا تجھپر کپڑا ہی یا دس درم ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے نزدیک خیار مین شمار [1] ہے یہ محیط مین لکھا ہی اور خیار شرط جیسا بیع جائز مین ثابت ہوتا ہی اسیطرح بیع فاسد مین ثابت ہوتا ہی یہانتک کہ اگر ایک غلام بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اس شرط پر فروخت کیا کہ اُسکو خیار ہی پھر مشتری نے

[1] یعنی بائع نے اسکو جاکر کا اختیار دیدیا ۱۲ م

بائع کی اجازت سے غلام پر قبضہ کر لیا اور اُسکو آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے نہ نافذ ہوگی راہ سے جائز ہے نہ[۱] موقوف ہوگی راہ سے یہ فتاوی صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر تین دن تک ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی شرط بھی جائز ہے ایسا ہی امام محمد رح نے اصل میں ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ بالکل وقت نہ بیان کیا جیسے اسطرح کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر تو ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے یا وقت نامعلوم بیان کیا جیسے اسطرح شرط کی کہ اگر تو چند روز ثمن نہ ادا کریگا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے اور ان دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے اور اگر کوئی وقت معلوم بیان کیا تو اگر وقت تین دن یا تین دن سے کم ہو تو تینوں اماموں کے نزدیک عقد جائز ہے اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور امام محمد رح نے کہا کہ بیع جائز ہے[۲] یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے تین دن کے درمیان ہی ثمن ادا کر دیا تو سب امام کہتے ہیں کہ بیع جائز ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے تین دن میں ثمن دینے سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا تو عتق نافذ ہو جائے گا اسواسطے کہ یہ بیع بمنزلہ مشتری کے شرط خیار کر لینے کے ہے اور اگر تین دن گزر گئے اور اُس نے ثمن نہ ادا کیا تو صحیح یہ ہے کہ بیع فاسد ہوگی فسخ نہوگی یہانتک کہ اگر اُس نے تین دن کے بعد آزاد کیا تو اُس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری کو اسکی قیمت ادا کرنی لازم ہوگی اور اگر بائع کے قبضہ میں ہو تو مشتری کا آزاد کرنا نافذ نہوگا یہ مسئلہ فتاوی قاضی خان کی فصل شروط مفسدہ میں مذکور ہے اور اگر کوئی غلام بیچا اور ثمن بقبضہ لیا اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن واپس کرے تو دونوں کے درمیان بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور یہ بائع کے واسطے شرط خیار کے معنی میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہانتک کہ اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو وہ اسکے پاس قیمتی ضمان[۳] میں ہوگی اگر مشتری اُسکو آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ نہوگا اور اگر بائع آزاد کرے تو اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور خیار کی شرط کرنا جسطرح بیع کے وقت جائز ہے اسیطرح بعد بیع کے بھی جائز ہے یہانتک کہ اگر بیع تمام ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے کہا یا بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا اسی معنی میں اور لفظ کہے تو موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائیگا اور اگر کوئی خیار فاسد ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اسکے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہوگا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور اُسکو چند روز گزر گئے پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ تجھکو میری طرف سے خیار ہے تو اسکو جب تک مجلس میں حاضر ہے خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے

۱ یعنی یہ بھی نہوگا کہ بیع موقوف رہے حتی کہ شراب کو ساقط کرنے سے آیندہ جائز ہو جاوے ۱۲ م ۲ اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے ۱۲ م ۳ یعنی اگر مشتری کے پاس غلام تلف ہو تو ثمن نہیں بلکہ اسپر قیمت واجب ہوگی ۱۲ م

کے ہو کہ تجھکو اقالہ کر لینے کا اختیار ہو اور اگر کہا کہ تجھکو تین دن تک کا اختیار ہو تو اُسکے کہنے کے موافق مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ یہی صحیح ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہو اور فتاوی غیاثیہ مین لکھا ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ جس بیع کا تو عقد کریگا اسمین مین نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خرید اتو امام اعظم رح کے نزدیک پہلے قول سے اُسکو اس بیع مین خیار حاصل نہوگا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ مجھکو بیع یا ثمن مین خیار حاصل ہو تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہو کہ مجھکو خیار حاصل ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اور اگر رات تک یا ظہر کے وقت تک یا تین دن تک کے خیار کی شرط کی تو اُسکو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین دن تک خیار حاصل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہو جبتک وہ نہ گزرے خیار کی بھی انتہا نہین ہو سکتی ہو اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیار مین داخل نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ اور یہ مسئلہ کتاب اصل مین اصطلح مذکور ہو اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اسکے برخلاف نقل کیا ہو یعنی کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ مجھکو رات تک خیار حاصل ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اسوقت سے غروب آفتاب تک خیار ہوگا اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو ف مثلاً پہر دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہو خواہ دو دن یا نہ دون تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلی روایت کے موافق رات بھی خیار مین داخل ہو یعنی اُسوقت سے تمام رات اُسکو خیار حاصل ہو اور صاحبین کے نزدیک رات داخل نہین صرف اُسکو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہو اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق جو ذخیرہ مین ہو امام اعظم رح کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہو والاقوی روایۃ مافی الاصل واللہ اعلم اگر تین دن کے واسطے خیار شرط کی پھر اسمین سے ایک یا دو دن گھٹا دیے تو جسقدر ساقط کیا ساقط ہو جائیگا اور ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اس عرصہ مین اُسکو اختیار ہوگا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اس سے خدمت لے تو جائز ہو اور ایسا کرنے سے اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر انگور کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ مین اُسکے پھل کھاوے تو بیع جائز نہین ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ اگر باپ یا اُسکے وصی نے نابالغ لڑکے کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہو پس اگر مدت خیار مین لڑکا بالغ ہوگیا تو امام ابی یوسف کے قول مین بیع تمام ہوگئی اور خیار باطل ہوگیا اور امام محمد رح نے ظاہر الروایت مین فرمایا ہو کہ خیار لڑکے کو حاصل ہوگا پس اگر مدت خیار مین اُسنے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائیگی اور اگر رد کیا تو باطل ہو جاویگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہو

دوسری فصل عمل خیار اور اُسکے حکم کے بیان مین اگر خیار بائع کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو مبیع بالاتفاق اُسکے ملک سے نہین نکلتی ہو اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے نکل جاتا ہو ولیکن اُسکے ملک سے نکلکر امام اعظم رح کے قول پر بائع کی ملک مین داخل نہین ہوتا ہو اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اگر بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی مبیع اور ثمن مین مشتری اور بائع کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہین ہوتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر خیار مشتری کیواسطے

شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُسکی ملک سے نہین نکلتا ہی اور مبیع بائع کی ملک سے بالاتفاق نکل جاتی ہی ولیکن اُسکی ملک سے نکلکر امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کی ملک مین داخل نہین ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک موافق داخل ہو جاتی ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اس قاعدہ پر چند کو مسائل جسمین امام اعظم رح اور صاحبین کا اختلاف ہی چند مسئلون کی بنا ہے از انجملہ یہ ہی کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شرط پر خریدا کہ اسکو تین دن تک خیار حاصل ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح فاسد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جائیگا اور اگر مدت خیار مین بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائیگا اور اگر ثیبہ تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک خیار باطل نہوگا اور اسکو رد کا اختیار باقی رہیگا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص مبیع کو قبول کرنے والا شمار ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک رد کرنیکا اختیار ثیبہ مین اسوقت ہی کہ اس مین وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگرچہ ثیبہ ہو واپس کرنا جائز نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہی کہ اگر وہ باندی اُسکی زوجہ نہو اور وہ شخص اس سے وطی کرے تو بیع کا اختیار کرنیوالا شمار ہوگا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خواہ اُسکو وطی سے کچھ نقصان پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ جب خریدی ہوئی باندی مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچہ جنے (یعنی کسی کی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُسکے پیٹ رہا پھر وضع حمل سے پہلے اُسکو مثلاً تین روز کے خیار پر خریدا اور وہ اس مدت مین مشتری سے بچہ جنی) تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائیگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور امام رحمۃ اللہ کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہونا اس صورت مین ہی کہ وہ باندی بائع کے قبضہ مین ہو اور اگر مشتری کے قبضہ مین آکر مدت خیار مین جنی تو خیار ساقط ہو جائیگا اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائیگی اور باندی بالاتفاق اُسکی ام الولد ہو جائیگی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے عیب دار ہو گئی یہ کفایہ مین لکھا ہی۔ اگر خیار کی شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جنی تھی تو امام اعظم کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد نہو جائیگی اور اسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا مگر جب اسنے قبول کر لیا تو اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اُسپر ثمن ادا کرنا لازم آئیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور از انجملہ جسکو خریدا ہی اگر وہ مشتری کا قرابت دار ہو تو آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی از انجملہ یہ ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہو جاؤن تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ

ف۱ صورت یہ کہ غلام تاجر نے اپنے مولی کی اجازت سے زید کی باکرہ باندی سے نکاح کیا اور ہنوز زفاف نہوا تھا کہ اسنے یہ باندی زید سے اپنے خیار شرط پر خریدی ۱۲ ف۲ تو واپسی ممنوع ہوگی ۱۲ م ف۳ قرابتی محرم جب کسی کی ملک میں آوے تو وہ فوراً آزاد ہو جاتا ہی ۱۲ م

خریدا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائیگا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے ایک غلام بشرط خیار خریدا تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائیگا اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر کوئی باندی شرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ حیض استبرا[1] کے واسطے کفایت نہ کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت مین ہی کہ بعض حیض مدت خیار مین پایا جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع پر استبرا واجب نہین ہی خواہ فسخ کرنا اور رد کرنا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر فسخ اور رد قبضہ سے پہلے ہوا تو استحساناً بائع پر استبرا واجب نہین ہی اور قیاس چاہتا ہے کہ واجب ہو اور اگر فسخ و رد قبضہ کے بعد ہوا تو استحساناً و قیاساً بائع پر استبرا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس صورت مین اجماع ہی کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ فسخ ہو پس اگر فسخ قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر استبرا واجب نہوگا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہوگا اور اگر خیار بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو فسخ کر دے تو استبرا واجب نہوگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پر بعد جواز بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا استبرا بالاجماع واجب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ مبیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر یا اُسکے بعد تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فسخ ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فسخ نہو گی اور مشتری کو ثمن دینا لازم ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کیواسطے ہو پس اُسنے مبیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت مبیع پر قبضہ کر لیا اور ثمن کا حال تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا میعاد مقرر تھی اور مشتری کو مبیع مین خیار رویت یا خیار عیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اُسکو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گئی تو سب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اُسکو ثمن ادا کرنا واجب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر کسی غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی کوئی اسباب خرید اور اپنی ذات کیواسطے خیار کی شرط کر لی پھر بائع نے اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا تو اُسکا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اگر چاہے تو بلا عوض مبیع کو قبول کرے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور مبیع بائع کو بلا ثمن واپس ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائیگا اور خیار باطل[2] ہو جائیگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر بیع قطعی ہو اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ثمن ادا

---

[1] استبرا رحم کا پاک معلوم کرنا غیر کے نطفے سے ہی کما فی النکاح ۱۲ [2] قولہ باطل کیونکہ مفت رد نہین کر سکتا ہی ۱۲ م

کرنے سے بری ہو جائے تو سب اماموں کے نزدیک اُسکو اسباب واپس کرنیکا اختیار نہیں ہی نہ خیار رویت کی وجہ سے نہ خیار عیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو سب اماموں کے نزدیک اُسکو خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار ہی اگرچہ وہ ثمن سے بری ہو اور یہ ظاہر ہی اور اسیطرح خیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں واپس کرسکتا ہی اگرچہ ثمن سے بری ہوں اگر اسمیں کچھ عیب پایا اور ثمن سے بری ہونیکے بعد واپس کرنیکا ارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر قبضہ کرنیکے بعد ہی تو واپس نہیں کرسکتا یہ نہایہ میں لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سور خریدا پھر قبضہ سے پہلے دونوں یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا اُسمیں دونوں کے واسطے یا ایک کیواسطے خیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونوں یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہو جائیگی اور باطل نہو گی اور اگر بیع میں بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر مشتری مسلمان ہوا تو بیع باطل نہو گی اور خیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہیگا پس اگر بائع نے بیع فسخ کرنی چاہی تو شراب اُسکو واپس ہو جائیگی اور اگر بیع کی اجازت دینی چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونیکا اہل ہے اور اگر مشتری کیواسطے خیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی اور باطل نہو گی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہو گی اور مشتری کا خیار اپنے حال پر رہیگا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُسکی ہو جائیگی اور اگر فسخ کردی تو بائع کی ہو جائیگی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونیکا اہل ہی یہ نہایہ میں مذکور ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ ایک[1] حلال شخص نے ایک ہرن بشرط خیار خرید اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسنے احرام باندھا اس حال میں کہ ہرن اُسکے ہاتھ میں تھا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائیگی اور ہرن بائع کو واپس دیا جائیگا اور مشتری پر لینا لازم نہو گا اور اگر خیار بائع کیواسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر خیار مشتری کیواسطے ہو اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنیکا اختیار ہی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے خیار شرط کے ساتھ انگور کا شیرہ خریدا پھر اُس مدت خیار میں وہ شراب ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائیگی یہ نہایہ میں لکھا ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر خیار مشتری کے واسطے ہو اور وہ بیع فسخ کردے تو امام اعظمؒ کے نزدیک زوائد[2] بائع کو واپس دیجائینگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہونگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی کسی نے ایک غلام بعوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کردیا تو سب اماموں کے قول کے موافق اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا اور بیع باطل ہو جائیگی اور اگر اُسنے باندی کو آزاد کردیا تو جائز ہی اور یہ آزاد کرنا اپنے خیار کو ساقط کرنا ہوگا اور بیع تمام ہو جائیگی اور اگر

[1] قولہ حلال یعنی جو حج یا عمرہ کا احرام باندھے نہو ۱۲ [2] یعنی مدت خیار میں اگر زیادت متصلہ یا منفصلہ پیدا ہو گئی اور مقصود بیان منفصلہ سے ہی ۱۲

اُسنے ایک ہی کلام مین دونون کو آزاد کردیا تو دونون آزاد ہو جائینگے اور اُسکو باندی کی قیمت اپنی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونون مین سے کسی کو صحیح نہین ہی اور ایسے مسئلہ مین اگر خیار مشتری کے واسطے فرض کیا جاے تو سب احکام برعکس ہو جائینگے اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خیار غلام بیچنے والے کے واسطے ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ باندی آزاد نہو جائیگی اور اگر وہ اسکی زوجہ ہی تو نکاح فاسد نہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُسکو آزاد کردیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جائیگا اور یہ اُس کے خیار کے ساقط کرنیمین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خرید اکہ خریدار کو تین دن تک کا خیار ہی تو جب تک تین روز نہ گزر جاوین بائع کو ثمن طلب کرنیکا اختیار نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین حاوی سے منقول ہی بشر رح کہتے ہین ہینے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبانی سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک غلام بشرط خیار خریدے تو مین بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر نہ کرونگا اور نہ مشتری پر ثمن بائع کو دینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر مشتری نے ثمن دیدیا تو بائع پر غلام مشتری کو دیدینے کے واسطے جبر کرونگا اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دیدیا تو مشتری کو ثمن بائع کو دیدینے کے واسطے حکم دونگا اور مشتری کو اسکا خیار باقی رہیگا اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مشتری نے ثمن ادا کرکے غلام پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے اُسکو روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی لیکن بائع پر ثمن واپس کردینے کے واسطے جبر کیا جائیگا ہمارے اصحاب نے فرمایا ہی کہ خیار شرط کی وجہ سے صفقہ تمام نہین ہوتا ہی پس اگر خیار بائع کا ہو یا مشتری کا اور مبیع ایک چیز ہو یا چند چیزین ہون تو یہ نہین ہو سکتا کہ بعض مین بیع قبول کرے اور بعض مین نہ قبول کرے خواہ مبیع قبضہ مین ہو یا نہو کیونکہ اس صورت مین تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہوتا ہی اور یہ جائز نہین ہی ہان تمام ہونے کے بعد اسکے برخلاف ہی کیونکہ اسوقت صفقہ کی تفریق جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور مبیع پر قبضہ کرلیا گیا ہو پھر بعض اُسکا تلف ہو جاے یا کوئی شخص اُسکو تلف کردے تو امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کی اجازت دیدے اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر مبیع ایسی چیز ہی کہ جسمین ابعاض مین باہم تفاوت ہی پس بعضے تلف ہوے تو بیع ٹوٹ جائیگی اور بائع کو باقی مین اجازت دینے کا اختیار نہین ہی اور اگر کتاب یا تول کی چیزین یا گنتی کی ایسی چیزین ہون کہ جنمین تفاوت نہین ہوتا ہی پھر بعض تلف ہو جاے تو بائع کو اختیار ہی کہ باقی مین بیع کو لازم کردے اور اگر کسی تلف کرنیوالے نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین تلف کردیا تو قول امام ابو حنیفہ رح اور پہلا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہی کہ بائع کو اختیار ہی کہ بیع کو لازم کرے اور ثمن لے لے اور امام ابو یوسف رح کا بعد دوسرا قول یہ ہو کہ بائع کو اُسکا مشتری پر لازم کرنیکا بدون مشتری کی رضا کے اختیار نہین ہی اور اگر دو غلام مین سے ایک اپنے بائع کے قبضہ مین ہلاک ہو جاے تو بلا رضامندی مشتری کے بائع کو یہ اختیار نہین ہی کہ باقی غلام مشتری کے ذمہ ڈالے یہ جامع کبیر میں ہے

تیسری فصل اس بیان مین کہ کن وجھون کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہی اور کن کے ساتھ نہین ہوتا اور کن وجھون سے فسخ ہو جاتی ہی اور کن وجھون سے فسخ نہین ہوتی ہی جس شخص کے واسطے خیار کی شرط

کی گئی ہی خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو نقہا کا اتفاق ہی کہ اُسکو مدت خیار کے اندر اختیار ہی چاہے
بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کر دے پس اگر دوسرے کے بے حضور یعنے نادانستگی مین اُسنے بیع کی اجازت دی تو
جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ شرط خیار اگر بائع کیواسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونیکی تین صورتین ہین ایک یہ
کہ مدت خیار مین اُسنے کلام سے بیع کی اجازت دی کذا فی السراج الوہاج مثلاً یہ کہے کہ مین نے بیع کی اجازت دی
یا مین بیع سے راضی ہوا یا مین نے اپنا خیار ساقط کر دیا یا اور الفاظ مانند اسکے کہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔
اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اسکے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھا یا مجھے خوش آیا یا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے
سے اُسکا خیار ساقط نہوگا بلکہ باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار کے اندر
بائع مر جاے تو اُسکی موت کی وجہ سے خیار باطل ہو جائیگا اور بیع نافذ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی
اور تیسری صورت یہ ہی کہ مدت خیار گذر جائے اور جسکو خیار حاصل ہی اُسکی طرف سے فسخ اور اجازت کچھ نہ پائی جائے
تو بیع نافذ ہو جائیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح جواز و نفاذ ہو جاتا ہی جبکہ اُسپر بیہوشی طاری ہو یا
مجنون ہو جاے اور تینون دن گزر جاوین اور اگر اُسکو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمد رح
طواویسی سے منقول ہی کہ وہ صاحب خیار نہ رہیگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہیگا
شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب الماذون متن مین یہ حکم صریح آیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ
بیہوشی اور جنون خیار کو ساقط نہین کرتے ہین صرف مدت کا گذرنا بدون بیع یا فسخ اختیار کرنے کے خیار کو
ساقط کرتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر سوتا رہے یہانتک کہ مدت گزر جاے تو بھی خیار ساقط ہو جائیگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر شراب کے نشہ سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر
اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور امام احمد طواویسی سے منقول ہی کہ اگر بھنگ کے نشے سے بیہوش ہوا تو اُسکا خیار باطل
ہو جائیگا یہانتک کہ اگر مدت خیار مین اُسکا نشہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اُسکو تصرف کرنا جائز نہین ہی اور
صحیح قول یہ ہی کہ خیار اُسکا باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مرتد ہو گیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام لایا
تو بالاجماع اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اس مدت مین مر گیا یا مرتد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالاتفاق اُسکا خیار
باطل ہو جائیگا اور اگر بعد مرتد ہونیکے خیار کی راہ سے اُسنے کوئی تصرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک
اُسکا تصرف موقوف[1] رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی بیع کے فسخ کی دو صورتین
ہین یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ فسخ کرنیکی یہ صورت ہی کہ یون کہے کہ مین نے بیع فسخ کر دیا
پھر بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو فسخ صحیح ہوگا اور قاضی کے حکم کرنیکی یا مشتری کے
راضی ہونیکی کچھ احتیاج نہوگی اور اگر مشتری آگاہ نہو تو فسخ صحیح نہوگا اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک
موقوف رہیگا اور اسمین امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف کا خلاف کرنا صرف قول سے ۹۰

[1] قولہ موقوف یعنی ابھی تک توقف ہی کہ آیندہ وہ مسلمان ہو جائے گا یا قتل ہوگا ١٢

فسخ کرنے کی صورت مین ہی اور اگر فعل سے فسخ کرے تو بالاتفاق حکماً بیع فسخ ہوجائیگی خواہ مشتری غائب ہو یا حاضر اور حاضر ہونے سے مراد اُسکا آگاہ ہونا ہی اور غائب ہونے سے مراد اُسکا آگاہ نہونا ہی پس اگر اُسنے مشتری کے غائب ہونے کی حالت مین بیع فسخ کردی پھر اُسکو مدت خیار کے اندر خبر پہونچی تو فسخ تمام ہوگیا کیونکہ مشتری آگاہ ہوگیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر پہونچی تو بیع تمام ہوجائیگی کیونکہ فسخ سے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہوا اور اسی طرح اگر بائع نے بعد فسخ کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے پھر بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہی اور اُسکا فسخ کرنا باطل ہوجائیگا یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔ اور فعل کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہی کہ بائع مدت خیار کے اندر مبیع مین مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا مدبر یا مکاتب کردے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کردے اور اسی طرح اگر ہبہ کرکے سپرد کردے تو بیع فسخ ہوجائیگی اور اگر ہبہ کرکے سپرد نہ کیا تو فسخ نہوگی اگر رہن کرکے سپرد کردیا تو بیع فسخ ہوجائیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اجرت پر دیدیا تو بعض جگہ مذکور ہی کہ یہ بھی فسخ ہوگا اگرچہ اُسکو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو[۱] اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر مدت خیار کے اندر مبیع مشتری کو سپرد کردی تو امام ابوبکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہی کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہی تو اُسکا خیار باطل ہوگا اور مشتری مالک نہوگا اور اگر مالک کردینے کی راہ سے سپرد کی ہی تو اُسکا خیار باطل ہوجائیگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور حاصل یہ ہی کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل ثمن مین کرتا تو بیع کی اجازت ہوجاتی تو مبیع مین ایسا فعل کرنے سے از روے دلالت کے بیع فسخ ہوجائیگی یہ بدائع مین لکھا ہی ایک شخص نے کوئی غلام بعوض ثمن کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک خیار ہے پھر مدت خیار کے اندر بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری کردیا یا اُس ثمن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اس کا خریدنا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا سب صحیح ہی اور اُسکا خیار باطل ہوجائے گا اسواسطے کہ جو ثمن ذمہ رکھا جاوے وہ بمنزلہ اسباب[۲] کے ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بعوض اس ثمن کے جو اُسکے ذمہ ہی کوئی چیز چرکائی تو بھی خیار باطل ہوجائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز اس ثمن کے عوض خریدی تو بائع کا خیار باطل ہوگا اور خرید صحیح نہوگی اور اگر ثمن قرض تھا پھر مشتری نے اُسکو ادا کردیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرکے کچھ تصرف کیا تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسی طرح اگر مبیع مشتری کو سپرد کردی تو بھی خیار باطل نہوگا اور اگر خیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اُسکو ثمن سے بری کیا تو امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اسکا بری کرنا صحیح نہین[۳] اور امام محمد رح نے کہا ہی کہ اگر مدت خیار کے گزرنے یا مدت کے اندر خیار ساقط کرنے سے دونون کے درمیان بیع تمام ہوجاے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور ایسے مسئلون مین حاصل کلام یہ ہی کہ اگر ثمن ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہی تو جب بائع ثمن پر قبضہ کرکے بیع

---

[۱] قولہ کیا ہو یعنی اجارہ مین قبضہ دینا شرط نہین جیسے ہبہ و رہن مین شرط ہی ۱۲ م [۲] یعنی بمنزلہ اسباب کے معین ہوتا ہی تو ہبہ وغیرہ صحیح ہی ۱۲ م [۳] حاصل آنکہ متوقف رہے گا ۱۲ م

یا ہبہ کے طور پر تصرف کریگا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہوگا اور اگر ثمن ایسی چیز ہے کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہے جیسے دراہم وغیرہ تو اسمین اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کرے تو بیع کے تمام کرنے مین شمار نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ ثمن کے عوض مشتری سے کوئی کپڑا خرید لیا یا مثلاً ثمن ہزار درہم تھے اسکے بدلے سو دینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اسکو دونون مین خیار حاصل ہے اور مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک دونون مین سے مرگیا یا اسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو باقی کی بیع جائز نہین ہے اگرچہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر راضی ہوجائین اسواسطے کہ جو بیع شرط خیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق مین منعقد نہین ہوتی ہے پس جب دونون مین سے ایک ہلاک ہوگیا تو باقی مین بیع کی اجازت گویا از سر نو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہین ہے اور اگر بائع نے دونون غلامون کی زندگی مین یہ کہا کہ مین نے اس خاص غلام کی بیع توڑ دی یا کہا کہ مین نے ان مین سے ایک کی بیع توڑ دی تو اسکا اسطرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اسکو دونون مین خیار باقی رہے گا اور اسی طرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ اسکو تین دن تک خیار ہے پھر کہا کہ مین نے اسکے نصف مین بیع توڑ دی تو یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے انڈے یا گدر کھجورین تین دن کے خیار شرط پر بیچین پھر مدت خیار کے اندر انڈون مین سے بچے نکلے یا کچی کھجورین پختہ ہوگئین تو بیع باطل ہوجائیگی اور اس مسئلہ مین اگر مشتری کا خیار فرض کیا جاوے تو اسکا خیار باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اسی صورت مین اگر خیار کسی کا نہو تو بیع باقی رہیگی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تو زمین مشتری کے پاس قیمتی ضمانت[1] مین رہے گی اور اسکو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے ثمن حاصل کرنے کے واسطے جو اس نے بائع کو دیا ہے زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اسکے بعد مشتری کو اس زمین مین ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت دی اور مشتری نے اس مین کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس امانت[2] ہوجائیگی اور بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اختیار ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے ثمن پورا لینے کے واسطے کہ جو اسکا بائع کے ذمہ چاہیے ہے زمین کے روکنے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے زمین مین زراعت کی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اُجرت کے حساب سے اسکو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اس زمین کے قبضہ مین لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرنے کے یہ ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر قبضہ کرنے سے منع کرے یہانتک کہ اپنا ثمن اس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہے اور اگر مشتری نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اُجرت ہوا کرتی ہے اسکے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت اکھاڑ ڈالنے کو بھی برا جانا اور اس زمین کے مالک سے کھیتی کی ضمان لینے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہے بشرطیکہ

[1] یعنی اس کے ضائع ہونے پر قیمت دینا پڑے گی نہ ثمن ۱۲ م [2] یعنی ضمانت سے نکل جاوے گی ۱۲ م

زمین کے مالک نے اُسکو کھیتی کی اجازت کھیتی تیار ہونے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے تیار ہوکر کٹنے تک اپنی زمین مین کھیتی کو بلا اُجرت چھوڑ دے تو اُس پر ضمان لازم نہ آئیگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے ایک غلام بشرط خیار بیچا پھر بائع نے اُس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر گھر مین داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہو پس تو آزاد ہے تو یہ کہنا بیع کے توڑنے مین شمار نہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام آزاد ہے یعنے یہ بھی بیع کا توڑنا نہوگا اور یہ مسئلہ منتقی مین مذکور ہے اور اس اخیر صورت کی نسبت ہشام اور بشر نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب مدت خیار کی بیع ٹوٹنے سے پہلے گزر جائیگی تو بیع واجب ہو جائیگی اور وہ دوسرا غلام آزاد ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر چکی کی بیع مین خیار کی شرط تھی پھر بائع اُسکو پیسنے کے کام مین لایا تو بیع فسخ ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے خیار مین چکی سے اسواسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس چکی سے کسقدر پیسا جاسکتا ہے تو اُسکا خیار ساقط نہوگا اور اگر اُس سے زیادہ پیسا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ پیسنا زیادتی مین شمار ہے اور اس سے کم کمی مین شمار ہے کہ اس سے خیار باطل نہین ہوتا ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ اگر مبیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہو جائیگی خواہ خیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری کو یا دونون کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر خیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہو جائے گی اسلیئے کہ مبیع کی ایسی حالت ہوگئی کہ اب انشاء[ل] عقد کرنے کی گنجایش نہین ہے تو عقد کی اجازت دینے کی گنجایش بھی نہوگی پس بیع بالضرور فسخ ہو جائیگی پھر اگر وہ شی مثلی نہین ہے تو مشتری کو قیمت دینی لازم آئیگی اور اگر مثلی ہے تو اُسکا مثل واجب ہوگا اور اگر اس مسئلہ مین خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہوگی ولیکن خیار باطل ہو جائے گا اور بیع لازم ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اسکو خیار حاصل ہے اور وہ باندی مشتری کو دیدی پھر مدت خیار کے اندر مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا یا کسی سے اُس کا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہوگا اور اُس کا نکاح کر دینا بھی جائز نہین ہے کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے شخص سے اُسکا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ وہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اُس سے وطی کر لی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اُس باندی مین سو درم کا نقصان آگیا ہے اور اس وطی کا مہر سو درم ہین تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے شوہر کا دامنگیر ہو کر پورا مہر لیوے اور شوہر اسکو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامنگیر ہو کر وطی کا نقصان لے یعنے سو درم لے اور پھر مشتری اس سو درم کو جو اُس نے ضمان مین دیے ہین اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہین دی اور باندی بائع کے قبضہ مین تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا اور اسکے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے ثیبہ ہونے کی وجہ سے وطی سے

ل یعنی اثنائے بیع از سر نو عقد کرنا غیر ممکن ہو ۱۲

اس مین کچھ نقصان نہین آیا تو نکاح فاسد ہی اگر مشتری اُس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائیگا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ نہوگا اسواسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو زوج اُسکی مشتری کے واسطے حلال نہین ہوئی اور اگر مشتری اُسکے نکاح کو فسخ کردے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھیرنے کا اختیار نہین ہی اس جہت سے کہ وطی سے اس مین نقصان نہین آیا اور اگر وطی زنا سے واقع ہو تو عیب مین شمار ہوگی کہ جسکے سبب سے اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اسکو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر مشتری نے چند درم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا خیار توڑ کر بیع پوری کردے تو یہ صلح جائز ہی اور یہ زیادتی ثمن مین زیادتی لگائی جاوے گی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور بائع نے خیار توڑ دینے پر اسطرح صلح کی کہ مین ثمن سے اس قدر کم کردونگا یا یہ اسباب خاص مبیع مین بڑھا دونگا تو یہ بھی بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی غلام ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک کا خیار حاصل ہی پھر مشتری نے بعوض درہمون کے سو دینار دیے پھر بائع نے بیع توڑدی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہی کہ اسکے دینار واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمدؒ سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان تین دن کے خیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر مین چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائیں اور بیع واجب ہوجاے تو ایسی صورت مین کیا منادی بھیجا جائیگا امام نے فرمایا کہ ہان مین اُسکے طرف منادی بھیجونگا پس اگر وہ ظاہر ہوگیا تو بہتر ورنہ اُسکا خیار باطل کردونگا مگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہوجاے پھر مین نے کہا کہ اگر خصم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہین بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ خیار باطل کردو تو امام نے فرمایا کہ مین ایسا نہ کرونگا پھر مین نے کہا کہ اگر خصم بیان کرے کہ مین نے منادی کی اور اشہاد کیا پھر وہ مجھسے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی[لہ] کرو۔ تو امام نے فرمایا کہ مین کہونگا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہی کہ مجھسے جس سے جھگڑا ہی مین نے اُس کی تین دن تک منادی کی کہ مین ہر روز اُسکے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھسے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہی کہ اگر ایسا ہی ہی تو مین نے خیار باطل کردیا پھر اگر اسکے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُسنے انکار کیا تو مین مدعی سے خیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کرونگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک چیز تین دن کے خیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع کے دروازہ پر گیا تاکہ مبیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے خصم قائم کرنے اُسکو بیع پھیر دیجاوے تو فقہا نے اس باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ قاضی خصم قائم کریگا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خریدا اور پوشیدہ ہوجانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو

لہ یعنی یہ کہو کہ گواہ رہو کہ اس شخص نے مدعا علیہ کو تلاش کیا اور منادی کرائی جس کو گواہون نے دیکھا ہے ۱۲م

اُس نے اپنی رعایت خود ترک کردی پس اُس کی رعایت نہ کیجاوے گی پس اگر قاضی نے کوئی خصم قرار نہ دیا نہ دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخواست کی تو امام محمدؒ سے اس باب مین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہے کہ قاضی اس درخواست کو قبول کر کے بائع کے دروازہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جا کر پکارے کہ قاضی کہتا ہے کہ فلان خصم تیرا تجھ پر بیع واپس کرنا چاہتا ہے پس اگر تو حاضر ہو تو بہتر ورنہ مین بیع توڑ دونگا پس قاضی بدون منادی کے بیع نہ توڑیگا اور دوسری روایت مین یہ آیا ہے کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کریگا پس امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیئے تو اُنھون نے کہا کہ مشتری کو یہ چاہیئے کہ جب اُسکو بائع کے غائب ہوجانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی ثقہ وکیل لیکر اپنی مضبوطی کرے تاکہ اگر بائع چھپ جاے تو وکیل کو واپس کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہے اس شرط پر کہ تین دن تک کا خیار ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جاوے اور استحسان کے رو سے مشتری سے کہا جائے گا کہ یا بیع فسخ کرے یا مبیع کو لے اور تجھپر کوئی ثمن واجب نہ ہوگا تا وقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس بگڑ جاے اور یہ اسواسطے کہ دونون طرف کا ضرر دفع ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر کسی ایسی چیز کو کہ جو جلد بگڑ جاتی ہے بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہوگیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور دوسرے مشتری کو اُس کا خریدنا حلال ہے اگرچہ وہ اسکے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اگر بائع یا مشتری کسی کو خیار حاصل تھا اُس نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر مین آج ایسا نہ کرون تو میرا اختیار باطل ہے تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر ایسی شرط خیار عیب مین لگائی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ کہا کہ مین نے اپنا خیار کل آئندہ مین باطل کردیا یا کہا کہ مین نے اپنا خیار باطل کردیا جس وقت کل کا روز آوے گا پس کل کا دن آیا تو منتقی مین مذکور ہے کہ اُسکا خیار باطل ہوجائے گا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہین ہے کیونکہ یہ وقت لامحالہ آویگا بخلاف پہلی صورت کے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر ایک باندی بعوض ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی مین خیار حاصل ہے تو غلام کا ہبہ کرنا یا نخاس مین پیش کرنا بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا اصح قول کے موافق بیع کی فسخ ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی بشرط خیار مول لی پھر اسکے سوا دوسری باندی بائع کو واپس دیکر کہا کہ یہ وہی ہے جو مین نے تجھسے خریدی تھی تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور بائع کو جائز ہے کہ اسکو اپنی ملکیت مین لیوے اور اس سے وطی کرے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے۔ بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرۂ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہوگیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو منتقی مین ذکر کرکے کہا کہ مشتری شیرۂ انگور کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور اسی طرح امام محمدؒ سے مروی ہے حاکم ابو الفضل

کہتے ہین کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہی کہ بائع اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر وہ تین روز گزرنے تک خاموش رہے تو مشتری کو مبیع لازم ہوگی پھر اُس بنا پر کہ جو بشرؒ نے روایت کی ہی کہ بیع ٹوٹ جائیگی فرمایا کہ اگر اُن دونون نے باہم جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہوگئی پھر بائع نے اپنے خیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہی اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہونا اعتبار نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار حاصل ہی پھر اُس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع توڑنے مین شمار نہوگا مگر اُس صورت مین بیع ٹوٹ جائیگی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہوجاے اور بعد قرض ہوجانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو جائز نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے خیار شرط پر فروخت کر کے مشتری کے سپرد کردیا پھر اُسکو مشتری کے پاس سے غصب کرلیا تو یہ کام بیع کے فسخ اور خیار کے باطل کرنے مین شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ کی چھبیسوین فصل مین لکھا ہی۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو خیار حاصل ہی فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کرڈالا اور غلام بھی مرگیا اور مشتری نے اُسکی قیمت بائع کو دیدی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لین گے اور بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے اُسکے مثل لے لیوے اور یہ صورت بمنزلہ غصب کے ہی۔ کسی نے ایک غلام خیار کی شرط پر بیچا اور غلام اُسکے قبضہ مین ہی پھر تین دن کے اندر کہا کہ مین نے بیع کو فسخ کردیا پھر اُسکے بعد کہا کہ مین نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع استحساناً جائز ہی اور اگر ایسی صورت مین بائع نے مبیع مین کچھ نقصان پیدا کردیا اور مشتری نے کہا کہ مین اُس کو اسی طرح لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن اگر بائع اُسکو سپرد کردے تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مبیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کردیا اور خیار بائع کا تھا تو بیع فسخ نہوگی اور بائع کا خیار باقی رہیگا خواہ مبیع مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے قبضہ مین ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامنگیر ہوکر ضمان لے اور اسی طرح اگر مبیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہی چاہے بیع کو فسخ کردے اور مشتری سے ضمان لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لے اور اگر مبیع مین بائع کے پاس کچھ عیب آگیا تو یہ عیب اگر آسمانی آفت سے یا خود مبیع کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہی کہ اگر چاہے تو مبیع پورے ثمن مین لے لے ورنہ ترک کردے کیونکہ مبیع قبضہ سے پہلے متغیر ہوگئی اور اگر اس صورت مین بائع کے فعل سے عیب آگیا ہو تو بیع باطل ہوجائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آگیا تو بیع باطل نہوگی اور بائع اپنے خیار پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فسخ کرے عیب پیدا کرنے والے کا دامنگیر ہوکر جرمانہ لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیکر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے جرمانہ لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہوگی اور بائع کو خیار رہیگا کہ اگر چاہے تو فسخ کرے مشتری سے قیمت لے

اور اگر چاہے تو اجازت دیکر اُس سے ثمن حاصل کرے اور اسی طرح اگر مبیع مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی یا مشتری کے فعل یا آسمانی آفت سے عیب دار ہوگئی تو بھی بائع اپنے خیار پر رہیگا اگر چاہے تو بیع کی اجازت دیوے ورنہ چاہے تو فسخ کردے پس اگر اُسنے اجازت دی تو مشتری سے پورا ثمن لے لیگا اور مشتری اجنبی سے جرمانہ لیگا اگر عیب اُسکے فعل سے ہوا ہو اور اگر بائع نے بیع فسخ کردی تو عیب اگر فعل مشتری یا آفت آسمانی سے ہوا تو بائع اُس عیب دار مبیع اور جرمانہ کو مشتری سے لیگا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے ولیکن مشتری جو جرمانہ دیگا وہ اجنبی سے واپس لیگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور ابو سلیمان نے امام ابو یوسفؒ سے امالی مین روایت کی ہے کہ اگر مبیع بائع کے قبضہ مین کوئی جرم کرے اور خیار بائع کا ہو تو اگر بائع بیع کو توڑے پس بائع یا مبیع کو دے گا یا اُسکا فدیہ دے گا اگر اُسنے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یہانتک کہ مدت گزر گئی اور مشتری نے اُس کو قبول کیا اور اُسکے عیب جرم پر راضی ہوگیا تو مشتری جرم مین یا مبیع کو دیگا یا اُسکا فدیہ دے گا یہ محیط مین لکھا ہے ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر مشتری مرگیا اور بائع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیٹا آزاد ہوجائیگا اور اپنے باپ کا وارث ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر مکاتب یا ماذون نے کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار مین مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا یا ماذون اپنی اجازت سے مجبور کیا گیا تو بیع لازم ہوجائیگی اور بالاتفاق خیار باطل ہوجائے گا یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر بائع نے مدت خیار مین اُسکے پشم کاٹ لیئے تو یہ بیع توڑنے مین شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کرکے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ مین وطی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اس باندی نے بائع یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل کیا یا اُسکے کچھ اولاد ہوئی تو یہ زوائد اصل کے ساتھ ملا دیے جائینگے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہونگے اور اگر فسخ ہوجاے تو بائع کے ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو اس بیع کا نافذ ہونا اُن تین صورتون کے ساتھ جو مذکور ہوئین اور اُن کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری مبیع مین مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر فعل کہ مشتری نے اپنے شرط خیار کے متعلق مبیع مین کیا اگر وہ فعل ایسا ہے کہ مشتری امتحان کے واسطے اُسکے کرنے کا محتاج تھا اور کسی حال مین اُس فعل کا کرنا ایسی چیز مین جو ملک نہیں ہے حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل نہیں ہے اور اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا مگر غیر ملک مین وہ فعل کسی حال مین جائز نہین ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی غلام کی خرید مین اگر خیار مشتری کا تھا اور اُسنے اُسکو فروخت کیا یا آزاد دیا مدبر یا مکاتب یا رہن کیا

یا اُسکو ہبہ کیا خواہ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اسکو اُجرت پر دیا تو یہ سب باتین مشتری کی طرف سے اجازت بیع مین شمار ہونگی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک مین ہوتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم ہی اگر غلام مین سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ وطی کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُسکی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت مین شمار ہی لیکن بدون شہوت کے چھونا اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا اجازت مین شمار نہوگا۔ بدائع مین لکھا ہی اور اگر باقی اعضا کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ امتحان مین اسکی ضرورت ہی بخلاف بائع کے کہ اگر اُسنے بلا شہوت کے باقی اعضا کو چھوا یا اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اُسکے باقی اعضا کی طرف دیکھا تو اُسکا خیار ساقط ہو جاتا ہی کیونکہ اُسکو اُسکی کچھ ضرورت نہین ہی اور یہ بدون ملک کے حلال نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور شہوت کی تعریف معتبر یہ ہی کہ اُسکے آلۂ تناسل کو انتشار ہو یا اُسکا انتشار بڑھ جائے اور بعضون نے کہا ہی کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہی پھر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا یا اُسکو چھوا یا یا اُسکی فرج دیکھی پھر اُسکے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اسکا قول معتبر رکھا جائیگا اسی طرح امام محمدؒ سے منتقی مین روایت ہی پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو چھوے یا اُسکی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اُسکا قول معتبر ہوتا ہی پس ایسا ہی اس صورت مین بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطی واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب مین کہتے تھے کہ حرمت مصاہرہ کا فتویٰ دیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکا بلا شہوت ہونا ثابت نہو اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کے باب مین کہتے تھے کہ ایسا فتویٰ نہ دیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکا شہوت سے ہونا ظاہر نہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہی کہ اس مسئلہ مین مشتری نے اگر اس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اُسکا قول قبول نہ کیا جائے اور اُسکا خیار ساقط ہو جائے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے اُسکا بوسہ لیا اور کہا کہ بدون شہوت کے تھا پس اگر مُنھ مین لیا ہی تو اُس کا قول قبول نہوگا اور اگر باقی بدن مین لیا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی صدر الشہید نے کتاب البیوع مین لکھا ہی کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کا بوسہ لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اُسنے شہوت سے کیے ہین پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کامون کے کرنے کا قابو دیدیا تھا تو بالاتفاق اسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے قابو نہ دیا اور وہ اسکو مکروہ جانتا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہین ہوتا ہی اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت مین باندی نے اُس سے

چھوا

جماع کرلیا کہ اپنی فرج مین اُسکا عضو تناسل داخل کرلیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر پر بلایا[1] تو اُسکا خیار باطل نہوگا اور اسیطرح اگر اُسکا نکاح کردیا ہو لیکن اگر اُسکا شوہر اُس سے وطی کرلے تو خیار باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اُسکے قبضہ مین ہو اور اسمین کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاے جو دور نہین ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائیگی اور خیار باطل ہو جائیگا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہوا یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہی جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنیکا اختیار رہیگا اور فسخ اُسی صورت مین کرسکتا ہی کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جاے تو فسخ کا اختیار نہوگا اور بیع لازم ہو جائیگی یہ بدائع مین لکھا ہی اگر غلام بیمار ہوا اور خیار مشتری کا تھا پھر اُسنے بائع سے ملاقات کرکے کہا کہ مین نے بیع توڑدی اور غلام تجکو واپس دیا اور بائع نے قبول نکیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مریض ہی رہا تو مشتری کو لینا لازم ہی اور اگر مدت خیار مین اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اُس گفتگو کی وجہ سے جو بائع سے رو کے باب مین کرچکا ہی واپس کرنیکا اختیار ہی۔ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر مشتری کے قبضہ مین مدت خیار کے اندر مبیع مین کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شی سے پیدا ہوئی ہی اور اُسی کے ساتھ متصل ہی جیسے کہ موٹا ہونا یا مرض سے اچھا ہو جانا یا آنکھ سے جالا جاتا رہنا تو ایسی زیادتی کی وجہ سے بیع واپس نہین ہو سکتی اور فسخ بیع نہین ہو سکتی یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر ایسی زیادتی ہی کہ جو اصل سے متصل ہی مگر اس سے پیدا نہین ہی جیسے کپڑے کا رنگنا اور سلائی اور ستوون کے ساتھ مسکا اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالاتفاق واپس کرنیکی مانع ہی اور اسیطرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اُس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دودہ اور اون یا شبہہ سے وطی کا مہر اور ارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنیکی مانع ہین یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا نہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق رد کی مانع نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالاتفاق زیادتی مع اصل اُسی کی ہی اور اگر فسخ بیع کو اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک زیادتی مع اصل کو واپس کرے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر مبیع چوپایہ ہی اور خیار مشتری کا ہی اور وہ اُسپر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُسکی چال و قوت دریافت کرے یا مبیع کپڑا ہی اور اُس کو اس غرض سے پہنا کہ اُسکی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اُسکا حال معلوم کرنے کے واسطے اُس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہیگا اور اگر چال و قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بیع پر راضی ہونے مین شمار ہوگا اور اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور خدمت لینے سے خیار ...

---

[1] یعنی فقط زبان سے بلایا کوئی حرکت نہین کی ۱۲ م

رہنا اُسوقت ہی کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے زائد خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لپیٹا تو اُسکا خیار باطل ہوگیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر جانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُسکو پانی پلاوے یا اُسکے لیے چارہ لاوے یا یہ کہ اُسکو بائع کو واپس کردے تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ یہ اجازت بیع مین شمار ہو ولیکن استحساناً اجازت نہوگی اور خیار باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ بعض فقہانے کہا کہ خیار باقی رہنا اُسی وقت ہی کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ لانا بدون اُسپر سوار ہوے ممکن نہو اور اگر بلا سواری ممکن ہو تو خیار باطل ہو جائیگا اور اسیطرح چارہ لادنے کے واسطے سوار ہونا یعنی اگر چارہ ایک گٹھری مین ہو تو اُسکا بوجھ ایک طرف ہوگا پس اگر دوسری طرف بوجھ دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہوگا اور اگر دونون طرف دو گٹھڑیان ہین اور خود سوار ہوا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ مسئلہ سیر کبیر مین لکھا ہی۔ کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر باندی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر یہ خدمت پہلی قسم کی خدمت مین سے ہی تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہی اور اگر دوسری قسم میں سے ہی تو اختیار کرنا نہین ہی اور خدمت لینے مین زبردستی کرنا اول ہی مرتبہ مین بیع کے اختیار کرنے مین شمار ہوگا اور امام محمدؒ نے خدمت لینے کی صورت کتاب الاجارات مین اسطرح بیان کی ہی کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کوٹھے پر لیجا یا اوپر سے نیچے اُتار لا یا میرے سامنے یہ کام چالاکی سے کر یا میرے پانون داب بشرطیکہ شہوت سے نہو یا کھانا یا روٹی پکانے کا حکم دیا بشرطیکہ تھوڑا کام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی پکانے کا حکم دیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اُسپر دوبارہ سوار ہوا پس اگر دوبارہ اُسکی دوسری طرح سے چال معلوم کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اسواسطے سوار ہوا کہ اُسکا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اُسکی چوکڑی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو اُسکا خیار باقی رہیگا اور کپڑے کو اگر ایک بار لمبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا تو خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر زمین مع کھیتی کے مول لی پھر کھیتی کو پانی دیا یا اسمین سے کچھ چنا یا اُسکو کاٹا یا اُسکو فروخت کرنیکے واسطے پیش کیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر اندازہ کرنے کیواسطے پیش کیا تو باطل نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر زمین کے اندر خرمے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا کہین پھل آنیکا زمانہ دیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ زمین مین کھیتی بونا یا اُسکو کھیتی کیواسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہو نہین شمار ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو فسخ بیع مین شمار ہی اور اگر نہر جاریہ تھی اور اُس سے سینچا جیسے کہ پہلے پانی دیتا تھا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اسیطرح اگر اُسکو مستعار دیا یا اُجرت پر دیدیا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا خواہ اُس سے مانگنے والے نے سینچا ہو یا نہ سینچا ہو یہ تاتارخانیہ مین فتاوی عتابیہ سے منقول ہی اور نہر اُگارنا اور کنوان پاٹنا اُسکے خیار کو ساقط کرتا ہی اور اگر کنوان گر گیا پھر اُسکو بنادیا تو دوبارہ اُسکا خیار لوٹ نہ آئیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر مین سے اپنے چوپایون کو پانی پلایا یا خود پیا تو اُسکا

خیار نہ جائیگا کیونکہ یہ مباح ہی اور اگر اس زمین کے نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہو نہین شمار ہی بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اُسکی نادہنستگی مین پانی دیدیا ہوا اور اگر مشتری کی بکریان گھاس چر گئین تو اُسکا خیار جاتا رہیگا اور اگر دوسرے لوگون کی بکریان چر گئین تو حکم اسکے برخلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنوان یا نہر[1] خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوئین مین بکری گر کر مر گئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہو جاتا ہی اُسمین جا پڑی تو اُسکو تمام[2] پانی نکالنے سے پہلے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر مدت خیار کے اندر تمام پانی نکالڈالا یہانتک کہ پانی پاک ہو گیا تو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین کیا ہی اور مشائخ نے اس باب مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ وہ رد کر سکتا ہی اسلیے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہین ہی تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اسپر قیاس ہی کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بخار آنے لگے پھر اسی مدت مین جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے اپنے اُستاد ابو بکر بلخی سے نقل کیا ہی کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُسکو رد کا اختیار نہوگا اسلیے کہ اُسمین ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ عرفاً اگرچہ وہ پاک ہی مگر بعضے علما کے نزدیک پاک نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر اپنے پینے یا وضو کرنے یا چوپایون کو پلانے کیواسطے کنوئین سے اس غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ساقط نہوگا کیونکہ وہ اسکا محتاج ہی اور اگر کھیتی سینچنے کے واسطے پانی نکالکر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہو گیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنیکے واسطے اس کی احتیاج نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر چوپایہ کے کھر کاٹے یا بعض رگ اُسکی لی تو خیار باطل نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر اُسکی رگ گردن مین نشتر لگایا یا ٹھوڑی کے نیچے نشتر مارا یا بیطارون[3] کا نشتر مارا تو یہ رضامندی مین شمار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ اگر اُسپر چارہ لادا تو خیار جاتا رہیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ اگر اُسپر اُسیکا چارہ لادا تو خیار نہ جائے گا اور اگر اُسکے اور بھی چوپایے ہین کہ اُن سب کا چارہ اس چوپایہ پر لادتا تھا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک گاے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکو خیار ہی پھر اسکا دودھ دوہا تو خیار جاتا رہیگا یہ فتاوی سراجیہ مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی۔ کہ اگر مشتری خود مکان مین رہا یا دوسرے کو کرایہ پر یا بلا کرایہ اُسمین بسایا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُسمین کوئی نئی عمارت بنائی یا اُسپر گچ کی یا کہگل لگائی یا اُسمین سے کچھ گرا دیا تو یہ سب بیع کے تمام کرنے مین شمار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کے بدون کرائے اُسکی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی گھر کہ جس مین وہ خود رہتا ہی بشرط خیار خرید اور برابر اُسمین رہتا رہا تو خیار باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہے۔ اور

[1] نہر کی صورت مین مسئلہ فرض کرنا مشکل ہی کیونکہ وہ اوچھی نہین جاتی اور شاید اسکے لائق طہارت مراد ہو ۱۲ [2] مراد یہ کہ جسقدر سے پاکی کا حکم موافق مفتی بہ کے دیا جاتا ہی ۱۲ ام [3] بیطار چارپاؤن کے علاج کرنے والے ۱۲

اگر اُس گھر مین کوئی شخص اُجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اُسکی رضامندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے
اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضا مین شمار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے اگر
کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اُسکو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہانے کہا ہی کہ اُسکا خیار باطل
ہو جائیگا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور اگر کتابین خریدین اور خیار کی شرط کی اور ان کتابون
سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہوگا اگرچہ اوراق لٹ دیے ہون اور کتابون
سے پڑھنے مین خیار باطل ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ فقہانے فرمایا ہی کہ اگر یون کہا جاے کہ نقل لینے
سے خیار جاتا رہتا ہی اور کتاب مین پڑھنے سے نہین جاتا ہی تو اُسکی بھی وجہ ہی اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہے
یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم لیا گیا ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اگر بشرط خیار خریدے ہوے
غلام کے پچھنے لگائے یا اُسکو دوا پلائی یا اُسکا سر منڈوایا تو یہ رضا مین شمار ہے یہ محیط مین لکھا ہی اور امام
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت ہی کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش لے تو یہ رضا مین
شمار نہوگا لیکن اگر اس سے دوا مقصود ہی تو رضا مین شمار ہی اسیطرح چونے کے لیپ کرنیکا یہی حکم ہے کہ خیار
ساقط نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اسکے ساتھ دوا کرنا مقصود ہو ایسے ہی سر یا داڑھی دھونیکا حکم کرنا ہی اور
منتقی مین مذکور ہی کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے پچھنے لگاے تو یہ رضا مین شمار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر
ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ سر مین بے اُجرت پچھنے لگاتا ہی اور دیکھکر چپ رہا تو یہ رضا
مین شمار ہوگا اور اگر بلا اُجرت پچھنے لگاتے دیکھا تو رضا مین شمار نہوگا کیونکہ یہ مثل استخدام[1] کے ہے کیونکہ یہ
بات ظاہر ہی کہ اگر وہ کہتا کہ میرے پچھنے لگادے پھر وہ پچھنے لگا دیتا تو رضا مین شمار نہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اصل مین مذکور ہی کہ ایک باندی خریدی اور اُسکو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دودھ پلادے تو یہ رضا مین شمار
نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اُسکو کنگھی
کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضا مین شمار نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر کوئی چیز بشرط
خیار خریدی اور اُسکو قبضہ مین لے لیا یا اُسکا ثمن ادا کر دیا تو اس فعل سے اُسکا خیار باطل ہوگا یہ فصول عمادیہ مین
لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن
کے خیار شرط پر مول لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر غلام کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسی نے خود کمایا پھر غلام نے مشتری
کی دانستگی مین اُسکی بلا اجازت یا اُسکی نادانستگی مین اُس مال کو ضائع کر دیا تو مشتری کا خیار باطل نہوگا
اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھوکرا تھا اس غلام کو ہبہ کیا گیا اور غلام نے اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری کا
بیٹا آزاد ہو جائیگا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق مین باطل نہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی اُم ولد ہبہ مین
ملی اور اُسپر غلام نے قبضہ کر لیا تو مشتری کا خیار غلام مین باطل ہوگیا اور امام نے فرمایا کہ یہ اُم ولد کے مشابہ

[1] استخدام خدمت لینا تاکہ اسکا حال ظاہر ہو ۱۲

مشابہ

نہین ہو اس جہت سے کہ ام ولد بعد ہبہ کے بھی بحکم خیار اُسکی ملک مین باقی رہتی ہو اور بیٹا باقی نہین رہتا ہی اور اگر مشتری نے وہ چیز جو غلام کو ہبہ کی گئی تھی تلف کر دی تو اُسکا خیار غلام مین باطل ہو جائیگا اور ابن سماعہ نے یہ مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسیطرح روایت کیا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر کوئی غلام تین دن کے خیار شرط پر خریدا اور بائع نے مشتری کے قبضہ مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کا خیار باطل ہو جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ مین دو روایتین آئی ہین اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سبکے نزدیک مشتری کا خیار باطل نہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ مین کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک خیار باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کرکے خریدا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر بکتا تھا اُسکو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی راہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہین ہو صرف طلب کرنے سے باطل ہو جائیگا خواہ اُسکے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ نہر الفائق مین مذکور ہو اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت خیار مین ثمن کے عوض اُسکو بائع کے پاس رہن کر دیا تو جائز ہو یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کوئی مرغی خریدی کہ جسنے مدت خیار کے اندر انڈے دیے تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ انڈے گندے ہوئے ہون اور اگر کوئی جانور خریدا جسنے بچہ دیا تو خیار ساقط ہو جائیگا مگر اُس صورت مین ساقط نہوگا کہ بچہ مردہ ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ینبیع مین یون لکھا ہو کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ مین کوئی مردہ بچہ جنی پس اگر جننے سے اُس مین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار باقی رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری دونون کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیع تمام نہین ہوتی ہی تاوقتیکہ دونون کی اجازت نہو یہ مبسوط مین لکھا ہی اور منتقی مین مذکور ہو کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز مین خیار حاصل ہو اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دیدی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز منتقی مین مذکور ہو کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر دونون نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا آزاد کرنا اُس چیز مین جسکا وہ مالک تھا جائز ہو جائیگا ف واضح ہو کہ جب دونونکا خیار ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سب کے نزدیک غلام فروخت کرنیوالے کا آزاد کرنا غلام کے حق مین اور باندی بیچنے والے کا عتق باندی کے حق مین نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دو شخصون سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون کو خیار حاصل ہو پھر بائعون نے مشتری کے حضور مین کہا کہ ہم نے بیع کی اجازت دیدی اور اسکے بعد مشتری نے بائع کے حضور مین کہا کہ مین نے بیع فسخ کر دی تو بیع فسخ ہو جائیگی پس اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے تین دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ثمن لازم آئیگا اس جہت سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری

کا خیار رہگیا تھا اور اگر اُس غلام مین کوئی عیب اس گفتگو سے پہلے یا اُسکے بعد پیدا ہوگیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہو اور مشتری پر ثمن لازم آئیگا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنیکا اختیار نہین ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے فسخ کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی پھر غلام مرگیا تو مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اسیطرح اگر بعد اس گفتگو کے اُس غلام مین کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع فسخ ہو اور مبیع کو واپس کرے اور اُسکے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہو وہ بھی دے اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے غلام مین کوئی عیب آ گیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع مشتری پر لازم ہو اور اُسکو ثمن دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر خیار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونون نے بیع توڑ دی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہوگیا تو مشتری پر یا ثمن واجب ہوگا اگر خیار مشتری کا ہو یا قیمت لازم آئیگی اگر خیار بائع کا ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر دو شخصون نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونون کو خیار ہو اور ایک شخص دونون مین سے صریحاً یا دلالۃً بیع پر راضی ہوگیا تو دوسرا اسکو رد نہین کرسکتا ہے بلکہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رد کرسکتا ہو اور اسیطرح کا اختلاف خیار رویت اور خیار عیب مین بھی ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو کسی شخص نے ایک غلام دو شخصون سے ایک ہی صفقہ مین اس شرط پر خریدا کہ دونون بائعون کو خیار حاصل ہو پھر اُنمین کا ایک بیع پر راضی ہوگیا اور دوسرا راضی نہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک دونو پر بیع لازم ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہو

چوتھی فصل دونون باہم بیع کرنے والون کے شرط خیار کر لینے مین اختلاف کرنیکے بیان مین اگر دونون بیع کرنیوالے شرط خیار مین اختلاف کرین تو اُسکا قول لیا جائیگا جو خیار کی نفی کرتا ہو اور اگر دونون مدت خیار کی مقدار مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو کمتر وقت کہتا ہو اور اگر مدت کے گزرنے مین اختلاف کرین تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو اُسکے گزرنے کا منکر ہے یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اگر دونون نے شرط خیار مین اختلاف کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو خیار کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ اگر خیار ایک کا تھا اور دونون نے اجازت یا فسخ مین مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اُسکا لیا جائیگا جسکو خیار تھا خواہ وہ فسخ کا دعوے کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائینگے اور اگر بعد مدت گزر جانے کے دونون نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت[1] ہو اسیکا قول لیا جائیگا اور فسخ کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جائینگے ولیکن اگر خیار دونون کا ہو اور مدت کے اندر بیع ٹوٹنے یا اجازت ہونے مین اختلاف کرین تو قول فسخ کے دعوی کرنیوالے کا ہوگا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کرین تو اجازت کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کے گواہ لیے جائینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور یہ سب اس صورتمین ہو کہ دونون کے گواہ کے بیان مین تاریخ نہو اور اگر دونون کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی دا کرین

[1] قولہ مدعی اجازت یعنی کہتا ہو کہ بیع کی اجازت دی گئی تھی ۱۲

تو فسخ و اجازت دونون کے باب مین اُس شخص کے گواہ معتبر ہون گے جسکے گواہون کی تاریخ پہلے ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - امام محمد رح نے جامع کبیر مین فرمایا ہی کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونون مین سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر مر گیا تھا اور بیع ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہین وہ زندہ ہی اور بھاگ گیا ہی تو قول اُس شخص کا معتبر ہوگا کہ جو اُسکے زندہ بھاگ جانیکا دعوی کرتا ہی اور اگر دونون گواہ قائم کرین تو گواہ بھی اُسی شخص کے معتبر ہون گے جو اُسکے زندہ بھاگ جانیکا مدعی ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون اُسکے مرنے پر متفق ہون لیکن ایک کہے کہ وہ تین دن کے اندر مرا اور دوسرا کہے کہ تین دن کے بعد مرا تو قول اُسکا معتبر ہی جو تین دن کے اندر موت کا دعوے کرتا ہی اور گواہ دوسرے کے لیے جاینگے اور اگر دونون اس بات پر متفق ہون کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ مین مرا ولیکن فسخ اور اجازت مین اختلاف کرین اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دیدی تھی تو بیع ٹوٹنے کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جاوینگے بعض فقہا نے کہا کہ یہ قیاس ہی اور بدلیل استحسان اجازت کے دعوی کرنیوالے کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر دونون تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کرین اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیع کی اجازت کے دعوے کرنے والے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کی اجازت کا دعوی کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیع توڑنے کا دعوے کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعوے کرنے والے کا قول لیا جائیگا اور گواہ دوسرے کے لیے جائین گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیع توڑنے کا دعوی کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعوی کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعوی کرنے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جائینگے اور یہی حکم رہیگا اگر دونون کا خیار ہوا اور اسی طرح دونون اختلاف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور نیز امام محمد رح نے جامع مین فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر تین دن کے اندر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُسکی قیمت دو ہزار درم ہو جانے کے بعد مشتری نے اسکو خطا سے قتل کر ڈالا ہی اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُسکو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہون گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مر گیا ہی اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہی تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعوی کرتا ہو اُسی کے گواہ قبول ہونگے

اور اگر ہم یہ حکم دین کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہو تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری سے ضمان لے لیوے لیکن اگر بائع یہ قصد کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُسکی ضمان مشتری سے لے تو اُسکو یہ نہین پہونچتا ہی اور اسیطرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلان شخص نے اس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہی اور مشتری نے گواہ قائم کئے کہ اس شخص نے یا دوسرے نے تین دن کے بعد اُسکو خطا سے قتل کیا ہی تو بھی بائع کے گواہ قبول ہونگے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائیگا کہ قتل کے دن جو اُسکی قیمت تھی وہ قتل کرنیوالے کی مددگار برادری سے لے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اسکو نہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہی اور بائع گواہ لاوے کہ مشتری نے اُسکو تین دن کے بعد قتل کیا ہی تو بائع کے گواہ قبول ہونگے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص اجنبی نے تین دن کے بعد اُسکو قتل کیا ہی اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے[1] نے اُسکو تین دن کے اندر قتل کیا ہی تو بائع کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اس صورت مین مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ جیسے بائع نے یون گواہ قائم کیے ہین کہ اُسنے تین روز کے بعد قتل کیا ہی اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون اس بات پر متفق ہون کہ اس شخص نے اسکو تین دن کے اندر غصب کر لیا ہی اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعوی کرے اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعوی کرے تو مشتری کے گواہ لیے جائینگے اور اگر اسکا الٹا دعوی ہو تو بائع کے گواہ لیے جاوینگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر غصب دو شخصون کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اُسنے غصب ثابت کیا ہی اُس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہمنے بیان کیا ہی گواہ قائم نہون تو اُس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعوی کرتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی

پانچوین فصل

بعض مبیع کے اندر خیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سوا دوسرے کیواسطے خیار کی شرط کرنے کے بیان مین۔ اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو دونون مین سے ایک مین تین دن تک خیار حاصل ہی یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک مین خیار حاصل ہی تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین ایک صورت یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اسکو معین نہ کرے اور ثمن بھی ہر ایک کا علیحدہ بیان نہو اور دوسری صورت یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اُسکو معین کرے لیکن ثمن ہر ایک کا بیان نہو اور تیسری صورت یہ ہی کہ ثمن کے حصہ کا بیان ہو لیکن جس چیز مین خیار ہی وہ معین نہو اور ان تین صورتون مین دونون مبیع کی بیع فاسد ہی اور چوتھی صورت کہ جس مین دونون مین بیع جائز ہوتی ہی یہ ہی کہ جس چیز مین خیار ہی اُسکو معین کرے اور ثمن مین سے ہر ایک کا حصہ علیحدہ بیان ہو پس اس صورت مین ایک کی

[1] قولہ دوسرے نے یعنے دوسرے شخص معین پر دعوے کیا ۱۲ م

بیع قطعی طور سے جائز ہو اور دوسرے کی بیع خیار کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیار حاصل ہو اگر وہ اجازت دے یا مرجائے یا خیار کی مدت بدون بیع ٹوٹنے کے گزر جائے تو دونوں کی بیع تمام ہو جائیگی اور مشتری کو دونوں کا ثمن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دونوں کی بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہے یہانتک کہ ثمن ادا کرے یہ بنا بیع میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خرید کہ مشتری کو اُسکے آدھے میں خیار حاصل ہے تو خرید صحیح ہے خواہ ثمن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیار یا مشتری کے خیار ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے پس اگر خیار مشتری کا ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ جس آدھے میں اُسکو خیار حاصل ہے اُسکو واپس کرے اگرچہ اسمیں بائع کے حق میں صفقہ کی تفریق لازم آتی ہے کیونکہ وہ اصل تفریق پر راضی ہو گیا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے دو غلام ہر غلام ہزار درم کے حساب سے خریدے اور بائع کے واسطے ایک میں معین کر کے خیار کی شرط کی حتّٰی کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں اُس غلام کو جس میں خیار نہیں ہے لیتا ہوں[1] اور اُسکا ثمن ادا کرتا ہوں تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پورا ثمن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام میں خیار نہیں ہے وہ مشتری کے سپرد کرے اور اُسکا ثمن مشتری سے لے اور دوسرے غلام کے حق میں توقف کیا اور مشتری نے کہا کہ میں کچھ نہیں لیتا ہوں ورنہ مجھکو کچھ ثمن دیتا ہوں تاوقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ میں دونوں لے لوں یا فسخ کر دے کہ میں اس غلام کو جسکی بیع تمام ہے اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لوں تو اس بات کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر بائع نے چاہا کہ دونوں غلام مشتری کو دیکر دونوں کا ثمن لیوے تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دونوں غلام لیکر دونوں کا ثمن ادا کر دوں تو بدون رضامندی بائع کے اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اس صورت میں خیار مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے کہ جس غلام کی بیع تمام ہے اُسکو لیکر اُسکا ثمن ادا کر دے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر اس طلب میں جبر نہ کیا جائیگا اور اسیطرح اگر بائع نے یہ چاہا کہ جس غلام کی بیع تمام ہے اُسکو دیکر اُسکا ثمن حاصل کر دن اور مشتری نے اس سے انکار کیا تو مشتری کو ہر طرح اختیار حاصل ہے۔ اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ میں دونوں غلام لیکر اُنکا ثمن ادا کر دوں اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں تجھکو دونوں غلام دیکر دونوں کا ثمن لیتا ہوں ورنہ تو اپنے خیار پر باقی رہیگا تو مشتری پر اسکا جبر نہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور کسی غیر کے واسطے تین دن کے خیار کی شرط کر لی تو مشتری یا غیر میں سے جو شخص بیع کی اجازت دیگا بیع جائز ہو جائیگی اور جو شخص فسخ کریگا فسخ ہو جائیگی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک استحساناً صحیح ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع فسخ کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے

[1] قولہ لیتا ہوں۔ یعنی اپنے قبضہ میں لے لیتا ہوں ۱۲م

ایک ساتھ فسخ اور اجازت دی یعنے ایک نے فسخ کیا اور دوسرے نے معًا اجازت دی تو بیع کا فسخ اولی ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور نہر الفائق مین لکھا ہے کہ یہی اصح ہے انتہی۔ کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط خیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسنے بدون خیار کے بیع قطعی کے ساتھ یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور اگر اُسنے حکم کی فرمانبرداری کر کے حکم دینے والے کے واسطے خیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جسکو حکم دیا ہے دونون کے واسطے خیار ثابت ہو جائیگا اور جو شخص دونون مین سے بیع کی اجازت دے یا توڑ دے تو صحیح ہے لیکن اگر مامور یعنے حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دیگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور حکم کرنے والا اپنے خیار پر رہیگا اور باقی خیار اجازت رہیگا یہانتک کہ اس خیار کا کوئی وقت مقرر نہو گا اور اسیطرح اگر اُسکو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرے پھر اُسنے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار دونون کو ثابت ہو جائیگا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عقد کرنیوالا اگر دوسرے کے واسطے خیار کی شرط کرے تو خود اُسکے واسطے بھی خیار ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اُسکو ثمن اور جنس سے آگاہ کر دیا حتی کہ وکالت صحیح ہو گئی اور اُس سے کہا کہ تو اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا پس اُسنے خریدا اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کیواسطے خیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گی۔ اور اگر اُسنے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے خیار کی شرط کرے اور اُسنے بلا خیار خریدا یا خیار کی شرط اپنے واسطے کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہو گی ولیکن مامور پر لازم ہو جائیگی اور اسیطرح اگر اُسکو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خریدنے مین اپنے خیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہو گی اور اگر اُسکو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے خیار کی شرط کرنا اور اُسنے خرید مین حکم کے موافق اُسی کے واسطے خیار کی شرط کی حتی کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دیدی تو مامور کا خیار جاتا رہیگا اور حکم دینے والے کا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے بیع کی اجازت دی تو غلام اُسکا ہو گا اور اگر اُسنے بیع واپس کی تو غلام وکیل یعنے مامور کے ذمہ پڑیگا یہانتک کہ اگر بعد اُسکے غلام وکیل کے پاس مر جائے تو اُسکا مال تلف ہو گا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت نہ دی تھی یہانتک کہ حکم دینے والے نے اُس سے کہا کہ مجھکو اسکی کوئی ضرورت نہین ہے تو غلام واپس کر دے پھر اسکے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کر دے وکیل نے کہا کہ مین اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے رد کرنیکے بعد وکیل نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع حکم دینے والے کی اجازت پر موقوف رہیگی پس اگر اُسنے دوسری بیع کی اجازت دیدی تو پہلی اور دوسری یہ دونون بیع نافذ ہو جائینگی اور ملک موکل کیواسطے ثابت ہو جائیگی اور

اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہو تو یہ نفع اُسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے دوسری بیع توڑ دی تو وہی حال ہو جائیگا جو بیع ثانی سے پہلے تھا اور اگر دوسری بیع واقع ہونے کے بعد حکم دینے والے نے پہلی بیع توڑ دی تو غلام مامور کے ذمہ پڑیگا لیکن جو بیع اس سے پہلے واقع ہوئی تھی وہ اُسپر نافذ نہوگی پس اگر وکیل نے اسکے بعد اُسکو بیع کر لی تو نافذ ہو جائیگی اور اگر دوسرے ثمن مین کچھ نفع ہوگا تو وہ بھی اُسکے واسطے حلال ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے واسطے کوئی چیز اُسکے حکم سے خریدی اور حکم دینے والے کے حکم کے موافق اُسکے واسطے خیار کی شرط کی یہانتک کہ موافق قاعدہ کے حکم دینے والے اور وکیل دونون کو خیار ثابت ہو گیا بعد ازان بائع اور وکیل مین جھگڑا ہوا بائع نے کہا کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہی اور وہ اُسوقت موجود نہ تھا اور وکیل نے اس بات سے انکار کیا تو بدون قسم کے قول وکیل کا معتبر ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ اس مسئلہ مین وکیل سے قسم لینے کے باب مین دو روایتین آئی ہین اور اصح روایت یہ ہی کہ وکیل سے قسم لیجائیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور وکیل کے قول کا اعتبار کرنا اُسیوقت ہی کہ بائع نے اپنے دعوی پر گواہ قائم نہ کئے ہون اور اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہی تو بیع حکم دینے والے کو لازم ہوگی اگرچہ وہ موجود نہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم نہ کئے ولیکن وکیل نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی کہ حکم دینے والا راضی ہو چکا ہی پھر حکم دینے والے نے مدت خیار کے اندر حاضر ہو کر راضی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے بائع کے حضور مین بیع توڑ دی ہی تو اس مسئلہ کا یون حکم مذکور ہی کہ خرید وکیل کے ذمہ پڑیگی اور حکم دینے والے پر لازم نہ آویگی حتی کہ اگر حکم دینے والے نے ثمن وکیل کو نہین دیا ہی تو وکیل اُس سے نہ لے سکیگا اور خرید وکیل کے ذمہ پڑنا اُسوقت ہی کہ حکم دینے والے نے یہ بات مدت خیار کے اندر کہی ہو اور اگر مدت خیار کے بعد کہے تو بیع اُسی کے ذمہ ہوگی اور وہ اپنے قول مین سچا نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اُسنے ایسی بات کہی ہی کہ جسکا استیناف[1] نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر باپ نے یا وصی یا مضارب یا شریک یا وکیل نے کسی نابالغ کی طرف سے بیع کی اور اپنے واسطے یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کی تو جائز ہی اور اگر نابالغ مدت خیار کے اندر بالغ ہو گیا تو خیار باطل ہو جائیگا اور بیع تمام ہو جائیگی یہ قول امام ابو یوسف کا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ ظاہر الروایت مین کہ خیار اُس لڑکے کا ہو جائیگا پس اگر اُسنے مدت خیار کے اندر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائیگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی اور اگر مدت خیار کی گزر چکی تو بیع نافذ[2] ہو جائیگی یہ کافی مین لکھا ہی اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر

---

[1] قولہ استیناف یعنی از سرنو ایسی چیز جائز نہین ہے تو بیع پوری ہو جائیگی اور اب اس کا قول مفید نہو گا ۱۲

[2] اصل مین ہے کہ نقض البیع بیع ٹوٹ جائے گی مترجم کے نزدیک یہ نسخہ کی غلطی معلوم ہوئی لہٰذا اسکا ترجمہ وہ لکھا جو مذکور ہوا واللہ اعلم ۱۲

اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائیگی اور یہی حال اُس غلام کا ہی کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی پھر اُسکے مالک نے تین دن کے اندر اُسے مجبور کر دیا تو خیار باطل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہی اگر کسی نابالغ کے واسطے باپ یا وصی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے جو اپنے ذمہ لیا ہی خریدی اور خیار کی شرط کر لی پھر لڑکا بالغ ہوا اور باپ یا وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُن دونوں کے لیے جائز ہو گی اور لڑکے کو خیار حاصل رہیگا کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ فسخ کر دے پس اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکے حق میں بیع تمام ہو جائیگی اور اگر فسخ کی تو اُسکا حق جاتا رہیگا اور باپ یا وصی کے حق میں اجازت دینے کے سبب سے خرید صحیح ہو جائیگی اور اگر لڑکے نے کچھ اجازت نہ دی یہانتک کہ وصی راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مر گیا تو اس یتیم کو اپنا خیار باقی رہیگا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ وصی نہیں مرا لیکن مدت خیار کے اندر یا اُسکے گزرنیکے بعد غلام وصی کے قبضہ میں مر گیا یا وصی کے راضی ہونیسے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مدت خیار کے اندر اس یتیم نے انتقال کیا تو بیع مشتری کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے -

چھٹی فصل خیار تعیین کے بیان میں واضح ہو کہ خیار تعیین قیمی[1] چیزوں میں نہ مثلی چیزوں میں استحساناً چار چیزوں سے کم میں صحیح ہی یہ نہر الفائق میں لکھا ہی - اور چار چیزوں میں صحیح نہیں ہی یہ کافی میں لکھا ہی - اور اسکی صورت یہ ہی کہ دو یا تین غلاموں میں سے ایک کو یا دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری ایک پسند کر کے لیوے یہ بحر الرائق میں لکھا ہی اور خیار تعیین جیسا مشتری کی طرف جائز ہی ویسا ہی بائع کو بھی جائز ہی یہ ظہیریہ میں لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی اور جب اسطرح کی بیع واقع ہو اور اُن دونوں پر مشتری قبضہ کرے تو دونوں میں سے ایک مشتری کی ملک ہو کر ثمن کے عوض اُسکے پاس ضمانت میں ہوگی اور دوسری بائع کی ملک رہیگی کہ مشتری کے پاس امانت میں ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہی - بعضوں نے اس خیار تعیین کے عقد کے ساتھ یہ شرط لگائی ہی کہ اُس میں خیار شرط بھی ہو اور یہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی اور بعضوں نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہی اور یہ جامع کبیر میں مذکور ہی اور فخر الاسلام کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہی کذا فی التبیین - اگر دونوں خیار شرط مع خیار تعیین پر راضی ہو جائیں تو خیار شرط کا بھی حکم ثابت ہو جائیگا اور وہ یہ ہی کہ ہر ایک کو دونوں کپڑوں میں سے تین دن کے اندر رد کرنا جائز ہی اگرچہ یہ امر اُس کپڑے کے معین کرنے کے بعد ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہی اور اگر دونوں میں سے ایک کو رد کیا تو یہ رد بوجہ خیار تعیین کے ہوگا اور دوسرے کی بیع خیار شرط کے ساتھ ثابت رہیگی اور اگر کسی کے واپس کرنے اور معین کرنے سے پہلے تین دن گزر گئے تو خیار شرط باطل ہو جائیگا اور ایک کی بیع قطعی ہو جائیگی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ ایک کو معین کر لے یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اور اگر خیار شرط

[1] قیمی وہ چیزیں ہیں کہ جن کے تاوان میں قیمت لازم آتی ہے اور اُنکے مثل نہیں دیجا سکتی اور مثلی وہ چیزیں ہیں کہ جن کے تاوان میں اُنکا مثل دینا پڑتا ہی ۱۲ م -

کا ذکر نہ کیا تو خیار تعیین کے واسطے امام اعظم رح کے نزدیک تین دن کی مدت مقرر کرنا ضرور ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی مدت معلومہ ہونا چاہیے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر کوئی وقت مقرر نہ کیا اور خیار کو مطلق چھوڑ دیا تو کرخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے۔ اور جامع صغیر مین اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ماذون مین ہے کہ شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے اسی قول کی طرف میل کیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کی بھی شرط لگائی اور جسکو خیار حاصل تھا وہ مرگیا تو خیار شرط باطل ہو جائیگا یہانتک کہ وارث کو دونون چیزون کے رد کر دینے کا اختیار نہوگا اور خیار تعیین وارث[1] کو ثابت ہو جائیگا اور جب اُسنے دونون مین سے ایک کو اختیار کرلیا تو دوسری امانت ہوگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونون مین سے ایک تلف ہوگئی تو تلف ہونے والی امانت کیواسطے اور باقی رہنے والی بیع کیواسطے متعین ہوجائیگی اور مشتری کو باقی مین اختیار ہے اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہوگئیں تو بیع باطل ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر دو باقی رہین تو اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونونکو ترک کردے اور اگر سب تلف ہو جائین تو بیع باطل ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر دو مین سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونیوالی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور باقی امانت ہے کہ اُسکو رد کرے اور اگر دونون آگے پیچھے تلف ہوئین تو پہلے تلف ہونیوالی اپنے تلف ہونیسے پہلے بیع کیواسطے متعین ہوگئی اور اُسکا ثمن دینا مشتری کو لازم ہے اور اگر دونون ساتھ تلف ہوگئین تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر دونون آگے پیچھے بھی ہلاک ہون ولیکن پہلے تلف ہونیوالی معلوم نہ تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہے یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ دونون مین سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ کم داموں والی تلف ہوئی ہے تو قول مشتری کا لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر فقط ایک نے دونون مین سے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور قسم ساقط ہو جائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائینگے اور اگر دونون چیزون مین سے ایک چیز قبضہ سے پہلے بائع کے پاس عیب دار ہوگئی تو عیب دار بیع کیواسطے متعین نہوگی اور مشتری کو خیار رہیگا اگر چاہے تو عیب دار کو اُسکے پورے ثمن مین لے لیوے اور اگر چاہے تو دوسری کو لے لیوے اور اگر چاہے تو دونون کو چھوڑ دے اور اگر دونون چیزین عیب دار ہو جائین تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے دونو پر قبضہ کرلیا اور اسکے قبضہ مین ایک عیب دار ہوگئی تو وہ بیع کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری امانت رہیگی اور اگر دونون عیب دار ہو جائین پس اگر آگے پیچھے عیب دار ہون تو پہلی مشتری پر لازم ہوگی اور دوسری بائع کو واپس کریگا اور نقصان عیب کی ضمان نہ دیگا یہ بیع

[1] قولہ وارث لیکن یہ میراث نہین ملی بلکہ مورث کی ملکیت بائع سے مختلط تھی تو جدا کرنے کے لیے مختار ہے ۱۲

مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب دار ہونے والی مین جھگڑا کرین تو اُسکی صورت وہی ہی جو پہلے ذکر ہوئی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون ایک ساتھ عیب دار ہو جائین تو کوئی بیع کیواسطے متعین نہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اُسکے ثمن کے عوض لے لے اور اُسکو دونوںکے رد کرنیکا اختیار نہوگا اور خیار شرط باطل ہو جائیگا اور اگر اسکے بعد دونون مین سے ایک کا عیب بڑھ جائے یا ایک مین دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو بھی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی یہ نیا بیع مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کسی ایک مین مالکانہ تصرف کیا تو اسکا تصرف جائز ہی اور وہ اُسی کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اُسکا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائیگی اور اگر بائع نے کسی ایک مین تصرف کیا تو اُسکا تصرف موقوف رہیگا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اُسکا تصرف باطل ہو جائیگا اور اگر امانت[ملہ] رہے تو اُسکا تصرف اُسمین نافذ ہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر مشتری نے دونون مین تصرف کیا اور وہ دونون زندہ باقی ہین تو مشتری کو اپنا خیار باقی رہیگا پس جسکو نہ اختیار کرے اسکو واپس کریگا ولیکن اُسکو دونون واپس کرنیکا اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونون کو فروخت کر دیا پھر دونون مین سے ایک کو اختیار کیا تو جسکو اختیار کیا ہی اُسکی بیع صحیح ہی اور اگر مشتری نے دونون کپڑون مین سے ایک کو رنگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہو گیا اور دوسرے کو واپس کرے اور اگر بائع نے دونون غلامون کو آزاد کر دیا تو جو اسکو واپس ملے گا اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اور اگر اس غلام کو جسکو مشتری نے اختیار کیا ہی آزاد کر دیا تو صحیح نہین ہی اور اگر دو باندیون مین سے دونون کو مشتری نے اپنے تحت مین لاکر ام ولد بنایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائیگی اور دوسری کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہونے کے مشتری سے ثابت نہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائیگا کہ بیان کرے کہ دونون مین سے کسکو اُسنے پہلے ام ولد بنایا ہی پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو خیار تعیین اُسکے وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون کو پہلی دونون مین سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے ثمن اور آدھے عقر کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور دونون باندیان اپنی آدھی قیمت بائع کو کما کر دینگی اور یہ بھی روایت کیا گیا ہی کہ دونون کے بچہ بھی اپنی آدھی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سعی کرین[سلہ] یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر بائع اور مشتری دونون نے دونون کے ساتھ وطی کی اور دونون کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے دونون بچون کا دعویٰ کیا تو مشتری جس سے پہلے وطی کرنا بیان کرے اُسمین اُسکی تصدیق کی جائیگی اور وہ

ملہ دونون سے مراد اشیاء مبیعہ مین یعنے وہ چیزین جو بیچی گئی ہین ۱۲

سلہ تو امانت رہے یعنے انجام کار مین اگر یہ امانت کے لیے متعین ہو جاوے تو بائع کی ملکیت ہے ۱۲

سلہ تو سعی کرین اسواسطے کہ ان مین سے ایک بچہ جو مشتری کا بیٹا ثابت نسب ہی وہ مطلقاً آزاد ہی لیکن دونون مین یہ شبہہ ہی پس دونون نصف آزاد ہوا اور نصف قیمت کمائی کرکے ادا کرین ۱۲ م

دوسری باندی کا عقر بائع کو دیگا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی باندی کا عقر مشتری کو دیگا اور اگر بائع اور مشتری دونون بیان ہونے سے پہلے مرگئے اور مشتری کے وارثون کو دونون باندیون مین سے پہلی معلوم نہوئی تو دونون کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہوگا اور باندیان مع اولاد سب آزاد ہو جائینگی اور مشتری دونون مین سے ہر ایک کا آدھا ثمن اور آدھا عقر بائع کو ضمان دیگا اور بائع آدھا عقر ہر ایک کا مشتری کو دیگا اور دونون مین باہم مقاصہ ہو جائیگا اور ان سب کے ادا کرنیکے حق مین دونون شریک رہینگے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور دو کپڑون کی صورت مین اگر خیار بائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو اسکو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہوگا کیونکہ اسکی طرف سے بیع قطعی ہی اور بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہی کیونکہ اسکو دونون مین سے مبیع کے اندر اختیار ہی اور بائع کو دونون کے لازم کر دینے کا اختیار نہین ہی کیونکہ مبیع دونون مین سے ایک ہی ہی اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونون مین سے ایک تلف ہوگیا تو وہ امانت مین تلف ہوا اور باقی مین بائع کو خیار ہی اگر چاہے تو اُسکی بیع لازم کرے ورنہ فسخ کردے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اُسکے اختیار مین نہین ہی اور اگر قبضہ سے پہلے دونون تلف ہو جائین تو دونون کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دونون تلف ہوئے پس اگر آگے پیچھے تلف ہوئے تو پیچھے تلف ہونے والے کی قیمت کی ضمان مشتری پر واجب ہی کیونکہ پہلا امانت مین تلف ہوا ہی اور اگر دونون ساتھ تلف ہوئے تو مشتری کو ہر ایک کی آدھی قیمت دینا لازم ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونون یا ایک عیب دار ہوگیا تو بائع کا خیار اپنے حال پر باقی رہیگا اور اسکو اختیار ہی کہ جسکو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے پس اگر اُسنے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اسکے ترک کرنیکا اختیار نہین ہی اور اسیطرح اگر بعد قبضہ ہونے کے عیب دار دیا تو بھی ترک نہین کرسکتا ہی اور اگر قبضہ سے پہلے عیب دار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہی اگر چاہے تو لے لے ورنہ اُسکو ترک کردے یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے عیب دار اُسکو دیا اور وہ راضی نہوا تو پھر اسکے بعد بائع کو اختیار نہین ہی کہ بے عیب اُسکے ذمہ واجب کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع چاہے تو بیع فسخ کرکے دونون کو واپس لے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اس صورت مین اگر مشتری کے پاس دونون عیب دار ہوگئے ہون تو مشتری پر ہر ایک کی آدھی قیمت واجب ہوگی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونون یا ایک مین تصرف کیا تو جائز نہین ہی اور اگر بائع نے ایک مین تصرف کیا تو جائز ہی اور دوسرا بیع کیواسطے خاص ہو جائیگا اور اُسکے بائع کو دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فسخ کرنے کا اختیار ہی اور اگر بائع نے دونون مین تصرف کیا تو اُسکا تصرف دونون مین جائز ہی ولیکن بیع فسخ ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور واضح ہو کہ جس صورت سے خیار شرط ساقط ہو جاتا ہی اُسی سبب سے خیار تعیین بھی ساقط ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین ا۔ ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خریدے

کہ جو کپڑا پسند آئیگا وہ لے لیگا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا دس درم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس درم کو لیگا اور اگر پسند آ گئے تو دونون کو لے لیگا پھر اُسنے ایک کو رنگا اور اُسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہی جسکا ثمن بیس درم ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو اختیار کیا ہی کہ جسکا ثمن دس درم ہی تو ثمن کے باب مین مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر مشتری نے کپڑے کی قمیص قطع[1] کرا لی اور اُسکو نہ سلایا پھر اُنھون نے ثمن کے باب مین باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو جو ثمن مشتری کہتا ہی وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہوا کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ ہو گیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اُسکو اسیقدر ثمن ملیگا جسقدر مشتری اقرار کرتا ہے معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اِس شرط پر لیے کہ ان مین سے ایک اُسقدر معلوم ثمن کے عوض لے لونگا پھر اُن مین سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کرا لیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے جسکو قطع کرایا ہی اُسکو اختیار کر لیا تھا بعد اسکے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ تیرے پاس امانت مین ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہین ہی بلکہ جو ضائع ہوا اُسکو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کرایا ہی پس تجھپر اس کپڑے کی جو قطع کرایا ہی قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا ہی اُسکا ثمن چاہیے تو مشتری قطع کرائے ہوے کی آدھی قیمت اور آدھے ثمن کا اور جو ضائع ہوا ہی اُسکے آدھے[2] ثمن کا ضامن ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور واضح ہو کہ خیار تعیین بیع فاسد مین بھی جائز ہی صرف اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد مین جو بیع کیواسطے متعین ہو اُسکی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال ویسا ہی ہی جیسا بیع جائز مین بیان کیا ہی پس اگر دو غلام بیع فاسد[3] کے طور پر خریدے اور وہ دونون ایک ساتھ مر گئے تو مشتری ہر ایک کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونون کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا مشتری کے اختیار مین ہی اور اگر کسی ایک کو معین کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو جائز ہی اور پھر اُسکی قیمت دینی واجب ہوگی اور مبہم کا آزاد کرنا بائع اور مشتری کسی کی طرف سے جائز نہین ہی اور اگر بائع نے ان دونون مین سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا اور اگر وہی بائع کو واپس دیا گیا تو اُسکا آزاد کرنا صحیح ہی اور اگر بائع نے دونون کو آزاد کر دیا تھا اور دونون بائع کو واپس دیے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اُسکا معین کرنا بائع کے اختیار مین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی

ساتوین فصل جو چیز بشرط خیار خریدی گئی تھی اُسکی تعیین مین واپس کرنیکے وقت اختلاف کرنے کے بیان مین اور بیع بشرط خیار کے جرم ہونے اور اُسکے متعلق کے بیان مین۔ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین

---

[1] قطع کرا لی یعنی بدون سلائی و رنگائی وغیرہ کے ۱۲ [2] قولہ آدھے ثمن کیونکہ ایک کپڑا امانت رہے گا اور بائع کا قول مقبول نہوگا ۱۲ [3] قولہ بیع فاسد یعنی ایسے طور پر خریدے کہ کسی سبب سے بیع فاسد ہی کیونکہ عمداً فاسد کرنا حرام ہی ۱۲

دن کے خیار شرط پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پھر بحکم خیار بائع کو پھیر دینے کے واسطے لایا پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہین ہی جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر اس صورت مین مبیع پر قبضہ نہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز مین جو بائع کے پاس موجود ہی بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ تیرے ہاتھ نہین بیچی ہی اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی فروخت کی ہی تو امام محمد رح نے اس صورت کو کسی کتاب مین ذکر نہین کیا اور فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ مشتری کا خیار ہو لیکن اگر خیار بائع کا ہو اور مبیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مشتری مدت خیار کے اندر مبیع کو بائع کے واپس کرنیکے واسطے لاوے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہین ہی جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھسے اپنے قبضہ مین لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہی جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ مین دی ہی تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر مبیع پر قبضہ نہوا ہو اور بائع کسی معین مبیع مین بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ مین نے اسکو نہین خریدا ہی تو ذکر کیا گیا ہی کہ اس صورت مین قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت خیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اُسکے مالک نے آگاہ ہو کر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دیدی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کو اختیار کرنیوالا[1] نہو جائیگا اور اجازت دینا صحیح ہی اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ غلام بائع کی ضمان مین عیب دار ہو گیا پس اگر مشتری نے اسکا لینا اختیار کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اس غلام کو دے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین اختیار ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ مین صادر ہوئی ہو اور اگر مشتری کے قبضہ مین صادر ہوئی ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو اُسکا خیار باقی رہیگا پس اگر اُسنے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہو جائیگی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر خیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ مین یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو خیار عیب حاصل ہو جائیگا اور خیار شرط بھی باقی رہیگا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے مین مختار ہوگا اور اگر اُسنے بیع توڑ دی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے قبضہ مین مدت خیار کے اندر اُس غلام نے خطا کی تو اُسکو بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا لیکن اگر مدت خیار کے اندر اُسکا فدیہ دیدے تو خیار کی شرط کی وجہ سے اسکو واپس کر سکتا ہے کیونکہ جو عیب

---

[1] قولہ اختیار کرنے والا کیونکہ جب غلام نے خطا سے قتل کیا تو حکم یہ ہے کہ چاہے غلام کو مقتول کے وارثون کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور ان دونون باتون مین سے جو بات اختیار کرے وہ اسپر لازم ہوگی تو یہان بیع کی اجازت سے شبہہ ہوتا تھا کہ اسنے فدیہ اختیار کیا پس دفع کر دیا کہ ایسا نہین ہی ۱۲

آگیا تھا وہ جاتا رہا اور اگر اُسنے فدیہ نہ دیا اور غلام کا دینا اختیار کیا تو خیار شرط ساقط ہو جائیگا اور جسوقت اُسنے خطا کے بدلے غلام کے دینے کا اقدام کیا اُسیوقت ملکیت مشتری کی غلام میں مقرر ہو گئی پس اُسپر ثمن واجب ہو گا کسی نے ایک گھر بائع یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے یا قطعی بیع کے ساتھ خرید اپھر اُس گھر میں کوئی شخص مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال میں اُس مکان کے فی الحال قابض کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر بیع تمام ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہو گی اور اگر بیع میں خیار ہو تو فسخ یا اجازت کے سبب سے جس شخص کا وہ گھر ہو جائیگا اُسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی پھر صاحبین کے قول کے موافق اگر بیع قطعی ہو اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہو یہانتک کہ دیت مشتری کے مددگار برادری پر واجب ہو جاوے تو کتاب میں پھر اسکا ذکر نہیں ہے کہ مشتری کو خیار عیب حاصل ہو گا یا نہ ہو گا اور واجب یہ ہے کہ خیار نہ حاصل ہو اسواسطے کہ گھر میں کوئی شخص مقتول پایا جانا حقیقۃً یا اعتبارًا کوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جو گھر میں سرایت کر گیا ہو اسواسطے کہ جرم قتل کی ضمان میں اُس گھر پر کوئی استحقاق نہیں ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے

ساتواں باب۔ خیار رویت کے بیان میں اور اُس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول۔ خیار رویت کے ثبوت اور اُسکے احکام کے بیان میں جس چیز کو نہ دیکھا ہو اُسکی خرید جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اور مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میرے دامن میں جو کپڑا ہے اور اُسمیں ایسی ایسی صفت ہے وہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یا کہا کہ جو موتی میری مٹھی میں ہے اُسکو فروخت کیا خواہ اُسکی صفت بیان کی یا نہ کی اور جیسے کہا کہ میں نے یہ باندی کہ جسکے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی تیرے ہاتھ فروخت کی۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ جو کچھ میرے دامن یا مٹھی میں ہے فروخت کیا تو اسطرح کی بیع آیا جائز ہے یا نہیں اسکا ذکر مبسوط میں نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے کہا کہ اطلاق جواب یعنی مطلقًا بدون دیکھی چیز کی خرید جائز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بیع بھی ہمارے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے جس شخص نے کوئی ندیکھی ہوئی چیز خریدی تو اُسکو دیکھنے کے وقت اختیار ہے خواہ اُسکو پورے ثمن میں لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے خواہ اُسنے اُسی صفت پر پایا ہو کہ جو اُس سے بیان کی گئی تھی یا اس صفت کے برخلاف پایا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ خیار رویت حکمًا[سلہ] ثابت ہو جاتا ہے کچھ شرط کی ضرورت نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور خیار رویت دونوں بدل میں ملکیت ثابت ہونے سے منع نہیں کرتا ہے ولیکن بیع لازم ہو جانے سے منع کرتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور دیکھنے سے پہلے صراحۃً ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور دیکھنے کے بعد اسطرح ساقط کرنے سے ساقط ہوتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ کر دینے کا اختیار ہے اگرچہ نہ دیکھا ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی صغریٰ میں لکھا ہے۔ اور اگر دیکھنے سے پہلے بیع کی اجازت

[سلہ] قولہ حکمًا یعنی بیع خود مقتضی ہے کہ یہ حکم ثابت ہو جاوے خواہ شرط کرے یا نہ کرے ۱۲

دیدی تو جائز نہو جائیگی اور اُسکا خیار رویت اپنے حال پر باقی رہیگا پس جب اسکو دیکھے تو اُسکو اختیار ہی اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کردے یہ مضمرات مین لکھا ہی - اور جسطرح مشتری کے واسطے خیار رویت مبیع مین ثابت ہوتا ہی اسیطرح اگر ثمن عین ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور خیار رویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہی کہ مبیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہی کہ جو متعین نہین[1] ہوتی تو اُسمین یہ خیار ثابت نہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور ناپ اور تول کی چیزین اگر عین ہون تو وہ بمنزلۂ اعیان کے ہین اور اسیطرح چاندی اور سونیکے پتر اور برتن اور خیار رویت اُن چیزون مین کہ جنکا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم مین مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہی تو خیار ثابت نہین ہوتا ہی اور درم اور دینار مین بھی خیار ثابت نہین ہوتا ہی خواہ وہ نقد عین ہون یا قرض ہون اور ناپ اور تول کی چیزین اگر معین نہون تو وہ مثل درم اور دینار کے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور یہ خیار تمام اُن عقدون مین ثابت ہوتا ہی جو واپس کرنے سے فسخ ہو سکتے ہین جیسے اجارہ یا مال کے دعوے سے صلح یا بٹوارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور ہر عقد مین کہ جو واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتی ہی جیسے کہ مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور مانند اسکے کہ جن مین واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت مین رہتی ہی اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت مین نہین ہوتی ہی یہ خیار ثابت نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - استروشنی نے فوائد بعض الائمہ مین ذکر کیا ہی کہ مین نے ائمہ بخارا سے اس بات کا فتوے لیا کہ خیار رویت اور خیار عیب بیع فاسد مین ثابت ہوتے ہین یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیار رویت مطلق ہی یا اُسکا وقت معین ہوتا ہی تو بعضون نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت مین فسخ بیع کرنا ممکن ہو اُسی وقت تک وقت معین ہی اور اگر دیکھنے کے بعد فسخ کرنے کا وقت ملے اور وہ فسخ نہ کرے تو خیار رویت ساقط ہو جائیگا اگرچہ اسوقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحۃً یا دلالۃً نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور مختار یہ ہی کہ اُسکا کوئی وقت مقرر نہین ہی بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جاے جو خیار رویت کو باطل کرتا ہی اسوقت تک باقی رہتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور بحر الرائق مین ہی کہ یہی صحیح ہی انتہی - اور ناوقتیکہ مشتری کی جانب سے خیار رویت ساقط نہو جاوے بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور خیار رویت مین میراث جاری نہین ہوتی ہی یہانتک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مرجائے تو اسکے وارثون کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اُسکو نہ دیکھا یہانتک کہ اُسکو فروخت کردیا تو امام اعظم رح کے دوسرے قول

[1] قولہ نہین الخ جیسے روپیہ واشرفی پیسا ان ہین جیسے ٹھہرے ہون ویسے دے لے ۱۲

کے موافق بیع جائز ہے اور اُسکو خیار[۱] نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی- اگر کسی معین چیز کو بعوض نقد معین کے کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا اور بعوض قرض کے فروخت کیا اور پھر اُس معین کو دیکھکر واپس کیا تو اُس معین کے حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی اور قرض کے حصہ کی بیع نہ ٹوٹے گی کیونکہ اسکو قرض کے حصہ مین خیار رویت نہ تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہی پس اگر وہ متغیر ہوگئی ہی تو اُسکو خیار ہوگا اور اگر نہ متغیر ہوئی تو خیار نہوگا لیکن خریدتے وقت اگر اُسکو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ مین نے اسکو پہلے دیکھا ہی تو اُسکو خیار ثابت ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی- اور اگر متغیر ہونیمین دونونمین اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ متغیر ہوگئی ہی اور بائع نے کہا کہ متغیر نہین ہوئی ہی تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ قائم کرنے چاہیے اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اُسی صورتمین ہی کہ مدت اسقدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اتنی مدت مین ایسی چیز متغیر نہین ہوتی ہی اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کہ اُسکے شباب کی حالتمین دیکھا تھا پھر اُسکو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعوی کیا کہ وہ متغیر نہین ہوئی تو قول[۲] مشتری کا لیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی- اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر اسطرح اختلاف کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تونے خریدتے وقت اسکو دیکھا ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے نہین دیکھا ہی تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی- اگر خریدی ہوئی چیز محدود تھی اور مشتری نے اس محدود پر قبضہ کرلینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے اُسکی تمام حدین نہین دیکھی تھین تو اُسکا قول قبول نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی- ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہی کہ اگر دونون مین اختلاف ہو اور بائع دعوے کرے کہ یہ وہ نہین ہی جو مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری کہتا ہی کہ یہ وہی ہی جو تونے میرے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسیطرح ہر جگہ کہ جسمین صرف مشتری کے کہنے سے عقد ٹوٹ جاتا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور جہان کہین صرف مشتری کے کہنے سے بدون بائع کی رضامندی یا حکم حاکم کے عقد نہین ٹوٹتا ہی تو وہان قول بائع کا معتبر ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچنے سے پہلے اُسکا اوجھ خریدا تو جائز ہی بخلاف اس صورت کے کہ خربزہ[۳] تراشنے سے پہلے اُسکے بیج خریدے تو جائز نہین ہی اگرچہ بائع اسکے کاٹنے پر راضی ہوجاے اور جبکہ اوجھ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اُسکا نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر ذبح کرنے سے پہلے اوجھ خریدا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی- اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھری دیکھی اور اُسکو قبول کرلیا پھر گٹھری کے مالک نے اُنمین سے ایک کپڑا کاٹ لیا پھر اُسکو آگاہ کردیا کہ مین نے اسمین سے

[۱] قولہ خیار الخ یعنی بائع کو یہ خیار نہین ملتا ہو ۱۲ [۲] قولہ قول مشتری کیونکہ مدت دراز کے بعد تغیر نہونا خلاف عادت ہو ۱۲ [۳] خربزہ اور فرق ظاہر ہے کہ خربزہ خواہ مخواہ تراشنا لازم نہوگا بخلاف مذبوحہ بکری کہ اسکی کھال کھینچین گے۔

ایک کپڑا کاٹ لیا ہو مگر اُس کپڑے کو اُسکو نہ دکھلایا یہانتک کہ جو کچھ گٹھری مین ہو وہ اس شخص نے خرید لیا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیع کے واسطے پیش کیے پھر ایک کو ایک رومال مین لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدون دیکھنے کے مشتری نے اُس سے خرید لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ اُن دونون مین سے کون کپڑا ہو تو اسکو بروقت دیکھنے کے خیار حاصل ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہو۔ اور اگر بائع دونون کپڑون کو ایک ایک رومال مین لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ وہی دونون کپڑے ہین کہ جو مین نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا دس درم کو لیا اور یہ دوسرا بھی دس درم کو لیا اور خرید کے وقت اُنکو نہ دیکھا تو اسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر دونون کو مختلف ثمن کے ساتھ خریدا اسطرح کہ کہا یہ مین نے بیس درم کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم کو خریدا تو اُسکو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون مین سے ایک کو بیس درم کو لیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسا کپڑا ہو تو یہ بیع فاسد ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور منتقی مین مذکور ہو کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہراتی کپڑون کی پیش کی اور اُسنے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک نے ایک کپڑا اُس مین سے نکال کے ایک رومال مین لپیٹا اور اُس کپڑے کو اُس شخص نے جسکے سامنے گٹھری پیش کی تھی خرید لیا تو اُسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھری کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اُسی گٹھری کا ہو یہانتک کہ اسطرح بیان کرے کہ جس سے وہ اُس کپڑے کو معین طور پر پہچان لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جسکو دیکھ چکا ہو اور خریدتے وقت اسکو نہ پہچانا جیسے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ مین دیکھا تھا پھر اُس کپڑے والے نے اُس کو ایک رومال مین لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہو یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اُسکو نقاب ڈالے ہوئے اُسی کے پاس دیکھکر اُس سے خریدی اور یہ نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہو تو اُسکو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہو اگر ایک پکھال کا پانی خریدا تو اُسکو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہو اسیطرح اگر پانی کے خرید مین شرط کی تھی کہ دجلہ کا ہو اور وہ دجلہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اسواسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور خیار رویت تمامیت[1] صفقہ کا مانع ہو یہانتک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گٹھری زطی[2] کپڑے کی خریدی اور اُسکو دیکھا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی کپڑے مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے اُسمین سے کچھ واپس کرنیکا اختیار نہین ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر بعض مبیع کے سوا بعض مین بیع کی اجازت دیدی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اُسکے مانند خریدے اور قبضہ کرنیکے بعد اُسکو دیکھکر ایک کو پسند کر کے کہا کہ مین نے اسکو پسند کر لیا تو بیع تمام لازم نہوجائیگی اور خیار اپنے حال پر باقی رہیگا یہ محیط مین

[1] تمامیت صفقہ الخ یعنی خیار رویت مین صفقہ تمام نہین ہوتا ہے ۱۲ [2] زطی۔ زط ایک گروہ سواد عراق مین ہو انھین کی ساخت سے زطی کپڑا کہلاتا ہو ۱۲

لکھا ہی۔ اگر دو چیزین خریدین اور اُنکو دیکھکر پھر ایک پر قبضہ کرلیا تو یہ راضی ہونین شمار ہی یہ ابن رستم نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور ایک کا دیکھنا دونون کے دیکھنے کے مثل نہین ہی مگر اُسی صورت مین کہ جسکو دیکھا تھا اُسپر قبضہ کرکے اُسکو تلف کردیا تو اُسوقت مین اُسکو بیع لازم ہوگی اور اسمین امام ابویوسف رح کا خلاف ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جسکو دونون نے نہین دیکھا ہی اور دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون نے اُسکو دیکھا پھر ایک نے اُسکو پسند کیا اور دوسرے نے اُسکے واپس کرنیکا ارادہ کیا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار[1] نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ دونون کی رائے واپس کرنے پر متفق ہوجاے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہی اسیطرح اگر بائع دو ہون اور مشتری ایک ہو اور خیار دونون بائعون کو حاصل ہو اور ایک اُن مین سے بیع توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیع جائز نہوگی تاوقتیکہ دونون کی رائے اجازت پر متفق نہو۔ اور اگر دو شخصون نے ایک باندی خریدی کہ اُن مین سے ایک اُسکو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا اور جسنے نہین دیکھا تھا اُسنے اُسکو دیکھا اور دونون کی رائے اُسکے واپس کرنے پر متفق ہوئی تو دونون اُسکو واپس کرسکتے ہین اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اُسکو دیکھا تھا اُسنے دوسرے کے واپس کرنے سے پہلے کہا کہ مین راضی ہوا اور مین نے بیع نافذ کردی تو جس شخص نے کہ نہین دیکھا تھا اُسکو تمام بیع کے واپس کردینے کا اختیار ہوگا اور شریک کا راضی ہونا بمنزلہ اُسکی رویت[2] کے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھا اور دونون کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اُسکو دونونکے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار ہے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک ایسی گٹھری زطی کپڑون کی خریدی کہ جسکو اُسنے نہین دیکھا ہی پھر اُس مین سے ایک کپڑا پہنا تو کل گٹھری مین اُسکا خیار باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور خیار رویت کی وجہ سے رد کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فسخ کرنا ہی اُسمین قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہین ہی اور صرف اتنے کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہوجائیگی مگر بائع کی بدون آگاہی کے امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر قبضہ کرلیا اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل رہیگا تاوقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اُسکی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جاوے[3] جو رضامندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور خیار رویت مین بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہوتے یا نہ ہونے[4] دونون صورتون مین سب کے نزدیک رضامندی صحیح ہوجاتی ہی اور رضامندی کی دو صورتین ہین ایک رضامندی صریح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہدیا کہ مین اِس سے راضی ہوا یا مین نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہی کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضامندی پائی جاوے جیسے خریدنے کے بعد اُسکو دیکھکر اُسپر قبضہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور عیب دار ہونے یا تصرف کرنیسے کہ جنسے خیار شرط باطل ہوجاتا ہی اُنھین سے خیار رویت بھی

[1] قولہ اختیار نہین الخ اسواسطے کہ عیب پیدا ہونے سے واپسی ممتنع ہوگئی تو خیار مذکور باطل ہوکر صفقہ تمام ہوگیا امام

[2] کہ رویت سے پھر فائدہ نہو[3] الخ جیسے اسنے عیب جانکر غلام سے خدمت لی[4]

[4] آگاہ ہونے ۱۲

جاتا رہتا ہی پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جسکے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہی جیسے کہ مطلقاً بیع کی (مثلاً یعنی اُسمین اپنی ذات کیواسطے خیار کی شرط نہ لگائی) یا رہن کیا یا اجارہ پر دیا تو خیار رویت دیکھنے سے پہلے اور بعد دیکھنے دونون صورتون مین باطل ہو جاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کرنیکے بعد فروخت کردیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو ہر طرح سے فسخ مین شمار ہی اُسکو واپس دیا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیار رویت عود نہ کریگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق نہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کرکے فروخت کی یا ہبہ کرکے سپرد نہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیار رویت باطل نہوگا اور اگر مبیع مین اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کریگا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ کفایہ مین ہی اور اگر بعض مبیع کو دیکھنے کے بعد بیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی خریدے ہوے غلام کو مکاتب کردیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا اور پھر اُسکو مشتری نے دیکھا تو اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر بعض مبیع اُسکے ہاتھ سے نکل گئی یا اُسکے پاس اسمین کچھ نقصان آگیا یا اسمین کچھ زیادتی[1] ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی ہوئی تھی یا جدا تھی تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر مبیع باندی تھی اور اُس سے وطی کر لی یا اُسکو شہوت سے چھوا یا شہوت سے اُسکی فرج کی طرف دیکھا یا مبیع کوئی گھوڑا تھا کہ اپنی ذاتی ضرورت کیواسطے اُسپر سوار ہوا یا مثل اسکے واقع ہو تو بھی اُسکا خیار جاتا رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اپنی کیواسطے خیار کی شرط کرکے فروخت کردی تو یہ بیع مثل بیع مطلق بدون شرط کے ہو اس سے خیار رویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہی یہ عینی کی شرح کنز مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر اُسکو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کردیا تو بھی خیار باطل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر دیکھنے سے پہلے اُسکو ہبہ کرکے سپرد کردیا تو خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اسیطرح اگر دیکھنے کے ساتھ ثمن ادا کردیا تو بھی خیار جاتا رہتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین سے کچھ تلف ہو جاے تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا یہ حاوی لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے اُسمین کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے اسمین کچھ نقصان آتا ہی حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ وہی مبیع ہی تو بھی اُسکا خیار باطل ہو جائیگا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے پشم کاٹ لیے اور یہ نہ جانا کہ یہی بکری خریدی گئی ہی یا کوئی کپڑا پہنکر اسمین نقصان پیدا کردیا حالانکہ یہ نہ جانا کہ یہی کپڑا بائع نے فروخت کیا ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ایسی باندی خریدی جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُس باندی کو بائع نے مشتری کے پاس ودیعت رکھا حالانکہ مشتری اُس باندی کو نہین پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہی پھر وہ مشتری

[1] قولہ زیادتی الخ زیادتی ملی ہوئی جیسے جمال بڑھ گیا یا موٹا ہو گیا اور جدا زیادتی جیسے باندی کے بچہ پیدا ہوا ۱۲

پاس مرگئی تو مشتری اُسپر قابض شمار ہوگا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اُسکی ضمان مین ہلاک ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بائع کے پاس ودیعت رکھی اور وہ بائع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مرگئی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اُسپر ثمن واجب ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی موزا خریدا اور بائع نے مشتری کو سونے کی حالت مین پہنا دیا پھر وہ خواب سے اُٹھا اور اُسکو پہلے چند قدم چلا اور اس جہت سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیار رویت باطل ہوگیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیار رویت باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی ایسا گھر خریدا کہ جسکو نہین دیکھا تھا پھر اُسکے پہلو مین دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اُسکو شفعہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اُسکا خیار رویت باطل نہوگا[1] یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ یہی مختار ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور کبری مین مذکور ہی کہ اگر سیپ کے اندر کوئی موتی خریدا تو امام ابویوسف رح نے کہا کہ بیع جائز ہی اور جب اُسکو دیکھے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور امام محمد رح نے کہا کہ بیع باطل ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلے کے اندر یا جو کچھ اس کوٹھری مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اُسکو دیکھنے کے وقت خیار ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دار کے اندر یا اس گاؤن مین ہی مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اسکے اندر جہالت بہت بڑھی ہوئی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کوئی مرغی ایک موتی نگل گئی پھر اُسکو مع موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہین ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو اگر مرغی مرجانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ مشتری نے نگلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو ولیکن مشتری کو موتی مین خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اگر کوئی اسباب خرید کر اُسکو کسی جگہہ اُٹھا لیگیا تو اُسکو خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار ہوگا بشرطیکہ اُسکو اُسی جگہہ واپس لاوے جہان کے عقد ہوا تھا ورنہ رد کرنا صحیح نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ خواہ اُٹھا لیجانیسے اُسکی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ تتمہ مین زیادہ کیا ہی۔ اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہونچا دے پس اگر بیع فارسی زبان مین واقع ہوئی تو جائز ہی پس اگر مشتری نے وہ دودھ جو بیع کیا تھا جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہونچا دیا تب اُسنے دودھ کو دیکھا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہی کہ اُسکو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار نہین ہی کیونکہ اگر اُسنے واپس کر دیا تو بائع کو اُسکے اُٹھا لانیکی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہو کہ جو مشتری کے پاس پیدا ہو گیا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور خیار عیب یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے مبیع کے واپس کرنے مین جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع الفصولین مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اُسکا خیار رویت ساقط نہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیار باطل ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کاشتکار کو اجازت دی کہ اُسمین کھیتی کرے تو اُسکا

---

[1] قولہ نہوگا حتی کہ کہا گیا کہ وہ شفعہ لیکر بعد رویت کے واپس کر سکتا ہی ۱۲

خیار باطل ہوجائیگا کیونکہ کاشتکار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہی یہ عینی کی شرح کنز مین لکھا ہی - اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اُس زمین کا کوئی کاشتکار تھا اور اس کاشتکار نے اس مشتری کی رضامندی سے اس مین کھیتی کی باسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اُس زمین کو دیکھا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی - اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تاکہ وہ اس مین زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیار ساقط نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی و لوالجیہ مین مذکور ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچنے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیار رویت باقی نہ رہے تو حیلہ[1] اس باب مین یہ ہی کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کرے کہ یہ اسکا ہی پھر یہ کپڑا مع زمین فروخت کردے پھر وہ شخص کہ جسکے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہی اُس کپڑے کا استحقاق ثابت کرکے لے لے پس مشتری کا خیار باطل ہوجائیگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جسکو دیکھا نہین تھا پھر اُسکو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آمد یا نہ آمد یعنی پسند آیا یا نہ آیا اور کچھ لوگون سے یہ کہا گواہ باشید بر خریدن من این خانہ را یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو پھر یہ قصد کیا کہ مین خیار رویت کے وجہ سے اس گھر کو واپس کرون تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر مین واقع ہی اور بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اُسکو تیرے سپرد کردیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقۃً قبضہ کرنے کی وجہ سے ثمن ادا کرنے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہی کہ خیار رویت کی وجہ سے واپس کردے اور اگر اُسنے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائیگا کہ مشتری کے ساتھ اُس شہر کو جاوے یا اپنا کوئی وکیل اُسکے ساتھ کرے تاکہ وکیل ثمن پر قبضہ کرلے اور گھر اُسکے سپرد کردے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی غلام خریدا اور اسکو اندھا پایا اور کہا کہ مین قصد کرتا ہون کہ اسکو اپنی قسم کے کفارہ مین آزاد کرون پس اگر کافی طور پر ادا ہوجاویگا تو لے لونگا ورنہ واپس کردونگا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی - بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ کسی شخص نے دو کر گیہون خریدے اور اُنکو نہین دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے اُن دونون مین سے ایک کی بیع کا اقالہ کردیا تو اُسکو باقی مین خیار رویت حاصل ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اُسکو فروخت کردے یا کہا کہ اپنے واسطے اسکو فروخت کردے تو اسی وقت وہ واپس ہوجائیگی خواہ بائع نے اُسکو فروخت کرلیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے کے کہا تو یہ صورت اس مسئلہ مین مذکور نہین ہی ہان اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ مین اسطرح مذکور ہی کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ بائع سے کہا اسکو فروخت کردے یا اسکو اپنے واسطے فروخت کردے تو یہ دونون لفظ یکسان ہین پس اگر اُسنے بکری کو نہ دیکھا ہوگا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیع ٹوٹ جائیگی اور خیار رویت کی وجہ سے بکری واپس ہوجائیگی اور اگر مشتری نے اُسکو دیکھ لیا تھا تو بیع نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ مین نے

[1] قولہ حیلہ الخ ایسے حیلے سے اگر مشتری کی شرارت دور کرنی مقصود ہو تو خیر ورنہ حق باطل کرنا گناہ ہو اگرچہ ظاہر شریعت میں اسکو خیار نہ رہے

اسکو قبول کیا اور مین اس بکری کو بیچ لونگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک بکری بدون دیکھے ہوے خریدی اور بائع کو حکم دیا کہ اسکا دودھ دوہکر صدقہ کردے یا زمین پر پھینک دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو دودھ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اُسکا خیار بکری مین باطل ہوجائیگا یہ بحرالرائق مین جامع الفصولین سے نقل کیا ہی۔ اگر کسی نے دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے اُن دونون مین سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کردیا اور مشتری نے اس مقتول کی قیمت اور اُسکا نفقہ اُسکے قاتل سے لے لیا تو اسکا خیار دوسرے مین باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جسکے عوض کچھ مال لازم آتا ہی یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اُسکے ساتھ مشتری کے سوا دوسرے شخص نے شبہہ مین وطی کرلی تو اسکو خیار رویت کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اس سے وطی کرلی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینون صورتون مین اسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی مگر اُس صورت مین واپس کرسکتا ہی کہ بائع راضی[1] ہوجائے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال مین اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ مرگیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی مین کوئی ظاہر نقصان پیدا ہوگیا تو مشتری کو بدون رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہین آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت کے موافق یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اسی طرح اُسکے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کردیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچہ مرجاے تو اسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کردیا تو اصل مین مذکور ہی کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہوجائیگی اور بائع پر قتل کردینے کی صورت مین قیمت واجب ہوگی اور زخمی کردینے کی صورت مین زخم کا جرمانہ دینا پڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ عیسی ابن ابان سے روایت ہی کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کردیا پھر اسکو اُسکے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہی اور نکاح کردینے سے جو اس مین عیب آگیا اسکا ہرجانہ ادا دینے کیواسطے مہر کافی ہی اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے زائد ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ زیادتی جو باقی رہ گئی ہو اُسکا تاوان دے اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر بخار آنے کی حالت مین مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اُس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا[2] تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل کرکے بیع کو جائز کردیگا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہوگیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار

---

[1] قولہ راضی اسواسطے کہ شاید اسکو نقصان دینا گوارا ہو ۱۲ [2] قولہ انکار کیا اسواسطے کہ وہ بخار مین مبتلا ہوگیا ہے اور معنی یہ کہ مشتری کے پاس بخار آنے لگا ۱۲ منہ

نہین ہو اور اگر غلام کے اچھے ہونے کی حالت مین بائع کے حضور مین اُسکے واپس کر دینے پر گواہ کر لیے پھر بائع کے قبضہ کر لینے سے پہلے اُسکو بخار آنے لگا پھر اُسکا بخار جاتا رہا تو غلام بائع کے ذمہ پڑیگا یہ حاوی مین لکھا ہے اگر دیکھی ہوئی گیہون کی ڈھیری تخمینہ سے خریدی اور اسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ خشک ہو کر کم ہو گئی تو اسکو خیار رویت نہوگا اور یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے خیار ہو وہ فسخ کر دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن تین شخص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دیگئی ہے اگر انمین سے کوئی شخص کسی چیز کو اسکی قیمت سے کم بد خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فسخ کر دینے کا مختار نہین ہے ہان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

دوسری فصل

اُن چیزون کے بیان مین جنکا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق مین کل کے دیکھنے کے مانند ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز کے تابع ہووے تو نہ دیکھی ہوئی چیز مین اسکو خیار نہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائیگا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے نے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز کے حال سے آگاہ نہ کیا تو اُسکا خیار رویت باقی رہیگا اور اگر اُسکے حال سے آگاہ کر دیا ہو تو اُسکا خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی یا غلام خریدا اور اُسکا چہرہ دیکھکر پسند کیا تو اسکے بعد اُسکو خیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اسیطرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہے اور اگر بنی آدم مین سوائے چہرے کے تمام اعضاء دیکھ لیے تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر گھوڑا یا خچر یا گدھا وغیرہ خریدا اور اسکے چہرہ کے سوا کچھ نہین دیکھا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مشتری کو خیار باقی رہیگا تا وقتیکہ اُسکا آگا و پچھا نہ دیکھے یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر چوپایون کے پہچاننے والون کا یہ قول ہو کہ چوپایون کے چار دن یا ٹاپون کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اُنکا دیکھنا بھی خیار ساقط ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہے۔ اور کھُر یا سُم اور پیشانی اور دم کا دیکھ لینا کافی نہین ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ فتاوی غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اور جو بکری اپنے پاس رکھنے کے واسطے خریدی ہو تو اسکے تھن اور تمام بدن کا دیکھنا ضرور ہے کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر گوشت کے واسطے بکری خریدی تو اُسکا ٹٹول کر دیکھنا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اُسکو دور سے دیکھا ہو تو اُسکا خیار باقی رہیگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر دودھ دینی ہوئی گائے یا اُونٹنی خریدی پھر اُسکا تمام بدن دیکھا ولیکن اُسکے تھن نہین دیکھے تو اُسکا خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور کھانے کی چیزون مین چکھنا اور سونگھنے کی چیزون مین سونگھنا ضرور ہے اور جہاد مین جو دف بجائے جاتے ہین اُنکی آواز سُننا ضرور ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اگر کوئی چکھنے کی چیز خریدی اور رات کو اسکو بلا دیکھے چکھا تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شے مال منقولہ مین سے حیوانات کے سوا خریدی پس اگر اُسکی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہے جیسے مِغفَر[1] مین وجہ مقصود ہوتا ہے اور اُسکے مانند

[1] قولہ مغفر ظاہر امراد اس سے آہنی خود ہین جو لڑائی مین سر پر رکھے جاتے ہین ۱۲

تو جب تک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُسکا خیار باطل نہوگا اور اگر کوئی چیز خاص مقصود نہین ہوتی ہی اور اُس مین سے تھوڑا سا دیکھکر راضی ہو گیا تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا بشرطیکہ جس قدر نہین دیکھی ہی وہ صفت مین دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاوی قاضیخان - اور اگر صفت مین برابر نہ پاوے بلکہ گھٹا ہوا پاوے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو لپٹا ہوا اوپر سے دیکھ لیا اور اُسکو کھولکر نہ دیکھا پس اگر وہ کپڑا سادہ ہی کہ اُسپر نقش یا کارچوبی وغیرہ نہین ہی تو اُسکا خیار باقی نہین رہیگا اور اگر اُس پر نقش ہین تو جب تک اُسکو کھولکر اُسکے نقش نہ دیکھے تب تک وہ اپنے خیار پر رہیگا اور اگر اُس پر نقش نہون بلکہ کارچوبی وغیرہ ہووے اور اُسنے کام دیکھ لیا ہی تو پھر اُسکو خیار نہوگا اور اگر اُسکی کارچوب نہین دیکھی ہی تو اُسکو خیار حاصل ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - پھر بعض فقہانے کہا ہی کہ یہ حکم اُنکے عرف کے موافق ہی اور ہم لوگون کے عرف کے موافق جبتک کپڑا اندر سے نہ دیکھ لیگا اُسکا خیار ساقط نہوگا کیونکہ کپڑون مین اندر اور باہر سے اختلاف کر دینا قرار پا گیا ہی اور یہ قول امام زفر کا ہی - اور مبسوط مین وہی حکم لکھا ہی کہ جو امام زفرؒ نے کہا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور بچھونون مین جبتک اُنکا رخ اور رنگ کی جگہ نہ دیکھ لے تب تک اُسکا ظاہر دیکھنے سے خیار ساقط نہوگا اور جس کپڑے کے دو رخ مختلف ہون اُن دونون کا دیکھنا معتبر ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور فرش کے باب مین فقہانے کہا ہی کہ اُسکو تمام دیکھنا چاہیئے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر تکیے کے اندر کچھ بھرا ہوا ہی اور اُسکو اوپر سے دیکھ لیا پس اگر وہ ایسی چیز سے بھرا ہی کہ جس سے تکیے بھرے جایا کرتے ہین تو اُسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اگر ایسی چیز سے بھرا ہی کہ جس سے تکیے نہین بھرے جاتے ہین تو اُسکو خیار باقی رہیگا یہ بحر الرائق مین معراج الدرایہ سے منقول ہی اور اگر ایک استر لگا ہوا جبہ خریدا اور اُسکا استر دیکھ لیا تو اُسکے ابرا دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا خواہ وہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین پر ہو یا نہ مقصود ہو اسواسطے کہ ابرا ہر حال مین مقصود ہوتا ہی لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ ابرا مقصود نہو مثلاً حقیر ہو تو حکم اسکے برخلاف ہی اور اگر مشتری نے اُسکا ابرا دیکھ لیا تو اُس کو استر دیکھنے کے وقت خیار نہوگا لیکن اُس صورت مین کہ استر مقصود ہو مثلاً پوستین ہو یہ تاتارخانیہ مین برہانیہ سے منقول ہی اور فتاوی نسفی مین ہی کہ اگر چند مکاعب[1] خریدے اور اُنکے منہ بعض کے بعض کی طرف کر دیے اور مشتری نے اُنکو پشت کی طرف سے دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل نہوگا اور اگر اُنکو رُخ کی طرف سے دیکھ لیا اور چمڑا نہ دیکھا تو خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہی - اور بعض فقہانے کہا کہ ہمارے زمانے مین چمڑے کے اندر فرق کر دینے اور اُسکے مقصود ہونے کی وجہ سے چمڑے کا دیکھنا بھی ضرور ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور کان کی مٹی اور سونار ون کی مٹی مین جو کچھ نکلتا ہی اُسکا دیکھنا معتبر ہی - اگر کوئی زمین مع اُسکے سامان کے خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکا نمدانہ دیکھا پھر اُسکا خدا دیکھا تو اُسکو کل واپس کر دینے کا اختیار ہی اور اسی طرح اگر چکی مع آلات خریدی اور اُسمین کی چیز جو اُس سے الگ ہی نہین دیکھی اور پھر اُسکو دیکھا تو اُسکو خیار حاصل

[1] مکاعب ظاہراً ایسے موزے مراد ہین جن کی ایڑیون پر چمڑے کا کام زائد ہے اور فرہنگ مین دیکھو ١٢

ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر دو موزے یا دو کیواڑ یا دو جوتیان یعنی جوڑا جوڑا خریدے اور ایک کو جوڑے مین سے
دیکھ لیا تو دوسرے کے دیکھنے کے وقت اُسکو خیار رہیگا[1] یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور فتاوی مین مذکور ہی
کہ اگر مشک کا نافہ خریدا اور اُسمین سے مشک نکالا تو خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا
اختیار نہ رہا کیونکہ نکالنے سے اُسمین عیب پیدا ہوگیا اور اگر مشک نکالنے سے عیب نہ پیدا ہو تو واپس کر سکتا ہی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر بے دیکھی ہوئی شکر کی زنبیل خریدی پھر اُسمین سے شکر نکالکر چھان ڈالی تو اُسکا خیار ساقط
ہوجائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر کچھ تیل جو ایک شیشے مین بھرا ہوا ہی خریدا اور شیشے کو دیکھ لیا اور تیل
اپنی ہتھیلی یا اُنگلی پر نہین نکالا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ تیل دیکھنے مین شمار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر
خریدی ہوئی چیز کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے تھی کہ اُسکو پانی کے اندر
دیکھا تو یہ دیکھنے مین شمار نہین ہی اور اُسکو خیار باقی رہیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی
مچھلی کہ جسکا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہی خریدی اور اُسکو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہا نے فرمایا کہ
اُسکا خیار ساقط نہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا
تو یہ دیکھنے مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر تاک کا
ایک انگور دیکھا تو اُسکو خیار باقی رہیگا یہانتک کہ ہر قسم کے انگورون مین سے کچھ کچھ دیکھے اور خرما کے درختون مین
اگر بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو خیار رویت باطل ہوجائیگا اور خرمے کی قسمون مین سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے
دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہی اور اگر کھٹے اور میٹھے انار خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے
وقت اُسکو خیار حاصل ہوگا اور یہی منتقی مین مذکور ہی کہ اگر خرمے کے گودھے خریدے اور بعض کو دیکھکر راضی ہوگیا تو
بیع لازم نہوجائیگی یہانتک کہ سب کو دیکھ لے اور اُس سے راضی ہوجائے اور یہی حال تمام اُن پھلون کا ہی کہ جو
ظاہر ہون اور ناپ تول یا شمار مین آتے ہون مگر درخت پر ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ یہی مختار ہی یہ مضمرات
مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع عقار ہو تو عامہ روایات مین یہ مذکور ہی کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہوگیا تو اُسکا
خیار جاتا رہیگا۔ فقہا نے فرمایا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہو اور اگر اُسکے اندر کوئی عمارت
ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہی اُسکا دیکھنا ضرور ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور محیط
مین فرمایا ہے کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑون کے اور دو بیت گرمیون کے اور دو بیت کاٹھ کے ہون تو
سب کا دیکھنا شرط ہی جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہی اور باورچی خانہ اور مزبلہ کا دیکھنا اور بالاخانہ کا دیکھنا
شرط نہین ہی لیکن ایسے شہر مین شرط ہوگا کہ جہان بالاخانہ مقصود ہوتا ہی جیسے شہر سمرقند مین۔ اور بعضون
نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہی اور یہی اظہر واشبہ ہی انتہی۔ اگر فلکہ کے واسطے کوئی بیت ہو تو اُس
روایت کے موافق جواب دیا جائیگا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر

[1] خیار اسلئے کہ جوڑا ہونے مین دونون متحد ہین لیکن کام کے حق مین ہر ایک ٹھیک ہونا چاہئیے ۱۲ [2] کرایہ پر چلانے یا بننے معدھ

کوئی تاک انگور کا خریدا تو کتاب مین مذکور ہے کہ اگر درختون کی چوٹیان باہر سے دیکھ لین اور ہر درخت کی چوٹی دیکھکر راضی ہو گیا تو خیار رویت باقی نہ رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور بستان کے باب مین فقہانے لکھا ہے کہ اُسکو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہیے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزین ہون اور خریدتے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہین دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزون مین سے ہے پس اگر ایک ہی برتن مین ہو تو اُسکو خیار نہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوے کے موافق نہ پائے تو اُسکو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنون مین ہو پس وہ سب اگر ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اُسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مشائخ عراق نے فرمایا ہے کہ اُسکو خیار نہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر دو جنسون کی ہو یا ایک ہی جنس مین دو صفت کی ہو تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع ایسی گنتی کی چیزین ہون کہ جنکے آپس مین فرق ہوتا ہے جیسے کسی تھیلے کے کپڑے خریدے یا ٹوکرے مین خربزے خریدے تو ہر ایک کا دیکھنا ضرور ہے اور اگر بعض کو دیکھا تو باقی مین اُسکو خیار رہیگا و لیکن اگر واپس کرنیکا قصد کرے تو کل واپس کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر گنتی کی چیزین آپس مین قریب برابر ہی کے ہون جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو اُنمین بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہے بشرطیکہ باقی کو دیکھے ہوے کے برابر[1] یا اُس سے بڑھکر پاوے یہ محیط مین لکھا ہے۔ و لیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب کو واپس کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ پس اگر ان صورتون مین جو مذکور ہوئین مشتری یہ دعوے کرے کہ مین نے باقی کو دیکھے ہوے کی صفت پر نہین پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہین ہے بلکہ تو نے اُسی کی صفت پر پایا ہے تو قسم لیکر بائع کا قول لیا جائیگا اور مشتری کو گواہ لانا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز جو زمین کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہین ہے اور تا وقتیکہ سب کو نہ دیکھ لے اُسکو خیار باقی رہیگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُس مین سے اسقدر اُکھاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کر سکتا ہے اور اُس پر راضی ہو گیا تو اُسکا خیار ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور عامہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت مین مذکور نہین ہے اور فقط اس کا ذکر امالی مین امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہے کہ بعد اُکھاڑنے کے ناپ یا تول مین آتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے اُسمین سے کچھ اُکھاڑی یا خود بائع نے اُکھاڑی پس اگر اُکھاڑی ہوئی چیز ناپ یا تول کے لائق ہے اور مشتری اُسکو دیکھکر راضی ہو گیا تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہوگا بشرطیکہ باقی اُسی کے مانند ہو اور اگر اُکھاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن مین نہین آسکتی تھی تو خیار باطل نہ ہوگا اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ بائع نے خود اُکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اُکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اُسمین سے کچھ اُکھاڑا پس اگر اُکھاڑی ہوئی چیز اسقدر ہو

[1] قولہ برابر ہو کر الخ یعنی باقی کا دیکھنا ایک جنس مین کافی ہے بشرطیکہ سب باقی کے مثل ہو یا بڑھکر ہو ۱۲

کہ اسکی کچھ قیمت ہی تو سب کی بیع لازم ہو جائیگی خواہ مشتری اُس سے راضی ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور خواہ دوسری جانب زمین مین وہ چیز کم نکلے یا اُسمین سے کچھ بھی نہ نکلے یہ محیط مین مذکور ہی - اور اگر اکھاڑی ہوئی چیز اسقدر تھوڑی ہو کہ اسکی کچھ قیمت نہین ہی تو مشتری کا خیار باطل نہوگا اور ان مسئلون مین امام ابویوسفؒ کے قول پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ چیزین گنتی سے فروخت ہوتی ہون جیسے مولی وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہین ہوتا ہی بشرطیکہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اُکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بائع کی بلا اجازت اکھاڑی اور اکھاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہی تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا یہ محیط مین لکھا ہے اور یہی مختار ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ جو چیز زمین مین پوشیدہ ہی اُسکا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اُگنے سے پہلے یا اُگنے کے بعد فروخت کی مگر یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ زمین کے اندر اُگی ہی یا نہین اُگی ہی تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسی چیز کو جو زمین کے اندر موجود ہی جیسے پیاز وغیرہ فروخت کردیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اُکھاڑ کر کہا کہ مین تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہون کہ ہر جگہ اسی طرح کثرت کے ساتھ نکلین گی یا موجود ہی تو بیع جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ اگر گاجرین فروخت کین اور بائع نے کہا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ اگر مین اُسکو اکھاڑون اور تو راضی نہو تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ اگر مین اکھاڑون اور اچھی نہ نکلے تو مین اُسکو واپس نہ کرسکونگا تو جو شخص اُسکے اکھاڑنے مین تطوع کرے جائز ہی اور اگر دونون مین سے کسی نے اسکا قصد نہ کیا تو قاضی اُنکے عقد بیع کو فسخ کردیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی - اور اگر دو کیاریان گاجر کی خریدین اور ایک کو اکھاڑا اور اُسکی گاجرین اچھی پائین اور دوسری کو اکھاڑا اور اسکی گاجرین عیبدار پائین تو اُن مین سے کچھ بھی واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ اکھاڑنے سے اُسمین عیب آگیا ولیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لیگا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجرین خریدین اور اُس تھیلے کے مُنھ پر بڑی بڑی گاجرین جمائی تھین اور اُسکے اندر چھوٹی چھوٹی پائین پس اگر چھوٹی گاجرین بڑی گاجرون کے دامون مین نہین بکتی ہین تو یہ عیب مین شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - ہشام نے اپنے نوادر مین ذکر کیا ہی کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجرین خریدین اور زمین پر قبضہ کرلیا اور اپنے غلام کو بھیجکر حکم دیا کہ گاجرین اکھاڑے پس اُسنے تمام گاجرین اکھاڑ ڈالین پھر مشتری آیا تو کیا اسوقت اسکو خیار رویت حاصل ہوگا امامؒ نے فرمایا کہ ہان پس مین نے کہا کہ اکھاڑنے سے اُسکی تہائی قیمت گھٹ گئی ہی انھون نے فرمایا کہ خیار ہی اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط مین لکھا ہی

سلہ قولہ خیار ہی الخ ہمارے دیار مین رسم ہی کہ مولی و گاجر و شلغم وغیرہ کا کھیت تیار ہو جانے کے بعد نمونہ پر مشتری خرید کر تمام ساقط کرتا ہی اور بائع آیندہ اسکے ہر عیب سے برات کرلیتا ہی اور اس مین مضائقہ نہین ہی واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

تیسری فصل اندھے اور وکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان مین اندھے کی خرید فروخت جائز ہی اور اُسپر تینون اماموں کا اتفاق ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اُسکو اپنی خریدی ہوئی چیز مین خیار ہی اور فروخت کی ہوئی چیز مین خیار نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور جو چیزین چھونے کی ہین اُنمین اس اندھے کا اُلٹ پلٹ کرنا اور اُسکا چھونا آنکھون والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہی اور سونگھنے کی چیزون مین اُسکا سونگھنا اعتبار کیا جائیگا اور چکھنے کی چیزون مین چکھنا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور سب روایتون مین زیادہ مشہور روایت یہ ہی کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر کپڑا ہو تو اُس مین چھونے کے ساتھ اُسکے طول اور عرض کی صفت اور اُسکی عمدگی مرتبہ[۱] کی بھی بیان کرنی ضرور ہی اور گیہون مین چھونا اور صفت بیان کرنا ضرور ہی یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی - اگر پھلون کو درختون پر لگا ہوا خرید اتو اشہر روایات کے موافق اس مین وصف کا بیان کرنا ضرور ہی باقی کچھ ضرور نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور عقار مین جبتک اُسکا وصف بیان نہ کیا جائے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہین ہوتا ہی اور یہی مذہب صحیح ہے یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی - اور یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزون مین معتبر ہی کہ جو چھونے یا سونگھنے یا چکھنے سے نہین پہچانی جاتی ہین جیسے چوپایے اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر یہ باتین عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہوگئی ہون تو اب اُسکو خیار نہوگا یہ فتاوی تمرتاشی مین مذکور ہی اور اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہوگیا پھر وہ بینا ہوگیا تو اُسکا خیار عود نہ کریگا یہ بدائع مین ہی اور اگر کسی آنکھون والے نے کوئی چیز خریدی پھر وہ دیکھنے سے پہلے اندھا ہوگیا تو اُسکی آنکھون سے دیکھنے کا خیار اندھون کے مانند وصف بیان کرنے کے ساتھ ہو جائیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی اندھے نے وصف بیان کرنے سے پہلے کہدیا کہ مین راضی ہوگیا تو اسکا خیار ساقط نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہی - امام محمد رح نے جامع صغیر مین امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کچھ طعام خریدا اور اُسکو نہین دیکھا اور اُسپر قبضہ کر لینے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری کو اسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی قاصد بھیجا اور قاصد نے دیکھنے کے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونون برابر[۲] ہین اور مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے واپس کرے اور چاہے لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور قاعدہ اس مسئلہ مین یہ ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک جو شخص قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا جاتا ہی وہ خیار رویت باطل کرنے کا مالک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مالک نہین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک سوقت ہی کہ جب قبضہ کرنیکے وقت اُسکو دیکھتا ہو اور اگر پوشیدگی[۳] کی حالت مین

---

[۱] قولہ مرتبہ مثلاً دیباج قسم اول جس مین فی گز دو سیر ریشم کی تول ہی و مانند اسکے ۱۲ [۲] قولہ برابر ہین یعنی وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط نہین ہوگا ۱۲ [۳] قولہ پوشیدگی یعنی مثلاً لپٹا ہوا تھان قبضہ مین لے لیا یا مشک موتی وغیرہ ۱۲

اُسپر قبضہ کرلیا پھر دیکھنے کے بعد قصداً خیار باطل کرنیکا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور وکیل کرنیکی صورت یہ ہے کہ مشتری کسی غیر سے کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میرا وکیل ہو یا یون کہے کہ مین نے اُسپر قبضہ کرنے کے واسطے تجکو وکیل کیا اور قاصد بھیجنے کی صورت یہ ہے کہ غیر شخص سے یون کہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میری طرف سے قاصد بنجا یا اُسپر قبضہ کرنیکے واسطے مین نے تجکو حکم دیا یا اُسپر قبضہ کرنیکے واسطے مین نے تجکو بھیجا یا کہا کہ تو فلان شخص سے کہہ کہ وہ تجکو مبیع دیدے یہ بحر الرائق مین فوائد سے منقول ہے اور اس بات پر سب اماموں کا اتفاق ہے کہ خرید کے واسطے جو وکیل کیا جاتا ہے اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور موکل کو یہ اختیار نہین رہتا ہے کہ اپنے دیکھنے کے وقت اُسکو واپس کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور اس بات پر بھی اماموں کا اجماع ہے کہ جو شخص خریدنے کے واسطے قاصد ہوتا ہے وہ خیار باطل کردینکا مالک نہین ہے اور اسکا دیکھنا بھیجنے والیکے دیکھنے کے مانند نہین ہے اور اگر بھیجنے والے نے مبیع کو نہ دیکھا ہو تو اسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو خریدنے سے پہلے وکیل یا قاصد کیا اور اُسنے مبیع کو دیکھ لیا پھر موکل یا بھیجنے والے نے اُسکو اپنے آپ خریدا تو اُسکو خیار رویت ثابت ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اگر خرید کے وکیل نے کسی ایسی شی کو خریدا کہ جسے موکل نے دیکھا ہے اور وکیل اس بات کو نہین جانتا ہے تو وکیل کے واسطے خیار رویت ثابت ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور اس صورت مین خیار رویت وکیل کے واسطے ثابت ہونا اُسیوقت ہے کہ جب وہ شخص کسی غیر معین چیز کے خریدنے کیواسطے وکیل کیا گیا ہو اور اگر کسی معین چیز کے خریدنے کیواسطے کہ جسکو موکل دیکھ چکا ہے وکیل[1] کیا گیا اور وکیل نے اُسکو نہین دیکھا تھا تو وکیل کو اُس کے خریدنے مین خیار رویت حاصل نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ مبیع دیکھنے کے قصد سے کسی کو وکیل کرنا صحیح نہین ہے اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند نہوگا یہانتک کہ اگر کسی نے نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر ایک شخص کو اُسکے دیکھنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر تجکو پسند آوے تو لے لینا تو یہ جائز نہین ہے یہ بحر الرائق مین جامع الفصولین سے منقول ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز مین جو خود بے دیکھے خریدی ہے دیکھکر غور کرنیکے واسطے اسطرح وکیل کیا کہ اگر راضی ہو تو بیع تمام کردے اور اگر راضی نہو تو بیع فسخ کردے تو اس طرح وکیل کرنا صحیح ہے اور اُسکا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہوگا کیونکہ موکل نے یہ بیع اُسکی راے اور نظر پر چھوڑدی ہے تو یہ وکالت صحیح ہوگی جیسے کہ خیار کی شرط کے ساتھ خرید کر نہین فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کیا صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

آٹھوان باب خیار عیب کے بیان مین اور اس مین سات فصلین ہین

فصل اول خیار عیب کے ثبوت اور اُسکے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُسکی تفصیل کے بیان مین

خیار عیب بدون شرط کرنے کے ثابت ہوتا ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جسمین

---

[1] وکیل کیا گیا ہو پھر اُسنے اتفاق سے وہی چیز خریدی جسکو موکل دیکھ چکا ہے تو وکیل کو خیار باقی ہے ۱۲

کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُسکو معلوم نہ تھا اور پھر عیب تھوڑا یا بہت ظاہر ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے لے ورنہ واپس کردے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور واپس کرنیکا اختیار اُسوقت ہی کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نہ کر سکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو خیار نہوگا جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھنا ظاہر ہوا تو مشتری اُسکو حلال کر سکتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس عیب دار کو رکھکر بائع سے نقصان لیوے یہ اقطع کی شرح قدوری مین لکھا ہی پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس آگاہی پر مشتری اُسکو رد کر سکتا ہی اور صرف اُسکے اِس کہنے سے کہ مین نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہو گی اور اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدون بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہو گی پھر اگر اُسنے بائع کی رضامندی سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونون کے حق مین فسخ ہو گی اور دوسرونکے حق مین نئی بیع[1] شمار ہو گی اور اگر قاضی کے حکم سے فسخ ہوئی تو ان دونون کے حق مین اور انکے سوا غیرونکے حق مین بھی فسخ شمار ہو گی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور جو عقد واپس کرنیسے فسخ ہو جاتا ہی اور اُسمین مبیع اپنے مقابل کے عوض ضمان مین ہوتی ہے تو ایسے عقد مین تھوڑے اور بہت دونون طرح کے عیب سے وہ شی واپس ہو جاتی ہے اور جو عقد کہ واپس کرنے سے فسخ نہین ہوتا ہی اور اُسمین وہ شی اپنی ذات سے ضمان مین ہوتی ہی نہ بعوض جیسے مہر اور بدل خلع وقصاص تو ایسے عقد مین تھوڑے عیب سے واپس نہ کیجائیگی فقط بہت عیب کی وجہ سے واپس ہو سکتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہونا صرف اُسی صورت مین ہی کہ مہر ناپ یا تول کی چیز نہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہو سکتی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور بہت عیب مہر مین یہ ہوگا کہ اُسکو اعلی درجہ سے اوسط درجہ پر لاوے یا اوسط درجہ سے ادنی درجہ پر گرادے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور دونون قسمون مین حد فاصل یہ ہی کہ جو عیب چند اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین جدا داخل ہو جاوے مثلاً ایک نے اُسکو بے عیب ہزار درم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُسکو اس عیب کے ساتھ پورے ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنیوالونکی انداز جدا نہو بلکہ یکسان ہو جیسے کہ چند اندازہ کرنیوالون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درم کا ہی اور اس عیب کے ساتھ سبھون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہی تو یہ گھٹا ہوا بہت عیب کہلائیگا یہی فتوے کیواسطے اختیار کیا گیا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور خیار عیب کا یہ حکم ہی کہ مشتری کی ملک مبیع مین فی الحال ثابت ہو جاتی ہی مگر ملک لازم نہین ہوتی ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خیار عیب مین موافقت جاری ہوتی ہے۔ انتہی اور اسکا کوئی وقت مقرر نہین ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور خیار عیب ثابت ہونیکی چند شرطین ہین

[1] گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ بیچی ۱۲

از انجملہ بیع کے وقت یا اسکے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اسکے پیدا ہوگا تو خیار ثابت نہوگا اور از انجملہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کر لینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبوں میں واپس کرنیکا حق ثابت ہونے کے واسطے عامۂ مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی نہیں اور از انجملہ بھاگنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کر دینے کے عیب میں عقل ہونا چاہیے اور از انجملہ ان تینوں عیبوں میں یکسان حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری کے پاس مختلف ہو گئی تو واپس کرنیکا حق ثابت نہوگا اور از انجملہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اسکو جانتا تھا تو اسکو خیار نہ رہیگا اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ بائع نے مبیع کے سب عیبوں سے اپنا ذمہ پاک کر لینا شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کر لیا ہو تو مشتری کو خیار نہوگا یہ بدائع میں لکھا ہی۔ قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا ہو کہ تاجروں کی عادت میں جس چیز سے ثمن میں نقصان آتا ہو وہ عیب ہی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا ہو کہ جو چیز مال کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے میں نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤں شل ہونا اور برتنوں کا شکستہ ہونا یا اس سے اس مال کے نفع میں کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہی اور جس سے ان دونوں باتوں میں کچھ نقصان نہیں آتا ہی الخ میں لوگوں کے رواج کا اعتبار کیا جائیگا اگر وہ اسکو عیب گنتے ہیں تو عیب ہوگا ورنہ نہوگا یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور عیب ہونے یا نہونے میں عیب جاننے والونکی طرف رجوع کیا جائیگا اور وہ تاجر لوگ ہوتے ہیں اور اگر مبیع ساختہ چیزوں میں سے ہو تو مرجع اہل پیشہ کے لوگ ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اندھا ہونا اور کانا ہونا اور احول ہونا اور انگلی کا زائد یا ناقص ہونا عیب ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اقبل ہونا اور اقبل وہ شخص ہوتا ہی جو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہی اور بزمی یعنی سینے کا نکلا ہوا ہونا عیب میں شمار ہی یہ بدائع میں لکھا ہی اور اسیطرح بہرا ہونا اور گونگا ہونا اور باقی عیب جو پیدایش میں ہوتے ہیں سب عیوب میں شمار ہیں اور گندہ دہنی اور بغل کا بدبو کرنا باندی میں عیب ہی اور غلام میں عیب نہیں ہی لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہی اسواسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری پر دلالت کرتا ہی اور بیماری فی نفسہ عیب میں شمار ہی یہ کافی میں لکھا ہی۔ اور ایسے ہی بدائع و مبسوط و تبیین میں ہی اور بجر غلام اور باندی دونوں میں عیب ہی اور بجر پیڑو کے پھولے ہونیکو کہتے ہیں (البحر) قرن بھی عیب ہی اور وہ ایک ہڈی ہی کہ فرج میں پیدا ہو جاتی ہی اور وطی سے مانع ہوتی ہی اور عفل[1] بھی عیب ہی اور وہ ایک قسم کا گوشت ہی کہ فرج میں پیدا ہو جاتا ہی اور وطی سے مانع ہوتا ہی۔ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی اور بعضوں نے عفل کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس عورت کی فرج تھیلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ جسکے بائع یا اور کسی پاس بچہ پیدا ہوا تھا

[1] عفل اور قرن میں فرق یہ کہ قرن کی وجہ سے بالکل دخول نہیں ہوتا اور عفل سے پورا دخول نہیں ہوتا ۱۲ م

اور مشتری اُس سے آگاہ نہوا پھر اُسکو معلوم ہوا تو دو روایتوں مین ایک روایت کے موافق اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ چوپایون مین فقط بچہ پیدا ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جسکو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی تو اُسکو بائع سے جھگڑا کرنیکا اختیار نہین ہی پس اگر وہ باندی نفاس کے اندر مر گئی تو پیٹ ہونیکے عیب کا نقصان بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اُسکا پیٹ سے ہونا معلوم نہوا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور نصاب مین مذکور ہی کہ چوپایون اور سواری کے جانورونکا حمل سے ہونا عیب نہین ہی لیکن اگر اُنمین کسی کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور رتق عیب ہی اور رتقا وہ عورت کہلاتی ہی جسکے کوئی سوراخ سوائے سوراخ پیشاب کے نہو اور فتق عیب ہی اور فتق سے مراد وہ ریح ہی جو مثانہ کے اندر پیدا ہو اکثر اوقات اُبھار کر کے مرد کو ہلاک کر دیتی ہی اور یہ بدون بدن کے اندر بیماری پیدا ہونے کے نہین پیدا ہوتی ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور غنا اس باندی کے اندر جو ام ولد بنائی جاوے عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور بقالی مین مذکور ہی کہ اگر اُس باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہی اور نوادر ابن رشید مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ جب باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک اُن باندیون مین ہوگا کہ جو ام ولد بنانے کے واسطے خریدی جاتی ہین اور اُنکے سوا دوسری باندیون مین عیب نہوگا لیکن اگر نخاس والے اُسکو عیب جانتے ہون تو عیب ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہین ہی صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہی کہ جسکا ارتکاب کیا اور اُسپر توبہ اور استغفار کرنا واجب ہوگا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا ہی کہ جس سے اُسکے مالک کی خدمت کرنےمین نقصان آتا ہی تو وہ عیب ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی اگر اُسپر حد واجب ہو نا ظاہر ہو تو بھی عیب ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہی اور نام مین عیب نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور تمام عیبون مین واپس کرنیکا حق ثابت ہونیکے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہی سوائے عیب زنا کے جو باندی مین پایا جاوے کیونکہ امام محمدؒ سے امالی مین روایت ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی بالغ خریدی کہ اُسنے بائع کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اگرچہ اُسنے مشتری کے پاس زنا نہ کیا ہو اور نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اُسکے پاس سے بھاگ گئی پھر اُسنے اسکو پایا اور گواہون کے ساتھ اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہو جائیگا اور اس روایت سے صحیح ثابت ہوتا ہی کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہین ہی اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اُس سے نہین لے سکتا ہی اگرچہ دوبارہ اُسکے پاس عود نہوا ہو اسیطرح جس شخص نے اُس سے خریدا وہ بھی بدون معاودت کے اُسکو واپس کر سکتا ہی مگر اول ظاہر

تبیین مین لکھا ہی اور اگر کوئی ایسا غلام خرید اکہ جسکے ساتھ اغلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت اغلام کراتا تھا تو یہ عیب ہی کیونکہ یہ اُسکے ابنہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر اُجرت پر اغلام کراتا تھا تو غلام مین عیب نہین ہی۔ بخلاف باندی کے کہ اُسمین یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی اور خزانہ یہ مین مذکور ہی کہ مخنث ہونا دو طرح کا ہوتا ہی ایک تو بُرے اور ردی کام کرنا اور وہ عیب ہی دوسرے سنگار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے مین لچکنا پس اگر یہ باتین کم ہون تو واپس نہ کیا جائیگا اور اگر بہت ہون تو واپس کر دیا جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور عنین ہونا عیب ہی اور ایسے ہی خصی ہونا بھی عیب ہی اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خرید اکہ وہ خصی ہی اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہوگا اور اگر اس شرط پر خرید اکہ وہ مرد ہو پھر دیکھا تو وہ خصی نکلا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور خصیون کا بڑا ہونا عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور مسون کا ہونا عیب ہی بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو اور اگر ثمن مین نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہین ہی اور تل کا بھی یہی حکم ہی کیونکہ تل سے کبھی زینت ہوتی ہی کہ اُس سے مالیت مین نقصان نہین آتا ہی جبکہ رخسارہ پر ہو اور کبھی بدنما کر دیتا ہی جبکہ ناک کی نوک پر ہو اور اس سے مالیت مین نقصان آتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور باندی یا غلام کا ختنہ نہونا عیب نہین ہی بشرطیکہ وہ دونون دار الحرب وغیرہ سے اُٹھالائے گئے ہون یا دار الاسلام مین پیدا ہوئے ہون مگر نابالغ ہون اور اگر بالغ ہو گئے ہونگے تو عیب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ختنہ نہونے سے باندی کا عیب دار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے ملک مین باندی کا ختنہ نہین کیا جاتا ہی تو ختنہ نہونا اُسمین بالکل عیب نہوگا یہ بدایع مین لکھا ہی اور اسیطرح فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دیدی تو واپس کرنیکا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر باندی کو اُسکے شوہر نے طلاق دیدی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنیکا اختیار ہی کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُسکی جورو کے حکم مین ہی اس دلیل سے کہ اُسکے شوہر کو بدون اجازت اسکے مالک کے اُس سے رجعت کرنیکا اختیار ہی اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا کرخی نے فرمایا ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہین ہی مثلاً اُسکی رضاعی بہن ہو یا اُسکی رضاعی مان ہو یا اُسکی بی بی کی مان ہو یا اُسکی بی بی کی بیٹی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہی لیکن اگر بائع اُسکو ادا کردے یا قرض خواہ اس کو معاف کر دین تو عیب نرہیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور قنیہ مین مذکور ہی کہ قرض عیب ہوتا ہی لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان مین شمار نہین کیا جاتا ہی تو عیب نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اسیطرح اگر غلام کو کسی کے پاس رہن یا اجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور کرخی کی کتاب مین مذکور ہی کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہی اور اس عیب ہونیکی صورت یہ ہو سکتی ہی کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے

ف یعنی اگر مشتری نے مبیعہ باندی کو منکوحہ پایا تو واپس کر سکتا ہی پھر اگر واپس کرنے سے پہلے الخ ۱۲

پیدا ہوا اور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بائع بیع کر دینے کی وجہ سے جرمانہ دینے کا اختیار کر نیوالا شمار ہوگا۔ پس اگر بائع نے اُسکے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کر دیا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہیگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت میں نقصان آتا ہو تو باندی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ غلام امرد ہو اور عیب ہونا اسی صورت میں ہے کہ شراب پینا حد سے بڑھ گیا ہو لوگوں میں ایسا نہ پایا جاوے اور اگر ایسا نہو تو باندی میں عیب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے پُرانی کھانسی اگر از قسم بیماری ہو تو عیب ہے اور عادت کے موافق کھانسی ہونا عیب نہیں ہے اور برص عیب ہے اور جذام بھی عیب ہے اور وہ جلد کے نیچے پیپ پڑ جاتی ہے کہ دور سے اسکی بدبو آتی ہے اور اکثر اس سے اعضا بدن کے کٹ کے گر جاتے ہیں اور وہ سب عیبوں سے بدتر عیب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ کالے اور ہرے دانت ہونا عیب ہے اور زرد دانتوں کے باب میں مختلف روایتیں آئی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دانت کا ساقط ہونا عیب ہے خواہ داڑھ ہو یا دانت ہو یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے بالغ باندی کا حیض بند ہو جانا عیب ہے اور بالغ باندی وہ ہے جسکی عمر سترہ برس کی ہے اور اسیطرح اگر باندی کے ہمیشہ بطور استحاضہ کے خون جاری رہتا ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور یہ بات باندی کے کہنے سے معلوم ہوگی پس جب سکے اقرار کے ساتھ بائع کا قسم کھانے سے باز رہنا بھی ملجائے تو واپس کر دیجا یگی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور فقہا نے فرمایا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق باندی کا قول اس باب میں معتبر نہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک غلام خریدا اور اسکو جواری پایا پس اگر اُسکا جوا عیب میں شمار ہے جیسے نرد یا شطرنج وغیرہ کے ساتھ جُوا کھیلنا تو عیب ہوگا اور اگر عرف میں اس قسم کا جوا عیب نہیں گنا جاتا ہے جیسے اخروٹ یا خربزون کے ساتھ جُوا کھیلنا جسکو فارسی میں گرز باختن و دستہ زدن و خربزہ زدن کہتے ہیں تو عیب میں شمار نہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر مملوک کو سوا اسلام کے غیر راہ پر پایا تو عیب ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اسکو مسلمان پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اسکا اُلٹا ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے اسیطرح اگر نصرانی نے کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نصرانی ہے پھر اسکو مسلمان پایا تو اسکو واپس کرنیکا خیار[1] ثابت نہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو غلام بائیں ہاتھ سے کام کرتا ہو اور داہنے ہاتھ سے کام کرنیکی قدرت نہ رکھتا ہو تو عیب ہے لیکن اگر تھوڑا بائیں ہتہ ہو تو عیب نہیں ہے جسکو ضبط کہتے ہیں یعنی دونوں ہاتھ سے کام کر سکتا ہے یہ بسوط میں لکھا ہے۔ اور بصارت میں ایسا ضعف ہونا کہ زیادہ تاریکی یا زیادہ روشنی میں نہ دیکھ سکے عیب ہے اور عسم یعنی پٹھوں میں خشکی اور تشنج ہونا عیب ہے اور بدن میں ایسا زائد گوشت مثل غدود کے پیدا ہو جانا کہ جو ہلانے سے ہلتا ہے اور چنے سے کبھی خربوزہ کے برابر تک ہوتا ہے عیب ہے اور سلعہ عیب ہے اور وہ زخم کو کہتے ہیں اور شمس الائمہ سرخسی نے اسکی تفسیر ان غدود کے ساتھ کی ہے جو گردن پر ہوتے ہیں یہ ظہیریہ میں

[1] قولہ خیار الخ اگرچہ اسکے ہاتھ سے بکوا دیا جاوے گا ۱۲ [2] سرد چہرہ ۱۲

لکھا ہی - اور حنف[1] عیب ہی اور حنف دونون انگوٹھون مین ہر ایک کے دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہین اور ابن الاعرابی نے یہ معنی بیان کیے کہ جو قدمون کی پیٹھ کے بل چلے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور صدف یعنے گردن کا جڑ سے ٹیڑھا ہونا عیب ہی اور منھ کا زیادہ پھیلا ہونا عیب ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی - اور داغ ہونا عیب ہی لیکن اگر نشانی کیواسطے ہو جیسے بعض چوپایون مین ہوتا ہی تو عیب نہوگا اور قدمون کے سرونکا نزدیک ہونا اور ایڑیون کا دور ہو جانا عیب ہی اور پہونچے کا ٹیڑھا ہونا عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور آنکھ سے زیادہ آنسو جاری ہونا اگر بیماری سے ہو تو عیب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور شتر یعنے پلکون کا اُلٹا ہونا عیب ہی کذا فی الظہیریہ اور ریح السبل[2] عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور خارش آنکھ کی اور غیر آنکھ کی سب عیب ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سپیدی جسکو ناخنہ کہتے ہین پیدا ہونا عیب ہی اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہی کذا فی الظہیریہ زردی اور سرخی کا درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیون مین پایا جاوے تو عیب ہی اور اگر رومی یا صقالبیہ باندیون مین پایا جاوے تو عیب نہین ہی کیونکہ اہل روم سبکے بال ایسے ہی ہوتے ہین یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی - اگر سر یا بدن کے بعضے بال سپید اور بعضے سیاہ ہون تو عیب ہی یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہی بالونکا معتدل رنگ سیاہ ہے اور اسکے سوا باقی رنگون سے اگر ثمن مین نقصان آتا ہو اور سوداگر اُسکو عیب سمجھتے ہون تو عیب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - حاوی مین لکھا ہی کہ اگر باندی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوے تو اگر اُسکے بعض بال سر کے سرخ ہین اور بعض سیاہ تو اُسکو واپس کر سکتا ہی کیونکہ یہ عیب ہی اور اگر صرف اُسکے بالونمین سرخی ہی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی لیکن اگر بالونکا کالا ہونا بیع مین شرط تھا تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام مین کہ جسکو سمجھ نہین ہی کہ اکیلا کھانا پہننا نہین جانتا ہی عیب نہین ہی لو اگر چھوٹا سمجھدار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پہن سکتا ہو تو عیب مین شمار ہوگا لیکن واپس کرنیکا حق حالت یکسان ہونے کے وقت ثابت ہوگا کذا نقل فی المضمرات عن الزادیس اگر یہ باتین چھوٹے غلام مین بائع اور مشتری دونونکے پاس اُسکے چھوٹے پن مین پائی گئی ہین یا دونون کے پاس اُسکے بڑے پن مین پائی گئین تو یہ عیب ہی کہ جسکے سبب سے واپس کر سکتا ہی اور اگر حالت یکسان نہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن مین اور مشتری کے پاس بڑے پن مین پائی جاوین تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور جنون کے ماسوا مین چوری کرنے اور بھاگ جانے اور بچھونے پر پیشاب کرنے کی نسبت شمس الائمہ حلوانی نے اپنی شرح مین لکھا ہی کہ ظاہر جواب یہ ہی کہ ان باتونکا مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہین ہی اور بعض مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ شرط ہی اور یہی صحیح ہی اور بعضونے اپنی شروح مین ذکر کیا ہی کہ مشائخ مین ان چیزون کے دوبارہ واقع ہونیکی شرط ہونے مین کچھ اختلاف نہین ہی اور اسی طرح عام روایتون مین مذکور ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب پایا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل

---

[1] واضح ہو کہ لغت مین حنف پاؤنکے کج ہونے کو کہتے ہین اسطرح کہ پاؤن کے سرے ایک دوسرے کی طرف جھکے ہون ۱۲

[2] ریح السبل آنکھون کی بیماری ہی جس سے اندر کی رگین مادہ ریاحی سے پھول جاتی ہین ۱۲

ہوگیا تو اسکا خیار باطل ہوگیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور بھاگنے کی تعریف یہ ہی کہ اپنے مالک سے سرکشی کرکے غائب ہوجائے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہی اور اس مین مشایخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور جب شہر سے نکل گیا تو بالاتفاق عیب ہی خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جسکو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت دیا تھا یا جسکے پاس ودیعت رکھا تھا اُسکے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہین گیا تو اُسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ کہا جاے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب مین شمار ہوگا اور اگر چھوٹا ہو کہ اُسپر اُس شہر کے گھر اور لوگ مخفی نہین تو عیب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے - اور گانون سے شہر کو بھاگ آنا بھاگنے مین شمار ہی اور ایسے ہی اسکا الٹا بھی بھاگنے مین شمار ہی اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہین ہی اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنے مالک کا مکان جانتا تھا اور اُسکے پاس لوٹ آنے پر قادر تھا اور پھر نہ آیا تو عیب مین شمار ہوگا اور اگر مکان نہین جانتا تھا یا لوٹ آنے پر قادر نہ تھا عیب نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اگر دار الحرب مین غنیمت مین سے تقسیم ہونے سے پہلے بھاگا پھر لوٹا کر غنیمت مین لایا گیا تو بھاگنے والے مین شمار نہین ہی اور اگر غنیمت کے اندر فروخت کیا گیا اور غنیمت تقسیم ہوئی اور وہ ایک شخص کے حصہ مین آیا پھر دار الحرب مین بھاگا تو وہ بھاگنے والے مین شمار ہی خواہ وہ اپنے لوگون کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور چوری اگرچہ دس درم سے کم ہو عیب ہی اور بعضون نے کہا کہ ایک درم سے کم جیسے ایک پیسہ یا دو پیسے کی چوری عیب نہین ہی اور چوری خواہ اپنے مالک کی ہو یا کسی غیر کی ہو یکسان ہی اُسکے عیب ہونیمین کچھ فرق نہین ہی لیکن کھانیکی چیزون مین فرق ہی اسطرح اگر کھانے کے واسطے اپنے مالک کی چیز چرائی تو عیب نہین ہی اور اگر غیر کی چرائی تو عیب ہی اور اگر کھانے کی چیز فروخت کرنے کے واسطے چرائی تو خواہ مالک کی چرائی ہو یا غیر کی چرائی ہو عیب ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جامع الفصولین مین ہی کہ اگر غلام نے ایک پیاز یا خربوزہ یا پیسہ چرالیا جیسے خدمتگار چرالیا کرتے ہین تو عیب نہوگا اور اگر اجنبی کے غلہ سے کوئی خربوزہ چرالیا تو عیب ہی اور یہی مختار ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اگر کھانے کی کوئی چیز ذخیرہ کرنیکے واسطے چرائی تو عیب ہوگا اور مولی اور اجنبی اس باب مین برابر ہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اور اگر گھر مین نقب لگایا اور کچھ لے نہین بھاگا تو یہ عیب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - فوائد ظہیریہ مین ہی کہ اس جگہ ایک عجیب مسئلہ ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر کسی نے ایک نابالغ غلام خریدا پھر اُسکو دیکھا کہ وہ بچھونے پر پیشاب کر دیتا ہی تو اُسکو واپس کر دینے کا اختیار ہی پس اگر اُسنے واپس نہ کیا تھا حتی کہ اُسکے پاس اُس غلام مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو اختیار ہی کہ نقصان عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اُسنے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور بالغ ہونے

عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اُسنے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور بالغ ہونے کے ساتھ عیب جاتا رہا تو بائع کو جو کچھ نقصان کے عوض اُسنے دیا ہی اُسکے واپس لینے کا اختیار ہی یا نہیں ہی پس اس مسئلہ کی کوئی روایت کتابون مین موجود نہین ہی پھر شیخ رحمہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ سزاوار ہی کہ واپس کرلے اور اس پر اُنھون نے دو مسئلون سے دلیل پکڑی تھی ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی باندی خریدی پھر بعد خرید کے دریافت ہوا کہ اُسکا شوہر موجود ہی تو مشتری کو اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر مشتری کے پاس اُس مین کوئی دوسرا عیب آگیا تو مشتری بائع سے نقصان عیب کی قدر واپس لیگا اور جب اُسنے نقصان کا عوض لے لیا پھر اُس باندی کے شوہر نے اُسکو طلاق بائن دیدی تو بائع کو اختیار ہی کہ جو کچھ اُسنے نقصان کے عوض دیا ہی واپس لے کیونکہ عیب جاتا رہا ہی اور ایسے ہی صورت ہمارے اس مسئلہ مین واقع ہی پس اسکا بھی یہی حکم ہونا چاہئے اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو مریض پایا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اگر اُسکے پاس دوسرا عیب آگیا تو اپنے نقصان کے قدر بائع سے واپس لے اور جب اُسنے واپس لے لیا پھر غلام اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو بائع کو جو اُسنے نقصان کے عوض دیا ہی واپس کر لینے کا اختیار ہی یا نہیں ہی پس فقہا نے فرمایا ہی کہ اگر اچھا ہونا دوا سے ہو تو بائع سے واپس نہین لے سکتا ہی ورنہ واپس لے سکتا ہی اور ہمارے اس مسئلہ مین بلوغ ہونا بھی دوا کی راہ سے نہین ہی تو بائع کو جو اُسنے دیا ہی اُسکے لے لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور پیشاب کو نہ روک سکنا عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور چھوٹے پن کا جنون ہمیشہ کے واسطے عیب ہی اور معنی یہ ہین کہ اگر چھوٹے پن مین بائع کے پاس مجنون ہوا پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین یا بڑے پن مین مجنون ہوا تو واپس کر سکتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جو بائع کے پاس مجنون ہوا تھا تو اُسکے واپس کر دینے کا مشتری کو اختیار ہی اگرچہ مشتری کے پاس اُسکو جنون نہوا ہو اور اکثر فقہا کا مذہب یہ ہی کہ تاوقتیکہ مشتری کے پاس جنون عود نہ کرے تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور جو جنون کہ عیب ہے کہ جسکے سبب سے واپس ہو سکتا ہی وہ یہ ہی کہ ایک رات دن سے زیادہ ہو اور اس سے کم عیب نہین ہی یہ تبیین اور عینی شرح کنز مین ہی ظہیریہ مین محاضر سے نقل کیا ہی کہ گرہ کاٹنا اور مردہ کا کفن کھسوٹنا اور راہزنی کرنا مثل چوری کرنے کے غلام مین عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر ایک غلام امرد خریدا پھر اُسکو ڈاڑھی مونڈا ہوا یا ڈاڑھی نوچا ہوا پایا پس اگر یہ بات خریدنے سے اتنی مدت کے اندر معلوم ہوئی کہ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ یہ عیب بائع کے پاس تھا تو مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی ترکی باندی خریدی کہ جو ترکی نہین جانتی تھی یا اچھی طرح نہین بول سکتی تھی اور مشتری اس بات سے واقف تھا مگر وہ یہ نہین جانتا تھا کہ تاجرون کے نزدیک یہ عیب ہوتا ہی پس اُس نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی پس یہ عیب اگر ایسا عیب ہی کہ جو لوگون پر پوشیدہ نہین ہی جیسے کانا ہونا اور مثل اُسکے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر ایسا کھلا عیب نہین ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور کوئی ہندی باندی خریدی کہ

جو ہندی نہین جانتی تھی پس اگر تاجر لوگ اُسکو عیب گنتے ہون تو اُسکو رد کا اختیار ہوگا اور اگر عیب نہ گنتے ہون تو وہ واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی و کھانا پکانا نہین جانتی ہی تو یہ عیب نہین ہی بشرطیکہ اُسنے شرط نہ کر لی ہو اور یہی حکم غلام کا ہی اور اگر وہ دونون اچھی طرح کھانا پکانا جانتے تھے پھر اُسکو بائع کے پاس بھول گئے ہون تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور کبریٰ مین لکھا ہی کہ اگر ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ پے درپے اُسکی آنکھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس اگر یہ بیماری اُسکو نئی پیدا ہوئی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے بائع کے پاس سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ پے درپے اُسکی ڈاڑھ مین درد پیدا ہوتا ہی پس یہ درد اگر اُسکو حال مین پیدا ہوا ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر قدیم سے ہی تو واپس کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی محیط مین ہی کہ اگر خریدی ہوئی باندی نے کہا کہ مجھکو ڈاڑھ کے درد کی بیماری ہی تو اُسکے کہنے پر واپس کیجائیگی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر اُسکی ایک آنکھ کرنجی ہو اور دوسری کرنجی نہو یا ایک سیاہ ہو اور دوسری سپید ہو تو یہ عیب ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - ایک غلام خریدا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکو بخار ہی تو یہ عیب ہی اور مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہی یہ مختار الفتاویٰ مین لکھا ہی - اگر ایک ثیبہ باندی اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے وطی نہین کی ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس سے وطی کی ہی تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - منتقی مین مذکور ہی کہ ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ عذرا[1] ہے اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر معلوم ہوا کہ وہ ثیبہ تھی تو بائع سے کچھ واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اس سے باندی مین کچھ نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو یہ حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی ہی اور ابن مالک نے امام ابو یوسف رح سے یہ روایت کی ہی کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابالغ ہی پھر کھلا کہ وہ بالغ ہی تو اُسکو واپس نہ کریگا خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک باندی خریدی[2] پھر اُسکو دیکھا کہ وہ بدشکل یا سیاہ ہی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی بشرطیکہ اُسکی خلقت اعضا پورے ہون یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - ایک باندی خریدی پھر اُسکو دیکھا کہ اُسکا چہرہ جلا ہوا ہے جس سے اُسکا حسن و قبح کچھ نہین معلوم ہوتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہو سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہی قیمت اندازہ کیجائیگی اور ایک بدون چہرہ جلی ہوئی باندی صحیح و سالم کی بدشکل کے حساب سے قیمت اندازہ کیجائیگی پس جس قدر دونون مین فرق ہوگا اُسی قدر مشتری بائع سے واپس لیگا یہ محیط مین زیادات سے منقول ہی اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ

---

[1] قولہ عذرا قلت العذراء ہی الباکرۃ التی لما العذرۃ لے لم تزل عذرتہا والباکرۃ تعمہا وغیرہا لان الباکرۃ العذرۃ اذا زنت مرۃ فقط حتی زالت عذرتہا فہی فی حق بعض الحکم باکرۃ وان لم تبق عذراء وکذا قیل والاول اما ہہنا فکانہ لم یرد الا الباکرۃ بدلیل التقابل بالثیبۃ فافہم ۱۲ منہ [2] یعنے سامنے نہ تھی فقط باندی کے نام سے خریدی اور ایسا ہی مابعد مین ہے ۱۲

خوبصورت ہی پھر اُسکو بدشکل پایا تو واپس کرسکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایک غلام خریدا کہ جسکے دونوں گھٹنوں پر ورم ہی اور بائع نے کہا کہ یہ ورم حال مین چوٹ لگجانے کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہی پھر اس بنا پر مشتری نے اُسکو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی ورم ہی تو واپس نہوگا شیخ نے فرمایا ہی کہ واپس نہونا اس صورت میں ہی کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کردیا پھر معلوم ہوا کہ ورم اس سبب سے نہیں بلکہ دوسرے سبب سے ہی تو مشتری واپس کرسکتا ہی چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اُسکو بخار ہی پھر بائع نے کہا کہ اس کو تیسرے دن کا بخار ہی پھر وہ اسکے سوا دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اصل مسئلہ مین اگر بائع نے یون کہا ہو کہ تو خریدلے اگر ورم قدیمی ہوگا تو اسکا جوابدہ مین ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہی تو مشتری واپس نہین کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ ورم نیا ہی پھر معلوم ہوا کہ وہ پورانا ہی تو مشتری واپس نہین کرسکتا ہی یہ مسئلہ فتاوی فضلی مین لکھا ہے کذافی الذخیرہ ایک ایسا غلام خریدا کہ جسکے دونون کانون مین سے ایک کا سوراخ دماغ تک نہین ہی تو یہ عیب ہی اور کان کا سوراخ ہندی باندی مین اگرچہ بڑا ہو عیب نہین ہی اور ترکی باندی مین عیب ہے بشرطیکہ اُسکو لوگ عیب گنتے ہون یہ خلاصہ مین لکھا ہی بہت کھانا باندی مین عیب ہی غلام مین عیب نہین ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اور صلح الفتاوی مین لکھا ہی کہ ایک باندی خریدی کہ جسکے ایک زخم ہی اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہی کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگون پر پوشیدہ نہین ہی تو مشتری واپس نہین کرسکے گا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب نہ تھا تو واپس کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے -

دوسری فصل

چوپایون وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان مین - ایک گاے خریدی اور اُسکو دیکھا کہ دودھ نہین دیتی ہی پس اگر ایسی گاے دودھ کیواسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کرسکتا ہی اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اُسکو واپس نہین کرسکیگا اور اگر گاے اپنے تھنون کو منھ مین لیکر تمام دودھ چوس لیتی ہو تو یہ عیب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی چوپایون مین کم کھانا عیب ہی اور بنی آدم مین عیب نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فوائد شمس الائمہ مین ہی کہ اگر چوپایہ عادت سے بڑھکر کھانے والا ہو تو بھی عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر ایک گدھا خریدا جو رینگتا نہین ہی تو یہ عیب ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر ایک بیل خریدا جو کام کرتے وقت سوتا ہی تو یہ عیب ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر کوئی خچر خریدا پھر اُسکو چال مین سست پایا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہی تو واپس کرسکتا ہی اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے لغزش کھاتا ہو تو عیب ہی اور اگر کبھی کبھی لغزش کھاتا ہو تو عیب نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت بانگ دیتا تھا تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اُسکو کان کٹا ہوا پایا پس اگر اُسنے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور یہی حکم کل جانورون کا ہے کہ جو

قربانی نہو سکتے ہون اور اگر اُسکو قربانی کے سوا کسی غرض سے خریدا تھا تو واپس کرنے کا اختیار نہین ہوگا لیکن اگر کان کٹے ہونے کو لوگ عیب سمجھتے ہون تو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا اسطرح کہ مشتری نے کہا کہ مین نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خریدنا قربانی کے زمانہ مین واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگون مین سے ہو کہ جن پر قربانی واجب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک گائے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو عیب ہے اور اگر ہفتہ مین ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو دیکھا کہ مکھیان کھاتا ہے پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک گدھا خریدا اور چند گدھے اُس پر چڑھے اور جفتی کھائی تو کیا یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے حکایت کیا گیا ہے کہ یہ صورت بخارا مین واقع ہوئی تھی اور جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اُس زمانہ کے مفتیون کا جواب متفق نہوا اور قاضی امام عبد الملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اُس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت مین اُن گدھون نے اُسکے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہین ہے اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اُسنے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے اُن گدھون کو دیدیا تو یہ عیب ہے پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہو گئے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور روخس عیب ہے اور وہ گھوڑے کے جنبر سم کے ورم کو بولتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور ورم کا ٹیڑھا ہونا عیب ہے اور چوپایہ کی ٹانگ مین ایک ایسی چیز کا نکل آنا جسکا حجم ہوتا ہے اور اُس مین ہڈی نہین ہوتی ہے عیب ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر گھوڑے کے مُنھ سے اسقدر پانی بہے کہ جس سے توبڑا تر ہو جائے تو یہ عیب ہے بشرطیکہ اُس سے ثمن مین نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر جانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کر کے باندھ دیا جاتا ہو کسی حیلہ سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور قدمون کا نزدیک ہونا اور رانون مین دوری ہونا عیب ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور گھوڑے مین چرونی اور تابع نہونا عیب ہے اور لگام دینے کے وقت نہ کھڑا ہونا عیب ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب مین پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا پھول جانے کے تو وہ عیب مین شمار ہے اور زوائد عیب ہے اور وہ ٹٹھون کے کنارے عجایہ کے پاس متفرق اور منقطع ہوتے ہین اور اُس سے لپٹ جاتے ہین اور عجایہ اونٹ کے کھُری مین ایک پٹھا ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور چلنے مین دونون پاؤن یا پنڈلیون کا باہم رگڑ کھانا عیب ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور مقوع عیب دار ہوتا ہے اور کتاب الاصل مین اسکے معنی یون بیان کیے ہین کہ یہ لفظ ہقعہ سے مشتق ہے اور وہ ایک چکر ہوتا ہے جو اسکے بائین جانب سینے مین ہوتا ہے اور یہ سپید ہوتا ہے کہ اُسکو شوم جانتے ہین اور منتقی مین اسکے معنی یہ بیان کیے ہین کہ مقوع وہ ہے کہ اُسکے چلنے وقت اُسکی پیشاب گاہ اور رکو کھ کے بیچ مین سے کوئی آواز سُنی جاوے انتشار بھی عیب ہے اور وہ تعب کے وقت پٹھا پھول جانے کو کہتے ہین اور بعضون نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اسقدر بڑھ جانا ہے کہ قریب سکے ہو جانے کہ آنکھ کی تمام سپیدی

کو پھیر لے یہ محیط مین لکھا ہی - ایک گھوڑا خریدا اور اُسکو بوڑھا پایا تو بعضون نے فرمایا کہ سزاوار یہ ہی کہ واپس نہ کیا جاوے لیکن اس صورت مین کہ کم سن ہونے کی شرط کر لی ہو جیسے کہ باندی کے مسئلہ کا حکم ہی - جبکہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پائی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی - اور فتاویٰ آہو مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک گائے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے بائع کے مکان کو چلی جاتی ہی تو یہ عیب نہین ہی اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے ایک ونٹنی مصراۃ خریدی یعنے اُسکے تھن بائع نے باندھ دیے تھے یہانتک کہ اُس مین دودھ جمع ہو کر ایسے ہو گئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھر جاتا ہی اور مصراۃ حوض کو کہتے ہین تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور تصریہ ہمارے نزدیک عیب نہین ہی اسی طرح اگر اپنے غلام کی اُنگلی کے اوپر کے پور کا سرا کالا کر کے نخاس مین اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اُسکو کاتب سمجھے یا اُسکو روٹی پکانے والون کے کپڑے پہنائے تاکہ مشتری اُسکو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو موزے خریدے اور اُنکو اسقدر تنگ پایا کہ ان مین اُسکا پانون نہین سماتا ہی تو شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ نے ذکر کیا ہی کہ پانون کا داخل نہونا اگر اس سبب سے ہی کہ اُسکے پانون مین کوئی علت ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر پانون مین کوئی علت نہین ہی تو واپس کر سکتا ہی اور شیخ الاسلام ابوبکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہی کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کر سکتا ہی اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہین کر سکتا ہی اور قاضی شیخ علی السغدی نے اُسکے واپس کردینے کا فتویٰ دیا ہی خواہ اُسنے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہووے کہ دونون مین سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ مثل اور لوگون کے موزون کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کر دے ورنہ واپس نہین کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر موزون مین اُسکا پانون خوب نہین جاتا تھا بدین سبب کہ اُسکے پانون مین کوئی علت ہو پھر بائع نے کہا کہ تیرے پانون مین بڑھ جائیگا اور مشتری نے اُسکو لیکر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آکر فتویٰ طلب کیا گیا تھا تو بعض ائمہ نے جواب دیا ہی کہ واپس نہین کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اگر کسی نے (ایک قسم کا ایسا موزہ) خریدا کہ جو لفافہ کے ساتھ پانون مین نہین آتا ہی اور بدون لفافہ کے آجاتا ہی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی بشرطیکہ اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور فتاوی فضلے مین ہی کہ ایک جبہ خریدا اور اُس مین ایک مرا ہوا چوہا پایا تو یہ عیب ہی اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہی کہ عیب اُسوقت تک ہوگا کہ جب اُس چوہے کا نکالنا جبہ مین نقصان پیدا کرے اور اگر جبہ کو پھاڑ کر نکالنے کی ضرورت نہو اور جبہ مین نقصان نہ آوے تو عیب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ ایک نجس کپڑا خریدا اور اُسکے نجس ہونے سے آگاہ نہوا پھر اس سے واقف ہوا اور اس کپڑے مین دھو ڈالنے سے کوئی نقصان نہین آتا ہی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی - اور اگر اس کپڑے مین تیل ہو تو یہ عیب ہی کیونکہ تیل بالکل کتر

چھوٹا ہو تو عیب مین شمار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے ایک دکان خریدی اور قبضہ کرنے کے
بعد اُسکے دروازہ پر یہ لکھا دیکھا کہ یہ دکان فلان مسجد کے صرف مین وقف کی گئی تو مشتری اُسکو واپس نہین
کرسکتا ہی کیونکہ ایسی علامتون پر احکام کا مدار نہین ہوتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - کسی نے غیر کی دکان مین اپنے رہنے
کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کردیا کہ دکان کا کرایہ اسقدر ہی پھر معلوم ہوا کہ دکان کا کرایہ اس سے
زیادہ ہی تو فقہا نے فرمایا ہی کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہین کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
جس مکان کو فروخت کرتا ہی اُسکے مغلاق کا سوراخ دوسرے کی دیوار مین ہونا عیب ہی اور اسی طرح اگر اسکی دیوار مین
بڑا نقب ہو تو عیب مین شمار ہوگا یہ وجیز مین لکھا ہی - کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اُسکو شوم جانتے
ہین تو چاہیے کہ اُسکے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی کسی نے ایسے گیہون خریدے کہ جو اشارہ کرکے
بتلا دیے گئے تھے پھر اُنکو ردی پایا تو عیب کی جہت سے اُنکو واپس نہین کرسکتا ہی - اسی طرح اگر ایک چاندی کا
پیالہ جو معین ہی خریدا پھر اُسکو ردی پایا مگر اس مین میل نہ تھا اور نہ ٹوٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہی پس معلوم ہوا کہ ناپ
تول کی چیزون مین ردی ہونا عیب مین شمار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر گیہون گھنے ہوے یا بدبودار پاے تو
اُنکو واپس کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - کسی نے چاندی اس شرط پر خریدی کہ وہ زخمدار ہی اور اُسپر
قبضہ کرکے اُسکو پگھلایا تو وہ زخمدار نہ نکلی پس مشتری اُسکو واپس کرسکتا ہی اس واسطے کہ شرط کا جاتا رہنا
بمنزلہ عیب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر روئین قلعی خریدی اور اس مین مٹی کا میل پایا تو خواہ تھوڑی ہو
یا بہت واپس کرسکتا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اگر ایک ساگ کی گڈی خریدی اور اسکے اندر گھاس پائی
پس اگر یہ عیب مین شمار ہی تو واپس کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر پھلون کی ٹوکری یا ٹوکرا خریدا اور اُسکے نیچے گھاس پائی
تو واپس کرسکتا ہی اسی طرح اگر ایک ڈھیری گیہون کی خریدی اور اسکے نیچے کے سیاہ گیہون پائے تو
بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اُس میں لوگوں کی گزرگاہ پائی تو بجہت
کے ساتھ اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر انگور کا تاک خریدا اور اُس مین کثرت سے چونٹیوں کے گھر پائے تو اُسکو
واپس کرسکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی اسی طرح اگر تاک مین غیر کی گندرگاہ یا اسکے پانی بہنے کی
راہ پائی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اسکا پانی دینا ایک
تاوقت پر ہی کہ جو نہر یا کسی اور جگہ پر پہنچایا جاوے تو اُسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہے -
اسی طرح اگر اُس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرلے کے ممکن نہو تو بھی واپس کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے -
اسی طرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہی اور اگر دیوار کو رہن پایا یا سوراخ کہ اُسکو عیب نہین گنتے ہون تو عیب
نہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے پانی بہنے کا راستہ دوسرے کی زمین مین ہی پھر معلوم ہوا
کہ یہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہی اور مشتری خریدتے وقت اس وجہ سے واقف نہوا تھا کہ اس پانی
بہنے کا حق نہین ہی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی - اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کرلے یہ قنیہ مین

[illegible]

لکھا ہے اور اگر زمین اور خرما کے درخت خریدے کہ جنکے لیے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری کو یہ بات معلوم نہ تھی تو اُسکو خیار حاصل ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ مصحف شریف خریدا اور اُسکے حروف کٹے کٹے پائے یا اس شرط پر خریدا کہ اُس میں نقطے[1] لگے ہوئے ہیں پھر کچھ نقطے ساقط پائے تو یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے اور بھی منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قرآن شریف اس شرط پر خریدا کہ وہ پورا ہے پھر دیکھا تو اس میں سے دو تین یا ایک آیت ساقط ہے تو اس عیب کی وجہ سے رد کر سکتا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر لکھا پایا ہے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کے واسطے قرآن شریف خریدا اور معلم نے کہا کہ اس میں بہت خطا ہے پس اگر اُس میں لکھنے کی غلطی ثابت ہو تو اُسکو واپس دیکر اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک زمین خریدی کہ جو مشتری کے پاس سیل گئی اور بائع کے پاس بھی نمناک ہو جاتی تھی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے زمین کے اوپر سے کچھ مٹی اُٹھا ڈالی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ مٹی اُٹھا دینے سے زمین سیل گئی ہے یا کسی دوسری جگہ سے اُس میں زیادہ پانی آگیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس بات کی طرف لحاظ نہ کیا جائیگا کہ مشتری کے پاس بائع کے پاس سے زیادہ سیل گئی یا اسی قدر سیلی ہے بلکہ اس بات کو دیکھا جائیگا کہ اگر اسی سبب سے کہ جس سے بائع کے پاس سیلتی تھی مشتری کے پاس بھی سیلی ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی تاک انگور کا خریدا اور مشتری کے پاس اُس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اُسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس تھی تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاوی صغری میں ہے۔ کسی نے اگر روئی اس شرط پر خریدی کہ وہ میٹھے پانی کی پکی ہوئی ہے پھر اسکے برخلاف معلوم ہوئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر لفظ شرط[2] ذکر نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اسیطرح اگر حنا یا مثل اسکے اس شرط پر خریدی کہ سب بانگی کی جنس سے ہے پھر معلوم ہوا کہ جسے پہلی بار دیکھا تھا اُس جنس سے نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر پانچ سو قفیز گیہوں خریدے اور اُن میں مٹی ملی ہوئی پائی پس اگر یہ مٹی اسی قدر ہے کہ جیسی ایسے گیہوؤں میں ہوا کرتی ہے اور اُسکو لوگ عیب نہیں جانتے ہیں تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر اتنی مٹی اسقدر گیہوؤں میں نہیں ہوتی ہے اور اُسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر اُسنے تمام گیہوں واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا اور یہ نہیں کر سکتا کہ مٹی کو علیحدہ کر کے اُسکے حصہ ثمن کو لیکر واپس کرے اور گیہوں کو رکھ لے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اسنے مٹی کو گیہوؤں سے جدا نہ کیا ہو اور اگر جدا کر لیا اور اسقدر زیادہ مٹی نکلی کہ جسکو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر مٹی اور گیہوں کو ملا کر پیمانہ پورا کر کے واپس کرتا ہے تو سب کو واپس کردے اور اگر صاف کرنے کی وجہ سے اس میں کمی آگئی[3] اور ملانے سے پیمانہ پورا نہیں ہوتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے ولیکن نقصان عیب واپس لے اور وہ بحساب گیہوؤں کے نقصان کے ہوگا[4] لیکن اگر بائع اُن گیہوؤں کو اس کمی کے ساتھ لینے پر راضی ہو جاے تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے۔ علی ہذا القیاس

[1] نقطے زمانہ قدیم میں کبھی تین آیات پر اور کبھی دس آیات پر لگاتے تھے جیسے رکوع ہوتا ہے ۱۲ م [2] یعنی بلا شرط کے واپس کر سکتا ہے ۱۲ م [3] یعنی مٹی کا اعتبار نہوگا ۱۲ م [4] یعنی نقصان نہ دے ۱۲ م

ہر چیز جو گیہون کے مانند ہی جیسے تل وغیرہ اگر انکو خریدے اور اُس مین مٹی ملی ہوئی پاوے تو سب کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہی جو ہم نے ذکر کی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر تیل خریدا اور اُسکے اندر تلچھٹ پائی تو اُسکا حکم بھی اسی طرح ہی یہانتک کہ فقط تلچھٹ کو واپس نہین کر سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر مشک خریدا اور اس مین رصاص ملا ہوا پایا تو رصاص کو جدا کر کے اُسکے حصۂ ثمن کے عوض بائع کو واپس کردے خواہ رصاص تھوڑا نکلے یا بہت ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - امام ابو یوسفؒ نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اس طرح بیان کیا ہی کہ جس چیز کے تھوڑے سے چشم پوشی کی جاتی ہی اُسکی زیادہ بھی جدا نہ کیجائیگی اور جس چیز کے تھوڑے مین چشم پوشی نہین کیجاتی ہے اُس مین کی زیادہ بھی جدا کردیجاویگی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہین کی جاتی پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کردیا جاویگا اور گیہون کے اندر تھوڑی مٹی مین چشم پوشی کی جاتی ہی اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کیجاوے گی اور عامۂ مشائخ نے اس روایت کو لیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی اور اُسکے اندر بہت سا نمک پایا تو اُسکا حکم وہی ہی جو گیہون کے اندر مٹی ملی ہوئی پانے کا حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر تانبے کا نقرہ خریدا اور اُسکو گلایا اور اس مین سے پتھر نکلا جیسے تانبے سے نکلتا ہی - تو مشتری کو اُسکے ثمن کے حصہ کے حساب سے لے لینے کا اختیار ہی اور بائع اگر یہ چاہے کہ ویسا ہی اُسکو لیکر ثمن واپس کرے تو کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

تیسری فصل ایسی چیزون کے بیان مین کہ عیب کی وجہ سے اُنکا واپس کرنا ممکن نہین اور جنکا واپس کرنا ممکن ہی

اور جن چیزون مین نقصان لے سکتا ہی اور جن چیزون مین نہین لے سکتا ہی - قاعدہ یہ ہی کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اس مین مالکانہ تصرف کیا تو اُسکا واپس کرنے کا حق باطل ہوگیا اگر ایک چوپایہ خریدا اور اسکے کوئی زخم پایا اور اُسکی دوا کی یا اُسپر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اسکے کسی عیب کی دوا کی جو اُسکی دوا سے اچھا ہوگیا تو دوسرے عیب کی وجہ سے جو اچھا نہین ہوا ہی واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہی لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضا ہی اور اگر دو بار خدمت لی تو عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اسی پر فتوی ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور کتاب الاجارات مین خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہی کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لیجانے یا وہان سے اُتارنے کا حکم دے یا باندی کو بدون شہوت کے اپنے پاؤن دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کیواسطے حکم دیا تو یہ راضی ہونے مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر گھوڑے پر اُسکی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہوا یا کپڑے کو اُسکی مقدار دیکھنے کے واسطے پہنا تو یہ رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اُسکے لیے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہوا تو راضی ہونے مین شمار نہین ہی بشرطیکہ اُسکو بدون سواری کے چارہ نہو جیسے کہ مثلاً دور کا فاصلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہو گیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونون جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہین ہے اور اگر

سوار ہو گیا تو رضا مین شمار ہو گا یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر اُس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لادی خواہ اُسپر سوار ہوا یا نہوا تو رضا مین شمار ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر ہو پھر عیب پر واقف ہونیکے بعد اُسمین جا رہا یا اُسکی کچھ مرمت کی یا اُس مین سے کچھ گرا یا تو خیار عیب ساقط ہو جائیگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر ایک نے دودھ والی باندی خریدی اور اسمین کچھ عیب پایا اور اسکو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلاوے تو یہ راضی ہونے میں شمار نہین ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کر دیا تو رضا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہی جواب ہی صلح الفتاوی مین لکھا ہی کہ دودھ دوہنا بدون کھلانے اور بیچ کرنے کے رضا مین شمار ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دودھ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دودھ پلایا پھر مشتری نے اُسمین عیب پایا تو واپس کر سکتا ہی اور اگر اُسکا دودھ دوہا اور تلف کر دیا یا پینے کے کام مین لایا پھر اُس مین عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - ایک گائے خریدی اور اُسکا دودھ پیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے لیوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اسکے بچہ کے خریدی اور اُسکے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُسکے کسی لڑکے نے اُسکا تھن سے دودھ پیا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی اور یہ رضا مین شمار نہو گا اگرچہ اُسنے لڑکے کو خود اُسکا دودھ تھن سے پلایا ہو اور اگر مشتری نے اُسکا کچھ دودھ دوہا اور خود پی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا بعد اسکے کہ عیب پر واقف ہو چکا تھا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اس بکری کے بال کاٹ لیے اور پھر اُس مین عیب پایا پس اگر بال کاٹنے مین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کر سکتا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہین ہی اور دوسرے مقام پر منتقی مین مذکور ہی کہ اگر عیب جاننے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیئے تو یہ رضامندی ہی اور اگر اُسکی کچھ رگ[1] لی تو یہ رضا نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک انگور کا تاک خریدا اور اُسکے پاس اُس مین پھل آئے اور اُسنے پھلون کو اُتار کر زمین پر رکھا پھر تاک مین ایک عیب پایا کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا پس اگر ان پھلون کے توڑنے سے اُسمین کچھ نقصان نہین آیا تو واپس کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہی تو بیع جائز ہی پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین کچھ عیب پایا اور اُسکے بعد اُسکو مارا پس اگر مارنے کا اثر اُسمین موجود ہی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر طمانچہ یا دو تین کوڑے مارے اور اُسکا کچھ اثر ظاہر نہوا تو واپس کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جسکی آنکھ مین سپیدی ہی اور بائع سے اس سپیدی کا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مارنے کے سبب سے ہی کہ دس روز مین جاتی رہیگی پھر دس دن گزر گئے اور وہ زائل ہوئی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعوی کیا کہ اسکو کھانسی ہی اور بعد اس دعوی کے غلام اُسکے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُسنے

[1] لہ رگ سے مراد [illegible] ۱۲

اُس سے کام لیا پھر اُسکے بعد کھانسی کا دعویٰ کیا پس مرہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کر سکتا ہی یا نہین انھون نے فرمایا کہ اگر عیب جاننے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضا مین شمار ہی یہ تاتارخانیہ مین یتیمہ سے منقول ہے اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ وطی کی پھر اُسکے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے لیوے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو لیکن اگر بائع اُسکو اسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہو سکتا ہی اور اسی طرح اگر اُسکا شہوت سے بوسہ لیا یا اُسکو شہوت سے چھوا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار ہی اور اُسکو واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر مشتری کے سوا مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور نقصان عیب لے لیگا لیکن اگر بائع اسی طرح اُسکو واپس کرنے پر راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہی اور اگر کسی نے بشبہہ سے وطی کر لی ہو یا شک کہ وطی کرنے والے پر عقر واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی بھی ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باندی کو خرید کر اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی خواہ اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ بائع اُسکے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہو یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی کہ نقصان عیب لے سکتا ہی انتہی اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ مین اُس باندی کا شوہر تھا اور اُسنے مشتری کے پاس باندی سے وطی کی پس اگر وہ باندی ثیبہ تھی اور وطی سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُس مین نقصان نہ آیا ہو تو واپس کر سکتا ہی اور یہ حکم جو ہم نے ثیبہ کا ذکر کیا اُسوقت ہی کہ اُس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار وطی کی ہو پھر مشتری کے پاس وطی کی ہو لیکن اگر اُسنے بائع کے پاس وطی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وطی کی تو کتاب الاصل مین اسکا حکم مذکور نہین ہی اور مشائخ نے اس مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ واپس کر سکتا ہی کذا فی المضمرات عن النصاب۔ اور اگر باندی باکرہ ہو تو واپس نہین کر سکتا ہی اور نقصان لے لیگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کر لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک لکڑی کندی بنانے کو خریدی اور بیع مین اُسکی شرط کر لی پھر اُسکو رات مین کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اسمین عیب نہین ہی پھر بدون شرط کرنے کے از سر نو اُسکا عقد کیا پھر اُسکو دن مین دیکھا اور عیب دار پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر ایک برذون خریدا اور اُسکو خصی کر ڈالا پھر اُسکے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اسمین نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسکے برخلاف فتوی دیا کرتے تھے کذا فی الظہیریہ۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکو اسقدر چھوٹا پایا کہ اُس کے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اُسکو درزی کو دکھلاوے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اُسنے درزی کو دکھلایا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہین ہو سکتا تھا تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ اور

۱؎ یعنی نقصان نہ لیگا ۱۲م ۲؎ جرمانہ وطی ۱۲م ۳؎ یعنی حق کی ۱۲م

اسی طرح اگر یون خرچ کیا کہ دس درہم ادا کیے اور اس سے کہا کہ انکو خرچ کر اگر چل جاوین تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اسنے اس شرط پر لیے اور وہ اُسکے پاس نہ چلے تو استحساناً اُسکو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیریہ مین نوازل کی کتاب الصلح سے منقول ہے
مشتری نے اگر مبیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اُس سے کہا کہ تو اُسکو فروخت کر اگر کوئی خریدے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے اگر ایک غلام خریدا اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہین ہے اور مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہے[1] یہ ظہیریہ مین لکھا ہے کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کرا لیا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اس مین کوئی عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہے پس اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہے اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اُسکا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ واپس نہین کر سکتا ہے خواہ اس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر مشتری نے اُسکو سلا لیا پھر اُس مین پہلا عیب پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع نے کہا کہ مین اُسکو ایسا ہی لیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ جامع الصغیر مین لکھا ہے اور ستوؤن کا بھی یہی حکم ہے جبکہ اُن کو گھی یا شہد کے ساتھ لت کر دیا ہو کذا فی المضمرات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا یا اُجرت پر دیا یا رہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور قدوری مین لکھا ہے کہ کسی چیز کو خرید کر اُسکو اُجرت پر دیدیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ اجارہ کو توڑ کر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہو تو ایسا نہو گا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر بیع کسی کو ہبہ کر دی اور اُسکے سپرد نہین کی تو اس کو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے ہبہ کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر کے کسی شخص کو ہبہ کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام مین خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے جاننا چاہیے کہ بیع کے اندر زیادتی دو قسم کی ہوتی ہے ایک متصلہ یعنی اُس سے ملی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنی اُس سے علیحدہ پھر متصلہ کی دو قسمین ہین ایک وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہون اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہین ہو سکتی ہے خواہ بائع اسی طرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو بیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے موٹا ہو جانا یا جمال بڑھ جانا یا آنکھ کا صاف ہو جانا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہے

[1] اگر عیب پاوے ۱۲ م [2] ولیکن نقصان لے سکتا ہے ۱۲

یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا
اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ مین تجھکو نقصان عیب نہ دونگا ولیکن تو مجھے مبیع واپس کردے
اور مین تجھکو پورا ثمن واپس کردونگا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور امام
محمدؒ کے نزدیک اُسکو اختیار ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور زیادتی منفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہی ایک وہ جو
مبیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اُسکے معنی مین ہی جیسے جرمانہ اور عقر وغیرہ تو ایسی
زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کرنے کو بوجہ تمام اسباب فسخ کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہی[1] اور
دوسری وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور فسخ کر
نیکی ہا اسباب فسخ مانع نہین ہی اور طریقہ فسخ کا یہ ہی کہ عقد بیع کو اصل مبیع مین بدون زیادتی کے فسخ کردے اور
زیادتی مفت بلا عوض مشتری کو دیدی جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ زیادتی مشتری
کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو پس اسکا تلف ہونا اگر آسمانی آفت سے ہو تو مشتری اصل مبیع کو
عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہونے کے شمار ہوگا اور جو مشتری کے فعل سے
تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو قبول کرے اور پورا ثمن واپس کردے اور اگر چاہے تو نہ قبول
کرے اور عیب دار ہوجانے کی وجہ سے واپس کردے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی
تو مشتری اُسکو واپس نہین کرسکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور یہ تمام حکم جو مذکور ہوا اُسوقت
ہی کہ مبیع پر قبضہ کرلینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کرلینے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی ایسی متصلہ ہی کہ جو مبیع
سے پیدا ہوتی ہی تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہی اور اگر ایسی زیادتی متصلہ ہو کہ جو مبیع سے پیدا نہین ہوتی تو
مشتری اُسکی وجہ سے قابض[2] ہوجائیگا اور ایسا ہوگا گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہوگا اور
نقصان لیگا اور اگر زیادتی ایسی منفصلہ ہو کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہو جیسے کہ بچہ اور بھیڑ یا بکری کے بال یا دودھ
یا پھل یا جرمانہ یا عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی واپس کردینے کو منع نہین کرتی ہی پس اگر چاہے تو دونون کو واپس کردے
اور اگر چاہے تو دونون کو پورے ثمن مین لے لے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے مبیع مین کوئی عیب نہ
پایا ولیکن زیادتی مین عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا لیکن جبکہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا
ہونے سے مبیع مین کچھ نقصان آیا ہو تو مبیع مین نقصان آنے کے سبب سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہی یہ
شرح الطحاوی مین لکھا ہی۔ اگر زیادتی اور اصل دونون پر قبضہ کرلیا پھر مبیع مین عیب پایا تو اُسکو اُسکے حصہ ثمن
کے حساب سے واپس کردے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ثمن مین سے حصہ ہوگیا اور اگر زیادتی مین عیب
پایا تو اُسکو بھی اُسکے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کرسکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر زیادتی منفصلہ ہو اور مبیع سے
پیدا نہوئی ہو جیسے مبیع کی کمائی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہین ہی اور جب واپس

[1] یعنی دوسری زیادتی منفصلہ ١٢ م [2] یعنی یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا مشتری نے قبضہ کرلیا ١٢ م

کریگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہوگی ولیکن اُسکو حلال نہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی بائع کی ہوگی اور اسکو بھی حلال نہوگی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہوکر مبیع کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق مبیع مع زیادتی کے اسی کی ہوگی ولیکن اسکے حق مین حلال نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر مبیع پر مع زیادتی کے قبضہ کر لیا اور مبیع مین عیب پایا تو امام اعظم کے نزدیک فقط مبیع کو بعوض پورے ثمن کے واپس کر دے اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُسکو واپس کرے اور اگر زیادتی مین عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہین کر سکتا اور اگر زیادتی تلف ہوگئی اور مبیع عیب دار باقی رہی تو بالاتفاق اُسکو پورے ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اگر کچھ گیہون خریدے اور اُس مین سے مشتری کے پاس اُسکا غبار اُڑ گیا اور اُسکے پیمانہ مین کمی آگئی تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر اُن مین رطوبت تھی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی یا کوئی تر لکڑی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کوئی غلام لکھنے والا یا روٹی پکانے والا خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو واپس کر سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوارے شہر رے مین خریدے اور اُنکو کوفہ کو اُٹھا لیگیا پھر وہان جاکر اُنکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُنکے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ وہان اُن کو واپس نہین کر سکتا ہی جب تک کہ رے مین نہ پھیر لاوے اور اگر اس مسئلہ مین بجائے چھوارہ کے باندی فرض کیجاے تو امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہی کہ باندی چھوارہ کے مانند نہین ہی کیونکہ اُنھون نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا نرخ رے اور کوفہ مین قریب قریب ہی اور اسکے لیجانے مین ایسا خرچ بھی نہین پڑتا جو چھوارون کے لیجانے مین خرچ پڑتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام محمدؒ نے زیادات مین ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور وہ اُسکو جانتا تھا تو اُسکو اُسکے واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا تھا یہانتک کہ وہ سپیدی صاف ہوگئی اور پھر سپیدی آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور امام ابویوسفؒ سے روایت ہی کہ اُسکو اختیار ہوگا اور صحیح وہی ہی جو ظاہر الروایت مین ہی - کیونکہ تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اور اُسنے اُسپر قبضہ نہین کیا یہانتک کہ ٹوٹے ہوے دانت جم آئے یا سیاہی اُنکی جاتی رہی پھر وہ دونون دانت گر گئے یا سیاہی پھر آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اُسکے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی یا اُسکے دونون دانت ٹوٹے ہوے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سپیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سپیدی آگئی اور دانت گر گئے پھر اس مین اسکے سوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی اور اگر سپیدی اُس آنکھ کی

کہ جسکی سپیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی ولیکن دوسری آنکھ مین سپیدی آگئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکیگا اور اگر دوسری آنکھ مین سپیدی نہ آئی ولیکن جس آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تھی اسی مین مشتری کے فعل سے دوبارہ سپیدی آئی اسطرح پر کہ مشتری نے اسکی آنکھ مین مارا کہ اس مین سپیدی آگئی پھر باندی مین کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین اسکو ایسا ہی لیے لیتا ہون اور پورا ثمن تجھکو واپس کر دیتا ہون تو مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکو واپس دیوے بخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ مین سپیدی آگئی تو اس صورت مین مشتری اُسکے عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ بائع اُسکے واپس کر لینے پر راضی ہو جاوے یہ کل حکم جو ہم نے ذکر کیا اُسوقت ہی کہ مشتری نے جان بوجھ کر اُسکو خریدا ہو اور اگر اُسکو خریدا اور یہ نہ جانا کہ اُس کے ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہی پس اگر اُس نے واپس کی یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی تو پھر اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ اُسکا استحقاق سلیمہ[1] کا تھا جبکہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سپیدی آجاوے تو بھی واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اُس مین کوئی دوسرا عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کوئی باندی خریدی کہ جسکی ایک آنکھ مین سپیدی ہی اور اس سے واقف نہوا اور نہ اُس پر قبضہ کیا یہانتک کہ اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی پھر اُسکی آنکھ مین سپیدی آگئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یہانتک کہ سپیدی جاتی رہی پھر سپیدی آگئی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہی اور فتاویٰ فضلی مین ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکی ایک آنکھ مین سپیدی تھی اور سپیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آگئی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اُسکو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اسیطرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسکے اگلے دونون دانت ٹوٹے ہوے یا سیاہ تھے اور مشتری اسکو نہین جانتا تھا اور اُسنے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاہی زائل ہو گئی یا دانت جم آئے تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر پھر دانت گر گئے یا پھر سیاہی آگئی ہو تو بھی واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس مین پاوے تو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی ذبح کیے ہوے پرند کے ریش اُکھاڑنا عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور فتاویٰ ابو اللیث مین ہی کہ اگر ایک مریض غلام خریدا پھر اُسکا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی ولیکن نقصان عیب لے لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام کو کہ جسکو بائع کے پاس بخار آیا کرتا تھا خریدا اور اُسکو دوسرے یا تیسرے دن بخار آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اسکو برابر بخار رہنے لگا تو منتقی مین ذکر کیا ہی کہ مشتری اُسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چارپائی سے لگ گیا تو یہ بخار کے سوا دوسرا عیب ہی اسکی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے اور واپس نہین کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر اُسکے

[1] یعنی بے عیب ۱۲ م

کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بہے یا چیچک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُسکے کوئی زخم تھا اور اس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُسکا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُسکا زخم موضحہ[۱] تھا پھر مشتری کے پاس اُسکا زخم آمہ ہو گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر بائع کے پاس غلام کو باری کا بخار آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُسکو دوسری بار بھی تجاری کا بخار آیا تو واپس کر سکتا ہے کیونکہ سبب متحد ہے اور اگر دوبارہ چوتھیا بخار آیا تو واپس نہین کر سکتا ہے کیونکہ سبب مختلف ہے اور اسی طرح اگر کوئی غلام خریدا اور مشتری کے پاس اُسکو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُسکا حکم اسی تفصیل سے ہے اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہین یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُسکو بخار آیا اور بائع کے پاس بھی اُسکو بخار آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضل رح نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب حنفیہ سے اس طرح محفوظ ہے کہ اگر اُسی وقت مین اُسکو بخار آیا کہ جس وقت مین بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اُسکو واپس کر سکتا ہے اور اگر غیر وقت مین آیا تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع مین زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جاے اور مشتری اُس سے آگاہ نہو اور وہ زخم پھٹ جائے اور جراح آگاہ کرین کہ اُسنے پورانے سبب سے عود کیا ہے تو واپس نہ کر سکیگا اور نقصان لے لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہے ایک باندی خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے عیب مین بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز جھگڑا چھوڑ دیا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیون اُسکو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ مین یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُسکا عیب جاتا رہے اسواسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابو بکر ابن الفضل رح نے فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا چھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے مین شمار نہین ہے اور اُسکو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسیطرح اگر واپس کرنے کا قصد کیا اور اُسکو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُسنے اُسکو کھلایا اور چند روز روک رکھا اور اُس مین کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اپنے بائع کو پایا تو اُسکو واپس کر سکتا ہے۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا ہے کہ مین نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ فصول عمادیہ مین ہے منتقی مین ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خریدا پھر مشتری نے اُسکے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اسکے بعد مشتری کو اس مین کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وکیل نے موکل کے سامنے اُسکو فروخت کیا اور موکل نے وکیل سے کچھ نہ کہا تو یہ اُسکی رضامندی مین گنا جائے گا یہانتک کہ اگر بیع پوری نہو تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسی طرح اگر وکیل نے اُسکو آگاہ کیا کہ مین ابھی اُسکے فروخت کرنے کو جاتا ہون اور مشتری نے اُسکو منع نہین کیا تو یہ بھی رضا مین شمار ہے اور اسی طرح اگر اُس مشتری موکل کو کسی نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اُسکا بھاؤ ٹھہرایا ہے اور وہ اُس کو بیچنا

---

[۱] موضحہ قال فی تیسیر الوصول الموضحۃ الشجۃ التی تبدی والمراد بہ جرح الراس والوجہ انتہی یعنے سر یا چہرہ پر اگر کشادہ دہان زخم ہو تو موضحہ ہے وقال العینی فی شرح الہدایہ الآمۃ ہی التی تبلغ ام الراس یعنی آمہ اس شجہ کو کہتے ہین جو ام الراس تک پہونچ گیا ہو اور ام الراس کھوپڑی کی ہڈی ہے ۱۲ منہ

چاہتا ہے پس موکل نے اُسکو منع نہ کیا تو یہ بھی رضامندی مین شمار ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر سنجاب یا لومڑیون کی کھالین خریدین اور اُنکو دباغت کے واسطے تر کیا پھر اُن مین کوئی عیب ظاہر ہوا تو بقدر نقصان واپس لے جیسے کہ ابریشم خرید کر اُسکو تر کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت مین نقصان عیب لینے کا حکم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اُسپر خراج نہ تھا اور اس مین کوئی عیب پایا پھر اُس پر خراج باندھا گیا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر کسی غلام کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا[1] پھر اُسکی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اُسکے آدھے ثمن کا ضامن ہے اور اگر اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو خیار نہوگا اور اگر کوئی دار خریدا اور کچھ اُسمین سے فروخت کر دیا پھر اُسمین عیب پایا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نہ واپس کر سکتا ہے اور نہ کچھ لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر باغ انگور خرید کر اُسکے پھل کھائے پھر اُسکے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہین کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کے لینے پر راضی ہوجائے کذا فی المحیط قلت[2] ویاخذ نقصان العیب اور اگر کرم پیلے خریدے اور اُن کو آفتاب مین رکھدیا پھر اُس مین عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر ایک بسولہ خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر سونا خریدا اور اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکے عیب سے آگاہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے وکذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کچھ لوہا برچھیون کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدا اور اُسکو لوہار کے بھٹے مین تجربے کیواسطے ڈالا اور اُس مین کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہین کر سکتا ہے اور نقصان عیب لیگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - اور اگر آرہ خریدا اور اُسکو تیز کرایا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہے یہ صغری مین لکھا ہے - اگر ایک چھری خریدی اور اُسکو تیز کیا پھر اُس مین عیب پایا پس اگر اُسکو سوہان سے تیز کیا ہے تو واپس نہین کر سکتا ہے کیونکہ اُسمین کمی آگئی اور اگر پتھر سے تیز کیا ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے اگر پتھر کی نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اُس مین پکا پس اگر اُسمین عیب معلوم ہوگا تو مین پکانے کے بعد پھیر لونگا اور تیرا ثمن پھیر دونگا پھر مشتری نے اُسمین پکایا اور اُس مین عیب ظاہر ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہین کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لیگا اور اگر عیب پر واقف ہوا ولیکن یہ نہ جانا کہ یہ عیب پرانا ہے اور اُسمین مالکانہ تصرف کیا پھر عیب کا قدیم ہونا معلوم ہوا تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر کوئی غلام خریدا اور اُسکو پھر اسطرح پایا کہ اُسکا خون بعوض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اسطرح کی رہزنی سے کہ اُسنے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کر دیا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام ثمن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین لے سکتا ہے ولیکن اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اُسکی قیمت اس خطاواری کے ساتھ اور بدون خطاواری کے اندازہ کیجاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون مین ہو

[1] یعنی زبان سے کہا کہ مین نے بیع کر دی ۱۲م [2] مترجم کہتا ہے کہ نقصان عیب لے لے ۱۲م

وہ بائع سے واپس لے اور اگر کوئی غلام خریدا کہ جسنے چوری کی تھی اور مشتری کو اسکی خبر نہوئی اور مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو واپس کرکے اپنا تمام ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہین کرسکتا ہو ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہو پس اُس غلام کی خطاوار اور بے خطا دونون طرح سے قیمت اندازہ کیجاویگی اور دونون قیمتون مین جو فرق ہو وہ بائع سے واپس لیگا اور اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونون وجھون سے اُسکو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہو جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا رضامندی بائع کے واپس نہین کرسکتا ہو کیونکہ اسمین نیا عیب پیدا ہو گیا اور چوتھائی ثمن واپس لیگا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اُسکے آدھے کے برابر ہو اور وہ ہاتھ دو جرمون سے تلف ہوا تو چوتھائی ایک کو لازم ہو گی اور اگر بائع نے اُسکو قتل کر دیا تو مشتری بائع سے تین چوتھائی ثمن واپس لیگا اور اگر غلام چند بار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت مین اس اخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے مانند سب بائع باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہو پس اخیر کا مشتری اپنے بائع سے رجوع کرسکتا ہو اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ مشتری اس سے خبردار نہو اور اگر جانتا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ نہین لے سکتا ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کرسکتا ہو کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ استحقاق کے ہو اور استحقاق سے ناآگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہین ہو یہ کافی مین لکھا ہے اور یہی جامع الصغیر مین لکھا ہو پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کر دیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین لے سکتا ہو اور اگر بدون مال کے آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک رجوع کرسکتا ہو یہ جامع الصغیر مین لکھا ہو کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بائع نے اُسمین کوئی پورانا عیب پایا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ اسکو پہلے مشتری کو واپس کرسکتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو منتقی مین مذکور ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار بعوض درہمون کے خرید کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہو کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر دے اور اسی طرح پر اگر کسی قرضخواہ نے درہمون کو اپنے قرضدار سے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا اور اُنکو اپنے قرضخواہ کو دیدیا پھر اُس قرضخواہ نے انکو زیوف پایا اور بدون حکم قاضی کے اُسکو واپس کر دیے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پہلے کو یعنے اپنے قرضدار کو واپس کر دے یہ محیط مین لکھا ہو منتقی مین ہو کہ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو اندھا پایا اور مشتری نے بائع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہو کہ مین اسکو اپنے قسم کے کفارہ مین آزاد کرون پس اگر کفارہ مین اُسکا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لونگا ورنہ واپس کر دونگا تو اُسکو اختیار ہو کہ اُسکو واپس کر دے یہ محیط مین لکھا ہو

کسی نے ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور مشتری نے کپڑون مین عیب پایا اور اُسنے فقط گٹھری کو تلف کر دیا ہو تو منتقی مین لکھا ہو کہ تمام ثمن کے عوض کپڑونکو واپس کر سکتا ہو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ باندی اور غلام مین اگر اُن کے کپڑے تلف کر کے پیچھے عیب پاوے تو اُنکا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ بعوض پورے ثمن کے اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو - اور منتقی مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ مشتری نے اگر خیار عیب مین بائع سے کہا کہ اگر مین تجھے آج واپس نہ کر دون تو مین عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہو اور اُسکو عیب کی وجہ واپس کر دینیکا اختیار باقی رہیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُس دار مین کسی اجنبی نے اپنے بانی ہونے کا دعوے کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے تو یہ بمنزلہ عیب کے ہو پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ثمن کے عوض اُسکو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے پس اگر مشتری نے اسمین کوئی عمارت بنالی ہو تو اُسکو اِس عمارت کے توڑ دینے کا اختیار ہے اور اُس عمارت کی قیمت لینے کا اختیار نہین ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو - اگر اُس غلام نے کہ جسکو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو کوئی چیز خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور حالانکہ بائع نے اُسکو ثمن معاف کر دیا یا اُسکو ہبہ کر دیا اور غلام نے اسکو قبول کر لیا تھا تو عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہو اور اسی مسئلہ مین اگر بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جاوے اور قبضہ کر لینے کے بعد وہ مبیع مین عیب پاوے تو واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پاوے تو واپس کر سکتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونیکے بعد یا اُس سے پہلے یون اقرار کیا کہ یہ مبیع سوا بائع کے فلان شخص کی ہو اور اُس شخص نے اسکو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہو کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونیکے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اسکو یہ مبیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور فسخ کے ہو تاہم مشتری اول کو اپنے بائع کو واپس کرنیکا اختیار نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہو - اگر مشتری نے مبیع کو فروخت کر دیا پھر اسکے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح فسخ ہو پھر مشتری اُسکے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اُسکو واپس کر سکتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - ایک شخص نے ایک غلام بعوض ایک کر غیر معین[1] کے خریدا کہ جسکا وصف بیان کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے کر مین کچھ عیب پایا اور اُسکے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُسکو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہین اور اگر خرید کے وقت کر معین ہو تو جسقدر نقصان کر مین ہو اُسیقدر غلام مین سے لینے کا اختیار ہو لیکن اگر بائع کر کا یعنے غلام کا خریدنے والا اس بات پر راضی ہو کہ مین اِس کر کو واپس لیتا ہون اور غلام کو واپس دیتا ہون تو اُسکو یہ استحقاق ہو کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُس سے سو درم کو خرید کیے یعنے قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیہون خرید لیے پھر اُسنے کر مین کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکو

[1] کر غیر معین یعنی ایک کر گیہون سفید متوسط کتھیا ۱۲ م

عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ کے قول کے قیاس پر واپس نہین کرسکتا ہی اور اسی طرح اگر قرض درم ہون اور قرض دینے والے نے اُسکے عوض دینار خریدے اور دیناروں پر قبضہ کرلیا پھر قرض لینے والے نے درہمون کو زیوف پایا تو اُسکو بدل لینے کا اختیار ہی یہ قول امام ابویوسف رح کے موافق ہی یہ محیط مین لکھا ہی - واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنیکا حق ثابت ہی وہان اگر بائع کے روبرو[1] قبضہ سے پہلے یون کہے کہ مین نے بیع باطل کردی تو بیع ٹوٹ جائیگی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہے گا اور بائع نے قبول کرلیا تو بھی بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر قبول نہ کیا تو بیع نہ ٹوٹیگی اور اگر بدون حاضری بائع (یعنے آگاہی ۱۲م) کے کہا تو بیع نہ ٹوٹیگی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر انگور کا تاک مع غلہ[2] کے خریدا پھر اُسمین عیب پایا پس اگر واپس کرنیکا ارادہ کرے تو جسوقت اُسنے عیب پایا ہی اُسی وقت واپس کردے کیونکہ اگر اُسنے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہوجائیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے یا مثل اُسکے ایک صفقہ[3] مین خریدے اور ایک پر قبضہ کرلیا اور دوسرے مین جسپر قبضہ نہین کیا ہی عیب پایا تو اسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو دونون کو پورے ثمن مین لے ورنہ دونون کو واپس کردے اور ایسی صورت مین یہ اختیار نہین ہی کہ صحیح وسالم کو لے اور عیب دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کردے اور اگر قبضہ کیے ہوئے مین عیب پایا تو اُسمین اختلاف ہی امام ابویوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ فقط اُسکو واپس کردے اور صحیح یہ ہی کہ دونون کو لے یا دونون کو واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین عیب دار کو لیے لیتا ہون اور اسکا نقصان لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے دونون پر قبضہ کرلیا ہو پھر ایک مین عیب پایا تو اُسکو فقط عیب دار کے واپس کردینے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور بدون رضامندی بائع کے دونون کو واپس کردینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی - پھر یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب دونون مین سے ایک کو باقی رکھکر اُس سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہی اور اگر ایسی دو چیزین ہون کہ جس مین ایک سے نفع اُٹھانے کی عادت نہین ہی جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیان یا کیواڑ خریدے اور اُن دونون مین ایک کو عیب دار پاوے تو اسپر اجماع ہی کہ دونون کو لے لیگا یا دونون کو واپس[4] کردیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر ایک جوڑی بیل خریدے پھر قبضہ کرنیکے بعد ایک کو عیب دار پایا اور فقط عیب دار واپس کردینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہے کہ اُسکو ایسا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر دونون مین ساتھ کام کرنے کی عادت ہوگئی اور ہر ایک ایسا ہوگیا ہی کہ بدون اُس دوسرے کے کام نہین کرتا ہی تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کردینے کا اختیار نہین ہی اور وہ دونون بمنزلہ ایک چیز کے شمار ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر دو باندیان خریدین اور دونون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُن مین سے ایک مین عیب پایا اور اُسپر قبضہ کرلیا تو دونون اُسکے ذمہ لازم ہوجائینگی اور اگر بے عیب پر قبضہ کیا

[1] قولہ بائع کے روبرو یعنے روبرو سے یہ غرض ہی کہ بائع آگاہ ہوجاوے ۱۲م [2] غلہ یعنی پھل ۱۲ [3] یعنی ایک بولی ۱۲م
[4] اگرچہ بعد قبضہ کے بدون رضامندی بائع کے ہو ۱۲م

تو وہ دونون کو واپس کر سکتا ہو اور اگر بے عیب کو دونون پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا او قبضہ سے پہلے یا بعد دونون کو آزاد کر دیا تو اسکو عیب دار لازم ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی ۔ اگر ایک ہروی کپڑون کی گٹھری خریدی اور اسمین سے ایک کپڑا نکال کر اسکو قطع کرا کے سلایا یا اسکو فروخت کر دیا پھر گٹھری کے کسی کپڑے مین عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہو کہ گٹھری کے باقی کپڑے رکھ لے اور فقط عیب دار کو واپس کر دے اور بائع کو یہ اختیار نہین ہو کہ کہے کہ مین اسکو واپس نہین کرتا ہون مجھے تمام کپڑے پھیر لینا پسند ہین لیکن اگر مشتری چاہے تو ہو سکتا ہو اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کرا کر سلایا نہ تھا اور بائع اس بات پر راضی ہوا کہ گٹھری مع قطع کیے ہوے کپڑے کے واپس کرے تو اسکو یہ اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی ۔ کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اسکے پاس اسمین پھل آئے پھر پھل آسمانی آفت سے تلف ہو گئے تو کسی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر سکتا ہی اور اگر بائع نے اسکو کھا لیا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی ۔ کسی نے ایک خرما کا درخت مع اسکے موضع[1] زمین اور پھلون کے خریدا اور مشتری نے اسپر ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ بائع نے اسکے پھل جھاڑ لیے پس اگر اسکے پھل توڑنے سے درخت یا پھل کو کچھ نقصان ہو جیسا مثلاً توڑنے کے قابل نہین ہوے تھے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کچھ نقصان نہین ہوا تو مشتری کو خیار نہین ہی پس اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک مین عیب پایا تو فقط اسکو واپس کر سکتا ہو اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے پھل توڑے اور اسکے توڑنے سے پھلون مین کچھ نقصان نہ آیا اور درخت کا بھی کچھ نقصان نہ ہوا پھر ایک مین عیب پایا تو اسکو فقط ایک کے واپس کرنیکا اختیار نہین ہی اور ایک کے عیب کی وجہ سے دونون کو واپس کر سکتا ہی اور اگر مشتری کے پھل توڑنے سے کسی ایک مین نقصان آیا پھر اسنے عیب پایا تو دونون مین سے کسی کو واپس نہین کر سکتا ہو اور نقصان عیب لے سکتا ہو لیکن اگر بائع اس عیب کے ساتھ جو مشتری سے پیدا ہوا ہو واپس کر لینا قبول کرے تو واپس ہونگے اسیطرح اگر ایک بکری خریدی کہ جسکی پیٹھ پر بال تھے اور بائع نے اسکے بال کاٹ لیے اور مشتری نے ہنوز اسپر قبضہ نہین کیا تھا یا خود مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اسکے بال کاٹ لیے تو اسکا حکم مثل پھلون کے حکم کے ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک گابھن بکری خریدی اور وہ بائع کے پاس بچہ جنی اور جننے سے اسمین کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار نہین ہو اور اگر مشتری نے دونون پر قبضہ کر لیا اور ایک مین عیب پایا تو اسکو اسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد بکری بچہ جنی تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ۔ کسی نے ایک بکری خریدی اور اسکے تھنون مین دودھ تھا پھر بائع یا مشتری نے اسکا دودھ دوہ لیا تو یہ دودھ بمنزلہ بچہ کے شمار[2] ہوگا کیونکہ متصل ہونے کے وقت مثل بچہ کے اسکی کچھ قیمت تھی یہ محیط مین لکھا ہی ۔ کسی نے مولی یا شلغم زمین کے اندر پوشیدہ خریدے اور مشتری نے سب کو اکھاڑ لیا پھر سب اکھاڑنے کے بعد اسمین عیب پایا تو واپس نہین کر سکتا ہو لیکن نقصان عیب لے لیگا ۹

[1] یعنی جسقدر زمین مین قائم ہے ۱۲ [2] یعنی اسکا بھی وہی حکم ہی ۱۲

یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے درختوں کا باغ خریدا اور اسکے بعض درخت عیب دار پائے تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا ہے کہ سب کو لے یا سب کو واپس کر دے اور صرف عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر درخت متباینہ ہوں تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر قبضہ سے پہلے ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قبضہ کے بعد ہوا اور باغ مع زمین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فقط درخت خریدے ہوں تو فقط عیب دار کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے مسئلہ ایک غلام بعوض ثمن معلوم کے خریدا پھر ایک اجنبی آیا اور اسنے مبیع کے ساتھ ایک کپڑا مشتری کے واسطے زیادہ کر دیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا تو یہ اجنبی متطوع قرار دیا جائیگا اور اس کپڑے کے واسطے ثمن میں سے حصہ مقرر ہوگا اور کپڑے کا مالک ضمناً اس بات پر راضی ہو گیا کہ اسکے کپڑے کا حصہ بائع کو ملے پس اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے گا اور کپڑے کا حصہ بائع کو ملیگا پھر اگر مشتری نے کپڑے میں بھی عیب پایا تو اسکے مالک کو واپس کر دے اور بائع سے اسکا حصہ لیگا اور اگر غلام میں کوئی عیب نہ پایا صرف کپڑے میں عیب پایا تو اسکے مالک کو واپس کر دے اور اسکا حصہ نہ لیگا پھر اگر بعد اسکے غلام میں کوئی عیب پایا تو پورے ثمن میں بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک دروازے کے دونوں کیواڑ خریدے اور بائع کی اجازت سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرا واپس کر دے اور ایک پر قبضہ کرنا دونوں پر قبضہ کرنے کے مانند نہیں ہے اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کر کے اسکو عیب دار کر دیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہوا تو مشتری کا مال تلف ہوا ایک انگوٹھی خریدی کہ جسمیں نگینہ تھا اور نگینہ کا اکھاڑنا دونوں میں سے کسی کو مضر تھا پھر نگینہ یا انگوٹھی دونوں میں سے کسی ایک میں قبضہ کے بعد عیب پایا تو اسی عیب دار کو واپس کر سکتا ہے اور یہی حکم اس تلوار کا ہے جسکے قبضہ پر چاندی چڑھی ہو اور ایسے پیٹی کا بھی یہی حکم ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر خرید کی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اسکے کسی ٹکڑے میں عیب پایا تو اسکو فقط عیب دار کے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ایک ہی قسم کی ہو اور اسکے بعض میں عیب پائے تو فقط عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زاہد احمد طواویسی نے نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کر دیا جاوے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب دار کا عیب بڑھ نہ جاوے اور اسیطرح اگر بعض چھوٹی پاوے اور اگر قصد کرے کہ چلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو بیچ گرے ہیں انکو واپس کر دے اور باقی کو لے لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اسیطرح اگر اخروٹ یا انڈے خریدے اور اس میں سے بعض چھوٹے پائے اور قصد کیا کہ فقط انھیں چھوٹوں کو واپس کرے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ

[1] متباینہ سے یہ مراد ہے کہ کھیت میں متفرق ادھر ادھر بعض درخت لگانے کا دستور تھا ۱۲م [2] متطوع یعنی مفت دینے والا ۱۲م [3] یعنی بائع سے قیمت لے ۱۲م [4] یعنی چاندی الگ کرنا مضر ہو ۱۲م

اُنھون نے کہا کہ ناپ یا تول کی چیزون مین جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب سب ایک ہی برتن مین ہو اور اگر جدا جدا برتنون مین ہو اور اُس مین سے ایک برتن مین عیب دار پائی تو فقط اس برتن کی چیز واپس کر سکتا ہی اور اُنھون نے اُسکو دو کپڑون یا دو قسمون مثل جو گیہون کے مانند شمار کیا ہی اور اسی پر فتوی دیتے تھے اور اُنکو یقین تھا کہ اصحاب حنفیہ سے یہ روایت آئی ہی اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہی اور مشائخ مین سے بعض نے کہا ہی کہ سب کے ایک برتن مین ہونے یا چند برتنون مین ہونے مین کچھ فرق نہین ہی اور اُسکو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور اطلاق امام محمد رحمہ اللہ کا کتاب الاصل مین یعنے اسکی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوی دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے چند لفافہ ابریشم کے خریدے اور ہر لفافہ مین سے تھوڑا تھوڑا عیب دار پایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب دار جدا کر کے واپس کر دے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب دار پا کر واپس کر سکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اسیطرح اگر سوت کی چند پنڈیان خریدین پھر ہر پنڈیہ مین سے کچھ کچھ عیب دار پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ فقط عیب دار کو جدا کر کے واپس کر دے اور اگر بعضی پنڈیہ عیب دار پاوے تو اسکو واپس کر سکتا ہی اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ناپ یا تول کی چیز مین سے تھوڑی چیز کا کوئی مستحق پیدا ہو تو باقی کے واپس کرنیکا اختیار نہ رہیگا اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہو اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کر سکتا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور اُسپر مشتری نے قبضہ کر لیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہو تو مشتری کو باقی کے واپس کرنیکا اختیار ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی - اور اگر مشتری کے پاس آسمانی یا کسی اور آفت سے بیع مین کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر مشتری کو ایک دوسرے عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اُسکو نقصان عیب لینے کا حق پہونچتا ہی اور مبیع کو واپس نہین کر سکتا ہی لیکن اگر مبیع کو مع اُس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہی بائع لینا پسند کرے تو اُسکو اختیار ہی لیکن اگر اُسکا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہی کہ ایکبار مبیع کو بلا عیب اندازہ کیا جاوے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہی اُسکے ساتھ اندازہ کیجاوے پس اگر دونون قیمتون مین آدھے کا فرق ہو تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور اگر مشتری نے مبیع کو عیب پر واقف ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو اسمین کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ جن صورتون مین مبیع مشتری کی ملک مین قائم ہو اور بائع کو اُسکا واپس کرنا برضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو ایسی صورتمین جب اُسکو اپنی ملک سے بطور بیع یا اُسکے مثل کے نکال دیگا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور جن صورتون مین باوجود مبیع کے ملک مین قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن نہو پس جب اُسکو اپنی ملک سے بطور فروخت کر دینے یا اُسکے مثل کے نکال دیگا تو نقصان عیب لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکے کسی عیب پر واقف نہوا یہانتک کہ

اُسکو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو نقصان نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت مین یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ وہ نقصان عیب لے سکتا ہی یہ شرح تکملہ مین لکھا ہی۔ اور جس شخص نے کوئی غلام خریدا اور اُسکو طعام کھلا دیا یا اُس کے پاس مر گیا پھر اُسکے عیب پر مطلع ہوا تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور مدبر کرنا یا ام ولد بنانا مثل آزاد کرنیکے ہی اور اگر اُسکو کچھ مال لیکر آزاد کیا یا اُس سے کچھ مال لکھوا کر مکاتب کر دیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہین لے سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور یہی محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک جبہ خریدا اور اُسکو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے پھٹ ہو گیا پھر اُسکے اندر ایک مرا ہوا چوہا پایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع اُسکو ویسا ہی ناقص پھیر لینا پسند کرے تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اُسکو عیب دار پایا اور بائع کہین غائب ہو گیا اور مشتری اگر اُسکے حاضر ہونے تک انتظار کرتا ہی تو مچھلی سڑی جاتی ہی پس اُسنے مچھلی بھون کر فروخت کر دیا تو اُسکو نقصان عیب لینے کا اختیار نہین ہی اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک جھکی ہوئی دیوار خریدی اور اُس سے واقف نہوا یہانتک کہ وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ قدوری مین ہی کہ اگر اناج یا کپڑا خریدا اور کپڑے کو پھاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ وہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور اگر کپڑے کو پہنا یہانتک کہ پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اُسکے عیب پر واقف ہوا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی۔ اگر ایک غلام خریدا اور اسمین سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہی تو باقی کو واپس نہین کر سکتا ہی اور بیچے ہوے حصہ کا نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی اور باقی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب مین ظاہر الروایت مین ہمارے اصحاب سے یون روایت ہی کہ نہین لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ اور محیط مین لکھا ہی اگر کچھ آٹا خریدا اور اسمین سے تھوڑا پکایا تو اُسکو کڑوا پایا پس امام ابو جعفر نے فرمایا ہی کہ مشتری کو باقی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر دینے کا اختیار ہی اور جسقدر پکایا ہے اُسکا نقصان لے سکتا ہی اور یہ خاص امام محمد کا قول ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا ہی کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ینابیع مین لکھا ہی اگر کچھ طعام خریدا اور اُسمین عیب پایا حالانکہ اُسمین سے کچھ کھا بھی لیا تو جسقدر کھا لیا ہی اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی اور باقی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی یہ قول امام محمدؒ کا ہی اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتوی دیا ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہی اور اگر اُسمین سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی واپس کر سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جسقدر بیچا ہی اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ طعام ایک ہی برتن مین ہو اور اگر دو برتنون مین ہو مثلاً دو تھیلیون یا دو زنبیلون وغیرہ مین ہو پھر ایک مین جسقدر تھا وہ کھا لے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہے واقف ہو تو

اُس باقی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض سب کے نزدیک واپس کرسکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر پگھلا یا ہوا گھی خریدا اور اُسکو کھا لیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اسمین چوہا گر کر مر گیا تھا تو اُسکو امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ مضمرات مین لکھا ہو کسی نے روٹیان خریدین اور بندھے ہوے بھاؤ سے کم پائین تو باقی کو لے سکتا ہو اور یہی حکم ہر چیز کا ہو جسکا نرخ بندھا ہوا ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہو۔ اگر انڈے یا خربوزے یا ککڑی یا کھیرے یا اخروٹ یا کدو یا فواکہ خریدے اور بلا عیب جانے اُن کو توڑ ڈالا اور اُنکو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہو جیسے تلخ کدو یا گندا انڈا تو پورا ثمن واپس لیگا کیونکہ وہ مال نہین ہو پس اُسکی بیع باطل ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عیب جانکر توڑ دیا ہو تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہو اور اخروٹون مین اُسکے چھلکون کا اچھا ہونا معتبر نہین ہو اور اگر یہ چیزین ایسی ہون کہ اُس سے باوجود فاسد ہونیکے کچھ نقصان اُٹھایا جاسکتا ہو جیسے کہ اُسکو محتاج لوگ کھا سکتے ہون یا چارہ کے کام آوے تو نقصان عیب کو واپس لیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہو لیکن اگر بائع اُسکو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہوجاے تو اُسکو اختیار ہو اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ اس مین سے کچھ کھا نہ لیا ہو اور اگر چکھنے کے بعد اُسمین سے کچھ کھا لیا تو کچھ واپس نہین کرسکتا ہو اور اگر بعضے فاسد پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع استحسانًا جائز ہو اور تھوڑے سے مراد اُسقدر ہین کہ جسقدر اخروٹون مین عادتًا فاسد ہوا کرتے ہین جیسے ایک سو مین ایک یا دو اور اگر خراب بہت ہون تو بیع جائز نہین ہو اور پورا ثمن واپس لیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہو اگر نعامہ کے انڈے خریدے اور اُنکو توڑا اور دیکھا تو گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہو کہ نقصان عیب لیگا اور پورا ثمن واپس نہین لے سکتا ہو کیونکہ اُسکے چھلکے سے نفع لیا جاتا ہو تو اُسمین گندا ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت مین واجب ہو کہ کسیکا اختلاف نہو اور اگر نعامہ کے انڈے توڑے اور اُسمین مردار بچہ پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا ہو کہ بیع جائز نہین ہو کیونکہ اُسنے دو چیزین خریدین اور ایک اُن مین سے مردہ ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ بیع جائز ہو کیونکہ میت اپنے معدن مین ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جسقدر اُسمین سے درست ہو اُسکی بیع جائز ہو اور نہایہ مین لکھا ہو کہ یہی اصح ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو۔ ایک اونٹ خریدا اور جب اُسکو اپنے احاطہ کے اندر لایا تو وہ گر گیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اُسکو ذبح کر دیا پھر اُسمین کوئی قدیمی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور یہ قول امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا ہو اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہو اور یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ ذبح کرنیکے بعد عیب پر واقف ہوا ہو اور اگر عیب پر واقف ہوکر خود اُسنے یا کسی دوسرے نے اُسکی اجازت سے یا بلا اجازت اُسکو ذبح کر ڈالا تو کچھ نقصان نہین لے سکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو کسی نے ایک حیوان خریدا اور اُسکو خود ذبح کر ڈالا اور اُسکی انتڑیون مین قدیمی فساد نکلا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہو اور اسی قول پر فتوی ہو اور اگر کوئی آنت کھا لی پھر عیب پر واقف ہوا تو جو کھا لی اُسکا نقصان لیگا اور باقی کو واپس کر دیگا یہ سراجیہ مین لکھا ہو اگر کوئی لونڈی خریدا اور اُسمین کوئی عیب ظاہر ہوا

پھر وہ گر پڑا اور اُسکی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اُسکو ذبح کر دیا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک اونٹ خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین عیب پایا اور اُسکو بائع کی طرف لیچلا تاکہ اُسکو واپس کر دے پھر وہ راہ مین ہلاک ہوگیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب ثابت کرے تو نقصان عیب بائع سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی کسی نے ایک باندی خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی (یعنی گواہ ۱۲) پھر مشتری اُسکے کسی عیب پر واقف ہوا پس جبتک وہ زندہ ہی بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر باندی مر گئی تو نقصان واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اُس سے راضی نہوا یا اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کر دیا تو اسکو یعنے اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول کر لے جو اُسکے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان نہین لے سکتا اور اگر ثیبہ تھی تو عقر نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی مین ایک انگلی زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اُسکو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ باندی خریدنے والے نے واپس کر دینے سے پہلے اُس سے وطی کی ہی اور وطی سے باندی مین کچھ نقصان نہین آیا تھا اور یہ اطلاع اسوقت ہوئی کہ جب باندی اُسکے مالک کے پاس مر گئی یا اُسنے اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکو کچھ نقصان نہین ملیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ حمیر (سلم) اوبری اور یوسف ابن محمد رح اور عمر ابن الحافظ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے ایک بیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے گابھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور بیل خریدنے والے نے بیل مین کچھ عیب پایا اور اُسکے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اُس سے بیل کی قیمت لیگا یا گائے کی قیمت لیگا پس ان سب علما نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لیگا یہ تاتارخانیہ مین تتیمہ سے منقول ہی اگر کسی نے ایک زمین خریدی اور اُسکو مسجد بنا دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نہ کریگا اور نقصان عیب لینے مین اختلاف ہی اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہی کہ نقصان عیب لیگا چنانچہ اگر کوئی زمین خریدی اور اُسکو وقف کر دیا پھر اُسکے عیب پر آگاہ ہوا تو ہلال رح نے ذکر کیا ہی کہ نقصان عیب واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُس سے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہی اور اُسنے ترکہ مین سے کپڑا خریدا ہی تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر کوئی اجنبی ہی کہ اُسنے نیک کام سمجھکر کفن دیا ہی تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے ایک درخت خریدا اور اُسکو کاٹا اور اُسکو سوائے ایندھن جلانیکے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہی لیکن اگر بائع کٹے ہوے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہوجاوے تو واپس کرے اور نقصان نہین لے سکتا ہی فقہانے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُس درخت کو ایندھن کیواسطے نہ خریدا ہو اور اگر ایندھن کے واسطے

سلہ بکسر اول و فتح سوم ۱۲ م

خریدا ہی تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی امام محمد رح نے جامع مین ذکر کیا ہی کہ کسی مسلمان نے
شیرۂ انگور خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہوگیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اُسکو واپس نہین
کر سکتا ہی اور نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر بائع کہے کہ مین اُسی شراب کو واپس کیے لیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار
نہین ہی کیونکہ اُسکا واپس دینا شرع سے ممنوع ہی پس اگر مشتری نے بائع سے عیب مین جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ یہ شراب
سرکہ ہوگئی تو نقصان عیب لے سکتا ہی اور عیب کی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس
ہو سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر
دونون اسلام لائے پھر مشتری نے شراب مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی اگرچہ بائع اُسکو قبول کرے
ولیکن نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر اُسنے نقصان عیب لیا یہانتک کہ وہ شراب سرکہ ہوگئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو
واپس نہین کرسکتا ہی لیکن اگر بائع راضی ہوجاے تو بائع کو اختیار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی شیخ ابو القاسم سے پوچھا
گیا کہ کسی نے سرکہ خریدا اور جب مشتری کے خم مین اُسکو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سرکہ بدبودار ناکارہ ہی تو شیخ نے فرمایا
کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہیگا پس اگر تلف ہوجاے یا فاسد ہوجاے تو اُسپر ضمان نہوگی پھر پوچھا گیا کہ
اگر مشتری نے اُسکو بگڑ جانیکی وجہ سے بہا دیا تو اُنھون نے فرمایا کہ اگر یہ حالت اُسکی پہونچ گئی تھی کہ اُسکی کچھ
قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دینگے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے مبیع کو خرید لیا اور دوسرے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکے پاس
ایک دوسرے عیب پیدا ہوجانیکی وجہ سے واپس کرنیکا امکان نہ رہا اور اُسنے اپنے بائع[سلہ] سے نقصان عیب لے لیا تو
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے بائع کو یعنے پہلے مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور
صاحبین کا اُسمین خلاف ہی یہ صغریٰ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرلیا اور اُسکو دوسرے شخص کے ہاتھ
فروخت کردیا اور وہ اس دوسرے مشتری کے پاس مرگیا پھر اُسکے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس
تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے لے سکتا ہی اور دوسرا بائع یعنے پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان
عیب نہین لے سکتا ہی کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع فسخ نہوگی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا
بائع پہلے بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی-امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر مین لکھا ہی
کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اقرار کیا
کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُسکو آزاد دیا مدبر کردیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اس نے
ام ولد بنایا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھالی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہوگا ولیکن خود
اُسکے[سلہ] اوپر حجت ہوگا تو آزاد کرنے کے اقرار سے غلام آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولا موقوف رہیگی اور مدبر کے
اقرار مین مدبر موقوف ہوگا اور ام ولد کے اقرار مین بھی یہی حکم ہی اور اگر مشتری مبیع کے اندر کوئی ایسا عیب پاوے ۴۳

سلہ یعنے مشتری اول ۱۲ سلہ یعنے مشتری ۱۲

جسکا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اُسکو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہو اور اسیطرح اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اصلی آزاد ہو اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے یہ دعوی کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ فلان شخص کا مملوک ہو اور فلان شخص نے اسکے اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو اُسکا نقصان نہین لے سکتا ہو اور اگر فلان شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور اگر پہلے عیب پر واقف ہو لیا پھر فلان شخص کے مملوک ہونیکا اقرار کیا اور اُسنے اُسکو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہو یہ کافی مین لکھا ہو۔ اور اگر مشتری نے غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یہانتک کہ واپس کرنا ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو اور مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بائع اُس نقصان عیب کو جو مشتری نے اُس سے لے لیا ہو واپس نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ مین نے اس غلام کے خریدنے کے بعد فلان شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُسنے آزاد کر دیا ہو اگر اُس شخص نے اُسکو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اُسکے اقرار پر آزاد ہو جائیگا اور اگر مشتری نے پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اُسنے آزاد کر دیا ہو اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا لی پھر مشتری نے اُسمین کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو کسی شخص نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہو کہ جس نے میرے خریدنے سے پہلے اُسکو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتون سے خالی نہین ہو یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرنے دونون مین تصدیق کریگا یا مالک ہونے مین بدون آزاد کرنے کے تصدیق کریگا یا دونون مین اسکو جھوٹا بتلائیگا پس پہلی صورت مین یہ غلام اُس فلان شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور دوسری صورت مین غلام اُس فلان شخص کو دیدیا جائیگا اور اگر اُسکا غلام رہیگا آزاد نہوگا پھر اگر مشتری اس مین عیب پاوے تو بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور تیسری صورت مین غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور ولاء موقوف رہیگی اور اگر مشتری غلام مین کوئی قدیمی عیب پاوے تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہو کذا فی المحیط اور اس صورت مین اگر فلان شخص دوسری بار اسکے سچے ہونیکا اقرار کرے تو بائع مشتری سے اُس نقصان کو جو اُسنے عیب کی وجہ سے لیا ہو واپس کر لے گا اور اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام فلان شخص کا تھا اور میرے خریدنے کے بعد اُسنے اسکو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہین لے سکتا ہے خواہ فلان شخص اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

چوتھی فصل عیب کا دعوی اور ایمین خصومت اور گواہ قائم کرنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ عیب کی دو قسمین ہین ایک ظاہر کہ جسکو قاضی آنکھون سے دیکھکر اور بالمشاہدہ پہچان سکتا ہی جیسے زخم اور اندھا ہونا اور زائد انگلی اور مثل اسکے اور دوسری قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ دیکھکر نہین پہچان سکتا ہی اور ظاہر کی چند قسمین ہین ایک قدیمی عیب ظاہر جیسے کہ زائد انگلی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو لیکن بیع کے وقت سے جھگڑا کرنیکے وقت تک اُسکے پیدا ہونیکا احتمال نہو جیسے چیچک کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیدا کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہو جانیکا احتمال رکھتا ہی جیسے زخم اور چوتھی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی اور باطنی عیب کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اپنے نشانون سے جو موجود ہین پہچانا جاتا ہو جیسے ثیبہ ہونا اور حمل ہونا یا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ جسپر مرد واقف نہین ہوتے ہین - دوسری وہ کہ جو اپنے آثار موجودہ سے نہ پہچانا جاے جیسے چوری کرنا اور بھاگ جانا اور جنون وغیرہ - پس اگر دعوی کسی عیب ظاہر مین ہو کہ جسکو قاضی بالمشاہدہ پہچان سکتا ہی تو اُسکو دیکھے پس اگر اُس عیب کو پاوے تو خصومت کی سماعت کرے ورنہ سماعت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا اور وہ عیب قدیمی ہی یا ایسا نو پیدا ہی کہ جو بیع کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی تو مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو واپس کردے کیونکہ ہمنے بالمشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا عیب حادث نہین ہوتا یا اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتا ہی لیکن مشتری اسوقت واپس نہین کرسکتا ہی کہ بائع دعوے کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اُسکے واپس کرنیکا حق ساقط ہو گیا ہی اور اس باب مین قسم لیکر مشتری کا قول لیا جائیگا یہ محیط مین ہی - پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلانی چاہی تو سب روایتون کے موافق مشتری سے قسم لیجائیگی اور اگر بائع نے اُسکی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلانے مین اختلاف ہے اور ائمہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکو قسم نہ دلائی جائیگی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت اکثر قاضیون کے نزدیک یہ ہی کہ اُس سے کہا جائیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا حق جس جہت سے مین مدعی ہون صریحًا یا دلالۃً ساقط نہین ہوا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت مین پیدا ہو جانیکا احتمال رکھتا ہی اور اس سے مقدم ہونیکا بھی احتمال رکھتا ہی یا اُسکے معلوم کرنے مین مشکل پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کریگا کہ کیا یہ عیب مبیع کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو مشتری کو واپس کرنیکا حق حاصل ہوگا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرنیکا حق ساقط ہو جانیکا دعوی کرنیکا اختیار ہی پس اگر اُسنے یہ دعوی کیا تو یہ دعوی بائع کا یون ثابت ہو جائیگا کہ مشتری قسم کھانیسے باز رہا یا بائع نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اِس عیب کے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو اُسکا قول قسم لیکر اختیار کیا جائیگا بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونیکے گواہ نہون یہ محیط مین لکھا ہے اور بائع کو قسم دلانیکی صورت مین اختلاف ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ صحیح یون ہی کہ اس طرح قسم دلائی جاوے کہ

تو قسم کھاکہ واللہ مشتری کا مجھے واپس کرنیکا حق بسبب اس عیب کے جسکا وہ دعوی کرتا ہے نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونیکا احتمال نہین رکھتا ہی۔ تو قاضی اُسکو بائع کو واپس نہین کرادیگا اور جب عیب باطنی ہو پس اگر وہ بدن اندر کے آثار موجود ہونے سے پہچانا جاتا ہوا ور یسی جگہ ہو کہ جسپر مرد واقف ہو سکتے ہین پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی شناخت ہی تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اُسکو شناخت نہین ہی تو جو شخص پہچانتا ہو اُس سے دریافت کرے اور دو عادلون کے قول پر اعتماد کرے اور اسمین زیادہ احتیاط ہی اور ایک ہونا کافی ہی پس اگر ایک عادل نے اس بات سے آگاہ کیا تو اُسکے قول سے جھگڑا قائم ہونیکے واسطے عیب ثابت ہو جائیگا[ا] پس قاضی بائع سے قسم لیگا اور صرف اس ایک کے کہنے سے واپس نہ کردیگا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع مین ذکر کیا ہی۔ اور شرح آداب القاضی مین جو امام خصاف کی تصنیف سے ہی لکھا ہی کہ اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اُس قسم سے ہی کہ جو اتنی مدت مین پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہی اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دونون کو اسکے پہچاننے مین مشکل پیش آئی اور باہم اُنمین اختلاف ہوا تو بائع کو واپس نہ دیا جائیگا بلکہ قسم لیگا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہین ہی کہ جو اتنی مدت مین پیدا ہونیکا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہوا تو واپس نہ کرائیگا اور بائع سے قسم لیگا اور اگر دو کے کہنے سے معلوم ہوا تو کتاب الاقضیہ و قدوری مین لکھا ہی۔ کہ قاضی اُن دونون کے کہنے پر واپس کردیگا اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع مین لکھا ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ سوائے عورتون کے اُسپر کوئی مطلع نہین ہوتا ہی جیسے کہ حمل یا جو اُسکے مشابہ ہون پس قاضی اُسکو عورتون کو دکھلائے گا اور ایک عورت عادلہ کافی ہی اور دو مین زیادہ احتیاط ہی پس جبکہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو حمل ہی یا دو عورتون نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونیکے حق مین عیب ثابت ہوگا پھر بعد اسکے اگر ایک نے یا دونون نے یہ کہا کہ یہ حمل بیع کی مدت مین پیدا ہوا ہی تو قاضی بائع کو بیع فسخ کریگا ولیکن بائع سے قسم لیگا پس اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تب اُسکو واپس کردیگا اور اگر ایک یا دونون عورتون نے کہا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کریگا ولیکن بائع کو قسم دلائیگا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتون نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس کردیگا اور خصاف نے آداب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت مین آیا ہی کہ واپس نہ کریگا اور قدوری مین لکھا ہی۔ کہ مشہور قول امام ابو یوسف اور امام محمد رح کا یہ ہی کہ اُسکو واپس نہ کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا اور جو قسم کھانے سے باز رہا تو اُن دونون عورتون کی گواہی اسکے انکار سے مضبوط ہو جاویگی تو واپس کرنیکا حق ثابت ہو جائیگا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیوع مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی

[ا] یعنی مقدمہ قابل سماعت ہوگا ۱۲

حاملہ ہو اور دو یا تین عورتین کہین کہ اسکو حمل نہین ہو تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائیگا اور دو یا تین کا قول کہ اسکو حمل نہین ہو اس ایک کے قول کا معارض نہین ہو سکتا ہو اور اگر بائع قاضی سے یہ کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہونیکو بیان کرتی ہو وہ جاہل[1] ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کیواسطے ایک دانستہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط مین لکھا ہو-کسی نے ایک باندی بالغہ خریدی پھر دعوی کیا کہ یہ خنثیٰ ہو یعنے اسکے مرد و عورت دونون کا نشان ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لیجائیگی کہ یہ عورت ایسی نہین ہو کیونکہ اسکو مرد و عورت دونون نہین دیکھ سکتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو-اور اگر کسی نے باندی پر استحاضہ کا عیب لگایا تو اسمین دعوے کے قابل سماعت ہونے کے واسطے عورتونکی طرف رجوع کرنے مین اور انکی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کردینے مین وہی حکم ہو جو حمل کے دعوے مین بتفصیل گزر چکا ہو لیکن اتنا فرق ہو کہ اگر استحاضہ پر مرد گواہی دین تو انکی گواہی بھی قبول کی جاویگی کیونکہ خون کے ادرار کو مرد بھی دیکھ سکتا ہو تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو- اگر کوئی باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اسکو حیض نہین آتا ہو تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعوی قابل سماعت نہوگا لیکن اس صورت مین کہ بسبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرتفع ہونیکا دعوی کرے پس اگر اسنے بسبب حمل کے دعوی کیا تو اسکا دعوی سنا جائیگا اور اس باندی کو قاضی عورتونکو دکھلائیگا اور اگر ان عورتون نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہو تو بائع سے اسپر قسم لی جائیگی کہ اسکو حمل اسکے پاس نہ تھا اور اگر انھونے کہا کہ یہ حاملہ نہین ہو تو بائع پر قسم نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو-اور اگر بسبب بیماری کے حیض مرتفع ہونے کا دعوی کرتا ہو تو طبیبون کے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو-اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ اس باندی کو حیض بسبب حمل کے نہین آتا تو اسمین امام محمد رح سے دو روایتین آئی ہین ایک یہ کہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہون تو اسکا دعوی سنا جائیگا اور اگر اس سے کم ہون تو سماعت نہوگی اور دوسری روایت مین صرف دو مہینہ پانچ دن ہین اور اسی پر لوگونکا عمل ہو اور یہی فتوے کیواسطے مختار ہو کذا فی مختار الفتاوی اور جب قاضی نے اسکے دعوے کی سماعت کی تو بائع سے سوال کریگا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہو جیسی مشتری کہتا ہو پس اگر اسنے کہا کہ ہان تو بائع کو واپس کر دیگا اور اگر اسنے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہو اور میرے پاس ایسی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائیگا کیونکہ بائع و مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونیمین ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہین پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اسکو قاضی قسم دلائیگا پس اگر اسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکو واپس دیجائیگی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کیے تو انقطاع حیض کے دعوے مین قبول نہونگے اور استحاضہ کے دعوی مین مقبول ہونگے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اسکو حیض منقطع ہو جانا جھوٹ ہو تو اسمین اختلاف ہو کہ اس سے

[1] قولہ جاہل ہو یعنی دائی کا کام نہین جانتی ۱۲ م

قسم لیجاویگی یا نہین پس امام کے نزدیک اُسکو قسم نہ دلائی جائیگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دلائی جائے گی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے - کتاب الاقضیہ مین لکھا ہے - کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ اسکے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہے اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور مشتری نے اُسکو واپس کردی پھر اسکے بعد بائع نے یہ دعوی کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہوگئی ہے اور اسدم بھی حمل سے ہے تو قاضی اس باب مین مشتری سے سوال کریگا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجکو اسکا کچھ علم نہین ہے تو قاضی اُسکو عورتون کو دکھلاویگا پس اگر عورتون نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو صرف ان عورتون کے کہنے سے مشتری کو واپس کردینا ثابت نہوگا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائیگا پس اُسکو اللہ تعالی کی قسم دلائی جاویگی یعنے یہ قسم کھاوے کہ اسکے پاس حمل پیدا نہین ہوا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسکے ذمہ کوئی جھگڑا نہوگا اور واپسی اپنے حال پر رہیگی اور اگر اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بائع کا دعوی ثابت ہو جائے گا پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کردیگا پس اگر بائع نے کہا کہ مین باندی کو مع عیب حمل اپنے پاس لئے لیتا ہون اور عیب زخم کا نقصان نہ دونگا تو اُسکو یہ اختیار ہے اور اگر اس مسئلہ مین یہ صورت واقع ہو کہ قاضی نے جسوقت مشتری سے پوچھا کہ اسکو حمل ہے اُسنے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے اور مین اُس سے آگاہ نہ تھا تو قاضی اُسکے دعوے کی سماعت کریگا اور بائع کو قسم دلاویگا پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بائع کے پاس کا حمل ہونا ثابت نہوگا اور اگر مشتری نے اپنے پاس ہونیکا اقرار کرلیا ہے[1] تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی اُسکو واپس کردے اور اُسکے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کردینا صحیح تھا اور یہی کتاب الاقضیہ مین مذکور ہے کہ اگر ایسا ہوا کہ جسوقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کردینے کا حکم دیا اور مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعوی مشتری پر کیا کہ یہ باندی حاملہ ہے اور حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ بائع کے پاس کا ہے تو قاضی واپس کردینے مین جلدی نہ کریگا اور مشتری کے اُس دعوے پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے بائع سے قسم لیگا اور اس صورت مین مشتری کے اوپر قسم عائد نہین ہوتی ہے کذا فی المحیط اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار[2] کے قیام سے معلوم نہو جیسے بھاگنا یا جنون یا چوری یا بستر پر پیشاب کردینا تو ایسے عیب مین اُسکے فی الحال ثابت ہونیکی ضرورت ہے اور اُسکے فی الحال موجود ہونیکو پہچاننے کے واسطے امام محمد رحمۃ اللہ نے جامع مین یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب اسمین فی الحال موجود ہے - فقہانے کہا ہے کہ بائع سے اُسوقت ایسا سوال کریگا کہ جب مشتری کا دعوی صحیح ہو اور مشتری کا دعوی اُسوقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس لی ق

[1] کیونکہ اسنے بائع کے پاس سے ہونا اقرار کیا تو اسکے پاس موجود ہونے کے زمانہ مین وہ ضرور حاملہ تھی ۱۲ م

[2] یعنی بدن مین کوئی ایسا نشان نہین ہوسکتا جس سے یہ عیب ظاہر ہو ۱۲ م

عیبون کے ہونیکا دعویٰ کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائین لیکن جنون مین صرف بائع کے پاس ہونیکا اور مشتری کے پاس پائے جانیکا دعویٰ کافی ہی مگر بھاگنے اور چوری اور بستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبون مین کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہی کہ مشتری یون دعویٰ کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکسان ہی اور حالت یکسان ہونیسے یہ مراد ہی کہ بائع اور مشتری دونون کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے جاوین یا دونون کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد پائے جاوین پس اگر بائع کے پاس بالغ ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد پائے گئے تو اسطرح پایاجانا دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی نہوگا اور عیب جنون مین خواہ بائع یا مشتری کے پاس بالغ ہونیسے پہلے ہو یا دونون کے پاس بالغ ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بالغ ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بالغ ہوجانے کے بعد ہو تو بھی دعوے کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر بھاگنے کا یا اُسکے مانند ایسے عیبون کا جن مین واپس کرنا اس بات پر موقوف ہی کہ وہ عیب دونون کے پاس پایا جاوے جسطرح بستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعویٰ کیا تو ایسے عیب مین جب بائع فی الحال موجود ہونیکا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلائیگا یہانتک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی لیکن اگر بائع نے اُسکے فی الحال موجود ہونیکا اقرار کرلیا تو اُسکے پاس موجود ہونیکا سوال کیا جائیگا پس اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونیکا اقرار کرلیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اُسکو واپس کردیگا اور اگر اُسنے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ طلب کریگا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی غلام بائع کو واپس کردیگا ورنہ بائع سے قسم لیگا کہ تو قسم کھا کہ واللہ مین نے اسکو فروخت کیا اور سپرد کیا حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کہ یون قسم کھاے کہ واللہ میرے پاس ہرگز نہین بھاگا ہی اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور بدون بائع کے دعوی کرنیکے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لیجائیگی کہ مین عیب پر راضی ہوچکا ہون[1] اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہی پھر اگر بائع نے دعویٰ کیا تو اکثر قاضیون کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہی کہ قاضی[1] اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ واللہ تیرا[2] اسکا حق ساقط نہین ہوا ہی جیسا کہ بائع دعویٰ کرتا ہی نہ صریحاً اور نہ دلالتاً کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسمین عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جنمین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ بائع کے اس عیب کے موجود ہونے کے

[1] یعنی قاضی ۱۲ [2] کہ مشتری عیب پر راضی ہوچکا ہو ۱۲

ساتھ اُسکو فروخت کیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کیجاویگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی۔ اور اگر ایک غلام کو دو صفقہ مین مول لیا اسطرح کہ آدھا اُسکا پچاس دینار کو خریدا پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خریدا پھر اُس مین کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعوی کیا کہ دونون خریدون سے پہلے کا فی ہی اور بائع نے کہا کہ دونون کے بعد تیرے پاس پیدا ہوا ہی تو قول بائع[1] کا لیا جائیگا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین بائع کو دوسرے آدھے مین قسم دلاتا ہون اور پہلے آدھے مین مجکو تامل ہی کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود ہونیکا مجکو یقین اور پہلی بیع کے وقت عیب ہونیکا شک ہی تو مشتری کو یہ اختیار پہونچتا ہی پس اگر بائع نے قسم کھالی تو بیع مشتری کو لازم ہوگی ورنہ واپس ہو جاویگی اور دوسرے آدھے مین قسم دلانیکے بعد مشتری کو اختیار ہی کہ پہلے آدھے مین بھی قسم لے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر دوسرے آدھے مین جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدھے مین جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُسکو پہلا آدھا واپس کر دیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدھے کو واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی تا وقتیکہ دوسرے آدھے مین از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کیا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور پہلے آدھے مین بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدھے مین بھی عیب کے اقرار کرنے مین شمار ہوگا اور اُسکا اُلٹا یعنے دوسرے مین اقرار کرنا پہلے مین اقرار کرنے مین شمار نہوگا اور ایک مین بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدھے مین انکار نہ قرار دیا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع سے دونون ٹکڑون مین اکٹھا جھگڑا کیا تو ایک[2] بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونون دعوے جمع کر دیے ہین پس ایک ہی قسم پر اکتفا کیا جاویگا جیسا کہ چند قرضون کو ایک دعوے مین جمع کر دینے کی صورت مین ہوتا ہی پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو پورا غلام اسکے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے مین قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے انکار کیا تو جسمین انکار کیا ہی وہی ٹکڑا اسکے ذمہ پڑیگا دوسرا اسکے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر بائع دو ہون اور اُن دونون نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفقہ یا دو صفقہ کرکے فروخت کیا اور اُن دونون مین سے ایک مرگیا اور دوسرا اُسکا وارث ہوا پھر مشتری نے اُس غلام مین کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کرے اور اگر چاہے تو اُسی بائع سے جو زندہ ہے دونون ٹکڑون مین جھگڑا کرے پس اگر اُسنے ایک ٹکڑے مین جھگڑا کیا تو جو ٹکڑا اُسنے خود فروخت کیا ہی اُس ٹکڑے مین البتہ[3] اور یقین کے ساتھ قسم دلاویگا اور جو ٹکڑا اُسکے مورث نے فروخت کیا ہی اُسپر اُسکے جاننے کی قسم لیگا یعنے بائع یون قسم کھاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے مورث نے یہ ٹکڑا فروخت کیا اور سپرد کیا در حالیکہ اُسمین یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادۃ التغییر من المترجم پس اگر بائع نے دونون ٹکڑون مین سے

[1] اور مشتری گواہ لاوے ۱۲ م [2] یعنے اگر بائع واحد ہو ۱۲ م [3] یعنی یہ بجلہ بیچ کیا در حالیکہ البتہ و یقیناً اسمین یہ عیب تھا ۱۲ م

ایک مین قسم کھالی تو دوسرے ٹکڑے مین قسم کھانے سے بے پروانہ کیا جاویگا اور اگر ایک ٹکڑے کے دعوے مین اُسنے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے ٹکڑے کے حق مین لازم نہوگا یعنی دونون ٹکڑے اُسکے ذمہ نہ پڑینگے اور اگر مشتری نے دونون ٹکڑون کو جمع کرکے جھگڑا پیش کیا تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو بیع ایک صفقہ مین ہوئی یا دو صفقہ مین واقع ہوئی پس اگر دو صفقون مین واقع ہوئی ہو تو دونون ٹکڑون پر قسم دلاوے گا اور دونون ٹکڑون کی قسم جمع کردیگا اسطرح کہ واللہ مین نے مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور اُسکو سپرد کردیا اور اسمین یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اسکے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اُسکو سپرد کیا اور مین اس مین یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہی اور اگر صفقہ ایک ہی ہو تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا کیا جائیگا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ اور یقین کے ساتھ قسم کھاے اور یہی قسم اُسکے مورث کے حصہ کی قسم کی نائب ہو جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی- کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کردیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعوی کیا کہ وہ حرہ ہے پس تیسرے مشتری نے اُسکو اس کہنے پر اپنے بائع کو واپس کردیا اور اُسکے بائع نے اُسکو قبول کرلیا پھر دوسرے بائع نے اُسکو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اُسنے قبول نہ کیا تو فقہانے فرمایا ہے کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانیکا دعوی کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنیکا اختیار ہی اور اگر باندی نے یہ دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ ہی پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اُسنے فرمانبرداری کی تھی تو اب یہ دعوی بمنزلۂ دعوی آزادی کے ہوگا اور اگر اُسنے فرمانبرداری نہ کی تھی اور پھر دعوے کیا کہ وہ اصلی آزادہ ہی تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور صحیح یہ ہی کہ اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہین ہو گزری کہ جس سے رقیت کا اقرار ثابت ہوتا ہی تو آزادی کے دعوے مین اُسیکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار رہوگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کرلے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہان بیع کے وقت موجود نہ تھی پھر اُسپر مشتری نے قبضہ کرلیا اور اُسنے رقیت کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور وہ باندی دوسری بیع کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسری مشتری نے اسپر قبضہ کرلیا پھر باندی نے دعوی کیا کہ مین حرہ ہون تو قاضی اُسکا قول قبول کریگا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونیکا اقرار کرلیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اسکے رقیت کے اقرار کرنے کے گواہ نہین ہین تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ اُسنے یہ دعوی کیا تھا کہ باندی نے اپنے رقیق ہونیکا اقرار کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے- ظہیریہ مین

لکھا ہی کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین یا دو صفقہ مین خریدے اسطرح کہ ایک کے دام ایک ہزار درم
فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونون مین سے
ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ واپس کیا ہی
جسکے دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ وہ واپس کیا کہ جسکے ثمن کی میعاد نہ تھی تو
قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہی ہلاک ہوگیا ہو یا نہ ہوگیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی
جاویگی اور اگر دونون نے دونون کے دامو نمین جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوے کے ہزار درم تھے
اور مشتری نے اسکا انکار کیا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی زید نے عمرو کے ہاتھ
ایک غلام بیچا اور دوسرا اسکو ہبہ کیا اور عمرو نے دونون پر قبضہ کر لیا پھر دونون مین سے ایک مرگیا پھر
عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ مبیع یہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ ہبہ
کیا ہوا ہی تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ ہبہ کیا ہوا ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرے اور اگر
مشتری نے دعوی کیا کہ ہبہ کیا ہوا مرگیا تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کر سکتا ہی ولیکن بائع کو زندہ غلام
مین ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار بعد اس قسم کھانے کے ہوگا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ اس زندہ کو فروخت نہین
کیا ہی اور اسیطرح مشتری کو بائع سے ثمن واپس کرنیکا اختیار بعد اس قسم کے کھانیکے ہوگا کہ مین نے بائع
سے مرے ہوے کو نہین خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوے غلام کی قیمت لیگا (یعنے ہبہ سے
رجوع کرنیکی صورت مین) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک اُن دونون مین کا مرگیا اور زندہ کو عیب
کی وجہ سے واپس کرنیکا قصد کیا اور کہا کہ اُسکا ثمن درم ہین اور بائع نے کہا کہ دینار ہین تو قول مشتری
کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اُسکے واپس کرنیکا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا
کہ مبیع یہ نہین دوسرا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی یہ کافی مین لکھا ہی امام محمد رحمہ اللہ سے املا مین روایت ہی
کہ کسی نے دوسرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درم کو ایک صفقہ مین خریدے اور دونون پر قبضہ
کرنے کے بعد ایک مین عیب پایا پھر دونون کی قیمت مین جو بیع واقع ہونے کے دن تھی اختلاف کیا
پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درم تھی اور بائع نے
اسکا انکار دعوی کیا تو دونون مین سے کسی کے قول کی طرف التفات نکیا جائیگا اور جسدن دونون نے جھگڑا
کیا ہی اُسدن دونون غلامون کی قیمت دیکھی جاویگی پس اگر جھگڑے کے دن دونون مین سے ہر ایک کی قیمت
ایک ہزار درم ہو تو عیب دار آدھے ثمن پر واپس کرا دیا جاویگا مگر بعد اسکے کہ ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے
دعوے پر قسم کھا وین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور ایسی صورت مین اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے
تو زیادتی کے باب مین دونون کے گواہ لیے جاوینگے پس مشتری کے گواہ ہونگے گواہی کے موافق واپس
کیے ہوے غلام کی قیمت دو ہزار درم قرار دیجاویگی اور بائع کے گواہ ہونگے گواہی کے موافق دوسرے کی

قیمت دوہزار درم قرار دیجاویگی پس مشتری عیب دار کو آدھے ثمن مین واپس کر دیگا اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی مین کوئی عیب پایا اور اُسکی قیمت اور مرے ہوے کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو مرے ہوے کی قیمت مین بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یون اندازہ کیجاویگی کہ جھگڑے کے دن ایسے غلام کی کیا قیمت ہے اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر دونون نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر مرے ہوے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے نوازل مین ہے کہ کسی شخص نے سرکہ جو ایک مٹکے کے اندر بھرا ہوا ہے خریدا اور اُسکو اپنی مشک کے اندر بھر کرلے گیا پھر اُس مین ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا تیری مشک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ تیرے مٹکے مین تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے۔ کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہے خرید کیا اور اُسپر چند روز گزر گئے اور جب اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے اُس برتن کا منھ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُسکا منھ کھولا تو اُسمین ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یون بیان کی گئی ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ برتن کا منھ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پائے جانے کے وقت تک بیچ مین اُسکا کھلنا یا نہ کھلنا معلوم نہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا منھ بند رہا ہے اور چوہا پائے جانے کے وقت تک کبھی نہین کھلا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو لے آیا اور کہا کہ مین نے اسکو داڑھی مونڈا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائیگا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کر دیا کہ غلام آج کے روز داڑھی مونڈا موجود ہے پس اگر بیع پر اتنا زمانہ نہین گزرا کہ جسمین مشتری کے پاس داڑھی نکلنے کا وہم کیا جاے تو مشتری کو اُسکے واپس کرنیکا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو تاوقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس داڑھی مونڈا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کر جاے تب تک واپس نہین کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے منتقی مین ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسمین کوئی عیب لگایا اور یہ بھی کہا کہ مین نے اُسکو آج خریدا ہے حالانکہ ایسا عیب ایک روز مین نہین پیدا ہو سکتا ہے اور بائع نے کہا کہ مین نے ایک مہینہ ہوا کہ فروخت کیا ہے اور حال یہ ہے کہ ایسا عیب ایک مہینہ مین پیدا ہو سکتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اُسمین کچھ عیب پایا پس اُسنے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب شرط کے پاس لایا حالانکہ سلطان نے اُسکو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اُسنے ڈگری بائع پر کر کے باندی اُسکو واپس کر دی اور مشتری کیواسطے پھیرنے ثمن کا حکم دیدیا تو مشتری کو اپنا ثمن لینے کی گنجایش ہے۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدا اور اُسکو بسبب عیب کے

واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر واقف ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اسپر سوار ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ مین اسواسطے سوار ہوا ہون کہ تجکو واپس کر دون تو قول مشتری کا معتبر ہی اور اس مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ مشتری کو بدون سوار ہونے واپس کرنا ممکن نہ تھا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلا ضرورت اسپر سوار ہوا ہی تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر مشتری نے مبیع کے اندر کسی عیب کا دعوی کیا حالانکہ بائع جانتا ہی کہ یہ عیب اسمین فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اُسکو جائز ہی کہ مبیع کو نہ واپس لے تا وقتیکہ قاضی اُسکے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدون حکم قاضی کے واپس کریگا تو اُسکو اپنے بائع کو واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے دوسرے سے نہین خریدی ہی تو اُسے لے لینا واجب ہی اور اُسکو امتناع[۱] کی مجال نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - کسی نے کوئی چیز خریدی اور اسمین قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے مبیع باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور مین کہا کہ بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر بائع کی غیبت مین ایسا کہا تو بیع باطل نہوگی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ مین نے بیع باطل کر دی تو صحیح یہ ہی کہ بدون قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیع باطل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو اس حال مین فروخت کیا کہ اسکے فلان جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اُسکے اُس جگہ زخم موجود تھا اور اُس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہین ہی اور جس زخم کا مین نے اقرار کیا تھا اُس سے یہ اچھی ہو چکی ہی اور یہ نیا زخم تیرے پاس پیدا ہوا ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اُسکے دونون آنکھون مین سے ایک آنکھ مین سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اُسکی بائین آنکھ مین سپیدی تھی اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ سپیدی اُسکے داہنی آنکھ مین تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائین آنکھ کی سپیدی تیرے پاس پیدا ہوئی ہی تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور اسیطرح اگر باندی کے سر مین زخم ہو اور بائع یا اقرار کرے کہ مین نے اس باندی کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اسکے سر مین زخم تھا باقی مسئلہ وہی ہے تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر سر کے زخم کی صورت مین بائع یہ کہے کہ اسکا زخم موضحہ[۲] تھا اور وہ تیرے پاس منقلہ ہو گیا تو اس باب مین قول بائع کا معتبر ہوگا اور اسیطرح آنکھ کی سپیدی کی صورت مین اگر بائع کہے کہ باندی کی آنکھ مین ایک نقطہ تھا اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی تمام آنکھ یا اکثر سفید ہو رہی ہی تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور اگر اُسکی آنکھ مین ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اُسکی سپیدی مثل رائی کے یا اُس سے کم تھی تو شیخ رحمہ اللہ نے

---

[۱] یعنے انکار کرنا دیانت کے خلاف ہے [۲] موضحہ جس سے ہڈی کھل جاوے منقلہ جس سے ہڈی کا ٹوٹ جاوے ۱۲ منہ

فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اسکے ہو تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ مین نے باندی کو ایسے حال مین بیچا کہ اُسکو بخار آتا تھا پھر مشتری اُسکو بخار کی حالت مین لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہی تو بائع کی تصدیق نہ کیجاویگی اور مشتری واپس کرسکتا ہی اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مینے باندی کو فروخت کیا اور اسمین عیب تھا پھر مشتری اُسکو لایا اور اسمین کچھ عیب موجود ہی اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اسمین یہ عیب نہ تھا اور فقط اس مین ایسا ایسا عیب تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ مینے اُسکو ایسے حال مین بیچا تھا کہ اُسکے سر مین عیب تھا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ کہنا معتبر ہوگا کہ اسمین یہی عیب تھا اگرچہ بائع اُسکو جھوٹا بتلائے اور حاصل یہ ہی کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے اُسکو بیان کر دیوے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دیوے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر مشتری اُسکو واپس کرنے لایا اور کہا کہ مینے اسکو شوہردار پایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اسکا شوہر تھا ولیکن مرگیا اور مشتری اُسکے شوہردار ہونیکا دعوی کیے جاتا ہی تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت نہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلاوے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلان شخص اسکا شوہر ہی اور وہ شخص اُسوقت غائب تھا موجود نہ تھا تو اُسکے گواہون کی طرف التفات نہ کیا جائیگا لیکن اگر اُسنے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اسکے نکاح کا اقرار کیا ہی تو قبول کیے جاوینگے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلان شخص اسکا شوہر تھا ولیکن بیع سے پہلے اُسنے طلاق بائن دیدی تھی اور مشتری اُسکے شوہر موجود ہونیکا دعوی کیے جاتا ہی تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اُسکا حاضر ہوا اور اُسنے نکاح کا دعوی کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مینے اسکو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اسکا شوہر موجود تھا ولیکن تجکو سپرد کرنے سے پہلے اُسکو اُسنے طلاق دیدی تھی یا اُسکا شوہر مرگیا اور مینے تجکو بے شوہر سپرد کی ہی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر مشتری کے پاس کوئی اُسکا شوہر چلا گیا اور بائع نے کہا کہ اسکا شوہر میرے پاس آگیا ہے سوا دوسرا شخص تھا کہ اُسنے بیع سے پہلے اسکو طلاق بائن دیدی تھی یا مرگیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی خادم خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسنے اُسمین کوئی عیب لگایا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہین ہی اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہی جو مینے تجھسے خریدا ہی تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور دو شخصون مین سے ہر ایک نے اُسپر دعوی کیا کہ مین نے اُسکو قابض کے ہاتھ اپنے کو فروخت کیا ہی اور اُسنے ثمن ادا نہین کیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو

بعوض دونون ثمنون کے سپرد کردیا جائیگا پھر ہر ایک جسقدر ثمن کا دعوی کرتا ہی اُسقدر اُسکو دلادیا جاویگا اسیطرح اگر دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہی میری ملک مین پیدا ہوا ہی اور مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ دعوی ثمن مین ہی اور سب اسمین برابر ہین پس اگر اُس نے اُسمین کوئی عیب پایا تو دونون مین سے ایک کو واپس کریگا اور دونون کو واپس کریگا اور اگر نقصان عیب کسی ایک سے لے لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لیوے لیکن یہ اس صورت مین کہ دوسرا شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جاوے اور اگر غلام مشتری کے پاس مرگیا پھر وہ اُسکے قدیمی عیب سے واقف ہوا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور اسیطرح اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اُسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا اور پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو دونون سے نقصان عیب لیگا اور دونون کو واپس نہین دے سکتا ہی اور کوئی دونون مین کا اُسکو لے نہین سکتا ہی اور اگر دونون نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہی تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائیگا گویا قابض نے اُسکو پہلے سے خریدا ہی اور دوسرے کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے سے خریدا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگوڑا ہی تو مجھسے اسکو خرید لے اُسنے کہا کہ کتنے کو بیچتا ہی اُسنے کچھ دام اُسکو بتلائے پھر مشتری نے اُسکو خرید لیا اور پھر اُسکو بھگوڑا پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہ ظاہر ہی پس اگر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو بھگوڑا پاکر واپس کرنا چاہا اور مشتری اول نے اُسکے بھگوڑا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اول کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اُسکو کچھ استحقاق حاصل نہوگا اور اگر بائع اول نے مشتری اول سے یہ کہا تھا کہ مین تجھے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ بھگوڑا ہی یا اس شرط پر کہ مین اُسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اُسکو پہلے مشتری کو واپس کرسکتا ہی اور اگر بائع اول نے یہ کہا ہو کہ مین نے اُسکو فروخت کیا اس شرط پر کہ مین بھگوڑے ہونے سے بری ہون اور یہ نہ کہا تھا کہ مین اُسکے بھگوڑے ہونے سے بری ہون تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہین کرسکتا ہی تا وقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ اُسنے اُسکو فروخت کیا درحالیکہ وہ بھگوڑا تھا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہی کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اُسی اقرار کے جو بائع اول نے کیا تھا واپس کردے کیونکہ قرض لازمی چیز ہے اور قرضخواہ کو اختیار ہی کہ قرض مین بیچکر وصول لیوے اور قرض کا اقرار مثل بھگوڑے ہونیکے اقرار کے بیع سے پہلے یا اُسکے بعد دوسرے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان کہ جسنے بھگوڑے ہونیکا اقرار نہ کیا تھا بیع کے فسخ کرنیکے حق مین نہین ہی اور شہود اُسکا اقرار قرضدار ہونیکے اقرار کے مانند ہی اس باب مین کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ سے

جو بائع اول نے کیا ہو واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اُس سے اُس غلام کو دوسرے شخص نے چوکایا اور مشتری نے کہا کہ اس مین کوئی عیب نہین ہے پھر اُن دونون کے درمیان بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے غلام مین کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہو سکتا ہے اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی اور جس شخص نے کہ مشتری سے چوکایا تھا اُس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی اُسکے واپس کرنیکے حق کو باطل نہ کریگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے چوکانے والے سے یہ کہا تھا کہ تو اسکو خرید لے اور اسمین فلانا عیب نہین ہی پھر اُن دونون مین بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصد کیا کہ اُسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بجاے غلام کے کپڑا فرض کیا جاوے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت رہے تو دونون صورتون مین مشتری کا دعوی نہ سنا جائیگا اور کپڑا بائع کو واپس نہ کر سکیگا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا نہین ہو سکتا ہی یا اتنی مدت میں نہیں پیدا ہو سکتا ہی تو قاضی اُسکے بیچنے والیکو غلام واپس کردیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے یہ اقرار کیا کہ اسکی باندی بھگوڑی ہی پھر ایک شخص کو اسکے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ نہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور وکیل نے اُسکو فروخت کردیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کرنی چاہی اور بائع نے اسکو جھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہین بھاگی ہی تو مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ وکیل کو واپس کردے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہی تو اُسکو فروخت کر اور اُسکے بھگوڑے ہونیسے برئت کر لینا پس اُسکو وکیل نے فروخت کیا اور اُسکے بھگوڑے ہونیسے برئت نہین کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مقولہ معلوم ہوا تو اُسکو اس مقولہ پر واپس کرنیکا اختیار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی فصول سے منقول ہی کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جسکی ایک انگلی زاید تھی تاکہ ایک شخص کو واپس کرے اور اس شخص نے باندی اُسکے ہاتھ فروخت کرنیسے انکار کیا اور مشتری نے اُسکے خریدنے پر گواہ قائم کئے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر مین نے ہر عیب سے برئت کر لی تھی اور اُسپر اُسنے گواہ قایم کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یہ عمادیہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام خریدا اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ غلام فروخت کردیا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری اسکو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص حاضر تھا اور اس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اول بھی اس سے انکار کرتا ہی تو ان دونون کا انکار بمنزلہ اقالہ کے ہوگا اور غلام واپس نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹٹی یا اے بھگوڑی یا اے زناکرنیوالی یا اے مجنونہ مثلاً یا یون کہا کہ اس چوٹٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اسمین موجود ہین یہانتک کہ اگر اُسکو

فروخت کردیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اسکو واپس نہین کرسکتا ہو یہ خیار القاضی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونون نے اُسکے بھگوڑے ہونیکا اقرار کیا اور یہ اقرار دونون سے بیع کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا بھگوڑا ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہین ہی پھر تیسرا مشتری اُسکے بھگوڑے ہونے سے اور اُسکے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری کے درمیان بیع کے وقت واقع ہوا تھا واقف ہوا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہوگا اور پہلے مشتری کا اُسکے بھگوڑے ہونے کا اقرار اُن بائعون کے حق مین جنھون نے اُس سے نہین خریدا ہی نافذ نہوگا اور اگر پہلے مشتری نے اُسکو بدون اپنے اور بائع اول کے غلام کے بھگوڑے ہونے کے اقرار کے خریدا پھر مشتری اول نے اُسکے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اول کو واپس کردیا پھر بائع اول نے اُسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کردیا اور مشتری نے اُسکو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کردیا پھر تیسرے مشتری کو اُسکا بھگوڑا ہونا اور وہ ماجرا جو پہلے مشتری اور اُسکے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونیکے گواہ قائم کیے ہونیکی وجہ سے بائع کو واپس کرادیا تھا معلوم ہوا تو اُسکو اختیار رہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعوی کیا کہ وہ بھگوڑی ہی اور اُسپر گواہ لایا اور اس وجہ سے قاضی نے اُسکو واپس کردیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہی میری ملک مین پیدا ہوئی ہی اور قاضی نے اُسکو باندی دلادی پھر اُسنے اسی مستحق علیہ کے ہاتھ اُسکو فروخت کردیا اور مشتری نے اُسکے بھگوڑے ہونے مین جھگڑا کیا اور حاکم کا اُسکے بھگوڑے ہونیکا فیصلہ دلیل مین پیش کیا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار رہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام یا اُسکے امین نے غنیمت محرزہ[ل] فروخت کی اور مشتری نے اُسمین عیب پایا تو ان دونو پر واپس نہین کرسکتا ہی کذا فی الکافی۔ ولیکن امام کسی شخص کو اسکے ساتھ جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور اُس شخص کا عیب کا اقرار مقبول نہوگا اور جو انکار کرے تو اُسپر قسم عائد نہوگی اور صرف وہ اسواسطے مقرر ہی کہ اُسکے مقابلے مین مشتری گواہ قائم کرے اور جسوقت اُس شخص[ع] نے عیب کا اقرار کرلیا اُسیوقت معزول تصور کیا جائیگا پھر جب عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کردیا جاوے پس اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت مین ملا دیا جاویگا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت ہوگا اگرچہ ثمن کم ہو یا زیادہ ہو گیا اگر بیت المال مین سے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اپنی صحت مین اُسکو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کردیا پھر مرگیا اور بیٹا اُسکا وارث ہوا اور سوائے اسکے کوئی وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام مین کوئی قدیمی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی مگر وہ

[ل] جو کافرون کے ملک سے دار الاسلام مین نکل آئی ہو ۱۲ [ع] جسکو امام نے مقرر کیا ۱۲

قاضی سے استدعا کریگا تاکہ قاضی میت کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے پس بیٹا اس خصم کو واپس کردیگا پھر وہ اُسکے باپ کے بائع کو واپس کردیگا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کریگا پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کریگا اور امام محمد رحمہ نے اسکی کچھ تفصیل نہیں فرمائی کہ اُسوقت کیا حکم ہی کہ جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اُسوقت کیا حکم ہی کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمدؒ کا مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہی کہ دونوں صورتوں میں حکم یکسان ہی یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی اور اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری مرگیا اور بائع اُسکا وارث ہوا اور اُسمیں کوئی عیب پایا پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اُسکو واپس کردیگا اور اگر سوا اسکے دوسرا وارث نہو تو واپس نہیں کرسکتا ہی اور نقصان نہیں لے سکتا ہی اور اسیطرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اُس پر قبضہ کرلیا اور گواہ کرلیے پھر اُسمیں کوئی عیب پایا تو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی اُسکے بیٹے کی طرف سے کوئی خصم مقرر کرے تو باپ اُسکو واپس کردے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے بائع کو واپس کردیوے اور یہی حکم ہی اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجیز کردری میں لکھا ہی۔ اگر کسی مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو عیب کی وجہ سے واپس نہیں کرسکتا ہی اور نہ اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی پس اگر مکاتب بعد عیب جاننے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے تو اُسکا مالک اُسکی مبیع کو واپس کردیگا اور مکاتب اُسکا متولی ہوگا اور اگر مولی نے مکاتب کو فروخت کردیا یا مرگیا تو مولی خود اُسکو واپس کریگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کا ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کردیا تو مالک اُسکو واپس نہیں کرسکتا ہی اور اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اسیطرح اگر اُسنے اپنی ماں کو خریدا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی لیکن اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خریدا تو امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی کے ساتھ مکاتب ہو جاوینگے پس انکا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم برابر ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کے موافق یہ لوگ اُسکے ساتھ مکاتب نہونگے لیکن بسبب عیب کے اُن کے واپس کردینے کا اختیار رکھتا ہی جیساکہ اُنکے فروخت کرنیکا مختار ہی پس اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے ہر عیب سے بری الذمہ کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح نہوگا اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی اور اُسمیں عیب پایا پس اگر اُسکے ساتھ اُسکا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیع کرنیکا اختیار نہیں رکھتا ہی اسیطرح اُسکے واپس کرنیکا بھی مختار نہوگا و لیکن نقصان عیب لے لیگا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی مکاتب متولی ہوگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الذمہ کردیا تو صحیح ہے اور اگر مکاتب کے مولی نے ایسا کیا تو صحیح نہیں ہی اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام اعظم کے نزدیک اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی یہ محیط میں لکھا ہی اگر کسی شخص نے اپنے مکاتب سے کوئی غلام خریدا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہیں کرسکتا ہی اور نہ اُسکے بائع ۴

سے جھگڑا کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی مکاتب نے یا کسی حُر نے کوئی غلام خریدا اور اُس کو مکاتب کر دیا پھر اُسمین عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ہی۔ اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی اور اگر مکاتب نے یا حُر نے بائع کو عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہی یہانتک کہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد اُسکے مالک کو اور حر کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے اُسکے مالک نے بائع کو بری الذمہ کیا تو صحیح نہین ہی اور یہی حال حُر کے وارث کا بھی ہی کہ اُسکا بری الذمہ کرنا بھی صحیح نہین ہی۔ اگرچہ حُر کے مرض الموت مین ہو اور اگر پہلے مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد مالک اُسکا بائع کو بری الذمہ کرے خواہ اُسوقت تک دوسرا مکاتب عاجز ہوا ہو یا نہوا ہو تو بری کرنا صحیح ہی اور اسیطرح اگر حُر کے وارث نے مورث کے مرنے کے بعد بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہی۔ اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مر گیا پھر غلام مین کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اول کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو صحیح ہی یہانتک کہ اگر غلام اُسکو واپس دیا جاے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہی اگرچہ فی الحال واپس کرنا ممتنع ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتب نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدا پھر اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی اپنے غلام کو اپنے مالک کے ہاتھ بعوض اُسکے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر مالک نے اسپر قبضہ کر لیا پھر غلام مین کوئی عیب پایا پس اگر ثمن نقد دے دیا یا دین تھا اسطرح کہ درم یا دینار تھے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اُسکے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتون مین مالک اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر ثمن نقد نہو یا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہو تو واپس کر سکتا ہی اور قبضہ سے پہلے سب صورتون مین واپس کر سکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ کسی قرضدار غلام نے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی ایک غلام خریدا اور اُسکو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر اُس غلام قرضدار کو قرضخواہون نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نکریگا اور نہ نقصان لیگا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کر سکتا ہی۔ بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اُسنے ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو ثمن ہبہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ہبہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور ثمن اُسکا مشتری کو ہبہ کیا یا اُسکو ثمن سے بری الذمہ کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کر سکتا ہی اور بعد قبضہ کے واپس نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین لکھا ہے

پانچوین فصل عیبون سے برائت کرنے اور اُن سے ضمانت کرنے کے بیان مین - عیبون سے بری کر دینے کے ساتھ فروخت کر دینا حیوان وغیرہ مین جائز ہی اور اس برائت مین وہ سب عیب داخل ہو جاتے ہین جنکا بائع کو علم نہین ہی اور جنکا علم ہی اور جیسے مشتری واقف ہی یا واقف نہین ہی اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہی خواہ عیبون کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اُنکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس برائت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت مبیع مین موجود ہی یا جو اسکے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہوا اُس سے بری نہین ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی بری ہی تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونیوالے عیب سے بری نہوگا اور اسیطرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اسکے ساتھ موجود ہی اور بعد کو پیدا ہو بری ہی تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر دونون نے اس بات مین اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد نیا پیدا ہوا ہی یا بیع کے وقت کا ہی تو اسکا حکم امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح سے مروی نہین ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ بائع کا قول معتبر ہوگا مگر اسطرح قسم لیکر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھاے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب برائت مطلق بیان کی تھی اور اگر برائت صرف بیع کے وقت کے عیبون سے تھی اور پھر اُنھون نے اسطرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر دو گواہون نے کسی باندی کے مقدمہ مین ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اسکو بدون برائت کے خرید کیا اور اسمین کوئی عیب پایا تو واپس کر سکتا ہی اور اسی طرح اگر دونون نے بھگوڑی ہونے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اسکو خریدا اور اسکو بھگوڑی پایا تو واپس کر سکتا ہی اور اگر دونون نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ مین اُسکے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہون پھر ایک گواہ نے اسکو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر بائع نے ہر عیب سے برائت کر لی تو اسمین عیب اور بیماریان سب داخل ہو جاوینگی اور اگر کل بیماریون سے برائت چاہی تو سب مرضون سے برائت ہوگی اور اسمین داغ اور زائد انگلی اور اُس زخم کا اثر جو اچھا ہو گیا ہی داخل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر ہر غائلہ سے برائت کر لی تو غائلہ کا لفظ چوری و بھاگنے اور فسق و فجور کو شامل[1] ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر ہر سیاہ دانت سے برائت کر لی تو اسمین سرخ اور سبز دانت بھی داخل ہو جاوینگے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اُسکے ہر قرحہ سے جو اسمین موجود ہو بریت کر لی تو اسمین وہ قرحہ جس سے خون جاری رہتا ہی داخل

---

[1] یعنے ایسی چیزون سے بری ہوگا ۱۲

ہو جائینگے اور ایسے زخمون کے نشان جو اچھے ہوگئے ہین داخل ہونگے اور داغ کے نشان داخل نہونگے کیونکہ داغ اور چیز ہے اور قرحا اور چیز ہی اور اگر کہا کہ مین اسکے سر کے ہر آمہ؎۱ زخم سے بری ہون پھر ناگاہ اُسکے سر مین موضحہ زخم نکلے تو موضحہ سے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے ہر حق سے جو تیری جانب ہے بری ہی تو اسمین عیوب داخل ہوجائینگے اور یہی مختار ہی اور درک داخل نہوگا (یعنی ضمان درک دینا چاہیے) یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اُسمین ایک شگاف مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس سے بری کیا پھر اسکے بعد مشتری بائع سے وہ کپڑا لینے آیا اور اُسکے شگاف کو دیکھکر کہا کہ یہ اتنا نہین ہی کہ جتنے سے مین نے تجکو بری کیا تھا وہ ایک بالشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہی تو اس باب مین قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی مین اسطرح اختلاف؎۲ ہوا تو مشتری کا قول لیا جائیگا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس مین موجود تھے بری کیا یا اُسکے عیبون سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہی تو بھی اُسکا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تجکو اس برص؎۳ کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ وہ نہین ہی یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہے تو بھی اُسی کا قول لیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے ہر عیب سے جو اسکی آنکھ مین موجود ہی برائت کرلی پھر ناگاہ وہ کانا نکلا تو بائع بری نہوگا اور اسیطرح اگر کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے جو اُسکے ہاتھ مین موجود ہی بری ہون پھر ناگاہ وہ ہاتھ کٹا ہوا پایا گیا تو بری؎۴ نہوگا اور اگر ایک اُنگلی یا دو اُنگلیان کٹی ہوئی ہون تو بری ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر دو اُنگلیان کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہین اور اُس سے بری نہوگا جبکہ برات ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہوا اور اگر تمام انگلیان مع آدھی ہتھیلی کے کٹی ہوئی ہون تو یہ ایک عیب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین بری ہون ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہی مگر بھاگنا اُسکا پھر مشتری نے اُسکو بھگوڑا پایا تو بائع اُس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ مین ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہی بری ہون مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنیکا اختیار رہیگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ مین اسکے ہر شے جو اسمین موجود ہی شگاف کی قسم سے بری ہون اور اُس کپڑے مین بہت شگاف تھے کہ اُنکو سی دیا تھا یا پیوند کردیا تھا یا رفو کردیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح

؎۱ آمہ وہ زخم سر جو کھوپڑی کی ہڈی تک پہونچا ہو اور موضحہ جس سے ہڈی کی سپیدی ظاہر ہو اسکی جمع مواضح ہے اور جس موضحہ مین پانچ اونٹ جرمانہ ہے وہ سر اور چہرہ کے ہین اور ان دونون کے سوائے دیگر موضحہ مین عادل پنچون کے کہنے کے موافق جرمانہ ہوگا ۱۲ م ؎۲ کمی دبیشی ۱۲ ؎۳ سفید داغ ۱۲

؎۴ قولہ بری نہوگا کیونکہ ہاتھ ہی موجود نہین ہی ۱۲

اگر اُس مین شگاف آگ کے جلنے کے ہون یا عفونت[1] تو بھی وہ ان سبسے بری ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام اِس شرط پر خریدا کہ اُسمین ایک عیب ہی پھر اُسمین دو عیب پائے اور بسبب موت یا اُسکے مانند کے اُس غلام کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمد رح کہتے ہین کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونون عیبون مین سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کرلے پس اُس غلام کو دونون عیبون کے ساتھ اندازہ کیا جاویگا اور پھر اسی غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہے اندازہ کیا جاویگا پھر جو فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ لے لیگا اور اسیطرح اگر اُسنے تین عیب پائے اور اُسکے پاس ایک اور عیب پیدا ہوجانے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبون مین سے جن دو عیبونکا نقصان چاہے واپس کرلے اور یہ امام محمد رح کے نزدیک ہی پس ایک بار اُس غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جسکا نقصان لینا نہین چاہتا ہی اندازہ کیا جاوے اور ایک بار اُس غلام کو مع تینون عیبونکے اندازہ کیا جاوے اور جو کچھ فرق ان دونون قیمتون مین ہو وہ واپس لیگا یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو غلام اِس شرط پر خریدے کہ ایک انمین کا عیب دار ہی پھر ایک کو عیب دار پایا تو اُس کو واپس نہین کرسکتا ہی اگر ایک مین دو عیب پائے تو اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اسیطرح اگر ہر ایک مین ایک عیب پایا تو اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہی اور اس صورت مین ایک بات پر غور کیا جائیگا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونونکو ایک ساتھ واپس کردے اور اگر قبضہ کرچکا ہی تو مشتری جس ایک کو چاہے واپس کردے اور یہ قول امام محمد کا ہی پس اُنکے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہی پس اگر اُسنے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اُسمین کوئی عیب معلوم نہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جانکر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیب دار پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ جس ایک کو چاہے واپس کردے پس اگر اُسنے اس غلام کے واپس کرنیکا قصد کیا کہ جسپر عیب جانکے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اُسکو واپس نہین کرسکتا ہی کیونکہ تونے اسکا عیب جانکر اسپر قبضہ کیا پس تو اسکے عیب پر راضی ہوچکا ہی تو بائع کے کلام پر التفات نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے دونونکا عیب جانکر پھر دونوپر قبضہ کیا یا ایک پر قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونون کے اختیار کرنے مین شمار ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مین ہر ایک عیب سے بری ہون تو ایسا کہنا اُس غلام کے اندر عیب ہونیکا اقرار کرنا نہین ہی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے ایک یا دو عیبون سے بریت کی شرط لگائی تو یہ بریت اُس عیب کے موجود ہونے کے اقرار مین شمار ہی اور بیان لکھا ہی اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہی اور دونون مشتری کو سپرد کردیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے مین عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا پس دونون غلامونکو صحیح وسالم مانکر ثمن اُن دونون پر تقسیم کیا جائیگا پس جو غلام کہ حقدار نے لیا ہی جب اُسکا حصہ معلوم ہوجاے تو اُسیقدر مشتری بائع سے واپس کریگا

[1] قولہ عفونت یعنے گل جانا ۱۲ م

اور اگر دو غلام ایک ہی ثمن مین اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہو پھر دونون مین سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام مین کہ جسکے ایک عیب سے برائت ہو چکی ہی ایک عیب پایا تو ثمن دونون پر تقسیم کیا جائیگا اس طرح کہ جو غلام حق دار کو کیا اُسکی قیمت صحیح و سالم کی اور اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونون قیمتون پر ثمن تقسیم کیا جاوے پس جب اُس غلام کا حصہ معلوم ہو جاے جو حق دار نے لیا ہی تو اسیقدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی ولیکن ایک عیب سے اُسنے بریت کر لی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اسمین دو عیب پائے اور کسی سبب سے اُسکا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اُس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اُس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام مین یہ نہ کہا تھا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہی کیونکہ ایسی صورت مین اُس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اُسکے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہی اور دونون پر قبضہ کر لیا پھر ایک مین چند عیب پائے تو اُنکو واپس کرنیکا اختیار نہوگا پس اگر اُسکے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلے تو اُسکا حصہ ثمن مشتری واپس کر لیگا پس دونون کو بے عیب مان کر ثمن اُنپر تقسیم کیا جائیگا اور اگر دونون کو اس شرط پر خریدا کہ بائع ایک کے سر کے تین زخمون سے بری ہی پھر مشتری نے ایک کے سر مین تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہوا پس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخمون کے ساتھ ثمن دونون پر تقسیم کیا جائیگا اور مستحق کا حصہ ثمن مشتری بائع سے واپس کر لیوے) یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور تیسرا شخص اُسکے عیبون کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اُسمین کچھ عیب پا کر واپس کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قیاس مین ضامن پر ضمانت نہوگی اور یہ عہدہ[1] پر ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ عیبونکا ضامن ہی اور یہ مثل ضمانت درک کے ہی استحقاق مین اور اسیطرح اگر مشتری کیواسطے کسی شخص نے چرایا ہوا ہونے اور آزاد ہونیکی ضمانت[2] کی پھر مشتری نے اُسکو آزاد یا چرایا ہوا پایا تو ضامن سے ضمانت لیگا اور اسیطرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونیکی ضمانت کی پھر مشتری نے اُسکو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا ثمن لے لیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب ادا کرنیکا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رح

---

[1] یعنے بیع کا عہدہ بائع پر ہی وہی اسکا عہدہ دار ہوگا نہ ضامن اور واضح ہو کہ ضمان درک کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص مشتری کے واسطے ضامن ہو کہ جو حادثہ بعد بیع کے بیع مین پیدا ہوگا اُسکا مین ضامن ہون ۱۲ منہ

[2] یعنی یہ غلام مسروقہ یا آزاد نہین ہی اُسکا مین ضامن ہون ۱۲ م

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ یہ جائز ہی پس اگر ثمن مین کوئی عیب پاوے تو بائع کو واپس کرے کہ اسکو اختیار ہوگا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن ضامن سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہی یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی

چھٹی فصل - عیبون سے صلح[لہ] کرنیکے بیان مین امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسکا ثمن ادا کر دیا پھر اُسمین کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری کے ساتھ فروخت (یعنے ثمن و دین ۱۲) کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درم شمردہ (یعنے گنے ہوئے) فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دے تو یہ صلح جائز ہی اور اگر عیب سے (یعنے صلح بانکار ۱۲) ایک دینار پر صلح کی پس اگر اس دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہی اور ادا کرنے سے پہلے جدا ہوگئے تو صلح باطل ہوگئی اور اگر مشتری نے اُس غلام کو فروخت کر دیا (یعنے صلح باقرار ۱۲) اور ثمن نقد لے لیا پھر اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُسکے بائع نے اس عیب سے چند درہمون پر صلح کی تو جائز نہین ہی پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مرگیا اور اُسنے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صلح باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون مین سے غیر معین ہوا اور ناپ یا تول بیان کر دی جاوے اور دونون قبضہ کر لین پھر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے (یعنے دین ہوا ۱۲) اور بائع سے صلح کر لے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہوئے تو یہ استیفاء ہی استبدال نہین ہی پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہی خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہوگیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہی پس جہان افتراق عین بدین پایا جاوے جائز ہی اور جس موقع پر افتراق دین بدین ہو وہان جائز نہین ہی اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزون مین سے معین ہوا اور دونون قبضہ کر لین اور پھر کسی قدر ثمن پر اُسکی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ میعادی ہو یا نقد ہو جائز ہی بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہی وہ تلف ہوچکا ہو اور اگر وہ تلف نہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن میعادی پر صلح جائز نہین ہی اور فی الحال ادا کرنیکی صورتین جائز ہین بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا وہ معین ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اور عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہی پس جو کچھ بائع سے اُسکے بدلے لیا ہی یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہی - وہ اُسکو واپس کر دیگا جبکہ اُسکی ملک مین زائل ہوجائے اور اگر اُسکی ملک سے نکل جانے کے بعد زائل ہو تو واپس نہ کریگا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب

ایک

لہ واضح ہو کہ عیب سے صلح کرنے مین یا تو بائع عیب سے منکر ہوگا یا مقر ہوگا اور ثمن یا غیر معین یعنی دین ہوگا جیسے درم و دینار اور کیل و موزون غیر معین یا ثمن معین ہوگا جیسے کیلی و موزون معین وغیرہ اور صلح یا ثمن کے موجود ہونے کی صورت مین واقع ہوئی یا بعد تلف ہونیکے واقع ہوئی اور علی ہذا القیاس ثمن کی جانب سے اور بدل صلح یا نقد دینا ٹھہرا یا میعادی اور افتراق بدل الصلح پر قبضہ سے پہلے ہوا یا بعد اور صلح یا ثمن کے بعض حصہ کے واپس کرنے پر ٹھہری یعنی کم کر دینے پر یا دوسری چیز خواہ نقد یا جنس یا میعادی ٹھہری اور انھین وجوہ کے باہم اختلاط کی صورتین و مسائل اس فصل مین مذکور ہین اور مترجم نے یہانتک تنبیہ کردی تو یقین ہو کہ اب مسائل کے سمجھنے مین بہت آسانی ہوا ور قیود الفاظ جو مترجم نے مرعی رکھے ہین اس سے بھی سمجھدار کو آگاہی ہوگی واللہ الموفق ۱۲ منہ

ایک درم پر صلح کی تو جائز ہے اگرچہ اُس مین کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کہا کہ مین نے تجھسے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر مشتری نے باندی کی آنکھ مین عیب لگایا اور بائع نے اُسکی آنکھ پر کچھ دے کر صلح کر لی تو جائز ہی اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا ہو اور محل عیب کا ذکر کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسوان حصہ گھٹا دے اور کوئی اجنبی بعوض گھٹائے ہوئے[1] کے ماسوائے کے لیوے اور اجنبی اسپر راضی ہو گیا تو جائز ہی اور مشتری کا گھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے کپڑا دھولایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ وہ دھوبی کے پاس کا ہے یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کر لی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کرے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درم دھوبی دے اور ایک درم مشتری اور بائع اسکو قبول کرے تو بھی جائز ہے بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہی کہ دھوبی پہلے ایک درم مشتری کو دے پھر مشتری اُسکو بائع کو دے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور فتاوی فضلی رحمہ اللہ مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس مین کوئی عیب پایا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ بائع اسقدر درم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہی اور اگر دونون نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اسقدر درم ادا کر دے اور باندی کو بائع لے لیوے تو جائز نہین ہے لیکن اگر مشتری اُس باندی کو اُسکا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اُس سے کم ثمن پر بائع کے ہاتھ فروخت کر دے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور ایسا ہی فتاوی قاضی خان مین ہے - کسی نے ایک کپڑا خرید کر اُسکی قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ اس مین کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہی پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ مین اس کپڑے کو لے لیتا ہون اور ثمن مین سے مشتری مجھسے کم لے تو یہ جائز ہی اور ثمن سے جسقدر بائع کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اُس نقصان کے شمار کیا جاویگا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے مین کر دیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کتاب اصل مین لکھا ہی کہ کسی شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اُسپر قبضہ کر لیا اور پھر اُس مین کچھ عیب لگایا اور پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو اُنچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہے اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اس مین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک وہ دینار اسکو حلال نہوگا اور مشتری کو واپس کر دینا واجب ہی اور امام ابو یوسف رح کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہین ہی اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہی پس اگر وہ عیب[2] ایسا ہی کہ اُسکا مثل نہین پیدا ہو سکتا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو

[1] یعنی بعد گھٹانے کے جو ثمن باقی رہا وہ دے کر لے لے ۱۲ [2] جیسے زائد اُنگلی ۱۲

بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہی اور اگر بائع نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چپ رہا تو چپ رہنا اور انکار کرنا دونوں کا حکم ایک ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا لیا اس شرط سے کہ وہ باندی پھیر لینا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کردے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونوں برابر ہین اور اگر بجاے کپڑے کے کچھ درہم ہوں پس اگر اسی مجلس مین اُن درہموں پر قبضہ ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ درم میعادی ادا کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہی اور اگر بجاے درم کے کچھ طعام تھا کہ جس کا وصف بیان کرکے اُسکے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی اور حال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اُسکے پاس کا ہی اور دونوں نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کرلیا اور عیب ایسا ہی کہ جس کا مثل پیدا ہوسکتا ہی تو یہ صلح جائز ہی اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو طعام باطل ہوگیا کیونکہ یہ معاوضہ دین کا دین سے ہی اور ثمن کے دینار اُس باندی صحیح کی قیمت پر اور اُسکی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جاوینگے اور جس قدر ثمن باندی کے مقابل آوے گا اسقدر مشتری کو واپس کردیگا اور جو کچھ نقصان کے مقابل آوے وہ رکھ لے گا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُس مین قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی مبیع کے ساتھ زیادتی مین شمار ہوگی تو وہ ثمن کہ جس سے غلام خریدا ہے وہ غلام اور باندی دونوں کی قیمت پر تقسیم ہوگا یہانتک کہ اگر ایک مین کوئی عیب پاوے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض واپس کردیگا اور اگر یہ صلح مشتری کے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واقع ہوئی تو باندی عیب کے بدلے شمار ہوگی یہانتک کہ اگر باندی مین کوئی عیب پایا تو ثمن مین سے جو حصہ غلام کے عیب کے عوض[1] ہی اسقدر پر باندی واپس کردیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے اُس مین کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر عیب سے صلح کرلی اور دونوں پر مشتری نے قبضہ کرلیا پھر دونوں غلاموں مین سے ایک کا کوئی حقدار نکلا تو جو غلام کہ حقدار نے لیا اُسکا حصہ ثمن مشتری واپس کریگا گویا اُسنے دونوں غلاموں کو ایکبار خریدا ہی اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کرلیا پھر اُس مین کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لیکر صلح کی اور ثمن ادا کردیا پھر خریدے ہوے غلام کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو دوسرے غلام کی صلح باطل ہوجائیگی یہ محیط مین ہی اور ایسا ہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر ایک مہینہ تک اپنی حاجت کے واسطے بائع کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط پر عیب سے صلح کی تو جائز ہے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہی کہ شہر کے اندر اُسکے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط کی ہو اور اگر شہر سے باہر سوار ہونے کی شرط کی یا شہر کے اندر یا باہر کا ذکر نہ کیا مطلق صلح کی تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے مشتری کے پاس سے مبیع کسی اُسکے حقدار نے لے لی اور اُس نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اُس کے بائع نے کچھ قلیل مال پر صلح کی تو اس بائع کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے پورا ثمن واپس کرلے یہ فتاوی صغری کے

[1] تو اسکا عوض لگا اور اسکے معلوم کرنیکی یہ صورت ہی کہ غلام کی قیمت سالم اور قیمت عیب دار پر ثمن تقسیم کیا جاوے جسقدر فرق ہو وہی حصہ عیب ہی تو یہی باندی کی قیمت ہوئی ۱۲ م

مسائل استحقاق مین لکھا ہی کسی مشتری نے باندی کے اندر عیب ہونے کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا پھر کسی قدر مال لیکر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کرے پھر یہ معلوم ہوا کہ اُس باندی مین یہ عیب نہ تھا یا تھا لیکن وہ اس عیب سے اچھی ہو گئی تو بائع کو اختیار ہی کہ مشتری سے وہ مال جو اُسنے صلح کے بدلے دیا ہی واپس کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ مین لکھا ہی اگر کسی مشتری نے باندی کی آنکھ مین سپیدی ہونے کا عیب لگایا اور بائع کے ساتھ اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری اُسکو ایک درم کم دیوے تو جائز ہی پھر اسکے بعد اگر سپیدی جاتی رہی تو درم بائع کو واپس کر دے گا اور اسی طرح اگر باندی کے حمل ہونے کا عیب لگایا اور بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درم کم دیوے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکو حمل نہ تھا تو مشتری پر درم واپس کرنا واجب ہی اور اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اُسکو کسی کے نکاح مین پایا اور بائع کو واپس دینا چاہا اور بائع نے کچھ درم دے کر اس سے صلح کر لی پھر باندی کے شوہر نے اُسکو طلاق بائن دیدی تو مشتری کو وہ درم واپس کر دینا واجب ہین یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکی قمیص قطع کرائی اور اُسکو سلایا پھر اُسکے بعد خواہ فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ اُسکے کسی عیب پر مطلع ہوا یا عیب ظاہر ہونے کے بعد اُسکو فروخت کر دیا پھر اس عیب کے عوض چند درم لیکر صلح کر لی تو صلح جائز ہی اور اسی طرح اگر اُسکو سُرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہانتک کہ عیب سے صلح کر لی تو بھی جائز ہی اور اگر اُسکو قطع کرایا اور نہ سلایا یہانتک کہ اُسکو فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کر لی تو صلح صحیح نہین ہی اور سیاہ رنگنا امام اعظمؒ کے نزدیک فقط قطع کرنے کے مانند ہی اور صاحبین کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی کسی نے ایک گدھا خریدا اور اُس مین کوئی قدیمی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا پھر دونون مین ایک دینار پر صلح کرا دی گئی پھر اُس مین دوسرا عیب پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ گدھا مع دینار کے واپس کر دے یہ قنیہ مین لکھا ہی منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک کر گیہون دس درم کو خریدے اور کر پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ کر مین اتنا عیب پایا کہ دسوین حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک کر جو معین دینے پر اس سے صلح کی تو یہ جائز ہی اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہونگے اور اگر کر جو کا غیر معین ہو اور اُسکا وصف بیان کر کے اُسکی میعاد مقرر کی جاوے تو صلح باطل ہی کیونکہ یہ صورت بمنزلہ ایسی بیع سلم کی صورت کے ہی کہ جس مین راس المال ادا نہ کیا گیا ہو پس اگر اُسنے دسوان حصہ ثمن کا دیدیا اور کہا کہ یہ ایک کر جو کا حصہ ہی تو جائز ہی اور جو سلم مین ہو جاینگے اور اسیطرح اگر اُسکو پورا ثمن دیدیا تو بھی جائز ہی اور اگر اُسکو دسوان حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہی تو جو کچھ ادا کیا ہی وہ منجملہ ثمن کے ہوگا تو دسوان حصہ کر شعیر کا ثابت ہوگا اور نو دسوین حصہ باطل ہو جاینگے یہ محیط مین لکھا ہی

سلہ قال المترجم وذلک لانہ لما جعل النقد من جملۃ الثمن ای عشرہ صار ما ادی من کر الشعیر عشرہ لان کل درہم من العشرۃ عشر الثمن وفیما عشر الدرہم وہو حصۃ الشعیر فیکون فی درہم واحد عشر من الشعیر فثبت قدر ما ادی علی وجہ السلم وبطل الباقی لانہ صار بمنزلۃ سلم لم یدفع راس مالہ فلیتامل ۱۲ منہ

ساتوین فصل وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شری کے بیان مین اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اُسکا عہدہ اُسکے ذمہ ہی اور عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کیا جاویگا - اگر کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا (ضمان درک ۱۲) اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اُس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوا ے ثمن کے ایک ہزار درم کا قرضدار ہو کر مر گیا اور سوا ے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اُس غلام مین کچھ عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرض خواہ اُس تصرف کو نہین توڑ سکتا ہی اور وصی بائع سے آدھا ثمن لیکر قرضخواہ کو دے گا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اُسنے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہانتک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہوا تو اُسکو واپس نہ کر دے گا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونون کو تقسیم کر دیگا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہو گا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد اور اگر قاضی واقف نہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دے گا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائے گا پس اگر دوسرے قرض خواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جس کو غلام واپس دیا گیا ہی مختار کیا جائے گا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرض خواہ کو غلام کا آدھا ثمن دیدے پس ثمن دونون کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی واپس کر دے تاکہ دونون کے قرضہ مین فروخت کیا جاوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اُس مین کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو یا اُسنے اُسکو آزاد یا مدبر کر دیا ہو یا باندی کی صورت مین اُسکو ام ولد بنا لیا ہو تو بائع کو آدھا ثمن ادا کرنا متعین ہو کر ضرور ہو گا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اُسکے ثمن سے اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹوٹا اُٹھاتے ہین تو وہ عفو کر دی جائیگی اور اگر اسقدر زیادہ تھی کہ لوگ اُسکو نہین اُٹھاتے ہین تو عفو نہ کیجاوے گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنے صحت مین ہزار درم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ بیمار ہوا اور اُسپر ایک ہزار درم قرض تھے پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور بدون قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اُسنے اقالہ کر لیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو جو کچھ اُس نے کیا ہی سب صحیح ہو گا اور اگر مرض سے اچھا نہوا اور مر گیا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم ہی اور سوا ے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو اُسکا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہو گا کہ جب اُسنے غلام قاضی کے بدون حکم کے واپس کر دیا تھا یا اُسنے بیع کا اقالہ کر دیا تھا اور غلام کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر یا اُس سے کم تھی - اور اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہانتک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت مین قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کر دیگا خواہ دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہو یا نہو پس اگر مشتری اپنی بیماری مین وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مر گیا تو اُسکا حکم مثل وصی کی اس صورت کے حکم کے ہی کہ

جب اُسنے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرضخواہ کے قرض سے واقف نہوا تھا لیکن اتنا فرق ہی کہ اس صورت مین اگر غلام کی قیمت اُسکے ثمن سے زیادہ ہوگی تو بائع مختار نہ رہے گا بلکہ واپسی توڑدیجائیگی اور غلام فروخت کردیا جائیگا اور اُسکا ثمن دونون کو آدھا آدھا تقسیم کردیا جائے گا اور اگر بائع نے کہا کہ مین غلام لیئے لیتا ہون اور آدھی قیمت دیتا ہون تاکہ محاباۃ[1] رفع ہو تو یہ اختیار اُسکو نہو گا یہ محیط مین لکھا ہی بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اُس سے عیب کے باب مین جھگڑا کیا گیا اور اُسنے مبیع کو بدون حکم قاضی کے قبول کیا تو مبیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور موکل کے ذمہ نہوگی اور مبیع وکیل کی ہوجائیگی اور اُسکو یہ اختیار نہو گا کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر اس مین جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہی تو اُسکے گواہ قبول نہ کیے جائینگے اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہی اور اگر وہ عیب قدیمی ہو کہ جسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی تو عامۂ روایات بیوع و رہن و وکالت و ماذون مین یہ مذکور ہی کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہی صحیح ہی اور اسی کو فقیہ ابو بکر بلخی نے لیا ہی - اور اگر واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو موکل کو لازم ہوگی خواہ عیب قدیمی ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہی اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی تو یہ واپسی موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات پر گواہ قائم کردیے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہی تو وہ شئے قاضی موکل کو واپس کردیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر وکیل کے پاس گواہ نہون تو اسکو اختیار ہی کہ موکل سے قسم لیوے پس اگر وہ قسم سے باز رہا تو قاضی اُسکو واپس کردے گا اور اگر اُسنے قسم کھالی تو وہ شئے وکیل کے ذمہ پڑیگی اور یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر مکاتب یا ایسا غلام ہو کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا جھگڑا انھین دونون کے ساتھ رہے گا اور وہ دونون اپنے مولے پر رجوع نہین کرسکتے ہین ولیکن وہ غلام کہ جسکو تجارت کی اجازت دی گئی ہی اس ثمن کے عوض فروخت ہوگا اور مکاتب کے ذمہ قرض لازم ہوجائیگا یہ محیط مین لکھا ہی - عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہی اور اسی کو واپس بھی دیا جائیگا تاوقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عہدۂ وکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عہدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسطرح کہ مجور غلام ہو یا لڑکا مجور رہو تو موکل کو واپس کیا جائیگا پس اگر وکیل اس عہدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مرگیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو موکل کو واپس کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے

[1] یعنی واپسی مین جو محاباۃ لازم آئی ہی کہ زیادہ قیمت کی چیز بعوض کم ثمن کے واپس ہوتی ہے ۱۲ منہ

واسطے ہزار درم کو خرید ا اُسنے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجھکو میرے ہاتھ فلان شخص کے واسطے ہزار درم کو فروخت کردے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اُس نے غلام مین کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اُسکی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور وہی غلام اُس مین والی خصومت ہوگا اور خود غلام کو بدون حکم کرنے والے کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی مؤکل کے واسطے خریدی اور اُسکو مؤکل کے سپرد نہ کیا یہانتک کہ اس مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے خواہ مؤکل حاضر ہو یا غائب ہو اور مؤکل کو سپرد کردینے کے بعد اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے لیکن اگر مؤکل حکم کردے تو ہوسکتا ہے پس اگر پہلی صورت مین بائع نے یہ دعوے کیا کہ مؤکل اس عیب پر راضی ہوگیا ہے اور مؤکل وہان موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا مؤکل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کردی پھر مؤکل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اگر بائع نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول کیے جاوینگے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہوگیا ہے تو اُس کا اقرار صحیح ہے یہانتک کہ اُسکو جھگڑا کرنے کا حق باقی نہ رہے گا کذا فی فتاوی قاضی خان - اور اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کردیا تو اُسکے اقرار کی اُس کی ذات پر تصدیق کیجاویگی اور مبیع اُس کے ذمہ پڑے گی لیکن اگر مؤکل لینے پر راضی ہوجاوے یا اس بات پر گواہ قائم ہون کہ موکل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو موکل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور اگر اس مسئلہ مین خرید کے وکیل کی جگہ عیب مین خصومت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعوے کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہوگیا ہے تو وکیل کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہوگا یہان تک کہ مؤکل خود حاضر ہوکر قسم[1] کھاوے یہ محیط مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُسکو موکل کے سپرد کردیا اور موکل نے اُس مین کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کردے پھر وکیل بائع کو واپس کرے گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اُس مین قبضہ سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کردیا تو جائز ہے اور مبیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو کذا فی الخلاصہ جس شخص نے وکیل سے خریدا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کریگا اگرچہ ثمن موکل کے پاس پہنچ گیا ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہے - خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خریدا جسکے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اُسکے عیب پر واقف ہوا

[1] کہ مین راضی نہین ہوا ١٢

تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اُسنے واپس کر دیا تو واپس ہو جائے گا اور اگر عیب پر راضی ہو گیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو بیع موکل پر نافذ ہو گی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہو گی اور یہ استحسان ہے ولیکن اگر موکل راضی ہو جائے تو بیع کا نفاذ اُسی پر ہو گا یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے موافق اگر مبیع مع عیب کے اس قدر ثمن کے جس کے عوض خریدی گئی ہے برابر ہو اور وکیل اُسپر راضی ہو جائے تو مبیع موکل کے ذمہ پڑے گی اور زیادات مین ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہو گیا تو مبیع موکل کو لازم ہو گی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہوا تو وکیل کے ذمہ پڑے گی موکل کو لازم نہو گی اور اُس مین تفصیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہین ہے اور صحیح وہ ہے کہ جو منتقی مین مذکور ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ مین اس عیب پر راضی نہین ہوتا ہون پھر وکیل اُس پر راضی ہو گیا تو موکل کو اختیار ہے کہ مبیع اُسکے ذمہ ڈالے یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہے۔ منتقی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اور یہ معلوم نہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہے یا اُسکے بعد ہے پھر اُسنے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اُسکو اختیار ہے کہ وکیل کو واپس کر دے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کہ یہ غلام بھگوڑا ہے بیع کرنے سے پہلے سُنا تھا پھر وہ غلام اُس سے خرید کیا تو اُسکو یہ اختیار نہو گا کہ وکیل کو واپس کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر وکیل سے خریدنے والے شخص نے غلام مین کوئی عیب پایا تو اپنا ثمن وکیل سے لیگا اگر اُسکو ادا کر چکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو موکل سے لیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس مین عیب پایا اور اُسکو پہلے مشتری کو واپس کر دیا پس اگر اُس نے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہے تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تھا پھر پہلے مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپسی بتقضائے قاضی بگواہان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہے اور بتقضائے قاضی باقرار عیب کے معنی یہ ہین کہ مشتری اول نے اقرار سے انکار کیا پھر وہ اقرار بگواہ ثابت کیا گیا اور اگر اُسکو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ جو عیب ایسے ہین کہ پیدا ہو سکتے ہین جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہین پیدا ہو سکتے ہین جیسے زائد انگلی دونون کا حکم یکسان ہے یہ کافی مین لکھا ہے منتقی مین مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے دونون جُدا ہو گئے پھر اُس دار مین کوئی عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ دار اپنے بائع کو واپس کر دے اور

اگر دونون جدا نہوے اور ان دونون نے بیع سلم توڑ دی تو بھی اُسکو یہ اختیار ہی کہ بائع کو واپس کردے اور یہ حکم ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عقار کی بیع اُنکے نزدیک ناجائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسے سو دینار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کرکے پچاس دینار ثمن مین زیادہ کردیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دیدی پھر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسی بائع کو واپس کردیا تو اپنا ثمن اور زیادتی واپس کرے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے بائع کو واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر بائع اور مشتری دونون نے دوبارہ از سر نو پہلے ثمن سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا ہوسکتا ہے یا نہین ہوسکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر دوسرے مشتری نے ثمن مین ایک معین اسباب بڑھایا پھر اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کردیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کرسکتا ہی اور اگر دوسرے مشتری نے غلام مین کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہوگیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائیگا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک مین آجائیگی پس اگر دوسرے مشتری نے اسکے بعد غلام مین کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کردیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہی کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کردے اور اگر وہ اسباب تلف نہوا لیکن مشتری نے تہائی غلام مین بیع کا اقالہ کرلیا پھر باقی مین عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کرلیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے - تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصومت پر عزم کیا اور قسم کھالی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام مین کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ بائع اول کو واپس کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور مشتری کو جب یہ بات معلوم ہی کہ وہ بیع کے دعوی کرنے مین صادق ہی تو اُسکو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک پھیر کر واپس کرنے کی گنجایش نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس بات کا عزم کیا کہ مین اگر کبھی گواہ بھی لاؤن گا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کرونگا تو اللہ کے نزدیک بھی اسکو واپس کرنے کی گنجایش ہی - یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اسی صورت مین

اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونیکی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلجیہ کے تھی یا اس مین خیار شرط یا خیار رویت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہو اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونون نے اسبات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط تھی پھر اُسکو خیار والے نے توڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہین کر سکتا ہو اور اگر دونون نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونون اپنے اس اقرار سے یون پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہین کیا ہو تو قاضی ان دونون کا انکار بیع کے فسخ مین شمار کریگا یہانتک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھنے یا آزاد کرنیکا ارادہ کرے تو صحیح نہوگا اور دوسرا بائع پہلے بائع کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور اُسمین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہو کہ مین نے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ فلان شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اِس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ہو اور وہ شخص موجود تھا لیکن دونون خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہین کر سکتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو خریدا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے وہ تجھکو ہبہ کر دیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو ہبہ کر دیے اور اُسنے اپنے قبضہ مین لے لیے پھر مشتری یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہو اُسنے غلام مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہے کذا فی القنیہ

نوان باب اُن چیزون کے بیان مین جنکی بیع جائز ہو اور جنکی بیع جائز نہین ہو اور اس مین دس فصلین ہین

فصل اول دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمنون کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جدا ہو جانیکے عقد کے باطل ہو جانے کے بیان مین - دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہو جبکہ دونون بدل پر حقیقۃً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقۃً اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونیکے بعد دونون شخص مجلس سے جدا ہون خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہو اور دونون بدل پر حقیقۃً قبضہ ہونیکی یہ صورت ہو کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دونونکے حضور مین درم و دینار موجود نہ تھے پھر دونون اُسی مجلس مین ایک دوسرے کو ادا کرکے جدا ہوے تو یہ بیع جائز ہو اور اسیطرح اگر پیسے یا طعام بعوض درہمون کے خریدا اور یہ بیع صرف نہوئی اور یہ چیزین اُن دونون کے حضور مین موجود نہ تھین پھر اُسی مجلس مین دونون ایک دوسرے کو ادا کرکے جدا ہوے تو جائز ہو اور دونون بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے اور اُسکا اُسپر ایک دینار قرض تھا

پھر ہر ایک نے اپنا قرض بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا یہانتک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہوا اسیطرح پر کہ کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور ایک بدل پر حقیقۃً اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونیکی یہ صورت ہے کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درم قرض تھے پس اس قرضدار نے ان قرض کے درہمونکو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اسیطرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گیہوں قرض تھے پھر اُن گیہوؤں کے قرضدار نے ان گیہوؤں کو چند درم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے تو جائز ہے اور صلح الفتاوی مین مذکور ہے کہ اس گیہوں کے مسئلہ مین بیع جائز نہوگی اگرچہ درم اسی مجلس مین ادا کر دیوے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح الفتاوی مین مذکور ہے یہ اُس صورت پر محمول ہے کہ وہ گیہوں اُس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر یہ گیہوں بطریق قرضہ کے ہوں یا کسی بیع کا ثمن ہوں تو جس طرح ہمنے ذکر کیا ہے بیع جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر فقط ایک بدل پر حقیقۃً یا حکماً قبضہ ہونیکے بعد دونوں جدا ہو جاوین پس اگر اُس ایک بدل پر حقیقۃً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہوے تو سواے بیع صرف کے اور بیع مین جائز ہے اور بیع صرف مین جائز نہین ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار دس درم کو خریدا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درم سپرد نہ کیے یا دس درم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یہانتک کہ دونوں جدا ہوگئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پیسے یا طعام بعوض درہموں کے خریدا یہانتک کہ بیع صرف نہ واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقۃً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہوے تو بیع جائز نہین ہے خواہ بیع صرف ہو یا نہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اس دینار کے قرضدار نے اسکو دس درم کو مول لیا یہانتک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل ہے اور اسیطرح اگر اُسکے پیسے یا طعام قرض تھا اور اس پیسے یا طعام کے قرضدار نے چند درہموں کو خریدا اور درم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور ایسی فصل کا یاد رکھنا واجب ہے حالانکہ لوگ اُس سے غافل ہین کذافی الذخیرہ کسی نے دوسرے سے ہزار درم بعوض سو دینار کے مول لیے اور درہموں کے خریدار نے دینار ادا کر دیے اور درم بیچنے والے نے درہموں کو نہ ادا کیا اور اس درم بیچنے والے کے درم خریدنے والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درم قرض تھے پھر اُس درم بیچنے والے نے اُسکے خریدار سے کہا کہ میرے قرضہ کے ہزار درم جو تجھپر واجب ہین اس عقد صرف مین جو درم مجھپر واجب ہوے ہین انمین بطور مقاصہ لگا لے اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف ہمارا نا جائز ہے اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد بسبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اُسکے مقاصہ کر لینے مین

اختلاف ہے مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار اُسکو ادا کردیا اور درہمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اِس درم خریدنے والے نے درم فروخت کرنے والے سے جو مثل اِتنے درہمون کے ایک کپڑا خریدا پھر درہمون کے بائع نے درہمون کے مشتری سے یہ کہا کہ جو میرے درم تجھپر اِس کپڑے کے عوض واجب ہوئے اُنکو تو ان درہمون مین لگالے جو تیرے درم مجھپر بیع صرف کی وجہ سے واجب ہوئے ہین اور دونون اسپر راضی ہوگئے تو ابو سلیمان کی روایت مین مذکور ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور زیادات مین بھی اسیطرف اشارہ ہے اور ابو حفص رح کی روایت مین مذکور ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک معین پیسہ دو معین پیسون کے عوض بیچا تو معین ہونیکے سبب سے بیع جائز ہے یہانتک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہوجاوے تو بیع باطل ہوجاویگی اور اگر دونون مین سے کوئی شخص اسکے مثل ادا کرنا چاہے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک غیر معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسونکے فروخت کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ دونون اسی مجلس مین قبضہ کرلیوین اور اگر ایک معین پیسہ دو غیر معین پیسونکے عوض بیچا یا اسکا اُلٹا کیا تو جائز نہین تا وقتیکہ جو قرض ہے اُسپر اُسی مجلس مین قبضہ نہو جاے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امام اجل شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسونکا مذکور ہوا وہی حکم بخارا کے درہمونکا ہے یعنی غطارفہ کا اور ایسا ہی حکم رصاص اور ستوق کا ہے اور مشائخ نے کہا ہے کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ یہانتک کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعوض دو عدالی وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر ہاتھون ہاتھ لین دین ہوا تو جائز ہے یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر چند پیسون کو بعوض درہمون کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونون مین سے خیار حاصل ہے اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر خیار دونون مین سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور قدوری نے بھی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کچھ پیسے بعوض پیسون کے اس شرط پر خریدے کہ دونون کو خیار حاصل ہے اور دونون قبضہ کرکے جدا ہوگئے تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک کے واسطے خیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہے قدوری نے کہا کہ واجب ہے کہ یہ قول امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح دونون کا ہو اور مراد قدوری کی یہ ہے کہ جب خیار ایک کا ہو تو دونون کے نزدیک بیع جائز ہونی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسونکے عوض خیار کی شرط پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر بعوض چند غیر رائج پیسون کے ایسے مقام پر خرید کی جہان اُن پیسونکا رواج نہین ہے پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہے اور اگر معین نہ تھے تو جائز نہین ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک کر طعام قرض لیا اور اسپر قبضہ کرلیا پھر قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ کر جو اُسپر قرض ہے سو درم کو خرید لیا تو جائز ہے اور اس قرض دینے والے پر قرض لینے والے کا اُسی کر کے مانند دوسرا کر واجب ہوگا پس اُسکی خرید صحیح ہے بخلاف اس صورت کے

کہ اگر کُر کے قرض دار کے سوا دوسرے شخص نے وہ کُر خریدا تو جائز نہین ہی اور جب اُس صورت مین خرید جائز ہو گئی پس اگر اُن سو درمون کو اسی مجلس مین نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہو گئی اور اگر قبضہ کرنیسے پہلے دونون جدا ہو گئے تو خرید باطل ہو گئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر قرض لینے والے کا قرض دینے والے پر بھی کوئی کُر گیہوؤن کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونون مین سے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے قرضہ کے خریدا اور دونون جدا ہو گئے کیونکہ ایسی صورت مین بیع جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہوا امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قرضہ کا کُر گیہوؤن کا قرض لینے والے کی ملک نہوگا جبتک کہ بعد قبضہ کے وہ اُسکو نابود[1] نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہین ہی پس خرید صحیح نہوگی اور جب اُسنے اُسکو نابود کر دیا پھر اب اُس سے خریدا تو بلا اختلاف خریدنا صحیح ہی پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے سو درم اسی مجلس مین ادا کر دیے پھر اُس قرضہ کے کُر مین کچھ عیب پایا تو اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی بلکہ ثمن مین سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر وہ کُر قرض کہ جسپر قبضہ ہو چکا ہی تلف[2] ہو گیا ہو تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہی لیکن پہلی صورت مین اختلاف ہوگا اور دوسری صورت مین اجماع ہوگا۔ اور اسیطرح ہر ناپ یا تول کی چیزون مین سوا درم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہون تو یہی حکم ہی اور اگر قرض لینے والے نے اُس کُر کو جو اُسپر قرض ہی اُسی کے مانند دوسرے کُر کے عوض خریدا تو خرید جائز ہی بشرطیکہ یہ کُر عین نقد ہو اور اگر دین[3] ہوگا تو جائز نہین ہی لیکن اگر اُسی مجلس مین قبضہ ہو جاوے تو جائز ہوگا پس اگر قرض لینے والے نے قرض مین کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اُسکو واپس نہین کر سکتا اور نہ اُسکا نقصان عیب لے سکتا ہی اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوے کُر کو بعینہ خریدا حالانکہ اُسپر اُسکا قبضہ ہو چکا ہی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک خریدنا صحیح نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہی اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اُسی کو خرید لیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر صحیح نہین ہی[4] یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہین اور اُسنے اُن پر قبضہ کر لیا پھر اُس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درم بعوض دس دینار کے خریدے تو صحیح ہی پھر جبکہ یہان بالاتفاق خرید صحیح ہو گئی پس اگر اُسنے دینار اسی مجلس مین ادا نہ کیے اور دونون جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر دینارون پر اسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو بیع پوری ہو گئی پس اگر قرض لینے والے نے وہ قرض کے درم زیوف یا نبہرہ پائے تو اُنکو واپس نہین کر سکتا اور نقصان عیب بھی نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر کسی شخص کے پاس دس درم ثابت تھے اور اُسنے کسی شخص کے

[1] نابود کرنے سے یہ مراد ہی کہ کسی طور سے خواہ انتفاع حاصل کر کے یا کسی اور طور سے اُسکو معدوم کرے ۱۲ منہ [4] یعنی اگر تلف نہ ہوا ہو ۱۲ منہ
[2] جبکہ تلف ہو چکا ہو ۱۲ منہ [3] قولہ دین یعنی وصف بیان کر کے اپنے ذمہ ٹھہرایا ہو ۱۲ م [5] کیونکہ اسکی ملک ہو چکا ہی ۱۲ م

ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہمون کے عوض فروخت کرنا چاہے تو بیع جائز نہوگی اور اگر اُس کے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے تو حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درم پر قبضہ کراکے پھر دو درم اُس سے معاف کرالے یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعوی کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہے اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز سو دینار کو خریدی پھر باہم دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین آتا تھا تو بیع باطل ہے خواہ وہ دونون جدا ہوے ہون یا نہوے ہون اور اگر درم یا دینار یا پیسے اپنے دعوے مین بیان کیے اور اُن کو مدعا علیہ نے بعوض درہمون کے خریدا اور درم ادا کر دیے پھر دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہین جاہیے تھا پس درم اور دینار کی صورت مین اگر دونون جدا نہوئے اور اُسی مجلس مین جو خریدا ہے اُسکے مانند لیا تو بیع ہو جائیگی اور اگر مجلس سے جدا ہوگئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور پیسونکی صورت مین عقد بیع باطل نہوگا اگرچہ جس چیز کو خریدا ہے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہوگئے ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ایک بڑا درم بعوض چھوٹے درم کے یا ایک جیّد درم بعوض ردی درم کے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ اسمین اُن دونون کی کوئی ٹھیک غرض ہے لیکن اگر دونون درم مقدار اور صفت مین برابر ہون تو بعضون نے کہا ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ بیع ناجائز ہے اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب مین اشارہ فرمایا ہے اور امام ابو احمدؒ حاکم[1] اسی پر فتوے دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہے۔ سکے کے درم تین طرح کے ہوتے ہین ایک یہ کہ دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو یا تین چوتھائی پیتل اور چوتھائی چاندی ہو یا پانچ چھٹا پیتل اور چھٹا چاندی ہو یا پیتل ہی اسمین اکثر ہو اور دوسری قسم اسکی یہ ہے کہ دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یا تین چوتھائی چاندی اور چوتھائی پیتل ہو یا چاندی ہی اسمین اکثر ہو اور تیسری قسم یہ ہے کہ پیتل اور چاندی برابر ہو آدھا یہ اور آدھا وہ پس پہلی قسم کے درم دو مختلف چیزین پیتل اور چاندی کے حکم مین گنے جائینگے اور دونون مین سے کوئی چیز کسی کی تابع نہوگی اور ہر ایک کا حکم علیحدہ اعتبار کیا جائیگا اور اگر اس قسم کے درہمون سے خالص چاندی یا جو چیز خالص چاندی کے حکم مین ہے خریدی پس اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہے کم ہو یا علیحدہ چاندی کا وزن اِس چاندی سے جو درہمون مین ہے برابر ہو یا اُسکا وزن معلوم نہو تو ہمارے علما کے نزدیک بیع جائز نہوگی۔ اور اگر خالص چاندی کا وزن اُس چاندی سے جو درہمون مین ہے زیادہ ہو تو بیع جائز ہوگی اور چاندی کے مقابل چاندی ہو جاویگی اور خالص چاندی مین جو زیادتی ہے وہ پیتل کے مقابلہ مین ہو جاویگی اور ایسی بیع مین بیع صرف کی شرطین معتبر ہونگی یہانتک کہ اگر کوئی شرط اُنکی شرطون مین سے رعایت نہ کی گئی تو بیع صرف فاسد اور پیتل کے حق مین بھی باطل ہو جاویگی

[1] حاکم بعض نے فرمایا کہ حاکم نقدہ ہے کہ سو الاکھ جزئیات یاد رکھتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ جمیع پر حاوی ہو دبالجملہ تعریف مختلف ہے جیساکہ حاکم حدیث کی تعریف مین اختلاف ہے مفصلہ فی التہذیب ۱۲ منہ

اور اگر ایسے قسم کے درہمون سے سونا خریدا تو ہر طرح جائز ہی مگر بیع صرف کی شرطون مین سے اگر کوئی
شرط فوت ہوئی تو بیع صرف باطل ہوگی اور پیتل کی بیع بھی باطل ہو جاویگی اور اگر اس قسم کے
درہمون مین بعض کو بعض کے ساتھ فروخت کیا تو برابری کے ساتھ یا بڑھتی کے ساتھ ہر طرح جائز
ہی اور دونون پر قبضہ کر لینا اس بیع کی شرط ہے ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسے درہم کہ جسمین
اکثر میل ہی اور کم چاندی ہی بعوض اسی جنس کے درہمون کے خریدے اور دونون مین سے ایک
اُدھار رکھے گئے تو بیع جائز نہین ہی اگرچہ یہ درہم رائج ہون اور اسی طرح اگر دو مختلف
جنسون کے ہون اور ایک بدل اُدھار رکھا جاے تو بیع جائز نہوگی اور اسیطرح جنکو ادا کیا ہی
اگر وہ درہم رائج ہون اور جو اُدھار ہین وہ غیر رائج ہون تو بھی جائز نہین ہے یہ عتابیہ مین
لکھا ہی۔ اور دوسری صورت کے درہمون مین کہ جنکے میل مین چاندی غالب ہی اسطرح کہ دو ثلث چاندی
اور ایک ثلث پیتل ہی اور وہ خالص چاندی کے بدلے فروخت ہوئے تو برابر برابر کے
سوا ے جائز نہین ہی کذا فی الذخیرۃ۔ اور اسیطرح بعض درہم اس قسم کے اگر اسی قسم کے بعض کے
ساتھ فروخت ہون تو سواے برابر برابر کے جائز نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور تیسری صورت
کے درہمون مین کہ جسمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہی اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہوے
پس اگر وہ چاندی جو درہمون مین ہی پیتل سے زائد ہی تو انکی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر
برابر جائز ہی اور اگر چاندی غالب نہو بلکہ پیتل اور چاندی ٹھیک برابر ہون تو انکا حکم پہلی قسم کے
حکم کے موافق ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور ان درہمونکے عوض بیع کرنا یا انکا قرض دینا جائز نہین ہی مگر وزن
ہی کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت مین انکی طرف اشارہ کر دیا گیا تو پیمانکی مقدار اور وصف کا بیان
ہو جائیگا جیسا جید کی طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہی ہوتا ہی۔ اور اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درہم تلف
ہو جائین تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرف مین ان درہمو کا حکم اُن درہمونکے مانند ہی کہ جنمین میل اکثر ہے
یہانتک کہ اگر ان درہمونکو انکی جنس سے فروخت کیا جاوے تو اعتبار کے ساتھ جائز ہی اور اگر خالص چاندی
کے عوض فروخت کیا جاوے تو جائز نہوگا تاوقتیکہ خالص چاندی درہمونکی چاندی سے زائد نہو یہ نہر الفائق
مین لکھا ہی۔ جامع مین ہے کہ اگر درہمون مین دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اسکے عوض کسی
شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال مین جائز ہی اور یہ درہم متعین نہون گے اور اگر ان
درہمون مین سے چند درہمون کے عوض بدون معین کیے ہوے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درہم انکے
درمیان مین وزن کے حساب سے ہین تو ایسی بیع مین کچھ خیر نہین ہی اور اگر انکو معین کرکے گنتی سے

۱ه خواہ از جانب مشتری یا از جانب بائع ۱۲ م ۲ه یہ چاندی کے حکم مین ہین ۱۲ م ۳ه یعنے خرط نہ کہرکا اعتبار ہوگا ۱۲ م ۴ه شاید
مراد یکروہ ہی اور یہی غالب استعمال ہی واللہ اعلم وقولہ فیما بعد کچھ خوف نہین ہی یا کچھ ڈر نہین ہی مراد یہ ہی کہ غیر جائز ہی ۱۲ منہ

خرید اتو اسمین کچھ خوف نہین ہی اگرچہ لوگونین اُنکے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر اسکے بعد اگر انکے سوا دوسرے درم ادا کیے تو ان درہمون کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انہین درہمون کو ادا کیا تو بدون وزن کے ادا کرنا صحیح ہی جیسا کہ خالص درہمون مین ہوتا ہی اور اگر ان درہمون کو معین کیا اور اُنکا شمار رکھدیا اور کہا کہ مین نے تجھسے یہ اسباب بعوض اتنے درہمون کے خریدا کہ انکا اتنا وزن ہی - اور لوگون مین انکے ہموزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی تو یہ وزن پر رہیگا[1] اور اگر لوگون مین ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر اُن کو بدون وزن کیے گنتی کی راہ سے اُن کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہی اگرچہ انہین ہلکے اور بھاری ہون یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر درم اس قسم کے ہون کہ اُسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو یہ درم بمنزلہ زیوف اور نبہرہ کے ہین اور اگر انکے عوض کوئی چیز خریدی پس اگر یہ درم اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید جائز نہین ہی مگر وزن کی راہ سے جائز ہی جیسا کہ کُل کھوٹی چاندی ہونیکی صورت مین جائز ہوتی ہی اور اگر درہمون کو اشارہ سے معین کردیا تو بدون وزن کرنے کے انکے عوض خرید کرنا جائز ہی اور اگر درہم ایسے ہون کہ اُنمین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو انکا حکم بالکل ان درہمونکے مانند ہی کہ جن مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایسے درہمونکے ساتھ کوئی اسباب خریدا پھر ان درہمونکا رواج جاتا رہا اور لوگون نے ان درہمونکے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظم کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی پھر غور کیا جاوے گا کہ اگر مبیع بعینہ موجود ہی تو بائع اسکو لے لیگا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو مشتری اسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور صاحبین نے کہا کہ بیع جائز رہیگی لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمد رح کے نزدیک اُس آخر دن مین جو قیمت تھی کہ جبتک لوگون نے ان درہمون کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر پیسونکے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان پیسون کا رواج جاتا رہا تو اسمین بھی اسی قسم کا اختلاف ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور عیون مین شرط مذکور ہی کہ ناروا جی تمام ملک مین ہو اور اگر بعض شہر مین ہو اور بعض مین نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل نہوگی اور شارح نے کہا کہ یہ جو عیون مین مذکور ہی امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسا نہین ہی اور واجب ہی کہ بسبب ناروا جی اُسی شہر کے کہ جسمین بیع واقع ہوئی ہی بیع منتقض ہو جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر کسی نے دوسرے ایک کپڑا بعوض چند معین درہمون کے جو اس قسم کے تھے کہ اُنمین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل تھا خرید کیا اور یہ درم اُن لوگونین وزن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اُسنے یہ درم ادا نہ کیے یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری بائع کو اُسکے مثل ادا کرے

[1] یہ اُسوقت ہی کہ وزن سے فروخت کی عادت ہو ۱۲ منہ

اور یہ حکم اُس وقت ہوگا کہ اُنکی گنتی یا وزن معلوم ہوتا کہ مشتری اُنکے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کر سکے جیسا امام محمد رح نے کتاب مین لکھا ہی اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہو تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر درم اس قسم کے تھے کہ جسمین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل تھا تو وہ بمنزلۂ بنہرہ اور زیوف درہمون کے ہونگے کہ اُنکے تلف ہونے سے بیع نہ ٹوٹیگی اور مشتری اُنکے وزن کے حساب سے ادا کردیگا بشرطیکہ اُنکا وزن معلوم ہوا اور اگر معلوم نہوگا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو اُن مین بھی یہی حکم ہی اور اگر درہمون مین دو تہائی پیتل ہوا اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوے ہون تو واجب ہی کہ معین کرنے سے متعین ہو جاوین پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیع باطل ہو جائیگی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کذا فی المحیط اور اگر اس قسم کے درم کاسد (بے چلن) ہو کر ایسے ہو گئے کہ لوگون مین اُنکا رواج نرہا تو اُنکا حکم بمنزلۂ فلوس کاسدہ اور زیوف[۱] اور رصاص کے ہے یہانتک کہ اُنکی طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائینگے اور اُسی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہانتک کہ اُنکو ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جاوین تو عقد باطل ہو جائے گا ولیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بائع اور مشتری دونون اُس حال سے واقف ہون اور دونون مین سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دونون نہ جانتے ہون یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونون جانتے ہون لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہے تو عقد ان معین کے ساتھ اور اُسکی جنس کے ساتھ متعلق نہوگا بلکہ جو درم رائج ہین کہ جن سے لوگ اس شہر مین معاملہ کرتے ہین اُنسے متعلق ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب یہ درم بالکل رائج نہون اور اگر کچھ رائج ہون کہ کوئی ان کو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو اُنکا حکم زیوف[۲] درہمون کا حکم ہی اور انکے ساتھ خرید کرنا جائز ہی اور عقد بیع خاص ان کی ذات سے متعلق نہوگا بلکہ ایسے زیوف درہمون کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع اُنکے حال سے واقف ہو اور اگر بائع انکے حال کو نہین جانتا ہی تو عقد ان مشار الیہ کی جنس سے متعلق نہوگا بلکہ بلکہ اس شہر کے جید درہمون کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور خلاصہ اور بزازیہ مین منتقی سے منقول ہی کہ اگر پیسے گران یا ارزان (گھٹے) ہو گئے تو قول امام اعظم رح اور اول قول امام ابو یوسف رح مین مشتری پر اُنکے سوا دوسرے واجب نہونگے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین بیع کے دن جو قیمت مبیع کی تھی وہ دینی پڑیگی اور قرض مین قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑیگی اور اسی پر فتوی ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی

[۱] زیوف الخ رصاص رانگ کے درم اور شاید زیوف سے ستوقہ مراد ہون جو متاع کے مانند ہوتے ہین وہ نہ زیوف کو بیت المال یعنے خزانہ نہین لیتا ہے اور اسکے سوا بازاری تاجرون مین برابر چلتے ہین اور ستوقہ البتہ نہین چلتے ۱۲ م [۲] زیوف جس مین میل ہو اور پیتل بہ نسبت چاندی کے زائد ہو ۱۲ م

اگر درم کے اقسام مختلف ہون بعض اُن مین کے ایسے ہون کہ اُن مین ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہو اور بعضون مین دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو اور بعضون مین آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ایک قسم کے درم کے بعوض دوسری قسم درم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہے اور اُدھار مین خیر نہین ہے[1] اور اگر اُن کی ایک جنس کو اسی درم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم مین کہ چاندی غالب ہے تو اُس مین صرف برابری برابر کے ساتھ جائز ہے اور جس قسم مین کہ پیتل غالب ہے یا چاندی اور پیتل دونون برابر ہین تو اُس مین برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونون طرح جائز ہے ولیکن صورۃً چاندی کا لحاظ کرکے یہ شرط ہے کہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کرکے مشائخ نے کہا کہ اگر عدالی جو ہمارے زمانہ مین رائج ہین اُن مین سے اگر ایک بعوض دو کے فروخت کیا تو ہاتھون ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا[2] اور یہ جامع کبیر سے مذکور ہے کذا فی المحیط اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدالی اور عظارفہ مین اس طرح کی بیع کے جواز پر فتوی نہین دیا ہے کیونکہ یہی مال ہمارے ملک مین بہت بڑھکر ہے پس اگر اسی مین زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جاوے تو سود کا دروازہ کھل جاوے گا یہ ہدایہ اور تبیین مین لکھا ہے۔

دوسری فصل پھلون اور انگور کے خوشون اور پتون اور فالیزون کی بیع اور کھیتی اور رطبہ اور گھاس کی بیع کے بیان مین۔ پھلون کی بیع ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہین ہے اور اگر ان کو نفع اُٹھانے کے لائق ہو جانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح ہے[3] اور اگر نفع اُٹھانے کے لائق ہو جانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ بنی آدم یا چوپائون کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری پر اُسکا فی الحال توڑ لینا واجب ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ اُن کو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختون پر چھوڑ رکھے جاوین تو بیع فاسد ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ اُنکا بڑھنا پورا نہو لیا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہو گیا ہو اور اُنکو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر اُن کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قیاساً صحیح نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اسرار مین لکھا ہے کہ فتوے امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ کذا فی الکافی۔ اور تحفہ مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول صحیح ہے کذا فی النہر الفائق۔ اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعضے ظاہر ہو گئے تھے اور بعضے ظاہر نہوے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق بیع صحیح نہین ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی اور امام فضلی رح دونون شیخ پھلون اور بیگن اور خربزون وغیرہ مین استحساناً تعامل الناس جوانکا فتوی دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے انکو عقد مین اصل گردانتے اور جو معدوم ہوتے انکو تابع گردانتے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہین ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر پھلون کو مطلقاً خریدا اور بائع

[1] یعنی مکروہ تحریمی ہے ۱۲ منہ [2] مترجم کہتا ہے کہ اب یہ فتوی نہین ہے چنانچہ آگے آتا ہے ۱۲ منہ [3] یعنی بالاتفاق ۱۲

کی اجازت سے انگور درخت پر چھوڑے رہا تو انکی زیادتی مشتری کو حلال ہے اور اگر بائع کی بلا اجازت اُن کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات مین بڑھ گئے تو جسقدر زیادتی انکی ذات مین ہوئی وہ صدقہ کردے اور اگر انکی بڑھاؤ پوری ہونے کے بعد بلا اجازت انکو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے اُن کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے انکو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلومہ تک اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اُسکو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے اور اگر پھلون کو مطلقاً یا فوراً توڑ لینے کی شرط کے خریدا اور اُس درخت مین پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلون کے درمیان تخلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہوجائے گی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہوا تو بیع فاسد نہوگی اور دونون کی شرکت ہوجاوے گی اور زائد پھلون کی مقدار بیان کرنے مین مشتری سے قسم لیکر اُسکا قول معتبر رکھا جاوے گا اور یہی حال بیگن اور خربزون کا ہے اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے آگئے ہین وہ میرے ہون تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ بیگن اور خربزہ اور رطبہ کے اصول (جڑین) خریدے تاکہ جو کچھ پیدا ہو وہ اسکی ملک مین پیدا ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر انگور کے خوشے خریدے اور اُن مین کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہین تو بیع جائز ہے اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پک گئے ہین تو جائز نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ بیع دونون صورتون مین جائز ہے اور یہ جانا اُس وقت ہے کہ کل فروخت کردیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اُس مین کے بعض کچے اور بعض پکے ہین یا سب کچے ہین تو جائز نہین ہے اور اسی طرح اگر وہ تاک (باغ انگور) دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اُس مین کے بعض کچے یا سب کچے ہین تو بیع جائز نہین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سوائے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو رکن الاسلام علی سغدی نے یہ فتوی دیا ہے کہ بیع جائز نہین ہے یہ محیط و ذخیرہ مین لکھا ہے - اور اسکے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ کل فروخت کردے پھر آدھی یا تہائی وغیرہ حصہ کی بیع فسخ کردے اور اگر انگور کے خوشے پکنے اور گدر ہوجانے کے بعد خواہ مشاع ہو یا غیر مشاع[سلہ] ہو فروخت کیے تو جائز ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے اگر انگور مع غلہ کے خرید کیا اور اُس پر قبضہ کرلیا پس اگر کاشتکار راضی ہوا تو بیع جائز ہے اور اُسکو ثمن مین سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہوا تو بیع جائز نہوگی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے - اگر کچھ پھل خریدے کہ جن مین بعض کی صلاحیت ظاہر ہوگئی ہے اور باقی قریب صلاحیت کے ہین اور اُنکا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہے اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے بعد ہو تو پکے ہوؤن کی بیع جائز ہے اور باقی کی بیع ناجائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے تاک انگور کے میوے اس شرط پر خریدے کہ وہ سو من ہین پھر اُس مین سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے دس من کے حصہ ثمن کا مطالبہ کرے

سلہ مشترک غیر مقسوم ہو یا نہو منہ

یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کسی نے شہتوت کے پتے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ عرفاً معلوم ہی تو بیع ہی اور اگر شاخین چھوڑ دین تو اُسکو دوسرے سال کاٹنے کا اختیار رہی اور اگر انگور ایک مدت تک چھوڑ دیا پھر اُنکے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار ہی بشرطیکہ اُس سے درخت[۱] کو نقصان نہ پہونچتا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر سُرخ شہتوت کے پتے درخت پر ظاہر ہو جانے کے بعد خریدے اور اُنکو قطع نہ کیا یہانتک کہ وقت اُسکا جاتا رہا تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر پتے مع شاخون کے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان کردی تو مشتری کو یہ اختیار نہین ہی کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے بیع کو واپس کرے اور اُسپر پتے توڑنے کے واسطے جبر کیا جاویگا لیکن اگر شاخون کا کاٹنا درخت کو مضر ہوتا ہو تو بائع کو اختیار دیا جاویگا کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے اور اگر چاہے تو کاٹنے پر راضی ہو جاوے اور اگر صرف پتے بدون شاخون کے خریدے پس اگر اس شرط پر خریدے کہ اُنکو اُسی وقت توڑ لیگا تو جائز ہی اور اگر اس شرط پر خریدے کہ اُن کو تھوڑا تھوڑا کر کے توڑ لیگا یا اس شرط پر کہ اُن کو درخت پر چھوڑ رکھے گا تو بیع جائز نہین ہی اور اگر کسی طرح کی شرط نہ کی اور اُن کو خریدا پس اگر اُسی روز درخت پر سے توڑ لیا تو بیع جائز ہی اور اگر اُسی روز نہ توڑے تو بیع فاسد ہو گئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اس باب مین حیلہ یہ ہی کہ درخت کو جڑ سے خریدے پھر پتون کو توڑے پھر درخت بائع کے ہاتھ فروخت کرے یا ہبہ کردے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور بید کے درخت کی بڑھی یعنی جائز ہی اگرچہ وہ دمبدم بڑھتے ہین اور کراث کی بیع جائز ہی اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہی اور جو چیزین ایسی ہین کہ اُن مین لوگون کا تعامل نہین ہی اور وہ دمبدم بڑھتی ہین تو اُن مین جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی امام فضلی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ بید کے درخت کی بڑھی یعنی نہین جائز ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر خربزون کی فالیز ایک شخص کی تھی اور اُس مین تبیان نکلنے سے پہلے اُس لفظ کے ساتھ فروخت کیا این خیار زار را فروختم تو یہ بیع خربزون کے درختون پر جائز ہے اور جو تبیان نکلتی ہین اُنپر جائز نہین ہوگی ہان اگر جو کچھ تبیان نکلین گی اُسکی ملک مین ہونگی اور اگر یہ ارادہ کیا کہ اُسکو زمین مین چھوڑ دے اور شرعی طور پر اُسکو ولایت حاصل رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ گھاس اور خربزے کے درخت بعض ثمن کے عوض خریدے اور بعض ثمن کے عوض زمین کو کرایہ پر واسطے چند روز معلوم کے لیوے اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ جائز نہین ہی کذا فی الخلاصہ۔ اور صاحب حیلہ کو چاہیئے کہ درخت یا پھلون یا گھاس کی بیع مقدم کرے اور پیچھے زمین اجارہ پر لیوے کیونکہ اگر اس نے اجارہ کو مقدم کیا تو جائز نہوگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر خربزے کے درخت فروخت کیے اور زمین کو مستعار دیا تو بھی جائز ہی لیکن عاریت[۲] دینا لازمی نہوگا اور اس شخص کو اپنی عاریت دینے سے رجوع کر لینے کا اختیار

۱ مگر مالک زمین کو اختیار ہی کہ مشتری سے ابھی درخت اکھڑوا دے اسی واسطے آگے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ کیا آہ ۱۲ منہ
۲ کیونکہ عقد عاریت لازمی نہین ہوتا ہے ۱۲ م

ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - ایک فالیز دو شریکون کی ہو اور ایک نے اپنا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اُسکے توڑنے مین بائع کے سوا دوسرے شریک کو ضرر پہونچتا ہی اور کسی شخص پر ضرر اُٹھا لینے کے واسطے جبر نہین کیا جاتا ہی اگرچہ وہ راضی ہو گیا ہو پس لازم یہ ہے کہ تمام فالیز دونون شریکون سے خریدے پھر بیع کو دوسرے شریک کے حصہ مین فسخ کردے یہ محیط مین لکھا ہے - کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ فالیز تیرے ہاتھ دس درم کو فروخت کیا اور یہ کہنا تبیان نکلنے سے پہلے تھا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور خربزے کے درختون پر واقع ہوگی اور اسکے بعد جو تبیان نکلین گی مشتری کی ہون گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہین ہی پس اگر وہ فالیز مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اس مین سے فروخت کر دیا تو جائز نہین ہی پس اگر اُسنے اپنا حصہ فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تا وقتیکہ بیع نہ توڑے اور اگر اس شریک نے کہ جس نے فروخت نہین کیا ہی دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اُسکو اختیار ہی کہ راضی نہو[1] یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک کھیتی جو بقل ہے فروخت کی پس اگر اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کاٹ لے یا اس مین اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اُسکو چر لین تو بیع جائز ہی اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پکنے کے وقت تک اُسکو کھیت مین چھوڑ دے تو جائز نہین ہی اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہی اور یہی مختار ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی کہ اُس مین دونون کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے آدھی کھیتی یعنے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدون زمین کے فروخت کر دیا پس اگر کھیتی پک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر پکی نہو تو جائز نہین ہی لیکن اگر اُسکا ساتھی راضی ہو تو جائز ہی خواہ اُسنے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہین ہے اگرچہ اُسکا شریک راضی ہو جاوے اور اگر دونون مین سے ایک نے آدھی کھیتی مع آدھی زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہی اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جاوے گا پھر پہلی صورت مین جبکہ آدھی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اُسنے عقد بیع کو فسخ نہ کیا یہانتک کہ کھیتی پک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو جائیگا اور اگر پہلی صورت مین کھیتی مع زمین کے دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کردے پس اگر کھیتی نہ پکی ہو تو بیع جائز نہوگی کذا فی المحیط - اور یہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا کذا فی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہی کپاس اور تمام قسم کی کھیتیون کا جبکہ وہ دو شخصون مین مشترک ہون اور ایک اپنا حصہ بدون زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کردے اور اگر آدھی کھیتی مع

[1] یعنے رضامندی سے پھر جاوے ۱۲ منہ

آدھی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کردی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدون اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہے اور اجناس مین ہے کہ اگر آدھی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کردی تو ظاہر الروایہ مین جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ اگر ایک درخت دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک اپنا حصّہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہی اور اگر تین شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونون ساتھیون مین سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر دونون کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمیندار نے اپنا حصّہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے کیونکہ وہ سپرد کرنے مین تقسیم کا محتاج نہین ہی اور اگر ایسی کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی جامع الاصغر کی کتاب المزارعت مین لکھا ہی کہ شیخ نصیر نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر زمیندار نے ایسی زمین بیچی کہ جس مین اُسکی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت مین کاشتکار کی اجازت پر بیع موقوف ہوگی خواہ اُسنے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اُسنے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاویگی اور ثمن زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر زمین کے حصّہ مین آوے وہ زمیندار کا ہی اور جو کھیتی کے حصہ مین پڑے وہ زمیندار اور کاشتکار مین آدھا آدھا[1] تقسیم ہوجاوے گا اور اس صورت مین اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو کھیتی پکنے تک توقف کرے ورنہ چاہے تو ابھی بیع توڑدے اگر زمیندار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی زمیندار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہے گی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر زمیندار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری زمین کو اور زمیندار کے کھیتی کے حصّہ کو پورے ثمن مین سے (جو بعوض ہوا ہو) لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور پختہ ہونے کی صورت مین اگر کاشتکار نے بیع فسخ کرنی چاہی پس اگر بیع کے وقت کھیتی پکی ہوئی تھی تو صحیح یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اسی صورت مین اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیع بلا توقف جائز ہی اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کردی تو زمین کی اور زمیندار کی کھیتی کے حصہ کی بیع نافذ ہوجاوے گی اور کاشتکار کے حصہ

---

[1] یعنی اس صورت مین کہ کھیتی آدھے کی بٹائی پر ہو ۱۲ م

کی بیع متوقف رہے گی پس اگر اُسنے اجازت دیدی تو اُسکے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو جاوے گی اور اُسکی کھیتی کے حصہ کا عوض ثمن مین سے ملے گا اور باقی ثمن زمیندار کا ہوگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا بشرطیکہ خریدنے کے وقت اُسکو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہوا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک زمین مین کھیتی تھی اور زمیندار نے زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے فروخت کردی تو بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر آدھی زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہی اور اگر آدھی کھیتی بدون زمین کے فروخت کی تو جائز نہین ہی لیکن اگر ایسی بیع زمیندار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمیندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی اور اگر زمیندار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ بیج زمیندار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیئے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اس صورت مین اگر کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمیندار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہی - جامع الاصغر کے باب مزارعت مین لکھا ہی کہ اگر تہائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمیندار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی کہ زمیندار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدون زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اس وقت تک پکی نہ تھی یہانتک کہ اُسکی بیع بسبب اسکے کہ شریک کو ضرر پہونچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اس شریک نے اسکے بعد اپنا حصہ بھی اُسی مشتری کے ہاتھ فروخت کردیا تو وہ پہلی بیع جائز ہو جاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پھر جاننا چاہیئے کہ آدھی کھیتی بدون زمین کے بیچنا صرف اسی موقع پر ناجائز ہی کہ جہان کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت مین کھیتی بوئی ہو لیکن اگر اُسکو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اُس مین کھیتی کرلی تو آدھی کھیتی کی بیع جائز ہوگی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہی کہ اگر آدھی عمارت بدون زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے مین حقدار تھا تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - تتمہ مین ہے کہ بقالی رحمہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اُس مین کھیتی بوئی اور کھیتی اور زمین مین شریک کرلیا تو جائز ہے اور اگر فقط کھیتی مین شریک کیا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہی اور اگر ساگ کے کھیت مین لگا ساگ خریدا تو جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوارے ٹوٹے ہوئے خشک چھواروں کے عوض بدون پیمانہ کے خریدے تو جائز نہین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی - کسی نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اُس مین درخت لگا دے اور اُسنے شہتوت کے درخت اُس مین لگائے پھر مدت گزرنے کے بعد زمیندار نے اپنی زمین اور اپنا پودون کا حصہ فروخت کردیا تو صحیح ہی پس اگر قبضہ سے پہلے

مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہو گی اور یہ حکم ضرور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہو اور امام اعظم اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع صحیح ہو گی کیونکہ عقار کی بیع ان دونوں کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات میں لکھا ہی۔ اگر گندے کو جم کر اونچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اتنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہیں ہی اسی طرح گیہوں کے درخت کا بھی حال ہی اگر ان کو فی الحال بڑھ جانے کے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہی اور اسی طرح درختوں میں اگر ان کو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹنے یا اکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہی گھاس کا بیع کرنا اور اس کا اجارہ پر دینا جائز نہیں ہی اگرچہ وہ گھاس اسکی زمین میں ہو سوائے اسکے کہ مالک زمین کو یہ اختیار ہی کہ اپنی زمین میں آنے نہ دیوے اور جب اسنے روکا تو غیر کو یہ حق پہونچتا ہی کہ یوں کہے کہ تیری زمین میں میرا بھی حق ہے پس یا تو مجھکو اس تک پہونچنے دے یا اس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم یعنے گھاس میں غیر کا حق متعلق ہونا اسوقت ہی کہ وہ گھاس خود اگی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اس زمین کو گھاس اگانے کے واسطے سینچا اور آراستہ کیا ہو اور اس میں گھاس اگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں مذکور ہی کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہی کیونکہ یہ اس کی ملک ہی۔ اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہی اور اسی میں مذکور ہی کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اسکو نرکل اگانے کے واسطے مہیا کیا اور اس میں نرکل اگے تو وہ اس کی ملکیت ہو جاوینگے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں کذا فی بحر الرائق اور اگر اسکو کسی شخص نے اس کی بلا اجازت کاٹ لیا تو اس کو واپس کر لینے کا اختیار ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہی اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جس قدر اجرت پاتے اس کا مالک راضی ہو اجارہ لیوے پس اس سے دونوں کی غرض حاصل ہو جاوے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی۔ اور گھاس کے حکم میں سب قسم کے چارے کہ جنکو چوپایہ چرتے ہیں خواہ وہ خشک ہوں یا تر داخل ہیں بخلاف درختوں کے کہ وہ داخل نہیں ہیں کیونکہ گھاس وہ ہی جس کی ساق نہو اور درخت وہ ہے جس میں ساق ہو پس درخت گھاس میں داخل نہوگا یہاں تک کہ اگر درخت اسکی زمین میں اگے تو اس کو فروخت کر سکتا ہے اور کماۃ کا حکم گھاس کے مانند ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر اپنی زمین سے شکار کے پرند کے انڈے کہ ہنوز وہ ہاتھ میں نہیں آئے فروخت کیے تو ان کا بیچنا جائز نہیں ہے کذا فی الحاوے۔[1]

[1] قال ذلک ان تقول فی الترجمہ اگر اپنی زمین کے صید کے پرندے کے انڈے فروخت کیے حالانکہ وہ ابھی ہاتھ نہیں آئے ہیں تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں ہے ۱۲ منہ

تیسری فصل مرہون اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور ارض قطیعہ اور اجارہ اور اکارہ کی بیع کے بیان مین - مرہون یعنے رہن کی ہوئی چیز کی بیع مین اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع موقوف ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی پھر اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کردیا یا رہن رکھنے والے نے اُسکو قرضہ معاف کردیا یا رہن اُسکو پھیر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اُسپر راضی ہوگیا تو پہلی بیع تمام ہوجاوے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہوگی کذا فی الغیاثیہ - اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ مبیع میرے سپرد کیجاوے تو قاضی دونون مین عقد بیع فسخ کردے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور جو چیز اجارہ پر لی گئی تھی اُسکی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامہ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہی اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہی تو اُسکو خیار حاصل ہوگا کذا فی الذخیرہ - اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہے کہ اُس کو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ مین لکھا ہی - اگر اُجرت پر لینے والے نے بائع اور مشتری کے درمیان بیع فسخ کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق اُسکو یہ اختیار ہے اور طحاوی کی روایت مین یہ ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس مین دونون روایتین آئی ہین اور فتوے اسی پر ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور اگر اجارہ دراز ہو اور اُسنے فروخت کردیا پھر فسخ کے ایام آگئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوجاوے گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور اس بات مین اختلاف ہے کہ مرتہن فسخ بیع کرسکتا ہی یا نہین پس بعضون نے کہا کہ فسخ کرسکتا ہی اور بعضون نے کہا کہ نہین اور یہی صحیح ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی پھر اگر اُجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت نہ دی یہانتک کہ دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاوے گی اور یہی حال مرتہن کا ہی کہ اگر بیع نہ توڑی یہان تک کہ راہن نے قرض ادا کردیا تو پہلی بیع نافذ ہوجاوے گی اور رہن کرنے والے اور اُجرت دینے والے کو فسخ کرنے کا حق بالکل نہین ہی پس اگر اُجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجاوے گی اور مبیع اُسکے ہاتھ سے نہ نکالی جاوے گی یہانتک کہ اُسکا مال اُسکے پاس پہونچ جاوے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اور اگر اُجرت پر دی ہوئی چیز اُجرت پر لینے والے کے پاس اپنا مال حاصل کرنے کے واسطے روکنے کی صورت مین تلف ہوجانے کا خوف رکھتی ہو تو بخلاف رہن کے اس سے قرضہ ساقط نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی گھر کے مالک نے اُس اُجرت پر دیے ہوے گھر کو بدون اُجرت پر لینے والے کی رضامندی کے فروخت کردیا پھر اُجرت پر

عہ یعنے کرایہ جو پیشگی دے چکا ہو ۱۲ منہ عہ یعنی دیا ہوا کرایہ ۱۲ منہ سلہ یعنے مشتری نے قاضی سے ۱۲ نسخہ کلاں کی اصل مین قاضی کے حکم مند یا اتحاد محتمل ہے کہ شاید یہ ہو کہ مرتہن نے بیع فسخ نہ کی بنا بر قول بعض مشائخ واللہ اعلم ۱۲ منہ

لینے والے نے اُجرت مین کچھ بڑھا کر از سر نو اجارہ کا عقد کرنا چاہا تو بیع موقوف نافذ ہو جاویگی کیونکہ دوبارہ اجارہ کرنا پہلے اجارہ کے فسخ کو شامل ہی پس جب وہ فسخ ہوا تو بیع نافذ ہو جاویگی[1] یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر اجرت پر دینے والے نے اُجرت پر دی ہوئی چیز کسی کے ہاتھ اُجرت پر لینے والیکی بلا اجازت فروخت کر دی پھر اُسکو اُجرت پہ لینے والے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ دوسری بیع صحیح ہی اور پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر اُجرت پر لینے والے نے دونون بیع کی اجازت دیدی تو پہلی بیع نافذ ہو جاویگی اور دوسری باطل ہو جاویگی یہ فتاوے صغریٰ مین لکھا ہی - اگر کسی نے اپنا اُجرت پر دیا ہوا غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو اُجرت پر لینے والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس سے ضمان لے بخلاف مرتہن کے کہ اُسکو یہ اختیار ہی کہ اُس مرہون کی قیمت کی ضمان لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اُجرت پر لینے والے نے یہ سنا کہ اُجرت کی چیز فروخت ہو گئی اور مشتری سے یہ کہا کہ یہ چیز میرے اجارہ مین ہی لیکن تیرا احسان ہو گا کہ تو اتنی مدت تک چھوڑ دے کہ مین اپنی اُجرت جو مین نے بائع کو دی ہی لے لون تو یہ اجازت دینے مین شمار ہی اور بیع نافذ ہو جاویگی یہ قنیہ مین لکھا ہی - رہن کرنے والے سے اگر کسی نے غلام خرید کر فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا پھر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا بیع یا آزاد کرنا بلا اختلاف نافذ ہو جاویگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے اگر رہن کرنے والے نے بلا اجازت مرتہن کے مرہون کو فروخت کیا پھر اُسکو مرتہن کے ہاتھ فروخت کیا تو مرتہن کے ہاتھ بیع جائز ہو جائیگی اور پہلی بیع ٹوٹ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر راہن نے رہن کی ہوئی چیز بلا اجازت مرتہن کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر مرتہن کی بلا اجازت دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دونون بیع مین سے ایک کی مرتہن نے اجازت دی تو وہ بیع نافذ ہو گی جس کے ساتھ اجازت مرتہن لاحق ہوئی اور ثمن مرتہن کے پاس آویگا کہ وہ اُس ثمن سے اپنا حق پورا لے لیوے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر بجائے دوسری بیع کے رہن یا اجارہ واقع ہو لو مرتہن اس رہن یا اجارہ کی اجازت دیدے تو بیع جو پہلے واقع ہوئی ہی نافذ ہو جاویگی[2] - اور رہن اور اجارہ باطل ہو جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - کسی نے ایک رہن کیا ہوا غلام فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو مرتہن سے لیکر اپنے قبضہ مین لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اور مشتری اُسکی قیمت مرتہن کو ضمان دیگا اور بائع کا اُسپر کچھ ثمن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - رہن کرنیوالے نے مرہون کو فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا[1] پھر فک رہن سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر فک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ ہونا اولی ہے[3] یہ قنیہ مین لکھا ہے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو بیع موقوف رہیگی

[1] اسلیے کہ بیع اولی ہے اجارہ سے ۱۲ منہ [2] قال و ذلک لانہ لما رضی باسقاط حقہ باجازۃ الاجارۃ سقط حقہ ثم تعارض البیع والاجارۃ فیقدم الاول منہما البیع ۱۲ منہ [3] یعنی وہی نافذ ہوگی ۱۲ -

اور یہی صحیح ہے پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جاوے گی اور لازم ہو جاوے گی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہین تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الغیاثیہ - اور اگر بائع کے پاس گواہ نہون اور اُسنے مشتری کو سپرد نہ کی یہانتک کہ وہ ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اُسکو دوسرے (۱) سے خرید کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہین اور بیع فاسد نہین بلکہ باطل ہو گی اور صرف اُسی صورت مین جائز ہو گی کہ جب بیع کرنے سے پہلے اُسکی ملکیت کا سبب قائم ہو حتی کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اُس شئے کے مالک کو ضمان دیدی تو بیع جائز ہو جاویگی اور اگر غاصب نے مالک سے اُسکو خرید یا مالک نے اُسکو ہبہ کی یا اُسکو اُس سے میراث مین پہونچی تو اس سے پہلے اُسکی بیع نافذ نہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے - بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اُسکو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکینون کے ہاتھون مین موجود تھا کہ غاصب نے اُسکے مالک سے اُسکو خرید اتو اُسکی خرید جائز ہے اور اپنے صدقہ سے رجوع کر لے اور اُسکی قسم کے کفارہ کے عوض جائز نہوگا اور اگر مسکینون نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اُسکے ضامن ہونگے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اُسکی قیمت کی ضمان دیدی تو اُسکا صدقہ جائز ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائیگا اور صدقہ سے رجوع نہ کریگا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینون کے ہاتھ مین تلف ہو گیا تو خرید باطل ہے لیکن اگر غاصب یون کہے کہ مین اُس طعام کو خریدتا ہون جو تیرا مجھپر ہے تو خرید جائز ہے اور صدقہ بھی جائز ہے - امام محمد رح نے جامع مین ذکر فرمایا ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اس غلام کو اسکے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اُسنے خرید لیا تو خرید صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جاویگا اور اسیطرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اسکو خرید اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا یہ محیط مین لکھا ہے - ابن سماعہ رح نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اُسکو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اُسکے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہو گی اور اگر کوئی اسباب (۲) دیکر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہے پس پہلی بیع باطل ہو جاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اور اگر غاصب نے اُسکو آزاد کیا پھر اُسکی قیمت کی ضمان دی تو اُسکا آزاد کرنا جائز نہوگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے - اگر غصب کرنیوالے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اُسکے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اُسکا عتق نافذ نہوگا

(۱) دوسرے یعنے مالک سے خرید کر اپنے مشتری کو سپرد کی ۱۲ منہ (۲) عروض کا ترجمہ اسباب کے ساتھ اصطلاح مترجم ۱۲ منہ

اور یہی امام محمد کا قول ہے اور امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحساناً اُسکا عتق نافذ ہو جاوے گا اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری کی دوسری بیع نافذ نہوگی اور اُسمین کچھ اختلاف نہین ہے غصب کرنے والے نے اگر مغصوب کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اُسکو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہان تک کہ چند بار وہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو بھی عقد بیع نافذ ہو جائے گا کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک نے غاصب سے ضمان لیلی تو پہلی بیع نافذ ہو جاویگی اور مشتری کی بیع باطل ہو جاویگی کذا فی فصول العمادیہ - اور اگر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اُسکے عوض کا مال لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دیدی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا ہوگا اور جسقدر آدھے ثمن سے زائد ہوگا وہ صدقہ کر دیگا اور اگر غلام مرگیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے اجازت دی تو اُسکی اجازت صحیح نہین ہے اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر اُسکے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب کر کے اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکا مالک آیا اور اُسنے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اُسکا مالک غلام کے لے لینے پر قادر تھا تو اُسکی اجازت جائز ہوگی ورنہ نہین اور اگر اس غلام کو شہر رے مین غصب کیا تھا اور غلام کوفہ مین موجود ہے اور غاصب و غلام کا مالک دونون رے مین موجود ہین اور اُسکے مالک نے بیع کی اجازت دی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اُسکی اجازت[1] جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر اُسکا مالک اُسکو زندہ جانتا ہے تو اُسکا اجازت دینا جائز اور اگر اُسکا زندہ یا مردہ ہونا نہین جانتا ہے تو اُسکا اجازت دینا باطل ہے اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہے کذا فی الظہیریہ - اور اگر مالک نے غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اسکو دینے کا حکم دیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایہ مین صحیح ہے اور اگر اُس غلام کا قیام نہ جانتا ہو[2] اسطرح پر کہ وہ بھاگ گیا پھر اُسنے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایہ مین اُسکی اجازت صحیح ہے اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اُس سے شبہہ سے وطی کرنے کے عوض عقر[3] لیا یا غلام کے ہاتھ کٹنے کے عوض مال لیا تو یہ سب مشتری کا ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - جامع مین مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور پھر ایک شخص نے اُسی[4] کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونون نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونون

---

[1] یعنے اُسکا اجازت دینا مطلقاً صحیح ہے بیع جائز ہو جاویگی ۱۲ منہ [2] یعنے وہ زندہ ہے یا کیا حال ہے ۱۲ منہ
[3] یعنے بجائے غلام باندی کے قرض کیجاوے ۱۲ [4] جسکی باندی ایک شخص نے غصب کر لی ہو ۱۲ م

نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر پہونچی اور اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع باطل ہو گی اور اگر غلام اور باندی
کے مالک دو شخص ہوں اور اُن دونوں کو اُسکی خبر پہونچی اور دونوں نے اجازت دیدی تو بیع جائز
ہو جاویگی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہو جاویگی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا
ہو جاویگا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہو گی اور اسکو مالک کو ادا کرے اور باندی
غصب کرنیوالے پر باندی کی قیمت اُسکے مالک کو ادا کرنی واجب ہو گی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک ہی شخص
کے ایک نے کچھ درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسکے کچھ دینار غصب کیے اور دونوں نے باہم بیع کر کے قبضہ
کر لیا اور جدا ہو گئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہو گی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہی اُسکے مثل کا ضامن
ہو گا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جاویگی اور فلوس درم و دینار کے حکم مین ہین اور
اگر ایک غاصب نے اُسکے درم غصب کیے اور دوسرے نے اُسی کی باندی غصب کر لی اور دونوں نے
باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہی پس اگر باندی غصب کرنے والے نے درم لیے
پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے تو امانت میں تلف ہو گئے و لیکن باندی
خریدنے والا اُنکے مثل درہمونکا خود ضامن[ف] ہو گا پس اگر باندی غصب کرنیوالے کے درہمون
پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی پھر اُسنے درہمون پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گئے
تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لی
تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اُسکے مثل مشتری سے واپس
لے گا اور وہ اُسی کے ہو نگے اور جب اُسنے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اُس سے لیا ہی وہ
اُسکو سپرد کیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ بھاگے ہوے کی بیع ناجائز ہی پس اگر وہ بھاگنے سے
لوٹ آیا اور اُسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمد سے روایت ہی کہ وہ بیع جائز ہو گی اور اسی کو
کرخی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہو اور ایسا ہی قاضی اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی۔
اور اُنکی شرح مین یون مذکور ہی کہ اگر بھاگا ہوا غلام حاضر ہو جاوے اور بائع مشتری کے سپرد کرے تو بیع
جائز ہو جاوے گی اور دونوں مین سے جو شخص انکار کرے خواہ بائع سپرد کرنے یا مشتری قبضہ کرنے سے تو
اُسپر جبر کیا جاویگا اور از سر نو بیع کرنیکی ضرورت نہوگی لیکن اگر مشتری اس جھگڑے کو قاضی کے روبرو پیش
کرے اور بائع سے قبضہ دلانیکی درخواست کرے اور سپرد کرنے سے اُسکا عجز ثابت ہو اور قاضی دونوں
کے درمیان عقد بیع کو فسخ کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اُسوقت مین نئی بیع کرنیکی ضرورت ہو گی اور دوسری
روایت محمد رح سے یہ آئی ہی کہ ایسی بیع جائز نہیں ہی اور نئی بیع کرنیکی ضرورت ہو گی اور ایک
جماعت مشائخ نے اُسی کو اختیار کیا ہی اور ابو عبد اللہ البلخی اسی پر فتوے دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے

ف یعنے بوجہ اپنے غصب کے ۱۲

شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ مین ایسا ہی مذکور کیا ہے کذا فی المحیط - اور فقہا نے فرمایا کہ مختار یہی ہے اور
پہلی روایت کی تاویل یہ ہے کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونون پھر باہم راضی ہو جاوین یہ غیاثیہ
مین لکھا ہے - اگر ایک شخص بھاگے ہوے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہوا غلام میرے پاس
موجود ہے اور مین نے اُسکو پکڑ لیا ہے تو اُسکو میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اُسنے بیچ ڈالا تو جائز ہے - یہ ذخیرہ مین
لکھا ہے اور جبکہ اسکی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے
کہ مین اسپر اسواسطے قبضہ کرتا ہون تاکہ اُسکے مالک کو واپس کرون تو اب تا بقبض شمار نہوگا پس اگر مشتری
کے واپس کرنے اور جدید قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور مشتری اپنا ثمن واپس کریگا اور اگر
اُسنے گواہ نہین کیے تھے تو قابض شمار ہوگا[1] یہ فتح القدیر مین لکھا ہے - اور اگر اُسنے آن کر یہ کہا کہ وہ غلام
فلان شخص کے پاس موجود ہے اور اُسنے اُسکو پکڑ لیا ہے تو میرے ہاتھ اُسکو بیچ ڈال اور اُسکے اُسکی تصدیق کرکے اُسکے
ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز نہین ہے لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر مشتری اُسپر قبضہ پائیگا تو مالک ہو جائیگا یہ کافی
مین لکھا ہے - اگر کوئی غلام خریدا اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے فسخ کرنیکا مشتری کو اختیار ہے اور
تا وقتیکہ غلام بھاگا ہوا حاضر نہو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ مین
لکھا ہے - اگر بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے اور اگر اُس بیٹے کو یا
کسی یتیم کو جو اُسکے پاس پرورش پاتا ہے وہ غلام ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور بھاگے ہوے غلام کا کفارہ مین
آزاد کرنا جائز ہے بشرطیکہ اُسکا زندہ ہونا اور اُسکی جگہ معلوم ہو یہ نہایہ مین لکھا ہے - اگر غصب کیا ہوا غلام
غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اُسی حالت مین کہ وہ بھاگا ہوا تھا غاصب کے
ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - زمین خراجی کی بیع جائز ہے اور مراد اس سے ارض مملوکہ
ہے اور زمین قطیعہ کی بیع بھی جائز ہے اور قطیعہ وہ زمین ہے کہ اُسکو امام[2] نے کسی قوم کے واسطے جاگیر کے
تعین کیواسطے خاص کر دی ہو یہ حاوی مین لکھا ہے - اور واضح ہو کہ ارض اجارہ اُس زمین کو کہتے ہین کہ
خراب پڑی تھی اور اُسکو کسی شخص نے اُسکے مالک کے حکم سے لیکر آباد کیا اور اُسمین زراعت کی اور ارض کاردہ
وہ زمین ہے کہ جو کاشتکارون کے پاس ہو اب ہم کہتے ہین کہ اگر ایسی زمین کو اُسکے مالک نے فروخت کیا تو
جائز ہے اور اگر اُس شخص نے فروخت کیا جسکے پاس اُسکا آباد کرنا یا کاشت ہے تو جائز نہین ہے اگر زمین کو اُسنے
فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت مین تھی تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت مین تعلق
رکھتا ہے خواہ بیج دونون جنس کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دیدی تو اُسکے عمل کی کچھ اُجرت
نہ ملیگی اور مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونون حصے مشتری کو
ملین گے یعنے جبکہ زمین مین غلہ ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہوگی اور یہی

[1] کیونکہ غاصب تھا ۱۲ [2] یعنی امام المسلمین خلیفہ ۱۲ منہ

حال تاک انگور کا ہے خواہ پھل ظاہر ہوگئے ہوں یا نہوے ہوں بعض فقہانے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم اس تفصیل سے ہے کہ اگر بیج کاشتکار کے ہوں تو اُسکے حق کی بیع جائز نہوگی اور اگر زمیندار کے ہوں اور تخم ریزی ہوگئی ہے تو بھی ناجائز ہے اور اگر زمین میں بیج نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی تاک انگور میں بھی اگر پھل ظاہر نہوے ہوں تو بیع جائز ہے اور امام ظہیر الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی و لیکن ہل چلالیا اور نہریں کھودلی ہیں تو ظاہر الروایۃ میں اسکی بیع نافذ ہوجاویگی اور یہی اصح ہے اور اگر تاک انگور کو بیچا تو اسکی بیع عامل کے حق میں نافذ نہوگی خواہ اُس نے تاک میں کچھ درستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک گانوں خریدا اور اُس سے مسجد اور مقبرہ کا استثنا نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد بیع اس صورت میں ہے کہ مسجد آباد ہو اور اگر اسکا گرد و پیش خراب ہوگیا اور لوگ اس سے بے پرواہ ہوگئے ہیں تو بیع فاسد نہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی اور اسمیں ایک قطعہ وقف کا ہے تو مثل مسجد کے اُسکی بیع بھی ناجائز ہے اسکو شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے اور رکن الاسلام علی السغدی رح نے فرمایا ہے کہ اسکی بیع جائز ہے اور تفرید میں مذکور ہے کہ اُن دونوں نے رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کرلیا ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ملکی زمین وقفی زمین کے ساتھ فروخت کی اور ثمن سے وقفی زمین میں سے ملکی زمین کا حصہ استثنا نہ کیا تو دو قولوں میں سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع جائز ہے اور اگر ملکی زمین خریدی اور اسمیں لوگونکا عام راستہ ہے تو بیع فاسد نہوگی اور راستہ ہونا عیب ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ راستہ اگر محدود نہو اور نہ اسکی مقدار معلوم ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور اُسکے اندر مسجد ہے اور قریہ کی بیع میں مسجد کا استثنا کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے میں یا نہ کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی اختلاف حوضوں اور عام لوگوں کے راستہ میں ہے اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضرور ہے و لیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضرور نہیں ہے یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے۔ ایک پہاڑ میں گوگرد تھا تو اُسکو وہاں سے لاکر فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے اسی طرح اگر پہاڑ کے احجار میں سے لاکر فروخت کیا جاے تو بھی کچھ خوف نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُس پہاڑ میں پستہ کے درخت تھے اور اُسمیں سے پستہ لاکر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم نمک کا ہے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جس جگہ سے لایا جاوے وہ کسی کی ملک نہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہمنے ذکر کی ہے جائز نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھی فصل

حیوانات کی بیع کے بیان میں جو مچھلی دریا کنوئیں میں ہے اسکی بیع ناجائز ہے پس اگر اُس شخص نے کوئی خطیرہ بنایا ہو اور اُسمیں مچھلی آجاے تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا اُسنے خطیرہ اسیواسطے بنایا تھا یا اسواسطے نہیں بنایا تھا پس پہلی صورت میں جو چیز خطیرہ کے اندر آجاے وہ اسکی ملک ہے اور کوئی اسکو نہیں لے سکتا ہے پھر اگر اُسکے اندر کی مچھلی بدون شکار کرنے کے پکڑی جاسکے تو اسکی بیع جائز ہے اور اگر بدون

شکار کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو اُسکی بیع جائز نہین ہو اور دوسری صورت مین جو چیز حظیرہ کے اندر آجاویگی وہ اُسکی ملک نہوگی تو اُسکی بیع بھی جائز نہوگی لیکن جب مچھلی اُسکے اندر آجاے اور وہ حظیرہ کو بند کرلے تو اُسکا مالک ہوجاویگا پس اگر وہ بلا حیلہ پکڑی جا سکے تو اُسکی بیع جائز ہو اور اگر بدون شکار کے پکڑی نجا سکے تو جائز نہین ہو - اور اگر اُسنے حظیرہ کو اسواسطے نہین بنایا تھا ولیکن اُسنے مچھلی پکڑکر حظیرہ مین ڈالدی تو اُسکا مالک ہوجاویگا پس اگر وہ بلا شکار ہاتھ آوے تو اُسکی بیع جائز ہو ورنہ جائز نہین ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو پھر جن صورتون مین پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہو اُن صورتون مین جب مشتری اُسپر قبضہ کریگا اور اُسکو دیکھے گا تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑکر پانی کے گڈھے مین ڈالدی پس بر اس حکم جو صورتین تفصیل کے ساتھ ہمنے حظیرہ مین بیان کی ہین وہی یہان نکلتی ہین یہ محیط مین لکھا ہو - اور اگر مچھلی کسی بڑی نہر مین پڑی ہو تو اُسکی بیع کسی حال مین جائز نہین ہو اگرچہ بیع کے بعد بائع اسکے سپرد کردینے پر قادر ہوجاوے اور یہی حکم اُس صورت مین ہو کہ اگر اُسنے مچھلی پکڑی پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹکر نہر مین جا پڑی مگر اتنا فرق ہو کہ اس صورت مین فسخ بیع سے پہلے اگر سپرد کردینے پر قادر ہوجاوے تو بیع جائز رہیگی اور مشتری کو خیار رویت رہیگا خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اور یہ حکم امام ابو الحسن کرخی کے نزدیک ہو اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اسکی بیع جائز نہین ہو اگرچہ وہ سپرد کردینے پر قادر ہوجاوے یہ ینابیع مین لکھا ہو اور اگر حظیرہ کے اندر مچھلی اور قصب ہو اور اُسنے دونون کو ایکبارگی فروخت کردیا پس اگر مچھلی بدون شکار کرنے کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو کل کی بیع فاسد ہو خواہ اس سے پہلے اُسنے مچھلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدون شکار کے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اُسنے اس سے پہلے مچھلی شکار نہ کی ہو تو مچھلی کی بیع فاسد ہو اور قصب کی بیع مین فقہا نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق فاسد ہوگی اور صاحبین کے قول کے موافق فاسد نہوگی اور صحیح یہ ہو کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع فاسد ہوگی اور اگر اس سے پہلے اُسنے مچھلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو - اور کبوترون کی اگر گنتی معلوم ہو اور اُنکا سپرد کرنا ممکن ہو تو اُنکی بیع جائز ہو پس اگر وہ اپنے برجون[1] مین موجود ہون کہ جنکا نکلنے کا راستہ بند ہو تو اُسکی بیع جائز ہونے مین کوئی اشکال نہین ہو اور اگر وہ اُڑنے کی حالت مین ہون اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ آوینگے تو بھی یہی حکم ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہو - اگر ایک برج کہ جسمین کبوتر رہتا تھا اُسکو مع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات[2] مین فروخت کردیا تو جائز ہو منتقی مین مذکور ہو کہ اگر پانی کے اندر کوئی چڑیا یا کوئی مچھلی فروخت کی اور وہ لوٹکر اُسکے پاس آجاتی ہو یا کوئی ایسا پرندہ کہ جو آسمان مین اُڑتا ہو اور اُسکے پاس چلا آتا ہو فروخت

[1] برج شامل ہے ہر طرح کے ڈربے کو ۱۲ منہ [2] قولہ رات الخ کیونکہ رات کو بسیرا لینے بسیر البابر جیسا کہ جانورون مین عادتاً جاری ہے ۱۲ م

کیا تو بیع جائز ہو اور جب وہ لوٹ کر اُسکے پاس آ وے تو اُسوقت سپرد کر دیگا اور اِسیطرح اگر کوئی ہرن پالا گروہ تھان سے مانوس ہو اور لوٹ کر اُسکے پاس چلا آتا ہو تو اُسکی بیع بھی جائز ہو اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلا شکار کے ہاتھ نہ آوے اور اُسکو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی ہونہار گھوڑا ایسا بدکتا ہو کہ بدون حیلہ کے اُسکا اسکو پکڑنا ممکن نہو تو اُسکی بیع ناجائز ہے یہ سراجیہ مین ہی۔ شہد کی مکھیون کو جبکہ اکٹھا موجود ہون بیع کرنا جائز نہین ہی اور یہ امام اعظم اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ہی لیکن اگر اُسکے چھتون مین شہد ہو اور چھتے کو مع اُن مکھیون کے جو اُسکے اندر ہین خرید کرے تو جائز ہی اور امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر شہد کی مکھیان اکٹھی جمع ہون تو اُنکا بیع کرنا جائز ہی۔ کذا فی الحاوی۔ اور شہد کی مکھیون کی بیع امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اور فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جونک کا خرید کرنا جائز ہی اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالی نے لیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اُجرت پر لیا کہ وہ اُسکے جونک لگا وے تو بالاتفاق جائز ہی۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور کرم پیلے کے انڈے بیچنا امام محمد رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ واقعات مین لکھا ہی۔ اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جو اُنکے مانند زمین کے جانور ہین اُنکا بیچنا جائز نہین ہے اور جو چیزین دریا مین ہوتی ہین ان مین سوائے مچھلی کے مینڈک اور کیکڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہین ہے اور بھی ان کی ہڈی اور کھال سے نفع اُٹھانا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نوازل مین لکھا ہی کہ سانپ اگر دوا کے کام مین آوین تو اُنکی بیع جائز ہی اور اگر کسی کام نہ آوین تو بیع جائز نہین ہی اور صحیح یہ ہے کہ کل چیزون کی بیع جن سے کچھ نفع حاصل ہو جائز ہی۔ یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ سیکھے ہوئے کتے کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہی اور ایسی ہی بلی اور وحشی درندہ جانورون اور پرندون شکاری کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہی خواہ وہ سیکھے ہوئے ہون یا نہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جو کتا کہ سیکھا ہوا نہو اُسکی بیع جائز ہی بشرطیکہ وہ سکھلانے کے قابل ہو ورنہ جائز نہین ہی۔ یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ شیر کی بیع مین بھی ہمارا یہی قول ہے کہ اگر وہ تعلیم قبول کرے اور اُس سے شکار کیا جاسکے تو اُسکی بیع جائز ہی کیونکہ چیتے اور باز ہر حال مین سیکھ جاتے ہین تو اُنکی بیع بھی ہر حال مین جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور فتاوی عتابیہ مین ہی کہ چھوٹے بھیڑیے کی بیع کہ جو تعلیم[1] نہ قبول کرے جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ چھوٹا بھیڑیا اور بڑا دونون برابر ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی ہاتھی کا بیچنا جائز ہی اور بندر کے بیچنے مین امام اعظم رح سے دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین ہی کہ جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور

[1] اصل مین یون ہی ہی اور شاید نسخہ کی غلطی ہو بجائے اسکے تعلیم قبول کرے ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

سوائے سُور کے تمام حیوانات کی بیع جائز ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی- اور مکہ معظمہ کے گھرون کی عمارت بیچنی جائز ہی اور اُن گھرون کی زمین بیچنی جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہے اور بغداد کے گھر اور بازار کی دکانین جو سُلطانی ہین اُن کا بیچنا جائز نہین ہے اور اُس مین کسی کا شفعہ بھی نہین ہے کذا فی التہذیب[1]

پانچوین فصل احرام باندھنے والے کا شکار کو بیع کرنے اور محرمات کی بیع کے بیان مین محرم یعنی احرام باندھنے والا اگر شکار کو فروخت کرے تو جائز نہین ہی اسی طرح حرم کا شکار بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہی- اور حرم کے اندر شکار کا بیچنا جائز نہین ہی خواہ محرم فروخت کرے یا حلال (کہ جسنے احرام نہین باندھا ہی) یہ سراجیہ مین لکھا ہی- حرم کے اندر دو حلالون نے کسی شکار کی جو حل مین ہی خرید و فروخت کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہی ولیکن حرم سے حل کی طرف نکل کر اُسکو سپرد کریگا اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر کسی شخص نے احرام باندھا اور اُسکے قبضہ مین دوسرے کا شکار ہی اور اُس شکار کو اُسکے مالک نے فروخت کیا اور وہ حلال تھا تو بیع جائز ہی اور سپرد کر دینے کے واسطے مجبور کیا جاویگا اور اگر اُسنے تلف کر دیا تو اُسپر جزا لازم آوے گی اور اگر کسی محرم نے ایک شکار کے بیچنے کیواسطے کسی حلال کو وکیل بنایا اور اُسنے فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل ہی کذا فی الحاوی- اور اگر حلال نے کسی محرم کو ایک شکار کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہین ہی[2] اگر کسی شخص نے ایک شخص کو کسی شکار بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے احرام باندھا اور وکیل نے شکار فروخت کر دیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بیع جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک باطل ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر کسی حلال نے دوسرے حلال سے ایک شکار خریدا اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون مین سے ایک نے احرام باندھا تو بیع ٹوٹ جاوے گی یہ حاوی مین لکھا ہی- اور جو ذبیحہ کہ مجوسی یا مرتد یا سوائے اہل کتاب کے دوسرے کا ہو اُسکی بیع جائز نہین ہی اور اسی طرح وہ ذبیحہ کہ جسپر بسم اللہ کہنا عمداً چھوڑ دیا گیا ہو اُسکی بیع بھی ناجائز ہی کذا فی الذخیرہ- اور تجرید مین لکھا ہی کہ اسی طرح ایسے بچہ کا کہ جو نہین سمجھتا ہی اور مجنون کا ذبح کیا ہوا بیچنا بھی جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور جس شکار کو محرم نے ذبح کیا ہو یا حلال نے حرم مین ذبح کیا ہو اُسکا بیچنا بھی جائز نہین ہی اور اہل کتاب[3] کا ذبیحہ بیچنا جائز ہی یہ محیط

لہ ہذہ المسئلۃ کانہا ذکرت استطراداً ۱۲ م سلہ قولہ جائز نہین یعنی محرم کا وکیل ہونا اور اُس کا کوئی ایسا تصرف جائز نہوگا نہ یہ کہ توکیل باطل ہو فافہم فتلطف فیہ. فان المحرم محل لذلک بالذات فافہم ۱۲ منہ سلہ اہل کتاب کا ذبیحہ آہ مترجم کہتا ہی اس زمانہ مین اس مسئلہ مین شبہہ ہوگیا ہے اور عوام الناس نے اپنی نظر کے موافق نصرانیان زمانہ کے ذبائح مین اسی روایت پر مدار رکھا ہے اور حق یہ ہے کہ جو اہل کتاب اپنی کتاب الٰہی ٹھیک ٹھیک جانتے ہون اُن کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے نصرانی یا یہودی کا ذبیحہ جائز نہ فرمایا بلکہ اہل کتاب یعنی جو اپنی کتاب آسمانی پر چلتے ہون اور تفصیل و تحقیق مسئلہ کی مترجم کی جامع تفسیر اردو موسومہ مواہب الرحمٰن مین ہے ۱۲

مین لکھا ہی۔ اور کافر اگر کسی مُردار کو آپس مین فروخت کرین تو جائز نہین ہی اور اگر اپنے ذبیحہ کو باہم فروخت کرین حالانکہ اُن کا ذبیحہ یہ ہو کہ بکری کا گلا گھونٹ دین یا اُسکو اس قدر مارین کہ مرجاوے تو اُنکا آپس مین بیع کرنا جائز ہی یہ واقعات مین لکھا ہے اگر دو ذمیون نے شراب یا سُور کی باہم خرید و فروخت کرلی پھر قبضہ سے پہلے دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اسلام لایا تو بیع ٹوٹ جاوے گی یعنے فسخ کرنے کا حق ثابت ہوجاوے گا اور اگر دونون نے شراب پر قبضہ کرلیا پھر دونون یا ایک مسلمان ہوا تو بیع جائز ہوگی خواہ ثمن پر قبضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان غلام خریدا تو بیع جائز ہے اور اُس پر جبر کیا جاوے گا کہ اسکو فروخت کردے خواہ یہ ذمی نابالغ ہو یا بالغ ہو یہ تاتارخانیہ مین تجنیس سے منقول ہے اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر سے ایک مسلمان غلام بطور بیع فاسد کے خریدا تو مشتری پر جبر کیا جاوے گا کہ واپس کردے اور بائع پر جبر کیا جاوے گا کہ اُسکو فروخت کردے[1] اور اگر ذمی نے اُس غلام کو آزاد یا مدبر کردیا تو جائز ہے اور وہ مدبر سعی[2] کرے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ باندی تھی کہ اُسکو ذمی نے ام ولد بنایا ہو اور ذمی کو زدوکوب کی تکلیف پہنچائی جاوے گی[3] اور اگر باندی کو اُس نے مکاتب کردیا تو کتابت جائز رہے گی اور نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر ذمی نے قرآن شریف خریدا ہو اور اسی طرح اگر ذمی کسی مسلمان غلام کے ایک حصہ کا مالک ہوا تو ٹکڑے کا حکم پورے کے حکم کے مانند ہے اور اگر دونون عقد کرنے والون مین سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان دونون کے درمیان صرف وہی امر جائز ہوگا جو دو مسلمانون مین جائز ہوتا ہے اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو شراب کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہین ہے اور اگر چند یتیم نصرانی تھے کہ اُن کا ایک غلام اسلام لایا تو سب پر جبر کیا جائیگا کہ اُس کو فروخت کردین پس اگر اُن کا کوئی وصی ہوگا تو وہ فروخت کرے گا اور اگر نہو گا تو قاضی اُن کا کوئی وصی مقرر کردے گا کہ وہ اُن کی طرف سے فروخت کرے گا اور اگر کسی مسلمان نے کوئی مسلمان غلام کسی کافر کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور اُسکے سپرد کردیا تو جائز ہے اور کافر پر جبر کیا جاوے گا کہ اُسکو فروخت کردے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ ہاتھی وغیرہ مردارون کی ہڈیان بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی لیکن آدمی یا سُور کی ہڈی بیچنا جائز نہین ہی اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ ہاتھی وغیرہ کی ہڈی پر چکنائی نہ باقی ہو اور اگر باقی ہوگی تو وہ نجس ہی اور اُسکی بیع ناجائز ہی اور فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا گتا ذبح کرکے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز[4] ہی اور اسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کرکے اسکا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ اُنھون نے ذبح ہونے کے بعد

[1] یعنی مسلمان کے ہاتھ ۱۲ منہ [2] یعنی مشقت کرکے مال ادا کرکے آزاد ہوجائیگا [3] بوجہ ام الولد بنانے کے واللہ اعلم ۱۲م [4] قولہ جائز ہی اسواسطے کہ ذبح کرنے سے نجاست نہ رہی لیکن آدمی کو کھانا حرام رہا ہان اگر شکرہ وغیرہ کو دیدے تو کارآمد ہوگا پھر یہ روایت اس بنا پر کہ نجس العین نہین جیسے گدھا اور لعاب خون اُسکا نجس ہے اور متاخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے ۱۲م

اس گوشت کے پاک ہونے مین اختلاف کیا ہے اور صدر الشہیدؒ نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پاک ہے اور اگر کسی نے سور کو ذبح کرکے اُسکا گوشت فروخت کیا تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - ذبح کیے ہوئے درندون کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھون کا فروخت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہی اور مردار درندونکا گوشت یعنی گوشت بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور درندون اور گدھون اور خچرون کے چمڑے اگر ذبح کیے ہوے یا دباغت کیے ہوئے ہون تو اُن کی بیع جائز ہی اور جو ایسے نہون تو اُن کی بیع جائز نہین ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہی کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چمڑے پاک ہوجاتے ہین سوائے آدمی اور سور کی کھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہوگئے تو اُن سے نفع اُٹھانا جائز ٹھہرا پس اُن کی بیع ہوسکتی ہے اور مردار کے بال اور اسکی ہڈی اور پشم اور سینگ سے نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پٹھے کے باب مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اس سے نفع اُٹھانا اور اُس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اور سور کے بال بیچنا جائز نہین ہے اور کونچیان بنا کر اُس سے نفع اُٹھانا موزہ دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالون کا بیچنا اور اس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر مین لکھا ہے اور اگر کسی[1] نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اُسکو بہت بڑا ہدیہ پیش کیا نہ بطور خرید و فروخت کے دیا تو اُس مین کچھ خوف نہین ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور عورت کا دودھ اگرچہ کسی پیالہ مین ہو بیچنا جائز نہین ہی خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اُسکے تلف کردینے والے پر ضمان نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی - اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے - یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی - اور ملاقیح اور مضامین کی بیع منعقد نہین ہوتی ہے اور ملقوح اُسکو کہتے ہین جو مادہ کے رحم مین ہو قال المترجم مضامین وہ نطفے ہین جو باپ کی پیٹھ مین ہون - اور اسی[2] حکم سے یہ بھی حکم نکلتا ہی کہ گابھن کرانے کی نر کی منی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہین ہے یہ تہذیب مین لکھا ہی - گوبر اور مینگنی کا بیچنا اور اُن دونون سے نفع اُٹھانا جائز ہے اور گوہ[3] سے کچھ نفع اُٹھانا جائز نہین ہے تاوقتیکہ وہ مٹی سے نہ ملجاوے اور مٹی اُس پر غالب نہو جاوے اور اسی طرح گوہ کا بیچنا بھی جائز نہین ہے تاوقتیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط مین لکھا ہی - اور درباطات کا گوبر بیچنا جائز نہین ہے مگر جب اُس کو کوئی شخص جمع کرکے فروخت کرے تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اور کبوتر کی بیٹ اگر بہت[4] ہو تو اُس کا بیچنا

---

[1] یعنی اگر کسی کے پاس موئے مبارک آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور اُس سے کوئی شخص اُس موئے مبارک کو لے تو بطور بیع کے اسکی عوض کچھ دینا جائز نہین ہے اور اگر بہت کچھ بطور ہدیہ پیش کرے تو مضائقہ نہین ہی ۱۲ منہ [2] قال المترجم لا حاجۃ الے استخراجہ منہ فان حرمتہ بیع حسب الفحل منصوصۃ وقد عدہ بعضہم من الکبائر ۱۲ منہ [3] غذرہ پلید چیز نجس ولیکن بنا برین گوبر و مینگنی کو بھی شامل ہے ولہذا اور ماذکرنا ۱۲ منہ [4] یہ قید اسواسطے ہی کہ خفیف بے قیمت ہوتی ہے پس مال نہوگی ۱۲ منہ

اور ہبہ کرنا جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ ملجاوے جیسے شراب اور چوہا گھی یا گوندھے ہوئے آٹے مین جا پڑے تو اُسکے فروخت کرنے مین کچھ خوف نہین ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جاوے کہ یہ اس طرح مختلط ہے۔ اور یہ جواز اُسوقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اُسکے برابر نہ ہوجاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور سوائے کھانے کے اُس سے اور طرح نفع اُٹھانے مین کچھ خوف نہین ہے اور خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیشاب یا خون[ع] کا سرکہ یا زیتون کے تیل مین جا پڑے تو اُسکا فروخت کرنا جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور جو[ع] چیز ایسی ہو کہ اُس پر حرام چیز غالب ہو تو اُس کا بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہین ہے اور اسی طرح اگر زیتون کے تیل مین مردار کی پگھلی ہوئی چربی پڑجاوے پس اگر تیل غالب ہو تو اُسکی بیع جائز ہے اور اگر چربی غالب ہو تو جائز نہین ہے اور واضح ہو کہ حلال[ع] کے حرام پر غالب ہونے کی صورت مین نفع[ع] اُٹھانے کا حکم جو مذکور ہوا اور اُس سے یہ مراد ہے کہ سوائے بدن[ع] کے اور کامون مین نفع اُٹھایا جاوے اور بدن مین نفع اُٹھانا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور بربط اور طبل اور مزمار اور دف اور نرد اور ان کے مانند[ع] چیزون کو بیچنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے قول مین جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ توڑ دینے سے پہلے ان چیزون کا بیچنا جائز نہین ہے اور یہ مسئلہ اجارات اصل مین بلا تفصیل مذکور ہے اور سیر کبیر مین صاحبین کے قول کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ ان چیزون کو اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا کہ جو انکو خود استعمال مین نہین لاتا ہے اور نہ ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے کہ جو ان کو استعمال مین لاوے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز ہے اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچا کہ جو ان کو استعمال مین لاتا ہے یا ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے جو ان کو استعمال مین لاوے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز نہین ہے۔ اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو حکم اصل کتاب مین مطلقاً مذکور ہے وہ اس تفصیل پر جو سیر کبیر مین مذکور ہے محمول ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر ان چیزون کو کسی شخص نے تلف کر دیا پس اگر تلف کر دینا قاضی کے حکم سے تھا تو کوئی[ع] شخص ضامن نہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے نہ تھا تو بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہی حکم ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے یہ تہذیب مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا غلام بعوض اسکے فروخت کیا کہ مین اپنے اونٹ مشتری کی زمین مین چراؤن گا یا اسکے عوض کہ مین اسکے کنوئیں سے پانی پیون گا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر غلام بالغ یا مشتری کی باندیون مین سے کسی باندی کے عوض فروخت کیا اور اُس باندی کو معین نہ کیا تو بیع منعقد ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ سوائے خمر یعنی شراب[ع] کے جتنی پینے کی

[۱] یہ حکم محض بیع کے واسطے ہے کھانے کے واسطے نہین ہے ۱۲ م [۲] خون سے بہتا ہوا خون مراد ہونا چاہیئے ۱۲ م [۳] یعنی اختلاط حرام بدون اسطرح ہو کر حلال پر حرام غالب ہوجاوے ۱۲ منہ [۴] یعنی نفع اُٹھانے کے جواز کا ہے [۵] مثلاً اسکو کھاتا ہے [۶] یعنی آلات لہو ولعب ۱۲ [۷] شد ای انہ لا یختص بالمحتسب بین لہ نوع خصوصیۃ ۱۲ م [۸] قال المترجم وینبغی ان یکون المراد بالخمر ما یتخذ من العنب اذا غلی واشتد وقذف بالزبد ویطلق علیہ علی قلیل ذلک وکثیرہ اور نوط الخمر فی آخر جلد ۱۲ منہ

چیزین حرام ہین سب کی بیع جائز ہی اور انکے تلف کرنے والون کو ضمان دینی پڑے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان چیزون کی بیع جائز نہین ہے اور اُن کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے - فتاوے عتابیہ مین ہے کہ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین (وہو الاصح ۱۲ م) کہ جو اُس سے شراب بنا دیگا کچھ خوف نہین ہی اور زمین ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین کہ جو اُسکا کلیسا[1] بنا دیگا کچھ ڈر نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور مکاتب[2] اور مدبر اور ام ولد اور جس غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو ان سب کی بیع جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے ام ولد کو فروخت کر کے سپرد کر دیا تو مشتری اس کا مالک نہوگا اور یہی حکم اس غلام کا ہی جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اور ایسے ہی مدبر کا بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر مکاتب فروخت ہونے پر راضی ہو گیا تو اس باب مین دو روایتین ہین اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور مجمع مین لکھا ہے کہ مکاتب نے اگر اپنی بیع کی اجازت دیدی تو فاسد نہ ہوگی اور یہی روایت مختار ہی اور عامۂ مشائخ اسی پر ہین یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے - اور اگر آزاد یا ام ولد یا مدبر یا مکاتب مشتری کے پاس ہلاک ہو گئے تو وہ ضامن نہوگا (نزدیک امام اعظم رحمہ) اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہی بخلاف مکاتب کے کہ اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مرگیا تو بالاتفاق اُس کا ضامن نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایک قیمتی مال بعوض مکاتب یا ام ولد کے خریدا اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اُسی[3] کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہے اور ایسے ہی مدبر کو اُسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اُس کا مالک نہوگا کیونکہ یہ مال نہین ہی اسلیئے کہ اس سے تمول نہین ہوتا ہی اور اس قیاس پر اگر کسی نے مردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اُسکو لوگ دباغت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہین تو بیع منعقد ہو جائیگی اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مر گیا تو سیر کبیر مین لکھا ہی کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مشتری اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی - اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور باندیون کی اولاد جو ایسے لوگون سے ہو بمنزلۂ[4] اصول کے شمار کی جاتی ہے اور اسی طرح حالت کتابت مین خریدا ہوا بیٹا اور

[1] کلیسا عبادت خانہ نصرانیان گرجا ۱۲ منہ [2] مکاتب سے یہ مراد ہی کہ تا دام مکاتب رہے اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو جاوے تو فروخت ہو سکتا ہی ۱۲ م [3] یعنی خود ام ولد کے ہاتھ ۱۲ [4] مترجم کہتا ہی یعنی مثلاً مکاتب کا بیٹا مکاتب کی باندی سے پیدا ہوا تو وہ بھی بمنزلۂ اصل کے یعنی باپ کے مکاتب رہیگا اور یہ مربوط ہی ما بعد سے [illegible] لوگ مراد ہون تو عبارت سابق سے معلوم کیا جاوے مگر حادی کمان ہو و با این عبارت شاہد [illegible] ایسے ہی لوگ مکاتب [illegible] ہین [illegible] ۱۲ منہ

اور مان باپ کا بھی یہی حکم ہی مگر سوائے اُنکے اور ناتے والے کتابت مین داخل نہین ہوتے ہین اور مکاتب کو اُنکا بیع کر دینا
امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔

چھٹی فصل ربوٰ اور اُسکے احکام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ ربوٰ شرع مین اس مال کو کہتے ہین کہ جو
مال کے عوض مال لینے مین زیادتی ہو کہ اُسکے مقابل مین مال نہو اور یہ ربوٰ ہر ناپ یا تول کی چیزون مین
جو اپنے جنس کے ساتھ بیچی جاوین حرام ہی اور اُس کی علت مقدار اور جنسیت ہے اور مقدار سے ہماری مراد
ناپ کی چیزون مین پیمانہ ہے اور وزنی چیزون مین وزن ہے پس جب ناپ کی چیزین جیسے گیہون اور
جَو اور چھوارے اور نمک اور تول کی چیزین جیسے سُونا اور چاندی وغیرہ جواوقیہ کے حساب سے بیچی
جاتی ہین اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کیجاوین تو بیع صحیح ہے اور اگر کوئی بڑھتی ہوگی تو بیع صحیح
نہین ہے اور اس جنس کی ردی اور جید دونون برابر ہوتی ہین یہان تک کہ جن چیزون مین ربو جاری ہوتا ہے
اگر اُن مین کی جید بعوض ردی کے بدون برابری کے بیچی جاوے تو بیع نہین ہی اور ایک لپ بھر کے چیز
بدلے دو لپ بھر کے فروخت کرنا جائز ہی اور ایک سیب دو سیبون کے عوض بیچنا جائز ہی اور جو آدھے
صاع سے کم ہو وہ ایک لپ بھر کے شمار مین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سوائے کھانے کے ہے اپنی
جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے گچ اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور جب چیزین مین مقدار
اور جنسیت دونون پائی جاوین اُنمین زیادتی سے بیچنا اور اُدھار بیچنا دونون جائز نہین ہین اور اگر دونون مین سے
ایک پائی جاوے اور دوسری نہ پائی جاوے تو زیادتی حلال ہی اور اُدھار بیچنا حرام ہی اور اگر دونون نہ پائی
جاوین تو زیادتی اور اُدھار دونون حلال ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور جن چیزون مین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کیل کے حساب سے بڑھتی بیچنے کی حُرمت پر صریح حکم فرما دیا ہی۔ وہ ہمیشہ کیلی رہینگی یعنی ناپ
کی چیزون مین رہینگی اگرچہ لوگ اُسکا ناپنا چھوڑ دین جیسے گیہون اور جَو و چھوارے اور نمک اور جن چیزون مین رسول اللہ
صلعم نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہی وہ ہمیشہ وزنی رہینگی اگرچہ لوگ اُنکا وزن کرنا ترک کر دین جیسا سُونا اور
چاندی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جن چیزون مین آنحضرت صلعم کا صریح حکم نہین ہی ولیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلعم کے وقت مین پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہیگی اگرچہ لوگ اُسکو وزن کر کے بیچنے کی عادت کرین اور جسکا
اُسوقت مین وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہیگی اور جس چیز مین کہ کچھ صریح حکم نہین ہی اور نہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اُسکا حال معلوم ہی تو اُس مین لوگون کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگون مین وہ
پیمانہ کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہی تو وزنی ہی اور اگر پیمانہ
اور وزن دونون کے حساب سے بکتی ہی تو وہ کیلی اور وزنی دونون ہوگی اور یہ سب جو مذکور ہوا امام
اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے کذا فی المحیط پس اس بنا پر جو مذکور ہوا اگر
گیہون کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سُونے کو اپنی جنس کے ساتھ

لہ واضح ہو کہ ناپ سے مراد صاع کا ناپ ہے جو ہندوستان میں مروج ہے ۱۲ منہ

پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اگرچہ لوگوں کے عرف میں اسی طرح بکتی ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی ہیں باہم برابر ہوں تاوقتیکہ اُنکا برابر ہونا اپنے اصل[۱] طور[۲] پر نہ معلوم ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور شیخ رح نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہونا صریح حکم سے ثابت ہوگیا ہے اگر اُسکو وزن کرکے درہموں کے عوض فروخت کرے تو جائز ہے اسی طرح جس کا وزنی ہونا صریح ثابت ہوا ہے اگر پیمانہ کے حساب سے درہموں کے عوض فروخت کیجاوے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور جو چیزیں کہ مثل تیل وغیرہ کے منوں[۳] یا اوقیوں[۴] کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں وہ وزنی ہیں۔ یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے پس جو چیز کہ رطلی ہے یا اوقیہ کے حساب سے بکتی ہے اگر اُس کو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر اسکی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہو اور جس قدر اُس کیل میں سماتا ہے اُس کا (یعنی تول کر) وزن معلوم نہووے فروخت کریں تو جائز نہیں ہے اور اگر اُن دونوں کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کریں اور وزن میں وہ دونوں برابر رہیں تو بیع صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ بدبودار گیہوں اور جید گیہوں ایک جنس ہیں اور ایسے خرما ہیں سیراب کردہ زمین کا اور بخسی[۶] بے سینچی زمین کا دونوں ایک جنس ہیں اور فارسی چھوارہ[۷] اور دقل دونوں ایک جنس ہیں باوجود اسکے کہ وصف میں اختلاف ہے اور ایسے خلکہ اور رخوہ چھوارہ ایک جنس ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فقہا نے یتیم کے مالوں میں سے جن مالوں میں ربوا جاری ہوتا ہے اُس میں جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہے پس وصی کو یہ جائز نہیں ہے کہ اُسکا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقف کے مال میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے ایک انڈے کا دو انڈوں کے عوض اور ایک چھوارے کا دو چھوارے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹوں کے عوض بیچنا صحیح ہے اور ایک پیسے معین کو دو معین پیسوں کے عوض فروخت کرنا امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ تر انگور کا خشک کے ساتھ برابر پیمانہ کے حساب سے بیچنا امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے اور اسی طرح ہر پھل کہ جو خشک ہو جاتے ہیں جیسے انجیر اور مشمش اور اخروٹ و کمثری[۸] اور انار اور آلو بخارا ان میں تر بدلے تر کے اور خشک بدلے خشک کے بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور چھوارے کا حلوا چھوارے

۱ یعنی اگر کیلی ہو تو کیل کے حساب سے اور وزنی ہو تو وزن کے حساب سے ۱۲م ۲ یعنی جو اصل سابق میں مذکور ہوئی ہے ۱۲ منہ ۳ مترجم کہتا ہے کہ جیسا کہ اس سے ہندوستان کا من ہے اگرچہ اصل میں من کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے مگر مراد واحد ہے یا لفظ من کا ترجمہ باعتبار اختلاف معروف سیر چھٹانک تریزی وغیرہ کے ذکر کیا جاوے بہر حال سیکا ذکر کرنا بلحاظ عموم کے اولیٰ ہے بعض تشبیہ کرکے سیر کہہ سکتے ہیں ۱۲ منہ ۶ بخس اصل میں وہ زمین جو بدون پانی دیئے اگاتی ہے اور فیہ منسوب باں دیمی برعکس ان ۱۲ منہ ۷ ایک قسم ہے عمدہ چھوارے کی ۱۲ ۸ کمثری منتخب میں ہے کہ میوہ امرود ہو المعروف اور دیار ان میوہ مشمش وغیرہ ۱۲

کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن اگر یہ بیع ایسی جگہ واقع ہو جہاں چھوارہ وزن سے بکتا ہے۔ تو اس طرح ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ واقع ہو کہ جہاں چھوارہ پیمانہ سے بکتا ہے تو ادھار بھی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابوالحسن کرخی رح نے ذکر کیا ہے کہ درخت خرما کے سب پھل ایک جنس ہیں اور باقی پھلوں میں ہر قسم کے درخت کے پھل ایک جنس ہوتے ہیں جیسے کہ انگور سب ایک جنس ہیں اگرچہ اس کے اقسام مختلف ہیں اور اسی طرح امرود ایک جنس ہیں اگرچہ اس کے بھی اقسام مختلف ہیں اور یہی حال سیب کا ہے یہاں تک کہ ایک قسم کا انگور دوسری قسم کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہی حال سیب اور امرود کا ہے اور امرود کو سیب کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی سیب کو انگور کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ تازہ انگور کو دوشاب [عمدہ انگور کا ۱۲] کے ساتھ بیچنا ہر طرح جائز ہونا چاہیے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ نمناک گیہوں کو نمناک گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی نمناک کا خشک کے ساتھ بیچنا اور تازہ تر کا تازہ تر کے عوض بیچنا اور تازہ تر کا خشک کے عوض بیچنا بھی جائز ہے اور تازہ تر باقلاء کا تر کے عوض بیچنا جائز ہے اور خشک انگور کا بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا اور بھگوئے ہوئے کا بغیر بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے یہ سب امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جب یہ معلوم ہو جاوے کہ دونوں خشک ہو کر برابر ہو جاویں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ بھنے ہوئے گیہوں بغیر بھنے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں پیمانہ سے برابر ہوں اور بھنے ہوئے گیہوں بھنے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ پیمانہ کی راہ سے برابر ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر یا زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ہے اور آٹے کو آٹے کے عوض کیل [پیمانہ] کی راہ سے برابر بیچنا ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور چوکر کو آٹے کے عوض بیچنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک اعتبار کے طور پر جائز ہے اس طرح لحاظ کیا جاوے کہ خالص چوکر اس چوکر سے جو آٹے کے اندر ہے زائد ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح اعتبار کے طور پر جائز نہیں ہے بلکہ جب پیمانہ کی راہ سے دونوں برابر ہوں تو جائز ہے یہ فتاوے صغریٰ میں لکھا ہے اگر آٹے کو آٹے کے عوض وزن کرکے بیچا تو جائز نہیں ہے جیسے گیہوں کو گیہوں کے عوض وزن کرکے بیچنا جائز نہیں ہے اور ستو کو ستو کے عوض بیچنا اور چوکر کو ستو کے عوض بیچنا بھی یہی حکم رکھتا ہے[1] اور اگر چھانا ہوا آٹا بے چھانے ہوئے آٹے کے عوض بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں برابر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے آٹے کو چنے کے عوض بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ گیہوں کو روٹی کے عوض اور روٹی کو گیہوں کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضوں کے نزدیک برابری

[1] آٹے کو آٹے کے عوض بیچنے میں بیان ہوا ۱۲ منہ

کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ گیہوں اور آٹا کیلی ہے۔ اور روٹی وزنی ہے پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہوگی بشرطیکہ دونوں نقد ادا کیے جاویں اور اگر دونوں میں سے کوئی اُدھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب اماموں کے نزدیک بیع جائز ہے اور اگر گیہوں یا آٹا نقد ادا کیا جاوے اور روٹی اُدھار ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی روایت آئی ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرص بعوض دو قرصوں کے ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ دونوں میں بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اماموں کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اور مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک گردہ روٹی نقد بعوض دو گردوں روٹی اُدھار کے بیچا تو جائز ہے اور اگر دونوں روٹیاں نقد ادا کی جاویں اور ایک روٹی اُدھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر روٹیوں کے ٹکڑے فروخت کیے تو نقد اور اُدھار ہر طرح جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روٹی کا قرض لینا جائز نہیں ہے نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزن و عدد دونوں طرح سے اُسکا قرض لینا جائز ہے کیونکہ تعامل الناس ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وزن سے جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور شرح مجمع میں لکھا ہے کہ فتوے امام محمد رح کے قول پر ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھوں ہاتھ ادا کیے جاویں تو برابری اور زیادتی دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ گیہوں کو گیہوں کے عوض اٹکل پر بیچنا ناجائز ہے۔ اور فقہا نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گیہوں اتنے ہوں کہ پیمانہ میں ناپے جا سکیں اور اگر تھوڑے ہوں تو بعض کو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسا ہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہے اور اگر گیہوں بعوض گیہوں کے اٹکل پر بیچے گئے پھر دونوں پیمانہ کیے گئے اور دونوں برابر نکلے تو بیع جائز ہو جائیگی اور قاعدہ[1] کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ دونوں بدلوں کا معیار شرعی میں برابر ہونا عقد بیع کے جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہاں وقت عقد بیع واقع ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ طعام بعوض طعام مثل کے خریدا اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کر دیا اور مشتری نے جو خود خریدا تھا اُسکو چھوڑ دیا اور اُسپر قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے اور کھانے کو

---

[1] قولہ قاعدہ کلیہ یعنی جہاں بیع جائز ہونے کے بعد شرع نے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ دونوں چیزیں پیمانہ یا وزن میں برابر ہونی چاہیے میں تو یہاں برابری معلوم ہونا بیع کے وقت شرط ہے حتی کہ اگر یہ علم نہو تو بیع باطل ہے اگرچہ اتفاق سے دونوں برابر نکلیں ۱۲

کھانے کے عوض اُسی کی جنس یا اسکے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے مین دونون کا اسی مجلس مین باہم قبضہ
کر لینا ہمارے نزدیک شرط نہین ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو اگر گیہوؤن کو جَو کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھون
ہاتھ لیکر فروخت کیا تو جائز ہو اگرچہ جَو کے اندر گیہون کے دانہ اسقدر رہون کہ جتنے جَو مین ہوا کرتے ہین
ایسے ہی اگر گیہون کو گیہونکے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہو مگر جب دونون برابر ہون تو جائز ہو اگرچہ
ہر ایک مین جَو کے دانہ موجود ہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے کچھ گیہون جو بالیون کے
اندر ہین بعوض صاف کیے ہوئے گیہوؤن کے خریدے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہو لیکن اگر یہ معلوم ہو
کہ صاف کیے ہوے گیہون اُس سے زائد ہین تو جائز ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اگر گیہوؤن کی حَرِی[1] گیہوؤن
کے عوض پیمانہ یا اٹکل سے فروخت کیا تو جائز ہو بشرطیکہ اُسنے چھوڑ رکھنے کی شرط نکی ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہو
اصل مین مذکور ہو کہ اگر زیتون کا تیل بعوض زیتون کے یا تلون کا تیل بعوض تلون کے یا ایسی بکری جسکی پیٹھ
پر پشم تھے بعوض پشم کے یا ایسی بکری کو کہ جسکے تھنون مین دودھ تھا بعوض دودھ کے یا شیرۂ انگور کو بعوض انگور
کے یا کرخما کو بعوض دوشاب کے یا دودھ کو بعوض روغن کے یا روئی کو بعوض بنولے کے یا خرما کی
گٹھلیون کو بعوض چھوارے کے یا ایسا گھر کہ جسمین سونے کے پتر تھے بعوض سونے کے یا ایسی تلوار کہ جس مین
چاندی لگی تھی بعوض چاندی کے یا صاف کیے ہوے گیہون بعوض ایسے گیہوؤنکے جو بالیون مین ہین فروخت
کیا پس اگر خالص یا جدا کیا ہوا پوشیدہ یا ملے ہوے سے زائد ہو تو بیع جائز ہو اور جو چیز علٰحدہ کیجاتی ہو اگر وہ ملی
ہوئی سے کم یا اسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بالاجماع بیع جائز نہین ہو اور یہ حکم یعنے خالص
کا زائد ہونا اُسوقت ہو کہ جب دوسرے بدل کا فضلہ[2] کچھ قیمت رکھتا ہو اور اگر اُسکی کچھ قیمت نہو تو بیع جائز
نہوگی جیسا کہ اگر گھی کو مسکہ کے عوض فروخت کیا تو جائز نہین ہو لیکن جبکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ
خالص گھی اُس گھی کے برابر ہو جو مسکہ مین سے نکلیگا تو بیع جائز ہوگی اور یہ قید یعنے فضلہ کا قیمت دار
ہونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے صراحۃً روایت کیا گیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اگر کپاس کو بعوض اُسکے
سوت کے فروخت کیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہو اور یہ اظہر ہے اور اگر اوٹی ہوئی روئی کو
بے اوٹی ہوئی روئی کے بیچا تو جائز ہو بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ خالص روئی اُس سے
زائد ہو جو بے اوٹی ہوئی مین نکلے گی اور اگر بے اوٹی ہوئی بعوض کپاس کے فروخت کی تو ضرور ہو کہ خالص
اُس سے زیادہ ہو جو کپاس مین نکلے گی یہ نہرالفائق مین لکھا ہو اور کپاس کو روئی کے عوض بالاجماع
ہر طرح بیچنا جائز ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور روئی کے سوت کو روئی کے کپڑے[12] کے عوض ہاتھون ہاتھ
فروخت کرنے مین کچھ ڈر نہین ہو اسیطرح ہر جنس کا سوت اسی جنس کے کپڑے کے عوض بیچنا جائز ہو بشرطیکہ ۴۱

[1] قولہ حَرِی یعنی گیہوؤن کا کھیت جسمین دانہ دار بالیان نہ ہون ۱۲ م [2] یعنی دوسرے مین جو اور ایک چیز ہے
جیسے گیہون مین بھوسہ اور تل مین کھلی وغیرہ ۱۲

ایسے کپڑے وزن سے نہ بکتے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور ایک قفیز تل خوشبو مین بسائے ہوئے کو دو قفیز تل بے بسائے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے اور زیادتی خوشبو کے مقابلہ مین رکھی جاویگی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا کہ خوشبو کا اعتبار صرف اُسی وقت ہوگا کہ جب اُس سے وزن مین کچھ زیادتی ہو کہ اگر وہ تل خالص رہجاوین تو اُنکا وزن گھٹ جاوے یہ حاوی مین لکھا ہے اور بنفشہ اور خیری کا تیل دو جنس ہین اور مختلف تیلون کے اصول اجناس ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور تل اور زیتون کا تیل دو جنس ہین اور اسیطرح اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلون مین فرق ہوگیا تو اُنکو دو جنس شمار کرینگے اگرچہ اُنکی اصل ایک ہی ہو پس فقہا نے فرمایا کہ بسائے ہوئے تلون کے تیل کی ایک قفیز کو بے بسائے ہوئے تلون کے تیل کی دو قفیزون کے عوض بیچنا جائز ہے اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہے اور زیتون کا ایک رطل تیل کہ جس مین خوشبو ملائی ہے بعوض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا جائز نہین ہے کیونکہ خوشبو زائد ہے پس گویا اُسنے زیتون کا تیل بعوض زیتون کے تیل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر ایک مکوک تل خوشبو مین پرورده بعوض پانچ مکوک تل بے پرورده کے ہاتھون ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اور اگر پرورده پیمانہ[1] مین بے پرورده کے برابر ہو تو جائز نہین ہے اور اسیطرح جن ستوؤن مین روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو اُن کو بعوض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر ایک بکری بعوض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جسکی چربی اور انتڑیان نکال ڈالی گئی ہین خریدی پس اگر دونون برابر ہون تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے۔ اور اگر بعوض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جسکی کھال نہین کھینچی گئی ہے خریدی پس اگر یہ گوشت اُس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی مین ہے یا اُسکے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہے۔ اور اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہو لیکن جب یہ بات معلوم ہوجاوے کہ یہ گوشت اُس بکری کے گوشت سے زائد ہے تو جائز ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے۔ اور استحساناً ہر حال مین جائز ہے اور یہ قول امام اعظم اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ نقد معین کیا جاوے اور اُدھار جائز نہین ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعوض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر زندہ بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی

[1] پیمانہ معروف ۱۲

بکری کے خریدین تو جائز ہی کیونکہ ایسی صورت مین گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جسقدر مسلوختین[1] مین زیادتی ہی وہ غیر مسلوخہ کے سقط کے مقابلہ مین رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریان بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدین تو جائز نہین ہوا سلیے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی سود ہو گی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکریان ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدین تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہان گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہے۔ بس زیادتی سود ہے لیکن اگر دونون وزن مین برابر معلوم ہون تو جائز ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ گوشت کا اعتبار اپنی اصل[2] پر ہوتا ہی پس گاے اور بھینس ایک جنس ہین کہ ان مین سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہین ہی اور اونٹ مین بختی اور اعرابی ایک جنس ہین اور ایسے ہی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ کچا گوشت پکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہی اور زیادتی حرام ہی لیکن اگر پکے ہوئے گوشت مین کچھ مصالحہ پڑا ہو تو زیادتی حرام نہو گی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اونٹ اور گاے اور بکری کے گوشت اور اُنکے دودھ مختلف جنسین ہین کہ اس مین بعض کو بعوض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اُدھار مین خیر[3] نہین ہی اور ایسے ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسین ہین کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی سے ہاتھون ہاتھ بیچنا جائز ہی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی۔ یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہی اور وہ پیٹ کی چربی اور چکتی کے ساتھ دو جنسین ہین اور ان سب مین اُدھار جائز نہین ہی۔ اور سری اور پاے اور چمڑے کو ہاتھون ہاتھ ہر طرح بیچنا جائز ہی۔ لیکن اُدھار جائز نہین ہی۔ یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور شراب کا سرکہ بعوض شکر کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہی۔ کذا فی الحاوی اور بھی خرما[4] قل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہی۔ یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر سرکہ شیرۂ انگور کے عوض زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی کیونکہ شیرۂ انگور ثانی الحال مین سرکہ ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ چھاچ کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھاچ دو حصہ ہو اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہی اور اگر چھاچ ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو اسمین بہتری نہین ہی اس جہت سے کہ تازہ دودھ مین مسکہ زیادہ ہوتا ہی اور بھی کہا گیا ہی کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُسکا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹ جائیگا تو جائز ہی اور اگر کم نہوگا تو اسمین بہتری نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور پرندونکا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین

[1] مسلوختین دو بکریان کھال کھینچی ہوئی اور سقط سے مراد سوائے گوشت کے کھال اوجھڑ وغیرہ ہی ۱۲ م [2] یعنے جسکا گوشت ہو ۱۲

[3] یعنے ناجائز ہے ۱۲ [4] خراب قسم خرما ۱۲

کچھ ڈر نہین ہی اور اُسکے اُدھار مین بہتری نہین ہی یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہی اور امام ابو حنیفہ سے
روایت کیا گیا ہی کہ اُنھون نے پرند کو بعوض پرند کے گوشت کے اگرچہ دونون ایک قسم کے ہون زیادتی کے
ساتھ بیچنا جائز رکھا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور ایک مرغی کو دو مرغیون کے عوض بیچنے مین کہ جو ذبح کی گئی ہون
خواہ وہ بھونی ہوئی ہون یا نہون کچھ ڈر نہین ہی یہ مختار الفتاویٰ مین لکھا ہی اور مچھلی مین ایک کو دو
کے عوض بیچنا جائز ہی کیونکہ مچھلی وزن نہین کی جاتی ہی[سلہ] اور اگر کسی جنس کی مچھلی وزن کی جاتی ہو
تو اُس مین سوائے برابر برابر لینے کے بہتری نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور جس شہر مین گوشت
وزن سے نہ بکتا ہو وہان ایک تابہ[سلہ] دو تابون کے عوض بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اس باب مین اہل شہر
کا حال دیکھا جاوے گا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض
بیچا تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کیونکہ پانی اُن دونون کے نزدیک کیلی یا وزنی نہین
ہی تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا اور برف اگر وزن سے بکتا ہو تو اسکو برف کے عوض بیچنا جائز
ہی مگر برابری شرط ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور لوہا اور رانگا اور کانسہ مختلف جنسین ہین یہ النہر الفائق
مین لکھا ہی۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تارون سے بنا ہوا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس مین جواز
کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضرور ہی کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور کپڑے کی جنسین اپنے اصول
اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہین اگرچہ اُن کا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی[سلہ] اور جو مری
بغداد مین بُنا جاتا ہی وہ اور ہی اور جو خراسان مین بُنا جاتا ہی وہ دوسرا ہی یہ حاوی مین لکھا ہے اور اُسی بننے دو جنسین ہین[الا] اکیلے ہی
کتان سے بُنا ہوا اور روئی سے بُنا ہوا دو ہین اور ایسے ہی زندنجی اور وذاری دو جنس مختلف ہین یہ
خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور ارمنی نمد[سلہ] اور طالقانی دو جنس ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور روئی کا سُوت
کتان کے عوض یا صوف کو بالون کے عوض ایک حصہ کو دو حصون کے ساتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور
اگر کوئی اُن مین کا اُدھار ہوگا تو جائز نہوگا کیونکہ یہ وزن سے بکتے ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور
اسیطرح ریشم کا تاگا روئی کے تاگے کے عوض فقط نقد بیچنا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین مذکور ہی
کہ روئی کا سوت نرم باریک اسکے گُتے کے سُوت کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی۔ اور جس چھوارے مین سے گٹھلی نکال ڈالی گئی ہو اُسکو بے گٹھلی نکالے ہوئے کے ساتھ
فقط برابر برابر بیچنا جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر نمدے کو صوف کے عوض فروخت کیا پس اگر نمدا

سلہ یہان سے ظاہر ہوا کہ ہندوستان مین بحسب وزن کے بکنے کے یہ حکم نہونا چاہیے ۱۲ منہ سلہ تولہ تابہ طباق
وغیرہ اور اگر موافق عرف کے بجائے تابہ کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو گنجائش ہی ۱۲ منہ سلہ قال فی الاصل
کالہروی مع المروی، فتحمل ان یراد کالہروی الذی یباع بالمروی واللہ اعلم ۱۲ منہ سلہ نمدہ ترجمہ
لبدت وجار فی الحدیث علیہ کسار لبد اے خشن والمراد ہنا ما ذکر ۱۲ منہ

ایسا ہو کہ ریختہ ہو جانے کے بعد معروف ہو جائیگا تو اسمین وزن کی برابری کا اعتبار ہوگا اور اگر ایسا نہین ہو تو اعتبار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ صابون کو صابون کے عوض برابر برابر بیچنا جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ غلام اور آقا کے درمیان سود نہین ہوتا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غلام پر اتنا قرضہ نہو کہ جتنے کا وہ خود ہی اور اگر ایسا قرضہ ہوگا تو جائز نہوگا اور محیط کی کتاب الصرف مین لکھا ہی کہ غلام اور اُسکے آقا مین سود نہین ہوتا ہی اگرچہ اس غلام پر قرض ہو کذا فی التبیین اور مدبر اور ام ولد بھی غلام کے مانند ہین بخلاف مکاتب کے کہ اُسکا یہ حکم نہین ہی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور متفاوضین[1] مین سود نہین ہوتا ہی اور ایسے ہی دو شریک عنان اگر مال شرکت مین باہم خرید و فروخت کرین تو بھی سود نہین ہی اور اگر بیچ مال شرکت کے ایسا کرین تو جائز نہین ہی کذا فی التبیین اور مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب مین ربوا نہین ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ان دونون مین دارالحرب مین بھی ربوا ثابت ہوتا ہی اور اسیطرح اگر کوئی مسلمان دارالحرب مین امان لیکر گیا اور وہان اُسنے کسی ایسے مسلمان کے ساتھ کہ جو دارالحرب مین ایمان لایا ہی اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہین کی ہی خرید و فروخت کی تو اُسکے ساتھ سود لینا امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز نہین ہی لیکن اگر وہ مسلمان[2] دارالاسلام مین ہجرت کر آیا اور پھر دارالحرب کو لوٹ گیا تو اُس سے سود لینا جائز نہوگا کذا فی الجوہرۃ النیرہ۔ اور ایسے ہی اگر دارالحرب مین دو شخص ایمان لائے اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو اُنکو باہم سود لینا جائز[3] ہی یہ نہرالفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسے دو مسلمانون نے دارالحرب مین باہم بطور فاسد بیع کی تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جائز نہین ہی یہ تبیین مین لکھا ہے۔

ساتوین فصل۔ پانی اور برف کی بیع کے بیان مین۔ جو پانی کنوین اور نہر مین ہی اُسکا فروخت کرنا جائز نہین ہی کذا فی الحاوی۔ اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ ڈول اور رسی کو اُجرت پر دیدے[4] یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جب اس پانی کو نکال کر اپنی مشک[5] یا اور کسی برتن[6] مین بھر لیا تو یہ احراز ہی پس وہ اُسکا حقدار ہو گیا تو مثل پکڑے ہوئے شکار کے اُسمین تصرف اور اُسکو فروخت کر سکتا ہی۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح مینھ کے پانی کو اپنے برتن مین محرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ایسے پانی کا فروخت کرنا جسکو کسی شخص نے اپنے حوض مین جمع کر لیا ہی تو شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے شرح کتاب الشرب مین ذکر

[1] یعنے شریکین بالمفاوضہ ۱۲ م [2] یعنے بالاتفاق ۱۲ [3] یعنے عندالامام الاعظم ۱۲ [4] یعنے خریدار کے ہاتھ اسکا پانی فروخت نکرے بلکہ ڈول رسی اسکو اُجرت پردے اور اُجرت اسقدر بڑھائے کہ پانی کی بھی قیمت آجاوے ۱۲ منہ [5] قال فی الاصل جرۃ یعنے گھڑا وغیرہ وانما عدل تنفیما ۱۲ منہ [6] اور اکثر فقہا نے شرط لگائی کہ وہ برتن ایسا ہو کہ زیادہ اُس مین پانی جذب نہو جاتا ہو ۱۲ منہ

گیا کہ اگر حوض گچ کیا ہوا یا تانبے یا پیتل کا ہو تو بیع ہر حال مین جائز ہی پس شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض مین کر لینے کی وجہ سے پانی کا نگاہدار گردانا ہی ولیکن شرط یہ ہی کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جاوے تاکہ مبیع غیر مبیع کے ساتھ مختلط نہو جاوے اور اگر حوض تانبے یا پیتل کا یا گچ کیا ہوا نہو تو اسمین مشائخ نے ایسا ہی اختلاف کیا ہی جیسا کہ گرمیو نمین برف کے مجمدہ[1] کے اندر برف کے بیچنے مین اختلاف ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مختار اس مسئلہ مین یہ ہی کہ اگر بائع نے اُسکو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اسکے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہین ہے۔ کذا فی المحیط۔ اور صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اُسکا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دیوے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے ایک برف کا چہ بچہ بیچا تو اصح یہ ہی کہ بیع جائز ہی خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے۔ اور پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے مین زیادہ احتیاط ہی۔ یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور فقیہ ابو نصر محمد بن سلام البلخی سپرد کرنے سے پہلے اور بیچھے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے مین زیادہ مدت نہو جاوے اسطرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دیوے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہین کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ ماوراء النہر کا ہی پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے مین دیکھنے کے وقت خیار رویت ثابت ہوگا پس اگر اُسنے سپردگی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گذرنے پر واقع ہوئی تو اُسکو خیار رویت حاصل نہوگا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اُسکو خیار رویت حاصل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر صرف سینچنے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہین ہی اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمد رح نے اس صورت کو ذکر نہین فرمایا ہے اور فقیہ ابو نصر بن سلام نے کہا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر کہتے ہین کہ اسی کی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک سقے سے کسی قدر مشکین آب فرات[2] کی خریدین پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگونکا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز استحساناً اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اُس مشک کی مقدار معلوم نہو تو بیع جائز نہین ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درم لیکر تو میرے چوپایون کو اتنے مہینہ پانی پلا دے تو

---

[1] مجمدہ جاے اجتماع برف و سیاتی فی کتاب الغصب اسم اختلفوا فیہا علی ثلثہ صور ۱۲ منہ [2] فرات بمعنے آب خالص و شیرین و نام دریاے معروف زیر کوفہ اور یہی یہان مراد ہی ۱۲ منہ

جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکین پلاوے تو جائز ہی بشرطیکہ اُسکو مشک دکھلا دیوے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تجھے تیری زمین قراح[1] بھر پانی سے سیراب کرونگا پھر اُسکے لیے نہر کھول کر اُسکو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ اپنے چرپایون کو میری نہر یا میرے فلان حوض سے پانی پلا لے تو یہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

آٹھوین فصل مبیع یا ثمن کے نامعلوم ہونے کے بیان مین۔ جس شخص نے بیع مین ثمن کو مطلق چھوڑ دیا اسطرح کہ مقدار ذکر کی اور صفت ذکر نہ کی تو اُس شہر مین جو نقدی زیادہ چلتی ہو گی اُسی پر بیع واقع ہو گی اور اگر شہر مین نقود مختلف رائج ہون تو بیع فاسد ہو جاوے گی لیکن اگر ان مین سے ایک بیان کر دے تویا کوئی زیادہ رائج ہو تو وہی لیا جاویگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب ان نقدون کی مالیت مختلف ہو اور اگر مالیت مین برابر ہون تو بیع جائز ہو جاوے گی اور جو مقدار بیان کی ہو وہ ہر قسم کے نقد مین سے لی جا سکتی ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک قسم کے درم آحادی ہون اور دوسری قسم کے ثنائی ہون یا ثلاثی ہون تو ثنائی کے دو یا ثلاثی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہے اور ثنائی یا ثلاثی مین سے ایک کو اُنکے عرف مین درم نہین کہتے ہین بلکہ درم یا احادی مین سے ایک کو یا ثنائی مین سے دو کو یا ثلاثی مین سے تین کو کہتے ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلا ثمن بیع کر دیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسے قبول کیا تو بیع باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اپنے قرضدار سے کہ جس پر اُسکے دس درم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کپڑا میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین کے باقی دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز[2] ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ کیا یہ کپڑا تو نے میرے ہاتھ دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درم مین سے کچھ دامون کو بیچا اور اُسنے کہا کہ ہان مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہو گی کیونکہ اس صورت مین دس درم مین سے کچھ حصہ مجہول باقی رہا یعنے دس پورے ہونا ضرور نہین بخلاف اسکے پہلی صورت مین دس پورے ہو جاتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ مبیع یا ثمن کا نامعلوم ہونا بیع کے جائز ہونیکا مانع ہی جبکہ اس نامعلوم ہونیکے ساتھ سپرد کرنا متعذر ہو اور اگر سپرد کرنا متعذر نہو تو عقد بیع فاسد نہو گا جیسے کہ کسی ڈھیری کے پیمانون کی تعداد معلوم نہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہو کہ یہ کتنے پیمانہ ہی اور جیسے کچھ معین کپڑون کی گنتی نہ معلوم ہو اسطرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور اُنکی گنتی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد نہو گی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بیچا اس حساب سے کہ ایک قفیز

[1] قراح بالفتح زمینے کہ آب و درخت ندشتہ باشد ۱۲ منہ [2] یعنے اسکے بعد پھر قرضخواہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا ۱۲ منہ

اُسکی ایک درم کو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسمین سے ایک قفیز کی بیع ایک درم کے عوض جائز ہے
اور باقی کی بیع جائز نہین ہو لیکن اُسوقت جائز ہو سکتی ہے کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قفیزین
معلوم ہو جاوین پس اُسکو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز کو ایک درم کے عوض سب خرید لے
ورنہ سب کو ترک کر دے اور اسکو بیع ایک درم کے عوض لازم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح نے
فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیع ہر قفیز ایک درم کے حساب سے جائز ہو خواہ مشتری کو تمام قفیزین معلوم
ہون یا نہ معلوم ہون آہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قفیز اسکے دو درم کے
حساب سے یا ہر تین قفیز اُسکے تین درم کے حساب سے فروخت کر دی تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ
شرح طحاوی مین لکھا ہو پس اگر مشتری اور بائع مین جھگڑا نہوا یہانتک کہ بائع نے سب کو یا بعض کو
ناپ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جسقدر سپرد کیا ہو وہ سب امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو لازم ہوگا اور باقی
کی بیع باطل ہوگی اور ایسا ہی اختلاف ہر وزنی چیز مین ہو کہ جس کے ٹکڑے کرنے مین کچھ ضرر نہو جیسے شہد
یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مضمرات مین لکھا ہو۔ اور گز سے ناپنے کی چیزون مین اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ سب
زمین یا اسمین سے ہر گز ایک درم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ کل کی
بیع جائز نہین ہو یعنے نہ ایک گز کی بیع جائز ہو اور نہ باقی کی جائز ہو لیکن اگر مشتری کو تمام گز اسی مجلس مین
معلوم ہو جاوین تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر جاننے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع کا فاسد
ہونا بڑھ جائے گا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی ایک گز ایک درم کے حساب
سے سب کی بیع جائز ہو اور مشتری کو کچھ خیار نہین ہو اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ سب کپڑا
اسکے ہر دو گز دو درہمون کے حساب سے یا تین گز اسکے تین درہمون کے حساب سے تیرے ہاتھ
فروخت کر دیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہو اور یہی حکم اُن وزنی چیزون کا بھی ہے کہ جنکے ٹکڑے
کرنے مین بائع کو مضرت پہونچتی ہو ولیکن جو چیزین گنتی کی ہین اُنمین لحاظ کیا جاوے گا اگر وہ چیزین
باہم قریب برابر کے ہون تو اُنکا حکم وہی ہو جو کیلی اور وزنی مین مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی
کی چیزون مین باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا ہر بکری ایک دس درم کے حساب
سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اسمین ایسا ہی اختلاف ہو جیسا کہ گزون کے ناپنے کی چیزون مین مذکور
ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریان اسکی بیس درم کے حساب سے مین نے تیرے ہاتھ
فروخت کیا تو سب کے قول مین بالاتفاق پورے گلہ مین بیع جائز نہین ہو اور اگر مشتری کو اسی مجلس مین
سب کی گنتی معلوم ہو گئی اور اسنے بیع کو اختیار کر لیا تو بھی جائز نہین ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو۔ اور اگر اسمین
ڈھیری مین سے سوائے ایک قفیز کے سب ڈھیری کو بیچا تو سب کی بیع سوائے ایک قفیز کے جائز
ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ کہا کہ مین نے اس بکری کے گلہ کو اسمین سے ایک بکری غیر معین کے

سوا فروخت کیا تو بیع فاسد ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک موتی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک مثقال وزن مین ہی پھر مشتری نے اُسکو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد[1] کر دیا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ گیہون اور یہ جو[2] ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزون کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہی یہان تک کہ کل قفیزین معلوم ہون اور جب معلوم ہو گئین تو اُسکو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز گیہون کی ایک درم کے حساب سے خرید لے اور صاحبین کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی اور اگر بائع نے کہا کہ دونون مین سے ایک قفیز ایک درم کو ہی تو ایک قفیز کی بیع جائز ہو گی کہ جسمین آدھے گیہون اور آدھے جو ہونگے اور باقی کی بیع جائز نہو گی اور جب مشتری کو سب قفیز معلوم ہو گئین تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہو گا اور اگر بائع نے اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دس قفیز ہی اور ہر قفیز ایک درم کو ہی ہر ایک آدھے ثمن مین مشتری کو لازم ہو گی یہانتک کہ اگر بعد قبضہ کر لینے کے ایک مین عیب پاوے تو فقط اُسکو آدھے ثمن مین واپس کر سکتا ہی۔ اور اگر اس حساب سے بیچا کہ دونون مین سے ایک قفیز ایک درم کو ہی پھر ایک مین عیب پایا تو خاص اُس عیب دار کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہی پس اگر گیہون کی قیمت جو کی قیمت سے دو چند ہو تو جو کو ایک تہائی ثمن مین اور گیہون کو دو تہائی ثمن مین واپس کریگا اور اگر بائع نے کہا کہ قفیز دونون مین سے ایک درم کو ہے پس گویا کہ اُسنے یہ کہا کہ ہر قفیز اُن دونون مین سے ایک درم کو ہے اور اگر کسی نے ایک ڈھیری گیہون کی اور ایک گلہ بکریون کا اس شرط پر بیچا کہ ڈھیری دس قفیز ہے اور گلہ مین دس بکریان ہین اس حساب سے کہ ایک بکری اور ایک قفیز دس درم کو ہی پس اگر مشتری نے ہر ایک کو دس پایا تو بیع جائز ہی اور جو گلہ مین گیارہ بکریان پائین تو سب کی بیع فاسد ہی اور اگر گلہ مین دس بکریان پائین اور ڈھیری مین گیارہ قفیزین پائین تو بیع صحیح ہی اور اگر اُس نے ہر ایک کو نو[3] پایا تو بیع جائز ہو گی اور ہر دس کو ایک بکری اور ایک قفیز پر تقسیم کیا جاوے اور جو بکری کہ زائد ہی اُسکے ساتھ ان گیہوؤن مین سے ایک قفیز ملائی جاوے پس جب سب گیہون کا حصہ معلوم ہو جاوے تو اُسمین سے دسوان نکال ڈالا جاوے اور بقیہ ثمن کے عوض سب کو لینے یا ترک کرنے کا وہ مختار ہو گا اور اگر اُسنے گلہ کو نو اور ڈھیری کو دس پایا تو ڈھیری کی ایک قفیز کی بیع فاسد ہو گی کیونکہ اُسکا ثمن معلوم نہین ہی کس واسطے کہ اُسکا ثمن نہین پہچانا جا سکتا مگر اسکے بعد کہ ثمن اُسپر

[1] قولہ سپرد کر دیا الخ متاخرین نے کہا کہ یہان قیاس چھوڑ کر فتوے ہونا چاہیے کہ بیع رد کی جاوے ۱۲ منہ [2] یہ نہ کہا کہ گیہون کی ایک قفیز یا جو کی ایک قفیز ۱۲ منہ [3] قولہ بیع جائز اقول نسخ موجودہ مین یہی موجود ہی کہ ہر ایک کو نو پایا حالانکہ بکریون مین اشکال ہی اور شاید صحیح یہ ہی کہ بکریان دس اور فقط گیہون کو نو پایا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

اور اُس بکری پر کہ جو کم ہے تقسیم کیا جاوے اور امام اعظم رح کے نزدیک جب بعض مبیع مین صفقہ فاسد
ہو جاوے تو کل مین فاسد ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کل مین فاسد نہین ہوتا ہے اسلیے نو بکریون
اور نو قفیزون مین اُنکے نزدیک بیع جائز ہو گی اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔
قدوری مین لکھا ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ یہ گوشت ہر رطل اتنے کے حساب سے مین نے تیرے ہاتھ فروخت
کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو
خیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے انگور خریدے اس حساب سے کہ ہر ٹوکرا اتنے کو اور وہ ٹوکرا ان
لوگون مین معروف تھا پس اگر انگور ایک ہی جنس کے ہون تو واجب ہے کہ ایک ٹوکرے کی بیع
امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہو جیسا کہ ڈھیری مین ہر قفیز ایک درم کے حساب سے بیچنے مین ایک قفیز کی
بیع جائز ہوتی ہے اور اگر انگور کی جنسین مختلف ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک بالکل بیع جائز نہو گی جیسا کہ بکری
کے گلہ مین کسی بکری کی بیع جائز نہین ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر انگور کی ایک ہی جنس ہو تو سب انگورون کی بیع
جس حساب سے اُسنے ذکر کیا ہے جائز ہو گی اور ایسے ہی اگر جنسین مختلف ہون تو بھی یہی حکم ہے۔ اسطرح
صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اس طرح ذکر کیا کہ اگر
انگور ایک جنس کے ہون تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر کئی جنس کے ہون تو اسمین اختلاف ہے اور فقیہ نے
فرمایا کہ مسلمانون پر آسانی کرنے کے واسطے فتوے صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور منتقی مین
مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ اینٹونکا[1] انبار ہر ہزار اینٹ کو دس درم
کے حساب سے فروخت کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اسمین سے ایک ہزار اینٹ
دس درم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پس اگر اُسنے ہزار اینٹ گن دین[2] تو اسکی بیع تمام ہو جاوے گی اور
جب تک شمار نہین کی ہین تب تک ہر ایک کو دونون مین سے بیع سے انکار کرنے کا اختیار ہے یہ محیط مین
لکھا ہے اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے تاک کے انگور اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک ہزار من
ہین پھر معلوم ہوا کہ نو سو من ہین تو بائع کو سو من[3] کا حصہ ثمن حلال ہے اور امام اعظم رح کے قیاس کے
موافق باقی کا عقد فاسد ہو جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر بیع کیلی ہو اور سب پیمانون کا شمار
بتلا دیا تو جسقدر پیمانون کا ذکر کیا ہے انھین کے ساتھ عقد متعلق ہوگا مثلاً کسی نے کہا کہ مین نے تیرے
ہاتھ یہ ڈھیری اس شرط پر فروخت کی کہ یہ سو قفیز ہے کہ ہر قفیز اسمین کی ایک درم کو ہے یا یون کہا کہ سو قفیز
سو درم کو ہے اور ہر قفیز کا ثمن بھی علیحدہ بیان کیا یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مشتری نے بائع کے کہنے کے موافق پایا
تو بہتر ہے اور وہ مشتری کا ہو جاویگا اور اُسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے ڈھیری کو سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادتی
بیع مین داخل نہو گی بلکہ بائع کی ہو گی اور مشتری کو سو درم کے عوض اُسیقدر ملیگا کہ جسقدر بائع نے بیان

[1] پختہ اینٹ ۱۲ [2] علیحدہ ۱۲ [3] ایک سو من ۱۲ [4] یعنی عند الامام اعظم رحمہ اللہ واللہ اعلم والظاہر انہ بالاتفاق ۱۲ منہ۔

گیا ہی اور اس صورت مین بھی اُسکو خیار حاصل نہوگا اور اگر اسکو مشتری نے سو قفیز سے کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو بعوض حصۂ ثمن کے لے ورنہ ترک کر دے اور حصۂ نقصان کو خواہ ہر قفیز کا ثمن علٰحدہ بیان کیا ہو یا کل کا ایک ہی ثمن بیان کیا ہو ہر طرح دیدیگا اور مقصود پہلے کیل سے متعین ہو جاویگا اور جو اسکے بعد ہین اُنکا اعتبار نہین اور یہی حکم سب کیلی چیزون مین اور سب وزنی چیزون مین ہو کہ جنکے ٹکڑے کرنے مین مضرت نہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک کپڑا دس درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے یا کوئی زمین سو درم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ وہ سو گز ہے پھر مشتری نے اسکو کم پایا تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے اُسکو زیادہ پایا تو وہ مشتری کا ہوگا اور بائع کو خیار نہوگا اور کم پانے کی صورت مین وصف مرغوب فوت ہو جانے سے بسبب اختلال رضامندی کے مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے مگر ثمن[1] مبیع کچھ کم نہ کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا یا یہ زمین تیرے ہاتھ اس شرط پر کہ یہ دس گز ہی ہر گز کو ایک درم کے حساب سے فروخت کیا پھر مشتری نے اُسکو دس گز پایا تو وہ دس درم کے عوض اُسکے ذمہ پڑیگی اور اُسکو خیار نہوگا اور اگر مشتری نے اُسکو پندرہ گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو سب کو ہر گز ایک درم کے حساب سے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اُسنے نو گز یا اُس سے کم پایا تو اُسکو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض اگر چاہے تو خرید لے یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز ایک درم کے حساب سے خریدا پھر اُسکو ساڑھے دس گز پایا تو اُسکو یہ اختیار ہو کہ اگر چاہے تو دس درم کو خرید لے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو نو درم کے عوض لے لینے کا اختیار ہی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو گیارہ درم کو لے سکتا ہی اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اُسکو دس درم کے عوض لینے کا اختیار ہی اور امام محمد رح نے کہا کہ اگر اُسنے ساڑھے دس گز پایا تو ساڑھے دس درم کو لے سکتا ہی اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو ساڑھے نو درم کو لے سکتا ہی اور ان قولون مین سے امام اعظم رح کا قول صحیح ہی اور مشایخ نے کہا کہ یہ حکم گزون سے ناپنے کی اُن چیزون مین ہی کہ جنکے کنارون مین تفاوت ہوتا ہی اور اگر ایسی چیز ہو کہ اسکے کنارون مین تفاوت نہو جیسے کرباس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی بعوض کسی قدر دامون کے خریدے اور اُسکو زائد پاوے تو زیادتی مشتری کو نہ دیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی حکم گزون سے ناپنے کی سب چیزون مین ہی جیسے لکڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزنی چیز کا ہے کہ جسکے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہوتا ہی جیسے پیتل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یون کہے کہ مین نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہی پھر مشتری نے اُسکو نو من یا زائد پایا

[1] اس واسطے کہ ثمن بمقابلہ اوصاف نہین ہوتا ہے تا وقتیکہ حکم عینی پیدا کرے مثلاً فی گز ایک درم کو ہے ۱۲ [2] اُسکو اختیار ہے ۱۲ م

تو یہی حکم ہو خواہ بائع نے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارے سے اس کنارہ تک بیچتا ہون اور وہ تیرہ[۱۳] گز ہو اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور بائع نے کہا کہ مین نے غلطی کی تو اُسکے کہنے پر التفات نہ کیا جاویگا اور یہ کپڑا اسی ثمن کے عوض جو اُسنے بیان کیا ہو قاضی کے حکم مین مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ ہونی چاہیے[۱] یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اُسکا وزن سو مثقال ہو دس دینار کو خریدی اور دونون قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر مشتری نے اُسکا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملیگا اور ثمن مین کچھ زیادتی نہ کیجاویگی اور اگر اُسکو مشتری نے اسّی یا نوّے مثقال پایا تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن علیحدہ بیان کر دیا اور کہا کہ مین نے اُسکو تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہی کہ ہر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہو اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُسکا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ثمن مین پانچ دینار زیادہ کر کے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اُسکو یہ بات معلوم ہوئی تو اس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیع باطل ہو جاویگی اور باقی مین مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دس دینار کے عوض اُسکا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہو جاوے ورنہ سب کو واپس کر کے اپنے دینار پھیر لے اور اگر مشتری نے اُسکو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہو گیا تو اُسکو یہ اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کر کے اپنے سب دینار پھیر لے یا راضی ہو جاوے اور ثمن مین سے پانچ دینار واپس کر لے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعوض درہمون کے خریدی تو اُسکا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو اور اگر ڈھلی ہوئی چیز کو اُسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اُسکو زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو ثمن کو بڑھا کر ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونیکے بعد اُس سے آگاہ ہوا تو بیع باطل ہو جاویگی کیونکہ مقدار زائد کے مقابل حصۂ ثمن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اسپر راضی ہو کر اپنے ثمن کی زیادتی واپس کر لے ورنہ سب کو واپس کر دے خواہ بیع کے وقت ایک درم کے وزن کو ایک درم کے حساب سے بیچنا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو۔ اور گنتی کی چیزون مین حکم یہ ہو کہ اگر گنتی کی چیزین باہم قریب برابر برابر کے ہون جیسے اخروٹ اور انڈے تو اُنکا حکم کیلی و وزنی چیزونکا حکم ہو پس اگر سب کا ایک ثمن یا ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان کیا ہو تو عقد مع اُسکی مقدار سے

[۱] یعنی عند اللہ اُسکو دبا لینا روا نہیں ہے ۱۲

متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزین باہم متفاوت ہون جیسے بکری اور گائے وغیرہ پس اگر اُس نے ہرایک کا علیحدہ ثمن بیان نہ کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سو ہین یا اُسنے ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان کردیا مثلاً اسی صورت مین یون کہا کہ ہر بکری دس درم کو ہے پس اگر مشتری نے موافق گننے کے سو بکریان پائین تو خیر اور اگر زیادہ پائین تو سب کی بیع فاسد ہوجائیگی خواہ ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اسلئے کم پائین پس اگر ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان نہین کیا ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان کردیا ہے تو بیع جائز ہے ولیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو بعوض اُس ثمن کے جو بیان کیا ہے خرید لے ورنہ ترک کردے اور یہی حکم سب عددی چیزون مین جو باہم متفاوت ہون (یعنی باہم جدا جدا) جاری ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گلہ بکریون کا انکی ہر دو بکریان بیس درم کے حساب سے فروخت کین اور سب بکریون کی تعداد ایک سو بتلائی تو بیع فاسد ہے اگرچہ اُسکو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اور اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خرید اکہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہے پھر اُسکو دس قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہین ہے اور اگر اس شرط پر خرید اکہ وہ دس قفیز سے کم ہے پھر اُسکو دس سے کم پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا زیادہ پایا تو جائز نہین ہے اور امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ جائز ہے اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خرید اکہ وہ دس گز ہے تو سب صورتون مین بیع جائز ہے یہ فتاوی صغری مین لکھا ہے - اور اگر گیہوؤن کو اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک کُر سے کم ہین[1] یا اُس سے زیادہ ہین پھر اُسکو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر پورا کُر پایا تو بیع فاسد ہوجاویگی اور اگر گیہوؤن کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کُر یا اُس سے کم ہین تو ہر طرح جائز ہے اور مشتری کے ذمہ لازم ہونگے کیونکہ اگر اُسنے پورا کُر یا اُس سے کم پایا[2] تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع مین داخل نہوگی اور اُسکو ایک کُر[3] بعوض سو درم کے ملیگا اور اسیطرح اگر اُن گیہوؤن کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یا اُس سے زائد ہین تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب اُسنے کم پائے تو حصہ نقصان کو نکال ڈالیگا اور اُسکو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر گیہوؤنکو اس شرط پر خرید اکہ وہ ایک کُر ہین پھر اُنکو تولا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا عقد امام اعظم رح کے نزدیک فسخ ہوجائے گا اور یہی صحیح ہے اور اسی بنا پر اگر سو اخروٹ ہر اخروٹ ایک پیسے کے حساب سے خریدے پھر بعضے اخروٹ خالی پائے تو عقد بیع جائز نہوگا کذا فی الحاوی - اور فساد بیع باقی کی طرف متعدی ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اسی طرح اگر سو انڈے ہر انڈا ایک دانگ کے حساب سے خریدے اور بعضے انڈے گندے پائے تو گندے انڈون کا

---

[1] یعنی کمی پر فروخت کیا یا زیادتی پر فروخت کیا ۱۲ [2] ایک دفعہ کہا کہ ایک کُر یا کم ہین ۱۲ [3] مگر کمی پر تیقن نہ کیا جاوے گا کیونکہ زائد پائے گئے ہین ۱۲

عقد فاسد ہوجائیگا[1] اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ فساد باقی کی طرف متعدی ہوگا[2] اور اگر کسی نے کچھ انگور معین کسی خاص انگور کے باغ کے اس شرط پر خریدے کہ یہ اتنے من ہین پھر اُنکو اُسیقدر یا اُس سے کم یا زیادہ پایا تو پہلے مسئلوں پر قیاس کرکے انکی سب صورتونکا حکم نکلتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے ایک کپڑونکی گٹھری اس شرط پر کہ یہ دس کپڑے ہین فروخت کی پھر ایک کپڑا گھٹا یا بڑھا پایا تو بیع فاسد ہوگئی کذافی الکافی اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کردیا گیا تھا اور پھر گھٹا تو باقی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور اگر بڑھا تو بیع فاسد ہوجاویگی (چاہے لے یا چھوڑ دے ۱۲) اور بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک گھٹنے کی صورت مین بھی بیع فاسد ہوجاوے گی اور صحیح یہ ہے کہ اُس صورت مین جائز ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے کسی شخص کے پاس گیہون یا کوئی ناپ کی دوسری چیز تھی یا تول کی چیز تھی کہ اُس شخص کے نزدیک وہ چار ہزار من تھی اور اُسنے اُسکو چار شخصون کے ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ اُس مین سے ایک ہزار من بعوض ثمن معلوم کے فروخت کی پھر اُسمین کمی پائی تو بعضون نے کہا کہ چارون مشتریونکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہین تو موجودہ کو بعوض حصہ ثمن کے لے لین ورنہ ترک کردین ٹھیک جواب وہ ہے جو بعضون نے دیا ہے کہ اسمین تفصیل ہے کہ اگر بائع نے ان سب کے ہاتھ ایکبارگی بیچا تھا تو البتہ یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر اُسنے آگے پیچھے بیچا تھا تو گھٹی پچھلے مشتری پر پڑیگی پہلو نپر نہ پڑیگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جسقدر رہا ہے اُسکو لے ورنہ ترک کردے یہ فتاویٰ قاضیخان مین لکھا ہے امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک مشک[3] زیتون کا تیل سو درم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ مشک اور جو کچھ اسمین تیل ہے سب اُسکا ہوگا بشرطیکہ اس سبکا وزن سو رطل ہو پھر مشتری نے اُسکو وزن کیا تو سب نوے رطل نکلا کہ جسمین بیس رطل کی مشک اور ستر رطل تیل تھا تو نقصان خاصکر تیل مین شمار ہوگا پس ثمن کو مشک کی قیمت اور اسی رطل تیل کی قیمت پر تقسیم کرینگے پس جو کچھ تیل کے بڑتہ مین پڑیگا اُسمین سے نقصان طرح دیکر باقی مشتری پر واجب ہوگا ولیکن مشتری کو باقی مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو اس ثمن پر جو ہمنے بتلایا ہے خریدے ورنہ ترک کردے اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک سب کا عقد فاسد ہوجانا چاہیے اور اگر مشتری نے مشک کو ساٹھ رطل اور تیل کو چالیس رطل پایا پس اگر لوگون کی آپس کی خرید و فروخت مین مشک اس مقدار کو نہین پہونچا کرتی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن مین لیلے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری نے مشک کو ستر رطل اور تیل کو پچاس رطل پایا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر مشک کا وزن بیس رطل اور تیل کا وزن ستر رطل پایا تو مشک اور اسی رطل تیل بعوض پورے ثمن کے مشتری کے ذمہ لازم ہوگا اور باقی بائع کو واپس کردیگا اور اسیطرح اگر مشک علیحدہ بکتی اور تیل علیحدہ تھا پھر

---

[1] اراد انہا باطل قیل ہذا اذا لم ینتفع بہا مطلقا قلت قد صرح لذلک ۱۲ منہ [2] وظنی انہ علی اصل ن الصفقۃ متی فسدت فی الکل عندہ فعلا فالبا فعلی ہذا ینبغی ان یجوز عندہما فی الباقی واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] بجاے مشک کے اگر کپا کہا جاوے تو اظہر اور قریب الفہم ہے مگر بخوف جدال کے اکثر مترجم نے ترک کیا مگر تنبیہ کردی کہ مشک سے ہان کا محاورہ عرف ہے ۱۲ منہ

مشتری نے اُن دونون کو ایک ساتھ ملا کر خریدا تو اُسکا حکم بھی اُسی تفصیل کے ساتھ ہوگا جو مذکور ہوئی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے زیتون کا تیل اس شرط پر خریدا کہ اُسکو میرے برتن[1] مین وزن کریگا اور برتن کے ہر وزن کے بدلے پچاس رطل کم لگاتا جائیگا تو بیع فاسد ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہے اُسقدر کم لگا دیگا تو جائز ہے یہ جامع صغیر مین لکھا ہے۔ اگر کسی برتن مین سے زیتون کا تیل اور دوسرے برتن مین سے گھی خریدا اور دونون کو بدون برتن کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سو رطل ہین پھر گھی کو چالیس رطل اور تیل کو ساٹھ رطل پایا تو تیل مین سے دس رطل بائع کو واپس کر دیگا اور گھی کے ثمن مین سے دس رطل کا ثمن کم کریگا اور اسی طرح ایک بوری گیہون اور دوسری بوری جَو بغیر بورون کے اس شرط پر خریدے کہ یہ سب سو من ہین تو اسکا حکم بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر سو کو تین کیلی چیزون کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع مین ہر قسم کی چیز سو کی ایک تہائی واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک معین[2] برتن کہ جسکی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جسکی مقدار معلوم نہو دونون کے اندازہ پر بیع کرنا جائز ہے اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جائز نہین ہے اور اول اصح ہے کذا فی الکافی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وہ برتن منکبس[3] یا منقبض یا منبسط نہوتا ہو اور اگر منکبس ہوتا ہو جیسے زنبیل اور ٹوکری وغیرہ تو جائز نہین ہے لیکن صرف پانی کی مشک مین استحساناً بسبب لوگون کے تعامل کے جائز ہے اور اسیطرح اگر پتھر کہ ریزہ ریزہ ٹوٹ کر جھڑتے ہون تو بھی جائز نہین ہے اور اسیطرح اگر ایسی چیز کے وزن کے اندازہ سے بیچا کہ جو خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے جیسے خربزہ ککڑی وغیرہ تو بھی جائز نہین ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور ایسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہے کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال پر باقی رہے پس اگر مبیع کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو بیع فاسد ہو جاوے گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور منتقی مین مذکور ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک درم موجود تھا اور اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین مثلاً یہ کپڑا تجھسے اسکے عوض خریدتا ہون اور یہ اشارہ اُس درم کی طرف کیا پھر بائع نے اُس درم کو ستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہمیانی لایا اور کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اس ہمیانی کے یا بعوض اُس چیز کے جو اس ہمیانی مین ہے خریدی پھر بائع نے جو ہمیانی مین تھا اُسکو اُس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُسکو واپس کر کے جو نقد اس شہر مین جاری ہے لیوے اور اگر اُسنے اُسمین اُسی شہر کا نقد پایا تو اُسکو

---

[1] صورت یہ ہے کہ ایک مرتبان دیا کہ اسمین تیل تولتا جاوے اور ہر تول مین پچاس رطل اس مرتبان کا وزن سمجھ کر کم کرتا جاوے پس اگر ایک تول مین سو رطل چڑھا تو گویا پچاس رطل تیل اور پچاس رطل برتن کا وزن ہوا اور چونکہ تخمینہ ہے اسواسطے بیع فاسد ہے ۱۲ منہ [2] صورت اولی یون ہے کہ ایک روپیہ کے عوض یہ معین پیالہ بھر کے دس پیالے اور دوسری صورت ایک روپیہ کا اس معین پتھر کے وزن بھر ۱۲ منہ [3] منکبس یعنی کم ہو جانے سے کہ کچھ کم تنہا بچھ پھیلے یا سکڑ جاوے منقبض یعنی طول یا عرض یا اندر کی جانب سمٹ جاوے اور منبسط یعنی باعتبار قطرین عرضی و طولی کے زیادت ہو جاوے ۱۲ منہ

اختیار نہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ باندی بعوض اُس چیز کے جو اس خم مین ہے خرید لی پھر بائع نے دہ درم جو اُس خم مین تھے دیکھے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور یہ خیار خیار رکمیت کہلاتا ہے نہ خیار رویت کیونکہ خیار رویت نقود مین ثابت نہین ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے کوئی چیز اُسکی رقم[1] کے ساتھ خریدی (یعنی ایسی علامت بتائی گئی کہ جس سے ثمن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اسکے بعد اُسی مجلس مین معلوم ہو جاوے تو عقد جائز ہو جاویگا اور امام شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ اگر اُسی مجلس مین اُس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہو جائیگا ولیکن اگر بائع برابر اپنی رضامندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اسکے ساتھ راضی ہوا تو رضامندی طرفین کے سبب سے دونون مین عقد ابتدائی منعقد ہو جاویگا کذا فی الذخیرہ - اور اگر آگاہی سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو عقد باطل ہوگا اور اسیطرح اگر یون فروخت کیا کہ مین نے اُسیقدر کو بیچا جتنے کو فلانے نے بیچا ہے اور بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہین جانتا ہے پس اگر مشتری اُسی مجلس مین آگاہ ہو گیا تو عقد صحیح ہے ورنہ باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایک کپڑا اسکی رقم کے ساتھ خریدا پھر بائع نے ثمن بیان کرنے سے پہلے اُسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے بیع کرنا جائز ہے اور اگر بائع نے پہلے مشتری کو ثمن سے آگاہ کیا اور ہنوز اُس نے بائع کو اجازتی جواب نہ دیا تھا یہانتک کہ بائع نے اُس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہے اور اگر مشتری نے ثمن سے آگاہ ہونے سے پہلے اُس کپڑے کو تلف کر دیا تو اُس کو قیمت دینی پڑے گی کذا فی الظہیریہ[2] - اصل مین مذکور ہے اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ چیز تجھ سے اتنے کے برابر کہ جتنے کو لوگ بیچا کرتے ہین لیلی تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مثل اتنے دامون کے لیتا ہون جتنے کو فلانے نے خریدا ہے پس اگر دونون کو عقد بیع کے وقت اُن دامون کی مقدار سے آگاہی ہو گئی تو بیع جائز ہو گی اور اگر دونون آگاہ نہوے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر اس کے بعد پھر دونون کو آگاہی ہوئی پس اگر یہ آگاہی اُسی مجلس[3] مین ہوئی تو عقد بیع جائز ہو جاوے گا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کیونکہ

---

[1] رقم بسکون قاف ایسی علامت کہ جس سے مقدار ثمن معلوم ہو جیسے کپڑے وغیرہ پر نشان ڈالدیتے ہین جسکو آنکھ کہتے ہین ۱۲ منہ [2] اس مقام پر یہ عبارت بھی مذکور ہے والرقم بسکون القاف علامۃ یعلم بہا مقدار ما وقع بہ البیع یعنے رقم بسکون قاف وہ علامت جس سے معلوم ہو کہ بیع کتنے پر واقع ہوتی ہے اور مترجم نے پہلے لکھدی ہے ۱۲ منہ [3] یعنے درحالیکہ دونون مجلس بیع سے جدا نہوے تھے ۱۲ منہ

جو ثمن مشتری پر لازم آتا ہے وہ فی الحال ہی ظاہر ہوا اور ایسے خیار کو خیار تکشیف الحال کہتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور شرح شافی مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز مثل اُن دامون کے جتنے کو فلانے نے فروخت کی ہے فروخت کی پس اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جسکے بھاؤ مین فرق نہین پڑتا ہے جیسے روٹی اور گوشت تو جائز ہے اور اگر مثل کپڑون کی گٹھری بعوض اُسکی اندازہ قیمت یا حکم (1) کے خریدی تو بسبب جہالت کے جائز نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو دس گیارہ (2) کے نفع پر بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ بائع نے کتنے کو خریدی ہے تو بیع فاسد ہے یہان تک کہ مشتری اس سے آگاہ ہو پھر یا مبیع کو اختیار کریگا یا ترک کردیگا یہ ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے پس اگر مشتری آگاہ ہو کر راضی ہوگیا تو بیع جائز ہو جاویگی اور ابن سماعہ رح نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت کی کہ یہ بیع فاسد ہے اور اُسکے معنی یہ ہین کہ بیع اجازت (3) پر موقوف ہے اور اگر مشتری نے آگاہ ہونے سے پہلے اُسپر قبضہ کرکے اُسکو آزاد یا فروخت کردیا یا مشتری مرگیا تو آزاد کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ مبیع قرابت کے حکم سے مشتری کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری کو قبضہ کر لینے تک اُسکے ثمن سے آگاہی نہوئی تھی تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور کسی دار یا حمام کے دس گز کا بیچنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے جبکہ دار (4) سو گز ہو اور امام صاحب کے نزدیک اسطرح کہنا کہ دس گز کو سو گزون مین سے یا نہ کہنا اصح قول کے موافق دونون برابر ہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور صاحبین کے قول کے موافق اگر بائع نے تمام گز نہ بیان کیے ہون تو مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی خاص دار کے دس حصون مین کا ایک حصہ فروخت کیا تو اُسکے جائز ہونے پر اجماع ہے اور اگر کہا کہ ایک گز اس خاص دار مین کا فروخت کیا پس اگر یہ بیان کردیا کہ اس طرف سے لیکن ہنوز یہ نہ بتلایا کہ وہ کس جگہ کا گز ہے تو بیع منعقد ہوگی لیکن نافذ نہوگی حتے کہ بائع پر سپرد کرنے کے واسطے جبر نکیا جاویگا اور اگر اس گز کا موضع کسی طرف سے معین نہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر بالکل جائز نہین ہے اور صاحبین کے قول پر جائز ہے اور وہ دار ناپا جاویگا اگر دس گز نکلے تو مشتری دار کے دسوین حصہ کا شریک ہو جاویگا اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ صاحبین کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع اُن کے نزدیک جائز ہے اور اگر ایک دار مین کا ایک حصہ فروخت کیا اور اُسکا موضع معین نکیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ مین نے اس کپڑے مین سے ایک گز تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا موضع

(1) یعنے جو کچھ اسکی قیمت فلان شخص اندازہ کرے یا فیصلہ کردے ۱۲ (2) یعنے دس کے گیارہ مع نفع یعنی ہر دہائی پر ایک نفع ۱۲ منہ (3) مشتری کی اجازت ۱۲ (4) قولہ جبکہ دار سو گز ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ مراد نہین ہے کہ صاحبین کے نزدیک جواز بیع کے واسطے یہ شرط ہے کہ دار سو گز ہو بلکہ بیان مسئلہ یون ہے کہ اگر سو گز کے دار مین سے دس گز فروخت کیا یعنی مقدار معلوم ہونا چاہیے ہے کہ جسکا حصہ نکلتا ہو ۱۲ منہ (5) یعنے جائز نہین ہے ۱۲

معین نہ کیا یا یہ کہا کہ مین نے اس لکڑی مین سے ایک گز تیرے ہاتھ بیچا اور اسکا موضع معین نہ کیا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہو کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہو جیسا کہ دار کے مسئلہ مین مذکور ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی لکڑی یا کپڑے مین سے ایک گز کسی جانب معلوم سے بیچا تو جائز نہین ہی اور اگر بائع نے اسکو کاٹ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو بیع بھی جائز نہین[۱] ہو لیکن اگر مشتری اسکو قبول کر لے تو جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہو کہ یہ جائز ہی اور امام محمدؒ سے مروی ہو کہ یہ فاسد ہی ولیکن اگر کاٹ کر اُسنے مشتری کے سپرد کر دیا تو اُسکو یہ اختیار نہو گا کہ اُسکے لینے سے انکار کرے یہ تتمہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے کہا کہ مین نے اس گھر مین سے اپنا حصہ تیرے ہاتھ اتنے کو فروخت کر دیا تو جائز ہو بشرطیکہ مشتری اُسکے حصہ کی مقدار کو اُس گھر مین سے جانتا ہو اگرچہ بائع اُسکو نہ جانتا ہو ولیکن بائع کا مشتری کے قول کی تصدیق[۲] کرنا شرط ہی اور اگر مشتری اسکے حصہ کو نہ جانتا ہو تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہے خواہ بائع کو اسکا علم ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک جزو پانچ سہمون[۳] مین سے یا دو سہم اُنمین سے یا اپنا نصیب اُنمین سے یا اپنا نصیب پانچ نصیبونمین سے یا ایک جزو یا ایک نصیب اسکین[۴] سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک استحسانا جائز ہی قیاسا جائز نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی کسی نے دوسرے شخص سے ایک میدان یا زمین خریدی اور بائع نے اُسکے حدود ذکر کر دیے اور طول و عرض کو گزون کی پیمائش سے ذکر نہ کیا تو جائز ہی مشتری نے جب حدود کو جان لیا اور ہمسایہ کو نہ جانا[۵] تو جائز ہی اور اگر حدود کو ذکر نہ کیا اور مشتری نے حدود کو نہ پہچانا تو درحالیکہ دونون پوری مبیع کو پہچانتے ہون بیع جائز ہی بشرطیکہ دونون باہم اختلاط نہ کرین یہ خلاصہ مین لکھا ہی - کسی نے گڈھے کے اندر کچھ گیہون بھرے ہوے تھے اُنکو کسی شخص نے فروخت کیا حالانکہ مشتری اُن گیہوؤن کی مقدار نہین جانتا ہی اور نہ اُس گھتے کی انتہا جانتا ہو تو مشائخ نے کہا کہ مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر مشتری کو گھتے کی انتہا معلوم ہی ولیکن گیہوؤن کی مقدار نہین معلوم ہوئی تو بیع جائز ہو گی اور مشتری کو خیار نہو گا مگر اُس صورت مین کہ اُس گھتے کے نیچے دکان یا اُسکے مانند کوئی چیز نکلے تو ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ سو بکریان بعوض ان سو بکریون کے ہر ایک بکری ایک بکری کے عوض فروخت کی تو بیع فاسد ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گاے جو زندہ[۶] تھی ہر رطل ایک درم کے حساب سے فروخت کی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری اُسکی قیمت[۷] کا ضامن ہو گا اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ بکری ہر تین رطل

[۱] یعنے لازم نہین ہی ۱۲ [۲] یعنے جسقدر مشتری مقدار بیان کرتا ہی ۱۲ [۳] قولہ سہمون سہم و نصیب و ایک حصہ عرف مین چھٹے حصہ کو کہتے ہین ۱۲ [۴] یعنے دار زمین سے ۱۲ [۵] کہ کون لوگ ہین ۱۲ [۶] یعنے یہ کہنا اس حال مین تھا کہ گاے زندہ تھی ۱۲ منہ [۷] یعنے بیع فاسد ہے پس مبیع مقبوضہ کی قیمت کا ضامن ہو گا ۱۲ منہ

ایک درم کے حساب سے بقدر اُسکے جثہ^{له} کے فروخت کی تو بیع باطل ہے اور اسیطرح اگر اُسکا تمام وزن پچاس رطل بیان کردیا اور مشتری نے اُس سے ہر تین رطل ایک درم کے حساب سے خرید اتو بھی باطل ہے اور اسیطرح اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ انار اُسکے وزن بھر درہمون کے عوض بیچا تو باطل ہے یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ غلام اتنے کو بیچا اور اُسکا نام لیا اور اُسکو مشتری نے نہین دیکھا ہے تو بیع باطل ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچا تو بیع فاسد ہے بشرطیکہ بائع کا دوسرا غلام بھی ہو پس اگر بائع اور مشتری دونون اس بات پر متفق ہوگئے کہ مبیع یہ غلام ہے تو بیع جائز ہوگی اور قولہ بیع جائز ہوگی اسکے معنی مین مشائخ کا اسطرح اختلاف ہے کہ بعضون نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلی بیع اتفاق کے وقت جائز ہوجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین بلکہ دوسری بیع دست بدست منعقد ہوجاویگی نہ یہ کہ پہلی منقلب ہوکر جائز ہوجاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور شرح کتاب العتاق مین ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ بیچے تیرے ہاتھ اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اُسکا ایک ہی غلام ہے پس اگر اُسنے کہا کہ اپنا غلام جو فلان مکان^{عه} مین موجود ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک بیع جائز نہین ہے شیخ رح نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سب جو کچھ اس دار مین ہے غلام اور چوپایے اور کپڑے سب فروخت کردیے اور مشتری نہین جانتا کہ دار کے اندر کیا کیا چیز ہے تو بیع فاسد ہوگی اور بجاے دار کے کہ جسکا ترجمہ حا بجا گھر کیا گیا ہے اگر بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی اپنے حال پر رہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلا ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیریہ۔

نوین فصل اُن چیزون کی بیع کے بیان مین جو دوسری چیز سے متصل ہون اور ایسی بیع کے بیان مین جس مین استثنا ہو جو دودھ تھنون کے اندر ہے یا جو بچہ پیٹ مین ہے اُسکا بیچنا جائز نہین ہے اور اُس پشم کا جو بکری کی پیٹھ پر ہے روایت مشہورہ مین جائز نہین ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر عقد واقع ہونے کے بعد بائع نے پشم یا دودھ کو سپرد کردیا تو بھی جائز نہیں اور وہ عقد صحیح نہوجاویگا یہ بحرالرائق مین لکھا ہے۔ اور جانورون کی جفتی^{عه} مین بیع بالکل^{عه} نہین ہوتی ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ گیہون جو بالیونکے اندر موجود ہین انکا بیچنا ناپ اور تول دونون طرح سے جائز ہے اگرچہ ہنوز دانہ سخت نہ ہوے ہون یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اور بیع مزابنہ جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوارے درخت پر لگے ہوے ہین اُنکو ٹوٹے ہوے چھوارون کے عوض اُنھین کے کیل کے مثل پر انداز و کوت سے فروخت کرے اور بیع محاقلہ بھی جائز نہین ہے اور وہ یہ ہے کہ بالیون کے گیہوؤن کو اُنھین کے مثل پیمانہ پر انداز و کوت کرکے گیہوؤن کے عوض فروخت کرے یہ نہرالفائق مین لکھا ہے اگر ایسے گیہوؤن کا بھوسہ خریدا تو جائز نہین ہے اور اگر روندنے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خریدا تو جائز ہے

له یعنے تمام بکری بوزن اُسکے جثہ کے ۱۲ عه یعنے مقام ۱۲ عه یعنے گابھن کرائی بطور بیع کے ناجائز ہے وقدمرت المسئلہ عه یعنے محض باطل ہے ۱۲ م

یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بیع ملامسہ بھی جائز نہین ہی اور وہ یہ ہو کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکا دین اور دونون کا اس بات پر اتفاق ہو جاوے کہ جب مشتری اُس چیز کو چھولے تو بائع کی طرف سے بیع ہو گئی اور کنکری پھینکے کی بیع جائز نہین ہی اور وہ یہ ہے کہ کنکری پھینکے اور وہان چند کپڑے رکھے ہون پس جس کپڑے پر کنکری جا پڑے وہی مبیع ہی اور اس مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ معین ہو یا غیر معین ہو یعنے یہ فرق معتبر نہین ہو ولیکن یہ ضرور چاہیے کہ وہ دونون پہلے سے ثمن پر راضی ہو لین اور اسی طرح بیع منابذہ بھی جائز نہین ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونون مین سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکنے کو نہ دیکھا اس بنا پر[1] کہ پھینکنا بیع ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ گیہوؤن کا درخت بدون گیہوؤن کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر سیپ فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر خربوزے کے اندر کے بیج کسی نے خریدنا چاہے اور بائع نے فروخت کر دیے اور خربوزہ والا اس بات پر راضی ہو گیا کہ خربوزہ تراش دے تو بیع باطل ہی بالکل جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی کذافی جواہر الاخلاطی و اسی طرح اگر چھوہارے کے اندر کی گٹھلی اور تلی کے اندر کا تیل اور زیتون کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہی اور اگر بائع نے اُسکو مشتری کے سپرد کر دیا تو بھی جائز[3] نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی جُلاہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عمامہ اپنے ریشمی تار[4] ڈال کر بُن دے اور اُسنے بُن دیا پھر اُس سے وہ ابریشم جو اُسنے عمامہ مین بُنا ہی خرید کیا تو جائز ہے یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر مشکا جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہی کہ جسکا نکالنا بدون دروازہ توڑنے کے ممکن نہین ہی فروخت کیا تو جائز ہی اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لا کر سُپرد کرے اور اگر مشتری نے جانا کہ بیت کے اندر بائع اُسکو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہین رکھتا ہے پس اگر بدون توڑنے کے قدرت نہین رکھتا ہے تو اُسکو توڑیگا اور نکالیگا اور بعضون نے کہا کہ بیع باطل ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر اس خاص کپاس کے حبوب[5] فروخت کیے تو جائز نہین ہے اور منتقی مین لکھا ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہی کہ جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کھال و اوجھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہین ہی پس اگر اسکے بعد بائع نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جُدا کر کے دے دیا تو عقد جائز نہو جائیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے شہتیر جو چھت مین پڑا ہوا ہی یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم مین سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ مین سے یا تلوار کی چاندی کہ جو بلا ضرر نہین چھوٹ سکتی ہی یا آدھی کھیتی کہ جو ابھی پکی نہ تھی یا دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے

[1] قولہ اس بنا پر یعنی پھینکنا اس معنی مین سمجھین ۱۲ م [2] محتمل ست کہ مراد تخم ہر کہ باشد چنے پھل کے اندر کے بیج ۱۲ منہ [3] یعنے بیع منقلب ہو کر جائز نہو جائیگی ۱۲ م [4] قولہ تار یا تانہ ۱۲ منہ [5] حبوب اے بنولے ۱۲ منہ

شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہین پس اگر بائع اس بات پر راضی ہو گیا کہ شہتیر اُکھاڑ دے یا کپڑے اور لکڑی مین سے ایک گز قطع کر دے یا تلوار مین سے چاندی جدا کر دے یا کھیتی کو جبکہ سب اُسی کی تھی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ بائع کوئی ایسا فعل کرے بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ نکرنے سے پہلے بائع نے کوئی فعل ان مین سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اُسکو خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ دیوار مین سے شہتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہے اور انگوٹھی کے اندر نگینہ فروخت کرنے کی دو صورتین ہین کہ اگر اُسکے نکالنے مین ضرر ہو تو بیع جائز نہوگی اور انگوٹھی اگر مشتری کے قبضہ مین ہو تو امانت رہیگی اور اگر اُسکے قبضہ مین تلف ہو جاوے تو کچھ نہ دینا پڑیگا اور اگر اُسکے نکالنے مین کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے اور اس صورت مین اگر انگوٹھی اسکے پاس تلف ہو جاوے تو اُسپر نگینہ کا ثمن واجب ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے انگوٹھی کے اندر ایک نگینہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان مین سے بدون ضرر کے نہین نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اُسکا مالک ہوگا یا یہ بیع موقوف ہے تو امام محمد رح نے جدا کر دینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیع موقوف رہیگی مشتری مالک نہوگا تا وقتیکہ بائع کو اُس مین خیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنے مبیع کے اُکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اُسکا ایسا حال ہو جاوے کہ بائع اُسکے سپرد کرنے سے انکار نہ کر سکتا ہو تو مشتری مالک ہو جاویگا اور اگر مشتری نے اسمین کچھ جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ بائع نے پوری انگوٹھی یا بیت دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیع کو توڑ دے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین اس جنس کے مسئلونکے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ جن چیزون مین ہم بائع پر یہ جبر کر سکتے ہین کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا بر اس بیع کے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہو گی اور جن چیزون مین ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہین کر سکتے اور بائع نے اُسکے سپرد کر دی تو مشتری قابض نہوگا اور ضائع ہو جانے کی صورت مین اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے کچھ صوف جو بچھونے مین بھرا ہوا ہے فروخت کیا اور بائع نے اُسکے اُدھیڑنے سے انکار کیا پس اگر اُسکے اُدھیڑنے مین ضرر ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ضرر نہو تو جائز ہے پس اگر اُدھیڑنے کے باب مین دونون اختلاف کرین تو بائع پر واجب ہوگا کہ تھوڑا سا اُدھیڑ کر مشتری کو دکھلا دے پس اگر وہ دیکھکر راضی ہو گیا تو باقی اُدھیڑنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جاویگا اور اسیطرح زمین کے اندر گاجر کی بیع کا بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور دُکان کے اندر کی عمارت[1] اور زمین کے درختون کی بیع کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اُسکے جدا کرنے مین

[1] یعنے اکھاڑ ڈالے ۱۲ [1] کسی قسم کی تعمیر ہو کہ جس سے آبادانی مقصود ہوتی ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ گھر ہو ۱۲ منہ

بائع کی ملک کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ ابن سماعہ کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے کہا کہ اگر بالفرض مین نے ایک شہتیر غصب کر لیا اور اسکو ایک بیت کی چھت مین ڈالا یا مین نے کچھ پختہ اینٹین غصب کر لین اور اُس سے ایک دار بنایا یا مین نے ایک چوکھٹ غصب کر لی اور اُسکو ایک دروازہ مین لگایا پھر مین نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کر دیا تو کیا ایسی بیع کو آپ جائز سمجھتے ہین اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اُسکو واپس کرنیکا اختیار ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی کاشتکار کی کسی شخص کی زمین مین عملت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنا یا درخت تھا تو جائز ہی بشرطیکہ زمین مین چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کھیت کی گوڑائی یا نہر کا اُگار نا یا اُسکے مثل ہووے تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع کوئی دار یا زمین ہو کہ جو دو شخصون مین بلا تقسیم مشترک ہو پھر ایک نے انمین سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو بیع جائز نہین ہی نہ اُسکے حصہ کی اور نہ اُسکے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے دار یا زمین مین سے اپنا پورا حصہ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور پانی بہنے کے راستہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہین ہی اور گزرگاہ کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک ایسی باندی کہ جسکے پیٹ مین بچہ تھا کہ جسکے حق مین یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلان شخص کو دیا جاوے فروخت کر دی پھر جس شخص کو دیدینے کیواسطے وصیت کی گئی تھی اُسنے بیع کی اجازت دیدی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جنی تو اس شخص کو ثمن مین سے کچھ نہ ملے گا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی تو ثمن مین سے اُسکا حصہ ہوگا لیکن اگر قبضہ سے پہلے وہ بچہ مر گیا تو کچھ حصہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے جنی اور اُس شخص نے کہ جسکے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیع کی اجازت نہ دی یا بچہ کو آزاد کر دیا تو اب مشتری باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا اور بچہ جننے کے بعد اُس شخص کا اجازت دینا کسی حال مین صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر مبیع مین سے ایسی چیز کو استثنار کیا کہ جسکا جدا بیچنا جائز ہی تو استثنار جائز ہوگا چنانچہ اگر ایک ڈھیری فروخت کی مگر ایک صاع اُسمین سے یعنی ایک صاع کا استثنار کیا یا یون کہا کہ مین نے یہ مٹکا سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس سیر۔ اسی طرح اگر کوئی عددی چیزین ہون کہ جو باہم قریب قریب ہین اور ان مین سے استثنار کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مبیع مین سے ایسی چیز کا استثنار کیا کہ جسکا الگ بیچنا جائز نہین ہی تو استثنار صحیح نہوگا جیسے کوئی باندی بدون اُس کے حمل کے یا کوئی بکری بدون اُسکے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریون کا بدون ایک بکری کے یا چاندی[۲] چڑھی ہوئی تلوار بدون اُسکے چاندی کے فروخت کی تو بیع جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی[۱۲ غیر معین]۔ اگر کوئی عمارت یا دار فروخت کرنے مین اُسمین کی لکڑی کو استثنار کیا یا پکی اور کچی اینٹین اور مٹی کو استثنار کیا

[۱] یعنی خاص راستہ جو مملوک ہو اسلئے مشلا وارث ہے ۱۲ م [۲] تو جبکہ چاندی بلا ضرر چھوٹ سکتی ہو ۱۲ م

تو جائز ہی بشرطیکہ مشتری نے اُسکو توڑ ڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کرنے میں اُسمیں سے چند رطل معلومہ کا استثنار کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پھل ٹوٹے ہوئے ہوں اور سب کو فروخت کرنے میں اسمیں سے ایک صاع کا استثنار کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ روایت[1] امام حسن بن زیاد کی ہی اور یہی قول طحاوی کا ہی اور ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہونا چاہیے اور اگر ایک خرما کا باغ فروخت کیا اور اُسمیں سے ایک درخت معلوم استثنار کیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی۔ اور اگر ایک ڈھیری سو درم کے عوض سوائے اُسکے دسویں حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے ثمن میں اُسکا نودسواں حصہ ملیگا اور اگر بائع نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اسکا دسواں حصہ میرا رہیگا تو مشتری کو اُسکا نودسواں حصہ بعوض ثمن کے نودسویں حصہ کے ملیگا اور امام محمدؒ سے اسکے برخلاف روایت کیا گیا ہی کہ دونوں صورتوں میں بعوض پورے ثمن کے ملیگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض سو درم کے اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ بدون اس بکری کے بیچتا ہوں تو ننانوے۹۹ بکریاں بعوض سو درم کے مشتری کو ملینگی کذا فی فتح القدیر اور اگر کہا کہ یہ سو بکریاں تیرے لیے بعوض سو درم کے بدون اسکے آدھے کے ہیں تو آدھی بکریاں بعوض سو درم کے ہونگی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اُسکی آدھی رہینگی تو مشتری کو اُسکی آدھی پچاس درم کو ملینگی یہ محیط میں لکھا ہی اگر کچھ بکریاں یا کپڑے کی گٹھری بعوض سو درم کے فروخت کی اور اُسمیں سے ایک غیر معین کو استثنار کیا تو بیع فاسد ہی اور اگر معین کا استثنار کیا تو جائز ہی کذا فی الخلاصہ۔ اور یہی حکم ہر ایسی عددی چیز ونکا ہی جو باہم متفاوت ہوں یہ فتح القدیر میں لکھا ہی۔ اور ایسی باندی کی بیع کہ جسکے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہیں ہی اور اس مسئلہ کی نظیر گیارہ مسئلہ اور ہیں ایک وہ ہی کہ عقد اور استثنار دونوں جائز ہوں اور وہ یہ ہی کہ باندی کے دیدینے کی کسیکو وصیت کی اور اُسکے پیٹ کا بچہ استثنار کیا یا پیٹ کے بچے کو دیدینے کی وصیت کی اور باندی کا استثنار کیا تو استثنار صحیح ہی اور چار مسئلہ ایسے ہیں کہ جنمیں عقد اور استثنار دونوں فاسد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر باندی کو فروخت کیا یا اُسکو مکاتب کیا یا اُجرت پر دیا یا قرضہ سے اُسکے دینے پر صلح کی اور اُس کے پیٹ کے بچہ کا استثنار کیا تو یہ سب عقود فاسد ہیں اور چھ صورتیں اس میں سے وہ ہیں کہ جنمیں عقد جائز ہی اور استثنار باطل ہی اور وہ یہ کہ اگر باندی کو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا اُسکو مہر میں دیدیا یا عمداً خون کرنیکی صلح میں اُسکو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے خلع کرلنے میں دیدیا یا اُس باندی کو آزاد کر دیا اور ان سب صورتوں میں اُسکے پیٹ کے بچہ کا استثنار کیا تو ان سب عقود میں استثنار باطل ہی اور عقود نافذ ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اور امالی میں امام محمدؒ سے روایت ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے

[1] یعنے عدم جواز کی ۱۲

کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزار درم کو مگر نصف اُسکا پانسو درم کو تو پورے غلام کی بیع ایک ہزار پانچسو۱۵۰۰ درم کو جائز ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اُسکا سو درم کو بیچا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار ایک سو درم کو ملیگا اور بھی امالی مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اُسکا آدھا بعوض تین سو درم یا تہائی ثمن یا سو دینار کے رہیگا تو ان سب صورتون مین بیع فاسد ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اُس مین آمد و رفت کا حق رہیگا تو بیع جائز ہی اور اسیطرح اگر دار کے مالک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اُسکو بالاخانہ اسپر برقرار رکھنے کا حق رہے تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور ابن سماعہ رح نے اپنے نوادر مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اسمین کا ایک رستہ اس جگہ سے اور دار کے دروازہ تک استثنار کیا اور اسکا طول و عرض بیان کر دیا اور اُسکو اپنے یا غیر کے واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہی اور جو ثمن کہ ذکر کیا ہی وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہوگا اور اگر دار کی فروخت مین یہ شرط کی کہ اسمین ایک راستہ بائع کا ہوگا اور اُس کا طول عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر بیچا ہون کہ یہ معین بیت میرا رہیگا تو صحیح نہین ہی اور اگر کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچتا ہون تو بیع جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اُسکی عمارت کے فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور بنا بیع مین داخل نہوگی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اسمین سے ایک درخت معین کو مع اسکے جاے قرار کے استثنار کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اُس درخت کی شاخون کو اپنی ملک مین لٹکنے نہ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف مین ابی یوسف و زفر مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو سوائے سو۱۰۰ گز کے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار ہوگا جبکہ وہ دار کے تمام گزون کی پیمایش سے واقف ہو پس اُسکو اختیار ہی کہ اگر راضی ہو تو بائع اُسکے ساتھ دار مین سو گز کا شریک ہوگا اور اگر نہ راضی ہو تو بیع کو ترک کر دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو یہ طعام سوائے دس۱۰ قفیز کے اسمین سے فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع جائز ہی اور جب اُسمین سے دس قفیز نکالی جاوین تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر کسی چیز کو بعوض سو دینار کے باستثنار ایک دینار کے[1]

[1] قال المترجم وفی الاصل فابلع بمائۃ الا دینارا الخ یعنے سو بر سوائے ایک دینار کے فہذا یحتمل ان یقصد بایرادہ ان ذکر التمیز فی المستثنی بہذا الوجہ معروف الی المستثنی منہ بعین ما ذکر فی المستثنی وہذا محل اختلف فیہ وقد ذکرہ فی باب الاستثنار فی مواضع من الکتاب وعلی ہذا یتعلق الحکم۔ بنوع اسلوب العربیۃ ولا مجال للترجمۃ فی ذلک ویحتمل ان یراد بہ کما ذکرہ المترجم فالمراد بہ الثمن ولما کان ہذا فی صورۃ واحدۃ و وضع واحد لم یذکرہ فی العنوان فلیتامل ۱۲ منہ

ان سو دیناروں میں سے فروخت کیا تو بیع ننانوے[99] دینار پر قرار پاوے گی کذا فی البحر الرائق

دسوین فصل - ایسی دو چیزوں کے فروخت کرنیکے بیان مین کہ جنمین ایک کی بیع جائز ہی نہ ہو اور فروخت کی ہوئی چیز کو جسنے کو بیچا ہو اُس سے کم پر خریدنیکے بیان مین - جو شخص آزاد و غلام دونون کو جمع کر کے فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونون کو جمع کر کے فروخت کرے تو امام اعظم کے نزدیک دونون کی بیع باطل ہی خواہ ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہرایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہے یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کھال کھینچی ہوئی مذبوحہ دو بکریان خریدین پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی نکلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جسنے اُسپر عمداً اللہ کا نام نہین لیا ہی تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونون ہمارے نزدیک برابر ہین کذا فی المبسوط - اگر کسی نے محض غلام کو اور مدبر یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو محض غلام کی بیع اُسکے حصۂ ثمن کے عوض جائز ہوگی اور جسنے وقف اور ملک کو جمع کیا اور ثمن کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک[1] کی بیع صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی نے دو مٹکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک[2] خراب کا ہی پس اگر ہرایک کا ثمن علیحدہ نہ بیان کیا گیا تو دونون کا عقد فاسد[3] ہوگا اور اگر بیان کر دیا گیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ دونون کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس طرح بیچڈالا کہ ہرایک کی قیمت پانچسو درم ہی تو مقبوض کی بیع جائز ہی اور غیر مقبوض کی بیع جائز نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو ہمارے تینون اماموں کے نزدیک فقط اُسکے غلام کی بیع جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی یہانتک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اُسی بائع کے ہاتھ ہزار درم کو اس تفصیل سے کہ ہرایک پانسو درم کا ہی فروخت کر دیا تو اُسکے غلام کی بیع جائز ہوگی اور جو خریدا ہی اُسکی بیع جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور منتقی مین ہی کہ کسی شخص نے ایک دار اور ایک مسلمانون کا راستہ جو محدود و معلوم تھا جمع کر کے خریدا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق ثابت کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ مختلط تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کرے ورنہ اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر راستہ اُس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار نہوگا اور دار اپنے حصۂ ثمن کے عوض مشتری کے ذمہ پڑیگا اور اگر راستہ اسطرح محدود نہو کہ اُسکی مقدار دریافت ہو جاوے تو بیع فاسد

---

[1] وقال المترجم قد قالوا ان الملک یکون بکل الثمن وبجز اذا لم یعلم بہ وقت العقد ۱۲ امنہ

[2] یعنے ایک من خراب ہو ۱۲ [3] بالاتفاق ۱۲

ہو جاویگی اور اگر بجاے راستہ کے مسجد[1] خاص کو ملا کر خریدے تو اُسکا حکم راستہ معلومہ کا حکم ہو اور اگر مسجد جماعت ہو تو سب کی بیع فاسد ہو جاویگی اسلیئے کہ جامع مسجد کی بیع جائز و حلال نہیں ہو اسیطرح اگر وہ گری ہوئی پڑی ہو یا میدان ہو کہ جسمیں کچھ عمارت تو نہیں موجود ہی مگر در اصل وہ جامع مسجد ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر زمین دو شخصوں میں مشترک ہو کہ دونوں میں سے ایک نے پوری زمین اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے دعوے سے ایک ایسے دار[2] پر صلح کی جو دونوں میں مشترک تھا تو اس صورت میں بھی یہی فرماتے تھے کہ صلح فاسد ہو اور اگر کسی نے ایک غلام خرید کر پانسو روپیہ نقد دیے اور پانسو وہ جو اُسکے فلان شخص پر قرض تھے ثمن میں ٹھہرائے یا پانسو کی یون میعاد ٹھہرائی کہ جب عطا ہو[3] تو دونگا تو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہو کہ سب کی بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہو - کسی نے دوسرے سے ایک محدود زمین دس درم اور ہزار من[4] گیہوؤن کے عوض کہ جسکا وصف بیان کر دیا تھا خریدی لیکن گیہون ادا کرنیکی جگہ بیان نہ کرنے کی وجہ سے گیہوؤن کے حصہ کی بیع امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہو گئی پس آیا یہ فساد باقی کی طرف امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق متعدی ہو گا یا نہیں تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق[5] شیخ نے فرمایا کہ باقی کی طرف فساد متعدی نہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو - اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ خود کوئی چیز فروخت کی یا اُسکی طرف سے اُسکے وکیل نے بیچی اور مشتری نے ہنوز ثمن نہیں ادا کیا ہو اور مبیع کی ذات میں کچھ نقصان بھی نہیں آیا ہو تو ایسی حالت میں اِس مشتری یا اُسکے وارث سے نہ اس شخص سے جسکو ہبہ کی گئی یا اُسکے لیے وصیت کر دی گئی ہو بائع کو یہ جائز نہیں ہے اور نہ اُسکی طرف سے اُسکے لیے ایسے شخص کو جائز ہو کہ جس کی گواہی اُسکے حق میں مقبول[6] ہو کر جتنے کو بیچی ہو اُسکی جنس سے اُس سے کم ثمن پر اپنے واسطے یا غیر کے واسطے مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید کرے اور اس مقام پر اور شفعہ میں درم و دینار ایک جنس شمار کیے جاتے ہیں کذا فی الکافی - اور اگر مشتری پر ثمن ادا کرنے میں کچھ باقی رہجاوے تو بھی[7] یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہو - اور فتاوی عتابیہ میں لکھا ہو کہ اگر پہلے اُسکو دیناروں کے عوض بیچا پھر درہموں کے عوض کم پر خرید کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر پہلے اسکو دیناروں کے عوض بیچا پھر چاندی کے پتروں[8] کے عوض کمی سے خریدا تو جائز ہو اور اگر پیسوں کے عوض کمی پر خریدا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ناجائز ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہو - اور اگر دوسری جنس ثمن کے عوض خریدی یا عیب دار ہو جانے کے بعد خریدی

[1] قولہ مسجد خاص جو عام جماعت کے لیے نہ ہو ۱۲ م [2] اور اصل عربی فرمودہ کہ این عبارت در بعض نسخ منفی یا فتہ شد ۱۲ منہ
[3] یعنے پورے دار پر ۱۲ [4] اسلیے کہ وعدہ عطا و وعدہ مجہول ہو وکذا الاول ۱۲ [5] قولہ من قال المترجم من سے مراد من شرعی جو قریب سیر کے ہوتا ہو اور ہم خطبہ میں تفصیل کر چکے ۱۲ منہ [6] یعنے تا وقتیکہ پورا ثمن ادا نہو وہاں تک یہی حکم ہو ۱۲ [7] [8] یعنے سکہ نہ تھا ۱۲

تو جائز ہی - یہ تہذیب مین لکھا ہی - اور ایسی صورت مین اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے یا بعد کو زیادتی کے ساتھ خریدی تو جائز ہی اور اگر نرخ گھٹ گیا اور مبیع مین اس نرخ کی وجہ سے گھٹی آئی پھر بائع نے اُسکو جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خرید کیا تو جائز نہین ہی اور نرخ کا اعتبار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر بائع نے آدھے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر آدھے کو آدھے ثمن سے کم پر خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر بائع نے مشتری پر حوالہ[۱] کر دیا پھر اُسکو کمی کے ساتھ خریدا تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اول نے دوسرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خرید تو جائز ہے اور اگر وہ چیز پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیع سب لوگون کے حق مین فسخ شمار (یعنی مبیع ۱۲) ہو تو پہلے بائع کی خرید کمی کے ساتھ جائز نہو گی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیع صرف اُن دونون کے حق مین فسخ کا اور تیسرے کے حق مین نئی بیع کا حکم رکھے تو پہلا بائع اُسکو اپنے فروخت کیے ہوے دامون سے کمی کے ساتھ خرید سکتا ہی - یہ محیط مین لکھا ہے - اور فتاویٰ عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو اس ثمن سے کم پر خریدا تو جائز ہی اور اگر اُن درہمون کو زیوف پایا اور واپس کر دیا تو جواز باطل نہو جاوے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر بخشش (یعنی بائع نے ۱۲) سے صلح کر لی اور بائع نے اُسپر قبضہ بھی کر لیا پھر اُس چیز کو کمی سے خریدا پھر کپڑے مین کوئی عیب پایا اور اُسکو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہو گی اور اگر بائع نے درہمونکو ستوق[۲] پایا ہو تو خرید فاسد جاویگی اور اگر اُس چیز کو کہ جسکو بائع نے فروخت (یعنی خریدی) کیا ہی بائع کے باپ یا بیٹے نے کمی کے ساتھ اپنے لیے خرید لیا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دونون حالتون مین جائز ہی اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کمی سے خرید لیا تو جائز نہین ہی اگرچہ اُسمین نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سو درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سو درم کو فروخت کی پھر اُس باندی کو غلام اور سو درم کے عوض خریدا تو آدھی باندی کی بیع جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درم اُدھار پر فروخت کیا اور کسی اجنبی کیواسطے خیار کی شرط کی پھر اُس اجنبی نے بیع کی اجازت دیدی پھر اُس اجنبی نے اُسکو پانسو درم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید[۳] لیا تو جائز ہی بعد اگر جو شخص بائع ہو دی خریدے تو جائز نہین ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی - اور اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی

---

[۱] یعنی مثلاً بائع نے اپنے قرضخواہ زید کو مشتری پر حوالہ کر دیا یعنے اُتار دیا کہ اس سے تو اس قدر لے اور مشتری نے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور حوالہ کے شرائط کتاب الحوالہ مین آتے ہین انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

[۲] ستوق کیونکہ ستوق مین پیتل غالب ہوتا ہی اور وہ جنس درم مین شمار نہین ہی اسواسطے بیع متحقق نہونے سے خرید ثانی باطل قرار دیجاویگی بخلاف زیوف کے کہ زیوف مین اسکے برعکس ہی اور تجار لوگ اپنے معاملات مین انکو رد نہین کرتے ہین بخلاف بیت المال کے وقد فصلنا کل ذلک فی المقدمۃ ۱۲ منہ

[۳] یعنے مشتری سے خریدا ۱۲

پھر اسکے بعد جسکو ہبہ کی ہی اُسنے ہبہ کرنے والے یعنے مشتری کو ہبہ کر دی پھر اُس مشتری سے اُسکے بائع نے کمی پر خریدی تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اُس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اُسنے بیچا تھا اُس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہی اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً مبیع ہبہ کرکے اُسکے سپرد کر دی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کمی سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درم کو بیچنے کے واسطے کسیکو وکیل کیا اور وکیل نے اُسکو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اُس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اُسکے حکم سے جتنے کو بیچا ہے اُس سے کمی پر خریدے تو جائز نہین ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اُسکے مولے کو کمی کے ساتھ خرید کرنا جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر اُسنے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو وکیل کیا تاکہ وہ کمی کے ساتھ خریدے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ جو چیز فروخت کی ہی اُسکے ساتھ ملاکر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کمی کے ساتھ خریدنے مین اُس دوسری چیز کی بیع صحیح ہوتی ہے مثلاً ایک باندی پانسو درم کو خریدی اور اُسکو اور اُسکے ساتھ ملاکر دوسری کو بائع کے ہاتھ ثمن ادا کرنے سے پہلے پانسو درم کو بیچا تو جس باندی کو نہین خریدا تھا اُسکی بیع جائز ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ کسی چیز کو بعوض ایسے ثمن کے جو فی الحال ادا کیا جاوے فروخت کرکے پھر اُسکو اُسی ثمن کے عوض میعاد مقرر کرکے خرید کرنا جائز نہین ہی اور اگر ایک ہزار درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اُسکو ایک ہزار کو دو برس کے وعدہ پر خریدا تو جائز نہین ہی اور اگر ثمن مین ایک درم یا زیادہ بڑھا دے تو جائز ہی اور ثمن ثانی کی زیادتی بمقابلہ اُس نقصان کے قرار دیجاویگی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہوگئی ہی کذا فی المحیط

دسوان باب۔ اُن شرطون کے بیان مین جن سے بیع فاسد ہوتی ہو اور جن سے بیع فاسد نہین ہوتی ہی جاننا چاہیے کہ بیع مین جو شرط کی گئی یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد بیع چاہتا ہی یعنے وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہے پس ایسی چیز کی شرط کرنے سے عقد مین فساد نہین آتا ہی جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ مبیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ ثمن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جسکو عقد نہ چاہتا ہو یعنے بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہو لیکن یہ شرط اس عقد سے مناسب ہی یعنے اس عقد کا استحکام کرتی ہو مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کا کوئی کفیل دیوے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اُس مجلس مین موجود ہو اور کفالت قبول کرلے یا موجود نہو اور دونون کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہو کر کفالت قبول کرلیے تو استحسانًا بیع جائز ہوگی اور اسیطرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن دیوے اور وہ رہن

اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحساناً جائز ہی کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد مین سے نہین ہی مگر موجب عقد کا موکد ہی اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر وہ رہن معین نہو ولیکن اُسکا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہین ہی اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہی تو جائز ہی اور اگر رہن معین نہو اور اُسکا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونون مین یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہو گی لیکن اگر دونون رضامندی کے ساتھ اُسی مجلس مین وہ رہن معین کر دین اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اُسکو بائع کے سپرد کر دے یا یہ کہ مشتری ثمن کو فی الحال ادا کر دے اور میعاد کو باطل کر دے تو بیع استحساناً جائز ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کفیل معین نہو اور نہ اُسکا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اُس مجلس عقد مین موجود ہو خواہ اُسنے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن کفالت قبول نہ کی یہان تک کہ دونون جدا ہو گئے یا اُسنے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحساناً فاسد ہو جاویگی خواہ اسکے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ شرط کی کہ جید گیہوؤن کا ایک کُر رہن کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ جہالت مفسد بیع نہین ہی اور اگر بیع مین کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اسپر جبر نہ کیا جائیگا ولیکن اُس سے کہا جاویگا کہ یا تو رہن یا اُسکی قیمت یا ثمن ادا کر دے یا عقد فسخ کر دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مشتری نے ان سب صورتون سے انکار کیا تو بائع کو پہونچتا ہی کہ بیع کو فسخ کرا دے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص کفیل بالدرک[1] رہے تو یہ بمنزلہ ایسے شرطیہ خریدنے کے ہی کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے سب یہ بیع صحیح ہو گی اگر کفیل اُس مجلس مین حاضر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہی۔ اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دیگا کہ ثمن اُس سے لیوے تو بیع قیاساً و استحساناً فاسد ہی اور اگر یہ شرط ہوئی کہ مشتری بائع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کر دیگا تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور بعض مشائخ نے حوالہ کی صورت مین یہ کہا ہی کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار[2] پر اُترا دے تو بیع فاسد ہو گی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اُترا دینے کی شرط کی تو جائز ہی اور حاکم نے اپنے مختصر مین ذکر کیا ہی کہ یہ ہر طرح جائز ہی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہین ہی لیکن شرع مین اُسکا جواز وارد ہوا جیسے شرط خیار اور میعاد یا شرع مین اُسکا ورود نہین ہوا ولیکن لوگون مین متعارف ہی مثلاً کوئی نعل[3] اور اُسکا تسمہ اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دیوے تو بیع استحساناً جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر چمڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع

[1] کفیل بالدرک الخ انچہ بعد بیع حادث شود بران کفالت کنند یعنی اگر مبیع مین مثلاً استحقاق وغیرہ پیدا ہو تو یہ شخص ثمن کا ضامن رہے ۱۲ منہ [2] یعنے قرضدار مشتری ۱۲ [3] نعل عربیہ وغیرہ مین تسمہ دار جوتیان ہوتی ہین چنانچہ اکثر لوگ اُسکو جانتے ہین ۱۲ منہ

اُسکا موزہ یا تلنسوہ بناوے بشرطیکہ اُسکا استر اپنے پاس سے لگا دے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہی
کیونکہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اسیطرح اگر ایک موزہ کہ جس مین شگاف
تھا اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکو سی دے یا کوئی کپڑا کہ جسمین چھید تھا کسی گدڑی فروش سے اس شرط پر
خریدا کہ بائع اُسکو سی دے اور اُسپر پیوند لگا دے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر کرباس اس
شرط پر خریدا کہ اُسکو قطع کر کے سی دے تو جائز نہین ہی کیونکہ ایسا عرف نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور
اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جسکا شرع مین جائز ہونا کسی صورت مین وارد نہوا اور نہ وہ لوگون مین متعارف ہی
پس ایسی شرط مین اگر دونون عقد کرنیوالون مین سے کسی کا نفع یا جسپر عقد قرار پایا ہی اُسکا نفع ہو اور
وہ غیر[له] پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی غلام
اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کر دے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے
دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے عطا
کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کر دے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اُسنے بیع کرنے مین
ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام
مجھے بطور زیادت[ع] کے عطا کر تو یہ جائز ہی اور یہ ثمن کے اندر زیادتی مین شمار ہوگا[عه] یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اُسکو فروخت کرے تو بائع اُسکے ثمن کا
زیادہ حقدار ہی تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گدھا
اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اسکو لیکر اس نہر سے تجاوز نہ کریگا اور مجھکو پھیر دے گا تو مین
اُسکو قبول کر لونگا ورنہ نہین پھیرونگا تو یہ بیع صحیح نہین ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ تا وقتیکہ تو اُسکو لیکر
کل تک تجاوز نہ کریگا تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی چیز اسواسطے خریدی کہ بائع کے ہاتھ
فروخت کرے تو بیع فاسد ہی اور اگر کچھ پھل اسواسطے خریدے تاکہ بائع اُسکو توڑ دے یا بائع ایک ہزار درم مشتری
کو قرض دے تو بیع فاسد ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اُسکو کچھ ہبہ کرے
یا صدقہ دے یا کوئی چیز اُسکے ہاتھ بیچ ڈالے یا اُسکو کچھ قرض دے تو بیع فاسد ہی اور اگر فلان شخص اجنبی کے
قرض دینے کی شرط کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ پھر جب اُس خریدی ہوئی چیز
کے نفع کی شرط کی تو عقد کا فاسد ہو جانا صرف اُسی صورت مین ہی کہ وہ چیز ایسا[یعنی قرض دینا لازم ہوگا ۱۲] لیاقت رکھتی ہو کہ دوسرے پر
اُسکا استحقاق حاصل ہو اور ایسی چیز رقیق ہی اور سوائے رقیق کے اور حیوانات کہ جنکا غیر پر حق ثابت

له قوله غیر پر کسی حق آه یعنی بنی آدم ہو فلو قال من بنی آدم کما قال اہل المتون کان اخصر ولکن لم تفہم منہ الجہر المفہوم بہذا فافہم ۱۲ منہ ع پس معنی یہ ہوئے کہ ثمن مین اسقدر اور بڑھا دے ۱۲ عه قال المترجم فعلی ہذا لو کان العبد الذی یرید زیادته یساوی ما اشتراه بثمن ان فیجوز اللہم الا ان یقال انه متی دخل فی الثمن صار الکل ثمنا والثمن باتراضیا علیه لا یجری فی الحیوان لربا فتأمل ۱۲ منه

نہین ہوتا ہی اور اُسکے نفع کی شرط پر خریدی یعنے ایسی شرط کے ساتھ کہ جسمین اسکا نفع ہی تو عقد فاسد نہوگا
یہانتک کہ اگر کوئی چیز سوائے رقیق کے حیوان مین سے اس شرط پر خریدی کہ اُسکو فروخت نکریگا یا ہبہ نکریگا
تو بیع جائز ہوگی اگرچہ اسمین معقود علیہ کا نفع مشروط ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کوئی غلام یا باندی اس
شرط پر فروخت کی کہ تو اُسکو نہ بیچنا اور نہ اُسکو ہبہ کرنا اور نہ اُسکو اپنی ملکیت سے نکالنا تو بیع فاسد ہی یہ بدایع
مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو کھانا کھلاوے تو بیع جائز ہی اور اگر یہ
شرط کی کہ مشتری اُسکو خبیص[1] یا گوشت کھلائے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی
غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو آزاد کردے تو ظاہر الروایۃ مین بیع فاسد ہوگی یہانتک کہ اگر
مشتری نے اُسکو قبضہ کرنیسے پہلے آزاد کردیا تو اُسکا عتق نافذ نہوگا اور اگر اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکو آزاد کردیا
تو پہلا عقد جائز ہوجائیگا اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا استحسان ہی حتی کہ مشتری پر ثمن واجب ہوگا
اور صاحبین کے نزدیک عقد جائز نہوجائیگا اور اُسکو قیمت دینی پڑیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اس بات پر
اجماع ہی کہ اگر وہ غلام مشتری کے پاس آزاد کرنیسے پہلے مرجاوے تو اُسکو قیمت دینی پڑے گی اور
اسیطرح اگر مشتری نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا اُسکو ہبہ کردیا تو بھی اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ
تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری اُسکو دیبا کے کپڑے پہناویگا
یا یہ کہ اُسکو نہین ماریگا یا یہ کہ اُسکو ایذا نہ پہونچاویگا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوے قاضی خان
مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اُسکو مدبر بنائے یا ام ولد بنائے تو بیع
فاسد ہی یہ بدایع مین لکھا ہی۔ اور اگر منفعت کی شرط دونون عقد کرنیوالون میں سے ایک اور دوسرے اجنبی
کے درمیان جاری ہوئی باین طور کہ مشتری نے اس شرط پر خرید کیا کہ بائع کو اتنے درم فلان اجنبی
قرض دیوے اور مشتری نے اُسکو قبول کرلیا تو صدر الشہید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح الجامع مین ذکر کیا ہی
کہ عقد فاسد نہوگا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ عقد فاسد ہوجائیگا اور جو قدوری نے ذکر کیا ہی اُسکی
صورت یہ ہی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھ سے یہ چیز اس شرط پر خریدی کہ تو مجکو یا فلان شخص
کو قرض دے اور اس صورت[2] مین قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہی کہ عقد فاسد ہی یہ ذخیرہ مین
لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جسکو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد
ہوجاتا تھا جب اجنبی پر شرط کیجاویگی تو عقد باطل ہوگا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط بائع پر لگانی نہین جائز ہی اگر غیر
بائع پر عقد مین مشروط ہو تو عقد باطل ہوگا از انجملہ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع
مشتری کو بیس درم ہبہ کرے تو یہ باطل ہی اور اسیطرح اگر یہ شرط کی کہ فلان شخص مجکو بیس درم ہبہ کرے

[1] حلیم ایک قسم کا حلوا ہوتا ہے ۱۲ منہ [2] قلت فہذہ تحمل الشرط بالمفہوم المراد فاحتمل ان یکون الحکم
بالفساد بہذا الوجہ ولذلک ذکرہ صاحب الذخیرہ فافہم ۱۲ منہ

تو بھی باطل ہے اور ہر ایسی شرط کہ جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد نہوتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائیگی تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلان شخص اجنبی مجھ سے اس قدر گھٹا دے تو بیع جائز ہے اور اسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور ابن سماعہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع مشتری کے بیٹے یا اجنبی کو ثمن مین سے اس قدر دیوے تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ اُس کو مشتری فروخت نہ کرے اور نہ اسکو ہبہ کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسکو ہبہ یا فروخت نہ کرے یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اسکو نہ کھاوے نہ فروخت کرے تو کتاب المزارعت مین جو مذکور ہے وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی مجرد مین حسن رحمہ اللہ تعالےٰ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے کذا فی الہدایہ حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو چارہ نہ چراوے تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ شرط ہے کہ مشتری اسکو ذبح کرڈالے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اسکے ہاتھ فروخت نہ کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر صرف یہ شرط لگائی کہ مشتری اُسکو فروخت یا ہبہ کردے اور فلان شخص کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور منتقی مین لکھا ہے کہ اسی طرح ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اسکو بدون اجازت فلان شخص کے فروخت نہ کرے یا کوئی مکان اس شرط پر خریدا کہ مشتری اُسکو نہ گرادے اور نہ اسکو بناوے بدون اجازت فلان شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اسکو اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز ہوگی اور اگر کہا کہ یہ چیز مین نے تیرے ہاتھ بعوض سو درم کے حرام کمائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ مین اُسکا ثمن اُسکے فروخت سے ادا کرونگا تو بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکو مسلمانون کے لیئے مسجد بناوے تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اُسکو فقیرون پر صدقہ کردے تو بھی فاسد ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو سقایہ یا مسلمانون کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ

دستوری مشروط ۱۲

سلہ تولہ سقط دیوے مثلاً ثمن بارہ درم مین سے چار درم دے اور بیع نکالنا نہ ملے رحمہ وغیرہ دستوری جو معروف ہے وہ بمنزلہ مشروط ہوتی ہے اور اس سے بیع فاسد ہوتی ہے ۱۲ منہ سلہ تولہ چارہ یعنی باندھکر گھر مین کھلاوے ۱۲ منہ سلہ سقایہ سبیل خانہ ۱۲ منہ

قاضی خان میں لکھا ہے۔ فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر شیرۂ انگور میں یہ شرط کی کہ اسکو شراب بناوے تو بیع[1] جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ تین سو درم کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو بیچتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سو درم کو لیتا ہوں اور ایکسال تیری خدمت کریگا تو یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس بیع میں اجارہ کی شرط ہے اور اسیطرح اگر کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کیواسطے بیچتا ہوں تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو جلا دے یا کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسکو ڈھاوے تو بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں نہ نفع ہے اور نہ ضرر ہے مثلاً کچھ کھانا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو کھالے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اسکو پہن لے تو بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اس سے وطی کرے یا یہ کہ وطی نہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درم کو جو تیرے فلان شخص پر قرض ہیں وہ مجھکو اس کی طرف سے ادا کرنے[2] کی غرض سے بیچتا ہوں تو بیع جائز ہوگی اور بائع اُس فلان شخص کی طرف سے ادا کرنے میں متطوع قرار دیا جائے گا اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلان پر ہے اور وہ ایک ہزار درم ہیں فروخت کیا اور فلان شخص بھی راضی ہوا تو بیع جائز ہوگی اور وہ مال اُس قرضدار کے جس پر قرضہ تھا بائع کا ہو جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکا ثمن بائع کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُسکی طرف سے اس کے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیع فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اس شرط پر کہ میں تجھکو سو درم اس کام کے دونگا پس اس شخص نے اُس فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا اور بیع میں وہ شرط ذکر نہ کی تو بیع جائز ہوگی اور اُس شخص کو سو درم[3] دینا لازم نہ ہوں گے اور اگر اُس نے دیدیے ہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے رجوع کرے[واپس کرے ۱۲] اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں تجھکو سو درم ہبہ کر دونگا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے

سله قولہ جائز لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۱۲ سله۲ قولہ ادا یعنے ثمن سے تیرے قرضدار کا قرضہ مجھے ادا ہو جاوے ۱۲ منہ۔ سله۳ قولہ سو درم یہ شرط مفسد ہے لیس جب بیع کے وقت مذکور نہ ہوئی تو بیع جائز رہی ۱۲ منہ

کہا کہ مین تیرا یہ غلام اُن سو درم کے عوض خریدتا ہون جو فلان شخص پر ہین تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ مین اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض اُن سو درمون کے جو تیرے فلان شخص پر آتے ہین اس شرط پر بیچتا ہون کہ وہ شخص اس سے جو تیرا اُس پر آتا ہے بری ہو جاوے تو یہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو شرط پر فروخت کی کہ مین اُس کے ثمن سے اس قدر کم کردون گا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ مین اُس کے ثمن سے اس قدر تجھکو ہبہ کردون گا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ مین نے تیرے ذمہ سے اتنا کم کر دیا یا کہا کہ اس شرط پر کہ اس قدر مین نے تجھکو ہبہ کیا تو بیع جائز ہوگی کیونکہ ہبہ قبل واجب ہونے کے کم کرنے[1] کا حکم رکھتا ہے اور پہلی صورت مین ہبہ کی شرط بعد واجب ہونے کے تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط خیار کرکے اس شرط پر خریدا کہ اگر مشتری اُسکو بیع کے واسطے پیش کرے یا اُس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا تو بیع[2] فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پر ایک دینار تھا اور اُس نے اُس سے ایک کپڑا اُس شرط پر خریدا کہ اُس دینار کا مقاصہ نہ کرے تو ظاہر الروایۃ کے موافق بیع فاسد ہوگی یہان تک کہ اگر بجاے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اُس کو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اُس کا عتق نافذ نہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک استحساناً وہ عقد جائز ہو جاوے گا یہان تک کہ مشتری کو اُس کا ثمن دینا پڑیگا اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگا یہان تک کہ اُسکو قیمت دینی پڑے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے انگور کے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع باغ کی دیوارین بنوادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور مین اسکی دیوارین بنوادون گا تو بیع جائز ہوگی اور دیوارین بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جاویگا لیکن اگر اُسنے نہ بنوائین تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے ورنہ واپس کر دے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی چیز کی فروخت مین یہ قرار پایا کہ ثمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیع مین یہ شرط قرار پائی تو بیع جائز نہوگی اور اگر بیع مین یہ شرط نہ تھی ولیکن بعد بیع کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پہونچتا ہے کہ وہ ایکبارگی لے لیوے یہ مختار الفتاوے مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اسکو مشتری کے مکان مین ادا کرے پس لحاظ کیا جاوے گا کہ اگر وہ چیز شہر مین ہو اور اُسکا مکان بھی شہر مین ہو تو استحساناً اس شرط کے ساتھ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر اُس کا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اُسکا مکان شہر مین ہو تو بالاجماع جائز نہوگی اور اسی طرح اگر دونون شہر سے باہر ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکے مکان تک اٹھوا دینے کی شرط کی تو بالاجماع جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔

[1] یعنی گھٹا دینے کے حکم مین ہے ۱۲ منہ [2] قولہ فاسد یعنی خدمت لینے یا مجلس مین پیش کرنے کی شرط مفسد ہے ۱۲ منہ

اگر کسی نے ایندھن کسی گانون مین صحیح طور پر خریدا اور الفاظ بیع کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اُس کو اُٹھوا دے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہے اور شرط نہین ہے پس بائع کا جی چاہے تو اُٹھا دے ورنہ نہ اُٹھا دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خریدا کہ فلان شخص اس مبیع کو اُسکے سپرد کرے خواہ اُسکو یہ معلوم ہوا کہ اس فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے یا نہ معلوم ہوا تو بیع فاسد ہوگی اور حسن رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ اس کو یہ معلوم ہوا کہ فلان شخص کی اس مین کچھ چیز ہے پس اگر اس نے مبیع کو سپرد کر دیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اجازت دیدے ورنہ بیع باطل کردے یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے ثمن مین سو درم زیادہ کر دیے بشرطیکہ تو اُسکو میرے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچ اور اُسنے ایسا ہی کیا تو بیع جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سو درم پر قرار پاوے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ مین تجھکو ثمن مین سو درم زیادہ ہبہ کرون گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسکو ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو بیع فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ثمن فی الحال دینا قرار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی میعاد پر ایک ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری ثمن دوسرے شہر مین ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درم کے عوض بیع جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اُسنے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے (یعنی مدت معلومہ ۱۲) شہر کا ذکر فقط ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا اور جگہ معین کرنا ایسی چیزون مین جن مین باربرداری اور خرچہ نہین ہے صحیح نہین ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس مین باربرداری اور مشقت ہوتی ہے تو اُسکے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہے اور بیع بھی جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقدا تنے کو اور اُدھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے اُدھار پر اتنے کو اور دو مہینے کے اُدھار پر اتنے کو تو جائز نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین یہ مشک اور اسکے اندر جو یہ زیتون کا تیل ہے تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہون کہ مشک پچاس رطل ہے اور زیتون کا تیل پچاس رطل ہے کہ ایک رطل اُن دونون مین کا بعوض ایک درم کے ہے پھر مشتری نے مشک ساٹھ رطل پائی اور تیل چالیس رطل پایا تو ثمن تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا پھر ثمن پر اُن دس رطلون کا حصہ جو اُسنے مشک مین زائد پائے ہین بڑھا دیا جاوے گا اور اُن دس رطلون کا حصہ کہ جو اُسنے تیل مین سے کم پائے ہین گھٹا یا جاویگا پھر اُسکو اختیار دیا جاویگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کوئی دیسی گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ خوش رفتار ہے تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدی کہ اُسکے پیٹ مین بچہ ہے یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدی کہ اُسکے پیٹ مین بچہ ہے تو ظاہر الروایت مین جائز نہین ہے جیسا کہ اُسکو اس شرط پر فروخت کیا کہ اُس کے ساتھ بچہ ہے تو جائز نہین ہے یہ

ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر دوسرے سے ایک ہزار درم بخارا مین اس شرط پر قرض لیے کہ اسکے مثل سمرقند مین ادا کرے گا یا ایک ہزار درم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا مین اس شرط پر قرض لیے کہ ان کے مثل سمرقند مین ادا کرے گا تو جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گابھن ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ[1] سے ہے تو فقیہ ابو بکر بلخی نے ذکر کیا کہ مشائخ نے اس بیع کے جائز ہونے مین اختلاف کیا بعضون نے کہا کہ یہ بھی مانند چوپایون میں حمل کی شرط کرنے کے جائز نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہے اور فقیہ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کیطرف سے ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہے تو بیع جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی فروخت کی اور اُسکے حاملہ ہونے سے برأت کر لی خواہ اُسکو حمل تھا یا نہ تھا تو بیع جائز ہے - یہ مبسوط مین لکھا ہے - اگر کوئی گاے اس شرط پر خریدی کہ وہ حلوب[2] یا لبون ہے تو طحاوی نے کہا کہ جائز نہین ہے اور شیخ امام اُستاد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور کرخی نے کہا کہ جائز ہے اور اسی کو فقیہ[3] نے لیا ہے اور اسی پر صدر الشہید[4] نے فتویٰ دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ دودھ والی ہے تو ابو بکر محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ بیع فاسد ہے اور فقیہ ابو جعفر سے ذکر کیا گیا کہ جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ہنر کے ہے پس یہ ایسا ہے کہ گویا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ لکھنے والا یا روٹی پکانے والا ہے اور اُس صورت مین بیع جائز ہے پس ویسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہوگی اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی خربوزہ اس شرط پر خریدا کہ وہ شیرین ہے یا زیتون یا تل اس شرط پر خریدا کہ اس مین اتنے مین تیل نکلے گا یا دھان خام خریدے بدین شرط کہ ان دھانون مین فیصدی اتنے من سفید چانول نکلین گے یا کوئی بکری یا بیل زندہ اس شرط پر خریدا کہ اُس مین اتنے من گوشت نکلے گا تو ان سب کی بیع فاسد ہے کیونکہ شروط کا پہچاننا قبل عمل کے ممکن نہین ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے - اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ اسقدر دودھ دیگی تو سب روایتون کے موافق بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر اُسکو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک مہینہ

ل قولہ پیٹ سے یعنے حاملہ ہے اور اگر بطور برات عیب ہو تو جائز ہے ۱۲ منہ ع ۲ قولہ حلوب یعنے فی الحال اس نے بچہ دیا ہے یا لبون یعنے قریب سال کے گذر چکا ہے کہ وہ گابھن ہونے والی ہے ۱۲ ع ۳ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالےٰ ۱۲ ع ۴ حسام الدین رحمہ اللہ تعالےٰ ۱۲ ع ۵ قولہ یعنے ہر سو من مین اتنے من ۱۲ ع ۶ قولہ نہین یعنے یہ امر کہ ان تلون مین اتنا تیل ہے بدون تیل نکالنے کے صحیح نہین معلوم ہو سکتا ہے علےٰ ہذا باقی مین بھی یہی بات ہے ۱۲ منہ

بعد بچہ دے گی تو عقد فاسد ہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے کسی[1] نے کہا کہ مین یہ گائے تجھ سے اس شرط پر خریدتا ہون کہ وہ دودھ دیتی ہے اور بائع نے کہا کہ مین بھی اسی طرح بیچتا ہون پھر دونون نے عقد کرتے وقت بلا ذکر اس شرط کے عقد کر لیا پھر اس گائے کو ایسا نہ پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہو گا یہ قنیہ مین لکھا ہے ۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ایسا ایسا راگ گاتی ہے پھر وہ ناگاہ ایسی نکلی کہ گانا بھی نہین جانتی تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار نہو گا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اس صفت کو عیب سے برائت چاہنے کے طور پر ذکر کیا ہو یعنے گانا عیب ہے اور بائع نے جب یہ ذکر کیا تو یہ ذکر کرنا اُسکا بطور اظہار عیب کے تھا اور فتاوی مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے قول پر اور دو قولون مین سے امام محمد رح کے ایک قول کے اس شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے اور پہلا حکم اختیار کیا گیا ہے یعنی جواز اور اسی بنا پر لڑنے والے مینڈھے اور لڑنے والے مُرغ کی بیع بھی جائز ہو گی جبکہ یہ صفت اس مین بطور عیب کے برائت چاہنے کے ذکر کی ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہے ۔ اگر اخروٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ ناکارہ ہے تو بیع جائز نہو گی مگر اس صورت مین کہ اخروٹ بہت ہون کہ جتنے ایندھن کے واسطے خریدے جا سکتے ہون تو جائز ہو گی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے ۔ اگر کوئی کبوتر اس شرط پر خریدا کہ وہ ایسی ایسی آوازین بولتا ہے تو بیع فاسد ہو گی کیونکہ ایسی آوازین بولنے کے واسطے کبوتر پر جبر نہین کیا جا سکتا ہے اور مشروط کا فی الحال پہچاننا ممکن نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر کوئی کتا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کٹہا ہے یا کوئی کبوتر اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گردان ہے تو بیع جائز نہو گی لیکن اگر یہ شرط بطور عیب بیان کرنے کے ذکر کی تو بیع جائز ہو گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ۔ اگر کوئی دار خریدا اور اس دار کے ساتھ فنا دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہو گی اگر کوئی زمین فروخت کی اور اُسکے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر مشتری اس مین کوئی نئی بات پیدا کریگا اور پھر اُس زمین کا کوئی حقدار نکلے گا تو بائع مشتری کی پیدا کی ہوئی چیزون کا ضامن ہو گا تو یہ بیع جائز نہین ہے کیونکہ بائع مثل گڈھے وغیرہ چیزون کا ضامن نہو گا صرف وہ عمارت اور پودون اور کھیتی کا ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے ۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہے یا اسقدر لکھتی ہے تو جائز نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے ۔ اگر ایک شخص نے ساگ[2] کا کھیتی اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اُس مین اپنے چوپایہ چھوڑ دے تو استحساناً جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے اور قیاس کی دلیل سے فاسد ہے ۔ اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے ۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُسکا خراج بائع کے ذمہ ہے تو بیع فاسد ہو گی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا پس اگر اصل خراج مین سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہو گی اور اگر اصل خراج سے زیادتی بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہو گی اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اُس کا خراج تین درم ہے

[1] یعنے عقد سے پہلے ۱۲ [2] قولہ ساگ کا کھیتی یعنی ہنوز اُس مین بلیان نہین آئی ہین ۱۲ منہ

پھر معلوم ہوا کہ چار درم ہی یا کہا کہ چار درم ہی پھر معلوم ہوا کہ تین درم ہے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب معلوم ہوا اور اگر نہ جانتا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا اگر چاہے تو اُس زمین کو اُسکے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کردے اور اگر خراجی زمین بغیر خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اس طرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اُس کا خراج اُس زمین پر لگا کر اُسکو فروخت کردیا اور مشتری نے اُسکو معلوم کیا ہے[1] تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسکی چوری کا ہمیشہ ذمہ دار رہے اور اُس کا مجنون ہونا چاند دیکھنے تک بائع کے ذمہ ہے پھر چاند دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہوگیا اور اُسنے بائع کو واپس کردیا اور اُسنے اُس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہوگیا تو فقہا نے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی پس جب اُسنے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اُسکو اپنے ہاتھ سے گرفت کرسکتا تھا تو مشتری اُسکی ضمانت سے بری ہوگیا اور بائع کا اُسپر کچھ نہین چاہیے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ امام رکن الاسلام علی السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس درم ہین اور اُسکے مالک نے اُسکو پندرہ درم خراج پر فروخت کیا کہ اس پر پانچ درم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھا دیا تو اُنھون نے فرمایا کہ بیع فاسد ہی اور ایسے ہی اگر کم کردیا ہو تو بھی یہی حکم ہی پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہو اور بائع اور مشتری اُسکی مقدار مین اختلاف کرین مشتری کم کا دعوی کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اُس گانون کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جاوے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلاوے کہ وہ نہین جانتا کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہے تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے[3] پس امام رحمۃ اللہ تعالے نے جواب مین فرمایا کہ خراج کے باب مین مخاصم بادشاہ کا نائب[2] ہوگا پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ آپ اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ اگر گانون خراجی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ اُسپر خراج کیونکر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہین اور ایسے ہی قدیم سے اُن مین چلا آتا ہے پھر ایک شخص نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے پس اُنھون نے فرمایا کہ یہ عرف حکم شرعی کے مخالف ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ اُٹھاویگا اور مشتری نے اُس پر قبضہ کرلیا پھر شفیع نے یہ گمان کرکے کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اُس زمین کو شفعہ مین لے لیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ بیع فاسد ہی تو امام ابو علی نسفی رحمہ نے فرمایا کہ یہ بیع فاسد ہی اور بیع فاسد مین شفیع کا حق شفعہ ثابت نہین ہوتا جب تک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل نہوجاوے پس اگر شفیع نے اس زمین کو دونون کی رضامندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیع ہوجاویگی پس اگر شفعہ کے ساتھ لینے مین دونون نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اُسکا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفیع واپس کرسکتا ہے

[1] یعنی جانتا ہے ہو [2] یعنی علے سغدی ۱۲ [3] یعنی وہ قسم دلا سکتا ہے ۱۲

نہیں یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر اس شرط پر خریدی کہ پڑوسی لوگ اُس کا بار اُٹھا دین تو بیع فاسد ہے اور
اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اُسکی جبایت[1] نہ لیجاوے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اس شرط پر
خریدی کہ جبایت اول مشتری کے ذمہ نہو گی اور اگر دونون اس بات پر متفق ہو گئے تو بیع جائز ہو گی
یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کوئی زمین فروخت کی اور اُسکا خراج ذکر نہ کیا اور اس کو بیع مین شرط نہ گردانا تو
بیع جائز ہی پھر لحاظ کیا جاوے گا کہ اُسکا خراج اگر اسقدر زیادہ ہی کہ جو لوگون مین عیب گنا جاتا ہی تو مشتری کو بسبب
عیب کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ایسا نہو تو اُسکو خیار نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی زمین بیچی
اور کہا کہ اُسکا خراج اس قدر ہی پھر اُس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اس قدر ہو کہ جسکو لوگ عیب
گنتے ہین تو مشتری واپس کر سکتا ہی اور اگر کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ اسپر نوائب نہین بندھے ہین پھر مشتری
سے نوائب طلب کیے گئے تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بائع زندہ ہو تو اُسکو اور اگر مر گیا ہو تو اُسکے
وارثون کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خریدا کہ اُسکا قانون آدھا دانگ ہے پھر وہ زیادہ نکلا
تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دُکان اس شرط پر خریدی کہ اس مین بیس درم کرایہ آتا ہی
پھر معلوم ہوا کہ پندرہ درم آتا ہی پس اگر اس سے اُس کی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ مین اُس مین بیس درم
کرایہ آتا تھا تو عقد بیع فاسد نہو گا اور اگر یہ مراد تھی کہ آیندہ بھی اُس مین اسی قدر آتا رہے گا تو عقد فاسد[2] ہو گا
اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہو گا یہ محیط مین لکھا ہے
کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اُس مین اسقدر درخت ہین اور مشتری نے اُن کو کم پایا تو بیع جائز ہی اور مشتری کو
خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُس مین اسقدر
بیت ہین اور مشتری نے اُنکو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہو گا اور اگر کوئی
زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین اس قدر درخت ہین کہ اُن پر پھل آ گئے ہین اور سب کو
مع پھلون کے فروخت کیا اور اس مین ایک درخت ایسا تھا کہ جس پر پھل نہین آئے تھے تو بیع فاسد
ہو گی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اُسکا ایک پانوں ران سے کٹا ہوا نکلا تو
بیع فاسد ہو گی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اُس مین خرما کا
درخت اور اور درخت ہین پھر اُس مین کوئی درخت نہ نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہو گا اور اگر
اس زمین کو مع درختون اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اُس مین خرما کے درخت یا اور
درخت ہین دونون برابر[3] ہین اور اسی طرح اگر ایک دار مع نیچے کے مکان اور بالاخانہ کے بیچا پھر
دیکھا گیا کہ اُس مین بالاخانہ نہین ہی تو مشتری کو خیار حاصل ہو گا اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ دار مع اُسکے

[1] قولہ جبایت جو سلطان اپنی رعیت پر مانند ٹکس کے باندھے دفالواہی حرام ۱۲ منہ [2] کیونکہ آیندہ نہین معلوم ہو سکتا کہ
کتنے کرایہ پر اُٹھے گی ۱۲ منہ [3] یعنی دونون صورتون کا حکم یکسان ہے ۱۲

شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون کے تیرے ہاتھ فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ اُسمین نہ شہتیر[1] ہے اور نہ دروازے اور نہ لکڑی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسکے اندر دو دروازہ اور دو شہتیر ہون تو اُسکو خیار نہوگا اور[2] اگر ایک دروازہ یا ایک شہتیر ہو تو خیار ہوگا اور اگر یون کہا کہ میںنے اس دار کو تیرے ہاتھ جو کچھ اُسمین شہتیرون اور دروازون اور لکڑیون اور درختون سے ہو فروخت کیا پھر مشتری نے ان چیزون مین سے کچھ نہ پایا تو اُسکو خیار نہوگا اور اگر کوئی تلوار اس شرط پر خریدی کہ وہ بقدر سو درم چاندی کی محلی[3] ہے یا کوئی جوتا اس شرط پر کہ اُسمین تسمہ لگا ہے یا کوئی انگوٹھی اس شرط پر کہ اُسکا نگینہ یاقوت ہے یا کوئی نگینہ اس شرط پر کہ اُسمین سونے کا حلقہ پڑا ہے پھر دیکھا تو تسمہ وغیرہ نہ نکلے یا یہ چیزین شرط کے موافق تھین لیکن قبضہ سے پہلے تلف ہوگئین تو مشتری کو ان صورتون مین اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دے لیکن نگینہ کی صورت مین جب یہ شرط کی کہ اُسمین سونے کا حلقہ ہے اور حلقہ نہ پایا گیا تو بیع فاسد ہوگی اور قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ ہر شی جسکی بیع مین اُسکا غیر تبعًا بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے جب ایسی شے فروخت کیجاوے اور اُسکے ساتھ اس غیر کی شرط کیجاوے پھر یہ شے بدون اُس غیر کے پائی جاوے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس شی کو پورے ثمن مین لیوے ورنہ ترک کر دیوے اور جس شی کی بیع مین اسکا غیر تبعًا بلا ذکر داخل نہین ہوتا ہے تو ایسی شے جب فروخت کیجاوے اور اُسکے ساتھ اُسکا غیر بیع مین شرط کیا جاوے پھر یہ غیر نہ پایا جاوے تو مشتری اُس شی کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لیگا یہ محیط مین لکھا ہے ف اور جب اس شی کا حصۂ ثمن معلوم نہو تو بیع فاسد ہو جاویگی جیسا کہ اوپر کے مسئلہ مین مذکور ہوا فافہم۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کسم سے رنگا ہوا ہے پھر وہ سپید نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا جیسا کہ اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسمین عمارت ہے اور اُسمین کچھ عمارت نہ نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ سپید ہے پھر وہ کسم کے رنگ کا نکلا تو بیع فاسد ہو جاویگی چنانچہ اگر ایک دار اس شرط پر بیچا کہ اُسمین عمارت نہین ہے پھر اُسمین عمارت پائی گئی تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اُسکی عمارت پختہ اینٹون کی ہے اور وہ کچی اینٹون کی نکلی تو تجرید مین مذکور ہے کہ بیع فاسد ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر ایک کپڑا اس شرط پر بیچا کہ وہ عصفر[4] کا رنگا ہوا ہے اور وہ زعفران کا رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اُسکا تانا ایک ہزار ہے پھر وہ گیارہ سو نکلا تو کپڑا مشتری کے سپرد کیا جاویگا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ چھ گز ہے اور وہ پانچ نکلا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ میںنے تیرے ہاتھ یہ کپڑا قز[5] یا خز کا فروخت کیا

---

[1] دھنیان وغیرہ ۱۲ [2] اور بیع پوری ہوگی ۱۲ [3] چاندی چڑھی ہوئی ۱۲ [4] قولہ محلی حلیہ یعنے زیور سے آراستہ اور محلی و ملمع مین فرق یہ کہ حلیہ چاندی یا سونے کے پترون سے ہوتا ہے جو علیحدہ ہو سکتا ہے بخلاف ملمع کے جو محض پانی ہے ۱۲ منہ [5] قولہ قز یا خز اسکی تفسیر کتاب اللباس جلد چہارم مین مذکور ہے ۱۲ منہ

اور اُس کپڑے مین ملاؤ تھا پس اگر تانا شرط کے موافق تھا اور بانا غیر تھا تو بیع باطل ہوگی اور اگر بانا شرط
کے موافق تھا تو بیع جائز اور قز کی صورت مین مشتری کو خیار ہوگا اور خز کی صورت مین اختیار نہوگا لشرح
فرماتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا اس شرط پر لیا کہ وہ کتان کا ہے
پھر اُسمین ایک تہائی سوت نکلا تو فرمایا کہ اسکو واپس کر سکتا ہے[1] اور اگر قطع کرا لیا تو پھر واپس نہین لے سکتا
اور اگر اسمین اکثر سوت ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر ستو اس شرط پر خرید ے کہ اسمین ایک سیر
مسکہ لتھ کیا ہے اور دونون نے قبضہ کر لیا اور مشتری اُسکو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اُس سے آدھ سیر
سے لتھ کیا ہے تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار نہوگا جیسا کہ اگر صابون اس شرط پر خرید ا کہ اسمین اتنے کپے
تیل دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُس سے کم دیا ہے اور مشتری صابون خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلا خیار بیع جائز
ہوگی اور اسیطرح اگر ایک قمیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہے اور مشتری اسکو دیکھتا تھا پھر وہ نو گز کی
بنی ہوئی نکلی تو بیع بلا خیار جائز ہوگی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ابریشم فروخت کیا اور بائع نے مشتری کو تول
دیا اور مشتری اسکو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ مین نے اُسکو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جاوے
کہ یہ کمی ہوا کے سبب سے آگئی ہے یا ایسا نقصان ہو کہ دو دفعہ تولنے سے آجاتا ہے تو بائع پر کچھ لازم نہوگا اور
اگر نقصان ہوا سے نہو اور اسقدر نہو کہ جو دوبارہ تولنے سے واقع ہوتا ہے پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہین کیا تھا
کہ یہ اتنے من ہے یعنے جسقدر تول دیا اُسکا اقرار نہین کر چکا تھا تو اسکو اختیار ہوگا کہ حصہ نقصان کا ثمن نہ دے اور
اگر ثمن ادا کر چکا ہو تو واپس لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے من میرے قبضہ مین آگیا ہے پھر کہا کہ
مین نے کم پایا تو اُسکو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار نہوگا اگر وانہائے گندم کو خریدا پھر اُسمین
آدھا بھوسا پایا تو اُسکو آدھے ثمن مین لیگا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے ایک گٹھا گیہونکا اس شرط پر
خریدا کہ وہ دس گز ہے پھر اُسنے کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے اور نہ ترک کر دے
اسیطرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب النکاح امام محمد رح کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ
کتاب الطلاق یا کتاب الطب ہے یا وہ کتاب النکاح تھی مگر امام محمد رح کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع
جائز ہوگی اسواسطے کہ سپید پر سیاہ تحریر یہی کتاب ہے اور یہ امر جنس واحد ہے ہان اختلاف اسمین فقط انواع کا ہے
اور وہ مانع جواز بیع نہین ہے اور اگر کوئی شاۃ[2] اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہے پھر وہ بکری نکلی تو بیع
جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ چکی چلانیکا ہے پھر اسکو ایسا نہ پایا تو واپس
کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اور اگر کوئی شخص انسان کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی[3] ہے

[1] یعنے نقصان نہین لے سکتا ہے ۱۲ منہ [2] قولہ شاۃ بھیڑ و بکری دونون کو شامل ہے مگر اُسنے اپنی
مرغوب شرط کر لی تھی ۱۲ منہ [3] یعنے آدمی کی صورت نظر آتی تھی اور یہ معلوم نہ تھا کہ مرد ہے یا عورت مثلاً
برقعہ پڑا ہوا تھا یا اندھیرا تھا یا دور تھا ۱۲ منہ

پھر کھلا کہ وہ غلام ہی تو ان دونون مین بیع واقع نہوگی اور یہ استحسان ہی کہ اُسکو ہمارے علمانے
اختیار کیا ہی اور اسطرح کے مسئلون مین قاعدہ یہ ہی کہ جب عقد بیع مین اشارہ کے ساتھ نام رکھدیا جاوے
اور پھر مشار الیہ اسکے سوا دوسرا پایا جاوے پس اگر وہ باعتبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہوگی چنانچہ اگر
کسی شخص نے ایک نگینہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یاقوت ہی پھر وہ شیشے کا نکلا تو بیع باطل ہوگی اور اگر
مشار الیہ اُسی جنس کا ہو ولیکن صفت مین فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہوگا چنانچہ
اگر ایک نگینہ اس شرط پر خریدا کہ وہ یاقوت سرخ ہی- اور دیکھا تو وہ یاقوت زرد نکلا تو بیع جائز اور مشتری
مختار ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر کوئی توپ اس شرط پر خریدا کہ اسمین روئی بھری ہی پھر مشتری نے اسکو اُدھیڑا
تو صوف پایا پس بعضے مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہی اور مشتری اُسکو اور اُسکے ساتھ اُدھیڑنیکے نقصان کو واپس
کر دے اور بعضون نے کہا کہ بیع جائز ہی اور بقدر نقصان واپس[1] کر لے اور یہ اصح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے
اگر کوئی جبہ اس شرط پر خریدا کہ اسکا ابرا ایسا ہی اور استر ایسا اور بھراو ایسا ہی پھر ابرا شرط کے موافق پایا اور
استر اور بھراو اُسکے برخلاف تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر ابرا شرط کے برخلاف پایا تو بیع باطل ہو
اور اگر کوئی قبا اس شرط پر بیچی کہ اُسکا استر کوہی ہی پھر وہ مروی نکلا تو بھی یہی حکم ہی اور مشتری مختار رہے
اور اسی طرح اگر کہا کہ اُسکا بھراو قز کا ہی پھر وہ روئی کا نکلا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہے- اگر
کسی نے کچھ زمین خریدی اور اُسکا ثمن ادا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اس کو اس شرط پر خریدا تھا
کہ وہ دو جریب ہی پھر وہ کم نکلی اور بائع نے کہا کہ مین نے اسکو جیسی ہی ویسی بیچی تھی اور کچھ شرط نہین کی تو بائع
کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاویگا اور اگر کوئی گدھا بیچا اور کہا کہ اس شرط پر بیچتا ہون کہ لوٹے کا ہی تو مشتری
واپس کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر کہا کہ مین اس شرط پر بیچتا ہون کہ اگر اسکا کوئی حقدار پیدا ہو تو مجھ سے تو ثمن
واپس نہ کرے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- اور اگر کوئی باندی ثیبہ[2] اس شرط پر خریدی کہ
بائع نے اُس سے تا سپردگی مشتری وطی نہین کی ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُس سے وطی کی تھی تو بیع لازم
ہوگی اور مشتری واپس نہین کر سکتا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ باکرہ ہی
پھر وہ باکرہ نہ نکلی پس اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اسکو باکرہ نہین پایا اور بائع نے کہا کہ مین نے فروخت
کر کے تیرے ہاتھ اسکو باکرہ سپرد کیا ہی پھر اُسکی بکارت جاتی رہی تو بائع کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بائع
یون قسم کھائیگا کہ مین نے اُسکو بیچا اور سپرد کیا درحالیکہ وہ باکرہ تھی اور یہ مذکور نہین کہ قاضی اسکو دائیون
کو دکھلائیگا اور کتاب الاستحسان مین مذکور ہے کہ دایہ کو دکھلائیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی- نوادر ابن سماعہ مین
ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک مچھلی اس شرط پر خریدی کہ وہ دس رطل ہی اور اسکو تول کر مشتری کو

---

[1] یعنے بائع سے ۱۲
[2] ثیبہ جس عورت سے وطی کی گئی ہو وہ ثیبہ ہو جاتی ہی گر کنواری آزاد عورت سے اگر ایک دفعہ خفیہ زنا واقع ہوا تو کہا گیا ہی کہ وہ کنواری کے حکم مین ہی اور اول در حقیقت وہ ثیبہ ہو پس ثیبہ وہی ہی جس سے وطی کی گئی ہو ۱۲ منہ

دیدیا پھر مشتری نے اُسکے پیٹ مین ایک پتھر پایا کہ اُسکا وزن مثلاً تین رطل تھا اور مچھلی اپنے حال پر باقی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر اس کے معلوم کرنے سے پہلے اُسنے مچھلی کو بھون لیا تو مچھلی کے دس رطل وزن کی قیمت اور اُسکے سات رطل کے وزن کی قیمت دونون کو اندازہ کرکے جو کچھ فرق ہو اُسقدر حصہ[1] مشتری واپس لے اور اگر اُسکے پیٹ مین مٹی یا اُسکے مانند ایسی چیزین پائی جاوین کہ جسکو مچھلی کھاتی ہے تو بیع بانبار مشتری کو لازم ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خرید اکہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کرلیا پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر مشتری کے پاس اُسمین کچھ عیب آگیا اور بائع نے بسبب عیب کے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس طشت کے دس سیر ہونے پر اُسکی قیمت بیس درم تھی اور پانچ سیر ہونے پر دس درم تھی اور عیب سے اُسمین ایک درم کا نقصان آگیا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن بسبب نقصان وزن کے واپس لے اور بھی دسوان حصہ ثمن کا بسبب عیب کے واپس لے کہ جو ایک[2] درم ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ آواز نہین کرتا ہی پھر اُسکو دیکھا کہ آواز کرتا ہے تو اُسکو اختیار ہی کہ واپس کردے اور یہ جواب اِس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ جب اُسکا آواز کرنا عادت سے زیادہ ہو کہ جسکو لوگ عیب شمار کرتے ہون یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جنبی نہین ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ بچہ جنبی ہی تو اُسکو واپس کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کردے کہ اُسکا ثمن میرے ذمہ اور غلام فلان مشتری کا ہوگا تو ظاہر الروایت کے موافق ایسی بیع جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچڈال اس شرط پر کہ مین تیرے لیے ثمن مین سے پانچسو درم کا ضامن ہون تو بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی کپڑا اس شرط پر خریدا کہ نیشاپوری ہی پھر وہ بخارا کا نکلا یا عمامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہرستانی[نام شہر ۱۲] ہی پھر وہ سمرقندی نکلا تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے[نام شہر ۱۲] اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوفہ کی پیدایش ہی پھر معلوم ہوا کہ بصرہ[نام شہر ۱۲] کی پیدایش ہی تو واپس کردے گا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ ہراتی ہی پھر وہ بلخی نکلا تو ہمارے تینون اماموںکے نزدیک بیع فاسد ہوگی تو اور بشر مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہی پھر اُسمین سوائے ساکھو کے اور لکڑی پائی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اُسکی درستی کیواسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ثمن مین لے لینا پڑیگی اور خیار نہوگا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی

[1] قولہ حصہ یعنی تمام ثمن اسکے دس رطل اور سات رطل کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر حصہ ثمن واپس لیگا ۱۲ منہ [2] اس صورت مین ۱۲

تو ان دونون کے درمیان بیع واقع ہوگی اور بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہو اور وہ کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اُسنے کہا کہ اتنے کا ہو پھر دونون مین بیع ہو گئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ یہ کہنا ہراتی ہونیکی شرط کرنیکے مانند ہو اور یہی میرا قول ہو اور مراد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس سے یہ ہو کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہو اگر مبیع معین مین ہبۃ کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جاویگا اور اگر ثمن دین مدت کی شرط کی اور ثمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم (ادھار) ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی لعہ منجملہ مجہول مدتون کے نوروز اور مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہو اور امام محمد رح نے نوروز اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر مین ذکر کیا ہو اور حکم دیا ہو کہ بیع مطلقاً فاسد ہوتی ہو اور صحیح حکم یہ ہو کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروز مجوس کا یا نوروز سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونون اُسکا وقت پہچانتے ہین تو بیع فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہو - اور بیع مین حاجیون کے آنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اُسکے روندنے اور روئی چننے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہین ہو یہ کافی مین لکھا ہو - اگر نصاریٰ کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہو کہ نصاریٰ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہو تو جائز ہو اور اُنکا روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہین ہو پس اگر مدت فاسدہ کو اُسکے گزرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو استحساناً عقد جائز ہو جاویگا اور امام زفر رح کے نزدیک جائز نہوگا اور ہمارا قول صحیح ہو اسواسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسد کرنے والی چیز نکال ڈالی جاوے تو جائز ہو جاویگا اور اسکو کرخی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے صریح روایت کیا ہو اور یہی صحیح ہو اور باقی بیوع فاسدہ کو کرخی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہو کہ مفسد کے دور کرنے سے جائز ہو جاتی ہو اور صحیح یہ ہو کہ جائز نہین ہوتی ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو - اور اگر بیع کرتے وقت ثمن ادا کرنیکی کوئی مدت نہین مقرر کی پھر بعد اسکے ثمن ادا کرنیکا کوئی وقت ان وقتون مین سے مقرر کیا تو بیع جائز ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہو - اور اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہو اور اگر رجب کے مہینے مین کہا کہ مین نے رجب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آئندہ رجب تک ہوگی اور اگر کہا کہ رجب گزرنے تک کی مدت مقرر کی تو وہ اسی رجب تک ہوگی اور میلاد کے وعدہ تک کی بیع فاسد ہو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مین ایسا ہی ذکر کیا ہو پس اگر مراد میلاد بہائم ہو تو اُسکا جواب ایسا ہی ہو جیسا کتاب مین مذکور ہو اور اگر مراد میلاد عیسیٰ علیہ السلام ہو - تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول[لہ] کیا جاوے گا کہ جب دونون اُسکا وقت نہ پہچانتے ہون یہ محیط مین لکھا ہو - اگر ایک اسباب ہزار درم کو دس مہینے کے وعدہ سے اس شرط پر خریدا کہ

لہ والصحیح عندی اطلاق محمد رح اذ لن یوجد میلاد عیسیٰ علیہ السلام فی شئے من الازمنۃ الآتیۃ فضلاً عن معرفتہ ۱۲ منہ

جس قسم کا نقد اُسوقت رائج ہوگا وہی ثمن مین دونگا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ثمن ہر ہفتہ مین ادا کرے یہان تک کہ مہینہ کے گذرنے پر پانسو درم ادا کرے تو بیع فاسد ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اگر مشک کو تول سے خریدا اور اُسمین رانگ ملا ہوا پایا تو اُسکو اختیار رہوگا کہ اگر چاہے تو رانگ واپس کرکے بقدر اُسکے وزن کے ثمن مین سے کم کرلے اور اگر چاہے تو بیع کو ترک کردے اور اگر گھی وزن سے خریدا اور اُسمین رُب ملا پایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر اسقدر تھا جو گھی مین ہوا کرتا ہو اور عیب نہین گنا جاتا ہو تو مبیع اُسکو پورے ثمن مین لے لینا پڑیگا اور اگر اتنا ہو کہ عیب گنا جاتا ہو پس اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ گھی مین نہین ہوتی پس اگر چاہے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غیر ہراتی کپڑون کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ بائع نے قصد کرکے کپڑے تھیلی مین سے یا چھوارے زنبیل مین سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کردی اور کپڑے چھوڑ دیے یا فروخت نہ کیے ولیکن اُس سے نفع اُٹھایا تو کپڑے اور چھوارے مشتری کے ذمہ لازم ہونگے اور وہ بسبب تھیلی یا زنبیل کے نُنکے لینے سے انکار نہین کرسکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک دانہ موتی خریدا اور اُس مین وزن کی شرط کرکے دونون نے قبضہ کرلیا پھر اُسکو کم پایا اور وہ اُسکو تلف کرچکا ہو تو امام اعظم رح کے قیاس مین کچھ واپس نہین لے سکتا ہو ولیکن امام نے اسکو قبیح جان کر قیاس اپنا اسمین ترک کردیا کیونکہ موتی کی کمی سے ثمن مین سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہو اور یہ حکم دیا کہ اُسکو اختیار رہو کہ نقصان واپس کرلے اور باب الاجارہ اور آخر کتاب الصرف مین لکھا ہو کہ اگر موتی اس شرط پر بیچا کہ اُسکا وزن ایک مثقال ہو پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلا ثمن مشتری کے سپرد کی جاویگی اسلیے کہ جن چیزون مین ٹکڑے کرنا ضرر کرتا ہو اُن مین وزن بمنزلہ وصف کے ہوتا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک باغ خریدا کہ جسمین خرما وغیرہ کے درخت ہین اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہو اور بدون ناپنے کے اُسپر قبضہ کرلیا اور چند سال تک اُسکے پھل کھائے پھر اُسکو نو جریب پایا تو امام اعظم رح کے قیاس مین اُسکو واپس نہین کرسکتا ہو اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہو یہ محیط مین لکھا ہو اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ کسی نے ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہو اور اسمین انگور کے درخت ہین اور چند سال تک اُسکے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ جریب ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاوے کہ یہ زمین پانچ جریب ہو نہین کتنے کی ہوگی اور اگر دس جریب ہوتی تو کتنے کی ہوتی پھر اُن دونوںکے درمیان مین جو فرق ہو اُسیقدر بائع سے واپس لیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہون ایک زنبیل مین ہین پھر ایک قفیز ایک درم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اُسنے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اسمین سے ایک قفیز ایک درم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہوگئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک ان دونون سے باقی

قفیز کا آدھا آدھے ثمن مین لے لیوے ورنہ ترک کردے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک درم کو لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی لیکن اگر بائع چاہے تو ہوسکتا ہی اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کرلیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہین کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز مین کچھ حق نہوگا صرف اُسکو باقی مین لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہی پھر اگر بائع نے دونون قفیزون کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اُسمین کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوا ے واپس کیے ہوے کے لیوے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونون مین سے آدھا آدھا لیوے تو بائع کو یہ پہونچتا ہی اور اگر باقی قفیز تلف ہوگیا اور وہ واپس کیا ہوا کہ جس مین عیب ہی باقی رہا اور مشتری اول نے اُس کا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پہونچتا ہی اور اگر کل کا لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اگر چاہا کہ اُسکا آدھا لے اور آدھا چھوڑ دے تو اُسکو بھی کرسکتا ہی اور اگر تلف ہونیوالا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہی اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جسمین عیب نہین ہی تو مشتری کو اختیار ہی کہ اُسکا آدھا لے اور سب نہین لے سکتا ہی اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہی کہ انکار کرے یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک زمین مع اُسکے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اُسکے سینچنے[1] کا پانی نہین ہی اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اُسکے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ ثمن بائع سے واپس کرے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کچھ طعام[2] پیمانہ سے خرید کیا اور اسپر قبضہ کیا تو اُسکا کھانا اور بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا جائز نہین ہی یہانتک کہ اُسکو دوبارہ پیمانہ کرے اور اسیطرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرکے خریدا تو بھی مشتری کو جائز نہین ہی کہ اُس پیمانہ پر اقتصار کرے اور اُسکا بیچنا اور کھانا بدون دوبارہ پیمانہ کرنے کے جائز نہوگا کذا فی المحیط - پھر عامہ مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہی کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اُسکا پیمانہ کیا اور مشتری اسکو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد بیع کے اُسکا پیمانہ کیا تو اُسمین تصرف کرنا جائز ہی اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی التہذیب - اور اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت مین اسکا پیمانہ کیا تو اُسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے دوسرے سے کچھ گیہون اندازہ[3] پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے اُنکو دوسرے کے ہاتھ پیمانہ سے فروخت کیا تو اُن مین ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہی اور اسیطرح اگر کسی سے ایک کُر گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہین قرض لیے پھر

---

[1] یعنی شرب یعنے سینچنے کے پانی کو معلوم نہین ہوے دریا ظنیہ ۱۲ منہ [2] قولہ طعام یعنی اناج و تیل و گندم وغیرہ
[3] قولہ اندازہ یعنی بدون پیمانہ کے ڈھیری خریدی ۱۲ منہ

اُن کو پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو اُسمین بھی ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہی خواہ مشتری پیمانہ کرے خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کرلے اور اگر کچھ گیہون اندازہ سے خریدے اور اُنکو بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا اپنی زمین میں سے کچھ گیہون ہبہ کے طور پر کچھ گیہون پائے اور اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا ثمن میں[1] کچھ گیہون اس شرط پر کہ وہ ایک کُر ہین اُسکے قبضہ مین آئے اور پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہی ایسا ہی ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کیا ہی اور اگر کچھ گیہون پیمانہ سے خریدے اور پھر پیمانہ کرنے سے پہلے اُنکو دوسرے کے ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمد رح کا کتاب الاصل میں اطلاق دلالت کرتا ہی کہ یہ ناجائز ہی اور ابن رستم نے اپنی نوادر مین ذکر کیا ہی کہ جائز ہی اور اگر اُنکو پیمانہ کرنے سے پہلے پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہین ہی پس اس مسئلہ[2] مین دو روایتین ہو گئین اور واضح[3] ہو کہ جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے شخص سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہی تو اسکو ناپنے سے پہلے اُسکی بیع کرنے اور اُسمین تصرف کرنے کا اختیار ہی اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے سے خریدی تو اسکا دوبارہ شمار کرنیکا حکم امام محمد رح نے ظاہر کتابون مین ذکر نہین کیا اور مشائخ کہتے ہین کہ کرخی نے ذکر کیا ہی کہ امام اعظم رح کے قول پر تصرف جائز ہونیکے واسطے اُسکا دوبارہ گنتا شرط ہی اور صاحبین کے قول پر شرط نہین ہی اور شرح قدوری مین لکھا ہی کہ گنتی کی چیزون مین دوبارہ شمار کرنا ایک روایت مین واجب ہی اور دوسری روایت مین واجب نہین ہی اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہی اگر کسی نے کچھ مال پیمانہ یا وزن کے حساب سے بطور بیع فاسد کے خریدا اور بدون پیمانہ کے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو فروخت کردیا اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا تو بیع ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ پیمانہ کا حکم صرف دونون بیع صحیح مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایک کُر طعام پیمانہ کے حساب سے سو درم کو خریدا پھر اُسکو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کرالیا پھر اُسنے دوسرے کے ہاتھ پہلے ثمن کے عوض تولیۃً[4] بیچ ڈالا تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ پیمانہ کرنیکے اُسپر قبضہ کرنا جائز نہین ہی اور اگر پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کے سامنے اُسکو اپنے واسطے پیمانہ کرلیا تھا پس اگر دوسرا مشتری پیمانہ کرنے سے اُسکو ایک قفیز زائد پاوے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کردے خواہ یہ زیادتی ایسی ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین جاری ہوتی ہی یا ایسی نہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری کو واپس کردی تو لحاظ کیا جاویگا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہی کہ دوبارہ پیمانہ کرنے مین آگئی تو پہلے مشتری کی ہوگی کہ وہ اُسکو اپنے بائع کو واپس نہ کریگا اور اگر ایسی نہین ہی تو پہلا مشتری بھی اپنے بائع کو واپس کردے

[1] یعنے کوئی چیز گیہون کے عوض فروخت کی ۱۲ منہ [2] یعنے اندازہ پر فروخت کرنے مین ۱۲ [3] واضح قول محمد رح لمکان النص ۱۲ [4] یعنے بطور بیع تولیہ کے ۱۲

اور اگر دوسرے مشتری نے اُسکو کم پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پہلے مشتری سے حصہ نقصان لے خواہ یہ نقصان دوبارہ پیمانہ کرنے سے آگاہ ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہو تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہو اور ایسا نہونا گواہوں سے یا بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا تو اس نقصان کو واپس لے سکتا ہی اور یہ حکم بیع تولیہ کا تھا اور اگر بیع ثانی بیع مرابحہ ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اسی مسئلہ مین اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام مین سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک کُر ہی پھر مشتری ثانی نے اُسکا پیمانہ کیا اور اسکو پورا کُر پایا تو یہ جائز ہی اور اُس کو خیار نہوگا لیکن کُر کا ثمن اکتالیس حصون پر تقسیم کیا جاوے گا پھر جو کچھ ایک قفیز کے حصہ مین پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جاویگا اور باقی اُسکو دینا پڑے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کردے اور اس مسئلہ مین اگر دوسری بیع مرابحۃً واقع ہووے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی ایک کُر سو درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ چالیس قفیز ہے اور اسکو پیمانہ کر لیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر تری پا کر وہ پچاس قفیز ہو گیا اور اُسکو پانی نے فاسد کر دیا پھر اُس مشتری نے اُسکو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہے اور مشتری ثانی کو اُس مین سے چالیس قفیز ملے گا اور دس قفیز اُسکے پاس باقی رہ جاوینگے اور اگر اُسنے ان دس زائد قفیزون کو مرابحۃً یا تولیۃً فروخت کیا تو پانچوین حصہ ثمن پر فروخت کرے گا اور یہ صاحبینؒ کا قیاس ہی اور امام اعظمؒ کے نزدیک مرابحۃً نہیں فروخت کر سکتا ہی اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو پانی پہونچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن مین لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے ایک کُر گیہون سو درم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس قفیز ہین خریدے اور اُنکو پیمانہ کیا تو چالیس قفیز نکلے پھر مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اُس کو پیمانہ کیا پس وہ ایک قفیز بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہے تو زیادتی بیع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ رہیگا حتی کہ ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جاویگا اور اسی طرح اگر اُس کُر کو پانی پہونچا اور ایک قفیز بڑھ گیا اور بائع اُسپر راضی ہو گیا تو یہ سب اُسی کا ہوگا لیکن اگر اُسکو نہیں جانتا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کر کے اقالہ باطل کردے اور پہلی بیع عود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیہون بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا کُر تھے پھر خشک ہو کر مشتری کے پاس کم ہو گئے پھر دونون نے اقالہ کیا اور بائع نے اُسکا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جانا کہ یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہے یا دونون بھائی اسپر متفق ہوئے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن مین سے

کچھ کم نہ کیا جاوے گا یہ محیط مین لکھا ہی اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر مبیع معین مشار الیہ ہو کر جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہی تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اُس مین پیدا ہو وہ بائع کی ہو گی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہو گی اور اگر مبیع معین مشار الیہ نہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہی اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہو گی اگر کچھ طعام ایک درم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک قفیز ہی پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہو گیا پھر اُسکو پیمانہ کیا پس وہ سوا قفیز نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اُس مین سے ایک قفیز لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے زائد ہو گیا تو زیادتی مشتری کی ہی اور بسبب تری کے اُسکو خیار ہو گا اور اگر بعد پیمانہ کرنے کے کم ہو گیا تو پورے ثمن مین لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن مین لے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کے واسطے اُسکے سامنے پیمانہ کر دیا اور وہ ایک قفیز نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین واقع ہوتا ہی تو مشتری کو پورے ثمن مین لازم ہو گا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہو گئی اور پہلے پیمانہ مین خطا ظاہر نہین ہوئی تھی کہ اگر زیادتی یا نقصان اسقدر ہو کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے مین آجاتا ہی تو اگر زیادتی ہو گی تو بائع کو واپس کیجاویگی اور اگر کمی ہو گی تو حصۂ ثمن مین دونون حالتون مین[1] لے گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز ایک درم مین خریدا اور بائع نے اُس سے ایک قفیز نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اُسکے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا اور ہر قفیز ایک چوتھائی بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہو گا کہ مشتری کو صرف ایک قفیز جس مین سے چاہے دیوے اور مشتری کو اُسکے لینے کا خیار حاصل ہو گا اور اگر ڈھیری اور وہ قفیز کم ہو جاوے اس طرح کہ پہلے نمناک تھی پھر خشک ہو گئی تو مشتری کو پورا قفیز چاہیے اور دونون مین سے کسی کو خیار نہو گا اور جو ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز خریدا اور تمام ڈھیری مین سے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر ایک قفیز معین دوسری قفیز معین کے عوض باہم بیع کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہو کر چوتھائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہو گی اور اُسکو خیار ہو گا اور بیع فاسد نہو گی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جسکا قفیز خشک ہی اُسکو ایک قفیز کے لینے اور ترک کرنے مین امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خیار حاصل ہو گا اور اگر ایک قفیز معین کو بعوض ایک ڈھیری کے ایک قفیز[2] کے بیع کی اور ڈھیر والے نے ایک قفیز اُس مین سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اُس قفیز کو پانی پہونچا تو خشک قفیز والے کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو ایک قفیز نمناک لیوے ورنہ ترک کر دے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جاوے گی اور اگر صرف علیحدہ

[1] یعنے ایک قفیز و ایک چوتھائی ۱۲ [2] قولہ دونون حالتون مین الخ اول حالت جو وہ مسئلہ اول محیط سرخسی مین آیا کہ اگر اس سے پہلے کم ہو تو حصہ ثمن مین لے گا اور دوسری حالت وہ جو یہان مذکور ہے ۱۲ منہ [3] قولہ ایک قفیز الخ یعنے ایک ڈھیری مین سے ایک قفیز کے عوض ۱۲ منہ

گیا ہو اقفیز تر ہوا تو اُسپر ایک خشک قفیز کا سونپنا واجب ہی اور دونون مین سے کسی کو خیار نہو گا کذا فی محیط السرخسی

گیارھوان باب بیع غیر جائز کے احکام مین

واضح ہو کہ بیع دو قسم کی ہی ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہی کہ جسکا محل بیع قیمت دار مال نہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مردار یا دم مسفوح خرید کیا اور ایسی بیع ملک کا فائدہ نہین دیتی اور فاسد وہ ہی کہ جس کے دونون بدل مال ہون مثلاً کوئی چیز بعوض شراب یا سور یا صید حرم یا مدبر یا مکاتب یا ام ولد کے خریدی یا اُس مین کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اسکے تو ایسی بیع بعوض قیمت مبیع کے منعقد ہوتی ہی اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہی کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ مبیع ضمانت مین رہتی ہی یا امانت مین پس بعضون نے کہا کہ امانت مین اور بعضون نے کہا کہ ضمانت مین رہتی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور شرط یہ ہی کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور بلا اجازت بائع کے بیع فاسد مین قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم مین ہی اور زیادات مین لکھا ہی کہ اگر بیع فاسد مین مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے مبیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اسی مجلس مین ہو تو استحساناً صحیح ہو گا اور ملک ثابت ہو جاویگی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً اور استحساناً دونون طرح صحیح نہین اور ملک ثابت نہ ہوگی اور اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اسی مجلس مین یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاساً اور استحساناً ثابت ہو جاوے گی ولیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہی اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اُس مین تملیک[1] یا نفع اُٹھانے کی راہ سے اُسکا تصرف کرنا مکروہ ہی ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے اُس مین تصرف کر لیا تو اُسکا تصرف نافذ ہو گا اور اُسکے سبب سے بائع کا حق واپسی باطل ہو جاوے گا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جاسکتا ہو جیسے بیع وغیرہ یا ایسا نہو جیسے آزاد کرنا وغیرہ ولیکن اجارہ اور نکاح[2] کا تصرف بائع کے حق واپسی کو باطل نہین کرتا ہی کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا مدبر یا بیع کیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہی اور وہ مشتری کی اُم ولد ہو جاویگی اور اسپر باندی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور عقر کی نسبت جامع مین لکھا ہے کہ اُس کا ڈانڈ نہ دے اور کتاب الشرب مین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہی کہ وہ عقر کا ضامن نہین ہی اور اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی پس اگر غلام کتابت کا مال ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان مقرر ہو گئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر محض مملوک ہو گیا پس اگر یہ امر مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر کسی شخص کو غلام دیدینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہی اور اگر مر گیا تو واپس نہین کر سکتا ہی کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اُسکو اس غلام پر از سر نو ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اس میں اگر مشتری

[1] کسی دوسرے کو مالک کر دینا ۱۲
[2] جیسے خود لڑکا یا باندی کا نکاح کر دیا ۱۲
له اور بیچنی تکفیر ... ۱۲

بطور بیع فاسد کے خرید کر مرجاوے تو بائع اُسکے وارثون سے واپس لے سکتا ہی اور اسی طرح اگر بائع مرجاوے تو اُسکے وارثون کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے کپڑا قطع کرکے سلایا یا اُسمین استر دیگر کچھ بھروایا تو بائع کا حق فسخ منقطع ہوگیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرکے اُس کو قطع کرایا اور ہنوز نہین سلایا تھا کہ بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اُسکی قیمت کا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مبیع ایک زمین خالی تھی کہ اُس مین مشتری نے کوئی گھر بنایا یا درخت لگائے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بائع کا حق فسخ باطل ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور بیع فاسد مین مشتری کے ذمہ مبیع کی قیمت واجب ہوتی ہی اگر وہ قیمتی[1] چیزون مین سے ہو یا اُسکا مثل اگر وہ مثلی چیزون مین سے ہو اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مبیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اُسکو تلف کرے یا ہبہ کرکے سپرد کردے اور بائع کا واپس کرنیکا حق بھی جاتا رہے اور اسیطرح اگر اُسنے رہن کی یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی تو بھی یہی حکم ہی پس اگر اُس نے فک رہن کیا یا ہبہ سے رجوع کرلیا یا مبیع اُسکے پاس ایسے سبب سے آگئی کہ جو ہر طرح[2] فسخ ہی تو بائع کو واپس کرلینے کا اختیار ہوگا اور یہ واپس کرنا اُسوقت تک ہی کہ قاضی نے مشتری پر قیمت ادا کرنیکا حکم نہ کیا ہو اور اگر ایسا حکم دیا تو بائع کا حق واپسی جاتا رہا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر مبیع مشتری کے پاس قائم ہو کہ نہ بڑھی ہو اور نہ گھٹی ہو تو بیع فسخ کرکے بائع کو واپس دیجاوے گی لیکن اگر فساد بہت قوی ہو کہ بدل[3] یا مبدل[4] متعین سمایا ہو تو ہر ایک کو دوسرے کے سامنے فسخ کرنے کا اختیار ہی اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہر ایک دوسرے کی موجودگی اور ناموجودگی مین فسخ کرسکتا ہی اور اگر فساد ایسا قوی نہو بلکہ صرف کسی ایسی شرط لگالے سے کہ جس مین دونون عقد کرنے والون مین سے کسی کا نفع ہی آگیا ہو تو ہر ایک کو قبضہ سے پہلے فسخ کا اختیار ہی اور قبضہ کے بعد وہی دوسرے کے سامنے فسخ کا مالک ہی جسنے شرط کی ہی اور وہ دوسرا نہین ہی اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین کچھ زیادتی ہوگئی پس معاملہ خالی نہین ہی کہ یا وہ زیادتی متصلہ ہوگی یا منفصلہ ہوگی اور ہر ایک کی دو قسمین ہین متصلہ یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے حُسن و جمال یا اصل سے پیدا نہوگی جیسے کپڑے مین رنگ یا ستو مین گھی اور منفصلہ بھی یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے بچہ اور عقر اور پھل یا اصل سے پیدا نہوگی جیسے کمائی اور ہبہ اور صدقہ پس اگر وہ زیادتی متصلہ اصل سے پیدا ہو تو اس سے بائع کا حق واپسی نہین جاتا ہی اور اگر متصلہ اصل سے پیدا نہو جیسے رنگ وغیرہ تو بائع کا حق واپسی جاتا رہے گا اور مشتری پر یا قیمت واجب ہوگی یا اسکا مثل

[1] قولہ قیمتی یعنے ایسی چیزون مین سے ہون جس کے عوض قیمت تاوان دینی لازم آتی ہے کہ اُسکا مثل نہین ہوسکتا ہے ۱۲
[2] در صورتیکہ اسکو بیع کردیا ہے ۱۲ [3] قولہ ہر طرح یعنے بطور اقالہ نہو جوان دونون مین اقالہ کہلاتا ہے ولیکن دوسرون کے حق مین گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ فروخت کی ۱۲ [4] یعنے مبیع و ثمن ۱۲

اگر شلی ہو اور اسی طرح اگر مبیع روئی تھی کہ اُسکو مشتری نے کاتا یا سوت تھا کہ اُسکو بُنا یا گیہون تھے کہ اُن کو پیسا تو بائع کا حق جاتا رہا اور مشتری کو قیمت یا مثل دینا پڑے گی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو پس اگر وہ اصل سے پیدا ہو تو فسخ کی مانع نہین اور مشتری دونون کو واپس کر سکتا ہے اور اگر باندی مین بچہ جننے سے کچھ نقصان آیا تو مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا کیونکہ اسکا بچہ اس نقصان کو پورا کرتا ہے اور اگر یہ زیادتی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری اسکا ضامن نہین ولیکن نقصان ولادت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے خود تلف کر دی تو ضمان دے گا اور اگر مبیع تلف ہو گئی اور زیادتی قائم ہے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی واپس لے اور مبیع کی جو قیمت قبضہ کرنے کے وقت تھی وہ مشتری سے لے اور اگر وہ زیادتی منفصلہ اصل سے پیدا نہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مبیع کو مع زیادتی کے واپس کرے اور یہ زیادتی اُسکو حلال نہوگی اور اگر مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو اُس پر ضمان نہوگی اور اگر اُسنے خود تلف کر دی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک ضمان نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر ضمان ہوگی اور اگر مشتری نے مبیع کو تلف کر دیا اور زیادتی اُسکے پاس رہ گئی تو اُسپر مبیع کی ضمان واجب اور زیادتی اُسی کی ہوگی اور اگر مشتری کے پاس مبیع مین کچھ نقصان آیا پس اگر یہ نقصان آسمانی آفت سے ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے مبیع کو لیکر اس نقصان کا جرمانہ لے اور اگر مشتری کے فعل یا خود مبیع کے فعل سے نقصان آوے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان آیا تو بائع اس سے جرمانہ لے سکتا ہے اور مشتری سے اجنبی واپس نہ لے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے لے پھر مشتری اجنبی سے لے اور اگر اس اجنبی نے مبیع کو قتل کر ڈالا تو بائع مشتری سے قیمت لے سکتا ہے اور قاتل سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور مشتری اُس قاتل کی مددگار برادری سے تین سال مین قیمت وصول کریگا اور اگر بائع کے فعل سے اسمین کچھ نقصان آیا تو مبیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہانتک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اور اسکی طرف سے کوئی ویسا فعل نہ پایا جاوے جو روک لینے مین شمار ہے تو اُسکا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہیگا اور اگر اُسکی طرف سے روکنا پایا جاوے پھر وہ تلف ہو جاوے تو دیکھا جاویگا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم کے سبب سے ہوا تو مبیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن نہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہین ہوئی تو مشتری اُسکا ضامن ہے اور بائع کے جرم کا نقصان اُسکے ذمہ سے کم کر دیا جاویگا اور اگر بائع نے اُسکو قتل کر دیا یا مبیع ایسے کنوئین مین کہ جسکو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہے گی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اُسکو نفع سے بیچ ڈالا تو اُس کا نفع صدقہ کر دے اور اگر اُسکے ثمن سے کوئی چیز خرید کر اُس مین نفع اُٹھایا تو یہ نفع اُسکو حلال ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی

سلہ قال المترجم یہ مسئلہ بیسوین باب بیوع مکروہ مین آیا ہے اور اُس سے واضح ہے کہ باندی متعین ہے اُسکا نفع ناجائز ہے اور ثمن غیر معین پس بائع کو اسکا نفع جائز ہے ۱۲ منہ

کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری دار کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو شفیع[1] کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کو لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں کر لیا پھر اسکو آزاد دیا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اُس کی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اُسپر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعوض اپنے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اُسکا مالک ہو جاوے گا اور مکاتب یا مدبر یا ام ولد کا خریدار اسکا مالک نہوگا اگرچہ باجازت بائع کے قبضہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اُسکی بلا اجازت خریدا تو غلام کا خریدار اُسکا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہوگا تاوقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعوض شرب کے یا ایسے پانی[2] کے جو حوض یا نہر یا کنوئیں میں جو غیر محرز ہو خریدا یا بعوض دانوں کے جو ہنوز کاٹے نہیں گئے ہیں خریدا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس سے وطی کرنا نہ چاہیئے پس اگر اُس نے وطی کر لی اور اُسمیں نطفہ نہ ڈالا[3] تو بائع اُسکو واپس لے سکتا ہے اور جب اُس کو واپس کر لیا تو مشتری اُسکا عقر بائع کو دیگا اور اگر اُس میں نطفہ ڈالدیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو شمس الائمہ سرخسی کے قول پر عقر مشتری پر نہوگا اور بنا برآنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کتاب البیوع کی روایت سے اُسپر عقر نہیں ہے اور کتاب الشرب کی روایت سے اسپر عقر واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا اور بائع نے اُسکے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہو گئی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو آزاد نہوگا پھر اگر اُسکے بعد کہا کہ وہ آزاد ہے پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد[4] ہو جاوے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کچھ گیہوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو حکم دیا کہ اسکو پیسے اور اُس نے پیسا تو آٹا بائع کا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اُسکے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک قفیز گیہوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اسکو میرے اناج میں ملادے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ اُس کا مثل[5] بائع کو ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی قدر

[1] قولہ شفیع کو اختیار ہوگا اقول فیہ نظر ۱۲ منہ [2] سینچنے کا مقرری حصہ ۱۲ [3] یعنی حمل نہیں رہا ۱۲ [4] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ولست احصلہ فلتراجع المقدمۃ ۱۲ [5] کیونکہ گیہوں مثلی ہیں ۱۲

مہر مقرر کر کے اُسکا نکاح کردیا اور اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کی اور وہ باندی باکرہ تھی پھر بائع نے نالش کر کے وہ باندی لے لی تو نکاح جائز اور مہر بائع کو ملیگا پھر اگر یہ مہر اتنا ہی ہو جو اس باندی کی بکارت زائل ہونے کے نقصان کو پورا کرتا ہی تو مشتری پر کچھ لازم نہ آوے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہے تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لیگا یہ محیط مین لکھا ہے اور ایک باندی کو بعوض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر اُدھار بیچا جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اسکے پاس اسکی ایک آنکھ جاتی رہی تو مشتری اسکو مع نصف[ف] قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے نے اُسکی آنکھ پھوڑدی تو بائع کو اختیار ہی کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے ضمان لے یا مشتری سے اُسکی قیمت لے پھر مشتری آنکھ پھوڑنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بچے جنی اور ایک مرگیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لیگا اور مردہ بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لیگا اور نقصان ولادت کی ضمان اگر اُس بچہ سے پوری نہو تو مشتری سے لیگا اور اگر ایک بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اُسکی قیمت کا ضامن ہی اور اگر فقط باندی مرگئی تو بائع دونون بچون کے ساتھ باندی کی قیمت لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر کے بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا اور اُسکا ثمن ادا کردیا پھر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے تو مشتری کو اختیار ہی کہ اپنا ثمن پورا لے لینے تک غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مرگیا اور سوائے اُس غلام کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اُسکے قرضخواہون مین سے زیادہ حقدار ہی پس اُسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جاوے گا پھر اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے برابر ہو تو سب مشتری لے لیگا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرضخواہون کے واسطے ہوگی اور اگر دوسرا ثمن کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرضخواہون کے ساتھ جو کچھ ترکہ مین نظر آوے حصہ رسد شریک کیا جاویگا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اُسکو قیمت دینی پڑی گی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعوض ایک ہزار درم قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کے ذمہ چاہیئے تھا بطور بیع فاسد کے خریدا اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کر لینے کی وجہ سے اُسکو روکنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا پس اگر بائع مرگیا اور اسپر بہت سے قرضے تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت مین کہ جب بیع فاسد واقع ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونون نے بیع توڑدی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے یہ کہا کہ مین نے تجھکو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مرگیا تو مشتری بری ہوگا کیونکہ جب اُسنے غلام سے بری کیا تو اُسکی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت مین رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمانت لازم نہ آویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام پانسو کو بطور بیع فاسد کے خریدا اور اُسکی قیمت بھی پانسو تھی اور

ف کیونکہ آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ آدمی مین نصف قیمت ہے ۱۲

قبضہ کر لیا پھر نرخ کی راہ سے اُسکی قیمت بڑھکر ایکہزار ہو گئی پھر مشتری نے اُسکو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار کرکے مشتری کو صرف پانسو دینا پڑیگی اور اگر کسی ایسے غلام کو جسکی قیمت ایکہزار تھی غصب کیا پھر بڑھکر اُس کی قیمت دو ہزار ہو گئی پھر اُسکو غاصب نے اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید ا پھر غلام مرگیا پس اگر خریدنے کے بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اُسپر دو ہزار واجب ہونگے اور اگر نہیں ملا بلکہ مرگیا تو اُسپر ایک ہزار واجب ہونگے کیونکہ غصب مین زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہو جاتی ہے اور قبضہ یہان نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے غلام کے غصب کرنے والے نے جب اُسکو اُسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید کرکے آزاد کر دیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہو جاوے گا کیونکہ اُسنے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مشتری نے مبیع کو بیع فاسد مین بائع کو واپس کر دیا تو جس طرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع یا ہبہ یا صدقہ یا عاریت یا ودیعت کے سب طرح بیع فسخ ہو جاوے گی اور اسی طرح اگر اُسکو بائع کے وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اُسکو سپرد کیا تو اُس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر اُسکو بائع کے ایسے غلام کے ہاتھ کہ جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی ہے اور اُسپر قبضہ نہین ہے فروخت کیا تو جائز نہین ہے ولیکن بیع فاسد تھی پس پہلی بیع فسخ ہو جاوے گی اور ضمان سے بری نہو گا تاوقتیکہ مبیع بائع تک نہ پہونچے اور اگر اُس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہو جاوے گی اور اگر ایسے غلام سے جسکو تجارت کی اجازت دی گئی اور اُسپر قرض ہے خرید کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کر لیا تھا پھر غلام کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز ہے لیکن پہلی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اُسکے مالک کو واپس کرنے کی وجہ سے ضمانت سے بری ہو جاویگا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے اور اگر اس خریدے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح اور ضمانت لازم ہو جاویگی اور پہلی بیع فسخ نہو گی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اُسنے اپنے اس مشتری سے اپنے موکل کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا ثمن اُسپر واجب ہوگا اور اُسکی ضمان پہلے مشتری پر واجب ہوگی پس اگر دونون ثمنون مین برابری ہو تو دونون برابر بدلا سمجھ لین اور اگر کسی مین زیادتی ہو تو وہ دوسرے کو دیدے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مبیع کوئی کپڑا تھا کہ اُس کو مشتری نے مثلاً سُرخ یا زرد رنگا کہ جس سے مبیع مین زیادت ہو گئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ[1] سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اُس سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری نے اُسکو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تاوقتیکہ اس مین عمارت نہ بناوے حق فسخ باطل نہو گا اور

[1] یعنے قیمت مین جو زیادتی ہوئی ہے ۱۲ منہ

جب عمارت بنالی تو امام اعظم رح کے نزدیک فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور درختون کا بو دینا عمارت بنانے کے مانند ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا پھر مشتری نے اُسکو تجارت کی اجازت دی اور اُس پر قرض ہو گیا پھر بائع نے غلام واپس کر لینے مین مشتری سے جھگڑا کیا تو غلام اُسکو واپس دیا جاویگا اور قرضخواہونکو اُس غلام[1] سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور مشتری غلام کی قیمت اور قرض مین سے جو کم ہو وہ قرضخواہونکو دیگا یہ محیط مین لکھا ہے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور بائع کی اجازت سے اُسپر قبضہ کیا پھر بیع فاسد ہونیکی وجہ سے بائع نے چاہا کہ اُسکو مشتری سے واپس لے اور مشتری اِس بات پر گواہ لایا کہ مینے اسکو فلان شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے پس اگر بائع نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر تکذیب کی تو اُسکو پھیر لے سکتا ہے پس اگر بائع نے باندی واپس لی پھر وہ شخص جو غائب تھا حاضر ہوا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہے کہ باندی کو بائع سے پھیر لے اور اگر بائع اول نے مشتری کی تصدیق کر کے اس سے قیمت لے لی پھر وہ شخص حاضر ہوا تو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے باندی واپس کرے خواہ اُس شخص نے مشتری اول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ مین نے اُسکو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور اُسکا نام[2] نہ لیا اور بائع نے اُسکی تکذیب کی تو بائع اُس باندی کو واپس لے سکتا ہے پس اگر اُسنے واپس لی پھر ایک شخص آیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اِس[3] شخص کو کہا تھا پس اگر اس شخص نے مشتری کی تکذیب کی تو واپس ہو جانا صحیح رہا اور اگر تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔

اگر دونون عقد بیع کرنیوالے اختلاف کرین اسطرح کہ ایک بیع صحیح ہونیکا دعوی کرے اور دوسرا بیع فاسد ہونیکا دعوی کرے پس اگر فاسد ہونیکا مدعی کسی شرط فاسد یا مدت فاسد کی وجہ سے فساد کا دعوی کرتا ہے تو سب روایتون کے موافق صحت کے مدعی کا قول اور فساد کے مدعی کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر فساد کا دعوی کسی ایسے سبب سے کرتا ہے جو نفس عقد مین ہے مثلاً کہتا ہے کہ اسنے اس چیز کو بعوض ایک ہزار درم اور ایک رطل شراب کے خریدا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف ایکہزار درم کو خریدا ہے تو بھی ظاہر الروایت کے موافق بیع صحیح ہونے کے مدعی کا قول اور مدعی فساد کے گواہ جیسا کہ پہلی صورت مین ہے معتبر ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے

بارھوان باب بیع موقوف کے احکام اور دو شریکون مین ایک کے بیع کرنیکے بیان مین۔

اگر کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اجازت کے صحیح ہونیکے واسطے شرط یہ ہے کہ دونون عقد کرنیوالے اور جس چیز پر عقد ہوا ہے قائم ہون اور ثمن اگر نقود مین سے ہے تو اُسکا قائم ہونا شرط نہین ہے اور اگر اسباب[4]

---

[1] یعنی قرضخواہ لوگ غلام مذکور کو ماخوذ نہین کر سکتے ہین بس اسکو فروخت نہین کرا سکتے ہین ۱۲ منہ
[2] یعنے معین نہ کیا ۱۲ [3] یعنے خریدار سے میری مراد یہ شخص تھا ۱۲ [4] اسباب ترجمہ عروض و ہو من اصطلاح المترجم کما نبہ علیہ فی المقدمۃ ۱۲ منہ

میں سے ہی تو اُسکا بھی قائم ہونا شرط ہی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی پھر جب اجازت ایسی صورت میں صحیح ہو کہ جسمیں ثمن معین کرنے سے معین ہو سکتا ہی اور وہ ثمن قائم ہو تو ثمن بائع کو ملیگا اجازت ہونے والے کو نہیں ملیگا اور اجازت دینے والا بائع سے اپنے مال کی قیمت لیگا اگر مال قیمتی چیزوں میں سے ہو یا اُس کا مثل لے گا اگر مثلی چیزوں میں سے ہو یہ محیط میں لکھا ہی۔ اور اگر ثمن بائع کے پاس اجازت سے پہلے یا بعد تلف ہوگیا تو امانت میں تلف ہوا اور اگر مبیع مشتری کے پاس تلف ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں[1] میں سے جس شخص سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اُسکو ادا کر دیا ہے اور اگر اُسنے بائع سے ضمان لی پس اگر مبیع اُسکے پاس ضمانت میں تھی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر امانت میں تھی پس اگر اُسنے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہوگی اور جو کچھ اُسنے ضمان میں دیا ہی وہ مشتری سے لیگا کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر مالک مرگیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہوگی اور مالک کی اجازت کے بعد مشتری اُس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہوئی ہی مالک ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی۔ اگر کسی نے غیر شخص کیواسطے خریدی تو بیع اُسپر نافذ ہوگی لیکن اگر مشتری لڑکا یا مجور[2] ہے تو بیع موقوف رہیگی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کر دی اور یوں کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ میں نے اسکو فلاں شخص کے واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہیگی اور صحیح یہ ہی کہ بیع موقوف ہونیکے واسطے اسیقدر کافی ہے کہ ایجاب یا قبول کسی میں فلاں شخص کی طرف نسبت ہو اور فرق کرابیسی میں لکھا ہی کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اسکو فلاں شخص کیواسطے اتنے کو خریدا اور بائع کہتا ہی کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اصح روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جاویگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلاں شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہی کہ میں نے قبول کیا یا میں نے خریدا یا کہتا ہی کہ میں نے تجھ سے اس غلام کو فلاں شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہی کہ میں نے بیچا تو ایسا عقد مشتری کے ذمہ نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا اور دوسرے مقام پر لکھا ہی کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کیواسطے قبول کیا یا فلاں شخص کیواسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھسے یہ غلام فلاں شخص کیواسطے خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہی کہ یہ عقد موقوف رہیگا اور درمیانی پر نافذ نہوگا یہ محیط میں لکھا ہی
کسی نے دوسرے شخص سے کہ جسکا غلام نہ تھا کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایکہزار درم کو خریدا اور اُس غلام کا مالک

[1] بائع و مشتری ۱۲ [2] مجور جو تصرفات سے ممنوع ہو جیسے غلام مجور بالاتفاق و مثلاً آزاد سفیہ مجور از جانب قاضی صاحبین رح کے نزدیک فقط ۱۲ منہ

حاضر تھا اُسنے کہا کہ مین نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اُس وقت بیع ہو جاویگی کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکی اجازت کے فروخت کیا اور اُس سے مالک نے کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور مجھکو اچھی توفیق ملی تو یہ اُسکا کلام بیع کی اجازت مین شمار ہوگا اور مشتری سے اُسکو واپس لے سکتا ہو اور اگر اُسکے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجھکو بیع کی مشقت سے بچایا یا اچھا کیا اللہ تجھے جزاے خیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت نہین ہو ولیکن امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا استحسانًا اجازت ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور یہی اصح ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ جبتک مین زندہ ہون اس بیع پر راضی ہون یا جبتک زندہ ہون مین نے اسکی اجازت دی تو یہ اجازت مین شمار ہو اور اگر کہا کہ مین اُسکو نگاہ رکھونگا جبتک زندہ ہون تو یہ اجازت نہین ہو یہ وجیز کردری مین لکھا ہو اور منتقی مین لکھا ہو کہ یہ کہنا کہ تو نے بڑا کام کیا اجازت مین شمار ہو بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہو کہ کسی نے دوسرے کا غلام بلا اُسکی اجازت کے فروخت کیا پھر اُسکو خبر پہونچی اور اُسنے بائع سے کہا کہ مین نے ثمن تجھکو ہبہ کیا یا تجھکو صدقہ مین دیا تو یہ اجازت مین شمار ہی بشرطیکہ مبیع موجود ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو مالک کو خبر پہونچی کہ کسی درمیانی نے اُسکی ملک فروخت کردی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہین ہو اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مالک کو بیع کی خبر پہونچی اور اُسکے ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے اسنے اجازت دیدی پھر مقدار ثمن کی معلوم کی اور بیع کا واپس کرنا چاہا تو اُسکا اجازت دینا معتبر ہوگا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اُس شخص نے جسکے پاس ودیعت تھی ودیعت رکھنے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک گواہ لایا کہ مبیع کے قائم ہونیکی حالت مین اُسنے[1] بیع کی اجازت دی تھی تو مشتری سے ثمن وصول کرنے پر قادر ہوگا لیکن اگر درمیانی کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا وکیل ہو کر آوے تو لے سکتا ہے کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مر گیا پھر مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اُسکو بیع کرنیکا حکم کیا تھا تو اُسکی تصدیق کی جاوے گی اور اگر مالک نے کہا کہ مجھکو بیع کی خبر پہونچی اور مین نے اس کی اجازت دی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی یہ وجیز کردری مین لکھا ہو کسی نے دوسرے کا غلام سو درم کو اُسکی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اُس غلام کے مالک کے پاس آیا اور خبر دی کہ فلان شخص نے تیرا غلام اتنے کو بیچڈالا پھر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچا ہو تو مین نے اجازت دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر فلان شخص نے سو یا زیادہ درم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہوگی اور ایسے ہی اگر سو دینار کو بیچا تو بھی جائز نہوگی اور اجازت اُسکی اُسی قسم کے تقدیر پر رہیگی جو اُسنے اجازت مین بیان کیا ہو اور اسی طرح اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچا تو بیع[2] جائز ہو تو اُسکی بھی یہی صورتین ہین جو بیان ہوئین اور اگر اُسکے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سو درم کو بیچے گا تو مین اُسکی اجازت دونگا تو بیع جائز نہوگی اور

[1] یعنے مین نے ۱۲ [2] یعنے مین نے اجازت دی ۱۲

یہ اجازت نہیں ہی بلکہ وعدہ ہی پس اگر اُسنے اسکے بعد بیع کیا تو اسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا کپڑا بلا اسکی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری نے اسکو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہی اور اگر اسکو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے بھی بیع جائز نہو گی کیونکہ مبیع تلف ہو گئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اُسکی نسبت نہ کی یہانتک کہ خرید اُسی درمیانی کے واسطے ہو گئی پھر مشتری اور جس شخص کے واسطے خریدی ہی دونوں نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اُسی کے واسطے ہی جسکے لیے خریدی ہی پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اُسی ثمن کے عوض کہ جتنے کو خریدی ہی اُس شخص کے سپرد کر دی اور جس شخص کے واسطے خریدی تھی اُسنے قبول کر لی پھر مشتری نے چاہا کہ بدون اُسکی رضامندی کے اُس سے واپس کرلے تو اُسکو ایسا اختیار نہیں پہونچتا ہی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اسطرح کہ اُس شخص نے کہا کہ میں نے تجکو خریدنے کا حکم دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بدون تیرے حکم کے اسکو تیرے واسطے خرید کیا ہی تو اُس شخص کا قول معتبر ہو گا کیونکہ مشتری نے جب یہ کہا کہ میں نے اُسکو تیرے واسطے خریدا ہی تو یہ اُسکی جانب سے اُس شخص کا حکم دہی کا اقرار کرتا ہی یہ بدایع میں لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایکہزار درم کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکو بائع کے ہاتھ سو دینار کو بیچڈالا پس اگر بائع نے اُس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کی فسخ کرنیمیں شمار ہو گا اور جبتک قبضہ نہیں کیا تب تک بیع فاسد فسخ نہو گی یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کا غلام بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو بیچا اور مشتری نے اُسکو قبول کر لیا پھر اُسکو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدون اُسکے مالک کی اجازت کے ایکہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری ثالث نے اُسکو قبول کر لیا تو دونوں عقد موقوف رہینگے اور جب اُسکے مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے دونوں عقد کی اجازت دی تو دونوں عقد آدھے آدھے ہو جاوینگے اور ہر ایک کو دونوں مشتریوں میں سے خیار حاصل ہو گا کذا فی المحیط اور ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اُسنے دونوں کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہی اور کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اُس صورت میں ہی کہ جب اُسنے دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونوں عقد آگے پیچھے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا فسخ کرنے والا ہو گا اور بعض نے مشائخ حنفیہ میں سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کیواسطے فسخ کرنیوالا نہیں جانا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اُسکی اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہی جسکو اجازت ہی یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جسکو اُسنے اجازت خرید و فروخت کی دیدی ہی خواہ اُس غلام پر قرض ہی یا نہیں ہی پھر اُس بائع نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ میں نے تیرا کپڑا بیچڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کسکے ہاتھ بیچا ہی تو یہ بیع ناجائز ہو گی مگر ایک صورت کہ جسمیں اپنے غلام قرضدار کے ہاتھ بیچا ہی جائز ہی یہ محیط میں لکھا ہے اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہی یعنی بیع اُنپر مقدم رکھی جاویگی یہانتک کہ اگر کسی

درمیانی نے کسی شخص کی باندی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اُسکا کسی دوسرے سے نکاح کردیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونون عقدوں کی ایک ساتھ اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور اسکے سوا جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اپنے سوائے دوسرے عقود پر مقدم ہی اور ہبہ و اجارہ رہن پر مقدم ہی اور عقد ہبہ اجارہ پر مقدم ہی اور دار کے حق مین بیع ہبہ پر مقدم ہی اور غلام کے حق مین دونون برابر ہین یہ کافی مین لکھا ہی اگر کسی نے کہا کہ مین نے تیرا غلام اپنے سے اور فلان شخص سے کل کے دن ایک ہزار درم کو خریدا تھا پس اُسکے مالک نے کہا کہ مین راضی ہون تو کچھ بیع جائز نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تیرا یہ غلام کل کے دن خریدا آدھا اپنے سے پانسو درم کو اور آدھا فلان شخص سے پانسو درم کو پس اگر مالک نے کہ مین نے اجازت دی تو اُس آدھے کی بیع جسکو فلان شخص سے خریدا ہی جائز ہوگی کذا فی المحیط۔ اور اجازت مالک سے پہلے مشتری کو فسخ بیع کا اختیار ہی اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہی یہ مضمرات کردری مین لکھا ہی اور بیع موقوف مین سے ایک اُس مجور لڑکے کی بیع ہی کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہی کہ اُسکا خرید فروخت کرنا اُسکے باپ یا وصی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف رہیگا اور ایسے ہی بیوقوف اور اُس مجور لڑکے کی بیع و شری کہ جو بالغ ہوکر بیوقوف رہا وصی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہی اور مجور غلام نے اگر مالک کے مال مین سے یا جو اُسکو ہبہ کیا گیا ہی کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرضدار کو جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دی تھی بدون قرضخواہوں کی اجازت کے فروخت کیا تو قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف رہیگا اور اگر مالک نے ایسے غلام کو جسکے لیے تجارت کی اجازت دیگئی ہی بدون قرضخواہوں کی اجازت کے فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ تلف ہوگیا پھر قرضخواہوں نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ ثمن قرضخواہوں کا مال تلف ہوگا اور اگر بعضوں نے بیع کی اجازت دی اور بعضوں نے غلام اور مشتری کی موجودگی مین بیع توڑدی تو اجازت صحیح نہین ہی اور بیع باطل ہوجاویگی اور منجملہ بیع موقوف کے یہ ہی کہ اگر مریض نے اپنے مرض الموت مین کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالون مین سے کوئی عین مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہی پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہوگیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اسی مرض مین مرگیا اور وارثون نے اجازت دی تو بیع باطل ہوجاویگی اور از انجملہ مرتد کی بیع ہی اگر اُسنے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہیگی پس اگر وہ اپنے مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جاملا تو اُسکا تصرف باطل ہوگیا اور اگر مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع نافذ ہوجاویگی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کاشتکار کو ایک مدت معلوم کیواسطے اس شرط پر دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسکو بویا یا نہوں بویا پھر زمین کے مالک نے اُسکو فروخت کیا تو یہ بیع

سلہ یعنے دونون عقد کہ ایک بیع ہی اور دوسرا نکاح یا اجارہ ہی ۱۲ منہ سلہ یہ تو ضیح کے واسطے ہی کیونکہ کوئی شئ اپنی ذات پر مقدم نہین ہوسکتی ہی یہ بدیہی بات ہی ۱۲ منہ سلہ قولہ مقدم یعنے مثلاً رہن و اجارہ کی اجازت ساتھ ہو تو رہن باطل ہوگا اور اجارہ جائز ہوگا اور اگر اجارہ و ہبہ کا معارضہ ہو تو ہبہ مقدم ہوگا ۱۲

کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاوی[1] قاضی خان مین لکھا ہو کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خریدا اور
بائع نے اسکو کسی دوسرے کے ہاتھ دس درم کی زیادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت
دیدی تو اجازت سے یہ بیع جائز نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہو۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک تھی کہ ایک
شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اسکو فروخت کیا اور مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا پھر اسکو آزاد کر دیا پھر دوسرے
شریک نے بیع کی اجازت دی تو اسکے حصہ کی بیع جائز نہیں ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو نوادر ابن سماعہ مین ہو
کہ اگر دو شریکون مین سے ایک نے آدھا دار مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اسکے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک میانی
شخص نے دو شخصون کی شرکت کا آدھا دار فروخت کیا تو یہ بیع دونون کے حصون سے متعلق ہوگی پس اگر ایک
نے دونون مین سے اجازت دیدی تو اسکے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابی یوسف رح کا ہو اور
امام محمد رح اور زفر رح نے فرمایا ہو کہ چوتھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو ایک ڈھیری اناج کی
دو شخصون مین مشترک تھی ایک نے انمین سے ایک قفیز فروخت کر کے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اسکی بیع کی
اجازت دی مانند دیہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام ثمن بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیز فروخت کیا پھر شریک نے
اجازت دی پھر اُسنے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہوگیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیز چاہیے ہو اور مشتری سے
لینے کی اسکو کوئی راہ نہیں ہو اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری
سے آدھا قفیز لے لیگا[2] اور اگر ایک شریک نے ایک قفیز مشترک ڈھیری مین سے جدا کر کے اسکو فروخت کیا اور
دوسرے شریک نے اسکی بیع کی اجازت دی تو ثمن دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر شریک نے اجازت
نہ دی اور مشتری سے آدھا قفیز لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا[3] قفیز لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو ولیکن
اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا ثمن واپس کر لے ورنہ بیع ترک کر دے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو
ایک گانون دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اسمین سے چند گھر اور دو یا تین قراح[4] فروخت کیے تو نصف
مین جائز ہو اور اگر آدھا قراح فروخت کیا تو جائز نہیں ہو اور اسیطرح اگر ایک حجرہ انمین سے فروخت کیا تو بھی
جائز نہیں ہو اور ایسے ہی دونون کی مشترک زمین کا راستہ بیچنا جائز نہیں ہو مگر اس صورت مین کہ دوسرا راضی ہو
اور اگر دار مین سے ایک بیت بیچا پھر باقی دار فروخت کیا تو آدھے مین جائز ہو اور اگر آدمی عمارت بدون اسکی
زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر گیہون یا کوئی وزنی[5] چیز دو شخصون مین مشترک
ہو اور ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک یا اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر یہ شرکت اس سبب سے ہوئی
کہ دونون نے اپنے اختیار سے ملا دیا تھا یا بلا اختیار ملجانیکے سبب سے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ

---

[1] اسواسطے کہ یہ اجارہ ہو ۱۲ [2] کیونکہ بیع پوری نہیں ہوئی ۱۲ [3] یعنے یہ قفیز نصف باقی سے پورا
کرالے ۱۲ منہ [4] قراح کمائی ہوئی زمین جو کھیتی و باغ لگانے کے قابل ہو یا کھیت ہو ۱۲ منہ
[5] یعنی جو چیز وزن سے بکنے کی ہے ۱۲

بیچنا جائز ہو اور اجنبی کے ہاتھ جائز نہین مگر جبکہ اسکا شریک اجازت دیوے اور اگر یہ شرکت بسبب میراث یا خرید یا ہبہ کے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہو اور اجنبی کے ہاتھ بھی اپنے شریک کی اجازت کے بعد بیچنا جائز ہو اور اپنے شریک کے حصہ مین تصرف کرنے کا مالک نہوگا یہ فتاوی صغری مین لکھا ہو نوازل مین مذکور ہو کہ ایک شریک نے بدون اپنے شریک کی اجازت کے باغ مین سے اپنا حصہ سواے زمین کے فروخت کیا پس اگر وہ درخت کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گئے تھے تو بیع جائز ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اور واقعات مین لکھا ہو کہ ایک خرما کا درخت کہ جسپر خرمے پھلے ہوئے تھے دو شخصون مین مشترک تھا یا ایک زمین کہ جس مین کھیتی تھی دو شخصون مین مشترک تھی پس اسکی بیع کا مسئلہ کتاب مین مذکور نہین ہو اور چاہیے کہ جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ اس گھر مین سے اتنے کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری اسکا حصہ جانتا ہو اور بائع نہین جانتا تو یہ بیع جائز ہے بشرطیکہ بائع نے یہ اقرار کر لیا ہو کہ اسکا حصہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مشتری کہتا ہے اور اگر مشتری نہین جانتا ہے تو امام محمد رح اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ بیع جائز نہین ہو خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ جائز ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاوی صغری مین لکھا ہو۔ اگر کپڑے یا بکریان یا اسکے مانند جو چیزین کہ منقسم ہوتی ہین دو شخصون مین مشترک تھین کہ ایک نے اپنا حصہ مثلاً ایک بکری یا کپڑے مین فروخت کیا تو یہ جائز ہو اور شریک اسکو امام محمد رح کی روایت پر باطل نہین کر سکتا ہو اور حسن بن زیاد رح نے روایت کی کہ بیع جائز نہین مگر جبکہ اسکا شریک اجازت دیوے اور اسی کو طحاوی نے لیا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک زمین اور کنوان دو شخصون مین مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ کنوئین مین سے مع اسکے راستہ کے کہ جو زمین مین ہو کر تھا فروخت کر دیا تو کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی جائز نہین ہو اور یہی صحیح ہو اور راستہ کی بیع اسکے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اسنے اجازت دی تو سب کی بیع جائز ہو جاویگی اور اگر آدھا کنوان بدون راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور اگر آدھی عمارت مع آدھی زمین کے فروخت کی تو جائز ہو خواہ اجنبی کے ہاتھ بیچی یا شریک کے ہاتھ اور اگر آدھی عمارت بدون آدھی زمین کے اجنبی یا شریک کے ہاتھ فروخت کی تو جائز نہین ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہو کہ وہ عمارت واجبی حق سے بنائی ہو اور اگر ناحق ہو تو آدھی عمارت کی بیع اجنبی یا شریک کے ہاتھ جائز ہو یہ محیط مین لکھا ہو کسی نے ایک شخص کا غلام بیچا اور مشتری نے غلام پھیرنا چاہا اور کہا کہ تو نے اسکے مالک کی بلا اجازت فروخت کیا ہو اور بائع نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اسکے مالک کے حکم سے فروخت کیا ہو پھر مشتری نے غلام کے مالک کے اس اقرار پر کہ اسنے بائع کو غلام کے بیچنے کی اجازت نہین دی تھی گواہ پیش کیے یا اس بات پر گواہ پیش کیے کہ بائع نے ایسا اقرار کیا ہو تو اسکے گواہ مقبول نہونگے اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ غلام کے مالک نے اسکو

بیع کی اجازت نہین دی تو بیع باطل ہو جاویگی بشرطیکہ مشتری اسکا خواستگار ہو اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہو گیا اور بائع نے فسخ کرانا چاہا تو قاضی بیع کو فسخ کر دیگا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ فسخ مین تاخیر کی جاوے تاکہ غلام کے مالک سے اُسکے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر نہ کیجاویگی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور اُسنے قسم کھالی تو غلام مشتری سے لے لیا جاویگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو بیع عود کرے گی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہوا اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہین لے سکتا ہو اور بائع کو اختیار ہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کہ واللہ مین نے تجکو اس غلام کے بیچنے کا حکم نہین کیا ہو پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو اسکا حکم دینا ثابت ہو گیا اور اگر قسم کھالی تو بائع ضمانت[1] دیگا اور اسکی بیع نافذ ہو جاوے گی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے پہلے مر گیا اور اُسکا وارث بھی بائع ہوا اور اُسنے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مرجانے کے بعد اقرار کیا کہ اُسنے بیع کا حکم نہین کیا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسکا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہوا پس اگر دوسرے نے اُسکے حکم دینے سے انکار کیا تو اسکا دعوی سنا جاویگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قسم دلاوے کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ غلام کے مالک نے اُسکی بیع کرنے کا حکم اس بائع کو دیا ہو پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہوا اور اگر قسم کھالی تو آدھا غلام لے لیا جاوے گا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لیگا اور باقی آدھے مین اُسکو اختیار ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اُس حکم دینے والے کی ملک ہو اگر اُسنے انکار کیا تو اس حکم دینے والیکا قول لغو ہوگا تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اُس غلام کا مالک ہو کذا فی الکافی۔

تیرھوان باب اقالہ کے بیان مین۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اقالہ دونون عقد کرنیوالونکے حق مین فسخ اور ان دونونکے سوا دوسرونکے حق مین از سرنو بیع ہوتا ہو مگر اُس صورت مین کہ اسکا فسخ قرار دینا ممکن ہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی مین ہو۔ اگر کوئی باندی ایکہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہو اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایکہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانچ سو کا ذکر لغو ہو اور اگر دونون نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر مبیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہو اور اُسمین کچھ عیب نہین آیا ہو تو یہ اقالہ ایکہزار پر صحیح ہو جاویگا اور پانچسو کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایک ہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اُسمین کچھ عیب آگیا ہو تو پانچسو پر اقالہ صحیح ہو اور یہ کمی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعوض دوسری جنس کے ہو تو عامہ کتب مین مذکور ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ اقالہ پہلے ثمن پر صحیح ہو جاویگا اور دوسری جنس کا ذکر کرنا لغو ہوگا اور اگر مبیع مین دیا دتی پیدا ہو گئی پھر دونون ۴۰

[1] یعنے قیمت غلام کا ضامن ہوگا ۱۲

نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی متصلہ[1] ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصلہ ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کرلے اور میں تجھکو ثمن میں ایک سال تک تاخیر دونگا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کرلے اور میں پچاس درم تجھکو چھوڑ دونگا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تاخیر اور کم کردینا صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے اور اصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ ایسے دو لفظوں کے ساتھ کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل ہو صحیح ہو جاتا ہے مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کرلے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اقالہ کیا تو انکے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوتا مگر صرف[2] دو ماضی کے لفظوں کے ساتھ مانند بیع کے اور فتاوی میں امام محمدؒ کا قول مختار رکھا گیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کرلے اور اُسنے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ اقالہ نہوگا تاوقتیکہ بائع اسکے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں نے اجازت دی تو یہ اقالہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بائع نے کہا کہ بیع مجھکو پھیر دے اُسنے کہا کہ پھیر دی تو یہ اقالہ صحیح نہوگا تاوقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی اور اسی پر فتوی ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے مشتری سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ ثمن لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہے کہ تو مجھ سے اقالہ کرلے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دلال بائع کے مطلق حکم[3] سے بیع ڈالنے کے بعد ثمن لیکر بائع کے پاس آیا اور بائع نے کہا کہ میں اتنے کو نہیں دونگا پھر دلال نے مشتری کو خبر دی اور اُسنے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا ہوں تو بیع فسخ نہوگی یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اور تعاطی سے اقالہ منعقد ہوتا ہے اگرچہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ مشتری نے طعام پر قبضہ کرلیا اور بعض ثمن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ ثمن گران ہے پس بائع نے وہ بعض ثمن کہ جسپر قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اُس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہے کہ ایک جانب کی تعاطی سے بیع منعقد ہوجاتی ہے یہ اقالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔ کوئی شخص ابریشم خرید کرکے گیا پھر بائع سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہیں ہے تو اسکو لے اور میرا ثمن واپس کردے بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ میں نے ثمن سے اسقدر تجھکو چھوڑ دیا تاکہ تو مجھے پھیر دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہوگا نہ ابتدائی بیع۔ بائع نے مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اُسنے کہا کہ میرا ثمن دیدے پس بائع نے اُس کو ایک تہائی ثمن دیا اُسنے لیکر بیع واپس کردی تو یہ فسخ[4] اتم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا

[1] قولہ زیادتی متصلہ اقول لفظ زیادتی کا استعمال بر سبیل غلط العام ہے اور زیادتی متصلہ جیسے حسن و جمال وغیرہ اور منفصلہ جیسے بچہ وغیرہ ۱۲ منہ [2] یعنی دونوں صیغے ماضی ہونے چاہئیے ہیں جیسے بیع میں ہے ۱۲ [3] قولہ مطلق حکم اس سے یہ مراد ہے کہ بائع نے دلال کو حکم دیا کہ اس کو فروخت کردے اور ثمن کی جنس و مقدار کچھ نہیں بیان کی ہے ۱۲ م ہ
[4] یعنی بائع کو پورا ثمن واپس کرنا پڑے گا ۱۲

اور مشتری نے اُس سے کہا کہ مین نے اُس کپڑے کی بیع مین تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہی تو اُسکی قمیص قطع کرائے اُسنے
دونون کے جُدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہو جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہی۔ اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہی کہ دونون اقالہ کرنے والے راضی ہون اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع صرف
کے اقالہ مین دونون بدل پر باہم قبضہ ہو اور مبیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ ہو[1] جیسے کہ خیار شرط
یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اُس مین ایسی زیادتی ہو جاوے کہ ان سببون کے
ساتھ فسخ کرنا ممنوع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ صحیح نہوگا اور یہ شرط ہی کہ اقالہ کے وقت مبیع قائم ہو پس اگر
اُس وقت تلف ہو چکی ہو تو اقالہ صحیح نہوگا ولیکن ثمن کا اُس وقت قائم ہونا شرط نہین ہی اگر کسی عین کو بعوض
دین کے مثل درم و دینار کے خواہ یہ دونون معین کیے جاوین یا نہ کیے جاوین اور فلوس اور کیلی اور وزنی اور
عددی کہ جو وصف کرکے اپنے ذمہ رکھی گئی ہین[2] فروخت کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے
پاس موجود ہی تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ ثمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر اُس معین مال کے تلف ہونے کے بعد اقالہ کیا
تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر مال معین اقالہ کے وقت موجود ہو پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے تلف ہو جاوے
تو اقالہ باطل ہو جاوے گا اور اسی طرح اگر مبیع دو غلام ہون اور بائع اور مشتری دونون[3] نے قبضہ کر لیا پھر دونون
غلام مر گئے پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر ایک اقالہ کے وقت مر گیا تھا اور دوسرا موجود تھا
اور اقالہ صحیح ہو گیا پھر واپس کرنے سے پہلے دوسرا بھی مر گیا تو اقالہ باطل ہو جاویگا اور اگر دونون نے ایک
معین مال کو دوسرے معین کے عوض باہم بیع کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر ایک کے پاس وہ مال تلف ہو گیا
پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تلف ہونے والے کے خریدار کو اُسکا مثل دینا چاہیے اگر وہ مثلی ہو
یا اُسکی قیمت دوسرے کو دیکر اپنا مال معین واپس کرلے اور اسی طرح اگر دونون نے اقالہ کیا اور وہ دونون مال
معین اُس وقت موجود تھے پھر اقالہ کے بعد واپس دینے سے پہلے ایک تلف ہو گیا تو اقالہ باطل نہ ہوگا
یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون واپس دینے سے پہلے تلف ہوئے تو اقالہ باطل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی
کسی نے انگور کا باغ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کیا اور مشتری نے ایک سال اُس کے پھل
کھائے پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح نہوگا اور اسی طرح اگر زیادتی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تلف ہو جاوے
یا اُسکو کوئی اجنبی تلف کردے تو بھی اقالہ صحیح نہین ہوتا ہی۔ یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر اناج کی بیع سلم مین ایک
غلام دیا اور مسلم الیہ نے قبضہ کیا پھر غلام مر گیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو صحیح ہی اور اسکو اس غلام کی قیمت دینی پڑیگی یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام بعوض گداختہ چاندی یا ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز کے خریدا اور دونون نے باہم
قبضہ کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ چاندی بائع کے پاس موجود تھی تو اقالہ صحیح

[1] قولہ فسخ یعنی جن سببون سے عقد فسخ ہو سکتا ہے وہ یہان طاری ہو سکتے ہون ۱۲ [2] تاکہ دین ہو جاوین ۱۲
[3] یعنے بائع نے ثمن پر اور مشتری نے مبیع پر ۱۲ منہ [4] یعنی سکہ دار نہین ہی مثلاً چاندی کا خاصدان وغیرہ ہے ۱۲ منہ

ہوگا اور بائع کو وہ چاندی پھیر دینی چاہیئے اور مشتری سے غلام کی قیمت سونے کی قسم[1] سے لے نہ چاندی کی قسم سے اگر وہ غلام اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے مر گیا تو بائع کو چاہیئے کہ وہ چاندی واپس کردے اور غلام کی قیمت مین خواہ سونا لے یا چاندی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے تر صابون خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ اُسکے پاس خشک ہو کر بسبب خشکی کے وزن مین گھٹ گیا پھر دونون نے بیع فسخ کرلی تو فسخ صحیح ہی اور مشتری کو اس نقصان کے سبب سے کچھ نہ دینا پڑے گا کسی نے گوشت یا مچھلی یا اور کوئی ایسی چیز جو جلدی بگڑ جاتی ہی خریدی پھر مشتری ثمن لانے کو اپنے گھر گیا اور وہان اُسکو دیر ہوئی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جاوے گی تو استحساناً اُسکو جائز ہی کہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دوسرے کو اُس سے خریدنا بھی جائز ہی پھر دیکھنا چاہیئے کہ اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن سے زائد ہو تو بائع پر واجب ہی کہ زیادتی صدقہ کردے اور اگر کم ہو تو یہ نقصان بائع کے مال مین ہوگا پہلے مشتری کے ذمہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گدھا خرید کر قبضہ کیا پھر چار روز کے بعد اُسکو لایا اور بائع کو واپس دیا اور بائع نے صریحاً قبول نہ کیا اور بائع اُسکو چند روز اپنے کام مین لایا پھر ثمن واپس دینے سے اور اقالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور مشتری نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو بائع کو اُس سے وطی کرنا حلال نہین ہی جبتک کہ ترک خصومت پر عزم نہ کرے کیونکہ مشتری کے انکار سے بیع فسخ نہین ہوتی ہی[2] اور اسی طرح اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعوی کرتا ہی تو بائع کو اُس سے وطی کرنا حلال نہین ہی پھر اگر مشتری نے دعوی کرنا چھوڑا اور بائع نے سن لیا کہ اُسنے جھگڑا چھوڑ دیا ہی تو اُسکو وطی کرنا حلال ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خرید کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے آدھا غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازان باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اسی طرح اگر اُسنے غلام فروخت نہ کیا ولیکن اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور اسکے عوض کا مال اُسنے لے لیا پھر باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدیا اور غلام پر قبضہ نہ کیا پھر بائع نے اُس سے ملاقات کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو غلام اور ثمن ہبہ کیا تو یہ کہنا بیع کا توڑنا ہی اور ثمن کا ہبہ کرنا صحیح نہین ہی یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہے۔ ایک قوم کشتی مین سوار تھی اور اس مین کے کسی شخص سے ان لوگون نے کشتی مین کچھ اسباب خریدا پھر کشتی کے ڈوب جانے کا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی مین سے کچھ اسباب پھینکدینا چاہیئے تاکہ کشتی ہلکی ہوجاوے پس اسباب بیچنے والے نے کہا کہ جو شخص تم مین سے اُس اسباب کو جو مجھ سے خریدا گیا ہی پھینکے گا تو مین نے بیع کا اقالہ کیا پس اُنھون نے پھینکدیا تو استحساناً اقالہ صحیح ہوجاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک غلام خریدا پھر دعوی کیا کہ مین نے اسکو ثمن ادا کرنے سے پہلے جتنے کو خریدا تھا اس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے

[1] یعنے مثلاً دینار ۱۲ [2] پھر اگر بائع نے ترک خصومت پر عزم کرلیا تو اُسکو حلال ہے کہ باندی سے وطی کرے ۱۲ منہ

اور بائع نے دعوی کیا کہ اُسنے بیع کا اقالہ کر لیا ہی تو انکار اقالہ کے باب مین مشتری کا قول قسم لیکر معتبر رکھا جاوے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعوی کرتا ہو کہ مین نے اسکو مشتری سے ثمن ادا ہونے سے پہلے جتنے کو بیچا تھا اُس سے کم پر خریدا ہے اور مشتری اقالہ کا دعوی کرتا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو قسم دلائی جاوے گی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی جو شخص بیع کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہی وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہی اور وکیل بخرید کی نسبت شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی موکل کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہی اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہی اور موصی لہ کا اقالہ جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور کیلی چیزون مین بدون[1] کیل کے اقالہ جائز ہی اور اقالہ کا شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہین ہے مثلا ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اسکو سستا خریدا ہی اور اُسنے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خریدار پاوے تو اُسکے ہاتھہ بیچ ڈالنا پھر اُسنے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیع منعقد نہوگی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک فاسد شرطون سے اقالہ باطل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ فسخ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے جبکہ کسی شخص پر میعادی قرض ہی اگر قرضدار سے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو قرض کی میعاد عود نہ کریگی اور اگر اسکو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہر وجہ سے فسخ[2] ہوا تو میعاد عود کرے گی اور اگر قرض کا کوئی کفیل ہو تو کفالت[3] دونون صورتون مین عود نہ کرے گی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی۔ ایک گائے بیچی اور اپنے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہی پس مشتری نے کہا کہ اگر سستی ہی تو اسکو بیچ اور اپنے واسطے نفع اُٹھا اور مجھکو میری اُس گائے کا ثمن جو تو نے میرے ہاتھ بیچی کی پہونچا دے پس بائع نے اسکو بیچا اور نفع اُٹھایا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد و لیکن مشتری نے اُس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیچ لے تو یہ بیع کا فسخ کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا ورنہ بیع کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع موکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین جو اُسکے اور اُسکے بالغ بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیع کی اجازت دی پھر اُس عورت نے مبیع کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اُس عورت نے بیٹے کی بلا اجازت فروخت کی تو بیع جائز ہی اور اُسکی اجازت پر موقوف نہوگی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے مبیع عقد کرنے والے کی ملک مین آجاتی ہی موکل اور اجازت دینے والے کی ملک مین نہین جاتی ہی۔ تاک[4] انگور بعوض سونے کے خریدا اور بجائے اُسکے گیہون دیدیے پھر دونون نے بیع فسخ کر لی تو اُس کو حکم دیا جاوے گا کہ گیہون طلب کرے اور اگر جید درہمون کے عوض کوئی چیز خریدی اور بجائے اُنکے زیوف دیدیے اور بائع نے اُنسے چشم پوشی کی پھر دونون نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہی کہ مشتری بائع سے جید درم واپس کرے۔ ایسی کوئی چیز خریدی کہ

[1] یعنے کیل پھرنا اقالہ کے واسطے ضروری نہین ہے ۱۲ منہ [2] یعنی گویہ بیع واقع نہین ہوئی ہے ۱۲ [3] عود نہ کریگی بلکہ فی الحال واجب الادا ہو جاوے گا ۱۲ [4] باغ انگور چہار دیواری دار ۱۲ [5] یعنی مشتری کو ایسا اختیار ہے تعنا ۱۲

جس مین باربرداری اور مشقت ہو اور مشتری اسکو دوسری جگہ لے گیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو واپسی کا صرف بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اسپر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اسکا دودھ دوہتا تھا اور رکھتا تھا تو بائع کو اختیار ہو کہ اس سے دودھ کی مثل[1] طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو جاویگا اور مشتری سے دودھ کی ضمان ساقط نہوگی بسبب اسکے کہ اقالہ موجود کے حق مین ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق مین یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین مع اسکی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اُس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اسکے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہو بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہین ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درم کاسد[2] ہوگئے پھر دونون نے اقالہ کیا تو بائع انھین کاسد درہمون کو واپس کریگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی زمین خریدی جسمین درخت تھے کہ انکو مشتری نے کاٹ لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہو اور بائع کو درختون کی قیمت سے کچھ نہ ملیگا اور درخت مشتری کو دیدیے جاوینگے اور یہ حکم اُسوقت مین ہو کہ بائع درختون کے کٹ جانے سے آگاہ ہو اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین[3] لے ورنہ ترک کر دے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہو ولیکن بیع سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہین ہو یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہو اور اگر بائع نے بیع کا اقالہ کیا پھر اُس بائع نے اپنے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہو اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیع کیا تو بھی جائز ہو کذا فی محیط السرخسی۔

چودھوان باب بیع مرابحہ اور تولیہ اور وضیعہ کے بیان مین

بیع مرابحہ وہ ہو کہ مثل پہلے ثمن[4] پر کچھ نفع زیادہ لیکر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیع ہو کہ مثل پہلے ثمن پر بدون زیادتی کے فروخت کرے اور وضیعہ وہ بیع ہو کہ مثل پہلے ثمن سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز مرابحۃً بیچی پس اگر ثمن مثلی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ نفع معلوم ہو خواہ وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہو اور اگر ثمن مثلی نہو جیسے اسباب پس اگر وہ شے مرابحۃً ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اُس اسباب کا مالک نہین ہو تو بیع جائز نہوگی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اُس اسباب کا مالک ہو پس اگر بعوض اس اسباب کے جو اُسکے ہاتھ مین ہو اور دس کے نفع پر بیچے تو جائز ہو اور اگر دہ یازدہ[5] کے نفع پر بیچے تو جائز نہین ہو مگر اُس صورت مین کہ ثمن یعنی ہین[؟] اُسی مجلس مین معلوم ہو جاوے تو جائز ہو اور اُس کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اُس نے بیع اختیار کر لی تو استحساناً اُسکے ذمہ گیارہ لازم ہونگے اور اسی طرح اگر وہ شے

[1] قولہ اسواسطے کہ دودھ مثلی چیزون مین سے ہو ۱۲ [2] کاسد ہوگئے اے چلن جاتا رہا ۱۲ منہ [3] قولہ یعنی اقالہ قبول کرے ۱۲ [4] قولہ مثل پہلے ثمن اقول یعنی پہلے ثمن کے مثل ثمن پر اور مثل اسواسطے کہا کہ بعینہ پہلا ثمن ہونا ضرور نہین ہو ۱۲ منہ [5] قولہ یعنے دس کے گیارہ یعنی فی دہائی ایک کا نفع ۱۲ منہ

بتولیہ بیچی اور مشتری نہین جانتا کہ کتنے مین اُسکو پڑے گی تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ ثمن اُسی مجلس مین معلوم ہو جاوے تو جائز ہی اور اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکے عوض ایک دینار اور کپڑا دیا تو راس المال دس[1] ہوگا یہان تک کہ اگر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو دوسرے مشتری کو دس[1] درم دینے پڑینگے اور اگر ایک کپڑا بعوض دس[1] درم کے جو اُس شہر کے نقد کے برخلاف مین خریدا اور اُسکو ایک درم نفع سے بیچا تو دس[1] درم ویسے ہی لین گے جیسے اُسنے ادا کیے ہین اور ایکدرم اُس شہر کے نقد مین سے ملے گا اور اگر نفع کو راس المال کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مین تیرے ہاتھ وہ یازدہ کے نفع سے بیچتا ہون تو نفع ثمن کی جنس سے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے بجاے جید درمون کے زیوف ادا کیے اور بائع نے اس سے چشم پوشی کی تو اُسکو یہ جائز ہی کہ جید کے حساب سے نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہی اور اگر اُسنے ثمن کے عوض کوئی اسباب دیا یا رہن دیا[2] اور وہ تلف ہوگیا[3] تو درمون پر نفع لے کر مرابحۃً فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کوئی اسباب مرابحۃً فروخت کیا اور اُسکو خبر دی کہ میرا راس المال سو[4] دینار ہین پھر مشتری نے اُسکو ثمن ادا کرنا چاہا تو اُسنے کہا کہ مین نے اُسکو شامی دیناروں کے عوض خریدا ہے حالانکہ یہ بیع[5] بغداد مین واقع ہوئی ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو سوائے نقد بغداد کے دوسرا[6] نہ ملے گا اور اگر وہ اس بات پر گواہ لایا کہ مین نے اسکو شامی دیناروں سے خریدا ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے اور مشتری کو خیار[6] حاصل ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری نے مبیع کسی شخص کو ہبہ کردی پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور اسی طرح اگر اُسنے فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب یا خیار یا اقالہ کے اُسکو واپس مل گئی ہو تو بھی یہی حکم ہی ولیکن اگر وہ بیع تمام ہو جاوے پھر بسبب میراث یا ہبہ کے اُسکے پاس واپس آوے تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور اگر مبیع سب ایسی ہو جو ناپی یا تولی یا گنی جاتی ہی بشرطیکہ اعداد مین تفاوت[7] نہو تو مشتری کو اُس مین سے تھوڑی بیچنا جائز ہی اور اگر وہ مبیع پوری مختلف ہو یا اعداد مین تفاوت ہو کہ بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہو پس اگر مرابحۃً بعض کو غیر منقسم فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر معین کر کے فروخت کیا پس اگر ثمن اکٹھا ہو تو جائز نہین اور اگر ہر ایک کا ثمن علحدہ بیان کیا گیا تو امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس ثمن پر جو بیان ہوا ہی نفع لیکر مرابحۃً بیع سکتا ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اگر ایک جنس کے دو کپڑون کی بیع سلم مین دس[1] درم دیے اور اُن دونون کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی[8] اور وقت کے آنے[9] پر اُن دونون پر قبضہ کر لیا پھر اُن دونون کو پانچ پر نفع سے بیچنا چاہا تو تا وقتیکہ بیان نہ کردے مکروہ ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اُسکا آدھا جل گیا تو یہ جائز

[1] جو کہ ثمن کے برابر تھا ۱۲ [2] یہانتک کہ مشتری کے ذمہ سے بائع کا قرضہ ساقط ہو گیا ۱۲ [3] یعنی ثمن پر درم ہون یا دینار ہون ۱۲
[4] یعنی بیع مرابحہ ۱۲ [5] خواہ شامی ہو یا کوئی اور ہو ۱۲ [6] چاہے خریدے یا ترک کرے ۱۲ [7] یعنی قریب قریب برابر ہون ۱۲
[8] پس ہر ایک بلحاظہ پانچ درم تک ہوتا ہی اگرچہ تصریح نہین ہی ۱۲ منہ [9] یعنی جو مدت بیع سلم کے آنے کی ٹھہری ہے ۱۲

نہین کہ باقی آدھے کو آدھے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اگرچہ باقی کپڑا باعتبار گزون کے آدھا ہو یہ محیط مین لکھا ہی غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جاوے کہ جو بھاگنے کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آوے تو غاصب کو جائز ہو کہ مرابحۃً اس قیمت پر فروخت کرے جو اُسنے محاندڈی ہے مگر وہ کہے گا کہ یہ غلام مجھکو اتنے مین پڑا ہی ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے عوض خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اُسپر حکم کیا کہ بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک[۱] صلح کے مانند اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی لیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عوض مثل ہبہ کی قیمت کے ہی تو کچھ مضائقہ نہین کہ وہ یون کہے کہ مجھے یہ مال اتنے مین پڑا ہی اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ مین نے اسکو خریدا ہی کسی کو ایک غلام میراث مین ملا اور اُسنے اسکو ایک ہزار درم کو بیچا پھر دونون نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیع کا اقالہ کر لیا اور اسکو مرابحۃً بیچنا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر ایک مختوم گیہون دو مختوم جو کے عوض جو غیر معین تھے فروخت کیے اور دونون نے قبضہ کر لیا تو گیہون کو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیزون کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گیہون[مفاد بہ] کی ایک قفیز کو دو قفیز جو کے عوض جو غیر معین ہین خریدا پھر گیہون کو چوتھائی گیہون کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہین ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اُسکو ایک درم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر دو کپڑون کو خریدا اور ہر ایک کا ثمن بیان نہ کیا تو ایک کو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکا ثمن بہت گران دیا پھر اُسی ثمن پر اُسکو مرابحۃً فروخت کیا تو جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اُسنے کر دی ہی کہ جتنا لوگ[۲] نہین اُٹھاتے ہین تو مین اچھا نہین سمجھتا ہون کہ اُسکو مرابحۃً فروخت کرے تاوقتیکہ بیان نہ کر دے کہ مین نے ثمن گران دیا ہی۔ اگر دو شخصون نے کیلی یا وزنی چیز یا ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہین خریدی اور اُسکو تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور اگر کپڑا یا اُسکے مانند کوئی چیز ہو اور اُسکو دونون نے تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر درمون کے عوض دینار خریدے اور دینارون کو مرابحۃً بیچنا چاہا تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اُسکے ثمن سے زیادہ اُسپر رقم ڈال دی اور اُسکو اس رقم پر مرابحۃً بیچا تو جائز ہے مگر یہ نہ کہے کہ مجھکو اتنے مین پڑا ہی اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میراث مین پایا یا اُسکو ہبہ مین ملی اور اُسپر رقم ڈال کر مرابحۃً

[۱] کیونکہ ہبہ بشرط عوض مثل بیع کے ہی حتی کہ حق شفعہ ثابت ہوتا ہے ۱۲ منہ [۲] قال المترجم اس کلام سے یہ مراد ہی کہ اتنے دام کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہین کرتا ہے اور یہی مراد ہر جگہ ہے جیسا کہ مترجم نے مقدمہ مین تنبیہ کر دی ہے ۱۲

بیچا تو بھی جائز ہے اور یہ سب اُس وقت مین جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جانتا ہو کہ مشتری جانتا ہے کہ رقم سوائے ثمن کے ہوتا ہے اور اگر یہ جانتا ہے کہ مشتری کے علم مین ثمن اور رقم برابر ہین تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر آدھا غلام سو درم کو خریدا پھر باقی آدھا دو سو درم کو خریدا تو اُسکو اختیار ہے کہ جس آدھے کو چاہے اُسکے ثمن پر مرابحۃً فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سو درم پر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور راس المال مین دھولائی اور رنگائی اور نقش کرائی کی مزدوری اور بٹنے کی مزدوری اور بکریان ہانکنے کی مزدوری اور حمالی ملانا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ تاجرون کا عرف بیع مرابحہ مین معتبر ہے پس جن چیزون کا راس المال مین ملانا انکے عرف مین ہوگا وہ ملائی جاوینگی ورنہ نہین ملائی جاوینگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور جو کچھ اُس شخص نے سفر مین اپنی ذات پر خرچ کیا ہے کھانے اور کرایہ وغیرہ سے وہ اُس مین نہ ملاوے کیونکہ اُس مین عرف کا ہونا ظاہر ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور چرواہے کی اُجرت اور غلام کو کوئی ہنر سکھلانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اُجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے مکان کا کرایہ راس المال مین نہ ملاوے اور اسی طرح غلامون کے محافظ یا اناج کے محافظ کی اُجرت بھی نہ ملاویگا اور ایسے ہی طبیب کی اُجرت اور رائض اور بیطار کی اُجرت اور آبق کی مزدوری اور خادمون کی اُجرت اور حرم کا جرمانہ اور جو اُس سے راہ مین ظلم سے لیا گیا راس المال مین نہ ملاوے مگر اس صورت مین کہ انکے ملانے کی عادت جاری ہو یہ جواہر الفتاویٰ مین ہے اور پچھنے لگانے والے کی اُجرت نہ ملاوے اور اناج کے ثمن مین پیمانہ کرنے والون کی اُجرت نہ بڑھاوے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور ظاہر الروایت مین دلال کی اُجرت بڑھاویگا اور چوپایون کی بیع مین جھولون یا انکے مانند چیزون کا ثمن نہ ملاوے اور غلام کی بیع مین کھانے اور کپڑے کا خرچ ملاوے مگر وہ نہ ملاوے جو اسراف اور زیادتی ہو اور چوپایون کے چارہ کے دام ملاوے لیکن اگر کوئی چیز انسے مثل دودھ یا صوف یا روغن کے پیدا ہو کر اسکو ملگئی ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اُسکو ملاوے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اُسنے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اُجرت پر دیا اور اُسکی اُجرت لیلی تو باوجود اسکے جو کچھ اُسنے اُن چیزون پر خرچ کیا ہے وہ راس المال مین ملا کر مرابحہ فروخت کریگا کیونکہ اُجرت اُن کی ذات سے نہین پیدا ہوئی ہے ایسے ہی مرغی کے انڈون کو حساب کرے گا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہوگا اسکو ملاوے گا اور گچ کرانے اور کہگل لگانے اور کنوان کھودانے کی اُجرت جبتک یہ چیزین گھر کے اندر باقی ہون راس المال مین ملاوے گا پس اگر یہ چیزین زائل ہو جاوین تو نہین ملاوے گا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو سینچنے کی اُجرت اور اسکے پیراستہ کرانے کی اُجرت بھی ملاوے گا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کہگل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود کیے تو کچھ نہ ملاوے گا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر یا عاریۃً کر دیے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ نہر کھودنے اور کاریز بنانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جوتنے اور درخت لگانے مین جو خرچ ہو وہ

سلہ یعنے جو شخص بھگوڑے غلام کو پکڑ لایا ہے جو اُسکو محنتانہ دیا ہے ۱۲ م

ان چیزون کے باقی رہنے تک ملاویگا اور ایسے ہی پھل جھاڑنے والے اور میوہ چننے والے کی اُجرت بھی ملا دے اور باگی حفاظت کرنے والے کی اُجرت نہ ملاوے گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی بکری خریدی اور اُسکے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور نمک دینے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اُجرت راس المال مین ملاویگا اور ایسے ہی اگر تانبا خریدا اور اُسکے برتن بنانیوالے کو اجرت پر مقرر کیا تو اُسکو بھی حساب کرلے اور ایسے ہی لکڑی کی صورت مین دروازہ بنانے کے واسطے بڑھئی کی اُجرت بھی ملاوے اور ایسے ہی اگر لکڑی خریدی اور اُسکا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بھٹی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اُجرت راس المال مین ملاوے ایسا ہی محیط مین لکھا ہی۔ اگر غلام کا نکاح کردیا تو اُسکا مہر راس المال مین نہ ملاوے اور اگر باندی کا نکاح کردیا تو اُسکا راس المال مین سے مہر کم نہ کرے اگر موتی خریدے اور اُس مین سوراخ کرائے تو اُسکی اُجرت ملالے اور یاقوت کی صورت مین اگر چھید کرانا اسکو ناقص کرتا ہو تو چھید کرائی کی مزدوری نہ ملائے اگر چھید کرانیسے اُسکی قیمت بڑھتی ہو یا چھید کرانا ضروری ہو تو ملاوے اگر ابرا اور استر خریدا اور دونون کا جبّہ بنایا اور اُسمین ایسی روئی بھری جو اسکو وراثت یا ہبہ مین ملی ہو تو دھلائی اور سلائی کو ثمن مین ملا دے اور اگر کپڑا اُسکو وراثت مین ملا اور اُسکے نیچے ایسا پوستین لگایا کہ جسکو اُسنے خریدا ہی یا پوستین میراث مین ملا ہو اور ابرا اُسنے خریدا تو پوستین کا ثمن اور سلائی راس المال مین ملا دے اور اگر دو کپڑے کہ ایک خریدا ہو اور دوسرا میراث مین ملا ہو پھر دونون کو مرابحۃً بیچا اور کہا کہ دونون مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز نہین ہی کیونکہ میراث کا کپڑا اُسنے کسی چیز کے عوض نہین خریدا ہی اور اگر اُسنے اس میراث کے کپڑے کو ایک درم خرچ کرکے عصفر سے رنگا یا پھر دونون کو مرابحۃً فروخت کیا اور کہا کہ مجکو دس درم مین پڑے ہین تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے بیع مرابحۃً مین خیانت کی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین لے ورنہ ترک کردے اور اگر بیع تولیہ مین اُسنے خیانت کی تو ثمن مین سے کم کردیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی اور خیانت کی صورت مین اگر مبیع واپس کرنیسے پہلے تلف ہوگئی یا اُس مین کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی کہ جس سے فسخ ممنوع ہوتا ہی اور یہ خیانت ظاہر ہونیکے وقت ہوا تو مشتری کو پورے ثمن پر لازم ہوگی اور اُسکا خیار امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہوجائیگا اور یہی امام محمد رحمہ کا مشہور قول ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر مبیع مین کچھ عیب تھا اور اسکو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اسکو دیکھا تو اُس سے راضی ہوگیا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور ایسے ہی[1] اگر اُسکو اُسنے مرابحۃً خرید کیا پھر اُسکو اُسکا مالک لے آیا تو اُسکو اختیار ہی کہ جتنے کو لیا ہی اُسپر نفع لیکر مرابحۃً فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع مین بائع کے پاس یا مشتری کے پاس آسمانی آفت سے یا مشتری کے فعل سے یا خود مبیع کے فعل سے کوئی عیب پیدا ہوگیا تو اُسکو مرابحۃً پورے ثمن پر بدون بیان کرنے کے ہمارے تینون[2] اماموں کے نزدیک بیچنا جائز ہی اور اگر بائع کے فعل یا اجنبی

[1] ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ عندنا [2] امام اعظم رح و امام ابو یوسف اور امام محمد رح ۱۲

کے فعل سے اسمین کچھ عیب پیدا ہوا تو جب تک بیان نہ کرے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور ایسے ہی اگر مبیع مین کچھ زیادتی پیدا ہوئی جیسے پھل یا بچہ یا صوف اور وہ اُسکے پاس موجود ہی پھر اُسکے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے تلف ہوگئی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہی اور اگر آسمانی آفت سے تلف ہوئی تو بدون بیان کے مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور اگر کوئی ثیبہ باندی خریدی اور اُس سے وطی کی تو بدون بیان کرنے کے اُسکو بیچنا جائز ہی اور اگر باکرہ ہو تو بدون بیان کرنیکے اسکو مرابحۃً بیچنا جائز نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ نے جلا دیا تو بلا بیان اُسکو مرابحۃً بیچ سکتا ہی اور اگر اُسکے کھولنے یا لپیٹنے مین مسک کر نقصان آوے تو اُسکو بیان کرنا لازم ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر کسی دار یا زمین کو کرایہ پر چلایا بدون اسکے کہ اُسمین کچھ نقصان آوے تو اُسکو جائز ہی کہ بدون بیان کے مرابحۃً فروخت کرے اور اگر کوئی شی اُدھار خریدی تو بدون بیان کرنیکے اُسکو مرابحۃً فروخت نکرے اور یہ حکم ایسی میعاد مین ہی کہ جسکی شرط لگائی ہو اور اگر شرط نہ لگائی گئی ہو ولیکن اُسکی رسم تاجرونکے درمیان جاری ہو جیسے کہ اکثر[1] بیع مین شی کو فروخت کرکے اُسکے ثمن کا ایکبارگی مطالبہ نہین کرتا ہی بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے ہر مہینہ یا ہر دن مین بائع لے لیتا ہی تو ایسی صورتمین اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضرور نہین ہی پھر جو مدت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت مین بدون بیان کے فروخت کیا اور مشتری اُس سے آگاہ ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضامند ہوکر اسکو لے ورنہ واپس کردے یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر مشتری نے مبیع کو تلف کردیا یا خود تلف ہوگئی پھر مدت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہوجاویگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرضدار سے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان داموںکو نہ لیتا تو اُسکو مرابحۃً بیچنا بدون بیان کے جائز نہین ہی اور اگر دوسرے سے بھی ان داموںکو لے لیتا تو مرابحۃً بیچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید مین فرق ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ ہر جگہ کہ جہان بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اُس سے آگاہ ہو تو اُسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن مین بیع تمام کرے ورنہ مبیع واپس کردے پس اگر مبیع اُسکے پاس موجود نہو تو اُسکو پورا ثمن دینا پڑیگا اور خیار نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مرابحۃً فروخت کریگا اور اسیطرح اگر بیچنے کے بعد اُسنے کم کردیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اُسکو مع حصہ[2] نفع کے کم کردیگا اور اگر بائع نے بیع مرابحہ سے اسکو بیع تولیہ کردیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جاویگا اور اگر مشتری نے ثمن مین زیادہ کردیا تو اُسکو اصل اور زیادتی دونو پر مرابحۃً بیچیگا اور یہ مذہب ایمہ ثلاثہ کا ہی اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اُسکا ثمن نہین ادا کیا ہی پھر اُسکو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہی

[1] یعنے بائع اکثر فروخت کرتے ہین اور ثمن کو پورا ایکبارگی نہین لیتے ہین ۱۲ منہ [2] یعنے نفع مین جتنا سر پڑتے ہین پڑے ۱۲ منہ

بس اگر اسکے بعد اسکو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے مین مہلت دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مشتری کو پورا ثمن ہبہ کر دیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اُسپر مرابحۃً بیچنا جائز ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اسکو نفع سے بیچا پھر اُسکو خریدا بس اگر مرابحۃً بیچنا چاہے تو جو نفع اٹھایا ہی اُسکو ساقط کرے۔ اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مرابحۃً فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مرابحۃً بیچ سکتا ہی۔ اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکو پندرہ درم کو بیچا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اسکو پانچ درم پر مرابحۃً فروخت کرے اور کہے کہ مجکو پانچ درم مین پڑا ہی اور یہ نہ کہے کہ مینے پانچ درم مین خریدا ہی اور اگر اُسکو دس درم مین خریدا اور بیس درم مین بیچا پھر اُسکو دس درم مین خریدا تو اُسکو مرابحۃً سے بیچنا جائز نہین ہے ایک غلام نے کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اُسپر اتنا قرض تھا کہ جو اُس غلام کی قیمت کو محیط ہی اُسنے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو اُسکا مالک دس درم پر مرابحۃً فروخت کریگا اگر اُسکے مالک نے دس درم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درم کو بیچا تو وہ غلام دس درم پر نفع سے فروخت کریگا اور مکاتب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہی اور اگر اسکے مالک نے یہ بیان کر دیا کہ مین نے اسکو اپنے مکاتب یا قرضدار غلام سے کہ جسکو مین نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا ہی تو اُسکو پندرہ درم پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضاربت خریدا تو اُسکے حصہ نفع کے اوپر اُسکو مرابحۃً بیچنا جائز ہی ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خرید جسکی گواہی اُسکے (یعنی اپنے ۱۲) حق مین مقبول نہین ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسے شریک سے جسکو شرکت عنان ہی کوئی چیز خریدی تو اُسکو مرابحۃً بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ شی خاص شریک کی ہو اور اُسکو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر وہ شی شرکت کی ہو اور اُسکو خاص اپنے واسطے خریدا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ شریک کے حصہ کو خرید پر مرابحۃً سے فروخت کرے اور اپنا ذاتی حصہ پہلے ثمن پر مرابحۃً سے فروخت کرے یہ حاوی مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک ہزار ایک سو درم پر مرابحۃً سے فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری کو معلوم ہوا کہ پہلی خرید ایک ہزار درم پر تھی اور اُسنے جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ پیش کیے پس بائع نے کہا کہ پہلے مینے اسکو ایک ہزار درم مین خریدا تھا پھر اُسکو بائع کو ہبہ کر دیا پھر ایک ہزار ایک سو درم مین خریدا ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی پس اگر اُسنے مشتری کے علم پر قسم طلب کی اور کہا کہ ہبہ کے وقت اور ایک ہزار ایک سو کی خرید کیوقت یہ حاضر تھا تو اس نے اسکی آگاہی پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری اول نے یہ دعوی نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ سو درم زائد مین نے اُسکے کھانے اور بار برداری مین فلان مکان سے خریدا تھا یہانتک لانے مین خرچ کیے ہین پس اگر اُسنے مرابحۃً فروخت کرتے وقت یہ کہا تھا کہ مجکو اتنے مین پڑا ہی تو اُسکا قول قسم سے معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ مینے اُسکو ایک ہزار ایکسو کو خریدا ہی تو اُسکا قول

اس باب مین کہ یہ ایک سو درم خرچ پڑے ہین مقبول نہوگا کسی نے ایک کپڑا پندرہ درم کو خریدا اور ثمن ادا کردیا پھر اسکو دہ یازدہ[1] کے نفع پر فروخت کیا اور خبر دی کہ مجکو دس درم مین پڑا ہے پھر دس درم اور اُسکا نفع لے لیا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے غلطی کی مجکو پندرہ درم مین پڑا ہی اور مشتری نے اُسکو جھٹلایا تو اس راس المال کے دعوی مین بائع کی دلیل مقبول نہوگی اور اگر مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ ساڑھے پانچ درم ادا کرے یا مبیع کو واپس کرے اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اور امام اعظم کے نزدیک مشتری سے زیادتی نہ لیجاویگی صرف بائع سے کہا جائیگا کہ اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کرکے کپڑا لے لے اور جو تو نے لیا ہی واپس کردے اور اگر چاہے تو اتنے داموں مین جو تجکو ملے مبیع کو سپرد کردے کہ اس سے زیادہ نہ دیے جاوینگے اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے پانچ درم مین خریدا اور خیانت کرکے اپنا راس المال دس درم بتلایا اور اُسپر اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع پر قسم نہ آویگی اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میرا راس المال پانچ درم ہین یا اُسپر گواہ قائم کئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک واپس کیا جاویگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین بلکہ اگر مشتری چاہے تو مبیع واپس کرے ورنہ جو ثمن ادا کیا ہی اُسکے عوض لے لے اور اگر ان دونون مسئلون مین بیع تولیہ واقع ہوئی ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک زیادتی اور نقصان مین دونون ایک دوسرے سے واپس لینگے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا نقصان کی صورت مین ہی اور ایسے ہی اُنکے قول کا قیاس زیادتی مین ہی اور اسیطرح اگر اُس کپڑے کو دس درم پر ایک درم کے نفع سے خریدا تو سب صورتون مین اسکا حکم دہ یازدہ کا حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے دہ یازدہ کے نفع سے یا جو اسکے مانند ہی فروخت کیا پس مشتری ثمن عقد سے آگاہ ہونے کے وقت اگر چاہیگا تو اُسکو لیگا ورنہ ترک کردیگا اور اگر عقد بیع واقع ہونے سے پہلے ثمن سے آگاہ ہوا تو واپس نہین کرسکتا ہی اگر کسی نے ایک کپڑا پانچ درم کو خریدا اور دوسرے پانچ درم کو دوسرا خریدا پھر دونون نے دونون کپڑے ایک ہی صفقہ مین نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو اُن دونون کے راس المال کے حساب سے ثمن دونون مین تقسیم ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر ایک کپڑا جو دس کی مالیت تھا دس درم مین خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس مین خریدا اور اُسکو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کردے پس اُسنے بیچتے وقت مشتری سے کہا کہ دونون مجھے بیس[2] مین پڑے ہین اور مین تیرے ہاتھ اُنکو دس درم کے نفع سے بیچتا ہون پس اُسنے دونون کو خرید کر قبضہ مین لیا اور حکم دینے[3] والے کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ مین نے دونون کو ایک صفقہ مین بیس درم کو خریدا ہی اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہوکر یہ کپڑا دو ثلث ثمن پر واپس کرتا ہون اور بائع نے کہا کہ دو صفقہ مین بیع

---

[1] قولہ دہ یازدہ مراد یہ کہ ہر دس درم کی چیز گیارہ درم کو اسی حساب سے پس اگر وہ چیز سو درم کی ہو تو ایک سو دس درم پر مرابحۃ مین پڑیگی اور اسی طرح اگر صاف کہدیا کہ ہر دس درم پر ایک درم نفع لونگا تو یہ بھی اسی کے مانند ہی ۱۲ م [2] قولہ ثمن یعنے دہ یازدہ کے حساب سے کل ثمن کسقدر ہوا ۱۲ [3] قولہ حکم دینے والے یعنے جسنے فروخت کا حکم دیا جسکا کپڑا بیس درم قیمتی ہے ۱۲

ہوئی پس آدمے مین واپس کرتو مشتری کا قول اُسکی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھائیگا کہ واللہ مین نہین جانتا کہ ایسا ہی جیسا بائع کہتا ہی اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ مقبول ہون گے اور بائع سے دو ثلث ثمن واپس کر لیگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درم لیگا اور پانچ درم دیگا اور اگر مشتری نے دو صفقو نکا دعوی کیا اور بائع نے ایک صفقہ کا تو بائع کا قول لیا جاویگا اور مشتری کے گواہ یہ کافی مین لکھا ہی۔ پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے مین عیب پاکر واپس کیا تو دس درم مین واپس کرے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے مین عیب پایا تو اُسکو پندرہ درم مین واپس کرے کیونکہ مشتری نے اصل مین پندرہ درم کا دعوی کیا ہی اور بائع نے پانچ درم زائد کا اقرار کیا ہی پس اگر چاہے تو تصدیق کرکے اُس سے لیوے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہو تو یہ پانچ درم نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کوئی چیز جتنے مین اُسکو پڑی ہی دوسرے کو بطریق تولیہ دیدی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اُسکو پڑی ہی تو بیع فاسد ہی پس اگر بائع نے اُسی مجلس مین اسکو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی مین لکھا ہی اگر کوئی کپڑا دس درم کو خریدا پھر اُسکو دہ یازدہ کی کمی سے بیچ ڈالا تو راس المال کے ہر درم کے گیارہ جزء کیے جاوینگے پس سب ایک سو دس جزء ہون گے پھر اُس مین سے گیارہ کا ایک جزء کم کیا جاویگا اور وہ دس درم ہوئے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتون مین جاری کیا جاتا ہی مثلاً اگر دہ دوازدہ[1] کی کمی سے بیچا تو ہر درم کے بارہ حصہ کیے جاوینگے پس کل ایکسو بیس حصہ ہوئے اور ثمن سے بیس ساقط ہو جاوینگے کذا فی المحیط

پندرھوان باب استحقاق کے بیان مین۔

بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلا عقد حقدار کی اجازت پر موقوف رہتا ہی اور ظاہر الروایت کے موافق اُسکا ٹوٹ جانا اور فسخ ہوجانا واجب نہین ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اس باب مین اختلاف ہی کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہی اور صحیح یہ ہی کہ جبتک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہین ہوتی ہی حتی کہ اگر مستحق نے قاضی سے حکم پانیکے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر مبیع ایک شی ہو جیسے ایک کپڑا و ایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اُسکے ٹکڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مشتری کو باقی مین خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر مبیع دو چیزین ہین جیسے دو غلام یا دو کپڑے اور دونون کے قبضہ سے پہلے ایک کا کوئی حقدار نکلا یا ایک کے قبضہ کے بعد دوسرے کا حقدار پیدا ہوا تو مشتری کو دوسرے مین خیار حاصل ہوگا اور اگر دونون کے قبضہ کے بعد کوئی حقدار نکلا تو اُسکو دوسری مین خیار نہوگا اگرچہ صفقہ جدا ہوگیا اور اگر مبیع کیلی یا وزنی چیز ہو اور قبضہ سے پہلے اُسمین

[1] قولہ دہ دوازدہ یعنے بارہ کی چیز دس کو گھٹی کے ساتھ ۱۲

بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو باقی مین خیار ہوگا اور قبضہ سے بعد اُسکے بعض کے حقدار ہونیمین امام اعظم رحسے دو روایتین[1] آئی ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسیکے پاس تین قفیز گیہون ہین کہ انہین ایک قفیز ایک کے ہاتھ پھر دوسرا دوسرے کے ہاتھ پھر تیسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سبکو تینون قفیز ناپدین پھر سب میں سے ایک قفیز کا کوئی حقدار پیدا ہو تو وہ تیسرا قفیز لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر مبیع یا مغصوب کا بکنے یا غصب ہونیکے وقت سے کوئی حقدار نکلا تو مشتری اپنا ثمن واپس کرلے اور غاصب بری ہوگیا اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا یا غصب کرکے اُسکا قمیص سلایا یا گیہون خرید کر پسائے یا بکری خرید کر اُسکو بھونا پھر اُسکا کوئی حقدار نکلا تو مشتری ثمن واپس نہین کرسکتا ہی اور غاصب بری نہوگا بلکہ مالک اُس سے ضمان[2] حلال کرکے سکتا ہی اور اگر نہ سلایا یا نہ بھونا تو مشتری واپس کرسکتا ہی اور غاصب بری ہوگا اور اگر مستحق دلیل لایا کہ اسکا سر میرا ہی اور دوسرا دلیل لایا کہ اسکا گوشت میرا ہی اور تیسرا کہ اسکی کھال میری ہی تو بھی بائع سے ثمن نہین لے سکتا ہی اسیطرح اگر ایک کپڑا خریدا اور اسکو نہ سلایا اور ایک شخص اس بات پر دلیل لایا کہ آستینین میری ہین اور دوسرا اس بات پر کہ کلیان میری ہین اور تیسرا اس بات پر کہ باقی میرا ہی تو بھی مشتری بائع سے ثمن واپس نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر قبضہ سے پہلے مبیع کا حقدار نکلا اور بائع اور مشتری دونون نے دعویٰ کیا کہ بائع نے اسکو مستحق سے خریدا اور قبضہ کرلیا پھر مشتری کے ہاتھ بیچا ہی تو ان دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر بائع نے گواہ نہ پائے تو قاضی دونوکے درمیان بیع توڑ دیگا اور بائع مشتری کو ثمن واپس کردیگا پھر اگر بائع نے گواہ پائے تو قاضی کا توڑا ہوا پھر نہ ٹوٹیگا ہان اگر استحقاق مبیع پر قبضہ کرنیکے بعد ہو تو اُسکو توڑ دیگا اور مبیع مشتری اخیر کے ذمہ پڑیگی اور اگر بدون حکم قاضی کے دونون نے بیع توڑ دی تھی بایںطور کہ مشتری نے اُس سے ثمن مانگا اور اُسنے دیدیا تو اُنکا توڑنا کسی حال مین مرتفع نہوگا اور اگر مشتری نے بدون بائع کی رضامندی کے بیع توڑی تو نہ ٹوٹیگی تاوقتیکہ قاضی نہ توڑے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے یا بعد بائع نے ثمن مشتری کو ہبہ کیا پھر غلام کا کوئی حقدار نکلا تو مشتری کو بائع سے ثمن لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر غلام کے مستحق نے قبل اسکے کہ غلام دلانیکا اُسکے واسطے حکم دیا جاوے بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رحکے نزدیک بیع اور ہبہ دونون جائز ہین اگر ہبہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو بائع اُسکے غلام کے مالک کو ضمان دے اور قبضہ کرنیکے بعد ہبہ جائز نہین ہی پس مشتری کو ادا کریگا اور وہ غلام کے مثل مالک کا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر اُسکو بکر کو ہبہ کردیا پھر بکر نے خالد کے ہاتھ بیچا پھر خالد کے پاس اُسکا حقدار پیدا ہوا تو زید اپنا ثمن عمرو سے نہین لے سکتا ہی جبتک خالد اپنا ثمن بکر سے نہ لیوے اور جب[3] سنے لے لیا تو وہ بھی لیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ زید نے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا پھر بکر کو ہبہ یا صدقہ میں دیا پھر خالد نے آکر بکر کے[4] ہاتھ سے اپنا[5] استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو زید اپنے بائع سے ثمن واپس کرسکتا ہی اور اگر زید نے عمرو سے خریدا اور بکر کے ہاتھ بیچ کر سپرد کردیا پھر بکر کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو امام اعظم رحکے

[1] قولہ دو روایتین یعنی ایک روایت کے موافق باقی واپس کرنے مین مختار ہی اور دوسری روایت مین نہین بلکہ اسکے حصہ ثمن مین لینا واجب ہی ١٢

نزدیک دوسرے مشتری کے ثمن واپس کرنے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن چھین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ خریدی ہوئی باندی مشتری کے پاس بچہ جنی جو مشتری کا نہ تھا پھر اُس باندی کا گواہون سے کوئی حقدار نکلا تو استحقاق مین اسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی فلان شخص کی ہی تو بچہ اُسکے تابع نہوگا اور اگر حقدار کیواسطے اصل شی کا حکم دیا گیا اور زوائد کا حال نہ معلوم[1] ہوا تو زوائد قاضی کے حکم مین داخل نہوگی اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ مین ہو اور وہ غائب ہو تو بھی یہ زوائد قاضی کے زیر حکم نہ داخل ہونگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھکو خرید لے کہ مین غلام[2] ہون اور اُسنے خرید لیا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اسطرح غائب ہو کہ پہچانا[3] جا سکتا ہی تو اس غلام کے ذمہ کچھ نہوگا اور اگر بائع اسطرح غائب ہو کہ نہین پہچانا جا سکتا ہی مثلاً اُسکا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اپنا مال ثمن اُس شخص سے لیگا کہ جسنے اُس سے کہا کہ تو مجھکو خرید لے کہ مین غلام ہون پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اُسنے مشتری کو واپس دیا ہی اُس شخص سے لے کہ جسنے اُسکو بیچا تھا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک دار مین اپنے حق مجہول کا دعوی کیا یعنی کسی قدر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر سو درم پر صلح کی اور انکو مدعی نے لے لیا پھر دار کے ٹکڑے کا کوئی حقدار نکلا تو مدعا علیہ مدعی سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے پورے دار کا دعوی کیا تھا اور سو درم پر صلح ہوئی تو اب صلح کا ٹوٹ جانا ضروری ہی اور اگر مدعی نے اسپر گواہ قائم کئے تو اسکے گواہ مقبول نہونگے مگر اس صورت مین کہ یہ دعوی کرے کہ مدعا علیہ نے میرے حق کا اقرار کیا ہی تو دعوی صحیح اور گواہ قبول کیے جاوینگے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر اس شخص نے کسی مقدار معلوم کا دعوی کیا مثلاً چوتھائی وغیرہ تو جبتک مدعا علیہ کے پاس اسقدر رہی تب تک مدعی سے کچھ نہین واپس کر سکتا ہی اور اگر اس سے کم رہجاوے تو بحساب استحقاق کے واپس کریگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اُسنے دعوی کیا کہ وہ اصلی حرہ یا فلان شخص کی ملک یا آزاد کی ہوئی یا مدبر یا اُسکی ام ولد ہی اور فلان شخص نے اُسکی تصدیق کی یا مشتری سے قسم لی اور اُسنے انکار کیا تو بائع سے اپنا ثمن نہین لے سکتا ہی اور اگر فلان شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک ہی تو مقبول نہونگے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہی گواہ لایا تو مقبول ہونگے اور اگر مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہی اور وہ دعوی بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ فلان شخص کی ملک ہی اور بیع واقع ہونے سے پہلے اُسنے اُسکو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہی تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور ثمن بائع سے واپس لیگا یہ کافی مین لکھا ہی کوئی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے

---

[1] قولہ نہ معلوم یعنے قاضی کو حکم دینے کے وقت یہ ظاہر نہوا کہ یہان مبیع کے ساتھ کچھ زوائد بھی پیدا ہوئے ہین تو قاضی کے حکم مین فقط اصل چیز داخل ہی اور زوائد داخل نہین ہین ۱۲ [2] قولہ مین غلام ہون مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا یہ غلام خرید لے بکر نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے یا غلام ہے اُسنے اقرار کیا کہ مین غلام ہون مجھے خرید لے ۱۲ [3] یعنے ٹھکانا معلوم ہی ۱۲

نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعوی کیا کہ مین حرہ ہون پس تیسرے نے بائع اُسکے کہنے پر واپس کردیا اور اُسنے قبول کرلیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اُسنے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ باندی آزاد ہونیکا دعوی کرتی تھی تو پہلے کو نہ قبول کرنا جائز ہی اور اگر دعویٰ کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہی پس اگر بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرمانبرداری[1] سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعویٰ کے ہی اور اگر اس وقت فرمانبردار نہ تھی پھر دعوی کیا کہ وہ حرہ ہی تو پہلے بائع کو قبول نہ کرنا جائز نہین ہی کسینے ایک باندی خریدی اور وہ بیع کے وقت حاضر نہ تھی اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور اُسنے بندہ ہونیکا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسکو بیچا اور وہ اسوقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر اُسنے کہا کہ مین آزاد ہون تو قاضی اسکا قول قبول کریگا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا ثمن واپس کرلین پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے بندہ ہونیکا اقرار کیا ہی اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اسکے اقرار کے کوئی دلیل نہین ہی تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا ثمن لے لیگا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہین لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اُسنے ایک شخص کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کیا اور سپرد نہ کیا حتی کہ دوسرے کے ہاتھ اُسکا آدھا فروخت کرکے آدھا اُسکے سپرد کردیا پھر ایک شخص گواہون سے آدھے غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اُسکا استحقاق دونون بیع مین سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہین کیا تو استحقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونون نے قبضہ کرلیا ہو تو استحقاق دونون مین سے ہوگا۔ کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درم کو خریدے اور دونوں پر قبضہ کیا پھر ایک معلوم غلام کے آدھے کا کوئی حقدار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصۂ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اس غلام کے آدھے مین امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بائع نے آدھا اُسکے ہاتھ بیچا اور آدھا اُسکے پاس ودیعت رکھا یا آدھا بیچا پھر آدھا بعوض مردار یا خون کے فروخت کیا تو مشتری اُس حقدار کا مخاصم نہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیچا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت رکھا تو بکے ہوے کا آدھا بھی قضاءً دلایا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی۔ کوئی زمین خریدی اور اسمین عمارت بنائی اور اُسکا کوئی حقدار پیدا ہوا تو جو کچھ اُسنے اُسکی عمارت مین صرف کیا ہی اسکو بائع سے واپس لینے کی کوئی روایت نہین آئی ہی اور بعضون نے کہا کہ واپس نہ لیگا اور شمس الاسلام اوزجندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی خریدی پھر کھلا کہ وہ حرہ ہی اور بائع مرچکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اُسکا وارث و وصی ہی مگر اس مردہ بائع کا بائع موجود تھا تو انھون نے فرمایا کہ قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اُس سے ثمن واپس کرلے پھر وہ میت کی طرف سے اُسکے بائع سے ثمن واپس کریگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیگئی اور مشتری نے بائع سے اپنا ثمن لے لیا پھر کسی وجہ سے وہ مبیع مشتری کے پاس پہونچی تو

[1] قولہ فرمانبرداری یعنے لونڈی کی طرح مطیع بنی رہی ۱۲

اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اُسنے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک ہے
اور باقی مسئلہ یہی ہو تو اُسکو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے
ایک باندی خرید کر قبضہ مین لی اور ثمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُسکا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا
ثمن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ مجھکو معلوم ہی کہ یہ گواہ جھوٹے ہین اور باندی میری ہی تھی مشتری نے کہا
کہ ہان مین گواہی دیتا ہون کہ وہ باندی تیری تھی اور گواہ جھوٹے ہین تو اس سے مشتری کا ثمن واپس لینے کا
حق باطل نہوگا ہان اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آوے تو اس کو حکم دیا جاوے گا کہ بائع کے سپرد کرے
یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور اسپر قبضہ کیا پھر اس سے دار الحرب کے لوگون نے خرید لی پھر
اُن سے اس شخص نے خرید لی پھر گواہون سے اُسکا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اُسکے دیدینے کا حکم کیا تو مشتری اپنے پہلے
بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اُس سے درک کی ضمانت
کر لی اور اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق
مین لے لیگئی تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اپنے بائع سے واپس کرے جبتک قاضی اُسپر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل کا ہی
تا وقتیکہ قاضی اُسپر حکم نہ کرے پہلا مشتری اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا اگر کسی نے ان مین سے اس بات پر گواہ
قائم کیے کہ غلام بائع کا ہی بعد اسکے کہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دیدیا تھا تو اُسکے گواہ قبول نہونگے اور اگر غلام کا
کوئی بجاے باندی کے حقدار نکلا لیکن خود اُسنے اُسپر گواہ پیش کیے کہ مین اصلی آزاد ہون یا یہ کہ مین فلان شخص کا غلام
تھا پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہے اور اُن مین سے کسی امر کا قاضی
نے حکم دیدیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہی اور اسیطرح پہلے مشتری کو اختیار
ہی کہ کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کرے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر بکر نے
اُسکا دعوی کیا اُس سے بھی زید نے خرید لی پھر اُسکا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اُسکا بچہ جنی تھی تو
امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونون ثمن ہر دو بائع سے واپس لے اور دوسرے شخص سے خریدنے کے چھ مہینے سے
زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اس بچہ کی قیمت جو اُسنے مستحق کو ادا کی ہی واپس لے اگر اُسوقت
سے چھ مہینہ سے کم مدت مین جنی تو دونون بائع مین سے کسی سے نہین لے سکتا ہی اور یہی امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر
خریدی ہوئی زمین مین استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب
کی ضمان دیگا اور کھیتی کی ضمانت کی صورت یہ ہی کہ دیکھا جائے کہ اُسکی کیا قیمت ہی وہ بائع ادا کریگا یہ محیط مین لکھا ہی
ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مین
نے اسکو مستحق سے لیا ہی اور اُسکا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشتری بائع سے کچھ ثمن نہین واپس کر سکتا ہی
اور یہ صورت ایسی ہی کہ کسی شخص نے ایک دار خریدا پھر اُسکا دوسرے نے دعوی کیا پھر اُس سے بھی مشتری نے
خرید لیا پس بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو مدعی سے نصف کے

استحقاق کے بعد خریدا ہی تو گواہ قبول ہون گے اور وہ بائع سے آدھا ثمن واپس کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک صاف زمین خریدی اور اُس مین عمارت بنائی پھر وہ زمین استحقاق مین نکل گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اُسنے گرا کر تلف کر دی تو عمارت کی قیمت بائع پر نہ چاہیے یہ تلف کرنا اسنے خود اختیار کیا ہی اور اگر اُسنے تلف نہ کی ولیکن بارش نے اس مین فساد آیا یا کسی نے اُسکو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہی وہ بائع کو دینا پڑیگا اور بائع اگر چاہے تو اس ٹوٹی ہوئی کو اُس حال مین لے لیوے اور اُسکی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اُس مین جو نقصان آیا ہی اُسکے ہر طرح کا نقصان اُس قیمت سے کم کرے پس اگر اُسنے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہی کہ اگر چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آجائے اُس مین مشتری اور بائع دونون کو خیار ہوگا پس ان صورتون مین اگر کسی پر متفق ہون گے تو وہ اُن کے درمیان جاری کی جاویگی اور اگر اختلاف کیا تو وہ مشتری کے قبضہ مین چھوڑ دیگا جاویگی اور بائع ٹوٹی ہوئی اور بنی ہوئی کے درمیان کی زیادتی ادا کریگا اور اگر نقصان بدون کسی کے جرم کے آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہی کہ مشتری کو اُسکے رو کنے اور زیادتی لینے کا اختیار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک دار خریدا اور اُسمین عمارت بنا کر غائب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلی عمارت توڑ کر اُسمین عمارت بنائی پھر پہلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزون سے بنائی ہی تو پہلے مشتری کو اُسکی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور توڑن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُسکو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُسی کی چیزون سے بنائی ہی تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہی کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُسکو دفع نہین کر سکتا ہی پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت مین کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کاریگرون کی اُجرت کے دیدیوے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیے ہی اور ایسے ہی اگر بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذاً باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کریگا اور یہ آزاد کرنا نہ کرنے مین شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری ان کی قیمت ادا کرے گا اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لیگا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لیگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک[1] مطلق کے ساتھ اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیگئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے

[1] قولہ ملک مطلق یعنے مدعی نے صرف اپنی ملک کے گواہ قائم کیے اور سبب کی تفصیل نہین بیان کی ۱۲

ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کئے کہ یہ باندی میری ملک میں میری باندی سے پیدا ہوئی ہی اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہی اور تجھکو مجھسے ثمن واپس لینے کا حق نہین ہی تو اُسکے گواہ مقبول ہون گے بشرطیکہ اُسنے مستحق کے سامنے قائم کیئے ہون اور ہمارے بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیئے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہی ایک باندی دو شخصون میں مشترک تھی کہ دونون نے اُسکو کسی سے خریدا تھا اور ایک نے اُس کو ام ولد بنایا اور دوسرے کو اُسکی آدھی قیمت اور آدھا عقر ادا کر دیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُسکا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے ام ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونون بچون کی قیمت اور عقر اُسکو ادا کرے تو اُم ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُسنے دیا ہی لیگا پھر دونون اپنا اپنا ثمن بائع سے لینگے پھر اُم ولد بنانے والا بائع سے دونون بچون کی آدھی قیمت بقدر حصۂ خرید کے لیگا اور باقی آدھی قیمت نہ لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے ایک ساکھو کا لٹھا جو راستہ مین پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان بائع نے تخلیہ کر دیا اور مشتری نے اُسکو اپنی جگہ سے نہین ہلایا تو اُسپر قابض شمار ہوگا پس اگر اُسکو کسی نے جلا دیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر بجلاوہ اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے جلا دینے والے سے ضمان لے یا بائع سے بشرطیکہ اسی نے اُسکو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اُسکو کوئی راہ نہین ہی بشرطیکہ مشتری نے اُس کو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کر کے کسی کے پاس سے بخارا مین لے لیا اور اس شخص نے سجل قاضی بخارا کا لے لیا اور اُسکا بائع سمرقند مین تھا پس قاضی سمرقند کے پاس آکر قاضی بخارا کا سجل دکھلا کر بائع سے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا ولیکن استحقاق اور قاضی کے سجل ہونے سے انکار کیا پھر اُس شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ سجل قاضی بخارا کا سجل ہی تو قاضی سمرقند کو اس پر عمل کرنا جائز نہین ہی اور نہ اُس شخص کے لیے ثمن واپس کر لینے کا حکم دینا جائز ہی تا وقتیکہ گواہ یہ گواہی نہ دین کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اُسنے اس بائع سے خریدا تھا اُسکو مستحق کو دیدے اور اس کے پاس سے دلوا دیا[1]۔ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک مین پیدا ہوا ہی اور اسپر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہون گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہی اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گدھے کا ہونا شرط نہین ہی اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعویٰ کرنے مین اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہین ہی اور مستحق علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب مین شرط نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی

سولھوان باب ثمن مین زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان مین۔ جو زیادتی کہ بیع

[1] قولہ دلوا دیا یعنے اس حکم کی تعمیل بھی کرا دی ۱۲

سے پیدا ہوتی ہی جیسے بچہ اور عقر اور ارش اور پھل اور دودھ اور صوف وغیرہ وہ بھی مبیع ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پس اگر یہ زیادتیان قبضہ سے پہلے پیدا ہون تو اُن کے لیے ثمن مین سے حصّہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہون تو تبعًا مبیع ہون گی اور ثمن مین سے اُنکا کچھ حصّہ نہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو مبیع سے پیدا ہوئی ہی بائع نے تلف کردی تو ثمن مین سے اُسکا حصّہ ساقط ہوجاوے گا اور ثمن کو مبیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُسکے بچہ کے تلف کردینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے گا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مشتری کو خیار نہوگا اور صاحبین رح نے کہا کہ اُسکو خیار ہوگا اور اگر اس زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ مبیع کے ساتھ ملاکر مبیع قرار دیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ ثمن اور مبیع مین دونون کی موجودگی مین زیادتی کرنا جائز ہی خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملادیجاوے گی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد نادم ہوا تو انکار کے وقت اُسپر جبر کیا جاویگا اور عیب وغیرہ سے واپسی مین یہ زیادتی معتبر ہوگی گویا اُسنے مع اُس زیادتی کے فروخت کیا ہی اور اگر ثمن مین زیادہ کیا تو دوسرے کا اُسی مجلس مین قبول کرنا ضرور ہی حتی کہ اگر قبول نہ کیا اور جُدا ہوگئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور زیادتی اُسی صورت مین صحیح ہی کہ جب مبیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اُسکو اُجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُسکی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اُسکا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی ولیکن اگر اُسنے مرتہن یا مستاجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کردیا تو صحیح نہین ہی اور اگر آزاد کردیا یا مکاتب یا مدبر کیا یا اُم ولد بنایا یا وہ مرگیا یا قتل کیا یا ہبہ کیا یا بیع کیا یا پیسا یا بھنا یا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان ہوا تو زیادتی صحیح نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر آٹا تھا کہ اُسکی روٹی پکائی یا گوشت کا قلیہ یا کباب بنائے پھر ثمن مین زیادتی کی تو صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر شراب کے سرکہ ہوجانے کے بعد زیادہ کیا تو بلاخلاف زیادتی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک غلام ایک ہزار کو خریدا پھر دوسرے کے ہاتھ سو دینار کو بیچا پھر دوسرے نے پچاس دینار اور زیادہ کیے اور بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو ثمن اور زیادتی واپس کرے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینار کا ہوتا تھا بڑھایا پھر وہ مشتری اول کے قبضہ سے پہلے تلف ہوگیا تو تہائی غلام کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر اُسنے دو تہائی غلام بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو پورا غلام واپس کرسکتا ہی اور اگر اُن دونون نے ایک تہائی مین اقالہ کرلیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہین واپس کرسکتا یہ کافی مین لکھا ہی۔ پھر جس صورت مین مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہی وہان اجنبی کی طرف سے بھی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری پر دینی واجب ہی اور اجنبی پر واجب نہوگی اور اگر اُسکے بلا حکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر مشتری

نے اجازت دی تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو باطل ہوجاوے گی اور اگر زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ضامن ہوا یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اُسکو لازم آوے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اُس سے واپس لیگا ورنہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ زیادتی متولدہ زیادتی مشروطہ مین مبیع کی مزاحم[1] نہین ہوتی ہے جبتک مبیع قائم رہے یہانتک کہ زیادتی مشروطہ مبیع پر زیادتی ہوتی ہے نہ ولد پر اور ثمن پہلے مبیع اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جو ثمن مبیع کے برتہ مین پڑے وہ اُسپر اور بچہ پر تقسیم ہوگا اور اصل مبیع کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروطہ کی قیمت زیادتی کے دن کی اور بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایک ہزار درم کو کہ جس کی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر بائع نے مشتری کے لیئے ایک غلام بڑھا دیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر مشتری نے اُن سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درم ادا کردیے پھر بچہ مین کوئی عیب پایا تو اُس کو تہائی ہزار مین واپس کرے اور اگر اُس باندی مین کوئی عیب پایا تو اُسکو ایک چھٹے حصہ ہزار مین پھیر دے گا اور اگر زیادتی مین کچھ عیب پایا تو آدھے ہزار مین واپس دیگا اور اسی طرح اگر باندی نہین جنی لیکن عقد کے وقت اُسکی آنکھ مین سفیدی تھی پھر وہ جاتی رہی پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اُسکی آنکھ پھوڑدی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بسبب جرم کے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ صورت اور پہلی صورت برابر ہے پس جب مشتری اُنپر قبضہ کریگا تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑیگا وہ اُسکی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور دیے ہوئے[2] غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پس اگر اُن مین سے کسی مین عیب پاویگا تو اُسکے حصہ کے عوض واپس کریگا اور اگر باندی کی دونون آنکھین بیع کے وقت صحیح ہون اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اُسکی آنکھ مین صدمہ پہونچایا پھر اُس مین سپیدی آگئی پس اُس غلام کو اُسکے مالک نے بائع کو دیدیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درم کا ہوتا تھا پھر ان سب پر مشتری نے قبضہ کرلیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑیگا اُسپر اور اُس غلام پر جو واپس کیا گیا ہے برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مرجاوے پھر بائع نے مشتری کو مبیع مین ایک گھوڑا بڑھا دیا کہ جو ایک ہزار درم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی

---

[1] تو لامزاحم یعنی مثلاً زید نے گھوڑی خریدی اور بائع نے ایک گدھی زیادہ کردی پھر گھوڑی سے بچہ پیدا ہوا تو گدھی کچھ بچہ پر زیادتی نہوگی بلکہ فقط گھوڑی کے ساتھ ہوگی چنانچہ تفصیل سے ظاہر ہے ۱۲ [2] یعنی جو غلام کہ آنکھ پھوڑنے کے جرم مین بائع نے دے دیا ۱۲ م

قیمت پر جو عقد کے دن تھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ بسبب اُسکے قبضہ سے پہلے مرجانے کے ساقط کیا جاویگا اور حصہ ولد و غلام واپس کیئے ہوئے کا اسپر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی کے دن تھی اور ولد اور واپس کیئے ہوئے غلام کی وہ قیمت لیجاوے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو اُن مین سے اپنے قبضہ مین نہ لیا یہان تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بعوض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیئے ہوئے غلام کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ خیار سوائے اُس خیار کے ہے جو اُسکو بسبب باندی کے قبضہ سے پہلے مرجانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہوا غلام قبضہ سے پہلے مرگیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر دو باندیان ایک ہزار کو خریدین اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرگئی پھر بائع نے ایک غلام بڑھا دیا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر اُسپر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن دونون باندیون پر آدھا آدھا تقسیم کیا جاویگا پھر جو باندی کے حصہ مین پڑا وہ اُسپر اور اُسکے بیٹے پر تین ٹکڑے کر کے تقسیم ہوگا بسبب اسکے کہ بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی اعتبار کیجاوے گی اور اُسکی ماں کی قیمت بیع کے دن کی اور اُسکا حصہ بسبب مرجانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قسمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دو پانچوان حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچوان حصہ ملایا جاویگا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہے اُسپر اور دو پانچوین زیادتی پر چھ حصہ کر کے باعتبار دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو پانچوین زیادتی کی قیمت چار سو ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو پھر چار سو کو ایک سہم گردانا جائے گا پس دو پانچوین زیادتی کا ایک سہم ہوا اور بچہ کے پانچ سہم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اُسپر اور غلام کے تین پانچوین پر آٹھ حصہ کر کے بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہے اور تین پانچوین زیادتی کی قیمت چھ سو ہین پس ہر دو سو کا ایک سہم گردانا گیا پس باندی کے پانچ سہم ہوے اور تین پانچوین زیادتی کے تین سہم ہوے اور یہ سب آٹھ سہم ہوے پس ظاہر ہوا کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مرگیا تو اُسکے مقابل کچھ نہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن مین ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اُس کی تابع ہے اور بسبب اسکے کہ قبضہ سے پہلے مبیع متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اُس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو بسبب اُس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس[1] اسکا ثمن اس پر اور تہائی غلام پر تقسیم ہوتا کیونکہ وہ غلام بچہ اور زندہ باندی کے درمیان تین حصہ کیا گیا کہ دو ثلث اُسکے تابع اور ایک ثلث بچہ کے بقدر اُن کی قیمت کے چار ٹکڑے کر کے ایک چوتھائی ثلث زیادتی مین اور تین چوتھائی بچہ کے ثمن مین ملایا جاتا اگر زندہ کا ثمن اُسپر اور غلام کی دو تہائی پر پانچ ٹکڑے کیا جاتا تو تین پانچوان زندہ کے

[1] ہو معنی قولہ وثلث الثمن للولد وہکذا فی النسخ الموجودۃ ولعل الصحیح ثلثا الثمن یعنے دو تہائی ثمن ۱۲ م

ثمن مین اور دو پانچوان دو تہائی زیادتی مین ملایا جاتا یہ کافی مین لکھا ہی۔ کسی نے دو غلام ایک ہزار مین خریدے کہ ایک کی قیمت ایک ہزار ہی اور دوسرے کی پانچ سو پھر پہلے کی قیمت ایک ہزار ہوگئی پھر مشتری نے کچھ زیادتی کی تو زیادتی اُن دونون پر عقد کے روز کی قیمت کے حساب سے تین حصّہ کیجاویگی اور اگر دونون مین سے ایک غلام زیادتی کے دن ہلاک ہو جاوے تو بقدر موجود کے زیادتی صحیح ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ منتقی مین ہی کہ کسی نے دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے اور دونون نے باہم قبضہ کیا یا نہ کیا پھر مشتری نے ایک سو درم ایک معین غلام کے ثمن مین بڑھا دیے یا کہا کہ دونون مین سے ایک کے ثمن مین زیادہ کرتا ہون اور معین نہ کیا تو زیادتی جائز نہین ہی اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ معلوم ہو اور کسی معین مین بڑھاوے تو جائز ہی اور اس صورت مین غیر معین کے ثمن مین بڑھانا بھی جائز ہی اور کسی ثمن کی طرف اس زیادتی کی نسبت کرنے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اسی کتاب مین دوسرے مقام پر مذکور ہی کہ اگر دو غلام ایک صفقہ مین ایک ہزار درم کو خریدے پھر مشتری نے ایک معین غلام کے ثمن مین زیادہ کیا تو قیاس چاہتا ہی کہ جائز ہو اور ثمن دونون غلامون پر تقسیم کیا جاوے پھر زیادتی اُس غلام معین کے حصہ مین ملائی جاوے اور اسی طرح اگر ایک غیر معین کے ثمن مین ایک باندی بڑھا دی تو جائز ہی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ جسکے ثمن کی طرف چاہے ملا دے اور ایسے ہی اگر کوئی اسباب بڑھایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھا دی پھر پہلی باندی استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری باقی باندی کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی بعض ثمن کا کم کر دینا صحیح ہی اور یہ اصل عقد کے ساتھ ہمارے نزدیک ملایا جاتا ہے خواہ کم کرنے کے وقت مبیع مقابلہ کا محل[1] باقی رہی ہو یا نہ رہی ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر قبضہ سے پہلے بعض ثمن مشتری کو ہبہ کیا یا اسکو بری کیا تو یہ کم کر دینے مین شمار ہی پس اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہو پھر کہے کہ مین نے تجھکو بعض ثمن ہبہ کیا یا بعض ثمن تیرے ذمہ سے کم کر دیا تو صحیح ہے اور بائع پر واجب ہی کہ اُسکے مثل مشتری کو واپس کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو بعض ثمن سے بری کیا تو یہ صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ پورا ثمن گھٹا دیا یا ہبہ کیا یا اس سے بری کیا پس اگر یہ قبضہ سے پہلے ہو تو سب صحیح ہی ولیکن اصل عقد کے ساتھ لاحق نہوگا اور اگر ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو کم کر دینا اور ہبہ کر دینا صحیح ہی اور بری کر دینا صحیح نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اقالہ کے بعد ثمن سے بری کرنا جائز ہی اور بعد اقالہ کے مبیع مشتری کے پاس امانت ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی غلام بیع فاسد کے طور پر بیچا پھر بائع نے اسکو قیمت سے بری کیا بعد اس کے کہ دونون قبضہ کر چکے تھے پھر غلام مر گیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن[2] ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو غلام سے بری کیا تو وہ

[1] قولہ محل یعنی کم کرنے کی صورت مین مبیع کا باقی ہونا شرط نہین کیونکہ [illegible] ہی تو وجود موضوع ضرور نہین بخلاف زیادتی کے کہ وہ ایجاب ہو تو محل کا وجود ہونا ضرور ہی ۱۲ [2] قولہ ضامن ہی کیونکہ برات بعد قبضہ کے باطل ہی تو مبیع اپنی قیمت کے عوض اسکی ضمانت مین رہیگی ۱۲

بری ہو جاوے گا یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔

سترھوان باب۔ باپ ور وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اُسکے لیئے خریدنے کے بیان مین۔ باپ کو اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اس سے خریدنا استحساناً جائز ہی اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہون گے اور باپ اُسکے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا بالغ ہوگیا تو اپنے باپ سے ثمن کے مطالبہ کا مالک ہوتا ہی اور اگر باپ نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا بالغ ہوا تو خود مطالبہ نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مشایخ کا اختلاف ہی کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب و قبول شرط ہی یا نہین اور صحیح یہ ہی کہ شرط نہین ہی یہان تک کہ اگر باپ نے کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے فلان کے ہاتھ فروخت کی یا خریدی تو بیع تمام ہو جاوے گی اور یہ شرط ہی کہ کہے کہ مین نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باپ کی طرف سے یہ بیع بعوض مثل قیمت کے اور بعوض اسقدر قیمت کے کہ لوگ اپنے اندازہ مین اُس مین ٹوٹا اُٹھاتے ہین جائز ہی اور جب باپ نہ موجود ہو تو باپ کا باپ یعنی دادا بجائے اُسکے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے اپنے لڑکے کی زمین یا عقار مثل قیمت پر فروخت کیا پس اگر اُس شخص کا حال لوگون مین اچھا مشہور ہو یا مستور ہو تو جائز ہی اور اگر مفسد مشہور ہو تو جائز نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر اُس کا مال منقولہ بیچا اور وہ مفسد ہے تو ایک روایت مین ناجائز ہی مگر اُس صورت مین جائز ہوگا کہ اُس مین نابالغ کی بہتری ہو اور یہی اصح ہے اور بالغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ مجنون ہو اور اسکا جنون طویل ہو تو باپ کا بیچنا جائز ہی اور اگر طویل نہو تو جائز نہین ہی اور جنون طویل اُسکو کہتے ہین کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر باپ یا وصی نے نابالغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اُس بیع کا توڑ دینا نابالغ کے حق مین بہتر ہو تو اُسکو توڑ سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر باپ نے نابالغ کے ہاتھ کوئی چیز اسکے مثل ثمن پر بیچی اور قاضی نے اجازت دیدی تو بیع نافذ ہو جاوے گی اور اسیطرح اگر بائع نے کوئی وصی گردانا پھر اُسنے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہون کہ اُسنے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور جب دونون بالغ ہو جاوینگے تو صحیح مذہب کے موافق عہدہ[1] انھین دونون پر ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض نہو جاوے گا حتی کہ اگر اس سے پہلے تلف ہو جاوے کہ باپ اُسپر حقیقۃً قابض ہو سکتا ہے تو باپ کا مال تلف ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور جو ثمن کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہے وہ اُس سے بری نہوگا جبتک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک وکیل نہ قائم کرے کہ وہ باپ سے اپنے قبضہ مین لے کر پھر اُسکو واپس کردے تاکہ بیٹے کی طرف سے اُسکے پاس ودیعت رہے اور اگر باپ نے کوئی گھر اپنے

[1] قولہ عہدہ یعنے بیع کے حقوق مین ثمن بائع کو اور بیع مشتری کو پہونچنے اور ان کو مسلم بننے کے ذمہ داریہی ہونگے ۱۲

بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باپ اُس مین رہا کرتا ہی تو بیٹا قابض نہوگا جبتک کہ باپ اُسکو خالی کرے اور یہ شرط ہے کہ قاضی کے امین کو سپرد کر دے کذا فی محیط السرخسی۔ پھر اگر باپ وہان سے چلے جانے کے بعد اگر اُس مکان مین رہا یا اُس مین اپنا اسباب رکھا یا اپنے عیال بچون کو اُس مین بسایا حالانکہ وہ مالدار آدمی ہے تو بمنزلۂ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے کوئی کپڑا یا خادم خرید اور اپنے مال سے اُسکا ثمن ادا کیا تو اپنے لڑکے سے نہین لے سکتا ہی مگر اس صورت مین کہ اس بات پر گواہ کرے کہ مین نے اسکو اپنے لڑکے کے واسطے خریدا ہی اور اگر اُسنے ثمن ادا نہ کیا یہان تک کہ مرگیا تو ثمن اُسکے ترکہ سے دلایا جاویگا پھر باقی وارث اس ثمن کو اس لڑکے سے نہین لے سکتے ہین بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہون کہ مین نے اسکو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہی اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی پھر ثمن کا ضامن ہوگیا پھر ثمن کو ادا کر دیا تو قیاس چاہتا ہی کہ لڑکے سے لے لیوے اور استحساناً نہین لے سکتا ہی اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ مین اسکو ادا کرتا ہون تاکہ اپنے لڑکے سے لے لون تو اس سے لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اُسکا ثمن لے سکتا ہی اگرچہ گواہ نہ کیے ہون کیونکہ یہ اُسپر واجب تھا بخلاف گھر یا عقار خریدنے کے کہ وہ واجب نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے سپرد کر دیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے مبیع کو واپس کر کے روک سکتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کسی عورت نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اس سے ثمن واپس نہ لیگی تو استحساناً جائز ہی اور وہ عورت اپنی ذات کیواسطے مشتری ہوگی پھر وہ زمین اُسکی طرف سے اُسکے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے ہبہ ہو جاوے گی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ وہ زمین اس لڑکے کو نہ دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک گھر ایک مرد اور اُسکی عورت مین مشترک تھا اور ان دونون سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ مین نے یہ گھر تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ مین نے اُسکو بیچا تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون سے یہ گھر اپنے بیٹے کے واسطے اُسکے مال سے خریدا اور دونون نے کہا کہ ہمنے بیچا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور ہشام رحمہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اُسکو کام مین لاوے یا اُسپر قبضہ کرے یا اُسکو کسی کام کا حکم دے مرگیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے بیچا پھر باپ نے اُسکو آزاد کر دیا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا بالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ باپ پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہی بشرطیکہ وہ لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو تعبیر نہ کر سکتا ہو مگر اس صورت مین جائز ہوگا کہ اس عقد کو وکیل سے اُس کا باپ قبول

کرے اور صحیح یہ ہی کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہون گے اور اس بات مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ باپ کا تصرف اپنے واسطے ہوگا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح یہ ہی کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہوگا اور عقد بیع کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہون گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہین وہ وکیل پر ہون گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹون مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز نہین ہے اور اگر دو شخصون کو وکیل کیا اور انھون نے باہم بیع کی تو جائز ہی۔ باپ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اُس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی نوادر ابن سماعہ مین ہی کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا پھر اپنے مرض مین کہا کہ مین نے فلان شخص سے ثمن وصول پایا پھر اسی مرض مین مرگیا تو اُسکا اقرار جائز نہین ہی اور اگر اُس نے مرض مین کہا کہ فلان شخص سے دو سو وصول پائے اور وہ ضائع ہو گئے تو تصدیق کیا جاویگا اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے قبضہ کر کے اُنکو تلف کر دیا تو سچا نہ جانا جائیگا اور مشتری اُن درمون سے بری نہوگا اور مشتری کو یہ بھی اختیار نہوگا کہ جب لڑکے کے واسطے اُس سے ثمن لیا جاوے تو وہ باپ یا اُسکے ثمن سے وصول[1] کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے صغیر کا کوئی ذو رحم لڑکے کے مال سے خرید کیا تو یہ بیع باپ پر نافذ ہوگی نہ لڑکے پر یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر بیوقوف لڑکے کے واسطے کوئی باندی خریدی کہ وہ نکاح کے ساتھ اُسکو اپنے تصرف مین لایا تو قیاساً وہ باندی باپ پر لازم ہوگی اور استحسان مین یہ بیع بیوقوف لڑکے پر جائز ہوگی اور اول اصح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر اپنے بالغ بیوقوف لڑکے کے واسطے اُسکے مال سے ایسا شخص خریدا جو اُسکی طرف سے آزاد ہو جاوے گا تو یہ بیع اُسپر نافذ نہوگی بلکہ باپ پر نافذ ہوگی پھر اگر یہ خریدا ہوا شخص باپ کا قریب ہو تو اس کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور اگر اجنبی ہو جیسے نابالغ یا بیوقوف کی مان یا بھائی یا بہن تو اُسکی طرف سے آزاد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر باپ نے بیٹے کی ملک فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ مین فروخت ہونے کے وقت بالغ تھا میری بلا اجازت فروخت کی ہی اور باپ نے کہا کہ تو نابالغ تھا تو بیٹے (یعنی باپ کی) کا قول معتبر ہوگا اگر ایک عورت مرگئی اور اُسنے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی پھر نابالغ کے باپ نے ترکہ مین سے کوئی چیز تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کی تو نابالغ کے حصہ مین صحیح ہوگی بشرطیکہ یہ بیع اسکی مثل قیمت پر ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ اُس مین یتیم کی بہتری ہو اور عقار کے سوا چیزون مین شمس الائمہ نے بہتری کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنا مال جو پندرہ درم کا ہو دس درم مین دیوے اور یتیم کا مال جو دس درم کا ہوتا ہی اپنے واسطے پندرہ درم مین لے اور عقار مین بہتری بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ اپنے واسطے دوگنی قیمت مین خریدے اور یتیم کے ہاتھ آدھی قیمت مین بیچے یہ فتاوی قاضیخان مین

[1] قولہ وصول کرے یعنی متوفی باپ کے اس اقرار پر کہ مین نے قبضہ کر کے تلف کر ڈالے ہین مشتری کو اختیار نہین ہی کہ اسکے مال ترکہ سے وصول کرے ۱۲ م

لکھا ہی پھر جب وصی کی بیع اپنے واسطے جائز ہوئی جیسا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے تو کیا وصی صرف مین تے خریدا یا مین نے بیچا کہیگا جیسا کہ باپ کہتا ہی یا دونون جزو[1] کہنا چاہیئے اور اسکو امام محمدؒ نے کسی کتاب مین ذکر نہین کیا ہی اور ناطقی نے اپنے واقعات مین لکھا ہی کہ اسکو دونون جزو کہنا چاہیئے بخلاف باپ کے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ اسکی مثل قیمت پر فروخت کیا تو جائز ہی اور بعضون نے کہا کہ اسکا تصرف صرف ان تین شرطون مین سے ایک شرط پائی جانے کے ساتھ جائز ہی یا تو دوگنی قیمت پر فروخت کرے یا نابالغ کو اسکے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرضہ ہو جو بدون اسکے فروخت کرنے کے ادا نہو سکے اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر وصی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ یتیم کے مال مین سے کوئی چیز خریدے اور اُسنے اپنے مؤکل کے واسطے خریدی تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر ایسے لڑکے نے کہ جسکو خرید فروخت کی اجازت دی گئی ہی اپنا مال وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو اسکا فروخت کرنا خود وصی کے فروخت کرنیکے مانند ہی اور اگر ایسے لڑکے نے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی اجنبی کے ہاتھ کھلے[2] ہوئے خسارہ کے ساتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے مین اسکی بہتری ہی فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اسکا ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشایخ نے فرمایا ہی کہ بیع جائز ہی اور اگر اُسنے ثمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہی تو یتیم کو اسکی ضمان دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہین ہی اور اسی طرح اگر اُس نے دونون کو تجارت کی اجازت دی تا کہ دونون خرید فروخت کرین تو بھی جائز نہین اور اسی طرح اگر دونون کے غلامون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی تو بھی جائز نہین ہی اور اگر باپ ولی ہو تو دونون بیٹون یا اُنکے دونون غلامون کے اجازت دینے سے ایسی بیع درست ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - قاضی نے اگر اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اُسکا مال خود خریدا تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اگر قاضی نے یتیم کے مال مین سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہی اگرچہ اسی قاضی نے اُسکو وصی بنایا ہو یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی - ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی - وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان جسکی قیمت پچاس دینار تھی بیس مین خریدا پھر جب قرض پورا لے لیا تو بیع کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی - وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے اُدھار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھکر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے اُدھار پر نہین فروخت ہوتا ہی تو بیع جائز نہو گی اور اگر ایسا نہو لیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد پر مکر جاوے گا یا اُس سے ثمن وصول نہوگا تو بھی جائز نہین ہی اور اگر ان دونون باتون کا خوف نہو تو بیع جائز ہوگی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے

[1] قولہ دونون جز یعنے مین نے خریدا اور بیچا ۱۲ م [2] یعنی اتنی کمی کہ کوئی انداز کرنے والا اندازہ نہ کرے ۱۲

سے مالدار ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ بیٹے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہوں تو اُسکا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا عقار یا اسباب جائز ہے خواہ ورثہ حاضر ہوں یا غائب ہوں خواہ میت پر قرض ہو یا نہو ولیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے داموں پر کہ جتنا ٹوٹا لوگ اندازہ میں اُٹھاتے ہیں فروخت کر سکتا ہے اور شمس الائمہ نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ یہ فتوی سلف کا ہے اور متاخرین کے نزدیک عقار کی بیع ان تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اُسکی دو چند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اُس کے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدون اسکے بیچے کے ادا نہو سکے پس اگر سب وارث بالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہو تو وصی کو ترکہ میں بالکل تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے ولیکن میت کے قرضے وصول کر کے وارثوں کو دیدے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو گھیرے تو اُس پر اجماع ہے کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کریگا اور اگر ایسا نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض[1] نہو لیکن میت نے چند وصیتیں کی ہوں پس اگر وہ وصیت تہائی یا اُس سے کم میں ہو تو وصی اسکو جاری کردے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثوں کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو ترکہ میں سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اسپر اجماع ہے کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد میں ویسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو نہ ادا کردیں اور اگر اُنھوں نے ایسا کیا تو وصی کو ترکہ بیچنے کا اختیار بالکل نہ رہے گا اور اگر وارث غائب ہوں جسکی میعاد امام محمدؒ سے تین دن روایت کی گئی ہے پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہے اور عقار نہیں بیچ سکتا ہے اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اُس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ اُسکی بیع کا مالک نہوگا اور اگر ترکہ پر قبضہ ہو تو اسباب میں حکم یہ کہ اسکو بقدر دین کے اور اُس سے زائد بالکل فروخت کر سکتا ہے اور عقار کے باب میں وہی اختلاف ہے جو ہمنے ذکر کیا اور اگر وارثوں میں بعض نابالغ اور بعضے بالغ ہوں پس اگر بالغ غائب ہوں اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہو تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہے اور عقار میں سے نابالغوں کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور بالغوں کے حصہ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور ایسی صورت میں اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو عقار اور منقول دونوں کو بیچ سکتا ہے اور اگر گھیرے ہوئے نہو تو بالاجماع عقار اور مال منقولہ میں سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہے اور اس سے زیادہ کی بیع میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر بالغ وارث حاضر ہوں پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہو تو بالاجماع نابالغوں کا حصہ عقار و منقول سے

[1] قولہ قرض نہو یعنے میت قرضدار نہیں مرا کیونکہ اگر قرضدار ہو تو ترکہ سے قرضہ ادا کرنا بالاجماع مقدم ہے ۱۲ اسکے امام کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہیں ۱۲

فروخت کرسکتا ہی اور بالغون کے حصہ کی بیع مین وہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو وہ کل کو بیچ سکتا ہی اور اگر گھیرے ہوئے نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ مین اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے وصی کا اور دادا یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا اور قاضی کے وصی کا اور اُسکے وصی کے وصی کا بھی حکم ہی پس قاضی کا وصی بھی بمنزلہ باپ کے وصی کے ہی مگر صرف ایک صورت مین فرق ہی اور وہ یہ ہی کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اُسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لئے ایک ہزار درم کو فروخت کیا کہ قیمت اُسکی بھی ہزار درم ہی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اندر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی تو وصی کو بیع کا نافذ کرنا جائز نہین ہی اور یہی قول امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی ہی یہ محیط مین لکھا ہی - کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اُسکے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اُسکی طرف سے وصیہ ہی اور اُسکے شوہر کے چھوٹی چھوٹی نابالغ اولاد ہین پھر ایک مدت کے بعد اُس عورت نے کہا کہ مین وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ مشتری کے حق مین اُس عورت کی تصدیق نہ کیجاویگی اور نابالغون کے بالغ ہونے تک اُس بیع مین توقف ہوگا پس اگر اُنھون نے بالغ ہونیکے بعد اُس عورت کی تصدیق کی کہ یہ وصیہ تھی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہو جاویگی پس اگر مشتری نے اُس سے خریدی ہوئی زمین مین کھاد دیکر اسکو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کر سکیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عورت نے بیع کرنے کے بعد یہ دعوی کیا ہو کہ مین وصیہ نہ تھی اور اگر کسی لڑکے نے یہ دعوی کیا کہ اُس عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو لڑکے کا دعوی قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اُس لڑکے کو تجارت یا خصومت مین ایسے شخص کی طرف سے جو والی خصومت ہی جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اُس عورت سے اُس چیز کی جو اُس نے فروخت کی تھی قیمت کی ضمان لے گا بنا بر اس روایت کے کہ بائع عقار کو بیع کر دینے اور سپرد کر دینے سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - لڑکے یا بیوقوف کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہے اور قاضی نے اس لڑکے یا بیوقوف کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اُس کی اجازت جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے مؤخر ہے کذا فی القنیہ -

اٹھارھوان باب بیع سلم کے بیان مین اور اس مین چھ فصلین ہین فصل اول اُسکی تفسیر اور رکن

اور شرائط اور حکم کے بیان مین بیع سلم ایک ایسا عقد ہی کہ اُس سے ثمن مین بالفعل ملک ثابت ہوتی ہے اور مثمن مین کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہے اور رکن بیع سلم کا یہ ہی کہ دوسرے سے کہے کہ مین نے تجھکو دس درم ایک کر گیہون کے عوض سلم مین دیے یا سلف مین دیے اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا اور حسنؒ کی روایت کے موافق

بیع سلم لفظ بیع کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے بیع سلم کی شرطین دو طرح کی ہین ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہی اور دوسری بدل کی طرف رجوع کرتی ہی جو شرط کہ نفس عقد کیطرف رجوع کرتی ہی وہ ایک ہی اور وہ یہ ہے کہ دونون عقد کرنے والون کو یا ایک کو اس عقد مین شرط خیار نہو بخلاف مستحق کے خیار کے کہ اس سے بیع سلم باطل نہین ہوتی ہے حتی کہ راس المال کا اگر کوئی شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونون عقد کرنے والے قبضہ کرکے جدا ہو چکے ہون پھر مستحق اجازت دے تو بیع سلم صحیح ہی اور اگر خیار شرط والے نے بدنی جدائی سے پہلے اپنا خیار باطل کر دیا اور راس المال مسلم الیہ کے پاس قائم ہی تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جاوے گا اور اگر راس المال تلف ہو گیا یا اسنے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع جائز نہو جاوے گا یہ بدائع مین لکھا ہی اور جو شرطین کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہین وہ سولہ ہین اُن مین سے چھ راس المال مین اور دس مسلم فیہ مین ہین پس راس المال کی شرطون مین ایک یہ ہو کہ راس المال کی جنس بیان کرے کہ وہ درم ہین یا دینار ہین یا ناپ کی چیزون مین سے مثل گیہون یا جو کے ہی اور دوسری یہ کہ اسکی نوع بیان کرے کہ یہ درم عطریفی ہین یا عدالی یا دینار محمودی ہین یا ہروی ہین اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ اس شہر مین نقود مختلف رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جنس کا ذکر کرنا کافی ہی اور تیسری صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ جید ہی یا ردی ہے یا درمیانی ہی کذا فی النہایہ اور چوتھی راس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزون مین کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہی جیسے کیلی اور وزنی اور عددی چیزین اگرچہ اسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اسکی مقدار کا پہچاننا شرط نہین ہے پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دراہم ایک کر گیہون کے عوض تجھکو سلم مین دیے اور درہمون کا وزن نہ معلوم ہوا یا اسنے کہا کہ مین نے یہ گیہون تجھکو اتنے من زعفران کے عوض سلم مین دیے اور گیہون کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہی کذا فی الکافی۔ اور اگر راس المال ایسی چیزون مین سے ہو کہ جنکی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہین ہوتا ہی اُن مین مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہین ہی اور بالاجماع اشارہ پر اکتفا کیا جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر دو مختلف چیزون مین بیع سلم ٹھہرائی اور راس المال کیلی یا وزنی چیزون مین سے ہی تو امام اعظم رح کے قول کے موافق جبتک دونون مین سے ہر ایک کا حصہ راس المال مین سے نہ بیان کرے سلم جائز نہوگی اور اگر راس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہوگی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ان سب مین جائز ہی کذا فی الحاوی۔ اور اگر دو جنسین سلم مین دین اور ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونون کی سلم صحیح نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور پانچوین شرط درم اور دینارون کا منتقد ہونا چاہیے

۵۱ واضح ہو کہ اگر دس درم زید نے ایک کر گیہون کے عوض عمرو کو دیے تو زید رب السلم ہے اور عمرو مسلم الیہ ہے اور گیہون مسلم فیہ ہین اور دس درم راس المال ہین اور اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ ۵۲ مثلاً چہرہ دار یا چھوٹی گولی یا جیسری [illegible] یا انگریزی ہے ۱۲ منہ ۵۳ مثلاً درم اور دینار ۱۲

اور یہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اور
چھٹی یہ کہ راس المال مجلس سلم میں قبضہ میں آنا چاہیے خواہ وہ راس المال دین ہو یا عین اور یہ تمامہ علما کے نزدیک
استحساناً شرط ہے خواہ اول مجلس میں قبضہ کیا یا آخر میں کیونکہ مجلس کی سب ساعتوں کا حکم ایک ہے اور ایسے ہی اگر ابھی
قبضہ نہ کیا یہانتک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی جدائی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور
نوادر میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہوا
پھر راس المال پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دونوں یا ایک سو گیا پس اگر
وہ دونوں بیٹھے تھے تو یہ جدائی میں شمار نہیں ہے کیونکہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے اور اگر دونوں لیٹے تھے تو
یہ جدائی میں شمار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ کسی نے دس درم دس قفیز گیہوں کے
عوض سلم میں دیے اور وہ درم اُسکے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تا کہ درم لاوے پس اگر ایسی جگہ
گیا ہے کہ اُس کو مسلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہو گی اور اگر اُسکی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جاویگی
یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک شخص پانی میں گھسا اور اُس میں غوطہ لگایا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ
بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو جدائی ثابت نہو گی اور اگر گندلا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو جدائی ثابت
ہو جاوے گی یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے۔ اگر مسلم الیہ نے راس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کیا تو حاکم اُسپر
جبر کریگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جو شرطیں کہ مسلم فیہ کی ہوتی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گیہوں ہیں
جو بیان کرنا چاہیے اور دوسری اُسکی قسم کہ مثلاً خشکی کے گیہوں یا پہاڑی میں بیان کرنا چاہیے تیسری گیہوں کی صفت
کہ جید ہیں یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گیہوں کے سلم میں بیان کیا کہ گندم نیکو
یا نیک یا سرہ یعنی کھرے تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ اور چوتھی یہ کہ مسلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا
وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ چاہیے کہ اُسکی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار
کی لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہو اور اگر اُسکی مقدار کسی معین پیمانہ سے معلوم کی جاوے جیسے
مثلاً اس خاص برتن کے پیمانہ یا اُس پتھر کے وزن سے لونگا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن
میں کس قدر سماتا ہے یا اس پتھر کا کیا وزن ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ اور ایسے ہی گزوں سے بکنے کی چیزوں
میں چاہیے کہ اُسکی مقدار ایسے گزوں سے بیان کی جاوے کہ جسکا لوگوں کے پاس سے گم ہونے کا خوف
نہو پس اگر کوئی معین لکڑی کو بتلایا کہ جس کی ناپ نہیں معلوم ہے یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلان شخص کے ہاتھ
کی ناپ بتلائی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اُسکا گز عام لوگوں کے گز اور پیمانہ
سے مغایر ہو تو اُسکے حساب سے بیع سلم صحیح نہیں ہے اور اگر اُسکا گز یا پیمانہ عام لوگوں کے موافق ہو تو اُس کی
قید لگانا لغو ہو گی اور سلم جائز ہو گی یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ اور یہ ضرور ہے کہ پیمانہ ایسا نہو کہ جو بیچ جلتا ہو یا کشادہ
ہو جاتا ہو جیسے پیالے اور اگر زنبیل یا تھیلی کے مانند ہو تو سلم جائز نہو گی مگر صرف پانی کی مشک میں بسبب تعامل کے

مسلم فیہ کی شرطیں

جائز ہے ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت کیا گیا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور پانچوین شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ میعادی اور میعاد معلوم ہو حتے کہ فی الحال کی سلم جائز نہین ہی اور ادنی میعاد کہ بدون اُسکے سلم جائز نہین ہی امام محمدؒ کی تقدیر پر ایک مہینہ ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور رب السلم کے مرنے سے میعاد باطل نہین ہوتی ہی اور مسلم الیہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہی حتی کہ سلم اُسکے ترکہ سے فی الحال لی جاوے گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور چھٹی یہ کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد آنے تک موجود ہونا چاہیئے حتی کہ اگر عقد کے وقت نہو اور میعاد کے وقت موجود ہو یا اُسکا عکس ہو یا عقد کے وقت اور میعاد کے وقت موجود ہو اور درمیان مین موجود نہو تو جائز نہین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور موجود ہونے کے معنے یہ ہین کہ بازار مین آتی ہے اور موجود نہونے کے یہ معنی ہین کہ بازار مین نہ آتی ہو اگرچہ گھرون مین پائی جاوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر ایسی چیز مین سلم کی کہ جو میعاد تک پائی جاتی ہی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ بازار سے جاتی رہی تو سلم اپنے حال پر رہے گی اور رب السلم کو اختیار ہی کہ چاہے سلم کو توڑ دے ورنہ اُسکے پائے جانے کا انتظار کرے یہ ینابیع مین لکھا ہی۔ ساتوین شرط یہ ہی کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہی یہانتک کہ درم و دینار مین سلم صحیح نہین ہی اور تبرون مین روایت صرف کے قیاس پر جائز نہین ہی اور کتاب الشرکت کے قیاس پر جائز ہی۔ یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ ان چار جنسون سے ہونا چاہیئے کیلی یا وزنی یا عددی کہ جو باہم قریب برابر کے ہین یا گزون سے ناپنے کی چیز ہو یہ محیط مین لکھا ہی پس حیوان اور اسکی سری پایون مین سلم جائز نہین ہی ایسے ہی غلام اور باندیون مین بھی اس سبب سے کہ اُن کی عقل اور اخلاق جدا جدا ہوتے ہین جائز نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ نوین شرط یہ ہی کہ جن چیزون مین باربرداری وغیرہ ہوتی ہی جیسے گیہون اُنکے ادا کرنے کا مکان بیان کرنا چاہیئے کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہی نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ شرط نہین ہی و لیکن اگر دونون شرط کرین تو صحیح ہو گی اور اگر شرط نہ کرین تو جس جگہ عقد ہوا ہی وہی سپرد کرنے کی جگہ ہو گی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے یہ شرط کی کہ سلم کو فلان شہر مین سپرد کرے تو مسلم الیہ جس مقام پر اس شہر مین سے چاہے ادا کر سکتا ہے اور رب السلم کو اختیار نہو گا کہ اُس کو دوسری جگہ سپرد کرنے کے واسطے تکلیف دے کذا فی المحیط۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب وہ شہر بڑا نہو اور اگر بڑا ہو کہ اُسکے دونون کنارون مین ایک فرسخ کا فاصلہ ہو تو جبتک اس محلہ کو کوئی گلی معین نہ کرے جائز نہین ہی اسواسطے کہ اسکی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جن چیزون مین باربرداری وغیرہ نہین ہی جیسے مشک و کافور اُن مین ادا کرنے کا مکان معین کرنا بالاجماع شرط نہین ہے اور کتاب البیوع و جامع صغیر کی روایت کے موافق جہان عقد ہوا ہی وہی ادا کرنے کے واسطے معین ہو گا اور یہی اصح ہے اور یہ صاحبین کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین اور عنایہ مین لکھا ہی۔ اور اجارات مین لکھا ہی

له قولہ جیلی یعنی وہ پیمانہ مثل پیالون کے ہو جو بھیجنے و کشادہ نہین ہوتے ہین بلکہ ایک حال پر رہتے ہین ۱۲ م

کہ وہ مکان معین نہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ جہان چاہے ادا کرے اور یہی اصح ہی یہ کافی اور ہدایہ مین لکھا ہی۔ پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضون نے کہا ہی کہ متعین نہوگا کیونکہ ایسی چیز کے لیجانے مین کچھ باربرداری نہین ہی۔ اور نہ جگہ کے بدلنے سے اُسکی مالیت بدلتی ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ متعین ہوگا اور یہی اصح ہی یہ عنایہ مین لکھا ہی اور اگر سمندر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایسی چیزون مین کہ جن مین باربرداری اور مشقت ہی بیع سلم کی تو جونسا مکان وہان سے قریب ہوگا اُس مکان مین ادا کریگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور دسوین شرط یہ ہی کہ دونون بدلونمین کوئی وصف علت ربو کا شامل نہو اور وہ قدر[1] و جنس ہی اور یہ ہر جگہ جاری ہی مگر ثمنون مین نہین جاری ہی کہ اُن کا سلم وزنی چیزون مین لوگونکی ضرورت کی وجہ سے جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ بیع سلم کا حکم یہ ہی کہ رب السلم کو مسلم فیہ مین ایک مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہی اور مسلم الیہ کو راس المال معین اور موصوف مین فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور جب بیع سلم صحیح ہوگئی اور مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب السلم کو اسمین خیار نہوگا مگر اُس صورت مین کہ اپنی شرط کے برخلاف پاوے تو اس صورت مین مسلم الیہ پر جبر کیا جاویگا کہ جس چیز پر عقد ہوا ہی اُسکو حاضر کرے یہ نہایہ مین لکھا ہی

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جن مین سلم جائز اور جنمین جائز نہین ہے۔ اگر کوئی ہروی کپڑا ہروی کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز نہین ہی اور اگر ایک قفیز گیہون کو ایک قفیز جو کی سلم مین دیا تو بھی جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کیلی چیز کو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہی بشرطیکہ وزنی چیز مسلم فیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اسطرح کہ اُسکا وصف بیان کر دینے سے مبیع متعین ہو جاوے اور اگر ایسا نہو تو جائز نہین ہی حتی کہ اگر گیہونکو سونے یا چاندی کی سلم مین دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور عقد باطل ہوگا اور یہی اصح ہی اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور وزنی کو وزنی کی سلم مین دینا جبکہ دونون بیع سے متعین ہو جاتے ہون جیسے لوہا اور زعفران تو جائز نہین ہی اور اگر درم و دینار کو وزنی کی سلم مین دیا تو جائز ہی اور اگر گلائی ہوئی چاندی یا سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم مین دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اگر پیسونکو وزنی چیز کی سلم مین دیا تو جائز ہی مگر جب پیسون کو اُسی جنس مین دیا تو جائز نہین ہی اگر پیتل کے برتن وزنی چیز کی سلم مین دیے پس اگر یہ برتن وزن سے بکتے ہون تو جائز نہین ہی اور اگر گنتی سے بکتے ہون تو جائز ہی لیکن اگر برتنون کو اپنی جنس کے ساتھ بیچا تو جائز نہین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم مین دینا جائز نہین ہی اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہو اور دونون کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھون ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اُدھار فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ وہ مسلم فیہ وصف بیان کر دینے سے ایسی ہو جاوے کہ خلی چیزون کے ساتھ

[1] قولہ قدر یعنے راس المال و مسلم فیہ مین متحد قدر و جنس کی علت نہو یا یہ بات نہو جس سے اُدھار جائز نہو اور اسکی مثال فروع مسئلہ فصل دوم مین آتی ہی ۱۲

ٹھہراوے اور اگر ایسی نہو تو جائز نہین ہوتی کہ اگر ایک ہروی کپڑا ایک جوہر یا موتی کے سلم مین دیا تو جائز
نہین ہی اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات مین ہی اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیزین ایک قسم کی ہون تو ہمارے
علما کے قول پر دو چیزون کو ایک کے عوض ہاتھون ہاتھ دینا روا ہی اور اُس مین اُدھار بہتر نہین ہے
یعنی کہ اگر دو کپڑے ہروی ایک ہروی کی سلم مین دیے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر
کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا یا کسی چیز کو اسکی جنس اور غیر جنس کی سلم مین دیا تو امام اعظم رح کے
نزدیک تمام کا عقد باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور غیر جنس کے حصہ مین صحیح ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔
اور اگر کسی چیز کو ایک نوع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم مین دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت کسی وقت ہو اور بعض کی مدت
دوسرے وقت ہو تو روا ہی اور دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنیکی احتیاج نہین ہی اور اگر رب السلم نے
قبضہ نہین کیا یہانتک کہ مسلم فیہ جاتی رہی اور اسکا مثل معدوم ہوگیا تو ہمارے تینون امامون کے نزدیک سلم
باطل نہوگی ولیکن رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُسکے مثل موجود ہونے تک انتظار کرکے اُسکو لے ورنہ
اختیار راس المال لے لیوے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر درمون کو زعفران کی سلم مین دیا تو جائز ہے
اور پیسون کو لوہے اور رصاص کے مانند چیزون کی سلم مین دینا روا ہی۔ اور اگر پیسون[1] کو پیتل کی سلم مین دیا
تو جائز نہین ہی اور پیسون سے مراد رائج پیسے ہین اگر غیر رائج ہون تو انکو لوہے اور رانگہ کی سلم مین دینا
جائز نہین ہے اور اگر تیر وغیرہ کی پیکان یا تلوار کو لوہے کی سلم مین دیوے تو جائز نہین ہے اور اگر تلوار کو
پیتل کی سلم مین دیا تو جائز ہی بشرطیکہ تلوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہین ہے یہ محیط
مین لکھا ہی۔ اور گیہون کو میعادی درہمون کی سلم مین دینا ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور جب اسکا سلم
صحیح نہین ہوا تو عیسی بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ
ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کیلی چیزین بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اسمین دو روایتین ہین اور جائز ہونے پر فتویٰ ہے
اور اسیطرح اگر وزنی چیزین بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اگر دودھ کے
موجود ہونے کے وقت اسمین بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم ٹھہرائی تو جائز ہی
اور یہی حکم سرکہ اور شیرہ انگور کا ہی پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ مین وقت کی قید لگانا اگلے شہرون کے
موافق ہی اسلیے کہ انکے یہان کبھی کبھی دودھ کا بازار مین آنا موقوف ہو جاتا ہی اور ہمارے ملکون مین موقوف
نہین ہوتا تو ہر وقت جائز ہی اور یہی حال سرکہ کا ہی مگر شیرہ انگور ہر وقت نہین پایا جاتا پس اسکی سلم مین
وقت[2] کی شرط کرنی چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور گھی کی سلم مین پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہی مگر امام الائمہ کے لے

[1] یہ اُسوقت ہی کہ پیتل کے پیسے ہون اور اس ملک مین پیسون کو تانبے کی سلم مین دینا جائز نہین ہے خواہ پیتل
کے ہون یا تانبے کے ہون ۱۲ م [2] قولہ وقت یعنے جس وقت مین شیرہ موجود ہو اُسی وقت جائز ہے
ورنہ نہین ۱۲ منہ

ایک روایت مین آیا ہی کہ وزن سے نہین جائز ہی اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہی اسکا پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے گیہون کی سلم مین اُنکے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہین ہی اور اسی سے نکلتا ہی کہ اگر کسی خاص مقام مین گیہون مین سلم قرار دی پس اگر اسکے جاتے رہنے کا گمان نہو تو سلم جائز ہوگی اور اسی اسیطرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج مین سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج مین جائز نہین ولایت کے اناج مین جائز ہی اور صحیح یہ ہی کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اُسکا اناج معدوم نہووے تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اُسکا اناج معدوم ہونیکا خوف ہو جیسے کوئی خاص دیہہ یا گانون تو اُسکی سلم جائز نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر قریہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت[1] بیان کرنے کیواسطے ہو جیسے بخارا کی خشرانی تو صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر ہرات کے گیہون مین سلم قرار دی تو جائز نہین ہی اور اگر ہرات کے کپڑون مین سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شرطین بیان کین تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور نوادر ابن سماعہ مین ہی کہ بغداد کا مروی کپڑا مرو کے مروی کی سلم مین دینا جائز ہی اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی اہواز اور مروی واسط کی سلم مین دینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر ہرات کی روئی ہراتی کپڑے کی سلم مین دی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر[2] بالونکو بالونکے موزے یا صوف کے نمدے کی سلم مین دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم مین دیا پس اگر وہ ٹوٹکر بال نہو جائے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی اور اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم مین دیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور جو گنتی کی چیزین ایسی ہون کہ اُن کے عددون مین فرق ہو جیسے انار اور خربوزہ وغیرہ تو اُنکی سلم گنتی سے جائز نہین ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور جو گنتی کی چیزین باہم قریب ہون اُن مین جائز ہی حتی کہ اخروٹ اور انڈے مین گنتی سے اور پیمانہ اور وزن سے بھی جائز ہی اور زیادات مین لکھا ہی کہ اخروٹ اور انڈے کی سلم مین جبکہ مرغی یا بط کا انڈا بیان کر دیا تو جائز ہی اگرچہ جید اور ردی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جن عددی چیزون کے اعداد جدا جدا قیمت سے بکتے ہون یعنے ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ عددی متفاوت کہلاتی ہین اور جنکے ہر ایک عدد کی قیمت یکسان ہو وہ عددی متقارب ہین یعنے باہم برابر ہین اور بھی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر بط کے انڈون کو مرغی کے انڈے کی سلم مین دیا یا نعامہ کے انڈون کو مرغی کے انڈون کی سلم مین دیا تو جائز ہی اور اگر مرغی کے انڈون کو ان دونون مین سے کسی کے انڈون کی سلم مین دیا پس اگر ایسے وقت مین دیا کہ ان دونون کے انڈے ملتے ہین تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کاغذ مین گنتی کی رو سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہی اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو مین نے فتاوے مین دیکھا ہی کہ یہ بھی جائز ہی یہ مضمرات مین

[1] قولہ صفت یعنے جہان کا عمدہ گیہون ہو مشہور ہو ۱۲ [2] قولہ بالون الاعرابی اصل مین شعر لکھا ہی اور بظاہر غلط الکاتب ہی ۱۲ [3] قولہ نہین ہو جیسے گنبد و خربوزہ جوز ہو ۱۲ [4] بط یا نعامہ ۱۲

لکھا ہی اور بیسون مین گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر الروایت مین جائز ہی کذا فی الینابیع اور یہی صحیح ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی بیگنون کی سلم گنتی سے صحیح ہی اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور حسن رحمہ اللہ تعالی نے روایت کی ہی کہ پیاز[سلہ] و لہسن کی سلم پیمانہ اور گنتی سے جائز ہی کیونکہ وہ عددی متقارب ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم مین بہتری نہین ہی مگر اس صورت مین کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اسکا وزن معلوم شرط کیا جاوے اور یہی حال زجاج[سلہ] کا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ یتیمیہ مین لکھا ہی کہ اگر سونے اور چاندی کے برتن مین سلم قرار دی اور راس المال مین سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہین انکی سلم بھی جائز نہین ہی کیونکہ وہ عددی متفاوت ہین تاہم[سلہ] انکی سلم جائز ہی جبکہ اسکی کوئی قسم معلوم بیان کر دیجاوے اور مٹی کے پکے برتنونکی بیع سلم اگر انکی کوئی ایسی نوع بیان کی جاوے جو لوگونکو معلوم ہو تو جائز ہی اور کوزون کا بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کچی اور پکی اینٹون کی بیع سلم روا ہی جبکہ اسکا پیمانہ معلوم بیان کر دیا جاوے اور پیمانہ معلوم ہونیکی یہ صورت ہی کہ اسکا طول اور عرض و عمق عام لوگون کے استعمالی گز سے بیان کر دیا جاوے اور اگر اس طور کے لوگون نے اینٹونکا ایک ہی پیمانہ کیا ہو تو بیان کرنیکی حاجت نہین ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور ایسے ہی کپڑون کی بیع سلم مین انکا طول و عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہی خواہ کپڑا سوتی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے مین وزن ذکر کرنا ضرور نہین ہی اور حریر مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ذکر وزن شرط ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر وزن بیان کیا اور گز نہ بیان کیے تو بیع سلم جائز نہوگی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریر مین وزن شرط کیا اور گزون کی شرط نکی تو بیع کا جائز نہونا اسوقت ہی کہ جب ہر گز کا ثمن نہ بیان کیا ہو اور اگر ہر گز کا ثمن بیان کر دیا تو جائز ہی اور اگر خز کے کپڑے مین سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ[سلہ] بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہی اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہین ہی اور ایک روایت آئی ہی کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر چند گزونکی مطلقاً شرط کی تو دونونکا لحاظ کر کے درمیانی گز سے دیا جاوے گا اور واضح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہی کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جاویگا کہ نہ بہت کھینچا جاوے اور نہ ڈھیلا کیا جاوے اور بعضے مشائخ رحمہم نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہی اور وہ بازارونمین چھوٹا بڑا ہوتا ہی پس مراد درمیانی گز ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ جب بیع سلم مین گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دونون[سلہ] معنی کا

سلہ یہ شاید ان کے ملک مین ہو اور ہمارے ملک مین گنتی سے جائز نہین ہے اور بیگنون کا بھی یہی حال ہے ۱۲ سلہ زجاج آبگینہ و اسکا جوہر معروف ہے ۱۲ سلہ ناپ تول اور اسکی قسم ہمارے دیار مین معروف ہونا مشکل ہی سلہ رقعہ سے مراد اسکا مرتبہ ہے ۱۲ سلہ قولہ دونون معنی یعنی بازارون کے درمیانی گز سے درمیانی طور پر ناپا جاوے ۱۲

لحاظ کیا جاوے گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اصل مین لکھا ہے کہ انجیر کی سلم مین اگر اُسکا پیمانہ معلوم ہو اور پیمانہ اُسکا وہ جوال(ف) ہے جس مین انجیر بھرے جاتے ہین تو جائز ہے ورنہ بہتر نہین ہے اور مشایخ نے اُس کے باب مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ وہ ہر حال مین کیلی ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون مین وزن سے بکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ سے بکنے کا عرف ہو تو کیلی ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ سُنارون اور کان کی مٹی مین بیع سلم جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ بچھونے اور چٹائی اور بوریون کی بیع سلم مین اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور جوال اور موزے اور چادرون کی اگر صفت معلوم ہو اور طول و عرض اور رقعہ معلوم ہو تو جائز ہے اور پوستینون مین جائز نہین ہے کیونکہ اُنمین باہم تفاوت ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اونٹ اور گاے اور بکری کے چمڑے کی بیع سلم مین بہتری نہین یعنے ناروا ہے اور اگر اُنمین سے کسیکی کوئی قسم معلوم بیان کردی تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور مبسوط مین ہے کہ چمڑے کی سلم جائز نہین ہے مگر اُس صورت مین کہ جب اُسکی کوئی ایسی قسم ہو کہ جسکا طول و عرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر چمڑا وزن سے بکتا ہو تو اُسکی سلم مین وزن اسطرح ذکر کرنیسے کہ جسسے لین دین مین جھگڑا نہو جائز ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور سری اور پایون مین نہین جائز ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک گوشت مین سلم صحیح نہین ہے اور صاحبین رح نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ اُسکی جنس اور نوع اور سن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کردیجاوے مثلاً بکری خصی دو دانت والی کے پہلو اور ران مین سے فربہ سو رطل اور ہڈی کے گودہ مین دو روایتین آئی ہین اور اصح یہ ہے کہ ناجائز ہے اور حقائق اور عیون مین لکھا ہے کہ فتوے صاحبین رح کے قول پر ہے اور جب حاکم نے اسکے جواز کا حکم دیا تو بالاتفاق صحیح ہو جائیگا اور چکنی اور چربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور مچھلی کی سلم مین یا تازہ مچھلی ہوگی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہوگی یا وزن سے پس اگر اُسنے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہین خواہ مچھلی تر ہو یا خشک اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچھلی خشک ہے تو جائز ہے اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اُس مچھلی کے موجود ہونے کے زمانہ مین واقع ہوا اور میعاد تک موجود رہے کہ درمیان مین جاتی نہ رہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر چھوٹی مچھلیون مین پیمانہ یا وزن سے سلم ٹھہرائی تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الینابیع اور بڑی مچھلیون مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین پس ظاہر الروایت مین جائز ہے اور یہی صاحبین رح کا قول ہے اور اصل مین لکھا ہے کہ پرندون مین سے کسی مین سلم ٹھہرانا بہتر نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور جن پرندون مین تفاوت نہین ہوتا جیسے گنجشک تو بھی بعض نے کہا کہ جائز نہین ہے اور یہی اصح ہے اور پرندون کے گوشت مین بھی جائز نہین ہے اور بعض مشایخ نے کہا کہ یہ اُن پرندون کے حق مین ہے

(ف) جوال معرب گوالی یعنی گون کہار وغیرہ جس مین انجیر فروخت ہوتے ہین ۱۲

جو جمع کر کے انڈے بچون کے واسطے نہین رکھے جاتے ہین ورنہ جو ایسے ہون انکی نسبت بعض مشائخ
نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور بعضون نے کہا کہ بالاتفاق
جائز ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک روٹی مین سلم نہ وزن
سے جائز ہی اور نہ گنتی سے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وزن سے جائز ہی اور مشائخ نے فتوی کیواسطے
قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہی لیکن قبضہ کے وقت احتیاط کرنا واجب ہی کہ اسی جنس سے لے جو اسنے بیان
کی ہی تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلنا لازم نہ آوے یہ محیط مین لکھا ہی اور روٹی کو گیہون یا آٹے کی سلم
مین دینا جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی - تہذیب مین لکھا ہے
اور آٹے کی سلم پیمانہ اور وزن سے جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور جواہر اور موتیون کی سلم مین
بہتری نہین ہی اور چھوٹے چھوٹے موتی جو وزن سے بیچے جاتے ہین اور دواؤن مین ڈالے جاتے ہین اُن کی
سلم وزن سے جائز ہی اور گچ اور چونے کی سلم مین پیمانہ معلوم کے حساب سے کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اسکا کیلی ہونا
معلوم ہی اور ہر وقت سپرد کیا جا سکتا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہے - تیل کی اگر کوئی قسم معلوم شرط
کردی تو اسکی سلم مین کچھ خوف نہین ہی اور خوشبودار اور غیر خوشبودار کا حکم یکسان ہی یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین
لکھا ہی - اور صوف کے وزن سے بیع سلم کرنے مین خوف نہین ہی اور اگر بغیر وزن کے کچھ ڈھیر یونکی شرط کی تو جائز نہین ہی
اگر کسی نے خاص بکری کے صوف کی سلم کی تو جائز نہین ہی اور یہی حکم بکریونکے دودھ اور گھی کا ہی اور جو گھی
یا زیتون کا تیل یا گیہون کہ اس سال[1] پیدا ہون اُنکی سلم مین بہتری نہین ہی حلوا کے پھل کی سلم مین کچھ خوف
نہین ہی بشرطیکہ اُسکا طول و عرض و صفت معلوم ہو اور صوف[2] کو بالونکی سلم مین دینا جائز نہین ہی کیونکہ ان دونون مین
علت ربوا کی یعنی وزن مشترک ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ بال وزن سے بکتے ہون اور اگر
وزن سے نہ بکتے ہون تو اُدھار حرام نہین ہی مترجم کہتا ہی یعنے سلم جائز ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور دو ذمیون کا شراب
مین بیع سلم کرنا جائز ہی اور سور مین جائز نہین ہی پس اگر دونون مین سے ایک مسلمان ہوا تو بیع سلم باطل ہو جاویگی اور مسلمان
اور نصرانی تمام احکام سلم مین سوائے شراب کے برابر ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - روئی اور کتان اور ابریشم اور تانبا اور
پیتل اور لوہا اور رانگ اور سیسہ اور کانسہ ان چیزونکی بیع سلم مین خوف نہین ہی اور یہ چیزین مثلی ہین اور حنا اور
وسمہ اور خشک خوشبودار چیزین جو کیلی ہون اُنھین چیزونکے مانند ہین اور تر خوشبودار چیزین اور ساگ اطریفہ جن
مثلی نہین ہین تو اُن مین سلم جائز نہوگی اور جبن کا بتانا اگر اُس پیشہ والونکو اسطرح معلوم ہو کہ اُس مین فرق
نہ پڑے تو اُسکی بیع سلم مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر شہتیرون کی کوئی قسم معلوم

[1] یعنے امسال کے گیہون ۱۲ [2] قولہ صوف اقول اسی طرح بالونکو صوف کی سلم مین دینا بھی جائز نہین ہے اور
اگر بال و صوف کو کمل و نمدہ کی سلم مین دے تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ کمل یا نمدہ ایسا ہی کہ کھل کر بال ہو جاوین گے
جیسے اکثر نمدہ ہوا کرتے ہین تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی ۱۲

بیان کردی اور اُسکا طول اور موٹائی اور میعاد اور وہ مکان کہ جسمین ادا کیے جاوین بیان کرکے بیع سلم کی تو جائز ہے اور یہی حکم ساکھو اور عیدان ملی اور لکڑی اور نرکل کا ہے اور نرکل مین موٹائی بیان کرنیکی صورت یہ ہے کہ بالشت یا گز[1] وغیرہ کے اندازے جس سے اُسکا گٹھا باندھا جاتا ہے بیان کرے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اور رطبہ کی سلم مین بہتری نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور سوت مثلی چیزون مین ہے اسکو شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا ہے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جو وزنی چیز ہو وہ مثلی ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور طشت اور قمقمہ اور موزون اور ایسی چیزونکی بیع سلم مین کچھ خوف نہین ہے بشرطیکہ اُنکی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہین ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور کٹ کی بیع سلم مین وزن کے حساب سے کچھ خوف نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر پانی مین وزن کے حساب سے بیع سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتلائے تو جائز ہے اور جب پانی مین جائز ہے تو برف مین بھی جائز ہوگی کذا فے فتاوی قاضی خان

تیسری فصل اُن احکام کے بیان مین جو راس المال اور مسلم فیہ پر قبضہ کرنیسے متعلق ہین مسلم الیہ کو جائز نہین ہے کہ راس المال سے رب السلم کو بری کردے اور اگر اُسنے بری کیا اور رب السلم نے برائت قبول کرلی تو عقد سلم باطل ہو جاویگا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور یہ جائز نہین ہے کہ راس المال کے عوض کوئی چیز اُسکے غیر جنس کی لیوے اور اگر اُسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے ردی دیا اور مسلم الیہ نے ردی کو اختیار کرلیا تو جائز ہے اور اگر اُسکے حق سے جید دیا تو اُسکے لینے پر مجبور کیا جاویگا اور امام زفر نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جاویگا اور اپنی رضامندی سے لیگا اور یہی مختار ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور مسلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہین ہے اور اگر مسلم الیہ نے بجائے ردی کے جید دیا تو ہمارے نزدیک رب السلم پر اُسکے قبول کرنے کیواسطے جبر کیا جاویگا اور اگر بجائے جید کے ردی دیا تو جبر نہ کیا جاویگا اور اگر سلم مین جید کپڑا ٹھہرا تھا اور وہ ردی لایا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مین ایک درم تجھکو واپس دونگا تو اس قسم کے آٹھ مسئلے نکلتے ہین چار مسئلے گز وکمی چیزونمین اور چار کیلی اور وزنی چیزونمین پس گزون کی چیزون کے یہ ہین کہ اگر سلم مین ایک کپڑا ٹھہرا تھا پھر مسلم الیہ اُس سے وصف مین بڑھکر یا گز مین بڑھکر لایا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مجھکو ایک درم بڑھا دے تو جائز ہے اور یہ درم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی خوبی یا گز کے ہوگی اور اگر ردی کپڑا لایا یا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اسکو لے اور مین تجھکو ایک درم واپس دونگا اور اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز نہین ہے اور اگر اُس نے ردی دیکر یہ نہ کہا کہ مین تجھکو ایک درم واپس دونگا اور رب السلم نے قبول کرلیا تو جائز ہے اور یہ وصف سے بری کرنے مین شمار ہوگا اور اگر سلم کیلی یا وزنی چیزونمین ہو مثلاً دس قفیز گیہون کے عوض دس درم دیے تھے اور

[1] قولہ گز یعنے ناپ مین مشروط سے زیادہ تھا اور کمی کی صورتمین گویا اُسنے معقود علیہ کو تبدیل کیا حالانکہ وہ بھی اُدھار ہے اور اگر بدون اسکے رب السلم نے قبول کیا تو گویا چشم پوشی کرکے مشروط سے گھٹا ہوا قبول کرلیا یا وصف ساقط کردیا اور کیلی و وزنی مین کھرے کے مقابلہ مین کچھ قیمت نہین ہو سکتی ہان اگر عین مال مین زیادتی یا کمی ہو تو زیادتی وکمی جائز ہے اور کپڑے مین نا پلگرچہ وصف ہے لیکن زیادتی مین اعتبار کرنا استحسان ہے اور امام ابو یوسف کا قول آسان ہے اور یہان یہی عرف ہے ۱۲

خرید کر قبضہ کرکے ناپ لیئے پھران کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اُسپر دوبارہ پیمانہ کرنا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی
اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گیہون خریدے یا اپنی زمین سے پائے یا میراث یا ہبہ یا وصیت مین پائے اور
ان کو رب السلم کو ادا کردیا اور اُسکے سامنے ناپ دیا تو رب السلم کو یکبار پیمانہ کرنا کافی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہے۔
اور اگر اُسنے کچھ اناج پیمانہ سے قرض لیا اور رب السلم کے سپرد کردیا تو دوبارہ پیمانہ کرنے کی حاجت نہوگی
یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور جو حکم کیلی چیزون مین معلوم ہوا وہی وزنی چیزون مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر راس المال
عین ہو کہ اُسکو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اُسکا کوئی مستحق ہی یا عیب دار پایا پس اگر مستحق نے اجازت نہ دی یا
مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم باطل ہوجاوے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر مستحق نے اجازت
دیدی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو سلم جائز ہوگی خواہ رأس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہوگئے ہون یا
نہوے ہون اور پھر مستحق کو راس المال کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم سے اُسکا مثل
لے لیوے اگر وہ مثلی ہو یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر راس المال درم اور دینار مین سے ہو اور اُسپر قبضہ کرلیا پس اگر اُنمین
کچھ عیب پایا تو یا اُسکو استحقاقی[1] پائیگا یا ستوق پائیگا یا زیوف پائیگا اور یا مجلس مین ایسا پائیگا یا بعد جدا ہونے کے
پس اگر اُسنے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اُسکا کوئی حقدار ہی پس اگر مستحق نے اجازت دیدی تو سلم جائز ہوگی بشرطیکہ
رأس المال قائم ہو یہ جامع مین صریح مذکور ہی اور اگر اجازت نہ دی تو اُسقدر کا قبضہ ٹوٹ جاویگا اور ایسا ہوجاویگا گویا اُسنے
قبضہ ہی نہین کیا پس اگر اُسنے اُسی مجلس مین اُسکے مثل پر قبضہ کرلیا تو جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُنکو ستوق
پایا پس اگر مجلس عقد مین پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو سلم جائز نہوگی اور اُنکو واپس کرکے بجائے اُنکے اسی
مجلس مین کھرے درم لے لیئے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوف[2] یا نبہرہ پایا اور مجلس عقد مین ہی ایسا ہوا پس اگر
مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہی اور اگر واپس کرکے اسی مجلس مین بدل لیتے تو جائز ہی اور اگر بدلنے سے پہلے
جدا ہوگئے تو سلم باطل ہوجاوے گی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ۔ اور اگر اُن درمون مین سے کچھ درم ایسے پائے جنکا کوئی مستحق[3] ہی
اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق نے اجازت دیدی اور ہنوز رأس المال موجود ہے تو
سلم جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاوے گی اور اگر کچھ درم اُن مین سے
ستوق[4] پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاوے گی خواہ یہ تھوڑے
ہون یا بہت ہون خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کردیا ہو خواہ بجائے اُن کے بدل لیئے ہون یا نہ
بدلے ہون اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہو جاوے گی کذا فی المحیط اور اگر اُن مین سے
کچھ درم زیوف پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کیا تو
بالاجماع اگر اُسنے واپسی کی مجلس مین نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہوجاوے گی اور اگر واپسی کی

[1] یعنے کسی دوسرے کی حقیقت مین ۱۲ [2] زیوف کو بیت المال کھوٹا رکھتا ہے نہ تاجر نبہرہ کو تاجر بھی رد کرتے ہین ۱۲
[3] مستحق یعنے اصلی مالک وہ ثابت ہوا ۱۲ [4] کیونکہ ستوق حقیقۃً درم نہین ہین ۱۲

مجلس مین بجائے اُنکے بدل لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تھوڑے ہون تو باطل نہوگی اور اسی کو ہمارے علمانے لیا ہے اور اگر بہت ہون تو امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہوجاوے گی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً باطل نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی پھر روایات ظاہرہ مشہورہ مین بالاتفاق امام اعظمؒ سے مروی ہی کہ جو نصف سے زیادہ ہی اور نصف کے باب مین دو[1] روایتین آئی ہین اور ایک روایت مین آیا ہی کہ تہائی بہت ہی اور یہی روایت اصح ہی اور احوط ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور حاوی مین لکھا ہی کہ نصیر رحمہ اللہ روایت کرتے ہین کہ شیخ ابوبکرؒ فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جُدا ہونے کے درہمون کو زیوف پاوے تو چاہیئے کہ بدل کو پہلے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہی پس اگر اُس نے زیوف کو واپس کیا اور پھر جُدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علما کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ یہ زیوف نصف سے کم ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ راس المال کے برابر رب السلم کا قرضہ ہو تو اُسکی دو صورتین ہین یا یہ قرضہ بسبب عقد[2] کے لازم آیا ہی یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہی پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُسکی بھی دو صورتین ہین یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہی یا اسکے بعد ہی پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس درم مین بیچا تھا اور درہمون پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسکو دس درم سلم کے گیہوؤن مین دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونون اپنا اپنا قرضہ برابر کرین یا بدلا کر لینے پر راضی ہوجاوین تو بدلا ہوجاوے گا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہوگا اور یہ استحسان ہی اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہے تو بدلا نہین ہوسکتا ہی اگرچہ دونون باہم بدلا کرنا چاہین اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہی مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہوجاویگا خواہ وہ دونون اُسکو بدلا کرین یا نہ کرین بشرطیکہ وہ ٹھہرا قرضہ اس عقد سے پیچھے ہوا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون قرضہ برابر ہون اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پہنچی ہو تو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جاویگا اگر زیادتی والا انکار کرتا ہے تو بدلا نہوگا اور اگر کمی والا انکار کرتا ہے تو بدلا ہوجاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی امام محمدؒ نے زیادات مین لکھا ہی کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم مین سو درم ایک کُر درمیانی گیہون کے عوض ایک میعاد معلوم تک کے واسطے دیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کر درمیانی گیہوون کے جو مثل مسلم فیہ کے ہین فروخت کیا اُس کُر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُسکے سپرد نہ کیا یہانتک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگون کے حق مین ٹوٹ گیا تو رب السلم پر واجب ہوگا کہ دوسرا کُر جو اُسنے غلام کا ثمن لیا ہی وہ غلام کی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرے پس اگر غلام بیچنے والے نے یعنی رب السلم نے کہا کہ مین وہ کُر جو

[1] دو روایتین یعنے ایک مین نصف بہت ہی اور دوم مین نہین ۱۲ [2] عقد یعنی مسلم الیہ نے کوئی معاملہ دیگر ٹھہرایا جس معاوضہ مین اُسکو اتنا روپیہ دینا چاہیئے یا قبضہ سے یعنی مسلم الیہ نے غصب وغیرہ کے طور پر اتنا روپیہ لے لیا تو اُسپر قرضہ ہوا ۱۲

دیتا ہون اور اُسکا مثل پھیر دونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب السلم نے وہ کر جو غلام کا ثمن ہے واپس نہ کیا یہانتک کہ بیع سلم کی میعاد آگئی تو وہ کر مسلم فیہ کا قصاص ہو جاویگا خواہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور ایسے ہی اگر دونون مین غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی ولیکن وہ کر جو ثمن ہے بعد عقد سلم کے قبضہ مین آیا پھر انھین سببون سے جو ہم نے ذکر کیے عقد بیع دونون مین فسخ ہو گیا تو بیع سلم کی مدت آجانے کے وقت وہ کر جو غلام کا ثمن ہے مسلم فیہ کا بدلا ہو جاویگا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہے اس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضامندی سے واپس کیا یا اقالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ کر جو ثمن ہے دونون صورتون مین سلم کا بدلا نہوگا خواہ وہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور اگر عقد سلم سے پہلے عقد بیع واقع ہوا اور اُسنے گیہون پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو وہ کر جو غلام کا ثمن ہے سلم کا بدلہ نہوگا اگرچہ دونون بدلا کرین یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر رب السلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ مضمون کے ضمانت مین ہو گیا ہے جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد سلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلا ہو جاویگا اگر عقد سلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُسکے پاس موجود ہے یہانتک کہ سلم کی میعاد آگئی پس بدلا کرنے سے بدلا ہو جائیگا خواہ دونون حاضر ہون یا نہون بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور اگر عقد سلم سے پہلے یا بعد ایک کر رب السلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اُسکو بدلا کرنا چاہا تو بدلا نہ ہوگا مگر اس صورت مین کہ کر دونون کے سامنے موجود ہو یا رب السلم اُسپر دوبارہ قبضہ کرے اور اگر سلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کر غصب کیا پھر میعاد آگئی تو بدلا ہو جاویگا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلا کرنے سے بدلا ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت مین بدلا نہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہو جاوے تو بدلا ہو جاویگا اور گھٹیا کی صورت مین بھی رب السلم کی رضامندی سے بدلا ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ زید نے عمرو کو سو درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر عمرو نے زید سے ایک کر اُسکے مانند بعوض دو سو درم کے میعادی اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کر اُسکے پاس ہے اور رب السلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُسپر قبضہ کرے تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے قبضہ کر لیا اور اُسکو پیسایا تو اُسکو اُسکے مانند دینا واجب ہوگا اور یہ واجب سلم کا بدلا نہو جاویگا اگرچہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین پس اگر مسلم الیہ نے ضمان لے لی پھر مسلم فیہ کے عوض اُسکو ادا کیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے نہ پیسایا ولیکن اُس مین اُسکے پاس عیب آگیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے اُسکو لے یا اُسکی ضمان لے پس اگر اُسکا مثل ضمان مین لیا تو بدلا نہوگا اور اگر لیکر پھر ادا کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُس کر کا بعینہ لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُسکو بدلا کیا تو جائز ہے بشرطیکہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین اور اگر بدلا کر لینے پر دونون نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمد رح نے کتاب مین اُسکو ذکر نہین کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے بدلا نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عیب دار کر لے لیا پھر رب السلم نے اُس کر

سلہ حاضر مراد یہ کہ دونون کی موجودگی ایک مجلس مین ہو یا نہو اور آگاہی بھی ضرور نہین ۱۲ سلہ ۲ دوبارہ یعنی واپس جاکر بلا ممانعت کے قابض ہونے پر قادر ہو ۱۲ سلہ ۳ ضمان یعنی اپنے مال غصب کے مثل تاوان لیا ۱۲ سلہ ۴ یعنی ہی اگر گیہون ۱۲ سلہ ۵ یعنی اختیار کیا تو صرف اختیار سے بدلا نہوگا

غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلا ہو جاویگا اور مسلم الیہ کی رضامندی نہ دیکھی جاویگی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب السلم کو غاصب پر اُتار دیا کہ اُس سے لیکر سلم مین قبضہ کرے تو یہ جائز نہین اور حوالہ کرنا باطل ہے پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیبہ ہوا اور رب السلم اُس[1] لینے راضی ہے تو جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر وہ گر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہوا اور رب السلم اُس سے راضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے ولیکن فرق یہ ہے کہ غصب کی صورت مین اگر وہ گر قبضہ سے پہلے تلف ہو جاوے تو حوالہ باطل نہ ہوگا اور ودیعت کی صورت مین باطل ہو جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے کسی نے دوسرے سے تر چھوارے کی ایک قفیز مین سلم ٹھہرائی اور اُسکی میعاد اُسکے پائے جانے کے وقت مین مقرر کی تاکہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجائے اُسکے ایک قفیز خشک چھوارہ ادا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اُسنے ایک قفیز خشک چھوارہ مین بیع سلم ٹھہرائی اور اُسنے بجائے اُسکے ایک قفیز تر چھوارہ ادا کیے اور رب السلم نے اُس سے چشم پوشی کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ تر چھوارہ ہون اور بجائے اُنکے خشک ادا کرے تو ہر حال مین ناجائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ گویا اُسنے تین چوتھائی خشک چھوارے مین سلم ٹھہرائی پھر اُسکا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے ایک قفیز تر چھوارے ادا کیے تو صاحبینؒ کے نزدیک اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے اپنا پورا حق لینے کے طور پر قبضہ کیا باینطور کہ مسلم الیہ نے رب السلم سے کہا کہ اُسکو اپنے حق مین یا اپنے حق کے ادا ہونیکے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے لے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسری یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو باینطور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اسکو اپنے حق کی صلح مین یا اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح مین لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہے مین اُس سے بری ہون تو پہلی صورت باطل ہے اور دوسری صورت صلح کی لحاظ کیجاویگی اور غور کیا جاویگا کہ یہ تر چھوارہ خشک ہو کر کسقدر کم ہو نگے[2] پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اُسی بنا پر حکم دیا جاویگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جسقدر سے کم نہین ہوتا اُسکی بنا پر حکم دیا جاوے گا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جاوینگے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہوں گے اور تین چوتھائی باقی رہ جاوین گے تو پھر لحاظ کیا جاویگا کہ اگر تر چھوارے کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو صلح جائز ہوگی اور اگر اُسکی قیمت زیادہ ہوگی تو صلح باطل ہوگی کسی نے ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور بجائے اُسکے ایک قفیز بھوسے ہوئے گیہون دیے تو بالاجماع جائز نہین ہے اور ایسے ہی ایک قفیز گدر چھوارہ سبز یعنی بسر مین اُنکے موجود ہونے کے وقت مین سلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجائے اُسکے مطبوخ بسر کا قفیز دیا یا ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے مطبوخ گیہون کا ایک قفیز دیا یا آٹے کا ایک قفیز دیا تو جائز نہین ہے اور اگر ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے ایسے گیہون کا ایک قفیز دیا جو پانی مین پڑ کر پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین ہے

[1] اس سے یعنی اُسکے قبضہ بدلکر لینے پر راضی ہے ۱۲ [2] لحاظ یہ کہ صلح مین اپنا حق سے کمی ضرور ہے پس جب نقصان پایا جاوے تو صحیح ہو ورنہ صحیح نہ ہوگی

اور اگر کسی نے زیتون مین سلم ٹھہرائی اور بجاے اُسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہین ہو اگرچہ یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ تیل اس سے کم ہو جتنا کہ اسقدر زیتون مین نکلتا ہو کذا فی المحیط

چوتھی فصل رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر مسلم فیہ کی جنس مین دونوں اختلاف کرین مثلاً رب السلم کہے کہ مین نے تجھکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے ہین اور مسلم الیہ کہے کہ ایک کر جو کی سلم مین دیے ہین پس اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور امام ابویوسفؒ کا پہلا قول یہ ہو کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہو کہ پہلے رب السلم سے لیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کریگا کہ تم دونون کیا چاہتے ہو پس اگر دونون نے یا ایک نے کہا کہ ہم عقد کو فسخ کرنا چاہتے ہین تو قاضی فسخ کردیگا اور اگر انھون نے فسخ کرنا نہ چاہا تو دونون کو اپنے حال پر چھوڑ دیگا اس اُمید پر کہ کوئی دوسرے کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے اُسی پر مدعی کے دعوے کا قاضی حکم کردے گا کذا فی شرح الطحاوی۔ اور دونون مین سے جو شخص گواہ قائم کرے اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوئے ہین تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا پس رب السلم پر بیس درم کا حکم دیا جاویگا اور مسلم الیہ پر ایک کر گیہون اور ایک کر جو کا حکم دیا جاویگا اور اگر دونون مجلس سے جدا ہو چکے اور رب السلم نے صرف دس درم ادا کردیے ہین تو رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظم رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ہر صورت مین رب السلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہو۔ اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون اختلاف کرین تو اسکا اور مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کرنے کا ایک حکم ہو اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کرین اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہون تو قیاس مین دونون سے قسم لیجاوے گی اور استحساناً قسم نہ لی جاوے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہین پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاوے گا خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح اور امام ابویوسف رح کے قول پر قاضی رب السلم کے گواہون پر ایک ہی عقد کا حکم دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیگا اور یہی قیاس ہو اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی نے دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے ردی گیہون شرط کیے تھے اور رب السلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہین کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسکا اُلٹا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک قول رب السلم کا لیا جاوے اور صاحبین رح کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور اگر راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے

---

۱۵ قولہ کم ہو یعنی تاکہ شرع بلا طور پر کمی سے جواز ہو کیونکہ مبادلہ مین زیادتی ضروری ہو فافہم ۱۲ ۲۵ اختلاف واضح ہو کہ اختلاف کے بہت وجوہ ہین ایک مسلم فیہ مین خواہ جنس مین یا مقدار مین یا صفت مین اور دوم راس المال وسوم میعاد وغیرہ پس مسائل مین غور کرنا چاہیے ۱۲

متعین نہین[۱] ہوتی ہی پس اگر دونون نے اسکی جنس مین اختلاف کیا مثلاً رب السلم نے کہا کہ مین نے تجھکو ایک کر گیہون کی سلم مین دس درم دیے ہین اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہین بلکہ ایک دینار دیا ہی اور دونون کے پاس گواہ نہین تو قیاساً دونون باہم قسم نہ کھائینگے اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون قسم کھائینگے پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون[۲] کا حکم دیا جاویگا اور رب السلم پر ایک دینار اور دس درم اور مسلم الیہ پر دو کر گیہون کا بشرطیکہ دونون مجلس سے جدا ہوے ہون اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کا قول کتاب مین مذکور نہین ہی ولیکن ابن سماعہ نے اپنے نوادر مین دونون سے روایت کی ہی کہ قاضی دو عقدونکا حکم دیگا اور کرخی نے روایت کی ہی کہ مسلم الیہ کی دلیل کے موافق صرف ایک عقد کا حکم دیگا اور یہی صحیح ہی اور اگر راس المال کی مقدار یا اسکی صفت مین اختلاف واقع ہوا تو اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا مسلم فیہ کی صفت اور مقدار مین اختلاف ہو جانیکا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اصل یہ ہی کہ اگر مسلم فیہ کی جنس یا مقدار یا صفت مین یا راس المال کی جنس یا مقدار یا صفت مین دونون اختلاف کرین اور دونون گواہ پیش کرین تو امام اعظم رح اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک جبتک ممکن ہوگا ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور جب ناممکن ہوگا تو دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام محمد کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور جب متعذر ہوگا تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر مسلم فیہ اور راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز ہی جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہی پس اگر مسلم فیہ اور راس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوےگی اور اگر کسی نے گواہ دیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے پس اگر دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوے تو تینون امامون مین کچھ اختلاف نہین ہی کہ قاضی دو عقد کا حکم دیگا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی کے پاس گواہ نہین تو دونون سے قسم لیجاوےگی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک قاضی دو عقدون کا حکم دیگا بشرطیکہ مجلس سے دونون جدا ہوے ہون اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیگا اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا تو قسم کھانے کے حق مین قیاساً و استحساناً دونون سے قسم لیجاوےگی اور دلیل پیش کرنے کی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک ایسا ہی حکم ہی جیسا کہ مسلم فیہ یا راس المال کی صفت مین

---

۱ نہین اگر مانند درم و دینار وغیرہ ۱۲ ۲ قولہ دو عقدون یعنی گویا دس درم بعوض ایک کر گیہون کے دیے اور ایک دینار بعوض دوسرے ایک کر کے دیا ہی اور دونون فریق گواہون نے اپنے اپنے معاملہ کی گواہی دی ولیکن اس مین اشکال یہ ہی کہ دونون فقط ایک ہی عقد کا دعوی کرتے ہین منہ کرخی رحمہ اللہ تعالی کی روایت مین ایک فریق کو ترجیح دی اور وہ مسلم الیہ ہے کیونکہ وہی گیہون ادا کرنے والا ہے ۱۲ ۳ قولہ امام محمد یعنی ان کے نزدیک اصل یہ ہی کہ ہر گواہی سے جو ثابت ہو وہ علیحدہ عقد ہو لیکن اگر ایسی صورت واقع ہو کہ وہان دو عقد نہین ہو سکتے ہین تو مجبوری ایک عقد کا حکم ہوگا برعکس قول شیخین ۱۲ ۴ مثلاً قدم و دینار ۱۲ ۵ جنس مین اتفاق ہے ۱۲

اختلاف کرنیکا تھا پس جو حکم وہان معلوم ہوا ہے وہی یہان ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر راس المال معین ہو مثلاً کوئی اسباب ہو پس اگر دونون نے مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کیا تو قیاساً دونون سے قسم نہ لیجاوے گی اور مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا ولیکن استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی پھر باقی صورتون کا حکم مثل مسئلہ مذکورہ یعنی اختلاف جنس مسلم فیہ یا اسکی قدر یا صفت یا راس المال کی ایسی ہی اختلاف کے ہے اور اگر دونون مین سے کوئی گواہ پیش کرے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع ایک عقد کا حکم دیا جاوے گا اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون نے اختلاف کیا تو بالاجماع سب کے نزدیک قسم کھانے اور دلیل پیش کرنیکا ویسا ہی حکم ہے جیسا پہلی صورت مین گزرا اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً دونون قسم کھائینگے اور استحساناً نہ کھائینگے اور ہم قیاس کو لیتے ہین اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اسی پر فیصلہ کیا جاوے گا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بالاجماع سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر راس المال کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً دونون سے قسم نہ لی جاوے گی اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون سے قسم لیجاوے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور یہ کرخی کی روایت ہے اور یہی اصح ہے اگر راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہ کھاوینگے ولیکن استحساناً دونون قسم کھاوینگے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر راس المال کی صفت مین اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم نہ کھاوینگے اور قول رب السلم کا معتبر ہوگا اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور اگر مسلم فیہ اور راس المال دونون مین اختلاف کیا پس اگر راس المال اور مسلم فیہ دونون کی جنس مین اختلاف کیا اور کسی نے گواہ نہ دیے تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے اگر ایک نے گواہ پیش کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو دو عقدون کا

؎۱ قولہ راس المال یعنی راس المال کی جنس مین اختلاف کیا ایک نے کہا کہ درم تھے اور دوسرے نے کہا کہ دینار تھے یا جنس مین اتفاق ہو کہ درم تھے لیکن مقدار مین اختلاف کیا کہ وہ سو درم یا دو سو درم تھے یا صفت مین کہ سو درم عمدہ کھرے تھے یا سیاہ تھے اسیطرح مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کہ گیہون تھے یا جو تھے یا چنے تھے یا گیہون پر اتفاق ہو ولیکن مقدار ایک نے پانچ من کہی دوسرے نے سات من کہے یا صفت مین مثلاً پانچ من کھرے سپید تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ پانچ من سرخ تھے ۱۲ ؎۲ قولہ ایک عقد کا بیان نہ کیا کہ کس کے گواہون پر اور ظاہر ہے کہ مسلم الیہ کے گواہ مرجح ہونگے ۱۲ منہ

؎۳ قولہ ایک عقد یعنی مسلم الیہ کے گواہ قبول ہونگے ۱۲ ؎۴ قولہ اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی تین حال سے خالی نہین یا تو دونون کی جنس مین ہوگا مثلاً راس المال درم تھے یا دینار تھا اور مسلم فیہ گیہون تھے یا چنے تھے اور یا دونون کی مقدار مین مثلاً سو درم یا دو سو درم تھا اور دس من گیہون یا سات من تھا اور یا دونون کی صفت مین اختلاف ہو یا راس المال کی جنس مین ہو اور مسلم فیہ کے مقدار مین ہو لیکن مسائل پر غور کر کے سمجھنا چاہیئے ۱۲

حکم دیا جاویگا اور اگر دونون کی مقدار مین اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً و استحساناً دونون قسم کھاوینگے
اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو مقبول ہوگی اور اگر دونون نے گواہ دیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جاویگا
اور ہر ایک کی دلیل زیادتی کے ثابت کرنے مین مقبول ہوگی اور اگر راس المال اور مسلم فیہ کی صفت مین
اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم کھائینگے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اسپر
فیصلہ ہوگا اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو ایک عقد کا حکم دیا جاویگا اور زیادتی دعوی کے اثبات مین ہر ایک
کی دلیل مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دونون نے ادا کرنیکی جگہ مین اختلاف کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ مسلم الیہ کا قول لیا جاویگا اور دونون قسم نہ کھاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ دونون قسم کھاوینگے اور بعض مشائخ
نے کہا کہ اختلاف اسکے برعکس ہے اور پہلی روایت اصح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ
کوئی شخص دلیل نہ پیش کرے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اسکی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا
اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو طالب کی دلیل پر فیصلہ کیا جاویگا اور ایک عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر
سلم کی میعاد مین دونون نے اختلاف کیا تو اُس مین اختلاف کرنے سے باہم قسم کھانا اور باہم واپس کرنا لازم نہین آتا
ہے اور یہ ہمارے تینون امامون کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ پس اگر اصل میعاد مین اختلاف کیا اور رب السلم
میعاد ہونے کا مدعی تھا تو اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر مسلم الیہ اُسکا مدعی تھا اور رب السلم منکر تھا تو مسلم الیہ کا قول
معتبر ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی کے نزدیک استحساناً عقد صحیح رہیگا اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا
قول معتبر ہوگا اور عقد فاسد ہو جاویگا کذا فی الحاوی۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب کسی نے دلیل نہ پیش کی ہو اور
اگر کسی نے پیش کی تو اُسکی دلیل مقبول ہوگی اور اگر دونون نے دلیل پیش کی تو مدعی میعاد کے گواہ مقبول ہونگے
یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر میعاد مقرر ہونے پر دونون نے اتفاق کیا لیکن اُسکی مقدار مین اختلاف کیا تو رب السلم کا
قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور قول کا معتبر ہونا اُس وقت ہے کہ جب کوئی شخص
گواہ پیش نہ کرے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاوے گا اور اگر دونون نے گواہ
پیش کیے تو مطلوب کے گواہ لیے جاوینگے اور بالاجماع دو عقدون کا حکم نہ دیا جاوے گا یہ ذخیرہ مین
لکھا ہے۔ اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ مدت ایک مہینہ تھی لیکن اسکے گزر جانے مین اختلاف کیا تو مطلوب
کا قول معتبر ہوگا کذا فی التہذیب اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے

لہ قولہ زیادتی الخ مثلاً راس المال کی مقدار ایک نے سو درم اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم بتلائی اور ہر ایک نے گواہ دیے تو دونون قبول ہونگے
یہ حکم ہوگا کہ گویا ڈیڑھ سو درم پر عقد سلم ہوا مسلم الیہ نے کہا کہ دس من گیہون تھے اور رب السلم نے کہا کہ پندرہ من ٹھہرے اور ہر ایک نے گواہ دیے تو
قبول ہو کر پندرہ من قرار دینگے پس دونون فریق کے گواہون سے یون لیا گیا کہ گویا ڈیڑھ سو درم کے پندرہ من گیہون پر سلم ٹھہری ہے ۱۲ لہ قولہ
ہر ایک کی مثلاً مالک سلم کے گواہون پر گیہون کھرے سپید وغیرہ صفات قبول ہونگے اور مسلم الیہ کے گواہون پر درم کھرے دودھیا وغیرہ
صفات ثابت ہونگے ۱۲ لہ قولہ میعاد یعنی میعاد ہے یا نہین ہے ۱۲

گواہ پیش کیے تو مطلوب کا بینہ لیجاوے گی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر مدت کی مقدار اور اُسکے گزرنے دونون مین اختلاف کیا تو مقدار مین رب السلم کا قول لیا جاوے گا اور گذرنے مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو اس زیادتی کے ثابت کرنے کے واسطے کہ مدت ابھی نہین گذری ہے مسلم الیہ کے گواہ معتبر ہون گے کذا فی شرح الطحاوی۔

قال[۱] فی الحاشیۃ کذا فی جمیع النسخ الحاضرۃ والظاہر ان یقال اثبات زیادۃ الاجل وانہ لم یمض انتہی قال المترجم لاوجہ لنظورہ بل الظاہر ہو ما فی النسخ الحاضرۃ فالمعنی ان البینۃ فی المقدار بینۃ رب السلم ایضا ولکن عدم المضی زیادۃ علی مقدار الاجل فیقبل فیہا بینۃ المسلم الیہ فہم المحشی وہم فافہم۔ اور اگر رأس المال پر مجلس مین قبضہ کرنے مین دونون مین اختلاف ہوا اور رب السلم گواہ لایا کہ رأس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے دونون جدا ہو گئے اور مسلم الیہ گواہ لایا کہ جدا ہونے سے پہلے راس المال پر قبضہ ہو گیا ہے پس اگر راس المال مسلم الیہ کے ہاتھ مین ہو تو اُسکی دلیل لیجاویگی اور سلم جائز ہوگی کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ درم معینہ رب السلم کے ہاتھ مین ہین اور مسلم الیہ کہے کہ مین نے اُسکو قبضہ کے بعد ودیعت دیے ہین یا اُسنے غصب کر لیے ہین اور قبضہ ہونے پر گواہ قائم ہو چکے ہون تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور درم ادا کرنے کا حکم دیا جاویگا کذا فی الحاوی۔ اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو رب السلم کے گواہ مقبول ہون گے اور مسلم الیہ کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر کسی نے بینہ پیش نہ کی پس اگر وہ درم مطلوب کے ہاتھ مین ہین اور طالب اُسپر غصب یا ودیعت کا دعوی نہین کرتا ہے صرف رأس المال پر قبضہ نہ کرنے کا دعوی کرتا ہے تو دونون مین سے کسی پر قسم نہ آوے گی اور اگر طالب نے مجلس مین قبضہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد غصب یا ودیعت کا دعوی کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ درم رب السلم کے پاس ہون اور مطلوب نے قبضہ کا دعوی کیا اور طالب نے غصب کر لینے یا ودیعت رکھنے کا اُسکے بعد دعوی نہ کیا تو دونون مین سے کسی پر قسم نہ آویگی اور اگر مجلس مین راس المال پر قبضہ کر لینے کے دعوے کے بعد مطلوب نے غصب یا ودیعت کا دعوی کیا اور طالب نے انکار کیا تو مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ قسم لیکر مطلوب کا قول معتبر ہوگا پس اُس سے قسم لیجاوے گی اور سلم جائز ہوگی اور رأس المال کو رب السلم سے لیگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب طالب نے یہ قول کہ تو نے قبضہ نہین کیا ہی جدا کر کے اس طرح کہا ہو کہ مین نے تجھکو سلم مین دیے پھر خاموش رہ کر کہا مگر تو نے قبضہ نہین کیا یا یون کہا کہ مین نے تجھکو سلم مین دیے اور تو نے قبضہ نہ کیا تو یہی حکم ہوگا اور اگر اُسنے ملا کر کہا کہ تو نے قبضہ نہین کیا اور مطلوب کہتا ہے کہ مین نے قبضہ کیا تو اس مسئلہ مین طالب کا قول مقبول ہونا واجب ہے اور مطلوب کا قول معتبر نہو گا یہ محیط مین لکھا ہے اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد مسلم الیہ آدھا راس المال لیکر آیا اور کہا کہ مین نے اسکو زیوف پایا ہے۔ پس اگر رب السلم نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ رب السلم کو واپس کر دے اور اگر اُسکی تکذیب کی

[۱] قولہ قال الخ محشی نے شرح طحاوی کی عبارت پر اپنی فہم کے موافق اعتراض کیا تھا اور مترجم نے جواب دیکر ظاہر کیا کہ شرح طحاوی کا مسئلہ اپنی عبارت سے بالکل درست ہے اور محشی کی سمجھ کا قصور ہے ۱۲ منہ عـــہ یعنی قبضہ ہوا تھا یا نہین ۱۲

اور مسلم الیہ نے دعوی کیا کہ یہ تیرے درمون مین سے ہی پس اگر مسلم الیہ نے اس سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ مین نے جید درمون پر قبضہ کیا ہی یا اپنے حق پر قبضہ کیا ہی یا راس المال پر قبضہ کیا ہے یا کہا کہ مین نے درم پورے پائے ہین تو ان چار صورتون مین اُسکا دعوی نہ سُنا جاویگا اور رب السلم سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ مین نے درہمون پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہی کہ رب السلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اُسنے کہا تھا کہ مین نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا کذا فی الذخیرہ - اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ مین نے درمون پر قبضہ کر لیا ہی پھر دعوی کیا کہ وہ ستوق[1] ہین تو مقبول نہوگا اور اگر قبضہ کر کے کچھ اقرار نہ کیا پھر ستوق ہونے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کچھ رائس المال نبہرہ نکلا یا اُسکو کسی حقدار نے لے لیا پھر دونون نے اختلاف کیا اور رب السلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ آدھا تھا تو قسم لیکر رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص نکلا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی - اور اگر کپڑے کی سلم مین جید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ جید ہی اور رب السلم نے انکار کیا تو قاضی اُس پیشہ کے دو آدمیون کو دکھلائے گا اور اس مین زیادہ احتیاط ہی اور ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہی پس اگر اُسنے کہا کہ جید ہی تو اُسپر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے تھے مگر مین نے اُنپر قبضہ نہ کیا پس اگر اُسنے اپنا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ کیا اپنے کلام مین ملا کر کہا ہی تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جاویگا اور اگر جدا کر کے کہا ہی بایں طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جاوے گا اور استحساناً سچا نہ سمجھا جاوے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُسنے کہا تو نے مجھکو سلم مین دیے اور اگر اُسنے کہا کہ تو نے مجھکو دیدیے یا کہا کہ تو نے مجھکو نقد دیے ولیکن مین نے اُسپر قبضہ نہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ خواہ وہ ملا کر کہے یا جدا کر کے کہے سچا نہ سمجھا جاوے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ملا کر کہا تو تصدیق کیجاویگی اور اگر جدا کر کے کہا تو نہین یہ محیط مین لکھا ہی اگر رب السلم نے کہا کہ تو نے مجھسے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلان محلہ مین ادا کرونگا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ مین ادا کرونگا تو رب السلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر عقد سلم مین یہ شرط ہو کہ فلان جگہ اسکو ادا کرونگا پھر مسلم الیہ کہے کہ تو اسکو مجھ سے فلان جگہ لے جو اس جگہ کے سوا ہے اور اُس جگہ تک کا مجھ سے کرایہ لے اور رب السلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہی ولیکن کرایہ لینا جائز نہین ہی اور جو کرایہ لیا ہو اسکا واپس کرنا واجب ہی اور اسکو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کردے تاکہ اُسی جگہ جو شرط کی گئی ہی ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اُسکے پاس تلف ہوگئی تو اسکو کچھ نہ ملے گا یہ مبسوط مین لکھا ہی

[1] قولہ ستوق کیونکہ یہ درحقیقت درم نہین ہین اور نبہرہ کھوٹے اور رصاص رانگ کے درم یہ چاندی کا ملمع ۱۲ منہ

اور اگر یہ شرط کی کہ مسلم فیہ کو پہلے فلان محلہ مین ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر مین ادا کرے تو عامہ مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہین ہی اور فقیہ ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً سلم جائز ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اُسکو پہلے میرے گھر مین ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہو اور استحساناً جائز ہی اور حاکم شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ یہ قیاس اور استحسان اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے اپنا گھر بتلایا ہو اور مسلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ مین ہی اور اگر اُسنے بیان کردیا یا مسلم الیہ اُسکو جانتا ہو تو قیاساً اور استحساناً جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ رب السلم نے سلم کی میعاد آجانے کے بعد مسلم الیہ سے سوا اس شہر کے جس مین ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر مین ملاقات کی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس سے مسلم فیہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہ کی قیمت اس شہر مین اتنی ہی ہو جتنی اُس شہر مین ہی کہ جہان ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہی یا اُس سے کم ہو اور شیخ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیون نے یہ فتویٰ دیا کہ اسکو دوسرے شہر مین مطالبہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور یہ حکم مجھکو پسند ہی مگر ایسی جگہ جہان ضرورت واقع ہو تو مطالبہ کر سکتا ہی مثلاً مسلم الیہ کسی دوسرے شہر مین جا رہا تو رب السلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جاوے گا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔

پانچوین فصل بیع سلم مین اقالہ و صلح اور خیار عیب کے بیان مین

جاننا چاہیئے کہ سلم مین اقالہ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ پس اگر تمام مسلم فیہ مین اقالہ کرلیا تو جائز ہی خواہ بعد میعاد آجانے کے اقالہ کیا ہو یا اس سے پہلے اور خواہ راس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر راس المال ایسا ہے کہ جو معین کرنے سے متعین ہوتا ہو اور وہ موجود بھی ہی تو مسلم الیہ پر واجب ہی کہ اس کو بعینہ رب السلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہے کہ اُسکا مثل موجود ہی تو اُسکو مثل واپس کرنا چاہیے اور اگر مثل نہو تو اُسکی قیمت واپس کرنا چاہیئے اور اگر راس المال ایسا ہو کہ جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتا ہی تو اُس پر مثل واپس کرنا واجب ہی خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اسی طرح اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کرلیا پھر دونون نے اقالہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہے تو اقالہ جائز ہی اور رب السلم پر واجب ہی کہ جس چیز پر اُس نے قبضہ کیا ہی اسکو بعینہ واپس کرے اور اگر دونون نے بعض مسلم فیہ مین اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آجانے کے تھا تو بقدر بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ جسقدر باقی ہی وہ معلوم ہی جیسے کہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد عامہ علما کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آنے سے پہلے اُسنے اقالہ کیا پس اگر اقالہ مین باقی کا فی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر اُس نے باقی کا فی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہین اور اقالہ صحیح ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیاس ہی کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک فسخ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر اقالہ کرنے کے بعد رب السلم

ف۱؎ تو وہ جائز ہی پھر وہان سے دوسری جگہ لیجانے کی شرط اب بھی باطل ہو ۱۲ ف۲؎ تو رہا جائز تو خواہ دوسرے شہر مین اسکو مطالبہ کا استحقاق ہو لیکن یہ اس صورت مین ہی کہ وہان باربرداری پڑتی ہو مثلاً سلم مین مشک، زعفران وغیرہ ہو در نہ نہین ۱۲

نے راس المال سے کوئی چیز بدلنا چاہی تو استحساناً جائز نہین ہی اور اسی کو تینون امامون نے اختیار کیا ہی اور فقہا کا اسپر اجماع ہی کہ بیع سلم کے اقالہ مین راس المال پر اُسی مجلس اقالہ مین قبضہ کر لینا اقالہ کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک باندی ایک کر گیہون کی سلم مین دی اور مسلم الیہ نے اُسپر قبضہ کیا پھر دونون نے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہی اور اُسکو باندی کی وہ قیمت جو اُسپر قبضہ کرنے کے دن تھی ادا کرنی واجب ہی اور اگر باندی کے مرجانے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہی اور اُسپر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے راس المال سے زیادہ پر یا بعوض راس المال کے خرید کیا تو کیا یہ بیع سلم کا اقالہ ہوگا تو اُنھون نے فرمایا کہ خریدنا صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ رب السلم نے مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ہاتھ بعوض راس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہین ہی اور نہ اقالہ ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر سلم مین دونون نے اقالہ کیا پھر راس المال مین اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس موجود ہی پھر دونون نے سلم کا اقالہ کیا پھر راس المال کی مقدار مین اختلاف کیا تو دونون قسم کھاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ فتاوی ابواللیث مین ہی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون مین سلم ٹھہرائی پھر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آدھی سلم سے بری کیا اور مسلم الیہ نے قبول کر لیا تو اُسپر واجب ہی کہ آدھا راس المال واپس کرے کیونکہ یہ کہنا آدھی سلم کا اقالہ ہے ایسا ہی فرمایا ہی ابونصر محمد بن اسلام اور فقیہ ابوبکر اسکاف نے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ رب السلم نے اگر مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ سلم کا اقالہ[1] ہی اور اُسکو راس المال واپس کرنا لازم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر دونون نے سلم کو فسخ کیا اور راس المال کوئی اسباب تھا کہ اُسکو رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہین ہی اور اسی کتاب مین لکھا ہی کہ اگر کسی نصرانی نے شراب مین بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک[2] مسلمان ہوگیا تو یہ مثل اقالہ کے ہی یہان تک کہ بعد فسخ کے راس المال کے عوض بدل لینا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ نوادر ابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کر بوجہ ایک سال کے آتا ہی پس زید نے عمرو سے بیع سلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرض کا کر فی الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہی اور قرض اپنے وقت[3] پر ملیگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر مسلم فیہ گیہون تھے اور راس المال سو درم تھے پھر دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ رب السلم کو دو سو درم یا ڈیڑھ سو درم واپس کرے تو صلح باطل ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھ سے بیع سلم مین سو درم راس المال پر صلح کی تو جائز ہی اور اسی طرح اگر کہا کہ راس المال مین سے پچاس درم پر صلح کی تو بھی جائز ہی اسلیئے کہ باب سلم مین راس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہی پھر اسکے بعد

[1] قولہ اقالہ ہی کیونکہ ہبہ باطل ہی تو لا محالہ فسخ ہو کر یہی حکم ہوگا ۱۲ ھ [2] قولہ ایک یعنی رب السلم یا مسلم الیہ کوئی مسلمان ہو ۱۲ ھ [3] یعنی تبرع باطل ہی

مشایخ نے اختلاف کیا ہی کہ جب اُسنے کہا کہ مین نے تجھ سے راس المال سے پچاس درم پر بیع سلم سے صلح کی تو یہ پوری سلم کا اقالہ ہوگا یا آدھی سلم کا اور اگر اُسنے کہا کہ مین تے تیرے ساتھ راس المال سے دو سو درم پر صلح کی تو جائز نہین ہی اور مراد یہ ہی کہ زیادتی جائز نہوگی ولیکن بقدر راس المال کے اقالہ صحیح ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین اشارہ کیا کہ اس صورت مین بالکل اقالہ باطل ہوجاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون نے کسی شخص سے کچھ اناج مین بیع سلم ٹھرائی پھر ایک نے اس سے (یعنی پورا اقالہ کیا) اپنے راس المال پر صلح کرلی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک صلح موقوف رہیگی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہوجاوے گی اور راس المال مین سے جو قبضہ مین آیا وہ دونون مین شریک ہوگا اور جس قدر اناج بیع سلم کا باقی رہا وہ بھی دونون مین شریک ہوگا اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جو صلح کہ واقع ہوئی اُسکے اور مسلم الیہ کے درمیان صلح جائز ہی اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور دونون رب السلم مین سے کسی ایک نے اپنے راس المال پر کفیل سے صلح کرلی تو کفیل سے صلح کرنا اصیل سے صلح کرنے کے مانند ہی اور وہی اختلاف ہی جو ہم نے بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور یہ اختلاف اس صورت مین ہی کہ جب دونون نے دس درم مشترک کسی شخص کو ایک کر اناج کی سلم مین دیے ہون اور اگر دس درم مشترک نہون بلکہ دونون نے پانچ درم پر سلم ٹھرائی پھر ایک نے پانچ درم اگر دیے تو یہ صورت امام محمدؒ نے نہین ذکر فرمائی اور بعض مشایخ نے شرح بیوع مین ذکر کیا ہی کہ ایسی صلح بالاجماع صلح کرنے والے کے حصہ مین جائز ہی اور بعض مشایخ نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے ذکر نہین کیا بلکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب الاصل کی صلح مین یہ صورت ذکر کی ہی اور اس مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کا وہی قول ذکر کیا ہی جو پہلی صورت مین ہی اور اگر دونون رب السلم مین سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے سلم کا اقالہ کیا تو یہ صورت بھی کسی کتاب مین مذکور نہین ہی اور اسمین بھی مشایخ کا ویسا ہی اختلاف ہی جیسا پہلی صورت مین ہم نے ذکر کیا ہی کذا فی المحیط۔ اگر کسی نے سلم ٹھرائی اور اُسکا کوئی کفیل لے لیا پھر کفیل نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی خواہ کفالت اُسکے حکم سے ہو یا بدون اُسکے حکم کے ہو پس اگر اُسنے اجازت دی تو صلح جائز ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بیع سلم اپنے حال پر باقی رہے گی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ہے اور اگر اجنبی نے رب السلم سے راس المال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہی اور یہ حکم اختلافی اُس صورت مین ہی کہ جب راس المال از جنس نقود یعنے درم و دینار مین سے ہو کہ جو معین نہین ہوتے ہین اور اگر غلام یا کپڑے وغیرہ کے مانند معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہیگی اور اگر کفیل نے اقالہ کیا اور رب السلم نے قبول کیا تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی پس بعضون نے کہا کہ اقالہ اور صلح یکسان ہین اور بعضون نے کہا کہ بالاجماع مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر رب السلم نے سلم کے گیہون قبضہ مین لیے اور وہ اُس کے پاس

عیب دار ہو گئے پھر اُسمین کوئی پُرانا عیب پایا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیہون کو نئے عیب کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم پھر عود کریگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر عیب دار کو قبول کرنے سے انکار کرے تو رب السلم مثل اُن گیہوؤن کے جو اُسنے قبضہ مین لیے ہین واپس کر دے گا اور جیسے اُسنے سلم مین شرط کیے ہین ویسے لیگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ واپس لینے سے انکار کرے تو رب السلم راس المال مین سے بقدر نقصان کے واپس لیگا یہ کافی مین لکھا ہے اگر رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُسکو واپس کر دے اور اگر اُسمین دوسرا عیب پایا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہو کر قبول کرے اور رب السلم کو بے عیب مسلم فیہ سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب السلم کا عقد دا پسی اور نقصان عیب لینے کا حق باطل ہو گا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عیب کی زیادتی رب السلم کے پاس آسمانی آفت یا رب السلم کے فعل سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور رب السلم اُس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنیکا اختیار ہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اسکا قبول کرنا نہین لازم ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے ہشام نے اپنی نوادر مین لکھا ہے کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع سلم کے طور پر دس درم دیکر لیا اور اُسکو قطع کرایا پھر اُس مین کوئی عیب پایا تو اُنھون نے فرمایا کہ نقصان عیب نہین لے سکتا ہے اور نیز ہشام نے لکھا ہے کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دو درم بیع سلم مین دیے ایک درم گیہون مین اور دوسرا جوار مین پھر مسلم الیہ نے ایک درم ستوق پایا تو امام رح نے فرمایا کہ اگر دونون ایک ساتھ دیے ہون تو آدھے گیہون اور آدھی جوار کی بیع فاسد ہوگی اور اگر علیحدہ دیے ہون پس اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو مسلم الیہ کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون قسم کھاوینگے اور پوری سلم فاسد ہو جاوے گی اور ابراہیم بن رستم نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درم پانچ قفیز گیہون کی سلم مین علیحدہ اور پانچ درم پانچ قفیز جو کی سلم مین علیحدہ دیے پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد اُسنے ایک درم ستوق پایا اور رب السلم نے کہا کہ وہ گیہون کے درم مین ہے اور مسلم الیہ نے کہا کہ جو کے درم مین ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے باہم تصدیق کی کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس مین سے ہے تو مسلم الیہ ایک درم اور واپس کرے اور گیہون اور جو دونون مین سے پانچوان حصہ کم ہو جاویگا اور بشر رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون کی سلم دس درم مین ٹھہرائی اور ایک کر جو کی سلم پانچ درم مین ٹھہرائی اور دس درم گیہون والے دیے پھر جو والے پانچ درم ادا کیے پھر دونون کے جدا ہونے کے بعد اُس نے ایک درم ستوق پایا اور مسلم الیہ نے کہا کہ یہ درم گیہون کے درمون مین سے ہے اور رب السلم نے کہا کہ جو کے درمون مین سے ہے تو امام نے فرمایا کہ اگر مسلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اُسی کا قول

ف قولہ نہین لے الخ پس یہان فقط قطع کرانے سے یہ حکم دیدیا اگرچہ سلا یا نہو لہذا یہ نوادر کی روایت ہے ۱۲

لیا جاویگا اور اگر دونون نے یچ کہدیا کہ ہم نہین جانتے کہ کس مین سے ہی تو امام نے فرمایا کہ آدھا درم گیہون مین اور آدھا جو مین رکھا جاویگا پس بیسوان[۱] حصہ گیہون مین سے اور دسوان حصہ جو مین سے کم ہو جاوے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ اُسنے پندرہ درم ایک ہی صفقہ مین ادا کئے ہون تو گیہون کے دسوین حصہ کی دو تہائی[۲] اور جَو کے پانچوین حصہ کی ایک تہائی کم ہو جاوے گی کذافی المحیط

چھٹی فصل بیع سلم مین وکیل کرنے کے بیان مین - اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کرکے کچھ درم اسواسطے دیے کہ ایک کُر گیہون کی سلم مین دیوے اور اُسنے دہ درم بیع سلم کی شرطون کے ساتھ دیدیے تو جائز ہے یہ شرح تکملہ مین لکھا ہی - اور میعاد پر مسلم فیہ سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کریگا اور وہی راس المال سپرد کریگا پھر اگر وکیل نے موکل کے درم ادا کیے ہین تو مسلم فیہ کو لیکر موکل کو دیگا اور اگر اُسنے اپنے درم ادا کئے ہین اور موکل نے اُسکو کچھ نہین دیا ہی تو بقدر اپنے درم کے موکل سے لیگا کذا فی الذخیرہ - اور وکیل کو اختیار ہی کہ سلم پر قبضہ کرلے اور قبضہ کرکے موکل کو نہ دے یہانتک کہ اُس سے اپنے پورے درم حاصل کرلے اور اگر مسلم فیہ اُسکے قبضہ مین تلف ہو جاوے پس اگر اُسکا تلف ہونا موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے[۳] ہو تو امانت مین تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن کے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہو جاوے گا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ یہ قول امام اعظم کا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - پس اگر اُسنے راس المال کو موکل کے مال سے دیا اور سلم پر کوئی کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہے پس اگر میعاد آنے کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا مسلم الیہ کو سلم سے بری کر دیا یا اُسکو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور وکیل اپنے موکل کو ضمان دیگا اور اسیطرح اگر اُسنے کسی غنی یا غیر غنی پر حوالہ[۴] لیا اور پہلے کو اُسنے بری کر دیا تو خاصۃً وکیل پر جائز ہی اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دے گا اور اگر اُسنے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹ کر لیا تو جائز ہی اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مثل شرط کے اُس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک کر دیا تو جائز ہی اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک اپنے موکل کے واسطے سلم کا ضامن ہوگا کذا فی الحاوی - اگر سلم کا اقالہ کر لیا (فسخ کر دیا ۱۲) تو جائز ہی اور امام اعظم اور امام محمد رح کے نزدیک سلم کا نصف موکل کو ضمان مین دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا

---

[۱] قولہ بیسوان حصہ اصل عربی کے نسخ موجودہ مین یون لکھا ہی فینقض عشر الحنطۃ ونصف عشر الشعیر انتہی یعنی گیہون کے دسوین حصہ اور جَو کے بیسوین حصہ کی بیع ٹوٹ جائیگی - مترجم کے نزدیک یہ غلطی کاتب ہی اور صحیح یہ کہ بیسوان حصہ گیہون کی اور دسوان حصہ جَو سے کم ہوگا کیونکہ گیہون کی سلم مین دس درم سے نصف درم کم ہوا تو بیسوان حصہ ہوا اور یہ بالکل ظاہر ہے ۱۲ منہ

[۲] قولہ دو تہائی اسواسطے کہ پندرہ درم مین سے ایک درم ساقط ہوا تو وہ گیہون و جو کے درمونمین سے نصف نصف نہین بلکہ بحساب حقدار کے رکھا جائے گا اور مقدار مین جَو کے پانچ درم سے گیہون کے دس درم دو چند ہین تو اُس درم کے دو حصہ گیہون مین اور ایک حصہ جو مین آیا پس گیہون کے دسوین حصہ مین سے دو تہائی ساقط ہوا اور جو کے پانچوین مین سے تہائی ساقط ہوا فافہم ۱۲ [۳] قولہ روک لینے یعنی پہلے تو سلم فیہ اسکے پاس امانت تھی اور جب اُسنے اپنے درمونکے لیے روک لی تو رہن کی ضمانت ہوگئی [۴] اترائی قبول کی ۱۲

پھر موکل[1] کو اُسنے راس المال ادا کرنے کا حکم دیا اور وکیل چلا گیا تو سلم باطل ہو جاویگی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو راس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو سلم باطل ہو جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر سلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اُس چیز کے سوا کہ جس مین موکل نے بیع سلم کرنیکو کہا تھا دوسری چیز مین سلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہی کہ وکیل سے اپنے درمون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو مسلم الیہ سے ضمان لے پس اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو بیع سلم وکیل کے ساتھ صحیح رہیگی اور اگر مسلم الیہ سے ضمان لی پس اگر ایسی حالت مین ضمان لی کہ وکیل اور مسلم الیہ دونون مجلس عقد مین موجود ہین اور وکیل نے دوسرے درم ادا کر دیے تو سلم جائز رہیگی اور اگر ایسے حال مین ضمان لی کہ دونون مجلس سے جدا ہو گئے ہین تو سلم باطل ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو دس درم اسواسطے دیے کہ انکو اناج کی سلم مین دیوے پھر وکیل نے ایک شخص کو دیکر بیع ٹھہرائی پس اگر اُسنے بیع کی نسبت موکل کے درمون کی طرف کی ہو تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اُسنے اپنے درمونکی طرف نسبت کی ہو تو لینے والے واسطے بیع کرنیوالا ہوگا اور اگر مطلق دس درم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کیواسطے اُسکی نیت کی تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت ہی نہوئی اور اُسنے اپنے درم ادا کیے تو بیع اُسکے لیے ہوگی اور اگر موکل کے درم ادا کیے تو موکل کے لیے ہوگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جبتک وہ عقد کیوقت موکل کی نیت نکرے تب تک عقد اُسی کیواسطے ہوگا اور اگر دونون نے نیت مین جھگڑا کیا اور موکل نے کہا کہ تو نے میری نیت کی ہی اور وکیل نے کہا کہ مین نے اپنی نیت کی ہی تو بالاتفاق سلم کا اناج اُس شخص کو ملیگا جسکے درم اُسنے ادا کیے ہین یہ مبسوط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے کسیکو ہواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے کچھ درم اناج کی بیع سلم مین لیوے[2] پھر وکیل نے وہ درم لیکر موکل کو دیدیے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہیگا اور وکیل کے یہ درم موکل پر قرض ہونگے اور اگر اُسکے وکیل نے اناج مین بیع سلم ٹھہرا دی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا مسلم الیہ کے ساتھ عقد سلم کو فسخ کر دیا تو استحساناً جائز ہی اور مسلم الیہ کو اختیار ہی کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے انکار کرے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ اگر دو شخصون کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکے لیے بیع سلم ٹھہرا دے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہین ہی اور اگر دونون نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہین ہی اور یہ بالاجماع ہی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک شخص کو دو شخصون نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درم اناج کی سلم مین علیحدہ دیوے اور اُسنے دونون کی سلم ایک ہی عقد مین ٹھہرائی تو جائز ہی اور اگر اُسنے دونونکے درم ملا دیے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اُسکے[3] واسطے ہوگی اور ملا دینے کے سبب سے دونونکے مال کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر

---

[1] قولہ پھر موکل آہ ہو قولہ ثم امر الموکل بادا راس المال وذہب الوکیل آہ اور مترجم کے نزدیک معنے یہ کہ پھر موکل کو راس المال ادا کر دینے کا حکم دیکر خود وکیل چلا گیا فافہم یعنے موکل کے ادا کر دینے سے پہلے چلا گیا اور مسلم الیہ نے ہنوز قبضہ بھی نہین کیا ہے ۱۲ منہ

[2] یعنے اناج والے نے جو مسلم الیہ سے بیع سلم کے لیے اپنی طرف سے وکیل کیا جیسے دلال ہوتے ہین ۱۲ منہ

[3] یعنے وکیل کے ۱۲

اس ایک وکیل نے دونون مین سے ہر ایک موکل کے درم ایک شخص کو علٰحدہ دیے پھر اُس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونون موکلون مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ میرا حق ہے تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جاویگا اور اگر مسلم الیہ نے آکر وکیل کی تکذیب کی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعوض درمونکے اپنا کپڑا بیچنے کیواسطے وکیل کیا اور اُسنے اُس کپڑے کو بعوض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم مین دیا تو یہ بیع اُسکی[لہ] ذات کیواسطے ہوگی اور اگر موکل نے اُسکو فروخت کرنیکا حکم دیا اور ثمن نہ بیان کیا ہو اور اُسنے اناج کی سلم مین کسی مدت تک بیع کیا ہو تو امام اعظم کے نزدیک بیع موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے وکیل کو یہ حکم دیا کہ میرے درم کسی شخص کو سلم مین دیوے پھر اُسنے دوسرے کو سلم مین دیدیے تو جائز نہین ہے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے بیع سلم کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے عقد سلم مین کوئی ایسی شرط لگائی کہ جس سے عقد فاسد ہوگیا تو وکیل ضامن نہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو ہواسطے وکیل کیا کہ دس درم طعام کی سلم مین دیوے تو ہمارے نزدیک استحساناً طعام سے مراد گیہون اور اُسکا آٹا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب درم بہت ہون اور تھوڑے ہون تو یہ قول مطلق روٹیونکی طرف رجوع کریگا اور آٹے کے باب مین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین وہ بمنزلہ گیہون کے ہے اور دوسری روایت مین بمنزلہ روٹی کے ہے اور ایسا ہی قیاس[کہ] خرید کے وکیل مین ثابت ہے پس اگر اُسکو اسواسطے وکیل کیا کہ میرے درم طعام کی سلم مین دیوے اور اُسنے جو وغیرہ کی سلم مین دیدیے تو اُسنے مخالفت کی اور موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درمہون کی ضمان لے اور اگر چاہے تو اُنکو مسلم الیہ سے لیوے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی ذمی کو عقد سلم کیواسطے وکیل کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے وکیل سلم نے اگر بیع مین گھٹا ہوا ملتو[سہ] اُٹھالیا تو جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر وکیل نے کسیکو ہواسطے وکیل کیا کہ سلم پر مسلم الیہ سے لیکر قبضہ کرے اور اُسنے قبضہ کیا تو مسلم الیہ بری ہوجاویگا پس اگر وکیل کا وکیل یا اُسکا غلام یا اُسکا بیٹا ہو جو اُسکی پرورش مین ہے یا اُسکا اجیر ہو تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا اور اگر کوئی اجنبی ہو تو پہلا وکیل طعام سلم کا ضامن ہوگا اگر اُسکے وکیل کے پاس تلف ہوجاوے اور اگر اُس تک پہونچ جاوے تو وہ اور اُسکا وکیل ضمان سے بری ہوجاوینگے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اور وکیل سلم کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے مگر جب موکل یہ کہدے کہ جو تو چاہے[کہ] وہ کر یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے۔ وکیل سلم نے اگر اپنے کو یا اپنے مفاوض کو یا اپنے غلام کو مسلم الیہ بنایا تو جائز نہین ہے اور اگر ایسے شریک کو جو اُسکے ساتھ شرکت عنان کرتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے بشرطیکہ مسلم فیہ اُن دونون کی تجارت مین نہو اور اگر اپنے بیٹے یا اپنی زوجہ یا ماں باپ مین سے کسی کو بنایا تو امام اعظم

لہ یعنے وکیل ۱۲ کہ قولہ قیاس یعنے اگر خرید کے واسطے وکیل کیا تو سلم کی طرح اسمین بھی یہی حکم ہے ۱۲ سہ جتنا کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہین کرتا ۱۲ منہ کہ قولہ چاہے یعنے اس معاملہ مین اپنی رائے سے عمل کرنا ۱۲ منہ

کے نزدیک نہین جائز ہی اور اسمین صاحبین نے خلاف کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ جو کچھ میرا تجھپر چاہیے ہی وہ ایک کر گیہون کی سلم مین دیدے پس اگر اُسنے کسی شخص کو معین کیا تو بالاجماع وکالت صحیح ہی اور اگر معین نہ کیا تو بھی صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ وکالت صحیح نہین ہی یہ ینابیع مین ہی اگر وکیل نے بیع سلم ٹھہرانے مین درم اُس چیز کی سلم مین دیدیے جسکا موکل نے حکم کیا تھا اور مسلم الیہ کے اس اقرار پر کہ مین نے درم پورے پالیے ہین گواہ نہین کیے پھر مسلم الیہ زیوف درم واپس کر نیکو لایا اور کہا کہ یہ تیرے اُنھین درمون مین پائے ہین تو اسکی تصدیق کی جاویگی اور اگر وکیل نے مسلم الیہ کے اس اقرار پر گواہ کر لیے ہون تو پھر اُسکے دعوے کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ مین نے جید درم پورے حاصل کر لیے یا اپنا پورا حق لے لیا یا راس المال پورا لے لیا تو پھر اُسکا یہ دعوی کرنا کہ وہ درم زیوف ہین اُسکے اقرار کو توڑتا ہی پس اُسکی سماعت نہوگی اور اُسکے گواہ بھی مقبول نہونگے اور نہ مدعا علیہ پر قسم آویگی اور اگر اُسنے پورے درم پالینے کا اقرار کیا ہو تو درم کا لفظ زیوف اور جید دونونکو شامل ہی پس اُسکا دعوی[1] اُسکے اقرار کو نہ توڑیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر قطن مین سلم ٹھہرائی تو اسمین درام[2] نہ دیا جاویگا جیسا بیع مین ہی اور اسیپر ہمارے زمانے کے مشائخ متفق ہین بشر نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالی سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو ایک کر گیہونکی سلم مین ایک غلام دیا پھر مسلم الیہ نے وہ غلام کسیکے ہاتھ فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام مین کوئی عیب پاکر مسلم الیہ کو بغیر حکم قاضی کے واپس کیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے بیع سلم کا اقالہ چاہا پس اگر رب السلم نے کہا کہ میرا غلام مجھے واپس دے اور مین نے تجھکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مین نے تجھکو سلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مجھ سے سلم کا اقالہ کرے تو یہ سلم باطل ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھسے سلم کا اقالہ کر لے اور غلام کا ذکر نہ کیا یا کہا کہ مجکو سلم سے بری کر دے اور اپنا راس المال لے لے اور غلام کا ذکر نہ کیا تو سلم ٹوٹ جاویگی اور راس کو راس المال مین غلام کی قیمت ملیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کپڑے کے جسکا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہی فروخت کیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ کپڑیکے ادا کرنے مین میعاد ہو اور دوسری یہ کہ نہو تو دوسری صورت جائز نہین ہی اور پہلی صورت جائز ہی پس اگر قبضہ سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو عقد باطل نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین لکھا ہی اور اگر رب السلم نے راس المال مین کچھ بڑھایا تو فی الحال ادا کرنا جائز ہے اور میعادی جائز نہین ہی پس اگر اُسکو مجلس مین ادا کر دیا تو صحیح ہی اور اگر زیادتی پر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بقدر زیادتی کے سلم باطل ہو جاویگی اور مسلم الیہ نے کچھ زیادہ کیا تو دیکھا جاوے گا کہ اگر راس المال معین ہے اور وہ موجود ہے تو فی الحال و رمیعاد پر دونون طرح جائز ہی اور اگر راس المال غیر معین ہی پس اگر مسلم الیہ نے معین چیز مثلاً سونی[۱۲] زیادہ کی تو فی الحال و رمیعاد پر دونون طرح جائز ہے اور اگر درم یا دینار زیادہ کیے تو مجلس مین زیادتی پر قبضہ ہو جانا شرط ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

[1] یعنے زیوف ہونے کا دعوی ۱۲ [2] قولہ درام ناکارہ یعنے ملی ہوئی قسم ہے ۱۲

انیسوان باب قرض اور قرض لینے اور کوئی چیز بنوانے کے بیان مین۔ جو چیزین مثلی ہین اُنکا قرض جائز ہی جیسے کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مانند انڈے وغیرہ کے اور جو چیزین مثلی نہین ہین جیسے حیوان اور کپڑے اور عددی متفاوت اُن مین قرض جائز نہین ہی اور قرض فاسد مین اگر مقروض چیز پر قبضہ کیا تو اُسکا مالک ہو گیا جیساکہ بیع فاسد مین قبضہ کی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہی و لیکن قرض فاسد مین جس چیز پر قبضہ کیا ہی خاص اُسی کو واپس کرے اور قرض جائز مین اگر قرض مقبوض قرض لینے والے کے پاس موجود ہو تو وہی واپس کرنیکے واسطے معین نہوگا بلکہ اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکو واپس کرے یا اُسکا مثل واپس کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پھر جس جگہ قرض جائز نہین ہوا تو اُس قرضہ سے نفع اُٹھانا بھی جائز نہین ہی و لیکن اُسکا فروخت کرنا جائز ہی کذا فی العمادیہ اور روٹی کا وزن کے حساب سے نہ گنتی کے حساب سے قرض لینا امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ کافی وغیرہ مین لکھا ہی۔ نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ گیہون اور آٹے کا وزن سے قرض لینا اور ایسے ہی خشک چھوارے کا اصطلاح قرض لینا ضروری نہین اور نہ اُسمین عبرت ہی اگرچہ ایسی جگہ واقع ہو جہان یہ چیزین وزن کی جاتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اصل مین مذکور ہی کہ اگر آٹا تول کر قرض لیا تو اُسکو وزن سے نہ واپس کرے و لیکن دونون قیمت پر صلح کر لین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت مین آیا ہی کہ اُسکا وزن سے قرض لینا استحسانًا جائز ہی جبکہ لوگون مین اُسکا وزنی ہونا رائج ہو جاوے اور اسی پر فتویٰ ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ ایندھن اور لکڑی اور قصب اور تر خوشبودار چیزین اور ساگ کا قرض لینا جائز نہین ہی لیکن حنا اور وسمہ اور خشک خوشبودار چیزین کہ جو پیمانہ سے بکتی ہین اُنکے قرض لینے مین کچھ خوف نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ اور کاغذ کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ملوا خروط کا پیمانہ سے قرض لینا اور بیگنون کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور فتاوی عتابیہ مین ابن سلام سے نقل کیا ہی کہ کچی اور پکی اینٹون کا گنتی سے قرض لینا جائز ہی بشرطیکہ اُنمین تفاوت نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور گوشت کا قرض لینا جائز ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور گوشت کا وزن سے قرض لینا جائز ہی یہ فتاوی صغریٰ مین لکھا ہی۔ اور ہمارے شہرون مین خمیر کو وزن سے قرض لینا جائز اور یہی مختار ہی یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور زعفران کو وزن سے قرض لینا جائز ہی اور پیمانہ سے جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور برف کو وزن سے قرض لینا جائز ہی اور اگر گرمیون مین قرض لیا اور جاڑون مین ادا کیا تو اُسکے عہدہ سے نکل گیا اور برف اُن چیزون نہین ہی کہ جنکے عوض قیمت لیجاتی ہی اور اگر برف والے نے

سلہ قاضی خان و ظہیریہ ۱۲ سلہ یعنی ضرورت کی وجہ سے جائز ہونا ان مین نہین ہی ۱۲ م سلہ رواج مین ۱۲ سلہ قولہ قیمت یعنے بعد صلح کے چاہے قیمت جسقدر دین ۱۲ سلہ قولہ بیگنون اقول ہمارے دیار مین یہ حکم مشکل ہی علاوہ برین اسمین سود جاری ہی اور سہر پھل کی علیحدہ قیمت ہی ۱۲ سلہ یعنے بسبب عرف کے بنابرین مترجم کے دیار مین خمیر اور آٹے کا قرض لینا بھی وزن سے روا ہونا چاہیے ۱۲ سلہ قولہ عہدہ یعنے ذمہ دار پاک ہو گیا اگرچہ بے موسم اسکو ادا کیا ۱۲

کہا کہ میں اس سال تجھ سے نہ لونگا تو ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ میں اس مقام پر سوائے اسکے کوئی حیلہ نہیں جانتا
کہ جس شخص پر برف آتا ہے وہ اُسکے برابر برف تول کر برف والے کے گھر میں پھینکدے تاکہ قرض سے بری ہو جاوے
اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک چھٹکارہ اسمیں ہے کہ یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ جسقدر
اُسپر قرض ہے اُتنے لینے پر قاضی اُسکو مجبور کرے جیسا اس صورت میں کہ کسی نے دوسرے سے گیہوں قرض لیے پھر اُسکا بھاؤ
بدل جانے کے بعد اُسکے مثل گیہوں اُسکو دیے تو قرض خواہ کو اُنکے قبول کرنے پر قاضی مجبور کریگا یہ مختار الفتاوی
میں لکھا ہے۔ اور سونے اور چاندی کو وزن سے قرض لینا جائز ہے۔ اور عدد سے قرض لینا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ
میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایسے درم ہوں کہ جنمیں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی پیتل ہے اور انکو کسی
شخص نے گنتی سے قرض لیا اور وہ لوگوں میں بھی گنتی سے رائج ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر لوگوں میں فقط وزن سے
رائج ہیں تو صرف وزن سے اُنکا قرض لینا جائز ہوگا اور اگر ایسے درم ہوں جنمیں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہے
تو انکا قرض لینا فقط وزن سے جائز ہے اگرچہ لوگوں کا معمول ہو گیا ہو کہ اُنکے ساتھ گنتی سے فروخت کرتے ہوں اور اگر
درموں میں آدھی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو انکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جسکا گنتی کا
فروخت کرنا جائز ہے اُسکا قرض لینا بھی جائز ہے **قال المترجم** یعنی گوبر میں سے کھاد کا بیچنا جائز ہے تو اُسکا قرض
لینا بھی جائز ہے اور واقعات حسامیہ میں لکھا ہے کہ سرگین کے تلف کرنے والے پر اُسکی قیمت واجب ہوتی ہے اور وہ
ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکا مقابل قیمت ہوتی ہے تو اس روایت کے موافق اُسکا قرض لینا جائز نہوگا اور تجرید
میں لکھا ہے کہ اگر میعادی قرض دیا یا بعد قرض کے مدت مقرر کی تو مدت باطل ہوگی اور حال فی الحال دینا واجب ہے
بخلاف اس صورت کے کہ کسی نے اپنے مال میں سے فلان شخص کو ایک مہینہ کیواسطے قرض دینے کی وصیت[1]
کی کذا فی التاتارخانیہ۔ اور قرض کے تلف کر دینے کے بعد مدت مقرر کرنے یا اُس سے پہلے مدت مقرر کرنے میں
کچھ فرق نہیں ہے یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور قرض کی میعاد لازم ہونیکا یہ حیلہ ہے کہ قرض لینے والا
قرضدار کا قرض کسی پر اُتروا دے پھر قرض لینے والا اُس شخص سے کہ جسپر اُتروایا ہے مدت مقرر کرے تو میعاد لازم آویگی یہ بحرالرائق
میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرے مکروہ جانتے تھے اور کرخیؒ
نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب نفع قرض لینے میں مشروط کیا گیا ہو مثلاً کھوٹے درم اسواسطے دے کہ اُسکو
صحیح درم ادا کرے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط عقد نہو اور قرض لینے والا قرض سے جید ادا کرے تو اسمیں کچھ خوف نہیں ہے اور
ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درم یا دینار اسواسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اُسکا کوئی اسباب گران ثمن میں
خریدے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط نہو اور قرض لینے کے بعد اُسنے گران ثمن میں خرید لیا تو کرخیؒ کے قول پر کچھ خوف
نہوگا اور خصافؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں اسکو اچھا نہیں جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ امام محمدؒ
کا قول ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں لکھا کہ سلف کے لوگ اسکو مکروہ جانتے تھے لیکن خصافؒ نے کراہت کو ذکر نہیں کیا معروف

[1] وصیت یعنی اس وصیت کو نافذ کرنا چاہیے اور قرض میں مدت صحیح نہیں ہے ۱۲ سلہ یعنے تو حق سے بری ہو گئے ۱۲

یہ کہا کہ مین یہ اسکے لیے اچھا نہین جانتا ہون پس یہ کراہت سے قریب ہی ولیکن کراہت سے کم ہی اور امام محمد رح نے اسمین کچھ خوف نہین جانا کیونکہ اُنھون نے کتاب الصرف مین فرمایا ہی کہ اگر قرض لینے والے نے قرضخواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور امام محمد رح نے اسکی تفصیل نہین فرمائی پس یہ اس بات کی دلیل ہی کہ اُنھون نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا کہ جو امام محمد رح نے سلف کا قول نقل کیا ہی وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض لینے مین کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہی اور جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہی کہ جب قرض دینے مین ہدیہ کی شرط نہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہین ہی اور قرض مین بیع کی صورت جو مکروہ لکھی گئی اُسوقت ہی کہ جب قرضہ سے پہلے ہو اور اگر بیع قرضہ سے پہلے ہو اور اُسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سو دینار کا معاملہ کرے اور عمرو نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا کہ جسکی قیمت بیس دینار ہین چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اُسکو ساٹھ دینار قرض دیے یہانتک کہ قرضخواہ کے سو دینار زید پر قرض ہوگئے اور زید کو حقیقت مین اسی دینار حاصل ہوئے ہین تو اس صورت کو خصاف نے ذکر کیا کہ جائز ہی اور محمد بن سلمہ امام بلخ کا یہی مذہب ہے اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سلمہ کے پاس بہت اسباب تھا جب کوئی شخص اُن سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اُسکے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اسکی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اُسکو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشایخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہی جو نفع حاصل کراتا ہی اور مشایخ مین سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض و بیع دونون ایک مجلس مین واقع ہون تو مکروہ ہی اور اگر دونون کی مجلس مختلف ہو تو کچھ خوف نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی خصاف اور محمد بن سلمہ دونون کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ محیط مین لکھا ہی اور قرضدار کا ہدیہ لینے مین کچھ خوف نہین ہی[ع] اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہی تو افضل یہی ہی کہ اُسکا ہدیہ قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہین دیتا بلکہ قرابت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہی تو اُس سے پرہیز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرضدار سخاوت اور کرم مین مشہور ہو تو بھی پرہیز نہ کرنا چاہیے کذا فی محیط السرخسی۔ اور اگر انمین سے کوئی بات نہو تو یہ صورت مشکل ہی پس چاہیے کہ اُس سے پرہیز کرے یہانتک کہ یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اُسنے بسبب قرضہ کے ہدیہ نہین بھیجا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جسپر قرض ہی اُسکی دعوت قبول کرنیمین کچھ ڈر نہین ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہے اور افضل یہ ہی کہ اُسکی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اُسکو اشتباہ پیدا ہو جاوے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ جو امام محمد رح نے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر محمول کیا جاویگا کہ اگر قرضدار قبل قرض لینے کے اسکی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اسکی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اسکی دعوت نہین کرتا تھا یا پہلے ہر بیس دن مین اسکی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر دس دن مین اُسکی

---

[۱] بیدا کرائے یعنے قرض کے ذریعہ سے کچھ نفع کھینچے اور یہ صحابہ رض سے صحیح منقول ہی ۱۲ [ع] قول خوف نہین الخ اس مین اشارہ ہی کہ یہ محل خوف ہی تو بہتر نہین ہی ۱۲

دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہین ہے اور وہ کھانا جنبیت[1] ہوگا اگر قرض کا بدلا رائج ہونا قرض مین شرط نہ کیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ کسی دوسرے پر کچھ درم قرض تھے اور اُسنے قرضدار کے درمون پر قابو پایا تو اُسکو اُن درمونکے لے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ اُسکے درم جید نہون اور قرض میعادی نہو اگر اُسکے دینارون پر قابو پایا تو ظاہر الروایت مین نہین لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے قرضدار نے اگر قرض کو جیسا اُسپر چاہیے تھا اُس سے جید ادا کیا تو قرضخواہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاوے گا جیسا کہ گھٹیا ہو تو ایسی صورت مین جبر نہ کیا جاوے اور اگر اُسنے خود قبول کر لیا تو جائز ہے چنانچہ اگر قرضدار نے اُسکی جنس کے برخلاف دیا اور اُسنے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر قرض میعادی تھا اور قرضدار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرضخواہ قبول کرنے پر مجبور کیا جاویگا اور اگر قرضدار نے جتنا اُسپر تھا اُس سے زیادہ وزن مین ادا کیا پس اگر اُسقدر زیادتی ہو جو دوبارہ وزن کرنے مین آجاتی ہے تو جائز ہے اور اسپر اجماع ہے کہ سو درم مین ایک دانگ ایسا ہے کہ جو دوبارہ وزن مین زیادہ ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دو وزن وزن مین نہین آتی ہے مثلاً ایک درم یا دو درم ہو تو بہت ہے اور جائز نہین ہے اور آدھے درم مین اختلاف ہے ابو نصر دبوسی رح نے فرمایا کہ سو درم مین آدھا درم زائد ہے پس اُسکے مالک کو واپس کیا جاوے اور اگر قرضدار کو زیادتی کی خبر نہو تو زیادتی کثیرہ اُسکو واپس کیجاویگی اور اگر اُسکو خبر ہو اور اُسنے اپنے اختیار سے دی ہو تو زیادتی کے قبضہ کرنیوالے کو حلال نہین ہے اگر یہ دیے ہوئے درم شکستہ ہون یا ثابت ہون کہ جنکو ٹکڑے کرنا ضرر نہین کرتا ہے تو یہ زیادتی جائز نہوگی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کذا فی فتاوی قاضیخان۔ اور اگر یہ درم ثابت ہون اور شکستہ کرنا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اسقدر ہو کہ بدون توڑنے کے اُسکا جدا کرنا ممکن ہے مثلاً اُن درمون مین ایک درم کم مقدار کا ہو اور اُسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہین ہے اور اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنے کے اُسکا جدا کرنا ممکن نہو تو بطریق ہبہ کے جائز ہے اور اگر کوفہ مین اس شرط سے قرض دیا کہ اُسکو بصرے مین ادا کرے تو جائز نہین ہے کذا فی المحیط اور سفتجہ[2] مکروہ ہے لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرضدار نے دوسرے شہر مین ادا کیا تو جائز ہے منتقی مین لکھا ہے کہ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھکو ہزار درم اس شرط پر قرض دے کہ مین تجھکو اپنی یہ زمین عاریت دونگا کہ تو اسمین کھیتی کرنا جبتک کہ تیرے درم میرے پاس رہین پس قرضخواہ نے کھیتی کی تو کوئی چیز صدقہ نہ کریگا اور مین اُسکے لیے یہ حاصل مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے پیسے یا عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد ہو گئے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اُسپر اُنکے مثل کا ادا کرنا واجب ہین اور اُنکی قیمت کی ضمان نہ دیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر قبضہ کرنے کے دن جو اُنکی قیمت تھی ادا کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُنکے رائج ہونے کے آخر دن جو اُنکی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر فتوی ہے

[1] یعنے اُس کھانے کو کھانا ۱۲ [2] یہ لفظ معرب ہے اور مراد یہ ہے کہ قرض اس شرط سے دیا کہ اُسکو قرضدار دوسرے شہر مین بھرپور ادا کرے گا ۱۲

کذا فی فتاوی قاضیخان - اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہے اور ہمارے زمانے میں انھیں کا قول اقرب الی الصواب ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے شخص کو بخارا میں بخاری درم قرض دیے پھر قرضدار سے ایسے شہر میں ملا کہ جہاں وہ شخص ایسے درموں پر قادر نہ تھا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ اسکو مسافت اندازہ سے آنے جانے کی مہلت دے اور اسکی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کرلے ورنہ انکی قیمت لے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس سے ایسے شہر میں ملا کہ جس میں یہ درم چلتے ہیں ولیکن بہا سے نہیں جاتے ہیں تو وہ اسکو بقدر مسافت کے آنے جانے کی مہلت دیگا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس میں یہ درم نہیں چلتے ہیں تو انکی قیمت لے لیگا یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر قرضدار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت میں ساقط ہونا آیا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اسپر شراب کی قیمت واجب ہے اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے یہ بحر الرائق کے متفرقات میں لکھا ہے۔ کسی نے وزنی یا کیلی چیز قرض لی پھر بازار میں اس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرضخواہ کو مہلت دینے پر مجبور کیا جائیگا یہانتک کہ کھیتی[1] پک جائے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ مختار الفتاوی میں لکھا ہے کسی شخص کے دوسرے شخص پر کچھ درم قرض تھے اور اسنے اس سے زیوف یا بنہرہ یا ستوقہ لے لیے اور انپر راضی ہو گیا تو جائز ہے پس اگر اسنے انکو صرف کیا تو مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ زیوف یا بنہرہ کا قرض لینا مکروہ ہے اور قرضدار پر انکے مثل واجب ہونگے پس اگر انکا رواج جاتا رہے تو اسپر انکی قیمت واجب ہوگی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر میں قرض لیا کہ جہاں وہ طعام ارزان ہے پھر قرضخواہ اس سے دوسرے شہر میں ملا کہ جہاں یہ طعام گران ہے پھر قرضخواہ نے اس سے اپنا حق مانگا اور اسکو پکڑا تو اسکو پکڑ رکھنے کا اختیار نہوگا اور قرضدار کو حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کی مضبوطی کردے اور اسکا طعام اسی شہر میں جہاں اسنے قرض لیا ہے ادا کردے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیے اور قرضدار نے انپر قبضہ کر لیا پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ ان درموں کو جو میرے تجھپر ہیں بعوض دیناروں کے بیع صرف کرلے پس اگر اسنے کسی شخص کو مثلاً زید کو معین کیا اور کہا کہ اسکے ساتھ بیع صرف کرلے اور اسنے بیع صرف کرلی تو بالاجماع جائز ہے یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور صاحبین رح سب کے نزدیک بالاتفاق بحق قرضخواہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ بیع قرض دینے والے پر جائز نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جائز ہوگی پھر اگر قرضخواہ نے قرضدار سے دینار لینا چاہے اور قرضدار نے اختیار سے اسکو دیدیے تو بالاجماع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درم قرض تھے پھر انمیں سے سو درم پر کسی مدت کے وعدہ پر اس سے صلح کرلی تو یہ کم کر دینا صحیح ہے اور سو کی بالحال دینا ہیں اور قرضدار قرض سے

---

[1] کھیتی پکنے یا اناج جو پیداوار وغیرہ سے کٹتا ہو وہ بازار میں آنے لگے اور یہی کھیتی پکنے سے مراد ہے ۱۲

انکار کرتا تھا تو یہ سو درم میعاد پر ملینگے۔ کسی نے دوسرے کو ایک کر گیہون قرض دیئے پھر قرضدار نے اُس سے یہ قرضہ بعوض
درمون کے خریدا تو جائز ہے خواہ یہ قرضہ اسکے پاس موجود ہو یا نہو کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور صحت خرید
جائز ٹھہا پس اگر اُسنے درم اُسی مجلس مین ادا کر دیے تو خرید صحیح ہو گئی اور اگر اُسی مجلس مین ادا نہ کیے تو باطل ہو جاویگی اور یہ
صورت اُسکے برخلاف ہے کہ جب قرضدار کا بھی ایک کر گیہون قرضخواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُسپر آتا تھا بعوض
اُسکے جو اُسکا دوسرے پر آتا ہے خریدا تو جائز ہے اگرچہ دونون جدا ہو جاوین پھر اگر مشتری نے وہ درم مجلس مین ادا کر دیے
بعد اسکے اُس کر مین کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہین کر سکتا ولیکن ثمن سے نقصان عیب واپس لیگا اور اگر قرض
مقبوضہ کو اُسنے تلف کر دیا ہو تو کل کے نزدیک یہی حکم ہوگا جو ہمنے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور وزنی چیز سوا درم
اور پیسون کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر اُس کر کو جو اُسپر قرض ہے اُسی کے مثل کر کے عوض
خریدا تو جائز ہے بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہین ہے مگر جبکہ اُسی مجلس مین قبضہ کر لے پس اگر اُسنے قرضہ کے کر مین
کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہین لے سکتا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر ایک کر طعام قرض لیا اور اُسپر قبضہ
کیا پھر قرضدار نے یہ کر بعینہ اپنے قرضخواہ سے خریدا تو بیع باطل ہے اور یہ نقض[1] قرض کو متضمن نہین ہے ولیکن اگر قرضدار
نے یہ کر بعینہ قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو صحیح ہے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہے کسی نے دوسرے کو سو درم
اس شرط پر قرض دیے کہ یہ کھرے ہین اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر قرضدار نے قرضخواہ سے دس دینار کے عوض خریدے
تو خرید صحیح ہے اور بعد صحت کے اگر دونون ہر دو بدل پر قبضہ ہونے کے مجلس سے جدا ہو جاوین تو بیع صرف باطل
ہو جاویگی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دینار دلن پر (یعنے بیچنے والے) قبضہ کر لیا تو بیع صرف صحیح ہوگی پس اگر قرضدار نے
قرض کے درم زیوف یا نبہرہ پائے تو واپس نہین کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اگر ستوق یا رصاص
پائے تو اُنکو قرضخواہ کو واپس کرے بعد اُسکے اگر وہ دونون مجلس سے جدا ہوے اور کھرے سو درم اُسنے
مجلس مین لے لیے اور دینار ادا کر چکا ہے تو بیع صحیح رہیگی اور اگر جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جاوے گی اور قرضدار
کو اختیار ہوگا کہ اپنے دینار واپس کر لے کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضدار پر بجاے درم کے دینار یا پیسے قرض ہے
اور اُسنے بعوض درمون کے خریدے پھر اُنکو زیوف یا نبہرہ یا ستوق پایا تو دینارون مین سب صورتون مین
وہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایسے ہی پیسون کو اگر زیوف یا نبہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر پیسون کو ستوق
پایا اور درمون پر قبضہ کے بعد دونون جدا ہو چکے ہین تو عقد جائز رہیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ خلاصہ مین لکھا ہے
کہ قبضہ سے پہلے قرض مین تصرف کرنا صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ غلام تاجر اور مکاتب[2] اور لڑکے
اور بیوقوف کا قرض دینا جائز نہین ہے اور اگر کسی نے لڑکے یا بیوقوف کو قرض دیا اور اُسنے تلف کر دیا تو اُسپر
ضمان نہوگی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی

سلہ یعنے گویا نہ تھے تو صلح مذکور مین الخ ۱۲ م [1] توڑنا عقد قرض یعنے جب قرضدار نے اسکو خریدا حالانکہ یہ اسکی ملک ہے تو گیا معاملہ قرض کو توڑ دیا پس جواب دیا کہ فقط بیع باطل ہے اور معاملہ قرض کا توڑنا لازم نہ آویگا ۱۲ [2] یعنے یہ لوگ قرض نہین دے سکتے ہین ۱۲

کے نزدیک جو اُسنے تلف کیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر ایسے غلام کو قرض دیا کہ جسکو اُسکے مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہی اور اُسنے تلف کر دیا تو اُس سے مواخذہ نہ کرے یہان تک کہ وہ آزاد ہو جاوے اور اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو ہم نے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فی الحال مواخذہ کیا جاوے گا جیسا ودیعت مین ہوتا ہے۔ اور اگر قرض دینے والے نے اپنا بعینہ مال اُسی مین سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُسکا زیادہ حقدار ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلان شخص سے دس درم قرض لے اور اُسنے قرض لیکر قبضہ کر لیا اور کہا کہ مین نے وہ درم حکم دینے والے کو دیدیے تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا اور موکل پر اُسکی تصدیق نہ کیجاوے گی اور اگر کسی نے اپنے ایلچی کو اپنا خط دیکر کسی کے پاس بھیجا کہ تو مجھے اسقدر درم بھیجدے کہ وہ تیرے مجھپر قرض ہونگے اور اُسنے اسی کے ہاتھ بھیجدیے جس نے خط پہونچایا تھا تو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی کہ یہ حکم دینے والے کا مال نہوگا جبتک اُسکے پاس نہ پہونچے اور اگر کسی نے اپنا ایلچی دوسرے کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجکو دس درم قرض بھیجدے اُسنے کہا کہ اچھا اور اُسکے ایلچی کے ہاتھ بھیجدیے تو اگر اس شخص نے اقرار کیا کہ میرے ایلچی نے اُنپر قبضہ کیا ہی تو اُنکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کو اسواسطے بھیجا کہ فلان شخص سے ہزار درم قرض لے اور اُس شخص نے اُسکو قرض دیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہو گئے پس اگر ایلچی نے یہ کہا تھا کہ فلان بھیجنے والے کے واسطے قرض دے تو یہ درم بھیجنے والے کے ضائع ہوئے اور اُسی کو ضمان دینی پڑیگی اور اگر ایلچی نے یہ کہا کہ تو مجکو قرض دے فلان بھیجنے والے کے واسطے اور اُسنے دیے اور وہ اُسکے پاس ضائع ہوئے تو ایلچی کے ذمہ پڑینگے اور حاصل یہ ہی کہ قرض دینے مین وکیل کرنا جائز ہی اور قرض لینے مین جائز نہین ہی اور قرض لینے مین ایلچی بھیجنا حکم دینے والے کے واسطے جائز ہی اور اگر قرض لینے کے وکیل نے ایلچیون کے مانند کلام زبان سے نکالا تو یہ قرض حکم دینے والے کے ذمے ہو جائیگا اور اگر وکیل کی طرح کلام کیا بایں طور کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کی تو وہ اپنی ذات کیواسطے قرض لینے والا ہوگا اور جو کچھ اُسنے قرض لیا وہ اُسیکا ہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ اپنے موکل کو نہ دے اور اگر موکل نے کوئی چیز اسکو اسواسطے دی تھی کہ اسکو رہن کر دے تو وکیل اپنے قرضہ کے عوض رہن کرنیوالا ہوگا اور اُس رہن کا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے دس درم قرض مانگے اور اپنے غلام کو بھیجا کہ اُسکو قرض خواہ سے لے آوے پھر قرضخواہ نے کہا کہ مین نے وہ درم اُس غلام کو دے دیے اور غلام نے اُسکا اقرار کیا اور کہا کہ مین نے اپنے مالک کو دیدیے اور مالک نے غلام کے درمون پر قبضہ کرنے سے انکار کیا تو اُسکے مالک کا قول معتبر ہوگا اور اُسپر کچھ نہ آئیگا اور نہ قرض دینے والا غلام سے

؎۱ یعنے نہین کر سکتا ہی ۱۲ ؎۲ غلام ہو یا مکاتب طفل ۱۲ ؎۳ یعنے دیگر قرضخواہون کے سوا اُسی کو ملیگا ۱۲ ؎۴ کہ تو لے نہ پہونچے یعنے اسکے قبضہ مین نہ آوے تب تک اسپر قرضہ ثابت نہوگا اور دونون شکلون مین فرق یہ ہی کہ اول مین پہونچانیوالا تردد رہا اور دوم مین پیغام پہونچانے والا ایلچی ہے ۱۲ ام ؎۵ یعنے بھیجنے والے ۱۲

لے سکتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرض لیے اور اُسکو حکم دیا کہ میری زمین مین بو دے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک مین[زمین] پہونچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ کسی نے کچھ درم قرض لیے اور قرض دینے والا اُن کو لایا پھر قرض لینے والے نے کہا کہ اِن کو دریا مین پھینکدے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قرض لینے والے پر کچھ نہ آئیگا[۱] یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر اس شرط پر قرض دیا کہ فلان شخص کفیل ہو تو جائز ہی خواہ فلان حاضر ہو یا غائب ہو کفالت کرے یا نہ کرے یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ کسی نے اقرار کر کے کہا کہ مین نے فلان شخص سے ہزار درم[۲] زیوف یا نبہرہ قرض لیکر خرچ کیے اور قرض دینے والے نے دعوی کیا کہ وہ کھرے تھے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قرض لینے والے کا قول معتبر ہو گا اگر اُسنے زیوف یا نبہرہ اپنے کلام مین ملا کر کہا اور اگر جدا کر کہا تو اُسکا قول معتبر نہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ کسی نے ایک کر معین گیہون خریدے پھر بائع سے کہا کہ مجھے ایک قفیز گیہون یا یہ قفیز قرض دے اور اس کر کے ساتھ جو مین نے تجھ سے خریدا ہو ملا دے اور اُسنے ایسا ہی کیا اور خریدے کو قرض پر یا قرض کو خرید پر ڈالدیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونو کا قابض ہو جائیگا اور ایسا ہی امام محمد سے مروی ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی جس شی کا قرض لینا جائز ہی اُسکا عاریت لینا بھی[یعنی مشتری] قرض ہی اور جس شی کا قرض لینا جائز نہین ہی اُسکا عاریت لینا عاریت ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی کا کسی شخص پر ایک ہزار درم قرض ہین پھر اُسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ انکی بیع صرف کر کے اپنا حق انھین سے لے لے اُسنے انکو لیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئے[قبضہ حق سے] اُس سے پہلے کہ انکی بیع صرف کرے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر اُسنے بیع صرف کر کے درم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہو گئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُسنے اپنا حق انھین سے لے لیا پھر ضائع ہو گئے تو اس طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ[قرضدار] دینار دیے اور کہا کہ انکو اپنے حق کی ادائی کیواسطے لے اور اُسنے لے لیے تو اُسکی ضمانت مین ہو گئے اور اگر کہا کہ انکو اپنے حق کیواسطے بیچ لے اور اُسنے اپنے حق کے برابر درمون پر انکو بیچ کر درمونکو لے لیا تو بیع کے بعد قبضہ[۳] کے ساتھ اپنے حق کا قابض ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر قرض دینے والے نے یہ چاہا کہ قرضدار سے اپنا بعینہ کر لیوے تو اُسکو اختیار نہین ہی اور قرضدار کو اختیار ہی کہ اسکے عوض دوسرا دیوے یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ بیس آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اس سے قرض لیکر سب نے کہا کہ ہم مین سے اِس ایک شخص کو دیدے اور اُسنے دیدیا تو قرضخواہ اُس شخص سے مطالبہ نہین کر سکتا ہے مگر اُسی قدر کہ جتنا اُسکا حصہ ہی اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر قبضہ کر لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی جو اکر لینا ہر ایسی چیزون مین جن مین لوگونکا تعامل جاری ہی جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و پیتل کے برتن وغیرہ استحساناً جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی پھر جن چیزون مین لوگونکا تعامل جاری ہی اُن مین جو اکر لینا صرف اُسوقت جائز ہی

---

[۱] یعنے اگر پھینکدیوے [۲] زیوف و نبہرہ کھوٹے درم ہین [۳] درمقدار مذکور[۱۲] [۴] قبضہ لیے پہلے حق وصول پانیوالا نہوگا ۱۲

کہ جبکہ اسکا وصف اس طرح بیان کر دیا جاوے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہو جاوے اور جن چیزون مین لوگون کا تعامل نہین ہو مثلاً کسی جولاہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کر لا تو جائز نہین ہو یہ جامع صغیر مین لکھا ہو۔ اور بنوانے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً موزے والے سے کہے کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ اپنے چمڑے سے بنا لا کہ جو میرے پاؤن کے موافق ہو اور اسکو اپنا پاؤن دکھلا دیا یا کسی سنار سے کہا کہ اتنے درم کے عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنا لا اور اسکا وزن اور صفت بیان کر دے اور اسیطرح اگر کسی سقہ سے کہا کہ مجھکو ایک پیسہ مین ایک بار پانی پلا دے یا پچھنے لگانے والے سے کہا کہ اجرت پر پچھنے لگا دے تو یہ بھی لوگونکے تعامل کی وجہ سے جائز ہو اگرچہ پینے کی مقدار یا پچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہین ہے یہ کافی مین لکھا ہو۔ استصناع یعنی بنوا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہو اور آخر مین سپرد کرنے سے ایک ساعت پہلے بیع ہو جاتا ہو اور یہی صحیح ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو اور کاریگر کو اختیار نہو گا بلکہ وہ بنانے پر مجبور کیا جاویگا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی سے روایت ہو کہ اسکو اختیار ہوگا کذا فی الکافی اور یہی مختار ہو یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہو۔ اور بنوانے والا مختار ہے اگر چاہے تو اسکو لے ورنہ چھوڑ دے اور کاریگر کو خیار نہین ہو اور یہی اصح ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور واضح ہو کہ جسپر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہو جسکا بنوانا ٹھہرا ہو اور اسیواسطے اگر کاریگر اسکو پوری تیار کر لے آیا کہ وہ اسکی کاریگری سے نہ تھی یا اسی کی بنائی ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہو کذا فی الکافی۔ اور بدون اختیار لینے کے متعین نہین ہو جاتی ہو حتی کہ اگر کاریگر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اسکو فروخت کر دیا تو جائز ہو اور یہی صحیح ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو۔ اور اگر میعاد لگا دی ان چیزون مین جن مین لوگون کا تعامل ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک سلم ہو جاویگی حتی کہ بدون شرائط سلم کے جائز نہین ہو اور اسمین خیار ثابت نہو گا اور صاحبین رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک وہ استصناع رہیگا اور مدت کا ذکر جلدی بنانے کے واسطے ہو گا اور اگر ان چیزون مین مدت لگائی جن مین لوگونکا تعامل نہین ہو تو بالاجماع سلم ہو جاویگی یہ جامع صغیر مین لکھا ہو۔ اور یہ مدت کا اختلاف اس صورت مین ہو کہ جب مدت کا ذکر مہلت دینے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اسکے مانند مہلت دی اور اگر جلدی کے طور پر ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنواتا ہون کہ تو کل یا پرسون فارغ ہو جاوے تو بالاجماع سلم نہو جاویگی یہ فتاوی صغری مین لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کوئی چیز بنوائی پھر اس چیز مین دونون نے اختلاف کیا اور بنوانے والے نے کہا کہ تو نے ویسی نہین بنائی جیسی بیچ کی تھی اور کاریگر نے کہا نہین بلکہ مین نے ویسی ہی بنائی ہو تو مشائخ نے کہا کہ کسی پر قسم نہین آتی ہو اور اگر کاریگر نے کسی پر دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قسم نہ دلائی جاویگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے

۱؎ قولہ اختیار یعنی چاہے بنائے یا نہ بنائے جیسے آیندہ مسئلہ مین کہا کہ کاریگر کو اختیار نہین ہو ۱۲ ۲؎ قولہ میعاد لگا دی مثلاً کہا کہ مجھے ایک انگوٹھیان چاندی کی بنا یک وزن یک تولہ سفید چاندی سے اس بنانے پر ایک مہینہ کی مدت پر بنا دے ۱۲

بیسوان باب۔ ایسی بیوع کے بیان مین جو مکروہ ہین اور ایسے لفظون کے بیان مین جو انمین جاننا چاہیے کہ وہ عریہ[1] جسکے باب مین اجازت آئی ہی وہ عطیہ ہوتا ہو نہ بیع اور اسکی تعریف یہ ہی کہ کوئی شخص اپنے باغ مین سے ایک درخت کے خرما کسی شخص کو ہبہ کرے پھر ہر روز اس شخص کا اُسکے باغ مین آنا بسبب اسکے کہ اُسکے اہل و عیال باغ مین ہین اُسپر گران گذرے اور اُسکو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ اپنے وعدہ مین خلاف کرے اور ہبہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجاے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوے چھوہارے اندازہ سے اُسکو دیتا ہی تاکہ اُسکا ضرر اسپر سے دفع ہو جاوے اور خلاف وعدہ بھی نہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اور وہ عینہ جسکے باب مین شرعی ممانعت آئی ہی اُسکی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک حاجتمند آدمی دوسرے کے پاس جاے اور اُس سے مثلاً دس درم قرض مانگے اور قرض دینے والا قرض دینے مین رغبت نہ کرے اور بڑھتی مین طمع کی وجہ سے یہ کہے کہ قرض دینے مین تو مجھکو آسانی نہین ہی ولیکن مین یہ کپڑا اگر تو چاہے تو تیرے ہاتھ بارہ درم کو بیچتا ہون اور بازار مین اسکی قیمت دس درم ہی تو اُسکو بازار مین دس درم مین بیچ لینا اور قرض لینے والا اسپر راضی ہو جاوے پس قرض دینے والا بارہ درم مین اُسکے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اُسکو بازار مین دس درم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے اس کپڑے کے مالک کو دو درم کا نفع حاصل ہوا اور اُس سے قرضدار کو دس درم حاصل ہوں اور بعض مشائخ نے اُسکے یہ معنی بیان کیے کہ وہ دونون تیسرا شخص درمیان مین ڈالین پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ بارہ درم مین بیچکر اُسکے سپرد کردے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درم مین بیچکر اُسکے سپرد کردے پھر تیسرا اُس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درم مین فروخت کرکے اُسکے سپرد کردے دس درم اُس سے لے اور وہ درم قرض مانگنے والے کو دیدے پس قرض مانگنے والے کو دس درم ملینگے اور کپڑے کے مالک کے اُسپر بارہ درم قرض ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت[2] ہی کہ عینہ جائز ہی اور اُسپر عمل کرنیوالے کو اجر ملیگا یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی۔ اور وہ بیع کہ جسکو ہمارے زمانے کے لوگون نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے اُسکا نام بیع الوفا رکھا ہی وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہی اور وہ مبیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہی جیسے مرتہن کے پاس مرہون ہوتی ہی کہ نہ وہ اُسکا مالک ہوتا ہی اور نہ اُسکے مالک کی بلا اجازت اُس سے نفع اٹھا سکتا ہے اور جو اُسکا پھل اُس نے کھایا یا اُسکا درخت تلف کیا تو اُسکا وہ ضامن ہوگا اور اگر اُسکے پاس وہ سب تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جاویگا بشرطیکہ اُتنی قرضہ کی وفا ہو اور نہین اگر کچھ زیادتی ہو جاوے اور وہ اُسکے بدون فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اُسپر نہ آویگی اور جب اُسکا بائع قرضہ ادا کردیوے تو اُسکو

[1] قولہ عریہ الخ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی۔ دوسری حدیث مین وارد ہی کہ جب تم لوگ بیع عینہ کروگے تو تمپر ذلت آویگی اور کفار تمپر غالب آجاوین گے ۱۲

[2] قولہ روایت ہی یعنے ضعیف خلاف ظاہر الروایہ اور یہ بھی نہین صاف کھلتا کہ عینہ کے کیا معنی لیے ہین ۱۲

واپس لے سکتا ہی اور ہمارے نزدیک اسمین اور رہن مین کسی حکم مین فرق نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی اور
اسی پر سید ابو شجاع سمرقندی کا فتویٰ ہی اور قاضی علی سغدی نے بخارا مین اسی پر فتویٰ دیا ہی اور بہت سے ائمہ کا
یہی فتویٰ ہی کذا فی المحیط۔ اور اسکی صورت یہ ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ شی معین بعوض
اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہی فروخت کی اس شرط پر کہ جب مین قرض ادا کردون تو یہ شی میری ہی یا بائع یون کہے کہ
مین نے تیرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ جب مین تجھکو ثمن دیدون تب تو یہ شی مجھکو واپس کردے
کذا فی بحر الرائق۔ اصح یہ ہی کہ جو عقد اُن دونون مین بندھا اگر وہ لفظ بیع کے ساتھ ہو تو رہن نہوگا پھر دیکھا
جائیگا کہ اگر اُن دونون نے بیع مین کوئی فسخ کی شرط ذکر کی ہی تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہین ذکر کی بلکہ
بیع بشرط الوفا یا لفظ بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ اُنکے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع غیر لازم ہی تو بھی
بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع مین کوئی شرط نہین کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ
وفا کرنا لازم[1] ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور نسفیہ مین ہی کہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے
اپنا گھر ثمن معلوم کے عوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر بائع نے مشتری سے
اس گھر کو اجارہ پر بشرائط صحت اجارہ لیکر قبضہ کیا اور مدت گزر گئی تو کیا اُسپر اجرت دینا لازم ہی تو شیخ رحمۃ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ لازم[2] نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت
کیا اور دونون نے قبضہ کرلیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اُسکو بیچکر سپرد کردیا اور غائب ہوگیا تو
پہلے بائع کو اختیار ہی کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کرکے اپنا باغ واپس کرلے اور اسیطرح اگر پہلا بائع اور دونون
مشتری مرگئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہین تو پہلے بائع کے وارثون کو اختیار ہی کہ دوسرے مشتری کے وارثون
کے ہاتھ سے اُسکو چھڑالین اور دوسرے مشتری کے وارث وہ ثمن جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہی اُسکے بائع کے
ترکہ مین سے اُسکے وارثون کے قبضہ سے لے سکتے ہین اور پہلے مشتری کے وارث اُسکو بائع کے وارثون سے لے کر
اپنے مورث کے قرضہ کے عوض روک سکتے ہین یہانتک کہ بائع کے وارث اُنکا قرضہ ادا کرین یہ جواہر اخلاطی مین
لکھا ہی فتاوی ابو الفضل مین ہی کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ مین ہی اور عورت نے اپنا
حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت ثمن لاوے تو مرد اُسکا حصہ اُسکو واپس کردے پھر مرد نے اپنا حصہ
فروخت کیا پس عورت کو اُسمین شفعہ پہونچتا ہی یا نہین تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع معاملہ یعنے بیع الوفا ہو تو اسمین
عورت کا شفعہ[3] ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اُسکے قبضہ مین ہو یا مرد کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور فتاوی عتابیہ
مین لکھا ہی کہ بیع الوفا و بیع المعاملہ ایک ہی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ تلجیہ وہ عقد ہی کہ جو کسی امر کی ضرورت سے
باندھا جاوے پس اُسکا مشتری بیع کا مالک نہین ہوتا بلکہ ایسا ہی کہ گویا اُسکو دبکی[4] ہی اور اسکی تین صورتین ہین ایک یہ ہی

---

[1] قولہ لازم ہی لیکن اگر نہ وفا کرے تو یہان جبر نہین ہو سکتا ہی [2] قولہ لازم نہین یعنی بیع الوفا باطل ہی اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲
[3] قولہ شفعہ یعنے بیع الوفا ان کے نزدیک باطل ہی اگرچہ بلفظ بیع ہو ۱۲ [4] قولہ دبکی یعنے جیسے کسی کے ہاتھ مین ہو

کہ تلجیہ نفس بیع مین ہو مثلاً بائع کسی شخص سے کہے کہ مین ظاہر کرونگا کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کردیا اور فی الحقیقت وہ بیع نہوگی اور اس بات پر گواہ کرلیے پھر ظاہر مین فروخت کیا تو بیع باطل ہی اور دوسری صورت یہ ہی کہ تلجیہ بدل[1] مین ہو مثلاً پوشیدہ دونون اس بات پر متفق ہوجاوین کہ ثمن ایک ہزار ہی اور ظاہر مین دو ہزار کو بیچین تو ثمن وہی ہی جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی مین گویا اُنھون نے ٹھٹھول کیا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ ثمن وہی ہی جو ظاہر مین مذکور ہوا اور تیسری صورت یہ ہی کہ پوشیدہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ ثمن ایک ہزار درم ہی اور ظاہر مین سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہی کہ عقد باطل ہوجاوے اور استحساناً سو دینار پر صحیح ہی یہ حاوی مین لکھا ہی اور امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ بیع التلجیہ موقوف رہتی ہی اگر دونون نے اُسکی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر دونون نے اُسکو رد کیا تو باطل ہوجاویگی یہ تہذیب مین لکھا ہی۔ اور اگر دونون اس بات پر متفق ہوئے کہ ایسی بیع کا اقرار کرین کہ جو نہین[2] واقع ہوئی اور دونون نے اسکا اقرار کیا تو باطل ہی اور دونون کی اجازت سے جائز نہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ ایک نے تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہی اور منکر پر قسم آویگی یہ تہذیب مین لکھا ہی زنار نصاری کے ہاتھ بیچنا اور ٹوپی مجوس کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہین ہی اور ایسے مکعب کا جسمین چاندی لگی ہوئی ہی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم ہو کہ وہ اپنے پہننے کے واسطے خریدتا ہی مکروہ ہی اور امرد غلام کا ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار[3] اور اللہ تعالی کا عاصی ہی مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص رستہ مین بیٹھکر خرید فروخت کرتا ہی اور راستہ کی چوڑائی کے سبب سے لوگونکو اسکا بیٹھنا مضر نہین ہی تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر لوگون کو مضر ہو تو مختار یہ ہی کہ اُس سے کچھ نہ خریدا جاوے کیونکہ جب وہ کوئی خریدار نہ پاویگا تو چلا جاویگا پس اُس سے خریدنا گویا گناہ پر مدد کرنا ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہی کہ اُس سے پوچھے کہ یہ حلال ہی یا حرام ہی بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ مین ہو کہ جن بازارون مین اکثر حلال بکتا ہی تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین ہی اور ظاہری حال پر کام کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازارون مین اکثر حرام چیز بکتی ہی یا وہ بائع ایسا ہی کہ حرام وحلال بیچتا ہی تو مشتری احتیاط کرے اور اُس سے دریافت کرے ایک شخص مرگیا اور اُسکی کمائی حرام ہی تو وارثونکو چاہیے کہ شناخت کرا دین پس اگر اُس مال کے مالکونکو پہچانتے ہین تو اُنکو واپس کردین اور اگر نہ پہچانتے ہون تو اُس مال کو صدقہ کردین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اسکا عیب جانتا ہی تو اُسپر بیان کرنا واجب ہی پس اگر اُسنے بیان نہ کیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہوجائیگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہین لیتے ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے کوئی چیز بعوض چھوٹے دس

[1] قولہ بدل یعنے ثمن یا مبیع ۱۲ [2] قولہ نہین واقع الخ یعنے تلجیہ کی صورتون مین سے کوئی صورت نہ تھی بلکہ عقد کا کلام ہی نہین ہوا ۱۲ [3] یعنے اغلام کرنے والا ۱۲

درم کے خریدی اور دس درم اُسکو دیدیے اور ان مین بعض بڑے تھے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہین کہ اُسکو لیکر اپنی حاجت مین صرف کرے مشائخ بلخ سے ایسی مٹی کی بیع کا حکم پوچھا گیا کہ جو کھائی جاتی ہی تو فرمایا کہ ہمکو اسکا بیچنا اچھا نہین معلوم ہوتا ہی جبکہ اُس سے سوائے کھانے کے کوئی نفع نہو کیونکہ وہ مضر اور قاتل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ شیرۂ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اُس سے شراب بناتا ہی امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہی اور بیع جائز ہی اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے مین ایسا ہی اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اُسکو گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہی یا اُسکے سر پر مارتا ہی یہانتک کہ وہ مرجاتی ہی تو مشائخؒ نے فرمایا کہ ایسی بیع مین کچھ ڈر نہین ہی کسی نے دوسرے سے بعوض ثمن مثل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اُسکا خریدنا نہین چاہتا ہی ثمن مین کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُسنے اسواسطے کیا کہ مشتری رغبت کرکے ثمن بڑھاوے تو یہ مکروہ ہی اور یہی نجش ہی کہ جو شرع مین منع ہی اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکایا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہو تو دوسرے کو اُس شے کی پوری قیمت تک بڑھانے مین کچھ خوف نہین ہی تا کہ مشتری رغبت کرکے اُسکی پوری قیمت تک بڑھاوے اور اُس شخص کو ثمین اجر ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور ایسے ہی اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اُس سے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُسکی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ اچھا ہی بُرا نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اس طرح فروخت کرنا کہ وہ کون شخص بڑھاتا ہی اور کون شخص اسپر زیادہ کرتا ہی ایسی بیع مین کچھ خوف نہین ہی اور یہ بیع مفلسون کی اور ایسے شخصون کی ہی جنکا مال کاسد[1] ہوجاوے اور کسی کے چکانے پر چکانا مکروہ ہی اور زیادہ کرنے مین اور دوسرے[2] پر چکانے مین فرق ہی کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آواز دیتا تھا اور اُس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آواز دینے سے رُک رہا اور اس شخص کے ثمن کی طرف اُسنے میل کیا تو غیر شخص کو یہ جائز نہین ہی کہ اسپر بڑھاوے اور یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہی اور اگر مال والا آواز دینے سے نہ رُکا تو دوسرے کو بڑھا دینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اسی کو بیع مین زیادتی کرنا کہتے ہین اور یہ دوسرے کے چکانے پر چکانا نہین ہی اور اگر اسباب بیچنے پر آواز دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسیقدر روپونکو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ مین مالک سے دریافت کرون تو اُس حالت مین دوسرے کو جائز ہی کہ وہ ثمن پر بڑھاوے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُسنے کہا کہ اتنے کو بیچکر ثمن لے لے تو اسکے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہین ہی اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا[3] ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ گانون[4] والے کے واسطے اُسکا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہی اور یہ

[1] قولہ کاسد یعنی بیوپار کھوٹا ہوجاوے ۱۲ [2] قولہ دوسرے پر الخ یعنے دوسرے کے چکانے پر چکانا نہین جو منع ہی ۱۲
[3] جو حرام ہے ۱۲ [4] ہو کرہ بیع الحاضر للبادی وہو ممنوع فی الحدیث ۱۲

کراہت اُس وقت ہی کہ جب شہر مین قحط ہو اور کافی مین اُسکی صورت یہ بیان کی ہی کہ گانؤن والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری داموں کے لالچ سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہی اور اگر ایسا نہو تو کچھ ڈر نہین ہی انتہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر جو کافی مین لکھی ہی۔ قولہ کرہ بیع الحاضر للبادی کے ترجمہ مترجم کے موافق نہین ہی اور بعض محققین نے اسکے یہ معنی بیان کیے ہین کہ گانؤن والا اناج لیکر شہر مین آوے اور شہر والا اُسکی طرف سے دلیل ہوکر اسکا اناج فروخت کرے اور نرخ گران کردے اور مجتبیٰ مین لکھا ہی کہ یہی تفسیر اصح ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جمعہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ[1] ہی اور معتبر وہ اذان ہی کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر مشتری نے اُسکو فروخت کرکے نفع اُٹھایا تو نفع صدقہ کردے اور اگر بائع نے ثمن کے عوض کوئی چیز خریدی اور اُسمین نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع جائز ہے کیونکہ باندی معین ہی اور عقد بیع اُس سے متعلق ہوا تو خبث اُسکے نفع مین بھی اثر کریگا اور درم اور دینار متعین نہین ہوتے ہین پس دوسرا عقد اُنکی ذات سے متعلق نہوگا تو خبث بھی نفع مین اثر نہ کریگا اور یہ تقریر بنا بر اُس روایت کے ہی جس مین آیا ہی کہ درم و دینار متعین نہین ہوتے ہین کذا فی العنایہ اور غیر معین مین خبث کا نہ اثر کرنا ایسے خبث مین ہی کہ جو بسبب فساد ملک کے ہو اور جو خبث بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہی جیسے غصب کی چیز یا امانت مین خیانت کرنا تو ایسا خبث امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونون مین اثر کرتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار درم کا دعوی کیا اور اُسنے ادا کردیے اور قابض نے اسمین تصرف کرکے نفع اُٹھایا پھر دونون نے سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اُسکو نفع حلال ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درم اس شرط پر قرض لیے کہ قرضخواہ کو ہر مہینہ دس درم ادا کریگا اور اُنپر قبضہ کرلیا اور اسمین نفع اُٹھایا تو اُسکو نفع حلال ہی اور نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گیہون فروخت کیے پھر بائع نے اُنکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُنپر قبضہ کرکے تلف کردیا تو پہلے مشتری کو اختیار رہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے اور اگر چاہے تو دوسرے مشتری کا دامنگیر ہو پس اگر اُسنے دامنگیر ہوکر اُنکے مثل گیہون کے لیے اور راس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہی پھر مین نے کہا کہ امام یوسف رح کہتے ہین کہ زیادتی صدقہ کردے پس امام محمد رح نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت مین صدقہ کریگا کہ جب اُنکی قیمت[2] مین درم لیے ہون اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کیا اور وہ اُسکے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ مین نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اُس غلام کی قیمت کی ضمان لے اور ثمن سے زیادہ قیمت کو صدقہ کردے اور نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ کسی نے دوسرے کو حکم[3] دیا کہ میرے واسطے ایک مال

---

[1] قولہ مکروہ ہی یعنی گناہ ہوگا اگرچہ بیع جائز ہو جاویگی ۱۲ [2] درم و دینار ۱۲ [3] قولہ قیمت یعنے فروخت کے دام روپیہ ہون تو مکروہ ہی ۱۲ [4] قولہ حکم یعنے صاف نہین کہا کہ کیا حکم ہی ۱۲

ہزار درم کو خریدے اور اُسنے اُس شہر کے نقد پر خرید لیا پھر حکم دینے والے نے اُسکو کھرے درم دیے اور مشتری نے اُس مال کے ثمن مین غلہ کے درم دیے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اُس نے مامور کے حق مین زیادتی حلال کی تو اُسکو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میرے دل مین اس سے کچھ خدشہ ہی اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط مین لکھا ہی کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکو بعوض غلام کے بیچڈالا پھر دوسرے غلام کو بعوض اسباب کے بیچڈالا پھر اسباب کو بعوض درمون کے بیچڈالا پس امام کے قول پر جو اُسنے غلام کی قیمت مین ضمانت دی ہی اُس سے جسقدر زیادتی ہی اُسکو صدقہ کردے اور ایسے ہی اگر ہزار درم غصب کیے اور اُنکے عوض ایک غلام خرید اور اُسکو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اُسکو اُس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ[1] کردے اور قاضی ابو یوسف نے دونون مسئلون مین فرمایا کہ زیادتی اُسکو حلال ہی اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُسکو بعوض ایک باندی کے فروخت کیا تو اُسکو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہی اگرچہ پہلی باندی سے وطی کرنی جائز نہ تھی اور قاضی ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اُسنے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اُسکو دینی پڑی اس سے جسقدر زیادہ ہی اُسکو صدقہ کردے اور بیع فاسد مین وہ امام اعظم رح کے موافق ہین اور کہتے ہین کہ اگر بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعوض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اُس قیمت سے جو اُسنے بیع فاسد کی مبیع کی ضمان مین دی ہی زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ کردے اور بیع فاسد کو غصب سے بڑھکر شمار کرتے ہین یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ جسکو بائع نے کسی شخص کو کرایہ پر دید یا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہون تو یہ جائز ہی اور اجرت بائع کو ملیگی اور وہ اُسکو صدقہ کردے یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعوض پانچ معین انڈونکے خریدی اور اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈونکو لیوے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے انڈون کو تلف کردیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہین تو مشتری اس مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لیوے اور اگر مرغی کو بعوض پانچ غیر معین انڈون کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ کردے اور اگر اُن انڈونکو بائع نے تلف کردیا تو مرغی کو بعوض تین انڈے اور ایک تہائی انڈے کے لیوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایک خرما کا درخت ایک مد[2] تر چھوارہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسپر چھوارے پھلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھوارونکی قیمت پر تقسیم کیا جاویگا اور تازہ چھوارونمین سے جسقدر ثمن کے حصہ مین پہونچین اُسکو دیدیگا اور زیادتی کو صدقہ کردیگا اور اگر درخت کو تر چھوارہ معین کے عوض خریدا تو یہ جائز ہی اور کچھ صدقہ نہ کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درم بعوض

---

[1] قولہ صدقہ کیونکہ غصب مین درم بھی متعین ہو جاتے ہین ١٢ [2] مد ایک پیمانہ ہے ١٢

دو درم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُسکے مالک کو پہچانتا ہے تو زیادتی اُسکو واپس کردے اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو صدقہ کردے کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خرید کر اُسپر قبضہ کیا اور اسکو بیچ ڈالا پھر قاضی نے حکم دیا کہ بائع اول کو اُسکی قیمت ادا کرے اور اُسنے ادا کردی اور بائع اول نے اُسکو ثمن سے بری کردیا اور دوسرے ثمن میں اُس قیمت سے جو اُسنے ادا کی ہے کچھ زیادتی ہے تو امام اعظم رح اور ابو یوسف کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کردے اور یہ زیادتی لفظ پر قیاس کرکے صرف مسکینونکو حلال ہے اور یہ بھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال نہوگی اگرچہ یہ فقیر ہو کیونکہ اُسنے گناہ سے اسکو حاصل کیا ہے اور مساکین کے حق مین یہ لفظ سے زیادہ حلال ہے اور اگر اُس نے زیادتی صدقہ نہ کی یہانتک کہ اُسنے ثمن کے ساتھ کئی بار بیع کی اور ہر ایک مین نفع اٹھایا تو امام نے فرمایا کہ ان سب کا نفع صدقہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غصب کیا یا ودیعت مین تصرف کیا یا مضاربت مین مالک کی مخالفت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظم کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ نفع اسکو حلال ہے اور اگر اُسنے بعوض غیر غصب کے بیع ٹھہرائی اور پھر غصب کے درم ادا کیے یا بعوض غصب کے بیع ٹھہرائی اور غیر غصب ادا کیے تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا درم ہاہم ایسی صورت مین صدقہ نہ کریگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ کسی نے ایک باندی ایک ہزار درم کو خریدی پھر وہ بائع کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اُسپر قبضہ کیا اور ان دونون مین ثمن پر بہت زیادتی ہے تو یہ زیادتی اسکو حلال ہے اور اگر باندی اور اسکا بچہ دونون بائع کے پاس مر گئے اور مشتری نے بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور ثمن دیدیا تو قیمت پر جسقدر زیادہ ہو اُسکو صدقہ کرے اور اگر فقط لڑکا مارڈالا گیا تو اُسکی قیمت مین جسقدر اُسکے حصہ ثمن پر زیادتی ہو اُسکو صدقہ کریگا اس جہت سے کہ زیادتی اُسکی ضمان[1] مین نہین واقع ہوئی ہے یہ حاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے کسی غلام نے اُسکو مار ڈالا پھر بائع نے اُسکو اُسکے عوض[2] دیدیا اور مشتری نے لے لیا اور اُسکی قیمت مین اُس کے ثمن پر زیادتی ہے تو زیادتی کا صدقہ کرنا مشتری پر واجب نہین ہے اور اگر مشتری نے اس غلام کو اس زیادتی سے جو اسمین موجود ہے زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اُس زیادتی سے تجاوز[3] نہ کرے جو اسمین موجود تھی۔ اور اگر اُس غلام کو بعوض اسباب کے بیچا تو کچھ صدقہ نہ کرے اگرچہ اسمین زیادتی ہو پھر اگر اس اسباب کو بعوض درم یا دینار کے بیچا اور اسمین زیادتی ہے تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو قبضہ کے دن تھی دیکھی جاویگی پس اگر اس سے اسمین کچھ زیادتی نہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر اُسکی قیمت مین زیادتی ہو تو اُس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اسکے قبضہ مین ہوا ہے دیکھا جاوے پھر جو زیادہ ہووے تو اُسکو صدقہ کردے یہ محیط مین لکھا ہے حسن بن زیاد[4] نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ کسی نے دہی سے ایک کر گیہون جو

[1] تو اضمان حالانکہ نفع ہی حلال ہوتا ہے جو بضمان ہو ۱۲ [2] یعنے قاتل ۱۲ [3] تو تجاوز نہ کرے یعنے صدقہ اس حد سے زیادہ نہ بڑھاوے ۱۲

پچاس درم کا مال تھا غصب کر لیا پھر اُسکو سو درم پر فروخت کیا پھر گیہون کے مالک کو انکا مثل ادا کیا تو زیادتی کو صدقہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس مین نفع حلال تھا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی غلام ایک ہزار درم کو خریدا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر وہ بائع کے پاس مار ڈالا گیا اور مشتری نے اُسکی قیمت لینا اختیار کیا اور اسمین سے ایک ہزار درم صدقہ نہ کیے یہانتک کہ ایک ہزار درم تلف ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ضائع نہوے یہانتک کہ اُسنے اُس سے کچھ ایسی چیز خریدی جسمین نفع اُٹھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار درم اور اُسکا حصہ نفع صدقہ کردے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ کرے پس اگر ایک ہزار درم مین تصرف کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اسپر ایک ہزار درم کا صدقہ کرنا واجب ہو اور اگر مشتری نے قاتل سے ایک غلام لیکر قیمت لینے سے صلح کرلی اور غلام کو آزاد کردیا تو اسپر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہین آتا ہی اور اگر اُسنے اسکو مال لیکر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہی مگر ایک صورت مین کہ جب غلام قبضہ کے دن راس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جسنے اسکو آزاد کیا ہی اسکے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت مین جو راس المال پر زیادتی ہو اسکو صدقہ کردے یہ محیط مین لکھا ہی۔

فصل احتکار کے بیان مین۔ احتکار مکروہ ہی اور اُسکی یہ صورت ہی کہ شہر مین سے اناج خرید لے اور اُسکو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگون کے حق مین مضر ہو یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر شہر مین خریدا اور اُسکو روکا اور وہ شہر والونکو مضر نہین تو کچھ نہین کذا فی التاتارخانیہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خریدا اور اُسکو شہر مین لاکر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہی اور یہ قول امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت مین یہی آیا ہی اور یہی مختار ہی کذا فی الغیاثیہ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ اور جامع الجوامع مین ہی کہ اگر جلب[1] دور سے خرید لایا اور اُسکو روکا تو منع نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شہر مین اناج خریدا اور اسکو دوسرے شہر مین لے گیا اور وہان اُسکو روکا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اپنی زمین جوتی اور اُسکا اناج رکھ چھوڑا تو بھی مکروہ نہین ہی کذا فی الحاوی لیکن افضل یہ ہی کہ جو اُسکی حاجت سے زائد ہو وہ لوگونکی شدت حاجت کے وقت فروخت کردے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہین ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو گئی تو احتکار ہوتا ہی اور ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہی اور اگر اُس سے کم ہو تو تھوڑی ہی اور اناج کو گرانی کے انتظار مین اور قحط کے انتظار مین روکنا دونون مین فرق ہی اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھکر ہی اور حاصل یہ ہی کہ اناج کی تجارت اچھی نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر چیز کہ جسکے روکنے مین عام لوگونکو ضرر ہو احتکار ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ احتکار صرف انھین چیزون مین ہوتا ہی جنسے آدمیون و چوپایونکی روزی ہی یہ حاوی مین ہی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حاکم وقت کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مرجاوینگے تو اُسکو چاہیے کہ احتکار کرنیوالے پر جبر کرے اور احتکار کرنیوالے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچتے ہین

---

[1] جلب کشیدن یعنی دور سے بھر لانا مدام

اُنکے کو منع اُسقدر زیادتی کے جسکا ٹوٹا لوگ اُٹھاتے ہین فروخت کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور
بالاجماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت مین کہ اناج والے تحمیل[۲] کرتے ہوں اور قیمت سے تجاوز کرجاتے ہوں
اور قاضی مسلمانون کا حق نگاہ رکھنے سے عاجز ہو جاوے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کردیا جاوے تو اہل رائے
کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے مین خوف نہیں ہی اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی دیا گیا ہی یہ فصول عمادیہ
مین لکھا ہی پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی
اور اگر انمین سے کسی نے بعوض اُس ثمن کے جو امام نے مقرر کیا ہی فروخت کیا تو بیع جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور اگر محتکر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اُسکو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل و عیال کے کھانے
پینے سے زاید ہی اسکو فروخت کردے اور احتکار سے اسکو منع کرے پس اگر وہ باز رہا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے
پیش کیا گیا اور اسکو اپنی عادت پر اصرار ہی تو قاضی اسکو سمجھاوے و ڈراوے گا پھر اگر وہ سہ بارہ اُسکے سامنے پیش کیا
جاوے تو اسکو قید کرے اور اپنی رائے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر امام وقت کو اہل شہر
کے مرجانیکا خوف ہو تو محتکرین سے اناج لیکر جو جو نہین تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پا دینگے تو اُسکا مثل
واپس کرینگے اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور مضمرات مین لکھا ہی کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہی کہ محتکر کی
بلا رضامندی اُسکا اناج فروخت کردے تو بعض نے کہا کہ اسمین خلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ بالاتفاق فروخت کردے
اور منتقط مین ہی کہ اگر لوگونکے مرجانیکا خوف ہو تو باہر سے لانے والونکو بھی حاکم وقت وہی حکم کرے جیسا اُسنے محتکر کو
حکم کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور تلقی یعنی شہر مین قافلہ آنے سے پہلے شہر سے نکلکر[۳] قافلہ والونسے لیکر انسے
خرید لینا اگر اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہی اور اگر مضر نہو تو مکروہ نہیں ہی بشرطیکہ قافلہ والونکو شہر کا بھاؤ ملتبس نجاوے
یعنی اُنکو فریب نہ دے کہ شہر مین یہ بھاؤ ہی اور وہ لوگ اُسکی تصدیق کرلیں اور اگر اپنے شہر کا بھاؤ اُنپر ملتبس کردیا
تو مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اعرابی مثلاً کوفہ مین آئے اور وہان سے
اپنے کھانیکا اناج خرید کر لیجانا چاہا اور یہ اہل کوفہ کو مضر ہی تو اُنکو منع کیا جائیگا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع
کیا جاتا ہی اور اگر سلطان نے نان بائیونسے کہا کہ دس سیر ایکدرم مین بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی
سے دس سیر روٹی ایک درم مین لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دونگا تو بادشاہ مجھکو ماریگا تو مشتری کو
اُسکا کھانا جائز نہیں ہی کیونکہ یہ زبردستی لینے مین داخل ہی اور حیلہ یہ ہی کہ مشتری نان بائی سے کہے کہ میرے
ہاتھ تو روٹیان جیسا تو چاہتا ہی فروخت کردے تو بیع صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے
موافق مشتری نے دس سیر خریدین پھر نان بائی نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی تو جائز ہی
اور مشتری کو اُسکا کھانا حلال ہی یہ فتاوی کبری مین لکھا ہی اور یہ مکروہ ہی کہ جنگل مین کوئی دھاوا کرد اسکے

[۱] یعنے ایسی زیادتی کہ جو حد سے بڑھی اندازہ کرنے والا اسکو اندازہ کرے ۱۲ [۲] تحمیل زبردستی ارزان
کرنا چار ہو کر خریدین ۱۲ [۳] یعنی لشکر کی طرف سے ۱۲

سپید[۱] کرے اور انکو چاندی کے حساب سے بیچے اور ایسی ہی درمون کو ٹکسال کے سوا دوسری جگہ ڈھالنا
اگرچہ کھرے ہون مکروہ ہی اور اگر چاندی کو اپنے لوگون کے واسطے ڈھالا اور اُس مین تانبا[۲] ڈال دیا تو
کچھ خوف نہین ہی اور بزاز کو جائز ہی کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کرے جیسا کہ باندی کے بیچنے والے کو جائز ہی کہ اسکا
منھ دھو کر سنگار کر دے اور جید کو ردی کے ساتھ ملتبس کر دینا مکروہ ہی اور ایسے ہی گوشت مین زعفران دینا
مکروہ ہی اور ایسے میل کی چیز جسکا میل ظاہر ہو جیسے مٹی ملے ہوے گیہون بیچنے مین کچھ خوف نہین ہی
اور اگر ان کو پسا یا تو بدون بیان کے بیچنا جائز نہین ہی اور یہ مکروہ ہی کہ نان بائی یا قصاب وغیرہ کے
پاس کچھ درہم اسواسطے رکھے کہ اُس سے جو چاہیگا سو لیگا ولیکن اُسکے پاس ودیعت رکھے اور اُس سے
جسقدر چاہے بعوض معین داموں کے ان درموں مین سے لیوے اور اگر انکو بطور بیع کے دیا تھا
تو ضمان[۳] لے اور بائع کو چاہیے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابو بکر بلخی سے روایت ہی
کہ فقاعی[۴] نقلع کھولتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار ہوتا ہی اور ایسے ہی چوکیدار چوکیداری
کے وقت لا الہ الا اللہ کہنے مین گنہگار ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر کوئی لڑکا پیسا یا روٹی لیکر دوکاندار کے
پاس آیا اور اُس سے کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام مین آتی ہی جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اُسکے ہاتھ فروخت کردے
اور اگر اخروٹ یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عادۃً لڑکے اپنے واسطے خریدا کرتے ہین تو نہ فروخت کرے ایک لڑکا
خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد کہا کہ مین بالغ نہین ہون پس اگر بالغ ہونے
کی خبر دینے کے وقت بالغ ہونیکا احتمال رکھتا تھا باین طور کہ اسکا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو اسکا
انکار معتبر نہوگا اور اگر اُسکا سن اس سے کم تھا تو بالغ ہونیکی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اُسکا انکار صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے ہاتھ مین ایک کپڑا تھا اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے اُسکے بیچنے کا وکیل کیا ہی اور مین
دس سے کم نہ دونگا پھر اُس سے ایک شخص نے نو درم کو طلب کیا پس اگر مشتری کے دل مین یہ تھا کہ یہ بات
اُسنے اپنے مال کے رواج دینے کو کہی تھی تو اُسکو خریدنا جائز ہی اور اگر یہ بات اُسکے دل مین نہین آئی تو اُس سے
خریدنا جائز نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر نجستہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچون کے بہلانیکو خریدا تو صحیح نہین ہی اور نہ
اُسکی کچھ قیمت ہی اور نہ اُسکا تلف کرنیوالا ضامن ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اُس سے
کوئی چیز خریدی پس اگر پہلے یہ درم بائع کو دیدے پھر اُسکے عوض وہ چیز خریدی تو اُسکو حلال نہین ہی صدقہ کر دے اور اگر
درم دینے سے پہلے خریدی پھر درم دیے تو بھی کرخی رح اور ابو بکر رح کے نزدیک ایسا ہی ہی اور امین ابو نصر رح کا خلاف ہی اور
اگر یہ درم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درم دیے یا مطلقاً خریدی اور یہ درم دیے یا دوسرے درم سے خریدی اور یہ

[۱] قولہ سپید کرے یعنی کیمیائی ترکیب سے جوڑا وغیرہ چاندی و سونا بنانا مکروہ ہے ۱۲ [۲] یعنے زیور مین
میل کر دیا ۱۲ [۳] قولہ ضمان یعنے اگر تلف ہون اور یہی مسئلہ مین الہدایہ جن ہی ۱۲ [۴] فقاعی فالودہ فروش یعنے
مہرا جی کھولتے وقت ۱۲ [۵] قولہ طلب کیا اور وہ راضی ہو گیا ۱۲

درم دیے تو ابو نصر رح نے فرمایا کہ حلال ہو اور اُسپر صدقہ کر دینا واجب نہین ہو اور اس زمانہ مین فتوی کرخی رح کے قول پر ہو یہ فتاوی کبری مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اُسکے شہتیرون مین درم پائے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور جو بائع نے نہ لیے تو صدقہ کر دے اور یہ اصوب ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہو۔ اگر خانہ کعبہ کا پردہ بعض مجاورون سے خریدا تو جائز نہین ہو۔ اور اگر اُسکو دوسرے شہر مین لے گیا تو اُسپر واجب ہو کہ فقیرون پر صدقہ کر دے۔ مسجد کا بوریا اگر پرانا ہو جاوے تو جائز ہو کہ اُسکو بیچکر اُسکے دامو نمین کچھ بڑھا کر دوسرا خرید لیا جاوے ایک شخص اپنے دوست کے باغ مین گیا اور اُسمین سے کچھ انگور کھاے اور اُس دوست نے انگور بیچ ڈالے تھے اور اُسکو نہین معلوم تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسپر گناہ نہوگا اور چاہیے کہ مشتری سے معاف کرا لے یا اُسکو ضمان دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو۔ اور ہمکو اچھا نہین معلوم ہوتا ہو کہ کوئی شخص بازار مین میوہ خریدنے کو جاوے اور اُسمین سے کچھ ایسی چیز اٹھا کر کھا جاے جسکی کچھ قیمت ہو جبتک کہ اُس سے اجازت نہ حاصل کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ بیع اور ہبہ وغیرہ مین چھوٹے و بڑے سے یا دو چھوٹون کو اُسکے ناتے کے محرم قرابت والے سے جدا کر دینا مکروہ ہو اور حکماً بیع جائز ہوگی اور اگر ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکے نابالغ لڑکے یا غلام یا مکاتب کا ہو تو مکروہ نہین ہو اور اگر دونون اُسکے ہون اور ایک اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مکروہ ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اور اگر دونون اُسکی اولاد کے ہون تو جدا کر کے بیچ سکتا ہو اور اگر دونون سے اُسکا کچھ حصہ ہو تو مین مکروہ نہین جانتا ہون کہ ایک مین کا حصہ بدون دوسرے کے فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہو اور اگر دونون مین قرابت نہ ہو جیسے دو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی تو انکا جدا کرنا مکروہ نہین ہو یا انمین محرمیت بوجہ رضاعت[ف] یا صہریت کے ہو تو بھی تفریق مکروہ نہین ہو زوجہ اور شوہر مین جدائی بیع وغیرہ سے مکروہ نہین ہو اور اسکو اختیار ہو کہ ایک عیب کی وجہ سے واپس کر دے یا کسی جرم[ع] اور قرض مین دیدے اور اگر ایک کو ام ولد یا مدبر بنایا تو دوسرے کا بیچنا مکروہ نہین ہے اور اگر ایک کو مکاتب بنایا تو کچھ ڈر نہین ہے اگر کسی سے کہا کہ اگر مین تجکو خریدون تو تو آزاد ہے پھر دونون مین سے ایک کو اُسی کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر دو مملوک مین ایک اُسکا ہو اور دوسرا اُسکی زوجہ یا مکاتب یا غلام تاجر قرضدار کا ہو تو تفریق[ع] مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر اُسکے مضارب کا ہو تو کچھ ڈر نہین ہو کہ جو مضارب کے پاس ہو اُسکو فروخت کرے یہ مبسوط مین لکھا ہو۔ اگر ایک باندی کو اپنی شرط خیار پر خریدا پھر اُسکا بچہ خریدا تو دونو نکو جدا بیچنا مکروہ ہو اور اگر باندی کو بشرط خیار

ف قولہ رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے و صہریت یعنے دامادی کے رشتہ سے ۱۲ ع قولہ جرم مثلاً ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور حکم ہوا کہ قاتل کو دے یا اسکا فدیہ دے یا قرضخواہ کے ادائے قرض مین دے ۱۲ ع قولہ تفریق یعنے واپس کرنے سے تفریق لازم نہ آوے گی ۱۲

خریدا اور اُسکا بچہ خریدنے والے کے پاس ہے تو بالاتفاق باندی کو واپس کر سکتا ہی یہ نہر الفائق
مین لکھا ہی۔ کوئی حربی دو بھائیون کو دار الحرب سے لایا تو اسکو اختیار ہی کہ دونونکو جدا بیچے اور اگر
اُسنے دونون کو کسی ذمی سے خریدا تو تفریق جائز نہین ہی اُسپر جبر کیا جائیگا کہ دونونکو ایک ساتھ بیچے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دونون کا مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہین ہی خواہ وہ مالک آزاد ہو یا مکاتب
یا ایسا غلام جسکو تجارت کی اجازت ہی خواہ اُسپر قرض ہو یا نہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ مملوک دونون مسلمان ہون
یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان ہو اگر کوئی حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا اور اسکے ساتھ دو غلام ہین
دونون چھوٹے یا ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہی یا اُسنے دار الاسلام مین ایسے دو غلام اپنے ساتھی سے جو اُسکے
ساتھ امان لیکر آیا ہی خریدے پھر ایک کے بیچنے کا ارادہ کیا تو مسلمان آدمی کو اُسکے خریدنے مین کچھ
ڈر نہین ہی اور اگر اُسنے دونون کو کسی مسلمان سے دار الاسلام مین یا کسی حربی سے جو امان لیکر اُسکی
ولایت کے سوا دوسری ولایت سے آیا ہو خریدا ہو تو مسلمان کو ایک کا خریدنا مکروہ ہی یہ بدائع مین لکھا ہی
اگر کسی کی ملک مین تین غلام ہون کہ ایک چھوٹا ہو تو دونون بڑون مین سے
ایک کا بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے اور اگر صغیر کے ساتھ اسکے دو قریب جمع ہون پس اگر وہ
دونون قرابت مین برابر ہون پس اگر دونون جہت مین مختلف ہون جیسے مان باپ اور پھوپھی خالہ تو
ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہون یا سب کافر ہون اور یہی حکم باپ کی طرف سے بہن یا مان
کی طرف سے بہن کا ہی اور اگر وہ دونون قرابت اور جہت مین برابر ہون جیسے دو بھائی حقیقی اور ایک مان باپ کی طرف سے
دو بہنین تو استحسانًا ایک کا بیچنا جائز ہی اور اگر دونون مین سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنین جدا جہت[1] سے یا مان
اور پھوپھی یا خالہ ہو تو دور[2] کے قرابت والے کے بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ایسے ہی اگر اُسکی دادی اور پھوپھی اور
خالہ جمع ہون تو پھوپھی اور خالہ کے بیچنے مین ڈر نہین ہی دار الحرب مین دو کافرون نے ایک باندی کے بچہ کا
جو دونونمین مشترک تھی دعوی کیا پھر وہ سب مجمد ہو کے مملوک ہو گئے تو کوئی[3] دونون باپونمین سے فروخت نکیا جائیگا
ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہے اُسنے کہا کہ میری بیٹی ہی تو تفریق مکروہ ہی اگرچہ نسب ثابت
نہین ہوا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جسطرح آزاد[4] کو تفریق سے بیچنا مکروہ ہی ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہی
یہ حاوی مین لکھا ہے اور اگر مالک کا فرق ہو تو تفریق مکروہ نہین ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی

[1] یعنے ایک تو ایک مان باپ سے حقیقی اور دوسری فقط باپ کی طرف سے اور تیسری فقط
مانکی طرف سے ۱۲ [2] یعنی جیسے یہان سوائے مان اور سوائے حقیقی بہن کے ہین ۱۲ [3] یعنے دونون
کافر اس بچہ کے مدعی ہونے سے دونون اسکے باپ قرار دیے جائینگے ۱۲ [4] قولہ آزاد
یعنے جیسے آزاد کو جائز نہین کہ صغیر کو اسکے شفیق محرم قرابتی سے جدا کرے اسی طرح دوسرے
تاجرون کو بھی روا نہین ۱۲